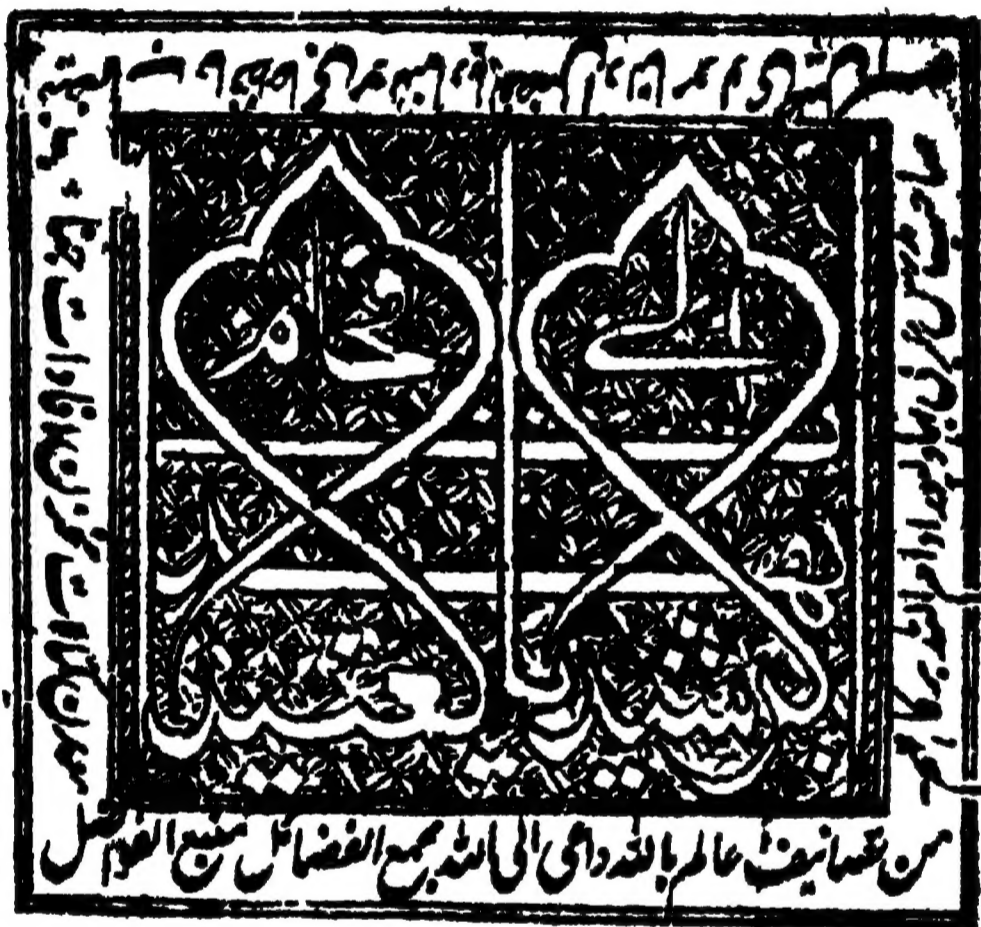


مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

درین ایام عمید بفضل کردگار مجید شکر و شیده بهضامین بنفید المسی



بحسن اینها م حافظ محمد عبد القدوس مالک صحیفه قدسی بسته ۱۳۰۶ م

مَطْعَةُ فَلَقَاتِ حَمَلٍ طَبْعُ  
دَرْسِ سِیِّ وَ سِیِّ حَمَلِ طَبْعُ

# فہرست کتاب آیات الشیعہ کے فحاشی علیہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲	بروز شیعہ مخالفوں کی زبردستی لکھا ہوا ہے	۵۵	بنابر اصول شیعہ کے خدا پر عقول حاکم ہیں
۵	بطلان عصمت ائمہ	۶۱	نہایت میں دوسروں کو اپنی مذہب میں بولانا حرام ہے
۷	ذکر منظر و لودانہ	۶۴	مذہب شیعہ میں مباحثہ مذہبی حرام ہے
۸	انماں ضروری بطور مقدمہ	۸۰	دین بیان کے مآخذ شیعہ و اہل سنت کو بیان کون ہیں
۳	تردید نہیں	۸۲	محققین شیعہ کو نزدیک چاہیے کہ اس پر اس کے تمام انبیاء و رسول ہیں
۲۱	تقیید		اصول شیعہ کو ان کے جناب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں
۲۷	شاہ عبدالغنی صاحب نے محمد بن ابیہ نام کو یوں نہیں کہا	۸۴	شیعہ کے راوی ہمارے گیسو اور پیر حضرت ہیں
۳۰	تردید اصل کتاب	۵۷	شیعہ کے نزدیک مخالف مذہب الہامی ہدایت پر ہی مقبول ہے
۳۱	آلہ کی تقدیم اصحاب پر	۹۳	تعلیق در بیان حدیث سفینہ عقلمین و حدیث نجوم
۳۲	زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنا خلاف تشبیہ ہر	۹۹	اجماع دلیل قطعی ہے
۳۵	حاشیہ امام غزالی نے ان کا دین کو دین میں کلام کرنا منع ہر	۱۰۱	حضرات شیعہ کا عجیب و غریب اجماع
۳۶	اکابر شیعہ نے مذہب کے چھپانے میں امام کی اطاعت کی	۱۰۲	محمد بن شیعہ کو نزدیک اصول و فروع و فروع و احادیث ہر
۳۸	خود بیعت کو وقت سکوت کرنے و ملاہون ہے	۱۰۴	انبیاء کے کفر کا ثبوت بدلیات شیعہ کے موافق
۴۶	اعتراف فضیلت و عصمت ائمہ شیعہ علیہم السلام کو نہیں ہے	۱۱۱	اہل بیت کی جناب میں حضرات شیعہ کی گستاخانہ
۴۹	امام شیعہ یحییٰ بن ابی بکر غفلت سے منحرف ہو سکتے تھے	۱۱۳	شیعہ کو نزدیک خصوصاً ظاہر و باطنیت کے خارج ہیں
۵۳	شیعہ کو مخالفین سے چھپانے میں چھپانے کے لئے کوشش کرتے ہیں	۱۱۶	صحابہ مقبولین شیعہ کے حالات
۵۴	حسن ترسیل	۱۱۷	صحابہ مقبولین شیعہ بارہ ہزار تھے

۱۲۴	فصائل صحابہ	۲۰۰	شیعوین اختلاف ائمہ کا ہی دلائل ہوا ہے
۱۲۵	آیات وآلہ بر فضائل صحابہ	۲۰۳	اہل سنت نے جو طرہ پر انعقاد خلافت کے مکین میں داخل ہوا ہے مصادره علی المظلوم باطل ہے۔
۱۲۶	اسلام کا جو کہ مقتنا از جہدین حضرت کے بھی سر چلو گئے	۲۰۶	بعض اصول شیعہ دلائل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں
۱۲۷	مثالب صحابہ میں عبارت تحفہ کی توجیہ	۲۰۸	احمالی طور پر روایات شیعہ شرائط ثلثہ کا ابطال
۱۲۹	جواب مطاعن صحابہ	۲۱۳	ائمہ مصیبت کو وقت تو صبر کرنے میں لیکن طول مصیبت سے پہلے بزرع فزع فرماتے ہیں
۱۵۱	اس طعن کا جواب صحیح بخیر و تحقیق حضرت کی طرف تسبیح نہیں	۲۱۵	نقص خلافت کے مشورہ راہدہ میں کر کے الزام کا جواب
۱۵۲	احقاق سبب کی دہکی کا جواب	۲۱۸	جواب طعن کا امین نے تحقیق کو انکرنا خلافت میں فرمایا و انزل عن منبر
۱۵۵	حضرت عباسؓ کو سنیانہ چاہتا تھا کہ حضرت ابراہیمؓ کی بی بی فرما لیا	۲۲۲	تعریفات شرائط ثلثہ میں جرح قدح
۱۵۸	درباب خطبہ لہذا و فلان علامہ کنوری کی تکذیب	۲۲۴	عصمت
۱۶۱	ادس حدیث کی جو مشورہ نقص خلافت پر دال ہے	۲۲۸	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی پہلی دلیل کا ابطال
۱۶۲	روایات میں روایات شیعہ تراش خواش کرتے ہیں	۲۳۳	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی دوسری دلیل باخوذہ تفسیر کا ابطال
۱۶۵	روایات شیعہ جناب امیر خلفاء باہرہ ہند شیعہ شکر اور شکر شکر	۲۳۵	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی تیسری دلیل باخوذہ تفسیر کا ابطال
۱۶۶	روایات میں کہ صحابہ کا حق فاعل کہہ میں اعلیٰ ہونا شیعہ میں کہہ میں	۲۳۶	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل باخوذہ تفسیر کا ابطال
۱۶۷	سبب آیات اہل سنت سے صریح بعد الزام لاجبی	۲۳۸	دلائل عصمت ائمہ از تحفہ
۱۶۸	صریح علامہ شیعہ حضرت پیغمبرؐ نے یحییٰ کو ابراہیمؑ کو پیغمبر اسلام سے تشبیہ دی۔	۲۳۹	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی پہلی دلیل باخوذہ تحفہ کا ابطال
۱۸۰	حدیث تنویر اصول از دوع میں تعلیل کے مخالف ہیں	۲۵۶	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی دوسری دلیل باخوذہ تحفہ کا ابطال
۱۸۳	ایمان صحابہ کے لیے مقدمہ خلافت تک امتحان نہیں ہو سکتا	۲۵۸	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی تیسری دلیل باخوذہ تحفہ کا ابطال
۱۸۶	حدیث سنن حوالہ علی ۱۳۰ مارہ و ستون نہایت اعلیٰ	۲۵۹	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل باخوذہ تحفہ کا ابطال
۱۹۳	شرائط امت شیعہ میں جو قیود مصلحت وضع ہوتی ہیں	۲۶۳	اثبات شہرۃ عصمت ائمہ کی چوتھی دلیل باخوذہ تحفہ کا ابطال
۱۹۸	حضرت شیعہ نے ائمہ کو انبیاء کی عصمت میں قدح کیا ہے زائل سنت نے۔	۲۶۴	نقص



۴۳۸	چنانچہ اہل سنت کے نزدیک حضرت علیؓ کی جگہ حضرت ابراہیمؑ کی جگہ پر ہے۔	۵۶۰	فردی اختلافات میں ہی تشدد ہو گیا ہے
۴۳۹	حضرت علیؓ کی جگہ پر ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی جگہ پر ہے۔	۵۶۱	حدیث میں ہرگز ایسا نہ ملتا ہے خلاف اعتقاد ہرگز نہیں لکھا گیا
۴۴۰	شاہ جہاں امیر المومنین میں برابر ہوا جو ابطال عصمت کی تقریر	۵۶۲	جناب امیر ہی بعض مسائل نہ جانتے تھے
۴۴۱	اہل سنت و جماعت کی عین ہرگز نہ ملتا ہے	۵۶۳	ثبوت اسکا کہ نہایت کتب قاریہ میں ذکر کرنے سے اعتقاد ہی نہیں ہوتا
۴۴۲	اہل سنت و جماعت کی عین ہرگز نہ ملتا ہے	۵۶۴	اور بیان فرق مسائل ذریعہ واسفادہ
۴۴۳	اہل سنت و جماعت کی عین ہرگز نہ ملتا ہے	۵۶۵	سوال اہل سنت کے فردی ہونے کی دلیل
۴۴۴	جناب امیر خلفاء رضی اللہ عنہم کے باجماعت اور محبت کا ثبوت	۵۶۶	حدیث اختلاف بعدی ثابون سنت کی تحقیق اور ہر اعتراض کا جواب
۴۴۵	دلیل اول اثبات خلافت خلفاء ثلاثہ کی عقلی	۵۶۷	نکتہ ایک کہ فیضان الدین میں امیر مہدیؑ کو خلیفہ راشد لکھا ہے
۴۴۶	خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے اثبات کی دوسری دلیل سورہ فوج	۵۶۸	روایات بشارت دوازده امام
۴۴۷	حضرت جابرؓ کے قول سے ثابت ہوا کہ خلفاء ثلاثہ کا زمانہ خلافت	۵۶۹	آیتاں تحفہ شایب دوازده امام و بیست و شش کلمہ بیان میں
۴۴۸	خلافت رضی اللہ عنہم کے ثبوت کی دوسری دلیل بیچ اعتقاد	۵۷۰	نقد اوراق بیت کا جواب
۴۴۹	اثبات حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کی دوسری دلیل بیچ ابداعت	۵۷۱	تحریف قرآن
۴۵۰	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی باوجودین دلیل	۵۷۲	تحریف قرآن کے دلیل شیوہ کی کتابوں سے
۴۵۱	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی چوتھی دلیل	۵۷۳	تفصیلی طور پر آیتوں میں تحریف کا واقع ہوا اور وہ مستقل سے تو لگا کر
۴۵۲	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی ساتویں دلیل	۵۷۴	مشائخ شیوہ کا اعتقاد، باب تحریف قرآن
۴۵۳	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی آٹھویں دلیل	۵۷۵	حدود قرآن میں تحریف کا خلاف واقعہ شیوہ کی دوسری غلطی
۴۵۴	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی نویں دلیل	۵۷۶	طولی بکبریٰ قرآن میں زیادہ کر جان کو جمع علیکنا غلطی
۴۵۵	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی دسویں دلیل	۵۷۷	متاخرین علماء شیوہ کے مختلف تحریف کا ثبوت
۴۵۶	ثبوت حقیقت خلافت خلفاء ثلاثہ کی گیارہویں دلیل	۵۷۸	کلیں لو کہ زبان شیوہ کے نزدیک زیادہ ہرگز نہ ملتا ہے
۴۵۷	اہل سنت و جماعت کی عین ہرگز نہ ملتا ہے	۵۷۹	میں ہرگز نہ ملتا ہے
۴۵۸	خلافت کے اصل عقیدہ ہونے کی دلیل کا ابطال	۵۸۰	ہرگز نہ ملتا ہے

[illegible]

۸۵۸  
مقدمہ مذکور میں ابوبکرؓ کے ساتھ حضرت فاطمہ  
رضی اللہ عنہا کے خفا کا ثبوت۔

حضرت زہراؓ کا ابو بکر کے ساتھ ایصر عزم طام کرنا  
روایت شیعہ سے یہی باطل ہے

محاطہ مذکور میں رد باب رضا رفاطہ سے بخاری  
کی حدیث کی توجیہ

حضرت مجیب کا جواب: اے عالم التشریع! میں نے تو کہا کہ میں نے اپنی  
 اپنی کفار کے عبادت میں شریک ہونا اختیار کیا تھا مگر کذب  
 و افتراء سے۔

## التماس ضروری

[illegible]

مُلَقِّمُ خَلِيلِ الْحَمْدِ عَمَّا لِلَّهِ



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدك حمدًا كثيرًا طيبًا مباركًا يا من هو متصف بالجود والعلو وصفات الكمال ومنزه عن ثوب  
 النقائص والقبائح والزوال تنزهت ذاته - وتقدس اسمائه وصفاته - لا اله الا هو الكبير المتعال -  
 الذي انزل علينا من الحديث كتابا متشابها مثاني تقشع منه الجلود - منه ايات محكمات  
 هن ام الكتاب - يهدي بها الى دار الخلود - انا لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من  
 خلفه تنزيل من حكيم حميد - فرقانا بين الحق والباطل ونور وهدى للناس فالذين كفروا بايات الله  
 هم عذاب شديد - فاكمل لنا الدين يا قويوم واتم نعمتك الظاهرة والباطنة علينا وعلى عباده المؤمنين  
 فضلكم وسلم عدد خلقه وذنوبهم وكماله وایمانه والیا علی رسولہ وخری خلقه سیدنا و مولانا محمد سید  
 المرسلین ثم انشیت یا نور المجملین سوال الثقلین یا مأم القلیتین - الذي عصمنا عن اهل المتفرقة العوجاء  
 بشرعنا الشریع النور - وهدانا الملة الخفیة السیمة السیما - التي علیها ونهارنا سوار - وعلی الدجاة  
 العزرة الوثقی السمسکین وجوم الہدی السہدین حضو صفا من قوموا الاود وودوا الحمدة وکان یکنهم فی  
 الاسلام لظہر الی صابیم فی الاسلام کبرج شہید شہادة تمام کشف الرشدین بل کان کشف نوح وابرہیم  
 من بینین علی لسان سید المرسلین علی من تبعهم باحسان الیوم الدین - اما بعد

بندہ حافظ ابوالبرکات سلیمان بن احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب علی بن شاہ سلیمان بن شاہ  
 انہیہ صلی علیہ وسلم جو کہ فرزند دو دین و اطو کے ساتھ حضرت خاتم النبیین صلی علیہ وسلم کے ساتھ  
 تھا شائع شدہ یہ سہ حاصل ہے اباب بن دینت و فہم فرست و کماست کی خدمات  
 میں سرمن آ رہا ہے کہ جو فیما بین اس خبر کے اور سید فرزند حسین صاحب شیعہ شیعہ کی سبب مختلف  
 فیما بین سیری گفت گو رہی ہے۔ اور اس کے قصہ یہ ہے کہ میری عنایت سے پیر حجت عنایت  
 صاحب علیہ السلام نے تعالیٰ اور مولیٰ ابوالطیب غفر اللہ نے ایک سوال متعلق مسئلہ خلافت محمد سید  
 فرزند حسین صاحب جو عادت حضرات شیعہ متضمن کلمات طنے و تلخیز آنیر و طعن خیر نسبت صحابہ کرام  
 رضوان اللہ علیہم اجمعین و دیگر اہل بیت رحمۃ اللہ علیہم تھا۔ جو شخص میری یا اس صاحب قطع  
 نظر اخلاق و تہذیب کے اور سکے کو بھی سبب لوم ہوا کہ میری صاحب کو اپنی مذہبی محرمات کی بھی خبر  
 نہیں ہے کیونکہ محمد بن مسلم بن شیعہ امہ رضوان اللہ علیہم سے روایات صحیحہ نقل فرمادی کہ اس کی  
 مثال بیان کرنا اور مذہبی نسبت طنے و تلخیز کرنا اور شیعہ کو کراہم ہے اور اس کا کتب و شیعہ غنیمت زبان مبارک  
 مومن محمد بن قسریٰ بنی تفسیر صافی میں زیر آیت ولای الذین انہم نقل کرتے ہیں وفی الکافی عنہ  
 (ای عن الصادق) فی حدیث وایا کہ و سب اعداء اللہ حیث یسمعونکم فی سبوا  
 اللہ عد و البغیر علم وفی الاعتقادات عنہ انہ قیل اناری فی المسجد حلا  
 یعلن بسب اعداء کہ و یسبہم فقال مالہ لعنہ اللہ یعرض بنا قال اللہ تعالیٰ ولا  
 تسبوا الذین یدعون الی علاوہ ازین بل خروج امام حجت یہ کہ رفع کرنا اور شیعہ کو برا کہنا ویرا سلام  
 سہ خارج ہوا ہے چنانچہ عقائد صدق ہے اس میں فرزندین ثابت ہے اور روایات مباحث ائمہ میں  
 بضمن نجل مناسب مذکور ہوئی ہے کہ یہ یقینی ہے کہ یہ سب اور نزاع جو اسلام کے عظیم فرقہ میں  
 ہے کافی ہیں امام صادق رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں موی ہی اپنے آپ کو پچاؤ اللہ کے دشمنوں کو برا کہنی ہے کیونکہ وہ تم سے کہ  
 اللہ کو برا کہیں گے۔ اپنی عادت کی سبب۔ اور مقتدا تین امام صادق رضی اللہ عنہ موی ہے۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ سر  
 میں سب میں سر کو تہدی دشمنوں کو علی الاعلان سب دیکھ کر ہوا یا اس کا کیا ہوا ہے کہ تہذیب کے لئے قرآن و احادیث میں جو

فی غلوک بزرگوار و بزرگوار

سال سے چلا آتا جس کی باہم دونوں قومیں ایسا تفرقہ ڈال دیا جیسا کفر و اسلام میں واقع ہے بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر اسکا اس طرح طی ہونا ممکن نہیں اور یہ ان مناظرہ تحریری نہایت وسیع ہے ہر ایک نسبت دوسری کے جوہر میں کچھ نہ کچھ کہہ سکتا ہے۔ دنیا کی حالتیں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر مقابلہ ادیان باطلہ کچھ لکھ کر تو وہ بھی جواب دہی سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہر کوئی مسئلہ مختلف نہایت باقی نہیں رہا۔ مسلمانو یقین نے کہا تھا اسکی بحث تفتیش اور تجویزی اسکی چابکدہ میں نہ کی ہو اور جدوجہد کو اسکی تحقیقات میں غایہ قصویٰ کو نہ پہنچایا ہو یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے یہ عقبات و مراحل طے کر کے تہرمت فرمائی ہی اور بدو ن ضرورت اس طرف توجہ نہیں فرمائی اور شیعہ کی کتابیں دیکھنا اور اپنی مٹھا اور حید اور مناظرہ شروع کر دیا چنانچہ دوسری اہل مذہب باطلہ کو تہہ پہیہ ہی کیفیت ہے اور تمام مذہب اللہ تعالیٰ ہست کا لوازمان گئی ہیں جو فرقہ الہست کی مقابل ہوا اگر انی موندہ نہ بی کہا ہی چنانچہ الہست کے ان مباحثوں کی نفسی جو حال میں ہی واقع ہوئی ہیں ایسا کہ اگرہ کا مباحثہ پادری فتنہ و غیہ کے ساتھ اور چاند پور مسلح شاہجہان پور کا سوکر الار مباحثہ ہندو ایسا یوں کے ساتھ مثل افتاب تہہ ہندو روشن ہیں۔ جسکو مخالفین خود اپنی زبان سے تسلیم کر چکے ہیں شعر تروی تنانہم علم ہدایہم۔ وفضل ما شدت بہ الاعداء۔ اسلی نہایت مختصر کے شعر اس عاجز نے اسکا جواب لکھا اور ایجاز کو ساتھ جواب مطاعن مذہب اہل شیعہ کی شائع اور علماء شیعہ کی غلطیاں بطور نمونہ ہیں کہیں اور مقصود اس سے یہ تھا کہ میر صاحب بمتنبہ ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس چٹا چٹا کچھ فائدہ نہیں بحول اللہ تعالیٰ نہ الہست کچھ اپنی مذہب میں بودی اور کم زور ہیں۔ نہ مذہب شیعہ کی قبائح و شائع مخفی دستور پر کس بتی پر اہل حق سے چٹا چٹا شائع کرتے ہیں۔ اور ہر اس قول کے ہوتے ہیں شعر ہر کہ بافولاد باز و چہ کرد۔ ساعدی میں خود رنجہ کر دہ ہے۔ تعالیٰ تیرہ سو برس سے اہل سنت اور ان کا مذہب عجب وہ خداوندی تعالیٰ بضمون آیت کریمہ

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ عموماً تمام ادیان و مذاہب پر اور خصوصاً مذہب تشیع پر جو ابتداء و حدوث سے  
 ترقیہ میں مستور و مستتر و صریح غالب چلا آیا ہے اور ہاں اللہ تعالیٰ حسبِ عدہ تاقیام قیامت  
 غالب رہیگا۔ پھر کسا حوصلہ ہے جو اونی انگنہ ملاوی۔ لیکن میر صاحب کو بدین جہ کہ او کو  
 اپنی مذہب سے وہ فیت نہیں ہی صرف مناظرہ کی ہی کتاب میں دیکھی ہیں اور نیز خیال نہ کہ کسنت  
 کتب شیعہ کی دیکھنی کو خود ہی حرام سمجھتی ہیں اور اپنی منفرد ہیں اور عام طور پر کتاب میں بھی  
 دستیاب نہیں ہو سکتی جو ہر یک کو الزام کا موقع میسر ہو اور ہم مل سنت کے مذہب سے واقف ہیں  
 پس مسنت بمقتبلہ ہماری کیا جواب دے سکتی ہیں۔ تنبیہ ہوا۔ اور برخلاف مضامین آئمہ رضا کے  
 جنکی تفصیل عنقریب بجاث آئیں میں مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اصل وجہ اسکی  
 یہ ہوئی کہ میر صاحب کو دو قسم کی لوگوں کی گفتگو اور چیر چاڑ کا اتفاق ہوا اگر اسکا سلسلہ  
 چیر اتوا و نہوں تجتفضل اور لغو سمجھ کر التفات نہیں فرمایا اور عوام مجاہدی جو اپنے مذہب سے ہی  
 چندان واقف نہیں ہوتے دوسرے کا جواب کیا دے سکتی تھی اسلی آپکا دماغ عرش برین پر چاٹوچا  
 اور چھوٹا دیکری نیست کا تخیل سر میں سمایا اور اس مختصر تحریر کے جواب میں جو تقریباً بقدر تین چار  
 ورق کے ہوگی ایک طویل الذیل نکتہ کرب و اہل عزیزان موصوفین باہ بیع التماس  
 میری پاس بھیجا۔ اگر ادھر شیر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس یا بارہ خبر ہوں گویا برعم  
 خود خضم کو لا جواب کر دیا اور یہ ان مناظرہ جیت لیا جب کہ وہ تحریر منفر کے رواروی میں  
 جبکہ میں وطن مالوفہ کی طرف عازم تھا اسٹیشن بلدیہ میانہ پر ملی تھی اسلی ہنگام قیام وطن میں  
 اسکو دیکھ ہی نہیں سکا اور جب مع اخیر ہوا و لیور اپنے وطن اقامت کی طرف مراجعت کی اور وقت  
 اسکو تامل کی نظر سے دیکھا بالکل عظیم میں باوجود اپنی حسیہ کی ادھر شیر کو ہرگز اس لائق  
 نہیں سمجھتا کہ علماء اسکی طرف التفات فرمائیں چہ جائیکہ اسکو قابل جواب سمجھا جائے اور دل  
 نہ چاہتا تھا کہ اس کے جواب پر تسلیم اور ہایا جاوے چنانچہ اس کی تصدیق ہی سوا چاہتی ہی نہیں

لہذا وہ ذات وہی سنی بھی انہی سول کو بدینہ دین میں لے گیا تاکہ غالب کی اسکو تمام ادیان پر اگر جبرائیل کے کافرون کو ۱۲۔



مختارین، مفسرین خود ہی اسمہ کی نسبت نبوی روایت کرتے ہیں کہ ایت + اِنَّ الَّذِیْنَ

بِکَ تَمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنْ الْبَیِّنَاتِ وَاهْدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیِّنَا لِلنَّاسِ فِی

اِذْ کَتٰبِ اُوْنٰہِیْ کِی شَافِیْنَ نَازِلٍ مَوْجُوْدِیْزِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعُنُوْنَ

سہی اسمہ ہی مراد ہیں چنانچہ علامہ جلی نے بحوالہ انوار کی باب کتمان علم میں ان روایات کے

تشریح کی ہے جس سے معاذ اللہ ان کا کاتھن حق اور ان کی دشمنوں کا ملعون ہونا ظاہر و باہر ہوتا ہے اور خود

بی ان کی عصمت کو ہی مدعی ہیں خیال کرنے کی جگہ یہی کہ عصمتیت و ملعونیت یعنی جہ

الغرض بعد اس بحث کی مبنی خیال کیا کہ مکرری پیر جی عنایت احمد صاحب سلمہ کا جو دعائیہ جواب دیا تھا

وہ باحسن وجوہ حاصل ہو گیا۔ اب کچھ حاجت نہیں رہی۔ کہ میر صاحب کی جوابی جواب لکھنی میں نے

اوقات کچھ دے۔ چنانچہ حضرت محمد دوم دام برکاتہم کجست میں میں خیال ایک عرض

لکھی کہ خلاصہ مدعا یہ تھا۔ کہ اس سالہ کی تحریر جو مقصود تھا وہ زبانی منظرہ سے حاصل ہو گیا

پھر سادہ حرج اوقات اور خلل و اہمال مشاغل و غلبہ کی اس تشریر میں کلمات تضمن ہو و ادب

بجواب بزرگان دین مجبوری تسلیم نہ نکلتی ہیں۔ اگرچہ ان کا صدارت محض الزام یا نقد شیعہ

کی روایات مذہبی ہی اور عقائد دلی سے نہیں بلکہ وہی ان کو نہایت مکروہ اور بدنامتا ہوں الرجا

ہو تو اس تشریر کو موقوف ملتوی کر دین جواب دہی حضرت محمد دوم و امت رہا ہم نے ارقام فرمایا

جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کام للہی طور پر شروع کر دیا گیا ہے اس کا اتمام کو پونہ ہی مناسب ہے

اے محقق جو لوگ کہ چپاٹے ہیں جو کہہ کہ اتار اسمی دیون اور ایت سے چھپی اسکی کہ بیان کیا میں اسکو وہی لوگوں کے چنگ کتاب کے یہ لوگ

لعنت کرتا ہی انکو اللہ اور لعنت کرتے ہیں انکو لعنت کر دیا۔ وعن حمران عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ

اِنَّ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ اَنْزَلْنَا مِنْ بَیِّنَاتٍ وَّہِیْ مِنْ بَعْدِ مَا بَیِّنَا لِلنَّاسِ فِی ذٰلِکَ یَوْمٍ لِّسْتَعٰنَ۔ عن ابن ابی عمیر عن ابراہیم

ابن عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یمیتون انزلنا من البیِّنات وہی علی علیہ السلام۔ عن عبد اللہ بن عمر عن عبد اللہ بن عمر

فی قولہ وَاُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعُنُوْنَ قال نحن ہم۔

تفسیر اسکی بعد ہی تحقیق و علامہ جلی جو کچھ اسکی تاویل فرمائی ہے اسکا جواب بجا تھا آئندہ میں مفصل مذکور ہے، عہد منہ

ناتمام چھوڑنا مناسب نہیں اور جس کام کی ابتدا نیک نیتی کی ساتھ بغرض حمایت اسلام کی گئی ہے  
 اسکا انجام بخیر ہے اس سیر کو پورا کر دینا ہی مناسب ہے حضرت محمد دوم دہشت ظلال  
 برکاتہم کے اس شاوہی جب معلوم ہوا کہ امرتسر پر بطور غریمیت ہی نہ بطور حضرت اور بخیر  
 جو ایسی کوئی چارہ نہیں اور وقت ہی کم بہت چست باند ملکہ بالترام خارج از اوقات مدبر  
 لکھنا شروع کیا۔ ہرپہ اس محمدان اضعیف تاوان کی قدرت و استطاعت ہی اس سیر کا  
 لکھا جانا باوجود تنہائے مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تھا۔ لیکن محض حق تعالیٰ کے  
 فضل و کرم نے دشگیری فرمائے۔ جو کچھ امداد و اعانت خداوند تعالیٰ شانہ کی طرف سے اب  
 کی لکھنی میں اس عاجز تاوان کے شامل حال ہوئی۔ اوسکے بیانیستہ زبان قاصر و کوتاہ  
 بین۔ کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سے خارج تھا۔ مگر محض بفضل خداوند  
 تعالیٰ کتب بقدر ضرورت میسر فرما رہی ہیں۔ روایات محتاج الیہا جن کا کتب مبسوطہ میں ہی  
 برآمد ہونا غایت تفحص و رہایت تلاش و جستجو منحصر تھا وہ بلا کلفت تلاش و مشقت متبع نہیں  
 یہ محض دوسری ہی امداد ہے بضامین سلفہ اسی طرف سے دہن میں وارد ہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ  
 اس سیر میں کسی شخص کی شغانت کی ضرورت واقع نہیں ہوئی۔ اور وقت الہام سے تقریباً  
 سات ماہ میں بفضلہ تعالیٰ اختتام کو پہونچ گئی اللہ جل جلالہ حصے ثناء علیہ السلام  
 کا اثینت علی فضلہ اور یہ سب حضرت محمد دوم امت برکاتہم کی برکات و دعوات اور توجہات کا ثمر  
 ہی ورنہ یہ کہانیں اور کہانیں نہ گنت گل و شمع تیری لہریانی۔ حق جل و علا ثناء حضرت  
 محمد دوم کے علم میں اور سہل میں دین میں اور دنیا میں برکت عطا فرمادی۔ اور رات قرب پر تھکا  
 رطبی اور عالم کو اونچی انوار فیضان سے منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستوں کو اونچی جماعت میں مشو  
 فرمادی۔ اللہم آمین۔ ویرسم عبد القال امینا۔ ولسایر اللہ تعالیٰ علی امتہ  
 و قوشت عن جنت تمام غایہ بلسنا عہ زجاء و دیققرہ ہدایہ حضرت مولائی و مرشدی و  
 لہ ای میں تیری ثنا کا احصا نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ تو "یاری" جیسا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

ہوئی جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سبلی و توسلت بہ الی خدمتہ لیکن وسیلہ نبی جاتی۔ کشفیۃ  
لرفع درجاتی۔ فالمرجو من لیس فیہ لکرتیہ ان یاخذ بہ الذنب بجانی یوم نزل فیہ فیہ تمام  
ولایسالی یوم الفزع الاکبر یوم ترفع فیہ القلوب و تذوب الاجسام و لم یکن کان تالیف علی  
وفق امرہ و صیغہ علی حساب ارشادہ سیمتہ مورخا ہدایات الرشید  
افحام العنید۔ ناظرین ان النصف یکلین کی بحث مابین التماس ہے کہ مکالم  
تخرید بطور مقدمہ چند امور ملحوظ خاطر رہیں۔

اول ناظرین رسالہ اس سالہ میں اگر کوئی کلمہ ناشائستہ و نامنس نسبت جناب حضرت ائمہ علیہم السلام  
یا نسبت شان انبیاء و رسل علیہم السلام یا نسبت حضرات ائمہ و دیگر اہل بیت کرام  
صحبہ اعظام وغیرہ بزرگان کے ملاحظہ فرماویں۔ تو اس کو اس عاجز کے عقیدہ پر محمول  
فرماویں۔ اور یہ سمجھیں کہ بندہ نے یہ کلمہ اپنی اعتقاد سے لکھا ہی حاشا و کلام میرا گزیر گز  
یعقیدہ نہیں کہ انہیں سے کسی کی شائین خلاف تعظیم و ادب کوئی کلمہ جائز و صحیح سمجھا جاوے  
بلکہ قطعی کفر و حرام اعتقاد کرتا ہوں۔ فرق اسلامیہ میں سے کوئی نہ کہ ایسا نہیں کہ جنکو  
جناب خداوندی و انبیاء و رسل کے وجوب تعظیم میں کلام ہو۔ سوائے بعض فرق شیعہ کے بعض  
روایات مامیہ ثنائیہ کے لہذا صحابہ و اہل بیت کی تعظیم تو غیر شیعہ و خارج خدام اللہ کو غایت ضعف  
کشیہ صحابہ کرام کی ان کو وہاں انفس و نفوس کو فرض اعتقاد کرتے ہیں اور خارج خدام اللہ اہل بیت کرام کی تدلیل و وجہ اور  
تفصیل کو فرض اعتقاد کرتے ہیں مگر ان کے عقائد میں جو بیانیہ بیانیہ کی نسبت نبوت کی محبت  
اور تعظیم کو ایسا ہی واجب اور خبر اسلام اعتقاد کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ کی محبت اور تعظیم  
کو واجب اعتقاد کرتے ہیں۔ اور ان کی جناب میں گستاخی کو ایسا ہی حرام اور ناجائز سمجھتے  
ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام کی جناب میں گستاخی کو غیر شیعہ و خارج کو اس باب میں اپنی اعتقاد  
کو نیز ان کے دونوں پوچھیں برابر وزن کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس رسالہ میں شیعہ کو  
ان کی روایات سے الزام دینا مقصود ہے اس لیے موافق مشہور کفر کفر نباشد اس قسم کا

جو کلمہ سلم سی لکھا گیا ہی وہ مذہب کی مطابق ہی کہ وہی مضمون انکی روایات سی بدالت  
 مطابقتی یا الزامی ثابت ہوتا ہی مثلاً حضرت ابوالانبیاء آدم علیہ السلام کا  
 نفوذ باللہ کفر میں ابیس لعین کے برابر بلکہ چند اور شیعہ ہوا۔ حضرات شیعہ کی روایات  
 سر لکھا گیا ہی علامہ اعلیٰ اور انبیاء کی نسبت خدائی تعالیٰ کی نافروانی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید  
 کی توہین و تذلیل کرنا اور اوسمین وقوع تحریف و تبدیل ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ  
 عنہا کا جناب میر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب و شتم کرنا۔ اور انکا فساق و فجار کے  
 مجمع میں شریف بیجانا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام سب انوکے حقوق میں ناجائز  
 تصرف و خیانت کرنا۔ جناب امام کلثوم رضی اللہ عنہا صاحبزادی جناب میرزا فاطمہ الزہراء  
 رضی اللہ عنہما کی دشمنی و امن پاک کو محض کی نجات سے ملوث کرنا وغیرہ اس  
 قسم کی سب کفریات و خرافات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و استنکار  
 طبع بطور الزام لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ میں بھی لکھے ہیں  
 بحسب ہون۔ اور بندہ کو عاف و معذور فرمائیں میں ہزار زبان اور صمیم فواد و زبان کو ان  
 کفریات سے تبری و تخاصی کرتا ہوں۔

دوم۔ میرزا محمد حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر میں سریر فرمایا تھا کہ ہماری مقابلہ میں جو عبارت تحریر  
 فرماوین چشم خود دید لکھیں۔ تحفہ وغیرہ کی بہوشی پر نہیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہی  
 کہ حضرت میر صاحب نے تو ضرور ہی اسکا الزام فرما رکھا ہی کہ جو عبارت کتب حضم سے نقل کرتے  
 ہیں چشم دید ہوتی ہی۔ چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اوسکے جواب میں جو روایت  
 لکھو وہ چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایات کو وسیع کر دیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ  
 اور غیر صحیح الماخذ ایک فریق نے دوسری فریق سے نقل کی ہیں تو اس صورت میں ہر قدر  
 کاٹنے سے کہ جس کتاب سے اس روایت کو نقل کیا۔ جادوی اور سکا حوالہ دیا جاوی اصل ماخوذ نہ ہی  
 نقل کرنا کچھ ضرور نہیں۔ ان اگر حضم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا اثنا کر رہی اور لکھی کہ

یہ روایت کذب و دروغ ناقل ہے۔ تو اس وقت اس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب معتبرہ مذہب ختم سی لازم ہوگا۔ باوجود اس دعویٰ کے جو میر صاحب فرمایا اور باوجود اس توسیع کے جو مذہب نے عرض کی میر صاحب نے نقل۔ وایاتین قطع نظر انہیں حوالہ کتب خصوصاً معتبرہ کی صحت نقل کو ہی ملحوظ خاطر نہیں کیا۔ بلکہ مقتضاء تدین و دینی روایت کے الفاظ میں ہوا مطلب نسخ و تحریف فرمائی۔ مقدمہ نواح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا میں ایک روایت فتح الباری سی لکھی ہے۔ جسکی خاتمہ کی الفاظ یہ ہیں کہ یہ یکن یقبل منہ ذلک العذر حتی الجاہ ختم روایت پر کوئی حوالہ نہیں دیا جس سے خیال کیا جاسکتا ہے کہ شاید آپ نے فتح الباری سی ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی۔ حالانکہ فتح الباری میں اس روایت کا کھین نام نشان نہیں ملا۔ اگر آپ نے فتح الباری سی نقل کی ہے تو فرامین فتح الباری میں یہ روایت کس بات میں کس صفحہ پر مذکور ہے۔ اوزیر تفسیر معالم التنزیل سے لکھا ہے کہ انبیا میں سے ایک نبی نے بت خانہ میں جانا اور کفار کی عبادت میں شریک ہونا دین حق کی ترویج کی لئی اختیار فرمایا یہ ہی محض دروغ ہے۔ تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ نزہہ ایک روایت نقل کے جس سے آپ کا اہل حق کے مذہب پر کلام مجید میں تحریف کا واقع ہونا ثابت کرنا منظور ہے اسکی آخر کا یہ جملہ لکھا ہے۔ وقال عثمان رضی اللہ عنہ نے المصحف لحنا وسقیمۃ العرب بالسنتھا اور ترجمہ اسکا اس طرح کیا ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قرآن میں بحن اور سقیمۃ العرب ہے یہ لفظ یعنی سقیمۃ العرب بستیہ محض حضرت میر صاحب یا انکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہہ کا نسخ اور تحریف کیا ہوا ہی تھا کہ کسی روایت میں یہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہ لفظ اس طرح مروی ہے کہ سقیمۃ العرب بستیہ۔ یہ میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ لیکن ہم نے جقدر اس سہالہ میں روایت لکھی ہیں حسب قرار داد اکثر اہل شیعہ کی کتب معتبرہ سے تلاش کر کے چشم دید لکھی ہیں

۱۵ اسکا یہ نہ قبول نہیں کیا یہاں تک کہ اسکو مجبور کر دیا۔ ۱۱۔

اور جس جگہ کوئی روایت بالواسطہ نقل کی ہے وہ ان حوالہ ہی دیدیا ہے جس مضمون میں متعدد روایات نقل کی ہیں۔ اس جگہ اگر کچھ روایات بالواسطہ نقل کی ہیں۔ تو دو ایک وہ ہیں جن میں یہ لکھی ہیں۔ پہرا وجود اسکے اگر کسی جگہ خلاف عائدہ ناظرین کوئی ایسا ملاحظہ فرمادیں جو سہواً واقع ہوا ہو تو بندہ کو معذور سمجھیں کہ جناب میر صاحب پہلے اس عائدہ کو توڑ چکے ہیں۔ والہادی ظلم۔

سوم۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی مواقع مختلفہ میں اپنی اخلاق و تہذیب و شائستگی پر افتخار و نماز فرمایا ہے با اینہما ادعای تہذیب حضرت نے اسی تحریر میں بمقتضای اپنے ادعای اخلاق و تہذیب کے تعریضاً و مطاعن سی کہیں درینہ میں فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیب کا اوٹھا نہیں رکھا کیونکہ فحش اور گالیوں کا کہنہ میں جو کہ باوجود اس کے بندہ نے ایسی کلمات کو جواب ترکی بہ ترکی سے دہستہ اغماض اور احتیاط کیا ہے اور التزام کیا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کوئی کلمہ خلاف تہذیب طبع میں نشین نہ کے نہ نہیں لکھیگا۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ ناہستہ سبقت قلم سے نکل گیا جسکی نسبت بندہ نے یہ خیال نہ کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اسکی نسبت نہایت عاجزی کے ساتھ معافی کا خواندہ ہے۔ کہ میر مقصود کسی کا دل دکھانا نہیں ہے بلکہ خود میر صاحب نے آخر تحریر میں گویا میری طرف سے فرمادیا ہے کہ مباحثہ مذہبی میں احتیاق حق و باطل کا اہل کے لئے ایسی الفاظ بولے اور لکھے چاہئیں۔ جو نا کو اربع مع مخاطب ہوں پہرا کہ ہوا یا کوئی کلمہ ناہستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ بھی واجب العفو ہے۔

چہارم۔ تحریر جواب بجواب کی بارہ میں حضرت میر صاحب کی یہ فرمایش تھی کہ جواب بجواب بخلاف و متقاطعات اصل جواب قولہ کہ طور سے متقطانہ لکھا جاوے بلکہ پوری پوری عبارتیں جواب کے لیکر تر وید کیجئے چنانچہ حسب فرمایش میر صاحب بندہ نے پوری پوری عبارتیں اور جملے لیکر تر وید کی ہے کہیں کوئے عبارت نہیں چھوڑی

جس کا جواب نہ لکھا ہوا اور جواب البجواب میں جس کو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب نے شروع تحریر میں بطور تمہید کے لکھی ہے اس کی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا تطویل لا طائل اور فضول لا حاصل سمجھ اس لئے اس میں سے تھوڑی تھوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہے اور نیز ترجمہ روایات ہی جو میر صاحب نے تحریر میں درج کیا تھا۔ میں نے بخوف اٹھا کر اپنے جواب میں اس کو اخذ نہیں کیا صرف اصل عبارت کی نقل پر اکتفا کیا ہے۔

پانچم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر میں مکرر کرر واقع ہوئی ہیں اور ان کی جواب میں جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہے تو کچھ کچھ لکھا ہے اگرچہ ہر موقع میں حتی الوسع طرز جدید اور جدا مضامین کو ملحوظ خاطر رکھا ہے مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئے ہونے کے پس ناظرین دقیقہ شناس و لتنگ نہ ہوں اور مجھ کو معاف فرمائیں۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب میں مختلف عنوان سے لیکر جواب تحریر فرمایا ہے کہیں کہیں بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہے اور اکثر جگہ لفظ قولہ کو ساتھ عبارت کو اخذ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس جگہ بندہ کی تحریر میں ہی لفظ قولہ لکھا ہوا تھا اس جگہ میر صاحب نے اپنی تحریر میں قولہ قولہ مکرر لکھا ہے جو ذوق سلیم کی نزدیک ستکرہ و مستفیع ہے۔ اس لئے بندہ نے باندیشہ خلط و التباس عبارت نقل عبارت میں یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سے شروع کیا ہے بندہ نے اس کے نقل میں اس کی عنوان پر لفظ قال الفاعل محسب بخط تعلیق قلم علی لکھا ہے اور اس کے بعد اپنے عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اس کی تردید کو لفظ یقول العبد الفقیر الی مولاه سے شروع کیا ہے جو بخط تعلیق جلی ہے اور اس درمیان میں جو لفظ قال یا قولہ یا اقول میر صاحب کی تحریر کا ہے اس کو بخط تعلیق لکھا ہے یہ اس جواب کے جملہ جملہ باقی ماندہ ہیں ان کو لفظ قولہ خط نسخ جلی سے اور ان کی تردید لفظ اقول نسخ جلی سے

شروع کی گئی ہی یہاں تک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تمہید کی تردید میں چونکہ اندیشہ خلط والتباس نہ تھا اور تحریر ہی بنظر اختصار چند اقوال المتقطہ پر کی گئی تھی اسلیٰ نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قولہ نسخ جلی کی گئی اور اسکی تردید بطرح بلفظ اقول شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ ملحوظ خاطر رکھیں۔

ہنقلہ۔ میر صاحب نے اپنی تحریر کو دہن ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خان صاحب اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتھ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجھی ہوگی ذیل مذنب فرمایا شاید اس سے یہ غرض ہو کہ اسکا جواب ہی بندہ ہی لکھے لیکن چونکہ اونکے اکثر مضامین کی تردید اس سالہ میں گزر چکی تھی اور تحریر ہی طویل ہو گئی تھی ہلے بندہ نے بنظر اختصار اس کے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو مابقی چوالہ کر دیا۔  
و اما اشرع فی الدرام استعینا بالملک العلام دیوبندی و نعم الوکیل و لا حول و لا قوۃ الا باللہ  
اعلیٰ تعظیم ۵

### تردید تمہید

قولہ جواب سے پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکھا جاتا ہے۔ انہما قول یہ قصہ تو نجا جائے کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن علماء اور دعوات شیعہ کا عام قاعدہ ہی کہ جہانک دسترس اور موقع پاتے ہیں۔ ضعف اہلسنت سے اختلاف کر کے مذہبی چیرھاڑ کرتے ہیں۔ اور چینی چیرپری باتیں بنا کر اپنی مذہب کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور دعوت کرتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ دتیرہ حضرات شیعہ کا انکی مذہبی روایات منقولہ پیرالانوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ خلف نہیں کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق ہماری میر صاحب نے ہی مکر می پر عنایت احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے ساتھ یہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر صاحب صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات میں حضرت مخدوم العالم مولانا دیر شاہ نالوتوی

شید احمد صاحب گنگوہی دام برکاتہم اور ان کے تلامذہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ حاصل تھی پہلی پیرچی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور انکو جواب دہی اور ان کے چالو نکو اور چو نکو کاٹا پس میر صاحب کا یہ فرمانا کہ پیرچی صاحب خود اس امر کی بادی ہو ظاہر غلط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے لکھا ہے کہ انکو مباحثہ مذہبی کا شوق موا جس سے ظاہر ہے کہ پیرچی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تھا اور اب میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے یہ معلوم نہیں یہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور کس امر سے ناشی ہوا ظاہر بخیر اسکے کہ میر صاحب کی چٹر چاڑ سے پیرچی صاحب کے یہ شوق مناظرہ پیدا ہوا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہیں ہی کیونکہ اولاً سوما اہلسنت کے مناظرہ کی طرف توجہ نہیں ہوتی علی الخصوص پیرچی صاحب تو علوم مروجہ عقلیہ و نقلیہ سے ہی کچھ ایسی واقف نہیں ہیں جو انکو خود بخود بھیٹی سہاٹی شوق مناظرہ پیدا ہوا اور خود اس امر کی بادی ہوں۔ جب آپ باوجود مخالفت مذہب کے انکا اتنا قلبی اپنی ساتھ خیال کرتے ہیں تو ممکن نہیں کہ آپ نے حسب ذات و نسبی دہی چٹر چاڑ نہ کی ہو اور انکو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ فرمائی ہو پیر اس بنیاد پر اگر پیرچی صاحب نے آیت اختلاف لکھ کر آپ سے جواب چاہا ہو تو وہ بادی مناظرہ نہیں ہو سکتے اور نہ لفظ بادی کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتی ہیں کہ آخر میں جو میری تحریر گئی تو تمام علماء لدھیانہ نے اس کے جواب سے پہلو تہی کی۔ اور عقب گذاری کے لئے حیلہ دیا ہے پیدائے کئے چند آئے انکی حیلے قطع کئی۔ لیکن بزعم آپ کے کسی میں حرات نہوی کہ آپ کا جواب لکھتا یا آپکی مناظرہ کا قصد کرتا۔ یہ محض انکی لہجہ ترانیان میں جو انکی مجامع قلب و مانع میں سمائی ہوئی ہیں۔ ورنہ فی الحقیقت ہر شخص انکی تحریر کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہی کہ آپکی زبانی دعویٰ انکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھ آشنا ہی نہیں اور یہ عادی بالکل خلاف واقع ہیں چنانچہ اس تحریر کے دیکھنی سے

جسکے روح قدح کے بندہ درپے ہے اور میر صاحب کا مایہ ناز و افتخار ہی میری اس گزارش کی بخوبی تصویب تصدیق ہو سکتی ہے مگر ان بیہ مسلم کہ علماء لدھیانہ نے اغماض اور جواب سے فرمایا ہوگا اور جواب یا ہوگا لیکن ان کے اعراض کا محمل یہ نہیں ہے کہ جو میر صاحب نے گمان فرمایا بلکہ انہوں نے اس وجہ سے جواب نہ دیا ہوگا کہ ایک تو قابل خطاب اور اپنی تحریر کو قابل جواب نہ سمجھا ہوگا۔ ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہیں کہ علماء فریقین نے کوئی دقیقہ تحقیقات سائل میں ہاتھ نہیں رکھا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا واسع ہے جو ہر جگہ جاری ہو سکتا ہے۔ پھر کیا کوئے عاقل ساور کر سکتا ہے کہ علماء لدھیانہ کوئی مضمون جواب اپنی علماء سے ہی نقل نہیں کر سکتے تھے یا کوئی تاویل ہی پیدا نہیں کر سکتی تھے حاشا وکلا پھر بعد اس دعا کی یہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا کہ میر جی صاحب کی طرف سے درباب تحریر سوال اصرار اور اپنی طرف سے مدافعت اور عذر انکار ہوا طرہ تماشا ہے۔ اول تو میر جی صاحب کو جب جواب آخری تحریر سامی علماء لدھیانہ کی سکوت سے غیرت و شرم آئی تھی تو جدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی اور مدافعت کی اپنی جانب سے کیا حاجت تھی آخری تحریر سامی جسکے جواب سے برعکس علماء لدھیانہ عاجز ہو چکی تھے دوسری علماء کے پاس بھیجی کے لئے اور انہی جواب لے کر واسطے کافی تھے اور آپ کو یہی گنجائش تھی کہ فراتے جس تحریر سے علماء لدھیانہ استہوچکر ہیں اوسیکہ جواب دوسری علماء سے لے کر چاہئے مگر یہ کہ شاید آپ کو خیال ہوگا کہ دوسری علماء ہی ایسی سندر و حیلہ مثل علماء لدھیانہ نکرین۔ اور بدین وجہ جواب ہی ہی عقب گذری نکرین کہ اس مباحثہ کی ابتدا ہی صحیح نہیں بلکہ آپ تحریر سوال پر آمادہ ہوئی لیکن یہ تو آپ کا عین مدعا تھا۔ اور ظاہر ہی کہ پہلی تحریر میں ہی مسئلہ امامت ہی میں تین اور یہ سوال جدید ہی امامت ہی میں لکھا گیا ہے علاوہ ازیں میر صاحب کی نزدیک ہمارے اہل سنت و جماعت کی کتاب میں دیکھنی اور اسے ملنا سائل تننازعہ فیہا

میں خصوص شجرات صحابہ میں گفتگو کرنے گناہ اور نہ ہر ایک مغل جانتی ہیں اور علماء لدھیانہ  
 تو آپ کی ہر تحریر کے سامنی ساکت ہو ہی چکی ہیں نہ رقت استعداد و عیدانی عیدیم  
 الفرستی و ضعف دماغ وغیرہ سے کیا معنی یہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ آپ کی  
 وہی لن ترانیان یا ہوں جنہوں نے آپ کے تخیلات کی یہ نوبت پونچانی تعجب ہے  
 کہ علماء لدھیانہ کے مقابلہ میں تو یہ نہ ورشور کہ اوکو تو مباحثہ کی دعوت فرمائیں  
 اور عام اجازت دین کہ چاہو از سر نو گفتگو شروع کرو یا طرز مباحثہ حسب مرضی خود بدل  
 دو اور سوقت رقت استعداد و عیدانی کچھ مانع ہو اور نہ عیدیم الفرستی اور دوام مرض  
 روکی۔ اور جب میری صاحب سوال لکھوائیں تو یہ سب ناموجود ہو جائیں پس ان  
 حالات اور قرائن میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اظہار حال مباحثہ  
 واقع سے کس قدر برا حل عبید ہی قولہ غرض یہ ہے کہ کوئی صاحب اسکا جواب  
 انصاف سے تحریر فرماوین اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب میر صاحب اگر  
 آپ کو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن تحقیق  
 حق کی تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنی معتقدات سر خالی الذہن  
 اور تصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ  
 میں حقانیت و انصاف کی نظر سے غور فرمائیں اور آپ کا خضم ہی یہ ہی طریقہ  
 ملحوظ رکھو۔ اور یہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپ نے فرمادیا  
 کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہیں ہماری ادنیٰ صحت و ثبوت  
 میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپ کے معتقدات عند الخضم  
 صحیح ہوں یا غلط اور واقع کے مطابق ہوں یا غیر مطابق۔ لیکن خضم پسینے  
 معتقدات جو بزرع سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہیں انہیں  
 کرے اور محض تحقیق حق منظور ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اسکے جواب میں آپ کا خضم آپ کو ہی

یہی کہیگا اور صریح آپکا بدل مکابرہ ہی تحقیق حق کیونکہ جب ہر فرق اپنے اپنے  
 معتقدات کو حق اعتقاد کی بیٹھا ہے اور دوسری فرق کے معتقدات کو باطل تو ہرگز  
 اپنے معتقدات کی قبايح اور دوسرے فرق کے معتقدات کی محاسن ذہن میں نہیں  
 آئیں گی اور فرق اپنے معتقدات کی جنکو وہ حق اعتقاد کر بیٹھا ہے نصرت اور جانب داری  
 کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق ہوگی بہر کیف لفظ تحقیق حق میں اگر لفظ حق سے مراد حق  
 واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم مارو شن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضر میں  
 ہم کو سیطرح دریغ نہیں اور اگر حق فرعوی مراد ہے تو وہ سرسری بیانیہ کیونکہ خصم کے  
 نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپکو تحقیق حق مد نظر تھی تو اول آپ نے  
 اپنی معتقدات کی نسبت حق الیقین کا خلاف واقع دعویٰ فرمایا ہوتا اور جب آپ  
 انجیل نسبت اسکی مدعی ہیں کہ آپکو اذکر ثبوت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہی  
 تو بتاؤ تحقیق حق والصفاء تو خود بدولت ہی نے منھدم فرما دیا اب اپنی خصم سے  
 الصفاء و تحقیق حق کا طالب ہونا عبث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کو نزدیک  
 آپکو ہیں حلیل القدر دعوے کی تکذیب تردید آپکی اسی تحریر سے آشکارا طور پر ہو رہی ہے  
 باوجود ہم آپ ہی تحقیق حق کے لہی بسر چشم حاضر میں اور ملتس ہیں کہ اگرچہ آپ نے  
 ہماری پہلی تحریر کو بنظر الصفاء ملاحظہ نہیں فرمایا اچھا اس معروض کو ہی بنظر الصفاء  
 و تحقیق ملاحظہ فرماوین۔ قول اللہ دواہ کے بعد میرے شفیق نے مجکو جواب لا کر دیا  
 کسی گم نام شخص نے لکھا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکھانے کو  
 میری سوال کو مجھ ہی پر غلب کیا ہی گو بظاہر یہ علم مناظرہ کی بہت کھنڈی میں مگر  
 اصل میں یہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ میں اسکا جواب ہی کیا تھا حضرت  
 غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچھ ہو نہیں سکتا اور بدون لکھی کچھ چارہ نہیں  
 آئی یہ طرز اختیار فرمائی۔ اقول جناب کا سوال اور اشعثان ۳۲۷ میں میرے

پس میری عزیزوں نے ارسال فرمایا تھا رمضان شریف میں بسبب شدت گرما و کس و مانگی  
صیام و مدارت قرآن شریف کی تحریر جواب ہی مقصود جس کے نسبت معافی چاہتا ہوں بعد اتمام  
ماہ صیام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع سوال میں جواب لکھ کر لہ بیانہ اونچی نہ متین  
روانہ کر دیا۔ گمنامی کی شکایت فضول ہے آپ کو اپنی جواب سے مطلب ہی مجیب کی  
گمنامی اور نام آور سے کیا مطلب۔ کیا آپ نے یہ نہ سمجھا ہوگا انظرالی مقال علاوہ ازین  
آپ کی مجیب تو آپ کی شفیق پیر جی صاحب ہر خواہ وہ آپ کو اپنا جواب طبع زاد دیوین یا کسی سے  
پوچھ کر جواب دیوین اور ظاہر ہے کہ پیر جی صاحب علماء اہل سنت میں سے جس سے دریا  
کر گئے یا لکھوا کر جواب دینگے وہ اس کو جانتی ہوں گے اور اس امر کی کچھ ضرورت نہیں  
کہ آپ ہی واقف ہوں ان اگر آپ ایسی علامتہ الہیہ ہوتے کہ آپ کی نظیر دشوار ہوتے  
اور اس وقت آپ فرماتے کہ ہم اس وقت جواب قبول کرینگے جبکہ فلان عالم اہل سنت  
میں سے ہماری مقابل ہو اور ہمارے سوال کا جواب لکھی۔ تو کچھ خدا ان مضائقہ تھا  
لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف سے محض فارسی خوان ہیں اور مناظرہ ہی کی چند کتابیں  
آپ کا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت میں آپ کا گنام کے جواب سے کراہت و ہتکاف  
فرمانا اور نام آور کے جواب کا طالب ہونا برومی عقل سلہ سرسنازیبا ہے اور یہ بندہ عاجز  
بیشک گنام ہے اگر جواب میں اپنا نام لکھ ہی دیتا تو ہی اپنی گنامی کے وجہ سے  
وہ تحریر گنام ہی کے تحت دیر ہوئی اور نام لکھنا اور نہ لکھنا برابر ہوتا۔ باقی رہا بندہ کی  
تحریر کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اس کو جواب میں مختصر کیفیت آپ کو سوال کے اور  
اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنی پیش کی دیتا ہوں اور انصاف کا طالب  
ہونا ہوں۔ سوال سامنی بحیثیت مقصود و امر و نکر متضمن تھا۔ اول جناب نے پڑھے  
جوش و خروش سے دعویٰ حقیقت اپنی اصول ثلاثہ کا فرمایا تھا اور لکھا تھا کہ یہ  
اصول عقلاً و نقلاً ثابت ہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی مثبت حقیقت اصول مذکور

آپ نے بیان نہیں فرمائی تھی پر باوجود اس کے یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی صبا  
ہماری شرائط کو رد کرے تو محض لائسٹم کہ نہ مال دین اور یہ حضرت کے مناظرہ  
دانی تھے کہ دعویٰ بلا دلیل لکھیں اور خصم سے اسکی تردید میں دلائل کے طالب  
ہوں جب آپ مدعی حقیقت اصول مثلث تھے تو آپ پر واجب تھا کہ اول اذکو دلائل  
تقلیقیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اس کے خصم کو کھتری کہ محض لائسٹم کہہ کر  
زمال دین پر انکو جواب میں آپکا خصم آپ کے دلائل پر حسب قواعد مناظرہ نقص یا  
سما رضہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا خصم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب  
قائدہ لائسٹم ہی کہہ سکتا تھا۔ پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنی محیب کے منصب کی خبر  
نہیں لیکن باین ہمہ آپر دعویٰ خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل  
واویلا شروع کر دیا۔ یہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تھا۔ اسلی  
ہمکو اسکی کچھ شکایت نہیں۔ امر دوم آپ نے علماء اہل سنت سے درخواست کی تھی کہ  
وہ اپنی اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کریں۔ ملاؤ  
اسکی اسکے ذیل میں آپ نے کچھ مطاعن خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ  
علیہم اجمعین ذکر کی اور باقی ماندہ بنی غلط صاحب تحفہ منہی الکلام و مدبر و بدایہ کی  
تعلیل میں لایا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تھے بلکہ اولاد مدعی اور ثانیائے سائل تھی  
تو حسب قائدہ آپ پر واجب تھا کہ اپنی دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اسکو  
اہل سنت سے انکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا  
برخلاف اسکو اپنے اپنی دعویٰ کو اپنے رسم میں بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور  
مسلمات حصہ سے سمجھ کر بلا دلیل ذکر فرمایا اور خصم سے اسکو اصول پر دلائل کے خواہ  
ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا خصم آپ کے کب سینگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ  
مثلث کی نسبت کلو گیر ہوگا یہ تو تحریر سامی کی کیفیت تھی اب بندہ کو جواب

کیفیت اہل انصاف سنیں کہ نبیہ نے اول آپ سی آپکی اوس دعوی کا جو شہ و عجز  
 میں بلا دلیل فرمایا تھا اثبات جاما اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کی اور سی  
 پر کتنا نہیں کیا بلکہ بعد اوسکی محض شہر عاباس خاطر سامی آپکے روایات مسلمہ سے آپکی اصل  
 مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کی بزعم جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لئے  
 ایک بہت بڑی قوی دلیل تھی بعد اوسکے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور باتبع  
 سامی تفصیل دلائل سے انماض کیا لیکن بطور تہنیہ و ایقظا از کی ثبوت کا حوالہ جسلاً  
 اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے تفصیل اقوال و افعال کو قوت  
 تفصیل دلائل ثلثہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر رکھا کہ تفصیل ذکر اقوال و افعال کا موقع اوست  
 ہوگا جبکہ جناب اپنی اصول سنبت کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمائیں اور ظاہری  
 کہ ایک دلیل ثبوت اصول اہل حق حضرت کے اصول بطلان سے پیدا ہوئی چکی تھی پر  
 مختصراً آپکو مطاعن کا جواب دیکر الزاماً چند سفاک مذہب سامی لکھی پر صاحب تحفہ  
 فقہی الکلام کی تعظیم کا ابطال لکھ کر آپکی علماء غلط پر مشتبہ کیا۔ اب ہم  
 کچھ نہیں عرض کرتے آپ ہی بزعم خود منصف ہیں آپ جو چاہیں فرمائیں چاہی  
 اسکو اپنی دلیل واقعی جواب تصور فرمائیں اور چاہی مناظرہ کے تہکشی  
 بتائیں اور چاہی گریز فرمائیں تو لکھ کر تعجب ہے کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیوں  
 نہ تحریر فرمایا۔ تقیہ تو شاہدان کمزور دیک علامت نفاق ہو یہی شان پروردگار و  
 حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے  
 ہیں پر ایسی خفیف امور میں تقیہ کرتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب  
 صاحب تحفہ جو اس فن میں اپنے اہل مذہب میں حمید عصر تھے اور متاخرین  
 جمہور اہل سنت اس مناظرہ میں ہانکے مقتصد ہیں با اینہم تحفہ میں اپنا نام لکھتی ہیں  
 وہ ہی توریہ جو از قسم تقیہ ہی فرماتے ہیں چنانچہ از اخفا خاتمہ طبع میں مولوی محمد حسن

صاحب صدیقی فرماتے ہیں کتاب الزالہ انخفا عن حسد الخلفاء تصنیف عالم ربیع جید رہا ہے  
 محمد اسماعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی است و این  
 بعض کسان از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجیبؒ اس جگہ  
 تقیہ کا ذکر فرمایا اور حکم عدم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہ حضرات تقیہ کو  
 حرام اور منافقوں کا نشان کہتی ہیں پر خود ہی اسکی ترکیب ہوتے ہیں کہ اپنی تحریروں  
 میں یقین کرتے ہیں اور نام نہیں لکھتی یا لکھتی ہیں تو ریت لکھتی ہیں جواز جنس تقیہ ہی  
 حضرت مجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجھ گئی ہونگے کہ  
 حضرت کو نہ حقیقت تقیہ سے واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب  
 معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہیں اسلیئے ضرور ہوا کہ ہم مختصر یہی تقیہ کا ذکر کریں  
 اور حضرت مجیب کے کمال علمی و مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکارا کریں اول تو یہی  
 رہا غلطی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا  
 نشان کہتے ہیں اور یہ اہلسنت پر محض افتراء و بیہتان ہے میرے عدم تحریر نام اور توریہ کو تقیہ  
 محرمین داخل کرنا دوسرے طرف ماجرا ہی میرے صاحب مدعی ہیں کہ انکو عنفوان سن بتر  
 سے نہ مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ میں انہماک رہا ہی بتدائین تو سہی  
 اوہوں نے دیکھا ہی کہ اہلسنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقوں کا نشان لکھا ہی  
 یا کہیں یہ لکھا ہی کہ توریہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکھنا یا غیرت ہو نام لکھنا از جنس تقیہ ہی  
 اور اسکا ثبوت انکو کسی روایت معتبرہ اہلسنت سے ملا ہی۔ افسوس کہ میرے صاحب  
 اتنا برا وجہ سے فرامین اور اسکا ثبوت نہیں۔ بڑا افسوس ہے کہ میرے صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ  
 کو بھی کہہ گئے دیکھ لیا اوہیں کہ تقیہ تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں  
 کہ اگر حضرت مجیب تحفہ کا ملاحظہ فرمالاتے تو یہ تفسیر اس طرح چشم انصاف بند کر کے  
 تحریر نہ فرماتے۔ جناب میرے صاحب۔ جس تقیہ کو علماء اہلسنت حرام اور منافقوں کا

نشان فرماتے ہیں وہ تقیہ وہی کہ علماء شیعہ جبکہ اپنی رسائل میں یہ تعریف فرماتے ہیں  
 وہی موافقہ اہل الخلاف فیما دینوں یہ یعنی اہل خلاف کے موافق  
 انکو دینی امور میں حسب مثل مشہور گنگا گنگا واس جہنا گنگی جہنا واسن ذرا سی  
 خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا عظیم و تکریم ہوگی یا توڑی سی وہی ضرر کے اندیشہ سے اگر خارج  
 و تو اس کے محافل میں جاہنسی تو معاذ اللہ بجا ط خوشنودی قوم سرابا لوم الملبیت رضوان اللہ  
 علیہم کے جناب میں بے محابا گستاخان کرنے لگے اور اگر مجاہد اہل سنت میں شریک  
 ہوئی تو مرغومی اعداء اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان فرماتے لگے اور تقیہ حرام  
 وہی کہ جو شیعوں کو ائمہ کرام علیہم السلام (حاشا ہم) کی جناب پاک کی طرف منسوب کرتے  
 ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجودیکہ  
 انکو کچھ خوف نہ تھا خلفاء رضوان اللہ علیہم سے بیعت کر کے تمام عمر اذکار ہی  
 کلمہ پڑھتی رہے بلکہ انکی انتقال کے بعد ہی بیان فضائل و محاسن کا ورد رہا ہمیشہ  
 باہم شیر و شکر ہے جمیع جماعات و اعیاد و انہیں کے بھی ادا کرتے رہے۔ اکثر  
 مسائل خلفاء کی رعایت سی انکو موافق خلاف حق لوگوں کو بتلا کر گمراہ کرتے رہے  
 غضب خلافت وارتدادت پر اسی تقیہ کے بدولت چون دچرانہ کی قرآن کی تحریف  
 پر صبر و سکوت فرمایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل قرآن منزل میں اسما صفو کائنات  
 سو گم ہو گیا۔ غضب مذکور پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل اہلبیت ہوئی اور حضرت سید  
 مظلوم رضی اللہ عنہما پر حسب تصریح علماء قوم کیا کیا جور و جفائیں گزریں اور خبر نہوی  
 علی بن القیاس جسکو تفصیل سے اہل ایمان کے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں۔  
 بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ اسی تقیہ مشورہ کی بدولت خلعت  
 خلافت نبوت جو نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانوں کے حقوق  
 کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکو سنبھالنا ہی اپنی اوپر سے اذکار برعم شیعوں ایک

کافر کو پہنا دیا اور اس کو حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگوں کو گراہی میں چھوڑ دیا  
 علاوہ انکی آئندہ ائمہ کرام رضائے تو خلافت کا نام تک ہی کہی نہ لیا اور آخر میں خاتم  
 سلسلہ امامت حضرت امام ہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ شریعتیں راہے  
 عین نبوت بکری اختیار فرمائی کہ صد ہا برس گزر گئی اور شیعیان پاک منتظران قیامت وہم  
 جانیں لیون پر آگئیں لیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو شتاقان زیارت پر  
 جلوہ گر نہیں مانتے۔ پہلے کچھ دنوں سلسلہ سفارت و خط و کتابت رجعات جاری  
 اب وہ ہی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہ خبر نہ ہوگی کہ اس زمانہ میں علاوہ سکر کہ خواج  
 و نواصب کا وہ زور شور نہیں رہا کبھی کہہ جان کا خوف ان کو نہیں ہے کیا ہدی  
 سودانی کا حال معلوم ہو کر ہی آپ کو اس میں کچھ شک و تردید ہی رہا ہو گا چہنئی فرض کیا  
 کہ یہ خوف کیجکہ ہو ہی سہی اور کو فائدہ لکھو و غیہہ کا اخلاص و ایمان قابل اعتماد نہ ہو  
 لیکن ان کو یہ نہیں تو بلا دہو مین بیان ہی میں چھوڑا کہ اظہار دعوت حق فرمائی جہان لاکھوں  
 مخلصین ان پر فدائی ہیں اور جانبازی کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہیں مگر یہ کہ یہ نہ ہی  
 اس میں سحر ہے جس کی دریافت حقیقت سے عقل ہوسنین کوتاہ و قاصر ہیں۔ سچا کہ  
 نہایتان عظیم اور بجل اللہ و قوتہ اس تقیہ کذبیہ کا ابطال آیات قرانی و احادیث نبوی  
 اور قصص انبیاء سابقین و اقوال و افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم سے  
 مثل آفتاب رقبۃ النہار ثابت ہے آیات قرآن سے ایک آیت مع اوس تفسیر جو مفسر  
 صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہی ملے نقل کرتا ہوں ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں۔  
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَقَّعْتُمُ الْمَلَائِكَةَ طَائِفَةٌ اَلْقَسِیْهِمْ فِیْ حَالٍ ظَلَمَهُمُ الْفُسْهُمُ بِتَرَا  
 الْهَجْرَةِ وَ مَوَافَقَةِ الْکُفْرِ قَالُوْا اِی الْمَلَائِكَةِ تَوْبِیْخَالَهُمْ فِیْمَ کُنْتُمْ مِنْ دِیْنِکُمْ  
 ۱۔ جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں زشتی ان کو  
 جان کا تہ وقت از روی تو بیخ انہی پوچھتے ہیں کیوں ! امور دین میں تمہارا کیا حال تھا ؟



آگے چلتا ہوں احادیث نبوی سنی علامہ باقر مجلسی جلد اول بحار میں نقل کرتے ہیں  
ابن یزید عن محمد بن جہور القمی رفعہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم  
یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ۔ ابی عن عبد اللہ بن المغیرۃ و محمد بن سنان  
عن طلحہ بن زید عن ابی عبد اللہ عزاباۃ علیہم السلام قال قال علیہ  
السلام ان العالم الکاتم علمہ یبعث انتن اهل القیۃ یرجوا تلغیہ کل  
دابة حتی دواب الارض الصغار۔ یہ روایات میرج مطبعل تقیہ میں اور علماء شیعہ جو  
کچھ ان روایات میں تاویل فرما کر منسوخ و تحریف کرتے ہیں اور کہتی ہیں کہ مراد اسوایہ  
تقیہ کے ہے وہ برومی عقل و انصاف ہرگز قابل قبول نہیں اقوال و افعال ائمہ کی تفصیل نقل  
موجب تطویل سی سہلی او سمین سے قدر قلیل کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں بہت سے اقوال مطبعل تقیہ  
بیج البلاغۃ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں او مین سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو  
بیج البلاغۃ میں شریف رضی نے نقل کیا ہے لکھتا ہوں ومن کلام لہ علیہ السلام  
لما عرفوا علی بیعت عثمان لقد علمت انی احق بہا من غیرہ واللہ لا سلمن  
ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصہ۔ اس قول سے صاف  
ثابت ہے کہ جناب نے تسلیم و انقیاد خلیفہ کا اوس وقت تک قبول کر رکھا ہے جب تک  
کہ مسلمانوں کے امور سلامت ہیں اور سوائی ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم و جور

۱۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں بدعتیں ظاہر ہونے لگیں عالم کو چاہی کہ  
اپنا علم ظاہر کری پہر اگر ایسا نہ کری تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ۲۔ فرمایا علیہ السلام اپنے علم کو چھپا دالا اور ہایا جائیگا اہل  
قیامت میں سب سے زیادہ بدبو والا سب جانور اور پرست کرتے ہیں یہاں تک کہ زمین بچے چوٹے چوٹے کیرے ۳۔

جب لوگوں نے عثمان رضی کی بیعت کا قصد کیا تو اس وقت جو کچھ جناب امیر نے فرمایا او سمین سے یہ کلام ہے۔ تم جان چکے ہو  
کہ میں اپنی نبی کی بیعت اخلافت ہو خدا قسم یہ کلام دیکھ کر اٹھا کہ جب تک مسلمانوں کو امور میں ملن پر گیارہ ہوا وہ میں پریم ہو میری

نہوا و جب یہ ہوگا یعنی مسلمانوں کے حقوق ضائع ہونگی اور ان پر جو یہ ہوگا تو پر یہ تسلیم  
 و انقیاد نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہمیشہ شکر ہی  
 کہی نہ لفت نہیں فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتھ ذرا نرمی اور رات  
 فرمائی اول ہر طرح ہمائش فرمائی یہاں تک کہ آخر کار قتل و قتال سے ہی دریغ نہیں  
 فرمایا اگرچہ کاسیاب ہوئی اور قتلہ فرو نہوا غرض کہ یہ قول اور یہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا  
 سر میں بطل تفسیر ہی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
 سے مناقشہ نہ فرمایا لیکن نرید پلید جو آپ سے صرف بیعت کا ہی خواستگار تھا آپ نے  
 ہرگز اسکی بیعت کرنا قبول نہ فرمایا اور اپنے قتل اور اسکی فوج کی کثرت و ذرا بر اس  
 نکیا اور اپنے آپ کو اور جو انان اہل بیت کو طعمہ تیغ بے دریغ کر کے شربت شہادت نوش  
 فرمایا اور شیعہ کی ایک فرض مذہبی کو جو تفسیر ہی تیغ و بنیاد سے اکھاڑ دیا۔ یہ مقام استقامت  
 ہی اور طول کا ہی اندیشہ ہی اسکی ہم بسط و تفصیل سے عرض نہیں کر سکتے غرض یہ تفسیر  
 جو مختلف فیہا میں الفرقین سے اور جسکو اہلسنت حرام اور منافقون کا نشان کہتے ہیں نہ توریہ  
 و معارضین کجا توریہ اور کجا تفسیر ع کجا دیمان و کجا آسمان۔ اہلسنت کے بیان اکثر  
 غزوات میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توریہ منقول ہی اور توریہ میں امر و معینین و  
 ذو جہتین بغرض ابہام مقصود اور ابہام خلاف مقصود کے استعمال کیا جاتا ہے اور ہم  
 نہ کہہنا تو توریہ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ تفسیر مجرم ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف  
 سے نہایت استعجاب ہے کہ ایک ذکر یعنی لکھ ڈالا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں  
 اور یہ نہ سوچا کہ میں انصاف کا دعویٰ ہی اسی تحریر میں کر چکا ہوں اگر کوئی ان باتوں کو  
 جمع کرے گا تو کیا کہیگا۔ پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنی مجیب لبیب سے کیا انصاف کی  
 امید رکھیں۔ اگرچہ توریہ میں بحیثیت جواز ضرورت و عدم ضرورت دونو مساوی  
 ہیں چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج سپرٹ ہمیں معہذا تحفہ کی دیباچہ

میں جو حضرت شاہ صاحب قدس سرہ الفریز نے توریۃ اپنا غیر شہور نام تحریر فرمایا  
 علاوہ اور مصالح کے ایک یہ بڑی ضرورت اس طرف داعی تھی کہ اس زمانہ میں شیعوں  
 کا نہایت زور تھا اکثر بڑی بڑی فوجی منصب دار و رئیس متعصب جو تہر چاہتے تقریباً وہی  
 زمانہ میں حضرت نذرانہ پور جانا رحمتہ اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل  
 ادا نہ ہو سکتا تھا انکی دست تقدی سی طعمہ ہنگ اہل موکرت شہادت نوش  
 فرما چکے تھے اور اسکا کچھ تدارک و انتقام نہ ہوا تھا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت میں  
 اگر یہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہوتی تو وقوع فتنہ قتل و قتال  
 کا یقین تھا اور اس فتنہ کی آتش کا شرارہ صد ہا خانان کو خاک سیاہ کرتا۔ اور بعض اہل  
 اوسی زمانہ میں بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس میں ہی آئے لیکن حق تعالیٰ  
 فرما نے فضل سے محفوظ رکھا اور انکی شر کو دفع کیا یہ قصہ کچھ بیت پرانا نہیں ہے  
 اگر آپ تحقیق فرمائیں گے تو معلوم ہو جائیگا بون ہی بے تحقیق اعتراض کرنا اسکی  
 ادعا کی انصاف پر زیا نہیں ہے اور انگریزی عملداری اور تہمات کو بلحاظ اس زمانہ  
 کی اس وقت کو انتظامی امور میں خیال کرنا سراسر خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ  
 ابتداء عملداری اور تسلط کا تھا اس وقت جس قدر ادارات و مراعات و اغراض ہوتی تھی  
 اس وقت اسکا نام و نشان نہیں بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تھی وہ ہی اس وقت نہیں  
 شخص جانتا ہے کہ انگریزی تسلط تدریجی ہوتا ہی آج کچھ ہے کل کچھ پس جن دنوں  
 زمانہ نہیں تقریباً سو برس کا فضل واقع ہو گیا ہوا وہ نہیں کسی ایک کو دوسری پر قیاس  
 کر کے ایک حکم کرنا کہتے رعبیہ از عقل و انصاف ہو اور مذہب نے جو اپنا نام نہیں کہا  
 اسکی وجہ یہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تھی مجھ کو معلوم نہ تھا کہ میری  
 صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکر رکھا ہی اپنی ہی طرف سے اپنے علمائے سے نیک  
 جواب دیتی ہیں یا وہ ہی جواب پسند پیش کر دیتے ہیں اور نہ مذہب کو اس شرط کی

شاہ صاحب الفریز صاحب محمد حسین بابا منہجہ حکم فرمایا

اطلاع دی گئی تھی کہ اگر تحریر میں کسی کا نام نہ ہو گا تو آپ اس تحریر کو قبول نہ فرمائیں گے اور کچھ نام آوری ہی مقصود نہ تھی تو میں نے خیال کیا کہ جواب عاری از نام پیرچی صاحب نامہ کی خط متنبہ سیدون پیراگی اور انکو اختیار ہی یہ جواب پیش کریں یا انکریں اور اگر پیش کریں تو خود حسب مناسب سمجھیں پیش کر دیں گے تو نے تحقیق پیرچی سائل پیرچی صاحب سلمہ اور مولوی ابوالطیب غفرلہ سے اور انکو اس امر کی اطلاع تھی کہ یہ تحریریں عاجز کی ہی تو اس صورت میں نام نہ لکھنا نہ توریہ ہے نہ تقیہ اصل وجہ جو کچھ تھی عرض کر دی اگر آپ کو اس میں شک ہو تو پیرچی صاحب سے دریافت فرمالیں۔ اب آپ اسکو چاہیں توریہ فرمائیں یا تقیہ بنائیں آپکی انصاف و عدل کی سب شایان شان ہی ہو گا اگرچہ شفیق کا وعدہ یہ تھا کہ محیب کا ضرور نام ہو گا بلکہ اسی شرط پر محیبی نام لکھوایا تھا اور یہ اقرار تھا کہ اگر محیب اپنا نام نہ لکھیں تو جواب نہ لکھنا مگر اب وہ یہی حیران ہیں اور کہتی ہیں کہ خیر گو یہ وعدہ وفا نہ ہوا مگر تو میری خاطر سی جواب لکھنے اقول یہی گزاریش ہو چکا ہے کہ آپکی شفیق نے یا کسی نے محبو آپ کے اس شرط کی اطلاع نہیں فرمائی ورنہ نام لکھنی میں کچھ تامل اور کچھ دریغ نہ تھا پیرچی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے شفیق ہی چاہو جو حیرت میں گرفتار ہو گئی اور عدم وفا وعدہ کو تسلیم کر کے جواباً جواب کے ملتس ہونے لگے سرسرا لغو ہی اول اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپ نے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہے یا نہیں جب اسکی جواب میں وہ یہ فرماتے کہ میں اس شرط کی ادسکو اطلاع دی ہے تو آپ نے دریافت فرمایا ہوتا کہ ادسنی نام لکھنی سے انکار کیا ہے کیونکہ احتمال ہی کہ نام لکھنا بوقت نقل سہوارہ گیا ہو اور اگر وہ یہ فرماتے کہ اس شرط کی ادسکو اطلاع نہیں دی گئی تو آپ نے فرمایا ہوتا کہ اس تسدیر کو واپس پیچھا جائی تاکہ وہ یا نام لکھی یا انکار کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو بذریعہ ایک کاڑد کے آپ کے شفیق

دریافت فرما سکتی تھے کہ نام کیون نہیں لکھا اور عجب نہیں کہ میں اذکو خاتمہ تحریر  
اپنا نام لکھنے کے اجازت لکھ بیٹھا یہ موقع مرکزہ آپ کے انکار کا تھا نہ اور مبتلا حیرت ہو گیا  
اور مار کا۔ لیکن ان اذعان اور عاصم کا مقتضایہ ہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش سپر  
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان یقین کے ساتھ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی  
نازل ہوئی تو کہ اگرچہ حضرت حبیب کمال علم و فضل کے مدعی ہیں حتیٰ کہ امتحان لہجہ کو  
مستعد ہیں اقول میں یہ سچا ن دیکھتا رہا کہ مدعی اپنے علم و فضل کا نہیں ہوں بلکہ  
تمام خاندان میں اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہیں۔ لیکن ان گا ہی نظر حمایت  
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لئے مدعی ہے ہو جاتا ہوں اور یہاں یہ ایسا ہی محمود  
ہی جیسا کہ جہاد اعداء کے وقت پسندیدہ خداوند تعالیٰ ہے۔ اور واضح رہے کہ  
امتحان لہجہ کے قصد سے جو اعداء کمال علم و فضل ستیبا طو یا یا ہے یہ مخصوص مش  
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے نئی عرض کیا گیا تھا اس کا واسطی کمال علم  
و فضل کی ضرورت نہیں اسلئے کہ یہ دریافت کرنا کہ فلان کتاب کا کون مصنف ہے اور  
فلان مصنف کی تصنیفات کیا ہیں اس کی بھی کمال علم و فضل کی ضرورت نہیں پس دلیل  
دعویٰ کو مثبت نہوتی ہے تباداعی کمال علم و فضل سامی قابل تماشای جو نیال فرماتے  
ہیں کہ ایک عالم ہماری مقابلہ میں ہر سکوت بر لب ہے سو بفضلہ تعالیٰ اس دعویٰ  
کی اصلیت عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے قولہ اور بظاہر بڑی کروڑ سیدنا  
منظرہ میں تدم رکھا ہے اقول یہ کچھ طعن و تشنیع و شکوہ و شکایت کی بات  
نہیں ہے حمایت دین اسلام بڑی کروڑ اور مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی  
حصہ ہی آخر برغم خود اپنے جواب میں تو اپنے ہی بڑا کروڑ دکھلایا ہے قولہ مگر  
ضعف تحریر میں سے ثابت ہی کہ اصل سوانح کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور بظہن  
و تشنیع اور تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض کیا اقول یہ حضرت کی فہم کی خوبی

جو آپ فرماتے ہیں کہ اصل سوال کے جواب میں کچھ ہی تحریر فرمایا اور بحر طعن تسبیح و تہذیب  
 زبانی کے کسی بات کا تعرض نہ کیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوس میں اپنا جواب  
 پاتے چنانچہ اجمالی طور پر اس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنی پیش کر چکا ہوں نظر  
 انصاف ملاحظہ فرمائیں اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی بہت کھنڈی تباہیں یا  
 گریز فرمائیں یا تہدید زبانی اور طعن تسبیح تصور کریں مثل مشہور زبان کے اگلی نہ کو اڑھکا  
 قول حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائی تحفہ اور کچھ سامان نہیں رہی چال چلنی چاہی کہ  
 وہ ہی امور جن کا تحفہ میں ذکر ہے اور ادھن ہی ادنیٰ زعم میں کچھٹ ہو سکتی ہی اس سلسلہ میں  
 چہڑنے چاہی یہی میری وہی قول لی کہ جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے یعنی اول شرائط  
 ثلثہ امامت کی دلائل طلب فرمائی اقول یہ ہی حضرت کا تحلیل محض ہے یا بدزید  
 استیجارہ طاق حجت کے معلوم فرمایا ہوگا کہ میں نے خیال کیا کہ میری پاس سوائی  
 تحفہ کچھ سامان نہیں حالانکہ خود ہی ازالہ لغین ادبیات بنیات کی میری پاس ہونیکا  
 اعتراف فرماتے ہیں اور اس امر کا شیوہ کو ہی اعتراف ہی کہ ازالہ لغین تحفہ سے ماخوذ نہیں  
 اچھا بیس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائی تحفہ کوئی سامان نہیں سہی وہی قول  
 لی جنکی بحث تحفہ میں موجود ہے اور تحریر ہی ضعیف ہے اور اگلی پاس ہوا و تالیف ہر قسم کا  
 موجود معادنین مستعد ملکہ بدرجہ نقوی لیکن اگر یہ آپ کا زعم صحیح ہو تو آپ کو مبارک ہو جلد ہی  
 فیصلہ ہو جائیگا آپ کو کچھ وقت ادھائی نہ بڑگی پس ہی ابجاٹ لکھ دیجی کہ جنکے  
 بحث تحفہ میں موجود نہیں اور میدان مناظرہ جیت لیجی۔ اور کوئی قول اپنے  
 سوال میں ایسا بتلائی تو سہی جبکی بحث تحفہ میں نہیں ہے قول ہم حضرت  
 کو حکم کی تعمیل کرتے ہیں اقول آداب عرض ہو قول اور حسب وعدہ جواب کے  
 منتظر ہیں اقول لیجے حاضر۔

تروید اصل جواب

قال انما فضل المحبیب قال المحبیب اللیب بسم اللہ الرحمن الرحیم وفضل علی رسولہ الکریم  
 وعلی آلہ وصحابہ جمیعین۔ اقول۔ اس خطبہ میں یہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت و جماعت  
 خصوصاً حضرت محبیب اصحابہ کو آلہ پر مقدم کرنا مناسب تھا نہ بالعکس کیونکہ  
 بعد جناب رسول خداصل کے کل خلائیق پر من حیث الثواب لرتبہ تفضیل شیعین  
 کہ یہی بسا کہ شرح عقائد نسفی میں جو اہلسنت کی معتبر کتاب ہے موجود ہے۔ فضل الشہر  
 بعد بنیابو بکر الصدیق ثم الفاروقؓ۔ انتہی اور حضرت محبیب کی خصوصیت کی جمیع ہی  
 کہ وہ خود ہی پرچہ میں تحریر فرماتی ہیں۔ علی الخصوص خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو  
 اہلسنت نام امت سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و فضل اور ایمان میں ثبوت و اہل اعتقاد کرتے ہیں  
 الخ حالانکہ اسی عقائد نسفی بلکہ اور کتاب عقائد میں خلفاء ربیعہ کی تفضیل بتدریج  
 ذکر ہے مگر حضرت محبیب نے خلفاء ربیعہ ہی نہ لکھا پہلی مناسب تھا کہ اصحابہ کو آلہ پر مقدم  
 فرماتے تاکہ زبان ساتھ قلب و جنان کے موافق و مطابق ہوتے نہ یہ کہ دل میں  
 پچھتاو زبان پر کچھ۔ یقول العبد الفقیر الی مولانا ہامری میر صاحب نے خطبہ  
 ہی سی جو یہ بے سوچی سمجھی کلام و تردید شروع کی شاید اس سے یہ مطلب ہوگا  
 کہ جہاں میں باعث فخر و تیکنامی ہو۔ کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید  
 کر دی لیکن اہل علم و فہم کے نزدیک تو ایسی اعتراضات سے بچنا اظہار اپنی نادانی  
 اور کم علمی کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہیں کرتے کیونکہ  
 تطویل لاطائل ہو کر بیان مقصود میں مغل ہوتا ہے چنانچہ ہم نے اپنے پہلی تحریر میں ہی  
 اسکو ترک کر دیا تھا لیکن بیاس خاطر حضرت مخاطب بحث لفظی کیا نے سے کہ اذکم شہد  
 رفع واجبات سے ہے۔ پس واضح ہو کہ ہامری محبیب نے شروع اعتراض میں  
 مقدم لفظ آل کی نسبت لفظ اصحاب پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو اولیٰ کو مقتضی  
 ہی اور ثبوت تقدم جو ذکر کی ہے مقتضی وجوب کو ہی فرماتے ہیں تاکہ زبان ساتھ قلب

ہامری تقدیم اصحاب نہ ہے

و جہان کے موافق ہو جاسی زبان کا قلم کے ساتھ مطابق ہونا ضروریات دین سی ہی اور  
 عدم توافق نفاق ہے۔ بہر تقدیر اولامیر صاحب کو ثابت فرمانا چاہی کہ عطف بالواو تائب  
 رہی کو مستلزم ہے ہم اسکو ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہم کہتی ہیں کہ داؤد محض جمعیت فی الحکم کو  
 مفید ہی چنانچہ واقفان فن عربیہ جانتی ہیں کہ کلام نصیحا میں کہی تنزل اعلیٰ سے نازل  
 کی طرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی اسفل سے اعلیٰ کی جانب کیجاتی ہی۔ قرآن شریف کی  
 مواضع متعدد میں حق تعالیٰ نے انبیاء و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو آپکی اس دعویٰ کو بطل ہے  
 آیہ و ملک جتنا آئینا آخر چند آیات تک پڑھ جائی اور اگر یاد نہ ہو تو کسی حافظ  
 سی پڑھو ایچبی یا قرآن میں دیکھ کر پڑھ لیجئے اگر یہ ہی نہ ہو سکے تو پہلے مسیارہ  
 میں من کان عدوانہ و ملکتہ و رسد الخ پڑھ لیجی تا نیا ہم کہتی ہیں کہ لفظ آل  
 اصحاب کو ہی شامل ہے اور اوسکے معارف و مقابل نہیں اور کچھ ضرورت نہیں تھی  
 کہ لفظ اصحابہ ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ اکثر حضرات مصنفین شیخ نے یہ طرز اختیار فرمایا  
 کہ اصحاب کا ذکر خطبہ میں نہیں فرماتے اور شاید اذکار یہ معمول اس وجہ سے ہو کہ اونکی  
 روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب میں سے کوئی شخص مصیبت نہ تو درکنار سوائی  
 حضرت مقداد کی حصہ ارتداد سی ہی نہیں بچا چنانچہ اس جگہ ایک ہی روایت ہے  
 اکتفا کرتا ہوں جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر مقداد  
 فرماتے ہیں و شیخ ابو عمر دکشی کہ از علماء امامیہ است در کتاب سما و الرجال ما بسنا و خود  
 از حضرت امام محمد باقر روایت نموده ارتداد الناس الا ثلثہ نفر سلمان و ابوذر  
 و المقداد فقلت فعمار قال کان حاصل حصۃ ثم رجع قال ان اردت الذی لم  
 یشک ولم یدخلہ شیء فالمقداد۔ علی بخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ

سب لوگ زندہ ہو گئی مگر تین شخص تان ابوذر مقداد میں پوچھا اور عمار فرمایا کہ وہ کچھ پر گیا تھا لیکن پھر لوٹ آیا فرمایا  
 اگر ایسا شخص چاہی جو کچھ شک ہو ہوا اور جسکی کچھ دل میں نہ داخل ہوا ہو تو مقداد ہے۔ ۱۲۔

انہوں نے تصریح فرمائی کہی مصیبت کرام ہونے سے بالکل خارج کر دیتی ہے چنانچہ فرماتے  
 ہیں کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم اور خود اقوال  
 و افعال صحابہ بلکہ خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے ثابت نہیں ہوتا سورہ جمعہ کے  
 آخر کو ملاحظہ فرمائی۔ وَاذَرُوا تِجَارَةَ اور لہو انفضوا الیہا الخ۔ تو اس سے صاف  
 ثابت ہوا کہ مصیبت کمرت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہوئی اور  
 جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی تحقق نہوا تو شاید سلیبی مصنفین شیعہ نے لفظ اصحابہ  
 کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ اصحابہ کو ترک کرتی ہیں تو وہ اہل خلاف  
 مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک امر شنیع میں تشبیہ لازم آتا ہے تو بغرض دفع  
 توہم خلاف مقصود اور جذرا عن تشبہ بطور تخصیص بعد تمہیم کی لفظ اصحابہ کو ذکر کیا تاکہ  
 فرضنا لفظ آل اصحاب میں تقابل ہے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہیں تاہم یہاں قرین  
 باہر کیونکہ اگر خلفاء کو فضیلت حاصل ہے تو وہ فضل کلی ہے اور فضل کلی اعتبار  
 تقدم فضل خبری کو مانع نہیں تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعث بار فضل خبری یعنی  
 جنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ رابعاً یہ اعتراض بلا تہر کیا گیا ہی  
 اور اس دلیل معالی مثبت نہیں اسلیبی کہ دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب  
 کو آل یہ مقدم کرنا چاہی اور اسکی دلیل یہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلائق پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل بخین کو ہی  
 اور ظاہری تفضیل بخین تلمذ تفضیل جمیع اصحاب صلی اللہ علیہ وسلم نہیں پس اگر لفظ  
 اصحابہ کا آل یہ مقدم کیا جاوی تو موافق زعم سامی ہوگا ہی کہ جمیع صحابہ اہل بیت  
 سے افضل ہوں اور حاشا کہ اہل سنت ایسا اعتقاد رکھتی ہوں۔ لیکن میں نہایت متعجب  
 بلکہ ہمتن حیرت ہوں کہ جناب والائے باہر ادعائی انصاف و دانش  
 جب اس خطبہ پر چوبیٹا ہر نے محملہ مسک سامی کے موافق تھا کہ اس میں لفظ

تقدم آل کا صحابہ پر واقع ہے جو مقتضی تقدم تہی کو ہی اور نیز صحابہ کا ہی ذکر کیا گیا ہی  
 غایتہ ما فی الباب آپ صحابہ سے وہی صحابہ سمجھیں گے جنکو برخلاف مخصوص روایات صحیحہ  
 اپنی کی آپ نے کرام اعتقاد فرما رکھا ہی اس جوش و خروش سے مقررین میں تو اپنے جمہور  
 علماء مصنفین پر جو قد یا حدیث لفظ آل ہی پر کثافت فرماتے ہیں اور گویا صحابہ کے ذکر کے  
 خطہ نہیں صلواتہ وسلم کے لئی قسم کھا رہی ہی کیا کچھ اعتراض نہیں کیا ہوگا اکثر حضرت  
 شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہیں اور بعض حضرت جیسی ہماری محبت مخاطب شاید  
 اس خیال ہی کہ سب اگوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل صحابہ ہر دو ترک فرمادیتی ہیں  
 اور بعض متقیین اگر کہیں اہل سنت میں جا پھنسے اور وہ ان تصنیف کا اتفاق ہو یا یا لباس تسنن  
 میں کوئی کتاب تالیف کی تو لابد صحابہ کا ہی ذکر فرمادیتی ہیں۔ پس ہماری حضرت محبت  
 فرامین تو سہی کیا کسی روایت میں صحابہ کرام پر بیجا صلواتہ وسلم بھیجی کے حرمت واپس ہو  
 ہی یا کہیں ائمہ رضائین ہی خطبات وغیرہ میں صحابہ پر صلواتہ وسلم کی ممانعت فرمائی  
 ہی جسکی وجہ سے حضرات نے یہ عہد موقوف باندہ ہی۔ ہم ہی تو صحیفہ کاملہ کے روایت میں  
 یون پڑا ہے۔ اللہم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا القضاۃ بحضرت  
 تعظیم ہی ملاحظہ فرما لیجے گا۔ اگر یہ فرامین کہ صحابہ کرام معصوم نہیں ہم عرض کریں گے  
 کہ آل ہی تمام معصوم نہیں بلکہ صرف آپ کے نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہیں۔ پس بخیر  
 اس امر کو اور کیا سمجھا جاسکتا ہی کہ اصحاب کے ساتھ بغض و عداوت کی یہاں تک نوبت  
 پہنچی کہ صرف بوجہ اشتراک لفظ کی جو کہ لفظ صحابہ میں ہی اور بوجہ اشتراک لفظ صحابہ کے  
 اپنی معتقد علیہ صحابہ کو ہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد فرما رکھا ہی صلواتہ وسلم  
 سے محروم کر دیا۔ باقی رہا یہ ارشاد تا کہ زبان ساتھ قلب و جان کے موافق و مطابق  
 ہو جائے نہ یہ کہ دہلین کچھ اور زبان پر کچھ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے انتہی

اللہ الہی رحمت بیچ صحابہ محمد پر خاص کر جنہوں نے اچھی مصاحبت کی۔ ۱۰

ربانکوں کے ساتھ موافق کرنا خلاف بیگونی

یا انصاف کا مقتضای ہے۔ ذرا حضرت کلینی کی روایت کو تو ملاحظہ فرمائی وہ حضرت امام  
 ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں انکہ علی دین من کتمہ اعزہ اللہ  
 ومن اذاعہ اذلہ اللہ۔ عن الارحام۔ پس جب دین اسلام کی یہ حالت ہے  
 تو زبان کا قلب و جہان سے موافق ہونا مخالف شرع اور محرم قرار پایا اور زبان کا دل سے  
 مخالف ہونا اصول دین سے ٹہرا مگر یہ کہ حضرت نے اس میں ابھی تفسیر فرمایا ہو لیکن غالباً  
 حضرت بکرم کتاب مخموم بخواتیم الذب نامور باظہار حق تہی اور حضرت کو تفسیر جائز نہ تھا۔ اور  
 لیجی آپ کے شیخ صدوق اپنے اعتقاد یہ میں فرماتے ہیں۔ ومن ترکھا (ای التفتیہ)  
 قبل خروجنا فقد خرج عن دین اللہ و دین الائمة و خالف اللہ و رسولہ  
 والائمة۔ عن کاشف اللتام۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تائید تکیہ ائمہ نہ خروج  
 و ظہور نفر ما دین کسی شخص کو اظہار اپنے معتقدات کا اور توافق قلب و زبان پر گز جائز نہیں  
 بلکہ یہ خدا تعالیٰ اور ائمہ رضو کے دین سے خروج ہے کیونکہ وقت ظہور امام تک زمانہ  
 مدتہ دین نہیں اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت ہی کیوں چھپی بیٹھی رہتے اور کیوں ظہور انفرماتے  
 پھر معلوم نہیں کہ ہماری حضرت مخاطب نے خصوصاً اور تمام تکلمین شیعہ نے عموماً برخلاف  
 فرمودہ ائمہ کے اپنی معتقدات کو کیوں ظاہر فرمایا کیا وہ اس عید سے مستثنیٰ ہیں اور اگر خیال ہو  
 کہ یہ حکم علم اور نادانوں کے لیے ہی ہے اور جو صنعت جدال و مناظرہ سے واقف اور اس کے  
 مشاق ہوں تو وہ اس عید سے خارج ہیں تو ذرا حدیث شیخ ابن بابویہ کو جو کتاب  
 التوحید و نفی تشبیہ و تحمیل وایت کی ہے ملاحظہ فرمائی حدیثنا محمد بن عیسیٰ  
 قال قرات کتاب علی بن بلال علی ابی علیہ السلام روی عن ابیہ علیہ السلام  
 لے تم ہی میں پر جو شخص اس کو چاہا اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا کرے اور جو شخص اس کو پسند لگا اللہ تعالیٰ اس کو نسیل کرے اور  
 جس شخص نے اس کو پسند کرے اللہ تعالیٰ اس کو دین اور ائمہ کے دین سے نکل گیا اور اللہ تعالیٰ اس کو مخالف ہوا۔  
 علیہ السلام کہ کتاب علی بن بلال کا خط امام علیہ السلام کہتے ہیں کہ یہ کتاب ہے کہ اس میں امام علیہ السلام سے روایں ہیں۔

و انصاف دین و انصاف دین من کتمہ اعزہ اللہ

عن ابیہ علیہ السلام

انہم نہوا عن الکلام فی الدین فتاویل ہولیک المتکلمون باندہ انما فی  
 من لا یحسن ان یتکلم فیہ فاما من یحسن ان یتکلم فیہ فلم ینہد فہل ذلک کما  
 تاو لوالا فکتب علیہ السلام المحسن و غیر المحسن لا یتکلم فیہ فان اثم الکبر  
 من نفعہ۔ عرس کاشف اللثام اور ظاہر ہے کہ حقیقت کے ساتھ کلام مجرب میں  
 شراب و قمار کی نسبت ارشاد فرماتا ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ  
 کَبِیْرٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ وَانْتِہَا الْکِبْرُ مِنْ نَفْعِہَا توحضرت امام نے یہی اپنی ارشاد میں  
 درباب ممانعت کلام و گفتگو اس آیت کی طرف اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو نمبر لہ شراب  
 و قمار کی وقفون اور نا وقفون کے لینی برابر حرام قرار دیا۔ اگر اس بارہ میں چشم دید روایات  
 مطلوب ہوں تو سنی سلامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول باب کتمان العلم میں جویشما  
 روایات لکھی ہیں اور نیز چند روایات شیطا للناظرین عرس کرتا ہوں۔ عن  
 عبد اللہ بن یحییٰ عن حریر بن عبد اللہ السجستانی عن معمر بن یحییٰ  
 قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا معمر اکتما امرنا ولا تذہ فانه من  
 کتم امرنا ولم تذہ اعزہ اللہ فی الدنیا وجعلہ نور ابز عینہ فی الآخرۃ  
 لے کہ انہوں نے میں کلام گفتگو کی ممانعت نہ فرمائی کہ اس پر اس لامون جو کلام گفتگو کرنے میں یہ تاویل کی ہے کہ یہ ممانعت ان لوگوں کی  
 دہلی ہی جو اچھی طرح مناظرہ نہیں کر سکتے جو لوگ مناظرہ کی شاق ہیں اور اچھی طرح گفتگو کر سکتی ہیں ان کو لینی ممانعت نہیں ہے  
 تو کیا یوں ہی ہر طرح انہوں نے تاویل کے جو حضرت علیہ السلام کی جو میں کہہ خوب کلام کرنے والا اور خوب کلام نہ کرنا تو نبی میں کلام نہ کری  
 کیونکہ اگر نفع دیکھا گناہ ہے اور اسے پوچھتی ہیں جیسے شراب ورجوی کو تو کہہ ان میں بڑا گناہ ہی اور لوگوں کے  
 فائدے ہیں اور از گناہ ان کے فائدہ سے زیادہ ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 سے روایت ہے کہ نہ فرمایا اپنے اے معمر کے معاملہ کو پوشیدہ رکھ اور اس کو آشکارا مت کرتے  
 پس جو شخص کسی امر کو چھپائے اور اس کو پھیلائے نہیں خدا تعالیٰ اس کو دنیا میں غرت دیگا۔ اور اس کتمان  
 امر کو نور بنا کر قیامت کے روز اس کی پیشانی میں رکھے گا۔ ۱۲۔

اکا شہود فی مذہب کے چھاپے میں نام کی اطلاع نہ کی



حضرات شیعوں کے اکابر کا جو بزم اذکی خلص صحابہ تھے یہی حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین امام و بیعت  
 کری یہی اظہار سباز تہ آوین اور ان ہی پر کیا منحصر صحابہ مقبولین نے ہی تو امام بلا فصل کے مشرک  
 میں اطاعت نہیں فرمائی تھی تو یہ کچھ نئی بات نہیں مگر تعجب تو یہی کہ باوجود ان روایات  
 کی یہ حضرات یہ روایتیں ہی فرماتے ہیں عن محمد بن جمهور القمی قال قال  
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیطہر العالم علیہ فان لم  
 یفعل فلیہ لعنۃ اللہ۔ پھر آپ فرمائی کہ روایات مذہب کی یہی زبان کا قلب و حجاب کے ساتھ  
 موافق ہونا اصل اصول دین ہی یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتھ موافق کرنے سے دین  
 اسلام سے خارج ہوتا ہی یا مخالف کرنے سے فاعتبروا یا اولی الابصار قال الفاضل بحسب  
 ثم قال۔ اما بعد اندون ایک سوال محرمہ مولوی فرزند حسین صاحب اثنا عشری متعلق بحث  
 امامت میری نظر سے گزرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ میں دور کی تعلقات میں طرفین سے دفاتر سیاہ  
 ہو چکی ہیں اور ہر فیصلہ نہیں ہوا اور نہ جب تک قائد توفیق راہ ہدایت کی طرف کشان کشان  
 لاوی اور عنایت خداوند تعالیٰ شانہ دشگیری فرمائی تب تک فیصلہ ممکن ہے۔ اقول۔ مجھ  
 جیسی پچھلے ان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرماتا محض تواضع و عنایت سامی ہی مہنون  
 ہوں واقع میں میں بجا پرہ فارسی خوان ہوں ہرگز مولویت کی لیاقت نہیں رکھتا ہوں یہ ضرور ہے  
 کہ ابتداء میں تہذیبی مناظرہ مذہبی کا شوق رہا ہی کسی قدر طرفین کی کتابیں دیکھی اور باتیں سنی ہیں  
 لفظ مولوی اپنی نام کے ساتھ لکھا جانا ایک قسم کی ہنسی و ہتھڑا سمجھتا ہوں ایسی آئینہ معانی  
 کا خوان ہوں یقول لعن القمیر الی مولانا اگر آپ اپنی اس بیان میں  
 سچی ہیں اور آپ محض فارسی خوان ہیں اور عبارات عربیہ کو یہ سمجھ سکتی ہیں نہ ترجمہ کر سکتی ہیں  
 تو ضرور کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض جواب میں جو عبارتیں اپنی باختم کی کتب عربیہ  
 سی نقل کرتے ہیں جنکا سمجھنا بجز استعداد علوم عربیہ کی نہیں ہو سکتا اور عبارات کی نقل  
 اور ان سے استدلال کرنے میں اپنی مذہبی بہانیوں سے مدد لیتی ہوں گے اور آپ کی علماء کی

مذہب کے لوگوں کو سکوت کرنے والا معلوم ہے

اعانت و امداد و سہین آپ کو شامل حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات حضرت شیخ کی ان برہنہ  
کمیتی ہو کرتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں میری مخاطب و میری محبت متنتیاب باع و  
قوت اور تائید برادران ایمانی اور صد قادر و عالی کی ہوگی جو شامل عاں ہی ہی سے نہ ہوں  
عنوان کریں آپ کو تعمیر کردن آپ اس قوت کی ساتھ ملکہ سیوہ عتہ مولیٰ نہ اگر میں لڑنے لڑنے  
آپ کو یہی اطلاق کیا تو خلافت واقع ہو جائیگا کہ کیا لیونڈ برقی نام سے تہ آئے یہ نہ ہوں  
بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہیں اور اسکی نضام کے۔ یہ شیعہ ہے دلوں میں دیکھو  
پر لفظ مولوی حمل کیا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ تقویت و تائید افسر نہ رہے۔ یہ ہے ایک میں  
نیز لا ازم غیر منفک عن الذات ہے سلیبی اسکو وصف دلی ہے جو یہی ہے کہ جو محض و انہ  
اور عنایت پر رسول فرمانا محض تو وضع و عنایت ہے ہون ہون۔ تو یہ کہ یہ  
توفیق ایزدی اور کاریگر جس فرقہ سے یہ توفیق بہانہ سلب ہو گئی ہو کہ فرقہ مان کی کتاب کا  
دیکھنا اونسر ملنا امور متنازعہ بہا میں گفتگو کرنا خصوصاً مشاجرات صحابہ میں گناہ سمجھتی ہو  
اور ان باتوں کو اپنی مذہب کا مغل جاننے ہون عالم سبب میں اس فرقہ کی ہدایت کی کیا ہے  
اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپ کو توفیق کے معنی اسکی ہائے ثنائی ہے۔ جناب میں توفیق کے  
معنی توجیہ الاسباب نحو مطلوب الخیر میں اور خارجی کہ میں مطلوب خیرت کی تائید  
مقید ہی جو بیان مفقود ہی مطلوب شرکی توجیہ سبب کو کوئی نا واقف ہی توفیق نہ کہیگا  
اور اگر خیر عمومی مراد ہوا اور مطلقاً ہر ایک فرقہ کی کتاب میں دیکھنا اونسر ملنا امور متنازعہ بہا  
میں گفتگو کرنی اور اسکو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خوارج کو ہی جو کہ اپنی کتاب میں بہت  
بنوت کو سبب و تم کرتے ہیں اور سواد الوجہ فی الدارین کہاتے ہیں جیسا کہ حضرات شیعہ  
نی ہے بہ نسبت کبار صحابہ کی یہ ہی دیرہ اختیار کر رکھا ہی شدہ ہو کہ حضرات شیعہ کو  
کہہ سکتی ہیں کہ جس فرقہ سے یہ توفیق بیان تک سلب ہو گئی ہو انھ تو اس صورت میں  
آئی ہی اقرا سے آپسی اور تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی متدین خیال نہیں

کر سکتا کہ خارج کی کتابوں کا دیکھنا جنہیں معاذ اللہ اہلبیت اطہار کے دشمنوں کی توہین و تہلیل سے  
 مستحب و موجب ثواب ہے اگر ہماری محیب بروی اپنی مذہب کے واقعی ایسا ہی اعتقاد کرتے ہوں  
 تو ہمیں بھی مسلح فرمائیں۔ علیٰ ہذا القیاس یہود و نصاریٰ و مجوس و بت پرست و غیرہ سب کا  
 بمقابلہ حضرات شیعہ کے اپنی اوں کتابوں کی نسبت جنہیں حق تعالیٰ شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی نسبت کلمات مقطوعہ ماننے لکھی ہیں یہی ترانہ ہوگا پہرہ جو کچھ اسکا جواب حضرات شیعہ خارج  
 و غیرہ کو دیوں یہی ہماری طرف سے یہی قبول فرمائیں اور اصل یہی کہ جس فریق کے نزدیک فرق  
 نمائی کے پیشواؤں کی بڑکھنا جرم مذہب ہو اور اسکو عبادت عقائد و کرجہوں بلکہ اپنی پیشواؤں کو بڑکھنی سے پاک نہ ہو  
 اور انکی کتابیں اس قسم کی مضامین سے مملو ہوں اور انکی زبانیں ایسی کلمات کی خو گرفتہ ہوں تو بیشک فریق  
 نمائی ایسی لوگوں کی ملنی اور انکی کتابوں کی دیکھنی سے کارہ ہوگا اور حرام سمجھیں گے کیونکہ منجر بحرام سے علاوہ  
 ازین قاعدہ ہی کہ جب حق منفعہ اور محقق ہو جائے تو مخالفین کی کتابیں دیکھنی اور سبکی ملنا اور امتنازعہ فہم  
 میں گفتگو کرنے بے سود تصنیع اوقات بلکہ سیفہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی تحسان  
 کی اور اس سے عقول قاصرین چنانچہ حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا أُوتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا  
 نوکر استنبیہ فرمایا اور جا بجا کلام مجید میں مخالفین کے ساتھ اختلاط اور انکی دوستی اور  
 مولات کی ممانعت فرمائی۔ اور جیسا کہ ہست اپنی مذہب کو منفعہ و محقق کر چکے اور موافق  
 کتاب و سنت پا چکے تو انکو کچھ ضرورت باقی نہیں رہی کہ بذریعہ تحقیق حق شیوہ و خارج سے  
 ملیں اور انکی کتابیں دیکھیں اور اپنی بزرگوں کا سب و دشنام سنیں اور دیکھیں۔ ان کا ہی نظر  
 حمایت اسلام و بکیت لائے تخصام غرض الزام کتب مخالفین دیکھتی ہیں اور امتنازعہ فیہا  
 میں گفتگو کرتے ہیں اور اسکو کلامی حرام نہیں کہتا بہتہ آہیں اگر کچھ فرامین تو اہل دین  
 و نفوی فرامین سودہ خارج از قانون بحث ہے۔ لیکن سلب توفیق اوس فرقہ سے دیکھنا  
 چاہی کہ کہان تک در کس درجہ تک ہے کہ جو تمام کتب اہل حق دیکھتی ہیں کتاب اللہ پرستی میں  
 اور ہدایت انکی نصیب نہیں ہوتی اور صراط مستقیم سے منحرف ہیں خدا تعالیٰ شانہ کے لئے



منتقدین سی بڑ بڑی تو اگر اس جہ سے آپ کو فخر سابقین کہہ دیا گیا قصد مقدم و سبقت علم تقدیر  
 آپ کی طرف نسبت کیا گیا تو کیا گناہ ہوا۔ حضرات شیعہ تو اس سے بڑ بڑ الفاظ اپنی علمی  
 شامین نکستی میں اور میں یقین کرتا ہوں کہ ہرگز آپ اذکو دراز نفسی اور بد تہذیبی کے ساتھ  
 تعمیر نہیں فرمائیں گے حالانکہ ایسی کلمات مستلزم تو ہیں امامت دائمہ رضائیں اور اگر انہیں  
 تاویل کر کے ظاہر سے نہ پھیرا جاوے اور مجازی معنی نہ لی جائے تو انشاء اللہ آپ ہی  
 اذہر کفر کا فتویٰ دیویں۔ فہرست علماء مصنفین شیعہ میں جو اس وقت میری سامنی  
 موجود ہی لکھا ہی ومنہم الشیخ امام الشیعة معین الدین مسعود بن علی  
 البیہقی صاحب کتاب سلوة الشیعة وفيہ الادلة علی تحقیق ایمان الی طالب  
 اب آپ غور فرمائیجی کہ اس شخص کو امام کی لفظ سی تعمیر کیا سی اور آپ جانتی ہیں کہ  
 غیر امام کو امام کہنا شیعہ کی نزدیک ایسا ہی برا ہی جیسا غیر خدا کو خدا کہنا اور غیر رسول کو  
 رسول کہنا تو معلوم نہیں اس قسم کی کلمات کو جو عموماً علماء کی نسبت کتب شیعہ میں  
 بلا تکرار جاتے ہیں ہماری حضرت مخاطب کس قدر متندر اور متبع سمجھتی ہوں گی اور انکی  
 قائلین کو کس درجہ دراز نفسی اور بد تہذیبی سے مطعون فرمائی ہوں گی۔ حالانکہ جو کچھ  
 مینی عرض کیا سی وہ ان کلمات کا عشر عشر سی نہیں۔ باقی رہا یہ جو آپ فرماتے  
 ہیں کہ ایسی الفاظ اور انکی ترکیب کی جواب کو خلاف تہذیب سمجھتی ہیں اور بزرگوں  
 کچھ جواب نہیں دیتی۔ بمعانیہ آپ کی اس تحریر کی حیرت و تعجب انگیز ہی۔ کیونکہ  
 آپ نے اسی تحریر میں باوجود اعداء تہذیب کی کوسے دقیقہ رفاق خلاف تہذیبی کا  
 ادھا نہیں رکھا فحش گالیوں تک دریغ نہیں فرمایا۔ چنانچہ آئندہ جس جگہ ایسی کلمات  
 آپ لکھیں گے اس جگہ اشارہ کیا جائیگا پہر معلوم نہیں آپ نے تہذیب کس چیز کا نام  
 لیا سی۔ مگر شاید آپ کی نزدیک گالیان خلاف تہذیب ہوں اور یہ کلمات خلاف تہذیب

پہلے یہاں ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہ سے کہ خاص میری قلم سے نکلی ہیں مکر وہ اور خلاف  
 تہذیب خیال فرماتے ہیں تو لکھتی ہیں معافی مانگتا ہوں اور ممنون ہوں کہ اسکی جواب  
 میں آئے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن میں مجھسی آپ کے ساتھ برابری نہوسکیگی قال  
**الفاضل المحیب**۔ قولہ۔ وہ یہی کہ اپنی شرطیں است تحریر فرما کر انکی  
 نسبت دعویٰ فرمایا ہی کہ یہ شرطیں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اسکی بعد لکھا ہی کہ جو  
 صاحب جواب تحریر فرماوین انکو چاہی کہ اگر ہماری شرطیں کورد فرماوین تو محض لاسلم  
 کہہ کر نہ مال دین بلکہ دلائل عقلیہ و نقلیہ دفرماوین۔ اقول۔ اسلاف سے بڑکر قدم  
 رکھنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرنا جو یہ سبب تحریر فرمایا ہی سمجھیں  
 نہیں آتا کیا حضرت محیب ان شرطیں ملثہ کو میری ایجاد سمجھتی ہیں اگر انکا یہ خیال  
 ہی۔ تو تو چھفہ کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرماوین کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شرطیں  
 امامیہ نے اسلیٹی امامت میں لگائی ہیں کہ خلافت خلفاء ملثہ کو عین دعویٰ میں  
 برہم کریں۔ کل علماء شیعہ کثر ہم اللہ نے البریہ یہی شرطیں لکھتی آتے ہیں۔  
 یا اسلیٹی کہ مینی انکو مدلل دلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہی۔ یہی سبب امامت میں  
 شرح مفصل موجود ہے۔ یا یہ کہ دلائل نہیں ہو داب تحریر یہی ہی کہ اپنی دعویٰ  
 کو یوسر دست اسکی دلائل نہ لکھیں مدلل دلائل لکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجیب نے  
 ہی صحابہ کرام رضاد خلف ملثہ کی تمام امت سے افضلیت کے دعوے میں تحریر فرمایا  
 کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال عترت بیانیہ کی مدایج میں وارد ہیں حالانکہ  
 ایک آیت قرانی اور ایک قول عترت ہی نقل نہیں فرمایا میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے  
 جو سبب میر سبقت وغیرہ کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ **ایقول العبد**  
**الفقیہ** لے مولانا میں آپکی ادعائی انصاف اور جہارت فن مناظرہ پر کہ تہذیب  
 سن نہیں سے اسی میں منہمک رہی نہایت متاسف ہوں کہ حضرم کا کلام جامع

محملاًتہ نہیں سمجھ سکتی یا یہ کہ سمجھتی ہیں لیکن صرف نوصن ایراد خترا عن کلام کی اوس  
محتمل سے اغماض فرماتی ہیں جس پر بار مرد قائم ہے۔ پس اگر اس کا نام انصاف اور مناظرہ  
دانی ہی تو دیکھیں یا انصافی کیسی کچھ ہوگی۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسلاف سے بڑے قدم  
رکھنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کر لے کے جو جناب نے کلام میں سے تین مثال  
پیدا فرمائی ہیں کیا بجز اون مثال سے گانہ کے اور کوئی احتمال اس کلام میں پیدا نہیں  
ہو سکتا۔ کیا کوئی دلیل حصر عقل یا استقرائی جناب نے اس پر قائم فرمائی ہے ظاہر  
تو یہ آپ کا محض بانی دعویٰ ہے۔ نے تحقیقت دیکھی تو یہ تینوں احتمال غلط ہیں اور مدار  
تقدم و سبقت اس پر ہی کہ جناب نے اول تحریر فرمایا کہ یہ مدعا بدلائل عقلیہ و نقلیہ  
ثابت ہے اور بعد اس کے لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرماوین تو محض لائیں کہ  
نہ مال دین۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بغیر جناب یہ شرائط اس درجہ ثابت  
متحقق ہیں کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور محض کو بجز لائیں کے اور کچھ نہیں  
آتا گویا اہلسنت آج تک جواب شرائط لائیں کرتے چلے آئی ہیں حالانکہ اس قدر وسیع  
مسد میں کہ جس میں مجال کلام کو بیت وسعت اور گنجائش ہی بلکہ اگر انصاف دیکھیں تو علماء  
شیعہ اس مسد میں محض محملات بعید از لفظ اور دور از عقل سے ہمیشہ تہلال کرتے ہیں  
اور بجز دعویٰ کفر و ارتداد کبار صحابہ مہاجرین و انصار و ازواج مطہرات رسول کریم کا زہا  
المؤمنین کے اور کوئی مساع نہیں پاتے۔ تو ایسی مسد کی نسبت اتنا بڑا کلمہ کہنا بیت  
بڑی تقدم و غم سبقت کو مقتضی ہے۔ جو بیت سے اس کا بر شیعہ سی صادر نہیں ہوا۔  
پس حضرت نجیب کا یہ فرمانا کہ میں حیران ہوں کہ حضرت مجیب نے جو سب میری سبقت وغیرہ  
کا لکھا ہی میری سمجھ میں نہیں آتا ابستہ قابل افسوس ہے اور یہ جو ارشاد ہے کہ داب  
تحریر یہ ہے کہ اپنے دعویٰ کو گویا درست اور سلی دلائل نہ لکھیں۔ لیکن مدلل بدلائل لکھتی  
ہیں الخ۔ یہ اور ہی طرفہ تماشایہ کیونکہ حضرت یہ کہان کا داب تحریر ہے کہ ختم ہے

دعویٰ پیش کرین اور اسکی دلائل ذکر نہ فرمائیں کوئی شخص مناظرہ میں بمقابہ جھم دعویٰ  
 ذکر کر کے دلائل کو برات عاشقان بر شاخ آہو نہیں بتا سکتا۔ حالانکہ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ جھم  
 اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ خود جناب کے نزدیک ہی ستم ہی کہ دعویٰ بلا دلیل مسموع  
 ہی تو معلوم نہیں کہ یہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہی رہا یہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے ہیں  
 چنانچہ حضرت مجیب نے خلفا ثلاثہ کی فضیلت کو دعویٰ میں۔ الخ۔ اور بندہ کو بھی اپنی خطا  
 میں شریک کرتے ہیں یہ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے بلکہ حضرت کے مناظرہ  
 دانی کی نہایت قوی دلیل ہے اس سے اہل فہم صاف سمجھ سکتی ہیں کہ آپ کو دعویٰ اور حاکمی  
 دعویٰ میں امتیاز و تفرقہ نہیں ہے۔ اگرچہ میں کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت میں سحر فضیلت  
 خلفا و رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت میں جسکو جناب نے نقل فرمایا ہے  
 میری طرف دعویٰ کو نسبت کرنا سراسر غلط ہے کیونکہ سیاق کلام بصراحت دال ہے کہ یہ عبارت حکایت  
 دعویٰ ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہی نہ یہ کہ شکم کے مدعی ہونے کو مثبت ہی میں حاکمی دعویٰ کو  
 مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہی تو اسلئے بندہ کو عدم سوق دلائل نظر نہیں  
 حضرت نے ہی اگرچہ ابتداء میں اختلاف نقل کیا ہے جس سے شاید آپ کو بھی یہ شبہ پیدا ہو  
 کہ ہم ہی مدعی نہیں اور حاکمی دعویٰ میں اور بندہ نے جو آپ کو مدعی قرار دیا ہے اسکو غلط اور  
 خلاف مناظرہ سمجھیں لیکن اس قدر اور یہی خیال فرمائیں کہ آپ نے آخر تحریر میں یہ فقرہ  
 تحریر فرمایا ہے (جو صاحب جواب تحریر فرما دیں وہ ہماری شرائط کو بدلائل و فرمانوں الخ)  
 جس سے صاف ثابت ہے کہ آپکی عرض محض نقل حکایت مذہب نہ تھی بلکہ آپ کو دعویٰ مقصود  
 تھا ایسی آپ کو مدعی تسلیم کر دیا گیا جسکو جناب نے بلا رد انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل فرما کر  
 تو سمجھ جائیگی کہ میں اس خط میں آپکا شریک نہیں ہو سکتا۔ قول اللہ عند یہ شرائط اسی  
 متحقق وثابت ہیں کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطین تو تسلیم فرمائیں  
 انضلیت خلفا ثلاثہ کا تصریحاً اقرار ہی اور رض کی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ (یہ دعویٰ سے

کہ اہل سنت اس باب میں نص کے قائل نہیں (علی الاطلاق صحیح نہیں) اس سے بڑھ کر ہمارے شرٹ  
 کی بدل مونی کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اقول۔ کہاں میں اہل علم و فہم و انصاف جو ہر  
 فاضل محب کے انصاف و مناظرہ دانے کو ملاحظہ فرما دیں اور حضرت کی شرائطِ ثلثہ کا ایسا کامل  
 ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا بنظر قائل دیکھیں اور اس میں ثبوت کی کیفیت  
 سنیں۔ اگر حضرات کی پاس اس سے بڑھ کر شرائطِ ثلثہ کے اثبات کے لیے اور کوئی حجت نہیں  
 تو اس سے یقین کر لینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائطِ ثلثہ کا کچھ ثبوت نہیں ہے جناب  
 میر صاحب میں نے اگر خلفاءِ ثلثہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا تصریحاً اعتراف کیا تو  
 اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلافت کی لیے اشتراطِ فضیلت لازم آیا  
 اور اگر سنی یہ لکھا کہ یہ دعویٰ کہ اہل سنت اس بات میں نص کے قائل نہیں (علی الاطلاق صحیح  
 نہیں) تو یہ کیونکر مستلزم اشتراطِ نص کو ہوا خدا کے لیے ذرا تو سوچیں اور کچھ تو انصاف فرمائی  
 کیا وجودِ شئی اور اشتراطِ شئی متحد ہیں حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ یہی ہے کہ اشتراطِ شئی  
 جو بعض اعتبارات سے موقوف علیہ ہوتا ہے نفسِ وجودِ شئی سے ایک وصفِ زائد ہی اور کوہ  
 متفرع ہی جیسا کہ اور اوصاف ہی متفرع علی الوجود ہیں اور وجودِ خواہ عین ذات قرار دیا جاوے  
 یا زائد علی الذات سمجھا جاوے ہر طرح متعارف اشتراطِ شئی ایسی کہ اتحاد ذات مع الوصف  
 محال ہے اور اتحاد و وصفین متعارفین ہی ممکن۔ یا یہ کہ وجودِ شئی مستلزم اشتراطِ کوہ  
 اور یہ ہی بدلتا غلط ہے کیونکہ ملائکہ لازم باہمی منتفی ہے ورنہ لازم آوی کہ تمام  
 صفات موجود فی فرد واحد کا اشتراطِ مسلم ہو حالانکہ یہ صراحتاً باطل ہے سہی کہ  
 مستلزم بطلانِ تعدد دائمہ بلکہ انبیا کوہی دہ فی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہری کہ تمام صفات  
 موجودہ فی شخص قطعاً یقیناً دوسری شخص میں نہیں موجود ہونگی ورنہ لازم آوی کہ تنگین  
 متحدین ہو جائیں۔ پس جبکہ اتحاد اور استلزام دونوں باطل ہو گئی تو اشتراطِ کہاں رہا  
 پس آپ دیدہ بصیرت و انصاف کہو لکھ ملاحظہ فرمائیں اور قائل کریں کہ یہ جو تحریر فرمایا

اعتراف فضیلت کیونکہ مصیبت خلفاءِ سنی استلزام فضیلت کا نہیں

کہ اس سے بڑھ کر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اس سے صاف ثابت  
 ہوتا ہے کہ آپ کو اعتراف ہی کہ آپ کی با پس شرائط ثبوت کی لئے کوئی دلیل نہیں ہے پس  
 جبکہ آپ کو شرائط کے دلیل ہونے کا اعتراف ہے۔ تو ہمواد کی تردید کی کیا ضرورت ہے۔ اور کیا  
 ان کی تردید میں دلائل کا مطالبہ ہے۔ **قال الفاضل المحیب** قولہ بیشتر علماء  
 شیعوہ کا یہ دتیرہ رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیئی۔ اقول۔ تین چار سطر پہلے حضرت  
 تحریر فرما چکے ہیں کہ اس مسئلہ۔ اور اس کی تعلقات میں طرفین سے ذکر سیاہ ہو چکی ہیں  
 اگر علمائے شیعہ ہمیشہ اعتراض کیا کیو تو یہ دفاتر کس لئے سیاہ کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر  
 سیاہ کیا کیئی اگر یہ ہے تو ہر طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہ بھی سبب میں نہیں آتا کہ تا قمت یک ایک  
 فریق کچھ لکھ دے گا مخالف فریق خود بخود دفاتر سیاہ کیا کریں ابھی کلام میں یہ تناقض ہے جب اصل بحث  
 شروع ہوئی تو کہیں کیا ہوگا **يقول العبد الفقير الى مولاه** سبکہ ہمارے ہی حضرت میر صاحب نے ہماری کلام  
 میں وقوع تناقض کا دعویٰ فرمایا۔ اہل دانش و انصاف اس کے ملاحظہ کر ہی تکلیف فرمائیں اور ہماری  
 حضرت محیب کو ان کے اعتراض کے داد دین اور واہ واہ آفرین احسن کا شروع برین تک  
 پونچھائیں۔ میر صاحب میں تو آپ کی مناظرہ والی کا قائل ہو گیا جو حضرت فرمائیں وہ بجا اور درست ہے  
 جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہے۔ بندہ کی عبارت یہ ہے۔ "پیشتر علماء  
 شیعوہ کا یہ دتیرہ رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیو اور جب کہیں خدا نخواستہ جواب دہی کا  
 موقع آتا تو شتر گریہ لانے لگے اور ایسی تقریریں فرماتے لگی جو مضحکہ اطفال ہوں۔ اس پر دو  
 عبارت میں ہماری فاضل مجیب نے غالباً لفظ اعتراض کو جو ہم نے باب افتعال سے لکھا تھا  
 اعتراض باب افعال سے سمجھا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام میں دعویٰ ہوئی یعنی مانا کہ ہماری تحریر  
 میں یہ نقطہ تمار افتعال کے سہوارہ گئی ہوئی۔ لیکن بقیہ عبارت کیا چلا کر نہیں  
 کہہ رہا ہے کہ سبکہ اعتراض کے کچھ معنی نہیں ہے۔ اور بیان لفظ اعتراض ہی مناسب ہے  
 کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیئے گئے ہیں اول اعتراض دوسرا موقع جواب

وہی ظاہری کہ اعتراض و جواب باہم متقابل ہیں اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت  
 اعتراض کو ہی۔ تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ پہلی جگہ لکھا گیا تھا وہ لفظ اعتراض باب  
 افتعال سے تھا نہ اعتراض باب افعال سے تعجب ہے کہ آدمی بے سوچے سمجھے اتنا بڑا اعتراض  
 کر دے اور سیاق و سباق عبارت میں تامل نہ فرما دے جب اردو عبارت سمجھنے  
 میں یہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتی ہیں۔ پھر اس فہم پر فرماتے  
 ہیں کہ ہمہنی مذہب حقیقت میں حق یقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر شاید آپ یہ  
 عقد فرمائیں کہ میں ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا ہوں اور جب مضمون جملہ سابقہ کا تمام کلمہ  
 حافظہ سے نکل گیا اور وقت دوسری جملہ کی نوبت آئی۔ لیکن جبکہ ابھی سے نصیحت  
 و تحقیق حق اور مناظرہ دوانے کا یہ حال ہے تو جب اصلے  
 بحث شروع ہوگی تو اس وقت دیکھیں کیا ہوگا۔ قول ہے۔ تعجب ہے  
 کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کیجئے تے ہے۔ حالانکہ  
 معاملہ برعکس ہے اس باب میں سکوت اہل سنت کا مذہب چرہ ہمارا۔ اقول۔ یہ دعویٰ غلط ہے  
 میں نے ہرگز آپ کی علماء کی طرف اعتراض و سکوت کی نسبت نہیں کی۔ آپ مذہب کی عبارت  
 نظر تامل سے مکرر ملاحظہ فرمائیں۔ گستاخی معاف مینی اس سر میں آپ کی علماء کی نسبت یہ  
 عرض کیا ہے کہ حضرات موقع جواب وہی میں تقریرات لغو اور لا طائل فرماتے ہیں جبکہ  
 نشانہ انیت و ابطال حق ہے یا قلت استعداد اور قصور ملکہ اور اسکو اعتراض کے ساتھ  
 بغیر فرمانا صحیح نہیں ہے۔ کہاں اعتراض کہاں تقریرات سقیمہ۔ ان اپنے اعتراض اور  
 سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا یہ صحیح ہے بیشک علماء اہل سنت اعتراض سکوت  
 ایسی مواقع میں اختیار فرماتے ہیں جبکہ دیکھ لیتی ہیں کہ حضرم رنجیت تمام ہو گئی اور حق  
 منکشف ہو گیا اور حضرم حق سے دست بردار ہو کر برسر جہال و مکارہ آگیا یا یہ کہ  
 کہ ابتدا میں عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ حضرم مخاصم صحیح اور قابل خطاب ہی نہیں

تو ایسی مواقع میں علماء اہل سنت بمقتضائے عینیت جوابش کہ جوابش مذہبی اور حکم  
 و اذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه۔ اعراض و سکوت فرماتے ہیں اور یہ اعراض و سکوت  
 محمود و پسندیدہ ہی اور ہر چیز اپنے موقع پسندیدہ ہوتی ہے بیت و چیز  
 تیرہ عقلاست دم فرو بستن + بوقت گفتن و گھٹن بوقت خاموشی + اور حادث  
 کہ سکوت و اعراض علماء شیعہ کی نسبت خیال کرتا ہوں۔ پہلا شیعہ جنکی صرف  
 زبانی دعویٰ اطاعت ائمہ رضا کی ہیں۔ ائمہ کی کیونکہ اطاعت فرماتے اور ائمہ نے  
 جسکو حرام اور موجب لعنت فرمایا ہے اس سے کیونکہ احتراز کرتے۔ لیکن اس تقریر کی  
 پایا جاتا ہی کہ مطلقاً آپ کے نزدیک اعراض و سکوت علامت عجز و تسلیم ہی کہ اس سے  
 تبری و تخاشی فرماتے ہیں تو علاوہ اسکی کہ وجوب سکوت و حرمت کلام و گفتگو  
 آپکی روایات سے واضح ہو چکی ہی حضرات ائمہ رضائین سے جہنوں نے بمقابلہ اعداء  
 سکوت فرمایا یا علماء امامیہ میں سے جہنوں نے مخالفین کے جواب نہیں دیں خوب  
 قاعدہ مسلمہ جناب مستلزم عجز و تسلیم حضرات سے علاوہ ازین بھیاری متاخرین تکلمین  
 شیعہ تو کس شمار میں ہیں آپ کی وہ امام التکلمین جو بزعم آنحضرتی علماء متقدمین کی  
 کلام میں باس قدر بد طو لے رکھتی تھے جو تمام انہ اسباب پر غالب آئی اور خلق اللہ میں سے  
 کسی کو تاب و طاقت نہ تھی کہ اونسے کلام کر سکی اور ان پر از راہ محبت غالب ہو سکی  
 وہ آپکی فخر الاولین و الاخرین بشہادت امام معصوم کلام میں ایسی عاجز تھی کہ انکو ایک  
 طفل کتب ساکت و ملزم کر سکتا تھا۔ پس آپ کا اور آپکو دوسرے مذہبی بہائمون کا  
 کلام پر فخر کرنا اور اپنی آنکھوں پر سمجھنا کہ ہلکو کوئی فرد بشر جواب ہی نہیں دے سکتا  
 سرسبز بجا اور خرافات اور تلمذیہ امام ہی۔ لیجی روایت سنئی آپکی سلامہ باقر  
 مجلسی بہ اول بجا رہیں نقل فرماتے ہیں۔ قال السيد ابن طاووس کشف

سید ابن طاووس نے کشف المحجوبین میں علامہ ابن طاووس کی روایت کی ہے۔

۱۔ امام علیؑ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو جواب دے گا وہ اس کا دشمن بن جائے گا۔  
 ۲۔ امام علیؑ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو جواب دے گا وہ اس کا دشمن بن جائے گا۔  
 ۳۔ امام علیؑ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کو جواب دے گا وہ اس کا دشمن بن جائے گا۔

عن عبد الله بن سنان قال اردت الدخول على ابي عبد الله فقال له من  
الطابق استاذن لي على ابي عبد الله فقلت له نعم فدخلت عليه فاعلمته مكانه  
فقال لا تاذن له على فقلت جعلت فداك انقطاع اليكم وولاءكم وجد الله فيكم  
ولا يقدر احد من خلق الله ان يخصه فقال بل يخصه صبي من صبيان الكتاب فقلت  
جعلت فداك هو اجدل من ذلك وقد خاصم جميع اهل الاديان فخصهم فكيف يخص  
غلام من الغلمان وصبي من الصبيان فقال يقول له الصبي اخبرني عن امامك ان  
ان تخصم فلا يقدر ان يكذب علي فيقول لا فيقول له فانت تخصم الناس من غير  
ان يامر لك امامك فانت عاص له فيخصمه يا ابن سنان لا تاذن له فان الكلام والخط  
تفسد النية وتحرق الدين - پس جب آپکی موسن الطاق کا بشہادت امام یہ حال ہے تو  
دوسروں کو حال کو اسی پر قیاس کر کے اپنی دعویٰ کی تصدیق یا تکذیب بمقتضای اپنی دین  
دیانت و انصاف کے فرمالین ہماری عرض کرنیکی کچھ حاجت نہیں رہے قول  
میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ اسوقت تک دو قسم کے اہل سنت سے گفتگو کا اتفاق ہوا ایک  
کہ جن سے رابطہ تعارف و دشنامی ہے اگر ایسی حضرات سے کبھی گفتگو ہوئی تو سوائی منہی

سے کہ میں نے ابو عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہونیکا ارادہ کیا - نہیں بلکہ نے مجھ سے کہا کہ ابو عبد اللہ سے میری دہلی ہی اجازت  
(حضور خدمت کی) لے لیجو - میں نے اس کا بہت چہا - پس جب میں مدت مبارک میں حاضر ہوا تو میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا  
کہ میں نے یہاں موجود غلطی کو دیکھا کہ آپ کی اجازت سے میں نے عرض کیا - میری اجازت سے آپ پر ہودہ تو سب چھو چار لے آپ سے لیا کہ  
ادارہ کا تو لا آپ کی ساتھ ہی ادارہ کا لٹرا جھگڑنا آپ کی خاطر ہی اور نہ گان خان میں سے کسی مجال نہیں ہے جو اس سے راہی فرمایا  
جی ہاں؟ اس پر تو ایک فصل کتب ہی غالب سکتا ہے میں نے عرض کیا میری جان آپ پر ہودہ تو اس سے بڑھ کر جدلی ہی کہنے  
اوس نام نہاد سب الہی فحاص کیا اور وہ تو پورے ہر سو ایک لڑکا اوس پر کوئی فکر غالب سکتا ہے پس یا کہ اگر اوس ایک لڑکا ہو چکی کیا اہم  
جھگڑا جھگڑا کا حکم دیا تو وہ ہرگز مجھ پر جوٹ نہیں پائے کیجی اور کو کا بھی کرتے ہیں کہ وہ لڑکا کہتا ہے تو تو اپنی نام حکم بغیر تا پڑھتی ہیں  
انہی پر وہ لڑکا کہتا ہے کہ سنا ان کو کہہ دیتا ہوں کہ اگر وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے گناہ کیا تو میں نے گناہ کیا -

مذاق کے جواب نہیں دیا اور یہی فرمایا کہ میں دوستی ہی اور دوستی میں مذہبی گفتگو چاہی ہوگی  
 یہ گفتگو کسی طرح مخل دوستی نہیں ہے اگر انصاف منظر ہو۔ اقول فی الواقع عوام کو یہی چاہی ہوگی  
 کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسروں کی مذہب کے اطلاع نہ مناظرہ جانیں نہ مباحثہ کے  
 ذہنک سے واقف نہ اپنا جواب دیکھیں نہ دوسروں کی جواب کی صحت و غلطی پر متنبہ ہو سکیں  
 تو وہ کیا مباحثہ کریں گے اور کیا انصاف کر سکیں گے پس ایسی لوگوں کو یہی چاہی کہ مذہبی گفتگو  
 سی بہوتی کریں بلکہ انکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہی۔ آپ ہی فرمائیں اگر ایسی صورت  
 عوام اہل تشیع کو پیش آوی تو علماء شیعہ اسکی نسبت کیا حکم فرمائیں گے۔ ظاہری  
 کہ یا ترک تعلق کا حکم فرمائیں گے یا تقیہ کا حکم لگائیں گی۔ اور سنی کہ بندہ نے جو کچھ جواب  
 تمہید میں عرض کیا تھا کہ حضرات شیعہ کے عادت ہی کہ ضعف اہل سنت سے اختلاف  
 کر کے مذہبی چہر چہاڑ کیا کرتے ہیں اور میری صاحب اس امر کے بادی نہیں ہیں <sup>الحمد للہ</sup>  
 اس معروض کے تصدیق خود حضرت مجیب کے اعتراف سے ہو گئی آپ فرماتے ہیں کہ اگر اس  
 حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ آشنائی تھا تو ادھون نے مذہبی مذاق کے جواب نہ دیا  
 بلکہ گفتگو کو روکا اور نہ کیا کہ دوستی میں مذہبی گفتگو چاہی۔ قول دوسری حضرت  
 جنسی یہ رابطہ تھا اگر ادنیٰ کہی اتفاق ہوا تو یہ مطلق سکوت اختیار فرمائی یا بدشتی جواب  
 اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا میں پیشتر گزارش کر چکا ہوں کہ بعض مواقع میں  
 علماء اہل سنت اعراض و سکوت اختیار فرماتی ہیں لیکن اسکو ملامت عجز اور دلیل  
 تسلیم سمجھنا غلط ہے اور جن حضرات نے بدشتی جواب دیا وہ بپاداش آگے درستی اور توضیحات  
 کی ہوگا۔ قول میری صاحب مولف آیات بیانات کہ جبکہ کلام کو ہماری حضرت  
 مجیب بڑے فخر بیانات سے اس جواب میں نقل فرماتے ہیں جس زمانہ میں مزار پور میں  
 محض لکھنؤ اور زندہ رہو پڑھی تھا اور یہ سب آیات بیانات میری نظر سے گزرا تھا  
 انکی خدمت میں یک نیاز نامہ لکھ کر بعض سائل میں گفتگو چاہی تھی مگر میر صاحب صوف

مطلق جواب نہ دیا اور اعراض ہی فرمایا۔ اقول میں عرض کر چکا ہوں میرے ہی علیحدہ  
 بیشک آپکو جواب نہ دیا ہوگا۔ لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ آپکو مخاطب صحیح تصور نہیں کیا  
 اور قابل خطاب نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہ محض جناب کا  
 خیال ہی خیال ہے قولہ خود اسی شہر میں مجھ سے تین حضرات تحریری  
 گفتگو کر چکی ہیں اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اقول ایسی ہی حضرات کی  
 بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپکے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا۔ اگر یہ حضرات توجہ فرماتے  
 تو آپ کی ان دعوؤں کی کیونکر ہیانت تک نوبت نہ پہنچتی۔ پس آپ کی جواب سے اعراض تا تو  
 بوجہ قلت اعتناء و مبالغہ کی ہی یا اس وجہ سے ہی کہ آپ نے حسب عادت مطاعین تعریضات  
 تحریر فرمائی ہوں گی اور ظاہر ہی کہ انکی جواب میں ایسی ہی کلمات الزام لکھی جتے تو عجیب  
 کہ بوجہ استکراہ ایسی کلمات کہ اگرچہ الزام ہی سمجھی جواب سے اعراض فرمایا ہوگا۔ پس یہ  
 جواب فرماتے ہیں کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بوجہ عجز جواب  
 نہ دی کہ سر غلط ہی کیونکہ ظاہر ہی میدان تحریر ایسا وسیع ہے کہ ادھین کوئی شخص عاجز نہیں  
 ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچھ نہ لکھ سکی اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا خیال نہیں کرتا  
 کہ کوئی مخالف اسکا معارضہ حقاً یا باطلان کر سکی یہ آپ ہی کا عقیدہ ہے کہ علماء شیعہ کی کتب  
 اس درجہ عجز ہیں کہ انکا معارضہ خارج از امکان ہے حالانکہ شہادت امام معصوم امام مشکین شیعہ  
 حضرت مومن الطاق ایک طفل مکتب سے مناظرہ نہیں کر سکتی تھی اور وہ انکو ساکت کر سکتا  
 اور اگر پاس خاطر سامی ہو کشیدہ کر لین کہ یہ سکوت عجز کی وجہ سے تھا۔ تو یہ ہی انصاف اور حقیقت  
 کی بہت بڑی دلیل ہے۔ بخلاف حضرات شیعہ کے کہ انکا مایہ افتخار یہ ہے کہ مخالفین کی  
 تحریر کا برائی نام جواب لکھا جاویں حق و ناحق سے کچھ بحث نہیں ہوتی اور یہ بھی خاص  
 اہل سنت کی تحریرات کے ساتھ معاملہ ہی۔ صدہا تحریریں مضار کی دینود واریوں وغیرہ کی  
 شائع ہوتی ہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہین نہ کہین منقطع ہوگا

پھر یہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض ایہات پر آخر علماء شیعہ نے بھی تو اہل سنت کی ہمت کتابوں کے جواب نہیں لکھے پھر کیا میر صاحب اپنی علماء کا عجز بھی تسلیم فرمائیں گی یا این ہمہ اگر ہماری فاضل مخاطب کے نزدیک اہل سنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپ کی استدلالات کا جواب نہیں دی سکی تو واضح رہی کہ اس صورت میں فاضل مخاطب نے خود رسول صلعم اور ائمہ رضی اللہ عنہم کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جدال و مناظرہ سے اس وجہ سے کماغت فرمائی کہ مخالفین یا انقضائے مدت حجت یلقین کہتے جاتے ہیں پس اگر حسب اعتقاد فاضل مخاطب مخالفین آپ سے اور آپ کی علماء سے ساکت ہوتی رہے ہیں اور انکو جواب نہیں بن آیا تو معلوم ہوا کہ انکو حجت یلقین نہیں ہوئی اور ائمہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ یلقین حجت کی بات فرمایا ہے سوا ذلک دروغ ہے روایت کی الفاظ سنیں آپ کی مجلسی جلد اول بحار میں نقل کرتے ہیں۔ عن ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ  
ایاکم وجدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن جحشہ لی انقضاء مدتہ فاذا  
انقضت مدتہ احرقتہ فتنۃ بالنار۔ انتہی اس کے صاف ثابت ہوا کہ اعراض سکوت  
عجز کی وجہ سے نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بھی تو بندہ ہی عرض کر سکتا ہی کہ اس شہر میں بندہ  
کی ہی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجھے جاتے ہیں تحریر می  
گفت گو ہوئی۔ اور تسیری یا چوتھی تحریر میں اوہنوں نے اعراض و سکوت فرمایا  
تو حسب قاعدہ حضرت مجیب میں کہہ سکتا ہوں کہ آخر کو انکو اعراض ہی کرتے ہیں کہ  
قولہ اب حضرت مجیب کی نوبت آئی ہے۔ اقول دیکھ بیگنا۔ بدیت قس  
نور و سے کہہ دو کہ وہ اس شکل سے بستر بازہ کے چدین میری باری آئی قال  
الفاضل المحیب اقول۔ اور یہی خدا نخواستہ جواب وہی کا موقع آئے

۱۔ امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا بجا اپنی آپ کو ایک مفتون کہے گا کہ ایک مفتون کہے گا  
اپنی مدت نامی کہ حجت یلقین کیا جائے اور حجت کی مدت تمام ہو جائے تو انکا فتنہ اور سکراگ میں جلا دیگا۔ ۱۲۔

شیخ ابو الفین در حجت و انقضائے مدت حجت کی بات فرماتا ہے

تو شکر گریہ لانی لگا اور ایسی تقریریں فرمائی گئی جو مضحکہ اطفال ہوں اقول اسکو جواب میں  
 بجز خاموشی کیا عرض کریں۔ سخت افسوس اور عجب ہے کہ ابتداء ہی میں یہ تند الفاظ اور  
 سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کرے دیکھی تھی نہ کہ کتنا تکذیب ہو چکی ہے  
 منور دلی دوست سگر گت حنی صاف۔ اس قدر عرض کی بدون راہنہین جاننا کہ آپ نے  
 محض یہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور شتر غمزہ ہی شصوری اگر آپ جگہ محل کے  
 واقعات کو نظر غور و تامل و انصاف ملاحظہ فرماویں تو وہاں آپ کو بہت سی شتر غمزہ معلوم  
 ہوں۔ **یقول العبد الفقیر الی مولانا سجاد ہامری حضرت میر صاحب**  
**باوجود التزام تہذیب اختیار سکوت کے جو کچھ یہ سبوعہ شنیعات و تعریضات لطیفہ نے**  
 کی سپر ایمن ادا کر کے اپنی بزرگوں کے ارواح کو ثواب پہنچایا ہے کسی نصف سبب پچھنی نہیں چڑھ  
 خواہش نفس مقتضی ہے کہ ہم ہی اسکی جواب میں کوئی نکلیں۔ یہ عرض کریں۔ لیکن چونکہ ہم التزام کر چکے  
 ہیں کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب دہستہ نہیں لکھیں گے اسلی اسکی جواب میں سکوت کرتے  
 ہیں۔ قولہ مضحکہ اطفال لکھا ہی واقع میں پرو برنا طفل و جوان بالغ و نابالغ میں محققین کے  
 نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہے۔ گلستان میں یہ فقرہ لکھا ہی۔ بزرگی بغفلت تیار  
 پس جو فرقہ اصول دین میں عقل سے دست بردار ہو حتی کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو وہ عقلا کی  
 نزدیک مثل اطفال ہے اور ظاہری کہ اگر دھت لاکے باتیں نہ سمجھی اور منہسی تو معذور ہی۔  
 بیست نگویند از سر یار نیچہ چرنے و کران ہندی گمیر صاحب ہوش اسکا دوسر شتر گلستان میں  
 خود ملاحظہ فرما لیجیگا۔ اقول۔ اس قول میں ہی حضرت مجیب نے ہلکے طور متسخ کیا کچھ نہیں فرمایا  
 چنانچہ اہل خرد سمجھتی ہیں مگر ہم حسب التزام خود اس سے اغماض کرتے ہیں۔ ہاں  
 حسن و قبح کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اسکی نسبت ہم پر طعن کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی کا  
 قائل نہیں ہیں تو اسکی بنبر لہ اطفال ہوئی۔ اسکی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور واضح  
 کرتے ہیں کہ کونسا فرقہ عقل و شرع سے دست بردار ہے۔ لیکن اقول ہم اپنی

نہ

فاضل محیب ہی سے اونکو اونکی انصاف و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہیں خدا کی قسم  
 ذرا انصاف سے فرمائیں کہ بزرگ جناب جو فرقہ اصول دین میں عقل سے یہاں تک دست بردار ہو  
 کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہ ہو۔ تو وہ آپ جیسی عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہی تو اب  
 فرمائی کہ جو فرقہ اصول دین میں شرع اور شارع سے یہاں تک دست کش ہو کہ حسن و  
 قبح شرعی کا ہی قائل نہ ہو بلکہ خداوند تعالیٰ اور عباد پر اپنی عقول کو حاکم قرار دی تو وہ فرقہ  
 شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہو گا بدین عصیت و جہت  
 و بلا سزا و خولش و بگناہ جواب عنایت ہو۔ اس سوال میں دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم ہوئے ہیں  
 عقل کا خدا پر حاکم ہونا اور عقل کا عباد پر حاکم ہونا سب اکوئی نادانف اونکو اس خبر کا اثر و تصور  
 کرے اسلیٰ غیب ملّا اونکا ثبوت ضروری۔ مراد عقل کا خدا پر حاکم ہونا۔ سوا اس کا ثبوت یہی  
 کہ ابن بطریق باب حادی عشر میں فرماتے ہیں۔ الخامس فی انہ تعالیٰ علیہ اللطف

السادس فی انہ تعالیٰ محیب علیہ فعل عوض الالام الصادرۃ عنہ الالی قال  
 و محیب زیادہ علی الالام۔ اس سے بصرحت ثابت ہوا ہی کہ خدا تعالیٰ پر حکم عقل لطف اور  
 آلام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض حکم عقل اور سپر واجب ہوا تو ترک لطف و  
 و عوض حکم عقل اور سپر حرام ہو گا اور ظاہر ہی کہ وجوب و حرمت کا حکم حسن و قبح کا حکم ہی تو اس صلی  
 من ذالک خداوند تعالیٰ پر حکم وجوب و حرمت حسن و قبح اور اس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے  
 جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالیٰ پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی محکوم ہوا۔  
 سبحانک اللہم ما قدرک حق قدرک۔ امثالی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہ سب سب یہی ہے  
 کیونکہ جب حسن و قبح عقلی ہیں تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محسن اور قبیح ہی اور وہی  
 موجب اور مجرم اور مبیح ہوئی نہ ذات پاک خداوند تعالیٰ نے شانہ توجب عقل ہی موجب ہوئے

لے پانچواں اس بیان میں کہ خدا کا لطف واجب ہے لے چہ اس بیان میں کہ جو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ  
 پہنچیں خدا تعالیٰ پر واجب ہے کہ انکی عوض میں (بندہ کے ساتھ) کوئے کام کرے۔ ۱۲۔

اور وہ ہی محرم اور مہج ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ اینی مہج  
 قربان حسین خداتعالیٰ شانہ کا یہ رتبہ عقل کا محکم ہو اور عقل کا یہ رتبہ کہ خدا تعالیٰ  
 تمام عباد مکلفین اور سکر زیر حکم۔ اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہیں اور بحث کی بڑی  
 گنجائش ہے لیکن خوف تطویل اور عجالت وقت بہ کو حضرت نہیں دیتی عملاً وہ ازین حضرت  
 مجیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ قائلین بن قبح شرعی علی العموم حسن و قبح عقلی سے  
 دست بردار ہیں۔ اور یہ محض غلط اور افترا ہی منشا اسکا ہے کہ نہ اہل سنت کی کتابیں کہیں  
 نہ اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمایا ہے دیکھی یہاں لے اعتراض فرمادیا۔ یا یہ کہ باوجود قنوت  
 کی انصاف اور عائشہ نے حضرت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتی اور محض غرض رسوم و شمول اعتراض  
 بلا لحاظ ہیں پیش رسوم کے پیرایہ میں طعن کو آدا فرمایا۔ ایسی باتوں پر اگرچہ ناواقف نازو  
 افتخار کریں۔ لیکن واقف تو ضرور زیر لب تبسم فرمائیں گی۔ یہی ہم اسکا غلط ہونا آپکی ہی مختبر کتاب  
 لکھتی ہیں النافع یوم المحشر فی شرح الباب الاحادی عشرین صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔  
 اعلم ان الفعل ضروری التصور وهو اما ان یکون له وصف زائد علی حدودہ  
 اولاً الثانی کحرکتہ الساہی والا اول ما ان ینفر العقل من ذلک الزائد اولاً واولاً  
 هو البقیہ والثانی وهو الذی لا ینفر العقل منه اما یتساوی فعلہ وترکہ وهو المباح او  
 یتساوی فان ترجح ترکہ فهو اما مع المنع من النقیض فهو الحرام والا فهو المکرہ  
 وان ترجح فعلہ فاما مع المنع من ترکہ فهو الواجب او مع جواز ترکہ فهو المندوب۔  
 لہذا نسخ یہی فعل ضروری تصور ہی پر باتوں میں کہ پہلی ایک ایسا وصف ہوتا ہے جو اسکی حدود پر زائد ہو۔ نہیں۔ دوسرے صورت کی  
 مثال ایسی ہی جیسی غافل شخص کی حرکت اور موت اول میں تو یہ ہوگا کہ عقل اس پر زائد نہ ہو نہ نفرت کریں۔ یا مکرہ۔ اور اول قبیح ہی اور  
 دوم وہ ہی کہ عقل اس سے متنفر نہ ہو۔ سو باتوں کا کرنا اور نہ کرنا مساوی ہوگا اور اسکو مباح کہتی ہیں اور یا سادہ  
 ہوگا۔ پس اگر اسکا ترک راجح ہو تو اسکی نقیض ممنوع ہوگی پس وہ حرام ہے اور جو نہیں وہ مکرہ ہے اور اگر اسکا فعل راجح ہے پس یا تو  
 اسکا ممنوع ہوگا پس وہ واجب۔ یا اسکا ترک جائز ہی پس وہ مستحب ہے۔

اذا تقر هذا فاعلم ان الحسن والقبح يقالان على ثلثة معانٍ الاول كون الشئ صفة  
 كمال كقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجمل قبيح۔ الثاني كون الشئ ملائماً  
 للطبع كالمستلذات او منافياً له كالآلام۔ الثالث كون الحسن ما يستحق على فعله الممدوح  
 عاجلاً والثواب اجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب اجلاً وكلاً  
 في كونها عقليين بالاعتبار الاولين واما بالاعتبار الثالث فاختلف المتكلمون  
 فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يدل على الحسن والقبح بهذا المعنى بل الشرع  
 فالحسن فهو الحسن وما قبح فهو القبيح وقالت المعتزلة والامامية في العقل ما يدل  
 على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك او لا  
 انتهى بقدر الحاجة۔ اس کلام سی جیسا یہ ثابت ہوتا ہی کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہو  
 اس کی طرف یہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور اقرار ہی  
 اس طرح اس کلام سے یہ یہی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے  
 وہ علی العموم باعتبار تینوں معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا متفق ہے گو شرع  
 سے ایسی دست برداری ہے کہ کسی اعتبار سے حسن و قبح میں شریعت کے حکم کو دخل  
 نہیں ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات  
 معانی کے روسی حسن و قبح عقلی ہونے کے ہی قائل ہیں اور جامع بین العقل والشرع ہیں

۱۔ پس جب یہ قرار پایا تو جانا چاہی کہ حسن اور قبح کا محل میں سنون پڑتا ہی ازل ہونا ایک شئ کا صفت  
 کمال جیسا کہ علم حسن یا صفت نقص جیسا کہ جمل قبیح ہر دو میں ہونا کسی شئ کا موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مخالف  
 طبیعت کے جیسا کہ آلام و سوز و درد ہر دو میں ہونا اور ثواب و عذاب۔ اور قبیح و قبح کی کرنے پر مذمت ہو  
 اور عذاب و عتاب ان پہلی دونوں میں عقلی ہونی میں خدات نہیں۔ اور ہم کی نسبت تشکیک و خدات ہر چار پر شاعر کہتی ہیں  
 عقل کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں جو اس طرح حسن و قبح پر دلالت کر سکے بلکہ شرع جس چیز کو حکم حسن و قبح دے وہ قبیح و قبح  
 اور عقلی اور عقلی میں قبیح ہی ہو اور عقلی میں حسن ہی ہو۔ اور شرع حکم یا مذمت دے

اور قائلین بستیج عقل کے اعتبار سے حق شرعی کے قائل نہیں ہیں اور حسب قاعدہ  
مسئلہ خود شرع سے گویا بالکل دست بردار ہیں بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا مافیہ نقیض اذکار سمجھتی ہیں  
پہرہ این ہمہ طرفہ تماشایہ ہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کے پھر بوجہ عقل سے  
بیزار اور دست بردار ہوتے ہیں اور شرع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور نہ اوپر کے ہوتی ہیں  
نہ اوپر کے ہوتے ہیں۔ شیخ علم الہدی امامیہ نے جو مسئلہ تفضیل انبیاء علیہ السلام من لکھا ہے  
اسکی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ مسئلہ۔ فی تفضیل الانبیاء علیہ السلام من لکھا ہے  
علیہم السلام من املاء علم الہدی۔ اعلم انہ لا طریق من جہتہ  
العلم والعقل علی القطع بفضل مکلف علی اخر لان الفضل المرامی فی  
هذا الباب هو زیادۃ استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفۃ مقادیر الثواب  
من طواہر فعل الطاعات وان الطاعتین قد تساویان فی ظاہر الاھروان  
زاد ثواب واحد علی الاخر زیادۃ عظیمہ واذا لم یکن للعقل فی ذلك مجال  
فالرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلك علی شئ عول علیہ  
والا لکان الواجب التوقف والشک۔ اسمیں علم الہدی نے صاف طور پر دیا  
کہ عقلا طاعات کے ظاہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہیں ہو سکتی  
تو لا محالہ سوای حکم شرع اور سنی دریافت کی کوئی سبیل نہیں حالانکہ یہ حکم آپ کے عقل کے خلاف  
اس مسئلہ فضیلت انبیاء کی ملائکہ پر حسب تحریر علم الہدی کے۔ جاننا چاہیے کہ علم عقل کے روی ایک مکلف کی  
فضیلت دوسرے مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہیں ہے کیونکہ فضیلت اس موقع پر ہر دو  
استحقاق ثواب کا زیادہ ہوتا ہے اور طاعات کی ہری پرتیاسر کتاب کی مقدار شناخت کرنیکی کوئی سبیل نہیں ہے۔ بعض  
اوقات دو طاعتیں ہر کے مساوی ہوتی ہیں اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کا ثواب سے کہیں بڑھ کر ہو  
اور جب اس معاملہ میں عقل کو دخل نہیں تو ہستماع (شرع) کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے جس اگر سماع سے یہ معاملہ قطعی ہے  
اس طرح معلوم ہو چکا کہ اوپر غنا کیس جائیگا۔ روزہ توقف اور شک واجب ہو گا۔

لیجی شریعہ کی دان دست برداری تھی عقل سے بیان بنیاری ہے تو ایسی نہ ترقی کو  
 جو عقل و شرع دونوں سے دست بردار ہو آپ ہی فرماتین کہ کیا فرماتین گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے  
 اور اسی کچھ انحصار نہیں اس قسم کے بہت سی افادات ہیں قال الفاضل المحیب  
 قولہ - مناظرہ فریقین کے کتابین موجود ہیں جس کا دل چاہی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر  
 انصاف دیکھ لیوی۔ اقول۔ واقع میں اپنی دیدہ بصیرت کہو لکن نظر انصاف دیکھنا  
 تو درکنار بطر سیری ہی ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ہرگز ایسا فرمایا۔ یقول العبد الفقیر  
 الی مولانا شہد منقذی اگر نظر سیری کی طرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپ کو مفید نہیں  
 کیونکہ بسا اوقات آدمی نظر سیری میں حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتا ہے اور اگر  
 منظر تامل اور نظر سیری دونوں کی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب۔ کاش جیسی ہم  
 موت خیالی کے نفی کو علت فرمانے کی تشریح اگر رویت کو علت گذارش ضرور فرماتے  
 تو کس قدر موزون اور قرین انصاف تھا۔ منبہ نے علاوہ اور کتابوں کے تشبیہ المطالع کو بطور  
 عاریت چند روزہ دستیاب ہوئی تھی نظر تامل دیکھا اور نیز ایک جلد عبقیات میں سے مطالعہ  
 کیا پس اس کی کیفیت کیا عرض کردن اگر کچھ کہوں تو ڈرتا ہوں کہ مبادا آپ اپنی مصنفین و مصنفات  
 کی اانت تحقیر استنباط فرمائیں اور منبہ کو بد تہذیبی کے ساتھ مطعون کریں بہتر یہ ہے  
 کہ چپ رہوں اور آپ میری اس سکوت سے یہ سمجھ کر دل خوش کر لیجیگا کہ ہماری کتابیں  
 محسنت ہیں۔ لیکن ان بقول شخصی سلی راجحہم بنون باید دید۔ اونکو آپ کی آنکھوں سے  
 نہیں دیکھا ورنہ جب سہلہ ہو کہہ بلفظ ہرگز ضرور صادق آتا۔ **شعر** وعین الرضا  
 من کل عیب کليلة \* ولکن عین السخط تمدی المساویا \* قن لا تعجب  
 کہ برسوں سے تحفہ کی جواب چیکر شائع ہو گئے۔ منتهی الکلام کا جواب ادنیٰ مصنف  
 کی ہی زمانہ حیات میں شائع ہوا کسی اہلسنت کے عالم بلکہ خود طحاوی منتهی الکلام کی بیہ حیا  
 لہ اور ضامنہ کی آنکھ عریب (دیکھنی سے) ضعیف ہے۔ لیکن عدوت کی آنکھ بڑیا میان میں ہر کرتی ہے ۱۲۔

و ہمت نہونی کہ جواب لکھتا تھا کہ کی اجوبہ اور مقتضای الامام کا جواب تو ایک طرف ہوتا ہے  
 آیات بنیات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اس کا مولف زندہ و سالم ہے اذکی یا انکی  
 کسی ہم مذہب کی طاقت نہیں کہ جواب کی جرات کرے یا نہ یہ پیرایا لکھنا حضرت  
 مجیب کا ہی کام ہے اقول یہ محض حضرت کی وہی سن ترانیاں میں جنگی نسبت  
 پیشتر گذارش کر چکا ہوں در نہ حضرت کی ہلاکت کو تو کہی یہ جرات و ہمت نہوی کہ مقابلہ  
 اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سز نکالیں اذکا تو یہ حال تھا کہ ذرا ذرا ہی حدیث کے  
 جواب میں اذکر دل درجہ کا نپتی تھے مستلای حیرت و تشویش ہوتے تھے کف  
 افسوس ملتے تھے پتھروسی اپنا سر ہوڑنے کو تیار ہوتے تھے منشی سبحان علی صاحب کا  
 خط بنام مولوی نور الدین صاحب جو رسالہ الکاتبین میں درج ہے اور اس کا خلاصہ  
 و انتخاب آیات بنیات میں ہی نقل کیا ہے اسکی عبارت ملقطاً عرض کرتا ہوں خطا و لغو  
 اور سوچی کہ ایسی اکابر شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر  
 ظاہر کجاتے تھے ایسی تھے اور بندہ خیال کرتا ہی کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کو اپنی آنکھوں  
 کچھ ہی نہ سمجھتی ہو گئی تو اس پر قیاس کر لینا چاہی کہ آپ کی دلی حالت بروی عقل و انصاف  
 اہل سنت کے مقابلہ میں کیسی کچھ ہوگی منشی سبحان علی خان اپنی اس خط میں جو بنام مولوی  
 نور الدین صاحب کے لکھا ہے لکھتی ہیں چنانچہ المی بے پایان از بودن سند حدیث اصحی  
 کا مجموعہ در طرق شیعہ از تحریر خدام دریافتہ برداشتہ ام برائی خدا زود رفتی گردد کہ چگونہ  
 و چنان سند پیدا کردہ و ہر گاہ سند چنین احادیث اور طرق شیعہ یافتہ باز سر  
 بکدام سنگ توان زد۔ بجواب اسکی جو کچھ مولوی نور الدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل  
 ملاحظہ ہو وہ تحریر فرماتے ہیں۔ حیرانی و تشویش سامی از بہر سیدن سند حدیث  
 بخوم کہ ماصب را اتفاق افتادہ بجائی خود است۔ پیر اسکی کچھ بعد تحریر فرماتے ہیں  
 و بندہ را حیرتی کہ در خصوص ابن امرست نہ از آن جهت کہ امر باقتدا و فلان و فلان لازم می آید

بلکہ حیرت ازان بہت کہ بعد از احالہ است بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و عترت ارشاد  
 این سنی کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و حذیفہ و مقداد و ابن مسعود بخوم ہدایت اندہر کہ  
 افتد کنید راہ دین و نجات خواہید یافت و مہندی خواہید شد چہ محل ہستہ باشد و مزید  
 حیرت آنکہ بعضی از مسلمان می گویند کہ مراد اہل بیت اند و دین معنی بہ بعضی از اخبار و آثار  
 کہ خلاف انرا شیخ ابن بابویہ غالباً در مدایہ نقل کردہ تثبیت دارند و دین صورت قطع نظر ازین  
 مخالف نہ کہ در حدیث اول ہم معارضن میشود والا باید کہ بزرگان قائل شوند باینکہ معاذ اللہ حال  
 اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ احداث در دشت فرستند و بعضی بر حال خویش  
 راسخ مانند دلم نقل بہ احد۔ الے قولہ۔ لہذا حیرت بندہ دین باب نسبت بحیرت جناب  
 مضاعت خواہد بود سخت حیرت ہمارم کہ گھامی دست را با ہم می سایم ارتقا و قلب جگر خدام بر جا  
 خودست بمقتضای بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین درد دینی ست۔ انتہی۔ پس اس سے  
 آپکی فہم اور اوصاف کا حال بخوبی واضح ہے اور نیز جب آپ محض فارسی خوان ہیں تو آپکو  
 علمی ایجابات علماسی کیا تعلق اور آپکا قول اسباب میں بروی اعتراف سامی عندہ  
 کیا وقعت رکھ سکتا ہے غایتہ مافی الباب جو کچھ اس باب میں آپ فرماتے ہیں محض  
 سنی سنائی باتیں ہونگی تو وہ بمقابلہ معانیہ کے کیونکہ قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ پس اصل  
 یہ ہے کہ وہ جواب ہی اس لائق نہیں کہ علما اور کچھ جواب کی طرف التفات فرمائیں  
 قل لہ اگر حضرت اہل سنت ان کتابوں کا ملاحظہ فرماتے تو یہ یک ممکن تھا کہ وہی باتیں  
 جو تحفہ میں مذکور ہیں اور انکی جواب نہایت متانت سے نہ سکت حضم تحریر ہو چکے ہیں  
 بدون انکی رد کی چوٹے چوٹے دودیا تین تین خردیا کم و بیش کے رسا تحفہ میں سے مٹا  
 کر کے شایع کرتے جیسا کہ یہ یہ شیعہ و بدعتیہ دوائے وغیرہ خطرات نے کیا ہی اقول  
 یہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سے نہ سکت حضم ہونا محض خیال سامی  
 واقع میں نہ اون میں متانت ہو نہ اولی اسکا حضم حاصل ہے بلکہ نے نفس الامر

شصت ہی نہیں۔ اب اسکو آپ ملاحظہ فرمائیجئے کہ مذہب نے ہی تو جواب سوال کا  
 آپکی گمان کو موافق تحفہ سے ہی حاصل کر کے کچھ لکھا تھا پہر اسکی تردید میں جناب نے ہی  
 نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات میں اور مضامین کے جواب میں درج ہے پس خود آپ  
 لکھ دیتے تو عقل و انصاف سے دیکھ ہی کیا اسکا نام متانت اور اسکا تھضم ہی۔ مثلاً  
 الزام تحریف کے جواب میں آپ ہی تحفہ کے جوابوں کی نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کی  
 روایات سے ہی تحریف قرآن ثابت ہے اور روایات اس قسم کی لکھتی ہیں کہ ان کا  
 مقصد یہ ہے کہ ہمارے عقائد علی بن ابی القیس تمام مضامین کا یہ ہے حال ہے جناب اسکا نام جواب  
 مستین ہو سکتا ہے نہیں بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چھوڑانا کہتی ہیں۔ باقی راہ  
 یہ جواب فرماتے ہیں کہ چوٹے چوٹے رسالی لکھتی ہیں۔ اور جوابات تحفہ کی تردید میں  
 لکھتی۔ پس اسکا جواب پہلے معروض ہو چکا ہے کہ علماء اہل سنت امر مفروغ عنہ کی طرف  
 بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہیں ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اسکی طرف توجہ  
 فرماتے ہیں۔ جب کہ یہی علماء شیعہ وہی اپنے پرانی اعتراضات جو تہذیباً اور علمی  
 نقل کرتے چل آتے ہیں علماء اہل سنت کی پاس بھیجتے ہیں یا صنف اہل سنت کی کسی  
 فخر یا اغوا پیش کرتے ہیں اور وہ اور ان اعتراضات کے جواب کے لئے اپنی علم کا کھنڈ  
 رجوع کرتے ہیں تو اسوقت علماء اہل سنت بقدر تردید و ابطال اعتراضات الزام تحقیقاً  
 تحریر فرماتے ہیں جو کمال البصر انصاف پسند ان دوزگار ہوتا ہے۔ ہاں اگر جوابات تحفہ کا  
 مسکت تھضم ہونا اس اعتبار سے کہ آپ فرماتے ہیں کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب میں  
 کہ ان میں مضامین انصاف آمیز حق سے عاری اور انصاف سے خالی اور تقریرات باطلہ و عیبار  
 لاطالہ نہ کو رہیں اور اس وجہ سے مخالفین کو مسکت ہیں اور ضرورت جواب نہیں تو مسلمین  
 آپکو کچھ مفید نہیں اور اگر اس اعتبار سے کہ مسکت تھضم میں کہ ان میں ایسی مضامین عالیہ حق  
 صحیحہ مذہب میں کہ ان میں نہ جائز انگشت نہاد نہ ہوتے رہی ہے اور گفت و شنید

اور تحفہ کو کسی استدل کو ہر ایک مجیبے سالم بانی نہیں چوڑا تو غلط ہی کیونکہ اول جواب تحفہ کا جو نام نہ لکھا گیا ہے جب ہی نہایت متین اور مسکت حضم اور غایت درجہ شداد و رشاد و جہنوا دستیفہ کو متضمن ہے چنانچہ ہماری حضرت مجیب ہی فخر اوسمین سے نقل کرتے ہیں جسکی کیفیت اپنی موقع پر صریح کی جاے گی پھر اسکی بعد اس تطویل کی کیا حاجت تھی جو متاخرین شیعوں نے بعض بعض ابواب کے برعکس خود جواب تحریر فرما کر شائع فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو اپنی مطلب میں کافی نہیں تھا پھر صاحب عقبات نے تو اور بھی رسمی جواب سابقہ کی وقت کہودی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب سے شعیان پاک کو قیامت تک ہی ہستکاری ممکن نہیں ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی و عجز واضح کرتا ہے پس آپکا اون جواب نہ پرناز فرمانا سہر خلاف انصاف ہے اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جکتا ہے کہ تحفہ کس رتبہ کی کتاب ہے اور اسکی مضامین کس قدر متین اور مسکت خصم میں۔ قولہ اور حضرت مجیب کو دعویٰ اور حوصلہ ہے تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرما دین آیات میں کی جواب کا ہی جواب لکھیں تحفہ الاشعریہ جواب بدیہ شیعوں کے شائع ہوا ہے اور اسکی جواب جواب کی طرف متوجہ ہوں اور نہیں تو ایک چوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہے اور اسکا ہی جواب لکھیں مگر حجب مناظرہ کی کتاب میں ہی نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ اقول جناب میر صاحب تاحی معاف چونکہ ابتدا میں تمیز سے کتب مناظرہ ہی آپ نے دیکھی ہیں اسی تحفہات کا طبع ملا ہے اسکیلہ ہر ایک کا علاج کتب مذہبی دیکھ کر معجون انصاف و جوارش تحقیق حق سے فرمائی مبنی اس تخیل کا محض کبر و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو آپکی اسلاف مثل شیخ مفید و شیخ صدوق وغیرہ کے رسائل و کتب ہی نہیں ہیں بلکہ تخیل الجواب لکھا عسیر الجواب ہی نہیں ان بزرگوں کے بعض رسائل و کتب موجود ہیں جنکی بحول اللہ تقالے آٹا تردید ہو سکتی ہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ ہمارا اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اسطرح خوارج کو کہی کسی شمار میں نہیں سمجھا

اور ہمیشہ بے حقیقت اور لاشی محض سمجھے رہی یہی وجہ ہے کہ کتب مذہب فقہ ہول و غیرہ  
جب خلافیات مسائل ذکر کیں جاتے ہیں آپ صاحبزادہ کا کوئی نام تک ہی نہیں لیتا  
الاندراۃ و شذوذاً۔ اور آپ کی لمبی ہمارا مقابلہ اور ہمارا جواب دنیا سرمایہ ناز و مفت رہے چنانچہ  
آپ کی تمام کتب مذہبی اس دعویٰ کے شاہد ہیں چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر آپ کی کتاب شذوذ  
و ندرۃ ترک کرتی ہیں ظاہر ہے کہ مقصود بالبحث والاعتنا وہی مذہب سمجھا جاتا ہے جو کہ ہمیں  
کچھ وقت ہو جب ہم آپ کو اور آپ کی مذہب کو کچھ سمجھتی رہیں تو اس کی ابطال میں اس طرح  
کیونکہ منہک ہونگی جس سے اس کی طرف عہت نہا اور اہتمام ثابت ہو جائے بوقت ضرورت  
یا جس موقع میں عوام کی گمراہی کا خوف ہو جائے تب تب کچھ لکھ دینگے ہمارے مذہب کے ساتھ تعالیٰ  
اصولاً و فروغاً غبار نقص عیب سر پاک و صاف ہے اور مخالفین کے ہر ایک کے توقع منقطع ہے  
اس فعل عیث کی طرف کیونکہ متوجہ ہوں علماء ازین آج کل مذہبستان میں بہت مذہب  
اسلام کے مخالف مثل نصاریٰ و ہنود و آریہ و برہمن و غیرہ رائج ہیں اور روزانہ ان کی تحریروں  
چھٹی اور شائع ہوتی ہیں جو اصول اسلام کے مخالف اور ہر حملہ آور ہوتی ہیں اور اصل اسلام  
میں ہی کوئے ان کی جواب کی طرف تسلیم ہی نہیں اڑھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک  
یہ دلیل عجز و بیچارگی ہو سکتی ہے چیرت ہی سے پوچھتا ہوں کہ جس قدر تحریروں ہنود و نصاریٰ  
کی مثلاً مخالف اسلام شائع ہو چکی ہیں کیا علماء شیونے ان سب کا جواب لکھا ہے  
تو کیا اس کو دلیل عجز و بیچارگی بقصور فرمائیں گے حاشا و کلا پس عدم تحریر جواب کو  
رہیں عجز و بیچارگی سمجھنا خطا ہے۔ قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوت  
فرماتے ہیں اور جن کو اعجاز کے مرتبہ میں سخیل احباب بقصور فرماتے ہیں اگر اس اعجاز کی  
یہ وجہ ہے کہ ہم سے ان کی فحش اور پیکر اور گالیوں کا تنہا ممکن ہی تو مسلم اہل عیسائیت سے  
بیشک شکست خضم میں اور اگر باعتبار مسلم ہمنامین کے اور دلائل مثبتہ اصول مذہب  
کی پختگی کے اعتبار سے فرماتے ہیں تو آپ ان دلائل کا انتخاب فرما کر یہی دعویٰ نہیں

کہ ستمیل الحجاب اور سکت خضم میں یا نہیں۔ رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی کیفیت  
 کا الزام کیفہ صحیح ہے کہ مجھ کو تو ابتداء میں شدہ سہ اسکا شوق نہیں ہوا اور نہ کہی سمیں ہماک  
 رہا بہتہ آپ صاحبوں کی چہر چہاڑ کے بدولت نے اس مسئلہ اس طرف توجہ ہوئی حضرات  
 کی اصول سے بے وقفیت حاصل کی۔ اور کتب مناظرہ کی قدر و قیمتیں۔ چنانچہ اسکی کیفیت  
 مطاوی ابحاث میں منکشف ہو جائیگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ہماری حضرت محبہ  
 کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا  
 جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور انکو  
 بشارتیں دین سودینی فائدہ تو یوں برباد ہوا بہتہ اگر کچھ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ  
 نہیں لیکن وہ اہل دیانت کو نزدیک بوجہ نفع دینی قابل اعتبار نہیں پھر معلوم  
 نہیں کہ آپر اتنا ناز و افتخار کیوں ہے۔ **قال النفاضل محبہ** قولہ۔ توجبات سائل کے  
 اس لئے نہ جدید اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ واقعی تحقیق حق  
 نہ نظر ہے اگر یہ ہی تو چشم مار روشن دل شاد و دوسری یہ کہ عوام اہل سنت کے لیے محض ترویج  
 و تسویل ہے ہر کیف جو کچھ ہی وہ اپنی کہلا جاتا ہے ہر ایک بوقت صبح شود بچو  
 روز معلومت کہ باکہ باخندہ عشق در شب دیکھو رہا اقول۔ حضرت یہ طرز جدید نہیں  
 وہی تہیم طرز ہے کہ جسکا جواب آپر علمائے برعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ براہین  
 ہو سکی۔ چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان میں ثابت قدم رہیں گی تو آپ پر بھی بخوبی  
 روشن ہو جائیگا۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه** اہل سنت کا عہدہ  
 نہونا تحریرات منشی سبحان علیخان صاحب و مولوی نور الدین صاحب سے بخوبی واضح  
 ہی اور نیز کچھ تحریر ہی گویا خلاصہ مضامین سلف کا ہے اسکی جواب سی ہی انشاء اللہ تھا  
 بخوبی واضح ہو جائیگا کہ فریقین میں کونسا فریق دوسری کے جواب سے نفی  
 عہدہ براہین ہو سکتا اور کیقدر اس تحریر کے ابحاث سابقہ سے واضح ہو ہی چکا ہے

ہر مہم نہیں کہ اسی فضل و کمال کے پیروسی پر یہ دہکے ہیں کہ اگر آپ اس میں  
 نشانہ نہیں ثابت قدم رہی تو آپ پر ہی بخوبی روشن ہو جائیگا یا کوئی دم و پسین  
 کسی خاص وقت کے لیے محفوظ رکھ چوڑا ہے۔ اہل الصاف ذرا غور فرمائیں یہ تو  
 ظاہر ہی کہ سدا ماست مع اپنی شرائط و توابع و لواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل  
 اصول ہیں بل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہی اور اہل سنت اس کو اصلی عقائد  
 نہیں کہتی بلکہ یہ انقیاس اور کلی شرائط وغیرہ میں گفت گوئی کہ شیعہ ان کو واجب الایمان  
 اعتقاد کرتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک ان کا کچھ ثبوت نہیں۔ توحید اور نبوت  
 باہم متفق علیہ معا و آخر وی جس کو قیامت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں وہ بھی متفق علیہ  
 آمدہ اور ان کی اہل حقیقی یا زعمی شیعہ کا دار دنیا میں ہر رجوع فرمانا جس کو حجت اور قیامت  
 صغریٰ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہے اور  
 اہل سنت کو نزدیک نہیں۔ پس اس صورت میں اہل سنت کا جو اعتراض ہے وہ اصول  
 مذہب تشیع پر ہے اور اس کا بیخ کن ہے کیونکہ اہل سنت اور اصول میں کسی جگہ صرف علماء  
 شیعہ مدعی ہیں جس پر اعتراض کریں گے وہ اعتراض اصول مذہب شیعہ کو صدمہ بیان ہوگا  
 اور اہل تشیع اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہیں کر سکتی کیونکہ توحید و نبوت  
 و معا و متفق علیہ اور ماست خود فروع میں محدود ہے تو علماء شیعہ اہل سنت کے  
 اصول مذہب سے کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدمہ نہیں پہنچا سکتی۔ ان غایت  
 سی غایت باعتبار اصول مذہب یہ اعتراض کر سکتی ہیں کہ اہل سنت بعض اصول  
 اعتقادات کو منکر ہیں خیرہ دار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت میں اس امر کے  
 اثبات کا عہدہ ہی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی عقاد می ہونا  
 ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کریں جو اثبات مسائل صلیہ اعتقاد یہ کے لیے کافی  
 ہوں اور حقدور و شوری مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہیں ہوتے

پہر اسکی معارضہ میں اہلسنت کہتی ہیں کہ آپ نے اون امور کو جنکا دلائل قطعیہ سے  
 اصلی عقاد ہی ہونا پابہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اصلی و عقاد ہی عقاد کہہ کیا ہی اور  
 عقاد ہی کا انکار مذموم ہی غیر عقاد ہی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا ہی مذموم ہوگا  
 تو اس تمام گزارش سے جو اجمالاً عرض کے ہر اہل فہم والی حضرات سمجھ سکتی ہیں کہ ہم میں  
 کوئی تفریق عہدہ پر نہیں ہو سکتا اور کس قدر تفریق کو دوسرے کو مقابلہ میں دشواری  
 پیش آرہی ہے تو یہ یہ سرد و احتمال بجائی خود نہیں خدا نخواستہ مجھ کو اپنی عقیدہ  
 میں کسی طرح کا شک و ریب نہیں میں بخ اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے  
 حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے اور یہ محض دعویٰ سانی ہی نہیں  
 بلکہ بفضلہ تعالیٰ ثابت ہی کر سکتا ہوں یا یہہہ بفرض محال مثل شریک باری اگر کسی خدا  
 حق ثابت ہو تو اسکی تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں۔ اقول سبحان شہیدان تو  
 ہماری حضرت محبوب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیہر شور شوری یا وہ بے نکی۔ یا تو  
 یہ ارشاد تھا کہ میں محض فارسی خوان ہوں اور لفظ مولوی کی اطلاق کو ہی سخریہ دستہ  
 سمجھتا ہوں۔ یا یہ کہ اپنی مذہب کی حقیقت میں حق الیقین کا مرتبہ ہیانتک حاصل  
 کر لیا ہے کہ اسکا حق الیقین ہونا اپنی خصم پر ہی محقق و ثابت کر سکتی ہیں۔ پہر اس فضل  
 و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ اپنی تہم لیں اور آپ پر فدا ہوں تو انکا فخر ہے۔ اور  
 ائمہ شیعین اور فخر الاولین و آخرین کے لقب سے لقب کریں تو انکو زیبا ہے۔ اب اس سے  
 خیال فرمایا جی کہ بندہ نے جو سابقاً عرض کیا تھا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا  
 جس پر آپ جیلا اوٹھی وہ کچھ عجیب نہ تھا مگر میں حیران ہوں کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتھ  
 جیہ اپنے قید لگائی ہے (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہیں کیا  
 مرتبہ حق الیقین میں ہیجاغت بار علم اور عقل اس شخص کے تخلیک ہونے سے اس سے  
 اہل خرد بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ آپ محض تخیلات و وہیات کو مرتبہ حق الیقین میں

سمجھتی ہیں یا دانتی ہیں جن کو حق یقین کہہ سکتی ہیں اور ظاہری کہ حصول مرتبہ حق یقین بطریق کشف  
یا الہام یا تحدیث یا تخریق و طاق و غبت کو تو نہ ہوگا۔ کیونکہ نہ یہ طریق یقین ہیں اور نہ اپنی خصم پر یہ عا کا  
اثبات ممکن اور نیزہ آپوان کی کسی خبر صادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور علاوہ انکی اور  
کوئی طریق علم یقین کا ایسا حال نہیں ہوا جو مقرر یقین کو ہو جس ناسکی کہ یہ مرتبہ حق یقین کا جو اپنی  
اصول اور قواعد حاصل کیا یہی بعد مستیفا اولہ تفصیلیہ کے اور نیزہ دستہ لال سے اور بعد جتوار ماہ توقف علیہ  
الاولہ اور اوسنی کما حد ما ہر سو کر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلید اس مرتبہ کا حصول ممکن نہیں  
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ علوم الہیہ کے جانی پر موقوف ہیں اور نیزہ اس پر موقوف ہیں  
کہ کتاب اللہ کو بسلاسل سند متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو  
اور نیزہ احادیث کو باسانید صحیحہ یا دیگر حالات رجال سے آگہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب  
سنت کی اور امر و نہوا ہی عام و خاص و مؤل و مشترک و حقیقت مجاز و ناسخ و منسوخ وغیرہ  
کا واقف ہو و اصل صحیحہ جامعہ اسکی پاس موجود ہوں اور اون کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد  
اسماع بھی محفوظ ہوں جب یہ امور حاصل ہونگی تو بطریق نظر دستہ لال یقین یاطین  
مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ محض فارسی خوان ہوں نہ کتاب اللہ  
کی سمجھ ہی سپرد اور مدار اصول عقائد کا ہی بلکہ کتاب اللہ منقول متواتر تحریف سے  
محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہیں ہے اور جو موجود ہی وہ نہ بتواتر شیعان ہوتا  
ہے اور نہ حسب اعتقاد محدثین و مفسرین شیوہ تحریف سے خالی بلکہ بتواتر تحریف ہونا اور سکاڑا ہونا  
سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب اللہ موجود متواتر غیر تحریف سے تو اون  
اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتویٰ دین گے جنہوں نے بڑی شد و مد سے اسکو  
تحریف ثابت کیا ہے چنانچہ بحث تحریف میں مفصل اسکا ذکر آئیگا اور یہ آپ جانتی ہیں  
کہ تلمذ یہ کتاب اللہ اور انکار متواتر کیا ہے۔ اور نہ حدیث سے آشنا ہی ہیں اور ان کے  
سمجھنی میں دوسرے کی محتاج ہیں کہ وہ ترجمہ عبارت کریں اور آپ سمجھیں خواہ غلط

ترجمہ کریں یا صحیح سلاوہ ازین علوم الہی کی ہی تقریباً ایسی ہی حالت ہوگی صرف و نحو  
 بخبری معانے و بیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت میں تو آپ کو صحت مدب  
 میں مرتبہ علم الیقین کا ہی حاصل نہیں ہو سکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق الیقین کا جو  
 بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ پیر کیف اگر دعویٰ محض فارسی خوانی کے نہ دروغ ہو  
 اور یہ سب مبادی مذکورہ آپ کو مستحضر ہوں تو غایتی سہولت آپ کو صحت مسائل میں علم الیقین کا  
 مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہد ہی لیکن آپ مدعی حصول مرتبہ حق الیقین میں جو اعلیٰ ترین  
 مراتب سے ہی اور محسوسات و بدہیات اولیہ سی ہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور  
 انبیاء و صدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعویٰ  
 بنوت یا امامت مکنون خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی  
 حصول کا محال تھا اس سے زیادہ اجتماع کذب و حصول مرتبہ حق الیقین ممتنع ہی  
 پس میں تحریر میں حضرت یازمین پر ہی یا آسمان پر جا بیٹھی شاید فارسی خوانی  
 اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ میں الزام کہا جائیں تو کچھ بیت ندامت و بدگیا  
 نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہی شہور ہو کہ ایک فارسی خوان تھا کیا ہوا جو الزام کہا گیا  
 عرض اگر اس شخص کو یہ خیال کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہو  
 بلکہ اس شخص کی آپ کی طرف منسوب ہونی میں ہی شک ہوتا ہی اور یہی کچھ نہیں تو  
 دوسرے کی امداد ضرور ہوگی اور اگر ادعا کسی حق الیقین کو دیکھ جاوی تو قطع نظر اس سے  
 کہ اس دعویٰ کو یہ آپ کی تحریر زبان حال سے کذب ہی محض فارسی خوانی  
 غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہاں تک اس تحریر میں بغور و تامل نظر کرتے ہیں کہ میں اس  
 عظیم القدر دعویٰ کا ثبوت نہیں دیکھتی بلکہ بحث سے اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہے چنانچہ  
 بعض مکنا میں سے جوابات سابقہ کی ضمن میں مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہے اور بجائے تائید سے  
 بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید و تغلیط سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو تحقیق حق ہرگز

مد نظر نہیں ہے کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہے و نیز سلاوہ ازین آخری فقرہ متضمن تعلیق  
 بالحق انہی علوم باہر ہر بغرض محال سے آخر تک اس میں عا کو آشکارا طور پر ثابت کر رہا ہے ہر معلوم  
 نہیں کہ انصاف و تحقیق حق کا حکم بصدق قولہ تعالیٰ انا مرون بالبرہد سیر کی ہی لینی ہے  
 باہر ہر عبارت آئندہ میں احتمال کثیف کو تسلیم کر لیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت  
 کی ہدایت سمونا اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزدیر و تسویل سے  
 یہ ہی تھی پس انکار احتمالین اس مناظرہ دانے پر تعجب انگیزی قولہ اور تزدیر و تسویل سے  
 مجھ کو کیا حاصل۔ مولوی میں نہیں سجد کا داعط میں نہیں مذہبی خدمت سے معاش میں  
 حاصل نہیں کرتا مرجع خلائق میں نہیں کہ خواہ مخواہ دوکان جمانی کے لیے اسی باتیں  
 ردن پہر لوگوں کو فریب میں پھسانے سے محجب کہ کیا طاہری فائدہ ہوگا اقول معلوم  
 نہیں حضرت نے ان اشارات و کنایات کا مورد اپنی ذہن عالی میں کسکو قرار دیا ہے اور  
 یہ توضیحات کس کی طرف راجع ہیں۔ اگرچہ بادی النظر میں علوم ہوتا ہے کہ حضرت نے  
 اپنی علما و اکابر مقتدایان مذہب مجتہدین شیعہ کو تو کا ہی کو مراد کہا ہوگا بندہ عاجز یا  
 اسکی دوسری ہم مذہب مراد ہونگی لیکن بغرض تسلیم اگر ان توضیحات کا اطلاق ہمہ میں وہی  
 ہو سینگا تو حضرات مجتہدین شیعہ جنہیں یہ سب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہیں  
 ان توضیحات کو ساتھ اولے واجب ہونگی بیت شادم کہ از رفقیان دہن کشان گشتی  
 گوشت خاک با ہم بر باد رفتہ باشد + قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب ہی تو بر نعم خود  
 درجہ اجتہاد حاصل کر چکے ہیں تو اور مرجع خلائق بنی۔ اور دوکان جمانی کے لیے کیا سیر  
 سینک نکلتی ہیں مذہبی خدمات سے معاش یوں ہی پیدا کیجئے ہی۔ قبلہ و عقبہ نبی  
 کی دیر تھی کسب کچھ موجود۔ مخالفین سے مناظرہ کر کے شہرت پیدا کی ہو فتنہ کو  
 فتویٰ دی کی نائیہ ادعائی اجتہاد فرمایا پر مجتہدین بیٹی پر کیا تھا چراغ روشن  
 مراد حاصل۔ اجماع حضرت آج ہی کیا تھا اس کشت کا ثمرہ آئندہ دکھینگا۔ خدا خواہ



قال لا تخصموا الناس فان الناس لو سطا عوا ان يحبونا لاجبونا ان الله اخذ  
 ميثاق شيعتنا يوم اخذ ميثاق النبيين فلا يزيد فيهم احدا ابدا ولا ينقص منهم  
 احدا ابدا۔ ابی عن صفوان وفضالة عن داود بن فرقد قال کان ابی یقول  
 مالکم ولد عام الناس انه لا یدخل فی هذا الامر الا من كتب الله له ان یدخل  
 صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس غرض سے جہاں تک لوگ اپنی مذہب سے پیر کر شیعہ بن جائیں منہ غنی  
 اور ناجائز ہی پس اس سے آپ خیال فرمایا یعنی کہ اپنے جوانی غرض اس سبب سے چڑھائی ہی  
 وہ کس قدر بڑی ہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز سابقا بر وایات معتبرہ ثابت  
 ہو چکا ہی کہ ظہور امام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مستمر ہی تو یہ نہی ائمہ گذشتہ کی نما  
 امامت پر ہی منحصر نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اگر سباحتہ و گفتگو سے آپ کی غرض  
 اصلی یہ ہی تھی تو اول غلطی یہ کہا لی کہ اپنے اپنی آپ کو محض فارسی خوان ظاہر کیا  
 کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ جسکو علوم کتاب و سنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان ہی  
 وہ کیونکر طالب عالیہ کتاب و سنت کی طرف دوسرے کو ہدایت کر سکتا ہی بلکہ وہ مصداق  
 اس مصرعہ کا ہی۔ ع او خوشیتن گمست کر امیری کند بمعنی اگر لفظ ہدایت سے ہدایت نہ ہو  
 مراد ہی توحید قول ع برعکس نہ ہد نام رنگی کا فورہ نتیجہ ہی ہم صندہ اور اگر ہدایت  
 واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہ حضرت کا کام نہیں۔ حق تعالیٰ شانہ  
 اپنی فضل و کرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بخوم  
 ہدایت فرما کر حقیقی و نفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط و مستحکم فرما رکھا ہے

۱۵ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سرمدی ہی فرمایا لوگوں سے بحث و مباحثہ نہ کرو کیونکہ اگر تم لوگ دست برد  
 تو بیشک دست کہتی اللہ تعالیٰ نہ جہن انبیا سے ہدایا تمہاری شیونہی ہی عہد لیا تھا اب دشمن نہ کوئی زیادہ  
 ہو سکتا ہر ذرہ کوئی کم ہو سکتا ہی ۱۶ میرا پ کہا تھا تمہیں لوگوں کو اپنی دین کی طرف بلانی کیا تعلق کیونکہ  
 اس دین میں کوئی شخص مراد اسکی جا کو خانے لکھ دیا ہی داخل نہیں ہو سکتا۔ ۱۷۔

کہ تشکیک مشکک سے تذبذب محال ہے۔ بحمد اللہ الہی بدانا ہذا دما کنا لنہندی  
 لولا ان بدانا اللہ ولہ الحمد فی الاولی والآخرہ قولہ شعرو حضرت نے لکھا ہے شیخی  
 طبع پر وال ہے اسکا جواب کیا لکھیں مگر بات یہ ہے کہ ہماری محیب عالم فاضلین  
 اور اہل علم کی نظر آتا ہے ہوتی ہے دورانہ لیشی فرما کر اپنے نفس نفیس سی ہی مخاطب ہیں  
 اقول سبحان اللہ ابھی تو میں آپ کی نزدیک گناہ تھا ابھی عالم فاضل ہو گیا۔ خیر  
 اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمایا گا تو واضح ہو جائیگا کہ اس شعر میں  
 آپ کا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار کو  
 دریافت فرمایا جائیگا۔ اس سے زیادہ اور کیا عرض کریں قولہ چشم مارو شن دل ماشاد  
 تحریر فرمانا درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپ کا دل شاد و چشم روشن  
 ہوتی تو شروع ہی میں یہ سخت کلامی فرماتے بلکہ نہایت نرمی و ملامت و اخلاق کر  
 پیش آتے اقول کیسے سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعویضات  
 مقابلہ میں کی گئی ہر دہس۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندھتی تو بندہ سے ہی کوئی  
 کلمہ ثقیل نہ سنتی۔ معہذا مخالفین کے مقابلہ میں ہر جگہ نرمی و ملامت و اخلاق اپنی  
 چشم روشن و دل شاد ہونے کو مستلزم نہیں ہے بلکہ بعض مواقع میں غلطت و شدت  
 محمود ہوتی ہے تو یہ تفریع غلط ہے۔ ان اگر بجای اسکی یہ فرماتے کہ ہم کو تحقیق حق  
 نظر نہیں ہے (چنانچہ ابھی صاف انکار کر چکے تھے) تو چشم مارو شن دل ماشاد فرمانا درست  
 معلوم نہیں ہوتا تو بجا تھا کیونکہ چشم کا روشن اور دل کا شاد ہونا تو تحقیق حق پرست رہنا  
 اور جب دی جانارہ تو یہ ہی درست نہوا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اگر تحقیق حق سے انکار  
 کریں تو کیونکر کریں کہ صریح خلاف انصاف ہے۔ اور اگر اقرار کریں تو کس طرح کریں کہ مستلزم  
 تشکیک فی المذہب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقرار یا انکار جو مناسب ہوتا ہے وہ کرتے ہیں  
 قال الفاضل المحیب قولہ ابھی مناسب خیال کیا کہ چند ہی اپنے وقت



حلیماً اقصاه ومن ماری سفیہا اردا ۴ اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی نفی  
 ثابت ہوئی کیونکہ لایا میں فعل منفی ہے اور کافا عل و مفعول دونوں نکرہ واقع ہوئی ہیں  
 اور قاعدہ ہے کہ نکرہ سیاق نفی میں غموم شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو  
 کیسی بات مباحثہ کرنا جائز نہوا۔ عن ابی عبد اللہ ۴ قال یھک اصحاب الکلام و  
 ینجو المسلمین ان المسلمین ھم النجا۔ سمعت ابابعد اللہ ۴ یقول لا تخصموا الناس  
 لدینکم فان الخاصمة ممرضة للقلب۔ سمعت اباجعفر ۴ یقول انما شیعتنا  
 الخیر۔ قال امیر المؤمنین ۴ ایاکم والجدال فانھا یورث الشک فی دین اللہ  
 سمعت ابی عبد اللہ ۴ یقول متکلموا ھذہ العصابة من شرار من ھم منھم اس باب  
 میں جس قدر روایات وارد ہوئی ہیں اگر ادخال استیفا کیا جاوے اور ربط کے ساتھ اون پر بحث  
 کیجاوے تو ایک کتاب جداگانہ تیار ہو سکتی ہے ہم صرف ایک قول فیصل پر اکتفا کرتے ہیں جو امام  
 جعفر صادق ۴ سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اسلئے ملقطاً نقل  
 کرتے ہیں عن ابی محمد العسکری ۴ قال ذکر عند الصادق ۴ الجدال فی الدین و  
 ان رسول اللہ ۴ والائمة المعصومون قد نفوا عنہ فقال الصادق ۴ لمریئہ عنہ مطلقاً  
 لکنہ نفی عن الجدال بغير التی می احسن ما تسمعون اللہ یقول ولا تجادلوا اھل الکتاب  
 ۱۔ کیونکہ جو حدیث مباحثہ کرنا وہ اسکو حق سے دور لگا دو جسکی غیہ سے جبکہ بجا وہ اسکو ہٹا کر دیگا۔ ۲۔ امام ابی عبد اللہ  
 سے روایت فرمایا کہ کلام گفتگو کرنے والے ہٹا کر ہوگی اور سنا بھات یا جانگ بے شک سلمان ہی بھات یا فتنہ ہیں، ۳۔ منیٰ امام ابی عبد اللہ  
 سے سنا فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ کہو اسکو نہ مانو اور جو کچھ نہ کہو اسکو نہ مانو  
 فرماتے ہیں ہمارے شیوہ گونگی ہیں، ۴۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی آپکو جبکہ سے بچاؤ کیونکہ وہ اللہ  
 دین میں شک پیدا کرتا ہے، ۵۔ منیٰ امام محمد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے ہیں کہ میں نے تکلم سے بدتر میں ۶۔ امام  
 جعفر صادق ۴ سے سنا کہ میں نے بھات مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تکلم سے بدتر میں ۷۔  
 کہیں بھلا سنا ہے کہ میں نے بھات مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تکلم سے بدتر میں ۸۔



بآن تجد حقاً لا يملك ان تفرق بينه وبين باطل هو، بخادول وانما ندفعه عن باطله بان  
 تجد الحق فهذا هو الحزم لا يملك مثله جحد هو حقاً وحجبت ايت حقاً آخر - اشته قطع نظر  
 تعارض ادن دایات سے جو اس بارہ میں وارد ہوئی ہیں اس قول انصیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ  
 مباحثہ کرنا سوائے انبیاء و ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے کو تو ناجائز  
 و حرام ہی کیونکہ سوائے انبیاء و ائمہ کے کوئی شخص حجت منسوب سے نہ کہہ سکتا ہے کہ انہیں پہچان  
 اور نہ ضلعاً و اخوان یا مبطلین کے حق میں ہر قسم کا جرح۔ نہ ہے نہ ہیج۔ کہ اس سے علی انہما  
 ایسا شخص جس کو اپنی مذہبیات کی یہی پوری ہر اقصیت تہو اور محض قاری خوان ہی ہوتا  
 اور اس کی حق میں مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہے  
 کہ اس باب میں علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کر دیں۔ اہل انصاف اور سکو اس پر ملاحظہ فرمائیں اور  
 ہماری محیب کی واقفیت مذہب کی وارد دیں۔ و یطهر من الاخبار المذموم  
 منه هو ما كان الغرض فيه الغلبة والظهار الكمال والفخر والتعصب وترويج  
 الباطل واماماً كان لاظهار الحق ورفع الباطل ودفع المشبهة عن الدين  
 وارشاد المضلین فهو من اعظم اركان الدين، لكن التميز بينهما في غاية الصعوبة  
 والاستحالة كثير مما يشبه احدهما بالآخر في بادی النظر والنفس فيه تسویات  
 خفیة لا يمكن التخلص منها الا بفضله تعالى۔ علامہ کی اس تحقیق میں یہی ہم بحث  
 اغماض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہی محیب جیسی مشکامین کے لیے مناظرہ کا  
 سہ کہ تو ایسی حق کا انکار کری کہ تجھ کو اس میں باطل ہے تو تمہارے باطل کو حق کا انکار کر دے تو یہ مباحثہ حرام  
 کیونکہ اس صورت میں باطل کے ہر کادسی ایک حق کا انکار کیا اور تو دوسری حق کا انکار کیا، ۱۲۷ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑا  
 مشابہہ جی میں غلبہ و کمال کا اظہار و فخر و ارفع کے جانب آرا و باطل کی ترویج مقصود ہے جس میں حق کا اظہار و باطل کا رفع و دین  
 شہ کا ازالہ اور اگر ہنگامی ہو تو وہ دین کے غلبہ و کمال میں ہے لیکن ان دونوں میں بڑا فرق نہایت سخت و بڑا اور شکل ہو سکتا ہے  
 بادی النظر میں ایک دوسری کی تشریح ہو جاتا ہے اور اس میں افسوس کہ ایسی جہی دہیج میں کچھ سوائے حق کے اور غلطی ممکن نہیں ہے۔

عبادت نہونا بلکہ حرام اور مستوجب لعن ہونا ثابت ہوتا ہی پہراب ہماری محبیب بعد ذرا انصاف سے فرمائیں کیا اعلیٰ درجہ کی عبادت ایسی ہے امور ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگرچہ مباحثہ مذہبی خفیف کام نہوتا ہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑھ کر نہوتا بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علیٰ ان خصوص ایسی حالت میں جبکہ چند ان ضروری یا مفید نہوتا اور مخالفین کے راہ یا بے کی توقع نہوتا ایسی وقت میں جو شخص دوسری امور مذہبیہ عالیہ میں مشغول ہوگا وہ بیشک مباحثہ میں اپنے وقت کے صرف کرنے کو وقت گرانمایہ کہیگا حق اللہ اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو تحقیق حق و ابطال باطل منظور نہیں بلکہ اپنے رائے یا مخالف کے مغلوبیت اصلی عرض اور انشاء اللہ تعالیٰ انہیں سے کوئی عرض ہی حاصل شدنی نہیں ہے اقول جب آپکی نزدیک تحقیق حق مستلزم شک فی الذہب ہو تو واقعی مجاہد تحقیق حق منظور نہیں کیونکہ بفضل اللہ تعالیٰ درجہ محب کو اپنی مذہب کی صحت و حقیت میں کسی نوع کا شک و ریب نہیں ہن ابطال باطل و مغلوبیت مخالف ہی مقصود ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ علی الرغم ہو حاصل ہے شعر مستعمل لیلیٰ ای دین تدابنت + وائی غزیر فی التقاضی غریبھا

**قال الفاضل المحبیب۔** قولہ۔ پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و جماعت و شیعہ اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع میں مخالفت ہے لیکن مبنی معظم اختلاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علیٰ ان خصوص خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو اہل سنت تمام امت سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و فضل اور ایمان میں اثبت و اکمل اعتقاد کرتے ہیں۔ اقول۔ اصل اختلافی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہے بعد جناب رسالت تاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امامیہ اہل اصول و فروع کو اہل بیت طہرین سے کہ بموجب حدیث متفق علیہ مثل اہل بیتی کسفینۃ نوح الخ سفینہ نجات میں اور موافق حدیث متفق علیہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتہ قرآن و حکم ہرگز

حکم خدا سے جدا نہیں ہو سکتا اور صحابہ ہی انکی ہی تمسک کے ممبر رہی ماخوذ کرتے ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخوذ اپنی دین اور ایمان کا ہڑاتے ہیں اگرچہ بعض انہیں سے ناصبین عداوت اہل بیت طاہرین اور قاضین ذریعہ سید المرسلین اور انہیں اور قاضین و ناکشین سے ہوں۔ جیسا کہ ملاحظہ روادہ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سے ظاہر ہے پس حضرت مجیب جو مبنی اختلاف کا معاملہ صحابہ ہڑا ہے بجای خود معلوم نہیں جتا کیونکہ اگر بفرض محال مثل شریک باری سب صحابہ عدل سے ہڑ جائیں اور بر خلاف احادیث کثیرہ مثل حدیث حوض غمر و دیگر روایات عقلیہ و نقلیہ کے جس میں کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہیں کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائی تو اس سے ماخوذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اور نکات ثابت ہونا کا سلیقے کہ عدم عصمت انکی اتفاقی بین الامت ہے اور شیعوں کے نزدیک بلکہ برعکس نزدیک بجز اہلبیت معصومین صلاوۃ اللہ علیہم جمعین کوئی ماخوذ اصول و فروع میں نہیں ہو سکتا پس کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہے اس اختلاف کثیر کا مبنی صحیح جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہے یقول العبد الفقیر الے مولاه و ثمنہ ان روزگار اور منصفان قری و امصار کو صلاۃ عام ہے کہ ذرا اس بحث کو نظر غور و تامل ملاحظہ فرما کر ہماری محبت کے نصیب تحقق حق اور ناظرہ داد جہاں مطلق کی داد دین میرے جگہ نزدیک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تھا کہ اہم الخلافیات اور معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً کر اہل سنت انکو تمام امت میں فضل اعتقاد کرنے ہیں اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہیں اور اختلاف مسئلہ امامت ہی اسی اصل سے ناشی ہے۔ بجواب اسکی مسئلہ امامت کی مبنی معظم خلافیات ہونے کی تائید میں ہماری حضرت فاضل مجیب نے باین خلاصہ ارشاد فرمایا کہ اصل خلافتی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخوذ مسائل دین و ایمان ہی بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم امامیہ کل اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ اور تابعین اور متعابین کو ماننا ہے دین و ایمان کا بھارتی ہیں  
 اگرچہ بعض ائمہ دین سے ناصحین عداوت الہییت طاہرین اور قائلین ذریعہ سید المرسلین  
 اور یار قین اور قاسطین اور ناکشین سے ہوں۔ پس حضرت مجیب جو مبنی اختلاف کا معاملہ  
 صحابہ شہر یا ہر بجای خود معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر بعض مجال سب صحابہ عدول شہر یا ہر  
 تو اس سے بوجہ اس کی عدم عصمت تلافی ہر ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اونکا ثابت  
 ہوگا۔ پس کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ امامت ہے  
 اس اختلاف کثیر کا مبنی ہے۔ اسی حضرات خدا کے لئے ذرا حضرت مجیب کی اس جواب کو  
 ملاحظہ فرمائیں کہ اس سے بندہ کے موضوع کی تسلید و تائید ہوتی ہے یا تغلیط و تردید  
 اب سنی کہ فاضل مجیب فرماتے ہیں کہ ماخذ مسائل دین شیعہ کے نزدیک ذریعہ طاہرین  
 ہیں اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ رضہ وغیرہ ہیں تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیب کے  
 یہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریعہ طاہرین کو ماننا دین نہیں اعتقاد کرتے تو یہ اہل سنت  
 فاضل اور محض افتراء ہے کیونکہ قضیہ کلیہ اصحابہ کلہم عدول ہر بیانات ذریعہ طاہرہ کو سچی تل صح  
 اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات الہییت رضا سے مملو و مشحون ہیں اور  
 ان کی فضائل و محامد سے شرف و تکریم ہیں اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماننا خود اہل بیت  
 ہی سے ہے۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین میاں الہییت کے ہیں  
 ان دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم وصف مقتدائیت اور ماخذیت میں اہل سنت کے  
 نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کا لہجہ الخ شریک الہییت میں اور اگر اس تقابل سے  
 حضرت مجیب کے غرض انتقاد ماخذیت الہییت عند اہل سنت نہیں ہے توجہ النفاق  
 من صورت میں نام نہ ہو اگر الہییت باتفاق فریقین ماخذ دین میں اور صحابہ رضہ  
 علی الاختلاف۔ اس وقت از کو ہی سنی کہ وہ مصداق کنتم خیر امتہ ہیں۔ ماخذ دین قرآن  
 دینی ہیں۔ اور شیعہ از کو ماخذ مسائل دین نہیں شہر اتے اور شریعت اعتقاد کرتے ہیں۔

دین و ایمان کے ماخذ شیعہ و اہل سنت کے بیان کرنا ہیں

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بعض اونیہن سے بزعم شیعوہ صاحبین عداوت اور ظہم  
اور راقین اور قاسطین اور ناکشبن ہیں اور بغیر من محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول  
ہر جائین تو عدم عصمت اتفاقیہ مانع ماخذیت ہے۔ تو اس سے کاشمیں فی راجعہ الثہار ثابت ہوا  
کہ داردار اختلاف ماخذیت کا خیریت اور شریعت صحابہ رضہ پر ہے۔ اور جب ماخذیت صحابہ کی ختم  
کی علت خیریت اور شریعت اور افضلیت اور نقصیت صحابہ رضہ ہوتی تو فوراً مینی اقسوت  
اصل مبنی اختلافات معاملہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تھا ہوا یا نہوا اور اس جواب سے  
بندہ کی گذارین کی تائید و تقویت ہوتی کہ ہوتی۔ بسنا مبنی معظم خلافتیات کا ماخذیت صحابہ  
والہبیت رضہ ہی لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کی طرح ثابت نہیں ہوتا  
اس سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خلافتیات کا ماخذیت ہی اور مسئلہ امامت  
ہی ہی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے  
ذکر کی ہے۔ پس کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت  
ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے غلط اور غیر مرتبط اور دعویٰ بے دلیل ہے۔ خوش گفت  
ع۔ میں الزام اوسکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے  
ماخذیت والہبیت صحابہ کا ذکر فرمایا اور بیت غلطیان کہا میں اور حق سے بمرحلہ دور  
ہو گئی ایسی کسی قدر اسکا بیان ہی واجب ہوا۔ پس واضح ہو کہ فی الاصل ماخذ دین ایمان  
ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس قدر دین ہے وہ ماخذ مشکوۃ نبوت  
ہی دین اور واسطہ تبلیغ دین میں اللہ تعالیٰ والامت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے  
جس قدر احاد امت ہیں وہ سب محتاج تبلیغ رسول ہیں اور مکلفین و مبلغین اور نے تحقیقت  
متبع اور آخذین دین ہیں۔ نہ مبتوع صلی کیونکہ اگر انکو ماخذ اصلی دین کا قرار دیا جاوے گا تو انکا  
خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور نبی ہونا لازم آوے گا اور یہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب  
اہل سنت تو اسکا بطلان یہ ہی ہے۔ اور شیعہ اگرچہ ائمہ کو انبیاء سلیم السلام کے

خواص و لوازم میں شریک کرتے ہیں جو ادنیٰ نبوت کو مستلزم ہر جگہ انبیاء سے رتبہ میں  
بڑھاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو تمام انبیاء سے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خاف عقل و نقل افضل تھا، کرار بن شیخ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المؤمنین علی رضی اللہ  
میں فرماتے ہیں۔ اختلف الشيعة في هذه المسئلة فقالت الجارودية انه كان علي السلام  
افضل من كافة الصحابة فاما غيرهم فلا تقطع على فضله على كافة من سوي بيته  
وبين من سلفه وفضله او شك في ذلك وقطعوا على فضل الانبياء عليهم السلام كلهم  
ولختلف اهل الامامة في هذا الباب فقال كثير من متعلميهم ان الانبياء عليهم السلام  
افضل منه على القطع والنبات وقال جمهور اهل الانار منهم والنقل والفقه بالروايات  
وطبقة من المتكلمين منهم واصحاب الحجاج انه عليه السلام افضل من كافة البشر سوى رسول  
محمد بن عبد الله صلوات الله عليه فانه افضل منه ووقف منهم نفر قليل في هذا الباب فقالوا  
لسنا نعلم اكان افضل من سلف من الانبياء او كان مساويا لهم او دونهم فيما يستحق به الثواب  
فاما رسول الله صلى الله عليه وآله محمد بن الله فكما افضل من غير انبياء قال فريق منهم اخوان امير المؤمنين  
صلوات الله عليه فضل البشر سوى ول العزم من الرسل فانهم افضل منه عند الله - اور سی سالہ میں سبقت

۱۔ مسئلہ تفضیل میں شیعہ باہم مختلف ہیں چار دو کہتی ہیں کہ حضرت علیؑ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم بزرگ افضل میں۔ لیکن سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی سب افضل ہونے کا ہم یقین نہیں کر سکتے اور کچھ شیعہ کہتے ہیں کہ گزشتہ لوگوں کی حضرت امیر کو برابر یا حضرت کو بڑا یا امام حسن و حسینؑ۔ لیکن چار دو حضرت امیرؑ کو تمام انبیاء کو یقیناً افضل کہتی ہیں اور امیہ ہی اس باب میں مختلف ہوئی بہت سی سیکڑاں کہتی ہیں کہ انبیاء حضرتؑ سے قطعاً و یقیناً افضل میں اور جمہور اہل اخبار و حدیث اور فقہاء اور متکلمین اور اہل حجت کہتی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیوں سے افضل میں لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؑ سے افضل میں اور تہوڑی سے لوگوں نے اس باب میں توقف کیا ہی اور کہا ہی کہ ہم نہیں جانتے کہ حضرت امیرؑ انبیاء کا گھنٹہ سے باعتبار زلیوئی اتحقاق ثواب کے افضل میں یا برابر یا کم لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؑ بزرگ و شیعہ افضل میں اور امیہ میں سے ایک فرمایا کہنا ہے کہ حضرت امیر افضل اللہ میں سوا اہل اللہ و اللہ کے اوردیک حضرت امیرؑ سے افضل ہیں۔

محققین مشہور کے نزدیک جناب امیر فرما سو، ہی سوال اقد صلیبہ عبد کبریا یا طریقا سکر

انکی بڑی بکریہ روایت لکھی ہے وقولہ علیہ السلام وقد سئل عن امیر المؤمنین کان منہ لثمن النبی علیہ  
 السلام قال لو یکن ہینہ و ہینہ فضل سوی الوسالۃ التي اوردھا۔ و جاء مثل ذلك بعینه عن ابیہ  
 عن جعفر و ابی الحسن و ابی محمد العسکری علیہ السلام۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بخیر و  
 رسالت کے جناب امیرؑ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی  
 وصف زائد نہیں۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر استدلال کیا جاوے  
 اور اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ دوسری مدارج صفات جنہیں فضل کلی کا دار مدار ہے مثلاً کثرت  
 ثواب و قرب من اللہ تعالیٰ وغیرہ میں جناب امیرؑ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 افضل نہیں تو کم ہی نہیں اور ہر آیت مبارکہ و الفسنا و الفسکرم حسب ادعائہ خود مستلزم  
 مساوات ہے اور وصف رسالت خود مستلزم فضیلت کو نہیں کیونکہ یہ امر بدیہی ہے۔ کہ  
 فضیلت نبوت رسالت و انبیا سابقین کے لیے ہی حاصل تھی لیکن باوجود اسکی جناب امیرؑ  
 انسانی باعتبار دوسری صفات کے افضل ہیں تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت کو  
 نہیں۔ بلکہ مرتبہ امامت مرتبہ رسالت اور خلعت اور کلیمیت و روحانیت سے افضل ہے اور  
 اگر ہم اس سے ہی ترقی کریں اور اصول و روایات شیعہ پر جناب امیرؑ کی فضیلت کے رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی مدعی ہوں تو حیا کیونکہ علاوہ اوں فضائل کے جو جناب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم امین پائی جاتے ہیں جنہیں جناب امیرؑ کو شرکت اور مساوات ہے ہر بہت  
 فضائل جناب امیرؑ میں ایسی موجود ہیں جنسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہیں۔ جو عیادت  
 اور سخاوت اور فصاحت و بلاغت جناب امیرؑ کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہیں ہے  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجی کلام مجید میں عتاب ہوا جناب امیرؑ کی نسبت بخیر محامد کے  
 اور کچھ دار و نہیں ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر عتاب معاتب سے افضل ہے۔ ان سب سے  
 امام جنی اللہ عنہ سے کہیں پوچھا کہ جناب امیرؑ کا مرتبہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تھا فرمایا بخیر رسالت کے  
 جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور کچھ زیادتے نہ تھی۔ -

اصول شیعہ کے مولف جناب شیخ ابی عبد اللہ محمد باقرؑ سے یہی فضیلت ہے۔

بزرگوار ہے کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی افضلیت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نصاً و عا کرین تو ممکن ہی۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تُسَوُّوْنَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ  
 حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ نور ظلمت سے افضل ہے اور شیعہ کی روایت  
 سے ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ظلمت میں اور جناب امیر نور میں۔ علامہ مجلسی بحار میں ابو نصر  
 ابن قابوس سے اور وہ امام صادق رضی سے روایت کرتا ہے قَالَ السَّوَادُ الَّذِي فِي الْقَهْرِ مُحَمَّدٌ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور تفسیر صافی میں بذیل تفسیر آیت قَالَتَيْنِ أَمْ نَوَابِهٍ وَعَذْرُوهُ  
وَلَصْرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ لکھا ہے وَالْعِيَاشِيُّ عَنِ الْبَاقِرِ  
النُّورِ عَلَى وَفَى الْكَافِي عَنِ الصَّادِقِ النور فی هذا الموضع علی والامام علاوہ ازین اور بیت  
 ایسی فضائل میں جو جناب امیر کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور ذات بابرکات جناب سرور  
 کائنات کے اون سے خالی ہے جبکی تفصیل میں مستقل جہاگانہ رسالہ تالیف ہو تو اس سے  
 معلوم ہوا کہ بروایات شیعہ جناب امیر کا فہ بشر سے بلا استثنا افضل ہیں چنانچہ یہ  
 حدیث متواتر المعنی سے جاکو شیخ فقیہ ابو محمد جعفر بن احمد بن علی القمی نے اپنی رسالہ  
 نوادر الاثر لعلی خیر البشر میں جو اس وقت میری رو برو کہلا ہوا رکھا ہے روایت کیا ہے لفظ روایت  
 اس طرح پر حدیث ابو محمد ہرون بن موسیٰ التلعکبری قال حدثنی احمد بن محمد بن سعید قال حدثنی محمد بن  
 عبید عتبة الکندی قال حدثنی عبد الرحمن بن یزید عن ابیہ عن الاعمش عن  
 عاصم بن عمر بن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی خیر البشر  
 من شک فیہ فقد کفر۔ لیکن باوجود ان سب امور کے خلیفہ نائب نبی ہی کہتے ہیں  
 نبی و رسول نہیں کہتے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں بذیل ذکر محمد بن  
 ۱۰ تو کہہ دینی نابینا اور بینا برابر میں یا تیرگی اور نور برابر میں ۱۱ امام صادقؑ نے فرمایا کہ جانہ میں کی سیما حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں ۱۲ امام باقرؑ مروی ہے کہ نور حضرت علیؑ میں ۱۳ امام کاظمؑ میں امام صادقؑ سے مروی  
 کہ جبکہ نور سر حضرت علیؑ اور امام میں ۱۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی خیر البشر جو ہمیں شک کری وہ کاوی۔

بن الحسین بن موسیٰ بابویہ القمی لکھتی ہیں۔ زیرا کہ امام قائم مقام نبی است در جمیع امور و گویا  
 اسم نبوت و نزول وحی۔ توجب ائمہ خلیفہ اور قائم مقام نبوی علی الخصوص ایسی نبی کی قائم مقامی  
 جو دین کو جمیع حیات سے مکمل فرما گیا اور کسی قسم کی کمی نہ رہی۔ باقی نہیں چھوڑی تو ایسی نبی کا نبی  
 خلیفہ محض ناقل و حاکی ہے۔ تو وہ صلی و تحقیقی ماخذ دین مرگز نہیں ہو سکتا ہی۔ لیکن با انہم  
 چونکہ قرن اول مستحکم علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات کی قلوب انوار و برکات آفتاب المصاب  
 نبوت سے منور ہو گئی اور فیض صحبت سرحلقہ انبیاء سراج اصفیاء سے جو جس سنگ آلودہ  
 کے لیے کسرت احمد اور کسیر و مہموم معاصی کے لیے تریاق کسیر ہے مجلی و مجلی ہوئی اور انکی قلوب  
 میں شمع انوار نبوت نے یہاں تک پر توڑا کہ انکو اس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئیں جو  
 آہن کو آگ کے ہلکے سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور مدارج ابتلا میں محکم امتحان پر کامل  
 اعیان نکل چکے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکو نجوم ہدایت فرما کر امت کو انکے  
 اقتدار کی طرف رغبت دلائی اور انکو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولیٰ و نہ صلی بلکہ ثانوی و فرعی۔  
 اسکی بعد ظاہر ہی کہ دین خداوند جل شانہ جسکا ماخذ مبلغ اصلی رسول ہر قرن ثانی سے آخر تک  
 اسکا بلا واسطہ پہنچنا محال ہے تو اسلیئے ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ  
 کری اس صورت میں ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق میں ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک  
 استاد اپنی شاگرد کے لیے ماخذ ہوا۔ غرضیکہ اولاد بالذات ماخذ دین ذات بابرکات حضرت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً بالتبع اصحاب کرام میں جنہیں المہبت ہی شامل  
 ہیں اور ثالثاً بالعرض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لیے ماخذ دین ہے جنہیں محدثین و اخبار میں  
 مجتہدین و متکلمین و فقیہین و اصحاب ریالت و اباب رقعات و روایات آثار داخل ہیں پس  
 اگر حضرت مجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولیٰ و صلی ہے تو بالکل لغو اور غلط ہے کہ شیخ المہبت کو  
 ماخذ قرار دیتی ہیں اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی  
 ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہیں۔ اور اگر ماخذ سی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور ہی زیادہ غلط اور

اپنی کتب پر چشم پوشی ہی بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہی کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے ظاہر ہی  
 کہ دارا خذیت کا عصمت پر ہی اور حسین عصمت نہ پائی جاوے گی وہاں خذین ہونی کی صلاحیت و  
 قابلیت نہیں رکھیں گے۔ لیکن یہ امر مثل یہی اولی کے واضح ہے کہ عصمت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے جو ماخذ اول ہیں۔ صحیح و مسلم ہی ہیں۔ اسی کی بعد تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت کے  
 ضرورت باقی نہیں رہی اور نہ کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہے۔ اور اگر  
 کسی کی عصمت کی ضرورت ہی تو یہ ضروری کہ تمام ماخذ دین نجی کے رہے تاکہ ہی معصوم  
 اور سوائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی معصوم نہیں ہے اور ہم دیکھتی ہیں کہ  
 علماء شیعہ جو مسائل شرعیہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں اکثر ان مسائل میں اہل بیت رضی اللہ عنہم  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ناقل و حاکی ہیں نہ خود ماخذ صلی اور اگر بعض محال اہل بیت رضی اللہ عنہم کی عصمت  
 تسلیم کریں تو انہی نجی کے درجہ والوں کی نسبت کلام ہی اور وہ بالاتفاق معصوم نہیں ہیں  
 حالانکہ وہ ماخذ دین ہیں۔ پس یہ دعویٰ کہ شیعہ بلکہ ہر عاقل لکھنے نزدیک سوائے معصوم کی اور کوئی  
 ماخذ نہیں ہو سکتا غلط ہوا اور اس کی تعلیل خود معاصم الاصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوتی ہے  
 کیونکہ جو اجماعات بعد غیبت کبریٰ امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہیں معلوم نہیں انکو کوئی  
 معصوم سے اخذ کیا ہے۔ غرض جب روایات مجتہدین وغیرہ ہی ماخذ دین پڑی کہ خلی عدم  
 عصمت ہی مسلمہ نہیں بلکہ انہیں سے بعض کافق و کفر ہی تسلیم ثابت کیا گیا ہے تو اب تو  
 کہ حضرت مجیب کا یہ قول کفر غلط اور خلاف واقع ہو گا ادلہ روایات کا ماخذ دین ہونا ثابت  
 کرتے ہیں بعد اس کی انکی کفر و فسق سے بحث کر نیکی۔ علامہ مجلسی نے بحار میں نقل کیا ہے۔

الکلینی عن اسحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل لے کتابا  
 سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فورد التوقیع بخط مولانا صاحب الزمان علیہ السلام

الکلینی محمد بن یعقوب سے روایت کرتا ہے اسنی کہا میں محمد بن عثمان عمری سے سوال کیا کہ امام آخر الزمان کچھ مہینے میرا نیاز مارے ہیں  
 کہ یہ مسائل شکوک ہیں نہ بنیادی (چنانچہ اسکی جواب میں) مولانا صاحب الزمان کا دست خطی فرمان نازل ہوا ہے۔

شیعوں کی روایت کے خلاف جو پیر مجتہدین

وَأَمَّا الْخَوَادِثُ الْوَاقِعَةُ فَارْجِعُوا فِيهَا إِلَى مَرْوَاتِ حَدِيثَاتِنَا ثُمَّ حُجَّتْ عَلَيْكُمْ وَإِنَّا حُجَّةُ اللَّهِ  
 - الخبر - اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ روایات حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کیطریسی حجت میں اور ایم  
 غیبوت نام میں ہی ماخذ دین ہیں۔ اب دوسری دعوی کا جو کفر و فسق روایات سے ثبوت لیجی  
 اگرچہ حضرات شیعہ کی سہا م لعن سے + انبیاء کی بھی تو بچارے روایات کس شمار میں ہیں  
 لیکن چونکہ یہ موقع میان محامد و مناقب روایات کا ہی دلیلی بیان صرف روایات کی بیان اچان  
 پرکتفا کیا جاتا ہے۔ انبیاء کی محامد عنقریب بذیل ذکر اصحاب بزبان حضرات شیعہ بیان ہوئے  
 اولاً میں اس دعوی کی اثبات کی لہی معالم الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہوں جو  
 خبر واحد کی معمول ہونے کی شرائط میں لکھی ہے۔ الثالث الايمان واشترطه هو المشهور  
 بين الاصحاب و حجتهم قوله تعالى اِنْ جَاءَكَ فَاسِقٌ وَحَكَ الْمُحَقِّقُ عَنِ الشَّيْخِ اَنَّهُ اَجَازَ الْعِلْمَ  
الْفُطْحِيَّةَ وَمِنْ ضَارِعِهِمْ بَشْرُطُ اَنْ لَا يَكُونَ مَتَمًا بِالْكَذِبِ محتاجان الطائفة عملت بخبر عبد الله  
 بكير والسماحة وعلی بن ابی حمزة و عثمان بن عیسیٰ و بشار و ابی بنوفضال و الطاطريون و احباب  
 المحققين باننا لا نعلم الى لان ان الطائفة عملت باخبار هؤلاء والعلامة مع تصريحه بالاستشهاد  
 في التمهيد اكثر في الخلاصة من ترجيح قبول روايات فاسدى المذهب اس سے صاف  
 واضح ہے کہ حضرات شیعہ کے روایات کفار و بد مذہب ہی میں سے بیان اللہ کیا المہبت کے ساتھ  
 تسک اور دلا ہے کہ کفار و بد مذہبوں کی روایات قبول کریں اور انکو ترجیح دیں۔ بیشک کفار  
 (۱) وہیں لکھا تھا کہ حوادث واقعات میں ہماری حدیث کی روایات کیوں رجوع کر دینا کہ وہ ہماری حجت میں اور میں کی حجت میں  
 ہماری شرط ایمان ہے اور ایمان کا شرط ہونا اصحاب میں شہور ہے۔ دلیل قولہ قالے ان جادکم فاسق الخ اور محقق نے شیخ سے  
 نقل کیا ہے کہ شیخ نے فطیہ اردن حبسی (بد مذہبوں کی) خبر پر شرط کیا جو شک کے ساتھ متہم نہیں عمل کیا اس دلیل سے جائز رکھا ہے کہ فطیہ (امیہ) نے  
 عبد اللہ بن علی بن ابی حمزہ و عثمان بن عیسیٰ کی خبروں پر اردن خبروں پر جو فضائل اور فضائل کی روایت کیا ہے اس سے جائز رکھا ہے  
 محقق نے اسکا جواب دیا کہ اب تک ہم نہیں جانتے کہ عائذ نے ان لوگوں کی خبروں میں کس کی خبر کو اسکا جواب دیا جو بد مذہب ایمان کے شرط ہوگی  
 تنزیہ میں تصریح کی ہے تاہم خلاصہ میں بد مذہبوں کی روایات قبول کرنے کو بہت ترجیح دی ہے۔ ۱۲۔

یہ کہ جان عالمت در سب ان کی روایت ہی نہیں ہے۔

دین اخذ کر کے سفینہ نجات میں حضرات شیعہ ہی سوار ہوئی ہیں۔ حضرت من عکین کے  
تومیر وی بہتر کستان است۔ سید ولد ارعلی نے اساس الاصول میں نقل کیا ہے۔ واما الفرق  
الذین اشاروا الیہم من الواقفۃ والفقہیۃ وغیر ذلک فعن ذلک جوابان احدهما ان مایرو  
ھولاء یجوز العمل بہ اذا کانوا ثقات فی النقل وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد اذا  
علم من اعتقادہم تمسکہم بالذین وتحرر جہم من الکذب ووضع الاحادیث وھذہ کانت  
طریقۃ جماعۃ عاصروا الائمة نحو عبد اللہ بن بکر وسماعۃ بن مہران ونحو بنی فضال من  
المتاخرین عنہم وبنی سماعۃ ومن شاکلہم فاذا علمنا ان ھولاء الذین اشارنا الیہم  
وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد من القول بالوقف وغیر ذلک کانوا ثقات فی النقل  
فما یكون طریقۃ ھولاء جاز العمل بہ ابکیقہ تفصیل اس اجمال کی سنی اور اپنے  
حضرت محقق کے تحقیق کے دارو کبی اور دیکھی کہ جو خاص قلم سید ائمہ ہیں اور شیعہ کے ماخذ  
ہیں اونکے کیسی عجیب و غریب حالات ہیں۔ آپ کے ثقہ الاسلام کلینی روایت  
کرتے ہیں۔ عن ابن الحرّاز وابن الحسین ان متنی یقولانہ تکا جوف الی السرقۃ والبا  
صد کما یقولہ الجواب البقی صاحب الطاق۔ اوزیر کلینی نے روایت کی ہے۔ عن الحسن بن  
عبدالرحمن الحمّانی قال قلت لابن الحسن الکاظم ان ہشام بن الحکم یرفع عن اللہ تعالیٰ قال لا  
لیکن فرق (باطل) واقفیہ اور فقیہ سے جسکی طرف اشارہ کیا او کی وجواب میں اول یہ کہ انکی روایت پر عمل کرنا جائز ہے  
بہ طیکہ نقل میں معتبر ثقہ ہوں اگرچہ اعتقاد کے سوسے خطا پر ہوں لیکن انکی اعتقاد کے دوسرے دین پر چلنا اور جھوٹ  
اور احادیث کی گہرت سے پرہیز کرنا معلوم ہوتا ہو اور ان لوگوں میں سے جو ائمہ کے ہم عصر ہیں ایک جماعت کا یہی طریقہ تھا  
چنانچہ عبد اللہ بن بکر و سماعۃ بن مہران اور بنی فضال میں سے متاخرین اردنی سماء اور جو انکی شاہد ہیں اور بنی سماعۃ بنی بکر و بنی فضال  
جسکی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اگر اعتقاد میں بیہدف و غیرہ کی نال ہو تو انکی خطا پر ہی لیکن نقل میں ثقہ ہی تو جو انکا سد ثبوت و سہل کرنا جائز ہے  
۱۷۔ مینشی کہتا ہے کہ (لہذا اللہ) خدا تعالیٰ نافرمان کہہ دیا ہے اور باقی شہوس سے جیسا جیسا صاحب الطاق کہتے ہیں ۱۸۔ عبد  
حالی کہتا ہے کہ مینشی ام کاظم نے کچھ مینشی عرض کیا ہے کہ انکے کتابی خدا تعالیٰ (سواء اللہ) جسم سے فرمایا خدا و سکا و ملاک کرے ۱۹۔



فلیربوزن فقال لو كان معنطبق لاذن فجاء كلب فشغره فجاء ابی بصیر قال اف  
 اف ما هذا قال جلیسہ ہذا كلب شغره و جھك كھا عز الارغام تعجب یہی کہ یہی  
 حضرات نجباء اللہ اور منار اللہ تھے اور یہ بزرگواران اللہ کے خواص مخلصین تھے علامہ شیخ  
 روضۃ المتقین میں ائمہ سے نقل کیا ہے بشر المحبین بالجنة یزید بن معویۃ العجلی والبصیر  
 لیث بن النختری ومحمد بن مسلم و زرارة اربعة نجباء اللہ وامناء اللہ علی حلالہ و  
 حرامہ کھولا ولا تقطعت آثار النبوة اساس الاصول میں لکھا ہے وقد ذکرہم الشیخ الثقف  
 الجلیل الصدوق ابو عمر الکشی فی کتابہ فقال اجتمعت العصاة علی تصدیق ہولاء الاولین  
 من اصحاب ابی جعفر واصحاب ابی عبد اللہ وانقادوا الہم بالفقہ فقالوا افقہ الاولین  
 زرارة ومعروف بن جوبیہ و بید و ابوبصیر الاسدی - الی ان قال - وقال بعضهم مکان  
 ابی بصیر الاسدی ابوبصیر المرادی عن محمد بن عبد اللہ المسمع عن علی بن سید  
 عن محمد بنان عن داود بن سرحان قال سمعت ابا عبد اللہ یقول انی لاحدث الرجل  
 بحديث وانہا عن القیاس فیخرج من عندی فیتا ولحدیثی علی غیر تاویلہ انی امرت  
 قومًا ان یكلموا فیت قوماً کل یتاول لنفسه یرید المعصية لله ولرسوله فلو سمعوا واطاعوا

علی اسکو پر دانی نہ ہوئی کہنی گا کہ اگر ہمدردی ساتھ لجاؤ تو پھر یہ انکی ہوجائے پس ایک کتا آبا اور ابوبصیر کے منہ پر ٹوت کیا ابوبصیر کہنی گا ہون ہون  
 کیا یہ اولیٰ الشیخ لکھا کہ کئی نے تیری منہ میں ت دیا ہے ۱۲۵ دوتو کو جو یزید بن ابیہ اور بصیر بن النختری اور محمد بن مسلم اور زرارة جن کا شرف سنا دیا  
 اللہ کریمیدہ در حق امانت دار کی حلال و حرام پر اگر یہ نہ ہوتی تو نہایت آزار قطع ہوجاتے تیخ تھانہ بزرگ اور سنگو ابو عمر کہنی انکی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ  
 کہ اصحاب ابوجعفر واصحاب ابوعبد اللہ میں ان کی پوکی نصیحت پر جماعت متفق ہوئی اور انکی تفسیر کو تسلیم کر لیا اور کہا کہ چھ شخص پہلے میں سے زیادہ میں  
 زرارة ومعروف بن جوبیہ اسدی اور بصیر بن جبار ابوبصیر اسدی کہا ہے ۱۲۷ داود بن سرحان سے مروی ہے کہ امام  
 ابوب عبد اللہ فرماتے تھے کہ ظان شخص کو میں حدیث سنانا ہوں اور قیاس سے اسکو روک دیتا ہوں پھر میری پاس سے نکلتا ہی تھکیر حدیث  
 تاویل کرتا ہے جو انکی تاویل میں ہے میں نے ایک گروہ کو کلام گفتگو کی اجازت دی اور ایک گروہ کو اس سے روک دیا پھر ایک فریق نے اپنی خواہش نفس کے  
 موافق تاویل کر دی اور سولے فرما کا ارادہ کیا اگر یہ لوگ (میری بات) سنکر اطاعت کرتے۔

لاودعتهم ما اودع ابی اصحابہ ان اصحاب ابی کا نوازیماً احياء وامواتاً اعنی زدارۃ و محمد بن مسلم ومنہم لیث المرادی و برید العجلی ہولاء قوامون بالقسط ہولاء قوالون بالصدق و ہولاء السابقون السابقون اولئک المقربون - علاوہ ازین طرفہ شاہید ہی کہ ابتداء امام غنیت امامین سلسلہ سفارت و خط و کتابت جاری رہا ہر جو حضرات امامیہ کا خذ و ین ہر اوہری شعیان پاک نے عرضیہ لکھ کر امام کچھ دست میں بھیج دیا دوسرے کسی سفیر کے وسیلہ سے جواب آگیا اور سب سے زیادہ محبوب غریب یہی کہ حضرت طہر قعات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت کے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہیں اسل لاصول میں نقل کیا ہے۔

الخامس منها ان الشیخ الصدوق قال فی القصۃ بعد نقل توفیق هذا التوفیق عندی بخط

ابی محمد الحسن بن علی و فی کتاب محمد بن یعقوب الكلینی رواۃ خلاف ذلك التوفیق عن الصادق ؑ ثم قال لست افتی بهذا الحديث مشيراً الى ما رواه محمد بن یعقوب الكلینی عن الصادق ؑ بل افتی بما عندی بخط الحسن بن علی - تو اس صورت میں ماخذ اصلی پنجون کا ولایت کو قرار دینا سرسخت غفلت اور سامت ہر دن شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ و انابت کے اور پی ہوئے کی متعلق مختصر گذارش ہے کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپ کی قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المؤمنین میں اور علامہ مجلسی بجا رہن عمل شیخ المشائخ سے فرما چکی ہیں۔ قاضی صاحب بنو حنیفہ کے ذکر میں لکھتی ہیں۔ مخفی نہ اند کہ وجوب حسن ظن بخدا ہی تعالیٰ و انبیاء و اوصیاء معصومین معقول و مسموع است اما بغیر ایشان کہ جائز بخط باشند ممنوع است علامہ مجلسی روایت کرتے ہیں

۱۔ تو جو کچھ میرے باپ نے اپنے یا رکھو سو نہاں میں ہی لگو سو نہاں میری باپ کے پانڈن اور نہ کی بعد بیت اچھی تھے یعنی نہاں اور محمد بن مسلم روایت مرادی اور بریدہ عجلی یہ لوگ انصاف بر پارکھنی والہ نہایت سچ بولنی والے ۲۔ پنجون یہ کہ شیخ صدوق نے تصدین بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہ فرمان میرے پاس امام ابو محمد کا دستخطی موجود ہے اور کلینی نے امام صادق سے فرمان کے خلاف روایت کی ہے پر کہتا ہے۔ کہ میں کلینی کے اس حدیث پر فتویٰ نہیں دیتا بلکہ امام کا دستخط فرمان جو میرے پاس موجود ہے اس پر فتوے

عن ابن عامر عن معلى بن محمد عن محمد بن جمهور القمي باسنادہ رفعہ قال قال رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا لیس صاحب بدعة بالتوبة قيل يا رسول الله وكيف ذلك  
 قال اشرب قلبه حبها۔ اور ان روایات سے یہی ثابت ہے کہ یہ حالات ان حضرات کے وقت  
 مصاحبت ائمہ کے تھے اور انکی آمد و رفت محض بغرض طمع نفسانی و ہوا پرستی و غریب دین ستین تھی  
 تو ایسی شخصوں کے لیے توبہ و انابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضروری تو ہے  
 ایسی لوگوں کو ماخذ دین قرار دینا اور یہ اہلبیت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیعہ کے  
 ہی جرات ہے اور زیادہ متبع سے تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ شہادت امام معصوم خارج  
 و نواصب کی روایات کا ہی رد کرنا جائز نہیں مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 بحار الانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہیں امام صادق ۲ نے فرمایا۔ لا تکذبوا  
 بحديث انا كرهه مرجه ولا قدری ولا خارجی نسبنا فانكم كملاندھون  
 لعلة شئ من الحق فتكذبوا على الله عز وجل فوق عرشه۔ اس سے صاف ثابت ہے  
 کہ نواصب شام و خوارج نہروان جو ائمہ سے روایات کریں انکا ہی رد کرنا جائز نہیں ہے  
 توجب روایات ہی ماخذ دین ہوئی تو اس صورت میں صرف اہلبیت کو ماخذ دین کہنا اور  
 یہ کہنا کہ مہر فاضل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرے کوئی شخص ماخذ دین نہیں ہو سکتا۔  
 سرسرد امیات اور خرافات ہی۔ پہراب ہکوا اپنی فاضل مخاطب کے دیانت و انصاف پر  
 کمال انوس ہے کہ اس قول میں اپنا ماخذ دین تو صرف عترت طاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امامیہ کل اصول و فروع اہلبیت طاہرین ہی بموجب حدیث

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیٹنی کی توبہ انکار فرمایا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا  
 وجہ ہے فرمایا کہ اسکی دل میں اسکی محبت پر حسی ہے۔ ۲۔ کوئی مرجی یا فہری یا خارجی تمہاری پٹا  
 کوئی حدیث لاؤ اور ہماری طرف نسبت کری تو تم اسکو ست چٹلاؤ کیونکہ تم نہیں جانتی شاید وہ حق سے  
 اور تم خدا کی تکذیب کرو اور اسکی عرش پر۔ ۱۲۔

سفینہ و حدیث ثقلین لیتے ہیں اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو  
 فرمایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان ہرگز ہیں  
 اگرچہ انہیں سے ماصبین عداوت اور قاتلین ذریتہ اور مار قین اور ماسطین و ناکشتین سر ہوئے  
 کیونکہ حضرت کیا اسکا نام انصاف ہو کیا اسکو دیانت کہتی ہیں۔ اگر ماخذ سے عام ماخذ  
 مراد ہی تو پھر اپنی لمبی عمر طہرہ پر ہی کیونکہ اتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ  
 مراد ہی تو پھر اہل سنت کے لیے تابعین اور تبع تابعین کو کیونکہ زیادہ فرمایا وہ ہی تو صحابہ  
 کی براہ کسو نہین سمجھتی مگر شاید یہ ماخذ سے عام ماخذ مراد ہو اور تمام شیعہ داخل عمرت ہوں  
 لیکن اب صورت میں وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونی کے لیے شرط ٹہرائی تھی وہ  
 مفقود ہی بہر کیف یہ انصاف محفوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ باقی رہا یہ جو ہماری فاضل  
 مجیب نے احادیث سفینہ اور حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہے اسکی متعلق مختصر گزارش ہو  
 کہ حسب اعتراض آپکی مذہبی بیانی مولوی نور الدین کے حدیث بخوم معارض حدیث ثقلین ہے  
 اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے ہی معارض ہوگی لاتحاد و ہامافی اللہ  
 اور یہ ہی مولوی نور الدین کی کلام سے ظاہر ہی کہ معارضہ حدیث ثقلین و حدیث بخوم میں درجہ  
 ایک جہد کے ہی جو عمرت ہی اور جزو ثنائی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچھ معارض نہین ہو۔ اور جب  
 ہم معارض کی وجوہ میں غور کرتے ہیں تو انہیں کچھ معارضہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ حسب الفاظ  
 احادیث کو دیکھا جاتا ہے تو حدیث ثقلین میں لفظ تنک واقع ہے اور حدیث بخوم میں لفظ  
 اقتدار اور کتب لغات سے واضح ہے کہ تنک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہین اور نہ  
 رکوب سفینہ جو حدیث سفینہ میں واقع ہے اسکی معنی حقیقی اقتدار کے نہین اور ظاہر ہے کہ لفظ  
 اقتدار کے حقیقی معنی پیروی کے نہین منہی الارب میں لکھا ہے اساک چنگ در زون قال  
 اسک بالشی از اتمک یہ۔ پہر لکھتا ہے۔ تنک چنگ در زون و باز اسماون از چہرے۔ او  
 لکھا ہے اقتدار پی بردن کسی۔ جب یہ امر ثابت ہو چکا کہ تنک کے معنی اتباع کے نہین

طہرہ پر ہی کیونکہ اتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ

بلکہ پڑنے اور چٹکل مارنے کو ہیں۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہیں۔ تو اب ہمیں تو ان میں تامل کیا  
تو قرآن ہی میں معلوم ہوا کہ حدیث ثقلین میں لفظ تسک کے معنی اتباع کے بحق عترت نہیں  
ہو سکتی بلکہ معنی ولادہ محبت کے ہیں چنانچہ حسب تحقیق علامہ شیخ الاسلام مودہ فی القربا کا مدلول ہے  
کیونکہ اولاد تسک کے معنی اتباع معنی مجازی ہیں اور ظاہری کہ عید و رت الی الجواز بلا قرینہ صاف جواز  
نہیں۔ اگرچہ معنی محبت کے ہی اس اعتبار سے مجازی ہیں لیکن چونکہ اس کا کوئی معارض نہیں اور قرینہ  
صحیح معلوم ہو رہی ہے اس لیے وہ صحیح ہوئی۔ ثانیاً حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ میں لفظ عترت  
اور اہلبیت واقع ہوا ہے۔ اور عترت کے معنی حضرات شیعہ کچھ ہی کیوں نہ اختیار کریں باہتبار  
اتباع کے صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لیے عصمت شرط ہے۔ اور عترت  
علی الاطلاق غیر معصوم ہے تو حسب مذاق شیعہ امامیہ سموا اور حضرت مجیب خصوصاً محال ہے کہ خدا  
غیر معصوم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی۔ اور اگر عترت و اہلبیت سے مراد صرف جناب امیر  
حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم ہیں تو باقی ائمہ تسعہ خارج ہو گئی اور اگر مراد صرف دوازہ ائمہ ہیں  
تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قرینہ قائم نہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خارج  
ہو جائیگی۔ غرض کہ اگر زید شہید و اسماعیل و حسن و عقیلہ اولاد ائمہ عترت میں داخل ہیں تو ان  
حدیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل اور خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عترت سے خارج ہیں تو  
پہر ائمہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ثانیاً یہ امر بدیہی ہے کہ خبریت یا قرابت  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع میں کچھ داخل نہیں ہے بلکہ صریح دار مدار اتباع اس سے  
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیحبت اور علوم سے استفادہ حاصل نہایو۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک جس قدر عترت گذرتی چلی آتی ہے صدہا اونہیں سے  
ایسی ہیں جنکو حضرات شیعہ کافر و فاسق سمجھتی ہیں اور ظاہری کہ تسک کی علت اس لیے  
خبریت اور عترت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع کو  
ہوئی تو یہ تسک کو اتباع پر محمول کرنا بعید از عقل ہے۔ راجعاً فقہاء کاتب اللہ اور عترت میں

اور انکی نسبت احد ہما اعظم من الآخر شادی اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہیں کہ عترت کا حکم خدا کے  
 حکم کے بعد نہیں تو جس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اور کو عترت کا اتباع حاصل ہو گیا تو اس کو تین  
 شک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہے اور ظاہری کہ مناط عدم ضلالت جیسا  
 اتباع ہی ویسا ہی محبت اور ولا ہے تو تک کو محبت اور ولا پر حمل کرنا تائیس میں ہو گا اور تائیس پر حمل کرنا  
 باعث بار تاکید کی ہے۔ خلاصہ۔ عترت میں سے واجب الاتباع صرف امام  
 زمان ہوتا ہی اور باقی سب تابع ہوتی ہیں اگر شک ہے مراد بیان اتباع ہونا تو صرف امام کے  
 شک و اتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا  
 سب کو امام بنا رہے۔ تو اس وجہ سے شک کے معنی سب کے اتباع جائز نہیں۔ ہاں ولا محبت  
 باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لیے حاصل ہے تو اس سے صاف  
 سمجھ سکتی ہیں کہ سب کے اتباع یعنی ولا محبت ہے۔ سادہ۔ اگر شک اور رکوب سفینہ معنی  
 اتباع ہو تو یہ فرق شیعہ زیدیہ و اسماعیلیہ و فطمیہ و ناموسیہ و کیسانیہ وغیرہ جو بزعم خود متمسک  
 بہ ثقلین ہیں اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہیں وہ بھی ناجی اور اہل حق ہوں وہو  
 خلاف اصول الشیعہ۔ باقی رہا کتاب کے نسبت سوا و سکی نسبت لفظ شک کے معنی بجز اتباع  
 ممکن نہیں ہاں معنی اتباع ہی ماخوذ ہوگی۔ لیکن حدیث بخوم میں کہ حضرت نے ارشاد فرمایا  
 اصحابی کا لفظ یا ہم قدامتہم نہ سچ افتداریا صاحب کو رہے اور ہر ایک کے اقتدار کو ابتدا فرمایا  
 اسکی معنی میں راہ تاویل ہی مسدود ہے۔ تو کس طرح کا تعارض حدیث بخوم میں اور حدیث سفینہ  
 و ثقلین میں نہیں ہے کیونکہ حدیث بخوم عموماً اصحاب کے اقتدار پر دلالت کرتی ہے اور حدیث  
 سفینہ و ثقلین عموماً عترت کے وجوب محبت اور ولا پر دلالت کرتے ہی مولوی نور الدین <sup>حاشیہ</sup>  
 کی خوش فہمی تھی کہ دونو حدیثوں میں تعارض سمجھ کر غطان و پچان ہوئی۔ اور انہ میں سے جو  
 زمرہ اصحاب میں معدود ہیں انکی اتباع پر حدیث بخوم دلالت کرتے ہیں اور باقی  
 انہ کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ تو اس حدیث سے کل اصحاب کرام کا

بفضلہ تعالیٰ عدل اور ناجی ہونا ہی نہیں ثابت ہوا۔ بلکہ ان کا مقصد اور دینی ہونا ہی ثابت ہو گیا۔ پس اس تمام گزارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے ماخذ دین و ایمان لعینین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اور یارقین میں نہ ملے گی۔ طاہرین۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین و ایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علی سائن اور عترت طاہرین ہیں۔ و الحمد للہ علی ذلک۔ تو اگر مآخذ اگر مبنی اختلاف کثیر کا یہ ہی سہل ہوتا تو صاحب تحفہ جنہوں نے ایک کتاب ضخیم اس باب میں لکھی۔ اور اگرچہ اسکی لکھنی میں انکو چند ان وقت نہیں ہوئی صرف صواتع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی باب خاص اس سہل میں لکھتی حالانکہ کوئی باب تفصیل صحابہ میں نہیں لکھا۔ اقول اگر ہماری محیب بسیب کو اس باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند منظوری تو لیجئے متنہی الکلام میں خاتم المتکلمین مولانا مولوی حمید علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال نقل کیا ہے جو در باب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا اور جو کچھ اوسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ ہی نقل ہے اوسمین سے متقطعا عرض کرتا ہوں اوس سے آپ دیکھ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف مذہب کا کیا ہے۔ اسی برادر اول بنائی ہندوہی دریافت کن کتاب ٹائی ہر فوق را یکسو گزار در طاق نبہ و چون بر بنائی بر یکی واقف شوی آن بنابر آیات قرانی مطابق کن و بنائی ہر کدام مذہب کہ محکم در اسخ بنی آنرا مذہب حق دہستہ کتاہائے آہنا میخوان و بعمل آر و بنا ہندوہی کہ باطل یا بے کتاہائی آنرا دساوس شیطان دہستہ در آب انداز و گردان بگرد و آنہارا پارہ پارہ کن و یقین دان کہ آن مذہب اطمینت نیست بلکہ مذہب شیطان است پس بدانکہ بنا مذہب اہلسنت بر ایمان و تقوی و صلاح و راستی ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم و غیر ایشان از مهاجرین و انصار و دیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہزار ہا کس بودند و ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در راہ خدا جہاد و نماز کردند و نماز

حیات شریف ہمیشہ در نصرت و حمایت او بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل و انصاف و راستی گزیدند و خدمت اہلبیت و محبت انہا بجا آوردند و ائمہ کرام علیہم السلام علیہم السلام و جہد ہمیشہ بانہا داشت و بر خاست نموده و ہمراہ انہا با کفار جہاد کرده و در پس انہا نماز خواندہ و ہمیشہ بانہا صحبت داشتہ و بعد وفات انہا در حق انہا دعائی خیر نموده و بسیار مدح و مناقب انہا بیان نموده و بنا مذہب شیعیہ بر کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ و غیر ہم نہ را ان صحابہ سید ابرار است کہ اینہا میگویند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آوردہ بودند و ہجرت ہم برای ریاست و طمع دنیا کردہ بودند و ہمہ جہاد و عبادت انہا برای ریاست بودند و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ ہمت او انداز سانیدند و مرتضیٰ علی را یاری نکردند و حق او را بزرگ گرفتند و متابعت و نماز علی رضا ہمراہ انہا بنا بر خوف و تقیہ بود حتی کہ علی رضا دختر طایرہ خود را در نکاح عمر رضا برای تقیہ داد و نام پسران خود ابو بکر رضا و عثمان رضا و عمر رضا برای تقیہ نهاد۔ الی آخر ما قال بلفظہ شریف۔ اور تحفہ میں باب فضائل صحابہ رضا کے نسبت انکار باین معنی درست ہے کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہیں کیا۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے براہل بعید ہے کیونکہ باب امامت کا دار مدار بالکل فضیلت صحابہ پر ہے۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مراد نہیں تو اور کیا ہے باب تولد و تبرکات مبنی بجز فضائل صحابہ کے اور کچھ نہیں۔ معہذا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تکرید تحفہ کے ایک باب تفصیل حدیث گانہ تالیف فرمایا اور وہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتھ لاحق نہیں ہوا میں نے خود اسکا مطالعہ کیا ہے اور اب بھی بعض احباب کے پاس موجود ہے۔ باقی رہا یہ ارشاد کہ صرف صواعق کا ترجمہ کرنا پڑا ہے حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت واقفیت کی دلیل ہے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ صواعق کو دیکھتے تو ہرگز یہ کلمہ منہ سے نہ نکالتے آپ بی تحقیق چوٹی خبریں سنی سنائی بمقابہ خصم لکھ کر ناحق خفیف ہوتی ہیں اسی حضرت تحفہ اور صواعق دو نو بندہ کے پاس موجود ہیں اگر آپ کا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صدق و کذب کو دیکھ لیجی یہی مانا کہ صواب سے ہی آئین لیا ہی لیکن یہ کہنا کہ صرف  
صواب کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہی بالکل غلط ہے اور اگر بالفرض صواب کا ہی ترجمہ ہو تو اس میں کیا عیب ہے  
اور کونسا طعن ہے۔ اولاً ادھون نے تحفہ اپنی نام کی طرف منسوب نہیں فرمایا ہے۔ ثانیاً جو  
کچھ لیا ہے اپنے ہم مذہب سے ہی اخذ کیا ہے کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا خارجی سے تو نہیں لیا جو  
سنا یہ محل طعن ہوتا۔ قول خلافت ثلاثہ کے افضلیت کا جواب اتفاقاً رکھتی ہیں تحفہ کے  
باب ہفتم میں ہی بحث میں وہ فرماتے ہیں وہ افضلیت ہم گنجائش بحث بسیارست وہ تو اس باب میں  
مشک اور مترود میں اور اکابر اہل سنت سے ہیں۔ اقول افسوس کہ اس عبارت کو سمجھنی میں ہی  
آپ نے خفا کی۔ مشک اور مترود میں ہر کونسا لفظ دلالت کرتا ہے کیا بحث کی گنجائش ہونا مشک و مترود  
مستلزم ہی حاشا و کلا۔ صد ہا مسائل فقہیہ و اصولیہ دکھائیے حضرات شیعہ کے یہاں ایسی ہیں جنہیں  
گنجائش بحث بہت ہے بلکہ باہم اختلاف و جدال ہے کیا حضرات ان سب میں مشک و مترود میں  
جناب امیر کی افضلیت انبیاء سے کس قدر محل بحث و گفتگو ہے خود مسئلہ امامت اور اس کی اصول و دین جو  
میں بہت کچھ قبل و قال ہے مسئلہ حجت جسکو قیامت صغری کہتی ہیں اور مسئلہ غیبت امام زمانہ  
جو احکامات مسائل سے ہیں اور جنہیں حضرات متفرد میں باوجود کیا احکامات مسائل سے ہیں۔ انہیں گنجائش  
بحث جقدر ہی عقلاً پر محض نہیں۔ جب کوئی دلیل عقلی و نقلی ہم نہ پونجی تو یہاں تک مجبور ہوئی کہ مسئلہ  
غیبت میں یہ کہہ دیا کہ و انما ہولکم استاثرہا اللہ تعالیٰ باوجودیکہ یہ معتقدات کہ  
دلیل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں اور حضرات محض تفسیر سلف انکی معتقد میں کیا آپ انکی نسبت  
یہ کہہ سکتی ہیں کہ حضرات شیعہ اپنی ان عقائد میں مشک و مترود میں۔ پس گنجائش بحث کا ہونا  
کی طرح مستلزم مشک و مترود کو نہیں ہے۔ یہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے و بس۔ علاوہ  
ازین اگر کوئی شخص انکی تمام معتقدات والہیات و نبوت وغیرہ کا انکار کر کے آپے ثبوت طلب کرے

سے امام کے ختمی دہرے سبب ہستیہ حکمتوں کے ہر جسکو خدا تعالیٰ نے اپنے ہی علم میں رکھا ہے دیکھو

تو شکل پڑ جائی اور طول طویل بحث کے نوبت آئی حالانکہ یہ نہیں کہا جائیگا کہ آپ اپنی معتقد تین  
 مشک و مترو دین قوی ہر حال۔ اب ہم یہ دیکھتی ہیں کہ یہ اعتقاد اہل سنت کا  
 مدلل مدلل عقلیہ و نقلیہ سند خود یقینی ہے یا محض قلبیہ سلف اور ظنی ہے۔ اس میں  
 کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہیں چنانچہ نظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل ہوتے ہیں  
 مواقف قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۱۶ میں یہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ  
 الافضلیۃ لا مطمع فیہا فی الجزم والیقین ولیست مسئلہ متعلق بہا عمل فتکف فیہا بالظن  
 والمصوص المذكورۃ من اطرافین بعد تعرضہا لا یفید القطع علی مالا یخفی علی مصنف لکننا  
 وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحن قلنا بہم یقضی  
 بانہم لولم یعرفوا ذلك لما طبقوا علیہ فوجب علینا اتباعہم فی ذلك۔ خلاصہ اسکا یہ ہے  
 کہ مسئلہ تفضیل قطعی یقینی نہیں ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کیا یا نہیں کہہتے ہیں افضل ابو بکر  
 بعد عمر و بعد عثمان و بعد علی ہیں۔ نقل عن جہم البحرین۔ شرح عقاید نسفی میں بعد تفصیل  
 علی ترتیب خلافت لکھا ہے علی ہذا وجدنا السلف والظاهر انہ لولم یکن لہم دلیل علی ذلك لما حکموا  
 اور ہمارے اقوال ہی اسی قسم کے ہیں۔ اقول۔ چونکہ جس جگہ ہماری محیب لبیب کو فہم  
 مطلب عبارت مواقف میں خطا ہوئی اسی ہی اولاً ضروری کہ مطلب عبارت بیان کیا جائے  
 اور بعد اسکی جواب کے تقریر کی جائے پس صریح ہو کہ مواقف نے شروع اس بحث میں  
 دلائل فضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیں اور بعد اسکی حضرت علی رضی اللہ  
 عنہ کی فضلیت کے دلائل ذکر کیں جو علما شیعہ انکی فضلیت کو اثبات میں تقریر کرتے ہیں۔ بعد اسکی حسباً  
 اذکا جواب دیکر یہ عبارت مذکورہ لکھی جسکا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ فضلیت (حب مذکورین) مشکلی  
 خرمی اور یقینی نہیں کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لئے یا تو کوئی دلیل عقلی  
 جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضلیت  
 جسکا مدار کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقربیت الی اللہ ہے امر عقول نہیں چنانچہ

میں یہ عبارت لکھی ہے  
 واما ما لا یخفی علی مصنف

اجماع و سلف و ظنی ہے

سابقہ شہادت علم اہدی امامیہ بیان ہو چکا ہے۔ یا نص قرآنی ہو جو عبارت النص  
 اوسکو مثبت ہو وہ ہی نہیں ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ ہی مفقود۔  
 احادیث احاد جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہیں  
 تو اہل کلام کے طرز پر اس مسئلہ کا ثبوت یقینی نہوا۔ لیکن ہماری محیب اس سے یہ سمجھ گئے  
 کہ یہ مسئلہ کی طرح یقینی نہیں حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اسکی آگے ہی صاحب مواقف نے  
 بطور استدراک دو دفع توہم کے یہ فرمایا۔ لیکن ہمیں سلف کو پایا کہ وہ فضلیت بہ ترتیب  
 خلافت کہتی تھی اور حسن ظن حاکم ہے اگر اولیٰ پاس کوئی دلیل نہوتی تو اس پر متفق نہوتے  
 اور اجماع نہ کرتے تو ہم پر اولیٰ پیروی واجب ہوتی۔ یہ عبارت صراحتہ اس امر پر دل ہے  
 کہ مسئلہ فضلیت صاحب مواقف کے نزدیک اجماعی اور اسکی نزدیک اجماع ہر واقعہ  
 کہ فضلیت بہ ترتیب خلافت ہر دو اگر باہم ختمین کے فضلیت ہر اجماع نہوتی تین کی فضلیت  
 تو قطعاً اجماعی ہے۔ اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہوسہی تاہم باتفاق شیعہ  
 و اہل سنت اصولیین اور فقہاء وغیرہ کی نزدیک حجت ہر جمال الدین ابی منصور حسن بن ابی  
 بن علی بن احمد شہید ثانی شیعہ عالم الاصول علی بن مکان اور وقوع اور حجت اجماع  
 کی تحریر فرماتے ہیں ونحن لما ثبت عندنا بالأدلة العقلية والنقلية كما حقق  
 مستقصى في كتب أصحابنا الكلامية ان زمان التكليف لا يخلو عن امام معصوم  
 حافظ للشرع تجب الرجوع الى قوله في فتمت اجتماع الامتد على قول كان دلائلا  
 في حملته لانه سيدنا والخطاء مامون عليه فكون ذلك الاجماع حجة۔ اس سے  
 صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہے۔ اور امام معصوم کے شمول کے  
 لئے اور جب ہر نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو چکا چنانچہ ہماری صاحب کتب کلامیہ میں اصل مذکور ہے کہ امام معصوم نجس شرع  
 جسکی قول کی طرف رجوع ہوگی زمانہ تکلیف کا خالی نہیں ہوتا پس جب کسی قول پر امت مجتمع ہو جائیگی امام کا قول ہی  
 اوس میں شامل ہوگا کیونکہ امت کا سر رہی اور خطا کا اوس پر خوف نہیں تو یہ اجماع حجت ہوگا۔ ۱۲۔

نسبت جو کچھ فرمایا ہے یہ محض ایک لغو بات ہے امام کا شمول یا زمین خود قطعی نہیں  
 کیونکہ اسکی تعلیق پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ اجماع کے ساتھ قول امام کے تضام پر اگر کوئی  
 دلیل خارجی مثل وجود امام عبید یا وجدان قول عبید اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا  
 نام لینا ہی لغو اور بیفائدہ ہے کیونکہ اسوقت معتبر اور حجت قول امام ہے نہ اجماع اور اگر یہی  
 اجماع قول امام پر دال ہے تو منقطع اور محتمل پر بنا بر اجماع ہے اور محض اثبات پر مذہب کی  
 بنیاد قائم کی ہے۔ اور ظاہر حسب مذہب شیعہ ثانی ہی کیونکہ صاحب معالم آگے بڑھ کر  
 لکھتے ہیں ولا یختف ان فائدة الاجماع تعد عندنا اذا علم الامام بعینه نعم مقصود  
 وجوہلحیث لا یعلم بعینه ولكن یعلم کونه فی حمله المجتہدین ولا بد فی  
 ذلك من وجود من لا یعلم اصله ونسبہ جملتهم اذ مع علم اصل الكل ونسبهم  
 یقطع بخروج عنہم۔ اب آپ بغور ملاحظہ فرمادیں کہ یہ اجماع جس میں وجود امام اور اسکی قول کے  
 دخول کے بنا بر محض تخمیلیات و توہمات پر باندہ رکھی ہے حجت ہے۔ ظاہر ہے کہ ایام  
 غیبت کبریٰ میں امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی باطنی قائم ہے اور نہ اسکی قول کے دخول پر  
 کوئی حجت ہے تو ایسا عجیب و غریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہو سکتا ہے  
 اگرچہ سچکے بحث کی بہت گنجائش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہوں اس  
 بہ کو کیا حجت آپ جانے اور آپکی شہید ثانی اور آپکا اجماع صرف مقصود یہ ہے  
 کہ اجماع اہل شیعہ کے نزدیک حجت ہے اور وہ کیسا ہی کچھ بھی حضرت شہید ثانی  
 کی کلام سے حجت ہونا اور سکائیت ہو گیا۔ اہل سنت کے نزدیک سن لجنہی حضرت ثانی  
 ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع میں تحریر فرمائے سن۔

۱۔ اور پوشیدہ نہیں کہ جب بعید امام کا وجود معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نہ بیگانہ مانا اور اسکا وجود اس کے تصور پر سچکا امام  
 معلوم ہو لیکن سچکا اہل اجماع کے اسکا ہونا معلوم ہو اور اسکی لئی ایسی لوگوں کا ہونا ضروری جنکی اصل و نسب کی اطلاع ہو  
 ایسی اگر سب اہل نسب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہوگا۔ ۱۱۔

باید دانست کہ مذہب حق کاشاعہ شد گرفتہ سماعیہم متابعت صحابہ و تابعین بان وقتہ اند  
تفضیل حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق است بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی مرتضی و چہ حسن  
رضی اللہ عنہم جمعین و از عجائب امور است کہ این سلسلہ در زمان سلف از اجل بد بیہیات  
کہ هیچ عاقلی در ان شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ تتبع آثار صحابہ و تابعین شیمہ ایشان نباشد و دیگر  
حکم سی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ سادہ اجماع کہ اصل ثالث قرار دادہ اند از اصول الربیعہ  
با وجودیکہ اسماعیہ منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیل از کتاب و سنت و قیاس برای دو فائدہ است  
یکی آنکہ سبب اجماع سلسلہ قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطع نباشد مثلاً صورتی  
اجماع آنجا جزو احد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون مجتہدین سلسلہ اجماع کردند ماخذ را فراموش  
میسازند و داعیہ نقل ماخذ را تر میگرد و بحیث کفایت اسماعیہ از ان ہند و اکثر مسائل اجماعیہ ماخذ آنها  
چنانکہ می باید می شاید منقول نیست۔ پس حکم بر سلسلہ اجماعی کہ جمیع علیہ سلف کا ہی بلکہ زمانہ سلف میں صلی  
بد بیہیات سہی تو یہ کہنا کہ مطلق سہی کوئی دلیل قائم نہیں اور جمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہو مہند  
سنا کہ یہ سلسلہ ظنی ہے اور کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی اسکی اثبات قائم نہیں تاہم ہماری محیب کو باقتبار  
مذہب کی اعتراض کی گنجایش نہیں کیونکہ حضرت مجیب کے مذہب میں اصول و فروع دین اخبار و احادیث و ظنیات  
سہ ثابت ہو سکتی ہیں یعنی سہی عالم الاصول متداول یکہی ہے۔ خبر واحد جو قرآن مجید و احادیث و ظنیات  
میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل و اصل حجیت خبر واحد میں لکھتی ہیں۔ قال العلامة فی النہایہ  
اما الامامیۃ فالاحبار یون منهم لم یعولوا فی اصول الدین وفروعه الا علی اخبار الاحادیث  
المرویۃ عن الائمة والاصولیون منهم کابی جعفر الطوسی وغیرہ وافقوا علی قبول خبر الواحد  
ولم ینکرم سوی المرتضی و اتباعہ لشبہۃ قد حصلت لہم اور اس سہ کچھ آگے چلکر لکھتی ہیں

فہمین شیعوں کے نزدیک اصول و فروع واحد سہ ثابت ہوتی ہیں

اس علامہ نے نہایت کہہا ہے کہ سہی کے اصول و فروع دین میں اخبار و احادیث پر ہے اعتقاد کیا ہے جو ائمہ سہی میں  
اور اصحاب میں نے مثلاً جعفر طوسی وغیرہ کی خبر واحد کی قبول کرنے میں اسکی موافقت کی ہے اور سہی مرتضی اور اسکی  
اتباع کیسے اسکا انکار نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک شبہ نہ پڑ گیا تھا۔ -۱۲-

و موافقونا من اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ايضا فقالوا ان الصحابة  
و التابعين اجمعوا على ذلك بدليل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد و عملهم  
في الوقائع المختلفة التي لا تكاد تحصى وقد تكوّن ذلك مرة بعد اخرى و شاع و ذاع بينهم  
لم ينكر عليهم حد ولا لنقل و ذلك يوجب العلم العادي باتفاقهم كالقول الصريح - تو اس میں مانیے  
ثابت ہوا کہ فضیلت پر اگر دلائل ظنیہ اخباریہ قائل ہوں - تاہم ہماری محبت کو  
کنجائش اعتراض نہیں حالانکہ اس پر دلیل قطعی سنیہ فریقین قائم ہے اور یہ حال جو اوپر مذکور  
ہوا اس جزو واحد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معالم میں لکھا ہے  
اور اگر جزو واحد کے ساتھ قرائن مفید یقین بحق و منضم ہوں وہ خود قطعی حجت ہے چنانچہ  
یہی ہی اوستی عالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس سنیہ فضیلت میں قطع نظر  
اجماع سے کیجاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اجتماع فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ  
اور کتب اعداء اللہ کفار و مرتدین اور فتح بلدان اور اشاعت اسلام اور عدل و ادب و بیعت سنیہ  
اور ان کا خلفاء کی حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہ - جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل شیخین میں  
بشرح و بسط مذکور ہے اسکی ثبوت قائم ہوں تو اگر اخباریہ عادی نے حد ذاتہ ظنی ہوں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ  
انکی ظنییت بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اسکو محض ظنی خیال کرنا اور بلا دلیل عقلی  
و نقلی سمجھنا اگر ناہستہ ہی تو صرف خطا ہے اور اگر دیدہ و نہستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا  
خون کرنا ہے - قوی کلام غور کا حق ہم ہی کہ اس تفضیل پر جسکی خیرات بہت قائل ہیں اور  
اسکو عقائد میں داخل کر رکھا ہے خود انکی ہی علماء کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہ

یعنی ہماری موافقون اہل خلاف سے اس صبی طریقہ محبت پکڑی ہے کہ ہمارے تابعین نے اس امر پر اجماع کیا ہے اس  
کو قائل تحت کثیر میں جو واحد پر عمل اور اس سے استدلال منقول ہے اور یہ امر قرۃ بعد آخری واقع ہوا ہے دوہین ستاع  
داع ہے کہ سنیہ ازبہ ہمارے نہیں کیا ورنہ منقول ہوتا تو یہی مثل قول صریح کے ادائے اتفاق پر عمل

کہتی ہیں کہ علیؑ نہ اوجہ نہ السلف اس قول میں اور انا وجدنا آباءنا میں کیا فرق ہے حالانکہ  
 اسی شرح عقائد نفسی کے شروع میں لکھا ہی ہے *وَعرفه العقائد عن الہیہ التفصیلۃ بالکلام الخ*  
 یہ تفصیل خلفاء کا عقائد میں داخل کرنا اور بدولت اقامت دلیل اسکا قائل ہونا اور علیؑ نہ اوجہ نہ  
 السلف کہنا کیونکر جائز ہوگا۔ اقول۔ گذارش سابقہ صریح ہے کہ یہ اعتراض بلا غور  
 و تدبر مقام کیا گیا ہے اگرچہ مقام غور کا تھا لیکن حضرت نے غور نہیں فرمایا ورنہ بمقتضای نص  
 یہ اعتراض نہ فرماتے کیونکہ اسی گذارش سے ثابت ہو چکا ہے کہ اہل سنت کا یہ اعتقاد بدلیل  
 قطعی نہیں۔ لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرما دیں انکی سلامہ و دیگر ہا طہین نے مبنی اصول  
 و فروع کا ظنیات پر رکھ دیا اور پیچاری سید عالمؑ ہی کے دعویٰ کو اتار کو آپکی شہادت  
 فی غلطی اور شبہ پھیل فرمایا پس اسکی جواب کا فکر کجی قطع نظر اس سے اگر آپ کو اپنی اصل  
 کثبوت قطعی کا دعویٰ ہی تو سند حجت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ شیخ محمد بن  
 الحسن البحر العالی نے بدایۃ الہدایہ میں لکھا ہے *یحییٰ علی الملک الاقرار بوجہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ*  
*و عدلہ و علمہ و قدرہ۔ و تنزیہہ عن النقص و سائر صفاتہ الواردة فی الکتاب و السنۃ و الامار*  
*بالمعاد الجسمانی و هو القیمۃ الکبریٰ و بالرجعۃ وھی القیمۃ الصغریٰ* محشی لکھتا ہے *و حجت*  
*از ضروریات مذہب شیعہ است۔ کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرما دیجیے اور اگر قطع*  
*نہو کی تو ظنی ہی سے ثابت کیجیے* ان نا انصافی کے راہ سے کہی جائیں کہ ہمارے تمام  
 اصول و فروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں جیسا سید مرتضیٰ کا خیال ہے اسکا کوئے  
 علاج نہیں باقی رہا آپکی سوال فرق انا وجدنا اور علیؑ نہ اوجہ نہ السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی  
 التزام تہذیب کی کچھ نہیں عرض کر سکتے مگر اتنا کہتے ہیں کہ فعلی نہ اوجہ نہ السلف اور انا وجدنا  
 کے معنی مکلف بر خداوند تعالیٰ شانہ کے وجود اور احدیت اور عدل اور علم اور قدرت اور منزہیہ کا اقرار و صفا  
 جو کتاب و سنت میں وارد ہوئے اقرار واجب ہے اور معاد جسمانی جو فیان کبرے ہے اور رجعت ائمہ حویلیہ  
 صغریٰ انکا ہی اقرار واجب ہے۔ -۱۲-

آبادنامین جس قدر فرق ہو اسکی نسبت علی بن ابی طالب و جدنا السلف میں اور ناما و جدنا ابادنامین زیادہ  
 فرق ہو اقول۔ معہذا ان کل کتابوں میں تفصیل خلف را ربیعہ کی حسب ترتیب خلافت  
 و بیح ہے مگر ہماری حضرت مجیبؑ صرف خلفا ثلاثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور بیاعت نہایت  
 محبت و غایت تک بہ اہل بیت اپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا اقول۔ یہ امر  
 بدیہی ہی کہ عدم ذکر شے اسکی نقص اور برائی کو مستلزم نہیں تو معاذ اللہ حضرت امیر المؤمنین امام الشہیدین کا  
 عدم ذکر اسوجہ سے نہیں کہ انکی خدمت میں جلاوت تک میں کوتاہی ہو حضرت کے ساتھ سوا اعتقادی  
 کو میں ایسی ہی دینی اعتقاد کرتا ہوں جیسا کہ حضرات ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ  
 سوا اعتقاد کو بے دینی سمجھتا ہوں لیکن چونکہ مناسطہ میں متفق علیہ کے ذکر کی کچھ ضرورت  
 نہیں ہوتے مختلف فیہ کا ذکر بہتہ ضروری ہی ایسی تھیں خلفا ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ذکر پر اکتفا کیا گیا  
 اور یہ تو حضرت مجیبؑ ہی جانتی ہو نگے لیکن آخر کیا کریں آپ کو غیہ انصاف اور تحقیق حق نہ چھوڑا  
 کہ آپ یہ اعتراض فرما دیں قال الفاضل المحبیب۔ قول صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام  
 صفت احترامیہ ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے احترام ہے تو حاشا و کلا کہ  
 شیخہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں بلکہ اپنی نزدیک جن لوگوں کو غیر کرام جانسی ہیں اور انکا  
 ایسا ہونا کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں انکو ہی برا جانسی ہیں بقول العبد الفقیر  
 مولانا الغنی اسی اہل دانش و انصاف و امی متجربان اعتساف ذرا ہماری حضرت مجیبؑ  
 انصاف و تحقیق حق کو ملاحظہ فرمانا اور دیکھنا کہ کس شے و نہی نہ مانتی ہیں کہ حاشا و کلا کہ شیخہ  
 صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں۔ اہل جہد کو نہایت مضبوطی کے ساتھ تہامنا۔ بندہ عرض کرتا  
 کہ حضرات شیخہ کے یہ محض زبانی دعوے ہیں ورنہ حضرات نے اپنی کتابوں میں تو انبیاء  
 نیک و اصحاب تک سہا تم کفر و فسق سے چھوڑا تو یہ دعوے محض مخالف اپنے کتب  
 معتبرہ کی ہے۔ لیکن نقل روایات سے پہلے یہ گزارش ہے کہ بطور مقتدرہ یہ قاعدہ  
 کلیہ اپنے ذہن میں محفوظ رکھیں کہ حضرت مجیبؑ کے نزدیک معصیت مکریت کی بالکل خلاف ہو

اور حسین مصیبت پائی جائیگی کرامت مرتفع ہو جائیگی چنانچہ آئندہ عبارت میں بزعم خود اس قاصد کو ثابت کر کے بنا اعتراضات اسی پر کہی ہے توجیب یہ کہ یہ محفوظ ہو چکا تو اب روایات سنیں انبیاء کو کفر تک نہیں چوڑا حضرت شیخ صدوق طائف ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن سنان بن ابی عمیر تحصیل میں روایت فرماتے ہیں۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اصول الکفر ثلثہ الحس والاعتکبار والحسد فاما الحسد فادم حين يفي عن الشجرة حله الحرس على ان اكل منها واما الاعتكبار فابليس حين امر بالسجود فابى واما الحسد فابنا ادم حين قتل صاحبه يحيى حضرت آدم علیہ السلام سے روایت آپ کی صدوق کے اور فعل کا ارتکاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر میں آپ کے برابر ہو گئی کہ ادھین ہے ایک اصل کفر کی پائی جاتے ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ میں ہی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکھیں کہ یا تو یہ عقیدہ کہ ائمہ تک صفائے دکنیہ سے سہواً و عمدہً معصوم تھے یا یہ کہ نوذبا اللہ ملہیں کے برابر ہو گئی اب حضرت مجیب یا تو نقل روایت کی تکذیب فرما دینگے اور یہ تو ممکن نہیں کتاب بندہ پاس جو نہ تقالے موجود ہی حسین یہ روایت سراپا غایت مذکور ہے یا اس روایت کے تکذیب فرما دینگے اور یہ ہی ممکن نہیں کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہے اگر اس کی تکذیب کیجیے اس کی تواضع کا وصف صدوق نہ ہوگا بلکہ کذب صادق ائمہ کا وہ اس کی اور کسی احتمال نہ اویل کی گنجائش نہیں ہے حضرت ایسی کفریات روایت فرما دیں اور پھر کوئی صدوق کے لقب سے ملقب ہوں اور کوئی علم کا خطاب اپنے اہل بیت سے پاویں۔ اور لیجئے یہی سلسلہ ابوالانبیاء و المرسلین میں جنکی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا میں ایک طویل روایت بیان فرمائی ہے

اسے یعنی اصول کفر میں حرس اور تکبر اور حسد لیکن حرس پس آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو حرس نے اس کو اس پر بگنہت کیا۔ کہ ادھین سے کہا لیا۔ اور تکبر پس جبکہ حکم کیا گیا سجدہ کا پس اس نے انکار کیا۔ اور حسد پس آدم کا بیٹا۔ جبکہ اس نے اپنے بھائی کو حسد قتل کر ڈالا۔ - ۱۰۷ -

اور تفسیر صافی میں ہے ولا تقر بانہ شجرہ کی تفسیر میں مذکور ہے۔ حدیثنا عبد الواحد بن محمد بن عبدوس اللیشاپوری العطار قال حدیثنا علی بن محمد بن قتبہ عن حمدان بن سلیمان عن عبد السلام بن صالح الہروی قال قلت للرضاء یا ابن رسول اللہ اخبرنی عن الشجرۃ الّتی اکل منها آدم وحواء ما كانت فقد اختلف الناس فیہا فمنہم من یروی انہا الخنطۃ منہم من یروی انہا العنب ومنہم من یروی انہا شجرۃ الحسد فقال کلّ ذلك حق قلت فما معنی هذا الوجود علی اختلافہا فقال یا ابا الصّلت ان شجرۃ الجنۃ تحمل انواعا فکانت شجرۃ الخنطۃ فیہا عنب ولیست کشجرۃ الدنیا وان آدم علیہ السلام لما اکرّمہ اللہ تعا ذکرہا سجدہ ملکئکہ له وبادخالہ الجنۃ قال فی نفسہ هل خلق اللہ بشراً افضل منی فعلم اللہ عزوجل ما وقع فی نفسہ فناداه ارفع راسک یا آدم فالظر الی سائر عرشی فرفع آدم راسہ الی ساق العرش فوجد علیہ مکتوباً لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابیطالب امیر المؤمنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب الجنۃ فقال آدم یارب من ہولاء فقال عزوجل ہولاء من ذریّتک وهم خیر منک ومن جمیع خلقک لولاءہم ما خلقت الجنۃ والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر

اسے یعنی عبد السلام بن صالح بروی کہتا ہے کہ نبی مام رضاء سے پوچھا اسی فرزند رسول اللہ صلوہ ورفہ کی تاجس سے آدم وحواء نے کیا کیا تھا کون نے اس میں اختلاف کر کہا ہے بعضی کہتے ہیں کہ وہ گندم کا درخت تھا اور بعضی کہتے ہیں کہ وہ انگور کا درخت تھا اور بعضی کہتے ہیں کہ وہ حسد کا درخت تھا اپنی فرمایا اسی ابا الصّلت جنّت کا درخت چھ قسم ہے پہلا یہ درخت اصل میں گندم کا تھا اور دوسرا یہ انگور کے تھے اور جب خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر اور جنّت میں داخل کر کے بزرگوں طافرائی تو اپنی پسین کہا کہ کیا کوئی بشر مجھے نفی ہے۔ خداوند تعالیٰ نے غیور قلبی علوم فرما کر فرمایا اسی آدم سے اور تیسرا ساق عرش پر دیکھ آدم نے دیکھا تو اس پر کہا ہوا تھا (لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب امیر المؤمنین وزوجتہ فاطمۃ سیدۃ نساء العالمین الحسن والحسین سیدا شباب الجنۃ) تو کہا اسی پر درگاہ یہ کون میں فرمایا یہ میری اولاد میں ہیں اور تجھ سے اور تمام مخلوق سے بہتر ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو نہ تجھ کو پیدا کرتا اور نہ جنّت و نار کو اور نہ آسمان اور زمین کو اور خبردار انکو۔

الیہم بعین الحسد فاخرجک من جوارى فقطر الیہم بعین الحسد وتمنى متزلتہم فتسلط اللہ علیہ  
 الشیطان حتی اکل من الشجۃ الّتی فیہما وتسلط علی حواء ونظر الی فاطمہ بعین الحسد حتی اکل  
 من الشجۃ کما اکل آدم فاخرجہما اللہ تعالیٰ من جنتہ واهبطہما عرۃ الارض - یہ روایت  
 بہت وجہ قابل غور ہے لیکن بیان صرف اس قدر ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبیا علیہ  
 بسلوٰۃ و سلام کے حق میں بہت بڑی معصیت حضرات نے ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالیٰ  
 شانہ نے نہایت تاکید کے ساتھ حسد کی ممانعت فرمائی پر باوجود اس کہ حضرت آدم نے نہ مانا  
 اور حسد کر بیٹھی جسکی نذر پائی اور فی الواقع اس نے درجہ کا حسد کبیر ہوگا چہ جائیکہ افضل الاولین  
 و الاخرین کے مراتب کا حسد کیا جادو معاذ اللہ کس قدر حضرت آدم کے عرق حسد جوش میں آئی  
 کہ خدا تعالیٰ کی ہی ایک زینتی اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ اصول کفر کے حضرات  
 تین قرار دیے ہیں - حرص اور حسد اور استکبار تو پہلے حرص حضرت آدم حق میں عبارت انھیں  
 بروایت صدوق ثابت ہو کہ مساوات میں ثابت ہو چکا معاذ اللہ تو اب اس روایت  
 میں دوسری اصل کفر کی یعنی جو حسد ہے بلکہ اعلیٰ درجہ کا حسد حضرت آدم کے واسطے ثابت  
 کیا گیا تو اب معاذ اللہ توبہ توبہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علی نبیا علیہ السلام کا  
 مرتبہ باوجود نبوت کے کفر میں نہیں یعنی سے دو چند ہوا بلکہ اگر غور کیا جادی  
 تو ایسی روایت ہے آپ کا استکبار بھی مفہوم ہوتا ہے آپ کا یہ خیال کہ مجھ سے کوئی افضل  
 نہیں ظاہر ناشی عرق استکبار سے ہے تو گویا سید اسلسہ انبیاء ابوالابارسل خلیفہ اللہ  
 فی الارض بہ نسبت میں کے کفر میں بہت گودہ زیادہ ہوئی کیونکہ مرتبہ مراتب اصول کفر کے  
 اس حسد کی نگاہ سے نہ دیکھنا نہیں تو اپنی قرب سے تنگ نہ لگا لے گا تو آدم نے اس حسد کی نگاہ سے دیکھا اور اسکی مرتبہ کے  
 آرزو کی پس خدا تعالیٰ نے اس پر شیطان مسلط کر دیا بیان تک کہ اس درخت سے کھایا جسکی ممانعت تھی اور خواتین  
 فاطمہ کی طرف حسد کی نظر سے دیکھا تو اس پر بھی شیطان مسلط ہوا اور اسنی ہی اسی درخت سے کھایا پس خدا تعالیٰ نے  
 اسکو اپنی جنت سے نکال دیا اور اپنے قرب سے جدا کر کے زمین پر اتار دیا - ۱۲ -

معاذ اللہ آپ میں باقی گئی باقی رہی یہ آپ تقلید فاضل جانی وغیرہ حسد کی تاویل غلطہ کے تحت  
نفراد میں اور کلام کی اطراف و جوانب و قرائن کو ملحوظ خاطر رکھیں کہ یہ غلطہ اور حسد باہم متضاد ہیں بطور  
حقیقت اطلاق احد ہما علی الآخر صحیح نہیں غلط محض آرزو کرنا اور جس جیسی نعمت کا ہی جو دوسرے  
حاصل ہے بدون قصد زوال کے اور حسد اس نعمت کی تمنا کرنا جو دوسری کو حاصل ہو اس کے  
زال ہو کر اور غلطہ شرعاً جائز بلکہ محمود ہے اور حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو سچا غلطہ پر  
حمل کرنا محال ہے اور اگر فرض محال حسد کے معنی غلطہ کے ہوں تاہم جبکہ خداوند تعالیٰ نے  
سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ میں فرمایا دایک ان تشر الیہم بعین حسد تو اس کو  
محرم اور شل حسد ہونے میں کیا کلام باقی رہا تو اس صورت میں اس کا ارتکاب مثل  
ارتکاب حسد کی ہوا اور ارتکاب حرام لازم آیا۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے شانہ نے  
حضرت آدم کو صرف تمہنی منزلت ائمہ پر اس قدر مغضوب و مہرود فرمایا حالانکہ اس وقت اس میں کسی  
اگر وہ بالفرض حاصل ہو جاتے تو کیا کچھ نقصان نہ تھا۔ لیکن دنیا میں جبکہ تمام عالم کے حقوق  
امامت کے ساتھ متعلق تھے امامت غصب ہو گئی اور ائمہ ذلیل و خوار ہوئی اور خدا تعالیٰ  
کو ذرا ہی غصہ نہ آیا اس لطف کی قربان اور اس عدل پر فدا بے شک یہ بے تکلی تہن  
حضرت شیعوں کی خدا کی ہر شایان شان میں مگر یہ کہ جیسا امام نے تقیہ فرمایا شاید خدا تعالیٰ  
وہی ڈر کر تقیہ فرمایا ہو۔ اور روایت لیجئے۔ ردی محمد بن الحسن الصفار عن ابی جعفر  
قال اللہ تعالیٰ لآدم وذریئہ اخرجہما من صلبہ المستبرک و ہذا محمد رسول اللہ و علیہما  
المؤمنین و اوصیائہ من بعدہ و لای امری و ان المہدی انتقمہ من اعدائی و اعبد  
لوعا و کرہا قالوا اقرہنا و شہدنا و آدم لم یقر و لم یرکب لہ عزم علی الاقرار۔ عن التحفہ

۱۔ علامہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے روز میناق جب سب سے اقرار و عدانیت و نبوت و  
امایت لیا تو سب نے اقرار کیا لیکن حضرت آدم نے نہ اقرار کیا

اور نہ ارادہ اقرار کا کیا۔ ۱۲۔

علامہ حضرت آدم علی نبیا وعلیہ السلام حضرت یونس علی نبیا وعلیہ السلام کے شان میں جو روایا  
 مروی ہیں سننی کلینی روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و  
 هو رافع یدہ الی السماء رب لا یطغی الی نفسی طرفۃ عین ابد ولا اقل من ذلک فما کان  
 ما سرع من ان تحدر الدمع من جوانب لحيته ثم اقبل علی فقال یا ابن ابی یعفور ان یونس  
 ابن ممتی ویکبر اللہ الی نفسہ اقل من طرفۃ عین فاحدث ذلک قلت فبلغ به کفرا اصلحک اللہ  
 فقال لا و لکن الموت علی تلک الحال کان هلاکا۔ عن التحفہ اور ظاہری کہ یہ حالت حسین  
 موت ہلاکت کے ساتھ تعبیر کی جاویں یہ وہی حالت ہے جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہو  
 اور لیجئے ملا باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت  
 نقل فرمائی ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پسر سید خدست نام  
 زین العابدینؑ کی روایت کہ توئی کہ میگوئی یونسؑ یا از برای این بشکر ما ہی انجستند کہ لایت جدم  
 امیر مومنینؑ را برو عرض کردند او توقف کرد آنحضرت گفت بلی من گفتہ ام مارت بخوانی و  
 نشیند عبد اللہ گفت اگر است میگوئی علامتی بر است گفتاری خود بمن بنما پس حضرت  
 فرمود تا عصا بہ بردیدہ من و بستند بعد از ساعتی فرمود کہ چشمہا سے خود را بکشا ید چون  
 دیدہ امی خود را کشویم خود را در کنار دریائی کہ موجانش لب شدہ بود دیدیم پس سیر  
 گفت کہ امی سید من خون من در گردن نست حضرت فرمود کہ اضطراب کن کہ احوال است  
 گوئی خود تو مینام پس فرمود کہ امی ما ہی ناگاہ ما ہی سراز دریا بیرون آورد مانند کون عظیم میگفت  
 بتیاب امی ولی خدا حضرت فرمود تو کیستی گفت من ما ہی یونس ام سید من فرمود  
 کہ ما را خبر دہ کہ قصہ یونس چگونه بود ما ہی گفت کہ امی سید حق تقالے هیچ پیغمبری مہوٹ

سے حاصل ہوا کہ ابن ابی یعفور کہتا ہے کہ انہی عبد اللہ دعا کر رہی تھی کہ الہی بکو میرے نفس کو عرف ایک کو کلمہ پڑھ سونپا اور سہرا  
 کہ بزن کہ خدا تعالیٰ نے اسکی نفس کو ہرٹ چک چپک سے کم سپرد کیا تھا تو ادنیٰ یہ احداث کہ پیغمبر چاہا اس سبب کفر کو  
 پہنچ گیا تھا فرمایا نہیں لیکن اسی حالت کو پہنچ گیا تھا کہ اس حالت میں مرنے والی تھی۔

نکرده از آدم تاجد محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را برود چنان  
 کرد پس ہر کس بول کرد سالم ماند و ہر کہ ابا کرد مبتلا گردید تا آنکہ حق تعالی یونس را بہ پیغمبری مبعوث  
 گردانید پس حق تعالی وحی کرد با و کہ اسی یونس بول کن ولایت امیر المؤمنین علی دائمہ را این  
 از صلب ابا سخنان دیگر کہ با و وحی نمود یونس گفت چگونہ ختیار کنم ولایت کسی را کہ اورا  
 ندیدہ ام و نمی شناسم و رفت بکنار دریا پس خدا بن وحی فرمود کہ یونس را فرو برد و سخنان  
 اورا ست کن پس چہل روز در شکم من ماند اورا میگردانیدم در دریا ہا و در تار یکجا ندانمیکرد  
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ بِنَحْنِكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ قبول کردم ولایت امیر المؤمنین دائمہ را شنیدم  
 از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما امر کرد پروردگار من کہ اورا انداختم بر ساحل دریا  
 پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ اسی ما ہی برگرد بسوی ہشبان خود و آب از موج  
 قرار گرفتہ - انتہی - حاصل یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب حکم خداوند می یونجا کہ ولایت ائمہ پر  
 ایمان لاؤ تو انہوں نے خدا تعالی کے حکم کو نہ مانا اور ولایت ائمہ کی ایمان سے صریح انکار کر دیا  
 پس اسکی نر امین چکب جو کچھ کہ چکھا - سبط حضرت آدم سے لیکر حضرت رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر انبیاء مبعوث ہوئی ولایت ائمہ اکاونہر پیش کی گئی اگر قبول کیا تو  
 بیات محفوظ رہی ورنہ عقوبت میں مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم کا جنت سے نکلنا اور حضرت  
 ابراہیم کا آگ میں ڈالا جانا حضرت یوسف کا چاہ کفان میں قید ہونا حضرت ایوب کا  
 مصیبت میں مبتلا ہونا وغیر ہا اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ کیا  
 مولوی تہذیب علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے - تو اس سے پایا گیا کہ انبیاء نے تمہارا  
 امامت ائمہ ہی جو جبر ایمان ہی انکار کیا - سبحان اللہ ع چونکہ کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند سما نے  
 جب انبیاء ہی حکم نہ مانیں اور رد وحی کریں اور بیچہ و نکا تو کیا ذکر ہے - مجملہ حالات  
 انبیاء کے تو سن چکے اب ذرا ائمہ کے حالات ہی سن لیجئے جو حضرات مدعیان محبت و ولایت  
 روایت فرماتے ہیں - حضرت علی امیر المؤمنین و امام المتقین فائدہ الغر المحجلین جنکی فضیلت

تمام انبیاء و رسل پر سوائے حضرت مسلم ہے اونکی شان میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بوقتہ الرسول  
 جسکے شان میں من غضبنا فقد اغضبنی تسلیم کرتے ہیں اونکی زبان سے یہ کلمات نقل  
 کرتے ہیں جو مولوی حمید علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ملاحظہ فرما کر  
 مجلسی سے نقل کیے ہیں۔ مانند جنین پردہ نشینیں حم شد و مثل خانان درخانہ گرختہ  
 خود را ذیل کردی گرگان میدرند می برند تو از جای خود حرکت نمی کنی محل اعتماد من تو  
 دیاور من سست شد شکایت من بسوی پدر من و مخاصمہ من بسوی پروردگار من اس  
 اجمال کے کسب قدر تفصیل عبارت تذکرہ الاممہ سے واضح ہوتی ہے۔ وہی پنج  
 و پچھنیں حق دستند انچہ شیخین نسبت بابل بیت رسالت واقع ساختند و نسبت زنا۔  
 استغفر اللہ بحضرت فاطمہ رضا دادن و دشنام دادن باد و غضب ندادن و خلافت  
 نمودن و کشتن و زدن اسلوسہ و سقط شدن محسوس شامہ و آتش بخانہ پیغمبر انداختن لے کر  
 یہ باتیں کہ جنکی شکایت حضرت فاطمہ رضا نے فرمائی پس اگر حضرت امیرؑ اپنی اس سکوت  
 میں ناحق پر تھے اور محض بوجہ جبین و نامردی کے عاثر اجابہ عن ذلک یہ سب  
 کچھ دیکھتی تھے اور نہ بولتی تھے تو قطع نظر اسکے کہ یہ اعلیٰ درجہ کے معصیت تھے  
 یہ امر قاذح استحقاق خلافت ہی ارجحان لایستحق الامامۃ قضیہ سلمہ ہی اور اگر آپ حق پر تھے  
 اور بوجہ وصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ساکت و صامت رہی تو اولاً  
 کیا یہ وصیت ابوبکرؓ اشجع کے قتل کیوقت فراموش ہو گئی تھے اور میراب حضرت عباسؓ  
 کو ہنگامہ میں تصنیف نہیں ہوئی تھی۔ اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا طبع حکم حضرت  
 امیر نہ تھیں اور کیا حضرت امیرؑ کی نسبت ایسی کلمات سہجین جو اراذل میں بے  
 معیوب ہیں اونکو نا جائز تھے۔ اور کیا اونکو حضرت کا یہ ارشاد جو بجا رالانوار میں  
 خاتم الملکین نے نقل کیا ہے لا یحضر علیاً فانہ ان غضب غضبت بغضبہ یا ذرہا تھا  
 بہر کیف اگر آپ کا سکوت حق تھا تو معاذ اللہ حضرتؑ کیسے کلمات سہجین حضرت

ائمہ کے شائین کہ مکرمیت سے نہیں بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علماء شیعہ کو تو حضرت  
 فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے میں کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام  
 شافعی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان اہل بیت کل نبی اوصانہ وعلیٰ ہذا یمن  
 دخول فاطمہ فی اہل بیتہ باعتبار انہا ولیۃ وصی اہل البیت (الی ان قال) و یمن  
 ان لا تكون داخلۃ فی اہل البیت۔ اور نیز دیگر علماء شیعہ کی کلام سے ہی اسکی تائید  
 و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقدادی کنز العرفان فی فقہ القرآن میں لکھا ہے اور  
 اجماع شیعہ کا بیان کیا ہے کہ آل صرف ائمہ معصوم ہی ہیں اور کوئی نہیں اسکی عبارت یہ ہے  
 الذین یجب علیہم الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ و یتحجب فی غیرہا الائمة المعصومون لا طبائق  
 الاصحاب انہم هم الال۔ ولان الامر بذلک مشعر بغایۃ التعظیم المطلق الذی  
 لا یتوجیہ الا المعصوم و اما فاطمہ علیہا السلام فتدخل ایضاً لانہا بضعة منہ  
 بلفظہ اسجگہ شیخ مقدادی نے دو دلیلین بیان کی پہلی دلیل صراحت تمام لفظ آل کے ائمہ کے  
 ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہؑ کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتے ہیں  
 اور یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہے  
 دوسری دلیل جناب فاطمہؑ کی معصوم نہ ہونے پر دلالت ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت  
 تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور پھر اس سے حضرت فاطمہؑ کو خارج ہونے کا  
 شیخ کو اوامہ پیدا ہوا تو بطور رفع توہم اور ہتدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق  
 غایت تعظیم کو بسبب جبرئیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازیں علامہ  
 نے تحقیق پر بھی اہلبیت اسکی ادعیا ہوتی ہیں تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہؑ کا اہلبیت میں داخل ہونا ممکن ہے کیونکہ آپ  
 اہلبیت کے حمایت کا واسطہ ہیں (جہاں تک کہ کہا) اور ممکن ہے کہ اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ ۱۲۔ علی۔ جن  
 لوگون پر نماز میں درود پڑھنا واجب ہے اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین میں کیونکہ اصحاب  
 شیعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درود کا حکم ہونا نہایت  
 تعظیم کو مشعر ہے جسکا سوا ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہیں ان حضرت فاطمہؑ کو وجوب صلوٰۃ  
 میں داخل ہیں کیونکہ حضرت م کا جزیہ ۱۲۔

مجلسی ہی حق یقین میں صوفیہ ۱۴ عصمت کو مازوم امامت تسلیم کر لیا ہے اور لکھا ہے کہ وائضہ صاحت جمع صوفیہ علم است  
 و افادہ عموم مسند پس دلالت بر عصمت حضرت میکند عصمت مازوم امامت است تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت  
 فاطمہ رضا معصوم نہیں ہیں کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم ہی نہیں۔ پس ان دونوں  
 دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام آل امین داخل ہیں اور یہ معصوم  
 ہیں۔ حالانکہ آیت تطہیر سے بضمیمہ حدیث کہ حضرت فاطمہ رضا کا اہلبیت میں داخل ہونا  
 اوس قدر ثابت ہے جعفر ائمہ کا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اس سے ہی زیادہ۔ کیونکہ سوائے جناب  
 امیر رضا اور جناب حسین کے باقی ائمہ رضا قطعاً باعتبار نص اوس میں داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہ رضا  
 باعتبار نص قطعاً یقیناً اوس میں داخل ہیں۔ تعجب ہے کہ جو یقیناً داخل ہوں بلکہ قطعاً تطہیر سے  
 خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تطہیر میں داخل ہو اس کو  
 تطہیر سے بلکہ آل محمد سے ہی خارج کر دین۔ سبحان اللہ یہ حضرات شیعہ کا ہی دلائل  
 و تمسک ہے ہمیشہ یہ دین حضرات ائمہ سے ہی اخذ کیا ہو گا کہ حضرت فاطمہ رضا تو اہلبیت و عصمت سے خارج  
 ہوں و اہلبیت میں داخل نہ ہوں۔ تو خیر جب ان کو اہلبیت سے ہی نکال حکم اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرما چکو  
 تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علی رضا کے حضرت فاطمہ کی طرف منسوب کرنا آپ کو سہل ہو گا  
 حضرت امام حسینؑ شہید کر بلا کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ  
 آپ نے غسل بیت المال بلا اجازت و قبل قسمت شکری کا لکر صرف کیا جو کبیرہ گناہ ہے اصل روایت  
 امام عظیم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اس کا ازالہ لغین میں فاضل حائسی کی کتاب  
 فوائد اصفیہ و مواعد حسنہ سے نقل کیا گیا ہے اسی وہ لکھتا ہوں۔ روزے ہمانے  
 پیش حضرت امام حسینؑ نازل گردید پس امام حسین درمی قرص گرفتہ نالے خرید زمان خوش  
 انداشت کہ زمان با بان حاضر سازد و دوران روزہا چند شکہا نہی غسل از طرف میں بخد مت  
 حضرت امیر رسیدہ بود پس امام حسین بقبر خادم ہو دند کہ دہن مشکلی را از مشکہائے

بکشايد چون کثرت بقدر یک رطل ازان مشک غسل گرفتند و بهمان خوراند پس چون  
 امیر علیہ السلام خواست کہ مشکها را میانہ تحقیق آن قسمت نماید از قنبر پرسید کہ کسی  
 این مشکها کثرت قنبر عرض کرد کہ بلی یا امیر المؤمنین و سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر  
 حرف اورا شنیدند و غضب شدہ فرمودند علی بن حسین را حاضر سازند چون حضرت  
 امام حسین حاضر شد حضرت امیر درہ برداشت امام حسین گفت بحق عمی جعفر یعنی بحق و حرمت  
 عم من از تقصیر من درگذر و شما بط حضرت امیر المؤمنین بود کہ ہر گاہ کہ بحق جعفر میگفت پس  
 غضب آنحضرت تسکین می یافت پس حضرت امیر فرمود ما حاکم اذ اخذت منه قبل القسمة  
 چه چیز باعث شد کہ قبل از قسمت آن بان متصرف شدی امام حسین عرض نمود کہ حق ما  
 در دست چون قسمت میشد بقدر یک رطل از حصہ خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود کہ پدر تو  
 فدا تو باد کہ ترا میرسد کہ تو از ان منتفع شوی پیش از انکہ مسلمانان منتفع شوند اگر گاہ  
 باش کہ اگر نمی بود کہ دیدہ بودم کہ دندانهای ترا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم می بوسید  
 من ترا درین وقت میزد و بعد از ان حضرت امیر خود در می کہ در کنار روانی خود بستہ بود قنبر  
 دادند و فرمود کہ قسم اول غسل از بازو خریدہ بیار چون آورد عقیل قسم خورده میگوید کہ گویا من  
 می بینم کہ از مرد و دست دہن مشک را حضرت امیر گرفته اند و قنبر غسل را در ان داخل میکند  
 بعد از ان حضرت امیر علیہ السلام دہن مشک را می بست و میگفت و میفرمود - اللہم اغفر  
 للحسین فانه لم یعلم خداوند از تقصیر حسین درگذر کہ او نادانستہ این کار کرده است ہی بلفظ  
 بموجب مضمون اس روایت کھاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے  
 بیالہاں کی شہدین سے بلا اجازت امام و قبل القسمة کہ حسین دوسر مسلمانوں کے  
 حقوق ہی تھے لیکر تصرف کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ خیانت کچھ آنکی نزدیک محصیت  
 نہیں کیا مسلمانوں کے مال میں بلا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جانے  
 سب سے ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال تو طشت از باہ ہے

کہ حضرت نے خلافت نبوت جو نبیّت رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سونپ دی حالانکہ آپ کیساتھ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھی اور نے بحقیقت آپ کو کچھ اسکی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ آپ کو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپ کو خوف کس بات کا تھا تو یہ معصیت اور ظلم و کفر پر تھا نہیں تو کیا ہر جہلی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علماء شیعہ نقل کرتے ہیں لوجہ انفعی کان احبالی مما فعلہ اخی الحسن یعنی اگر میرے ناک کٹ جاتی تو اس سے بہتر تھا جو میرے بہائی حسن نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کر دی۔ جہاں انفعی کے آپ معنی نیکار ہونگی۔ خواہ حقیقی لہجہ یا مجازی بہر کیف یہ خلع خلافت و صلح معاویہ ایسی حرکت تھی جسکو امام معصوم اپنی ناک کشی سے بدتر ارشاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین کا قول حق ہے تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور معصیت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام میں لازم آتا ہے اور کذب معصیت کبیرہ ہے اور کفر متہ کی خلاف تو پھر معلوم نہیں کہ اصحاب نے کیا ایسی خطا کی جس سے ادنیٰ ادنیٰ معصیت سے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور انبیاء اور ائمہ رضا و جو یکہ اونکی کفر و معاصی تسلیم کر جاتے ہیں پیراؤں کو کرام کہی جاتے ہیں انبیاء و ائمہ کا حال تو مجملات میں لیا اب اصحاب مقبولین کی کیفیات و حالات یہی ذرا ملاحظہ ہوں تاکہ اس دعویٰ کی تصدیق جو ہمارے مجاہدین نے فرمایا ہے بخوبی ہو جاوے کہ حاشا و کلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہوں۔ منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعوں کے عبد اللہ بن عباس ہیں اونکی نسبت قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین میں تحریر فرماتے ہیں سلامہ علیہ خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال آوردہ کہ عبد اللہ بن عباس محب خاص حضرت امیر مومنین ابوہریرہ و حال دیرگی و اخلاص و با محضرت اشہر از انست کہ مخفی ماند و شیخ ابوہریرہ کشتی در کتاب خود بعضی از روایات آوردہ کہ متضمن شرح است در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس اجل و اعلیٰ از انست و ما آن روایات را در کتاب کبیر رجال آوردیم و جواب از انہا گفتیم ابن است تمام کلام سلامہ علیہ درین مقام حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشتی مفہوم میشود را بجمع

اصحاب مقبولین کی کیفیات و حالات

اعمال ابن عباس ست و مولف ابن کتاب را با ایمان و اعتقاد ست اما اوجوبہ کہ علامہ علی در کتاب کبیر خود ذکر کردہ بنظر اسطرین شکستہ نزدیک مجملہ حال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو معلوم ہو چکا اب ان اعمال کے تفصیل سنیں۔ یہی حضرت ابن عباس جنگو آب اور آپ کی بزرگوار اصحاب کرام میں شمار کرتے ہیں جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت و موقع پاکر بیت المال و بانکا لوٹ کر اور خیانت کر کے اپنی گہر ۲ بیٹی حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکی نام اس معاملہ میں لکھا ہے دیکھ کر قابل ہر نیج البلاغت سے عینہ نقل کرتا ہوں۔ **وہین لکھنا علیہ السلام لبعض عمالہ** اما بعد فانی کنت اشرقتک فی امانتی وجعلتک شعار و بطانتی لم یکن فی اہلی رطل و ثوب منک فی نفسہ لمواساتہ و موازرتہ و اداء الامانہ الی فلما رأیت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو قد حرب وامانۃ الناس قد خربت و ہذہ الامۃ قد فکت و شغرت قلبت لابن عمک ظہا العین ففارقته مع المفارقین و خذلته مع الخاذلین و خنتہ مع الخائنین فلا ابن عمک اسیت ولا الامانۃ اذیت و کانک لمرکن اللہ ترید یجہادک و کانک لمرکن علی بنیۃ مزینک و کانک انما کنت تکید ہذہ الامۃ عن دنیاہم و تنوی عزتہم عن قبضہم فلما املتک الشدۃ فی خیانتہ الامۃ اسرعت الکرۃ و عاجلت الوثیہ و اختطفت ما قدرت علیہ من اموالہم

۱۔ اما بعد۔ میں نے شریک کیا تھا تجھ کو اپنی امانت میں اور بنایا تھا تجھ کو اپنا جانی اور پہنائے۔ میرے جہین میری غمخواری اور معاونت اور ادار امانت کے لیے میری اہل میں تجھے زیادہ معتمد کوئی نہ تھا۔ پس جب تو نے دیکھا کہ چچا کے بیٹی پر زمانہ دشوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگوں کی امانت ذیل ہو گئی اور یہ امانت قتل ہوئی اور منتشر و پریشان ہو گئی۔ دال کی پیٹھ اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تو نے اولیٰ کر دی۔ اور جہد ہو گیا اوس سے جدا ہونے والوں کے ساتھ۔ اور ذیل چھوڑ دیا اوس کو چھوڑنے والوں کو ساتھ اور تو نے یہی خیانت کی خیانت کر نپوالوں کے ساتھ۔ نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹی کی غمخواری کی۔ اور نہ امانت ادا کی۔ گویا تو اپنے جہاد میں خدا کی رضا مندی کا ارادہ نہ کہتا تھا۔ اور گویا تو اپنی پروردگار پر ہر دسانہ کرتا تھا۔ اور گویا تو فریب کرتا تھا اس امانت سے اذکی دنیا کے لئے۔ اور دل میں سوچ رہا تھا اذکی غفلت کو مال غنیمت سے پس جب تجھ کو امانت کی خیانت میں حسد کی قدرت ہوئی۔ سرعت سے حملہ کیا اور جلدی سے کود پڑا۔ ۱۲۔

المصونة لاراملهم وایتامهم وعاجلت اختطاف الذیبالازل دامیه المعزی الکسیر فخلته  
 الی الحار حیب الصدر تحمل غیر متاثر من اخذه کانک لا ابالغیک حدیث الی اهلك ترا  
 من ابیک ویک فبجان الله اما تو من بالمعاد او ماتخاف تقاس الحساب ایها المعدود عندنا  
 من ذوی الالباب کیف تسبیح شرابا ولعاما وانت تعلم انک تاکل حراما وتشرب حراما و  
 وتباع الاماء وتنکر النساء من مال الیتامی والمساکین والمجاهدین الذین افاء الله علیهم  
 هذه الاموال واحرز بهم البلاد فالتی الله وارده الی هؤلاء القوم اموالهم فانک ان تفعل  
 ثم امکنه الله لا عذرین الی الله فیک ولا ضربیک بسیفی الذی ماضیت به احدا الا دخل لنا  
 والله لو ان الحسن والحسین فعلا مثل الذی فعلت ما کانت لهما عتک هواة ولا ظفر  
 منی بارادة حتی آخذ الحق منها وایح الباطل عن مظلمتها فاقسم بالله رب العلمین ما یرى  
 اننا اخذت به من اموالهم حلالا ان اترکه میراثا لمن یحبک فصح وید انک قد بلغت الحد  
 ودفت تحت الثری وعرضت علیک اعمالک بالمحل الذی ینادی الظالم فیه بالحسرة وتمن  
 المضیع الرجعة ولات حین مناص والسلام۔ ابن مشیم بحرانی شارح نهج البلاغت المختصر

۱۔ اور جو کچھ یتیموں اور یتیموں کے مال محفوظ سے ہوتا یا لی اور اس پر ہر سہ سہ سہ سہ کی  
 جو لنگری بکری کو لے جاتے ہیں۔ پس لاد کر بیگیا اس مال کو حیرت و کسب و بکری بکری۔ تو اس کو روکتا تھا اور نہیں  
 گیا۔ سمجھتا تھا اس کی بیٹی کو یا تو اپنے باپ یا ان کی میراث اپنی اہل میں لاتا ہے۔ سبحان اللہ۔ گنا  
 تج کو قیامت کا یقین نہیں ہے کیا تو پورا حساب لینے سے نہیں ڈرتا۔ اسی شخص جو  
 ہمارے نزدیک غفلت و نین میں شمار ہے تو کیونکر پسی دیکھا۔ کہانا جیسا حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں  
 حرام کھا رہا ہوں اور حرام پی رہا ہوں۔ اور کیونکر لوگوں کو خبر دیتا ہے۔ اور عورتوں سے نکاح کرتا ہے  
 یتیموں اور سکنوں اور مجاہدوں کے مال پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو غنیمت میں دیا ہے۔ پس خدا  
 ڈر اور لوگوں کے مال واپس کر دے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو میرے خدا نے تجھ پر قدرت دی تو سرادینی میں خدا کے  
 نزدیک معذور ہو گا۔ اور تجھ کو ایسی تلوار سے قتل کر دے جس سے نہیں قتل کرتا میں کہو مگر دوزخ  
 میں داخل ہوتا ہے۔ قسم خدا کے اگر حسن اور حسین کرتے جیسا تو نے کیا۔  
 تو نہ ہوتے ان سے معاہدہ اور نہ مطلب یا ب ہوتے مجھ سے ارادہ میں  
 بیان تک کہ میں ان سے حق لیتا اور قسم ان کو دے کرتا۔ میں خداوند رب  
 العالمین کی قسم کہ کب کہتا ہوں۔ جس کو خوش نہیں آتا جو کچھ لیا ہے اومی مالوں سے  
 حال یہ کہ جو بڑوں میں اس کو میراث اپنے بعد۔ پس تھوڑا خبر کر تو اپنے اہل کو  
 پہنچ چکا ہے۔ اور مٹے کے بیٹے دین کب جائیگا۔ اور مجھ پر ہے  
 افسوس مال پیش کئے جائیگے۔ ایسے مقام میں کہ خدا اس میں شہادت کی فرما  
 کرے گا۔ اور حقوق ضائع کر دے گا۔ پس وہی کے آرزو کرے گا۔ اور کب تک جہنم کے  
 وقت ہے۔

شرح میں جو اس وقت میرے سامنے موجود ہے بعد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے  
اقول المروئی از الكتاب الاول الى عبد الله بن عباس كما هو في بعض النسخ حين كان  
واليا له على البصرة - قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کے حفاظت کے  
لیسی الی بعض عمالہ تحریر فرمایا اور صاف نام نہیں لیا یہ خط کس قدر ابن عباس کے اعمال شنیعہ  
اور احوال فطیعیہ حرص و نیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام حق وغیرہا ظاہر کرتا ہے معلوم  
ہمیں باوجود اس کی حضرت مجیب اور ان کی عسائیر کیوں کرام میں شمار کر رہا ہے حالانکہ  
بشہادت شہید ثالث گذارش ہو چکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لئے تاویل کی  
کچھ ضرورت نہیں۔ اور یہی ابن عباس میں جبکا اجل اور اعلیٰ ہونا شہید ثالث بیان فرماتا  
ہمیں حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں کہ آیت  
ومن كان في هذه اعمى فهو في الآخرة اعمى یعنی جو دنیا میں راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت  
میں بھی راہ جنت سے اندھا ہوگا۔ اور اس سے بھی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس  
اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت عباس کے حق میں نازل ہوئی ائمہ کلام اور یہی ابن عباس ہیں  
کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر میں ان کی حق میں روایت فرماتے ہیں - وعز الباقر قال  
قال امير المؤمنين بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد والناس مجتمعون  
بصوت عال الا ان كفوا وصدوا عن سبيل الله اضل اعمالهم فقال قال له ابن عباس يا ابا الحسن  
لو قلت ما قلت قال قرأت شيئا من القرآن قال لقد قلنا لا قال نعم ان الله يقول في كتابه انكم  
الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا افتشهد على رسول الله انه سئل قال طمعت  
رسول الله صلى الله عليه وسلم وارضى الاليك قال فملا بايعته قال اجتمع الناس على اليك  
ابو جعفر سے روایت ہے کہ پیر المؤمنین نے بعد وفات حضرت ع کے صحابہ میں جبکہ رسول مجتہع تھے چلا کر پہنچا  
(جنہوں نے کھڑ کیا اور منہ ہمسرا اللہ کے رستہ سے مناکع کر دیئی اور ان کی کام) ابن عباس نے کہا یا ابا الحسن یہ کیوں  
فرمایا اور ان لئے آیت چڑھی ہے ابن عباس نے کہا کہ بیشک کسی وجہ سے فرمایا ہے وہاں ان  
اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے (جو تمہاری پاس رسول مالاوسی اور سکولوہ اور جس سے منع کری  
اور اس سے باز رہو) کہا تو کو اسی رہا ہے کہ حضرت نے ابو بکر کو خلیفہ بنایا ورنہ کیا مبنی حضرت سے نہیں سنا مگر اس کی وصیت کو فرمایا  
ابو بکر جسے یوں عیب کی عرض کیا اب لوگ ابو بکر پر مجتہع ہو گئی - ۱۲ -

فكنت منهم فقال امير المؤمنين كما اجتمع اهل العجل على العجل همناقتهم ومثلهم  
 كمثل الذي استوقد نارا فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وتركهم فظلمت  
 لا يبصرون. ثم بكم عندهم فهم لا يرجعون۔ اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاویہؓ  
 ابن عباسؓ کو سالہ پرستوں میں ہی یہی ابن عباسؓ ہیں کہ روایت حلت متعہ کی بارہ میں حضرت  
 امیر نے انکی نسبت فرمایا ایک رجل تامہ۔ بخمچہ صحابہ کرام کی حضرت عباسؓ اور حضرت عقیلؓ  
 قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس میں لکھا ہے در کتاب تل بیانی از امام محمد باقر روایت  
 کہ حضرت امیرؓ در ایامیکہ خلافت درست قاصبان بودند اما گھنہ۔ واللہ لو کان حمزہ وجعفر  
 حیین ماطع فیہما ابوبکر ولکن ابتلیت بحلیفین جافین عقیل والعباس۔ نقل عن  
 اور انہی ہر دو بزرگوں کی نسبت روایت سابقہ کے ہم معنی روایت ہے جسکا ترجمہ بلا باقر مجلسی نے  
 حباب القلوب میں لکھا ہے۔ کہ سدید از حضرت امام محمد باقر العلوم پر سید کہ کجا بود عزت  
 و کثرت و شوکت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم  
 از ابوبکر و عمر و سائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ  
 کہ در غایت ایمان و یقین و از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و مرد ضعیف  
 البقیین ذلیل تازہ سمان شدہ بودند عباس عقیل ایشانرا در جنگ بدر سیر کردند و آزاد  
 کردند ایمان چنین قوی نمیدارد بخدا سوگند اگر حمزہ و جعفر حاضری بودند در ان فتنہ ابوبکر  
 و عمر یا امی آن نہ داشتند کہ حق امیر المؤمنین را غصب کنند و اگر سعی میکردند بہتہ  
 ایشان را می کشتند۔ نقل عن منتهی الکلام۔ اور یہی حضرت عباسؓ ہیں کہ انہوں نے  
 بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تھا کہ حضرت امیرؓ کے ہاتھ بیعت کر لیں  
 ۱۔ میں ہی اونہی میں تھا۔ حضرت نے فرمایا جیسا کہ سالہ پرست کو سالہ پرست ہو گئی اسجگہ سے تم بھی  
 ہو گئی (پہلے ہی کہادت اس شخص جیسے کہ آگ جلائی پس جب گرہ اگر در روشن ہو گیا۔ تو اللہ  
 اذکا نور کہو دیا) ۱۲۔ ۱۔ غدا کی قسم اگر حمزہ و جعفر زندہ ہوتے تو ابوبکرؓ سے راست کر طمع نہ کرتے لیکن  
 میں دو دلیلوں میں جو عقیل و عباسؓ میں مبتلا ہوں۔ ۱۲۔

لیکن حضرت رضی نے فعل و تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول کی اور کیونکہ قبول فرماتے  
 آپ کو معلوم تھا کہ حق ابو بکر رضی کا ہے۔ نہج البلاغۃ میں وہ خطبہ مذکور ہے جس میں حضرت عباس  
 کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوشی نے مجمع مجالس میں بضمین ذکر عباس  
 لکھا ہے تا آنکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر گفت امد دیدك ابایك حتی  
 لا یختلف فیك اثنان باوجود حضرت عباس کے اس سدا یت کو پہر ہی سہام ملامت  
 نہ بھی بلکہ جناب امیر نے انکی اس درخواست پر اعتماد فرمایا اور اسکو نفاق پر محمول کر کے  
 قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ رضی کی رفاقت اور حضرت امیر  
 کو ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت از بام ہے۔ پس جبکہ ادا نے معصیت کرام کو سے نکال دیا  
 تو یہ حضرات باوجود یہی ذمائم موضوعہ کی کیونکہ کرام رہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی یہی مختصراً  
 چند اصحاب کے حالات ذوالفقار سے ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ بحسبہ انکی ہاتھ بن زید  
 کہ وہ حسب تصریح کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تھا اور تفسیر المہیت سے واضح ہے  
 کہ حروف ثقات میں رفاقت حضرت علی کی ترک کی منجملہ انکی خیریت میں ثابت ذوالشہادتین  
 مجالس المؤمنین اور کامل بیانی سے واضح ہے کہ یہ حضرت اول دن میں انکی بیعتوں نے سعد بن  
 عبادہ کی خلافت پر اسکو غلامی منجملہ انکی عامر بن دناہ میں جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئی  
 اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا بحسبہ انکی ابو ذر میں جامعین بیاض ایسی  
 انکی نفی اسلام پر دلیل لائے سن اور بقول ابو جعفر بن محمد بن علی قمی صاحب صفات ائمہ  
 اخوت پیغمبر سے خارج ہیں بحسبہ انکی برادر بن عازب میں کہ انہوں نے گواہی کا انھیں حضرت پیغمبر  
 کو انکو بدعافروائی کہ نابینا ہو گئی کما فی الکشی و خلاصۃ الاقوال اور امام حسین کے ساتھ کر بلا جانے  
 مختلف کیا کما فی جامع البحرین و بیاض الفخری۔ بحسبہ انکی ابن مسعود میں کہ باقر مجلسی نے  
 حیات القلوب میں درود مطاعن و ذمائم ابن مسعود کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے۔

یعنی اپنا ہاتھ پیلا دین۔ آپ سے جیت کر لون تاکہ پیر آپ کے بارہ شخص ہی اختلاف نمکین۔



۱۰۰ قال فلما كان الليل حل على فاطمة على حمار واخذ بيدي الحسن والحسين عليهما السلام فلم يدع  
 احداً من اهل بيده من المهاجرين ولا من الانصار الا انا في منزله وذكر حقود عاه اليه  
 فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلاً فاهم ان يصبحوا محلقين رؤوسهم معهم سلاحهم على  
 ميايعوه الموت فاصبحوا لم يواف منهم الا الاربعة فقلت لسلطان من الاربعة قال انا وابوذر  
 والمقداد والزبير بن العوام - عز منتهى الكلام - مصنف كتاب اختصار من مجموع ثوابت شريفة  
 ۱۰۱ قال سمعت ابا عبد الله يقول ان النبي صلى الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس على عقابم كفار الا ثلثة  
 سلمان والمقداد وابوذر الغفاري وانه لما قبض رسول الله جاء اربعون رجلاً الى علي بن ابي طالب  
 فقالوا لا والله لا نعطي احداً طاعة بعدك ابداً قال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 في اليوم غد ير قال تقتلون قالوا نعم قال فاتوني غداً محلقين فما انا الا هؤلاء الثلثة قال وجاء  
 عمار بن ياسر بعد الظهر ففر بیده على صدره قال مالك ان تستيقظ من نومة الغفلة  
 فلا حاجة لي فيكم انتم لم تطيعوني في حلق الراس فكيف تطيعوني في قتال جبال الحديد فلا  
 حاجة فيكم اوراسي كتاب میں دوسری جگہ روایت ہے عن ابن عیسیٰ فہر عن ابی  
 عبد اللہ ۱۰۲ قال سلمان کان منہ الى ارتفاع النهار فعاقد الله ان وجی عنقه حتى صیرت

۱۰۰ جب رات ہوئی تو علی نے فاطمہ کو گدھی پر سوار کیا۔ اور حسن حسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور مهاجرین و انصار اہل بیرون سے  
 کسیکو نہ بھڑا مگر اوسکو گھر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کی طرف دعوت کی۔ پس بجز جو ابس  
 آدمیوں نے اور کسینی آپ کی اعانت قبول نہ کی۔ آپ نے انکو حکم کیا کہ صبح کے وقت سر نہ اکر مسلح  
 ہو کر موت پر سعیت کے لیے حاضر ہوں۔ جب صبح ہوئی تو سوائے چار شخصوں کے اور دن میں  
 کسی اور کوئی نہ پہنچا۔ میں نے سلمان سے پوچھا چاروں کون کون تھے۔ کہا۔ میں اور ابوذر اور مقداد  
 اور زبیر بن العوام ۱۰۱ امام ابو عبد اللہ سے سنا فرماتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پائی سوائے سلمان۔ ابو  
 ۱۰۲ مقداد کے سب لوگ مرد ہو گئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس جا لیس آدمی آئی۔  
 اور کہا خدا کی قسم ہم آپکی اطاعت کی بیعت نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا کیوں آپ کو  
 ہمیشہ حضرت کے سنا۔ کہ وہ خدا پر کے دن آپ کے باب میں فرماتے تھے کہ نہ مایا مارنے  
 مرنے پر راضی ہو کہا ان فرمایا تو صبح کو سر نہ اکر میرے پاس آؤ۔ سو ادون تین آدمیوں کے اور کوئی  
 آدمی پاس نہ آیا امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ بعد تھہر کے آیا آپ نے اسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا ایسی غفلت کی نہید سے  
 انکے نہیں جاگوا۔ جاو مجھ کو تمہاری کچھ ضرورت نہیں جب سر نہ اکی میں شعی سیری اطاعت نہ کی تو لو ہی کہہاؤ کہ  
 ساتھ رکائی میں نہ ہو کہ اطاعت کر دے تمہاری کچھ حاجت نہیں ۱۰۳ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے  
 ادھون نے فرمایا کہ سلمان سے تاخیر دن چڑھی تک ہوئی خدا نے اوسکو یہ سزا دی کہ اسکی گردن  
 کو پائیال کیا بیان تک - ۱۴ -

مثل السلعة حمراء وابو ذر منہ الی وقت الظهر فاقبلہ اللہ الی ان سلط علیہ عثمان حتی حملہ علی قتب  
واکل لحم البیتہ وطرده عن جوار رسول اللہ ﷺ فاما الذی لم یتغیر منذ قبض رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ حتی فارقت الدنیا طرفة عین فالقصداد  
ابن الاسود لم یزل قائماً قابضاً علی قائم السیف عیناً فی عنق المیر المؤمنین نظرتم فی ما مر من  
حاصل روایات یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی معصیت سے نہیں بچا بلکہ ارتداد  
سے نہیں بچا حضرت مقداد اگرچہ داخل مرتدین نہیں لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے  
اوجہ کفر حق میں وار ہے فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَاَدَّ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا  
آپ کی طرف منسوب ہو گا اور کرام ہونے سے بروایات شیعہ خارج ہونگی۔ پس اب دیکھنا  
چاہی کہ ہمارے حضرت مجیب کا فرمانا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا جانتی ہوں فرماؤ  
تو یہی وہ صحابہ جنکی کرام ہونے کے ہماری مجیب قائل ہیں وہ کون ہیں کہ جن سے کوئی  
معصیت سرزد نہیں ہوئی وہ یہ ہے بزرگوار ہیں جنکی اوصاف کتب شیوہ مذکور ہوئی  
یا کوئی فرضی ہیں اگرچہ خصل ابو جعفر محمد بن بابویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جنکی صفت  
حسب مذاق مجیب لبیب کرام ہو سکتی ہے بارہ ہزار میں حدیثنا احمد بن جعفر الهمدانی  
قال حدثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عبد اللہ  
علیہ السلام قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اشعا عشر الفاً ثمانیۃ آلاف من غیر المذنبین  
والفان من المذنبین والافان من الطلقاء المریرین قدری ولا مر جی ولا حروری ولا معترلی  
ولا صاحب کایک نوا یکون اللیل والنهار ولقولہن اقبضوا حنا قبل ان تاتک کل الخیر الخیر انتہی بلفظ  
سے کہ نسل سرخ دل یار سولی کے ہوتی اور ابو ذر سے تاخیر ظہر تک ہوتی خدا تعالیٰ اس کو یہ سنہادی کہ عثمان کو اس سے  
سلط کیا اور بنی اس کو ایسی پالان پر سوار کیا جس سے اس کا سر بن زخمی ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی پڑوس سے اس کو نکال  
دیا۔ لیکن وہ شخص جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے مرنے تک مطلق نہیں ہوا۔ مقداد بن الاسود ہے ہمیشہ تلوار کا  
قبضہ پکڑے امیر المؤمنین کی آنکھوں میں لکھیں ڈالی مستعدی کے ساتھ منتظر رہا کہ حضرت کب حکم فرماتے ہیں۔ ۱۲۔  
۱۳۔ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے بارہ ہزار تھے اللہ تعالیٰ ہر ایک سے باہر کے اور دوسرے  
ہر ایک کے اور دوسرے طلاق اور نہیں ہو سکتی تھی تہا نہ کوئی مر جی تہا نہ کوئی غار جی تہا نہ کوئی معترلی تہا۔  
نہ کوئی دین میں رائی کو دخل دینی والا تہا اور کہا کرتے تھے کہ خداوند اطہیری روئی ٹہانے سے پہلے  
ہمارے جان نکال لے۔ ۱۴۔

یہ تعداد کہ جنہیں مدینہ اور غیر مدینہ سے دس ہزار اور طلاق دو ہزار تہی اسمیں معلوم نہیں وہ حضرات جنکی مناقب و فضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکی ہیں داخل ہیں یا خارج اور یہ حضرات باوجود ان محامد کے مرتدین میں معدود ہیں یا نہیں یا بھی تناقض و تہافت روایات کچھ اسی موقع پر منحصر نہیں ہے۔ مابذہ با ولاق اور تہ کرت فی الاسلام صدہار روایات میں یہی کیفیت تعارض و تناقض کے ہی بجز تفسیر کوئی مضر نہیں ہو سکتا تری دلیل العجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ بروایات معتبرہ قوم عاصی اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت احترازیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اسوقت صفت احترازیہ ہو سکتی ہی کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہوں اور جب اہل سنت کے نزدیک سب کرام ہیں تو حسب مذہب اہل سنت صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے نزدیک سب غیر کرام ہیں تو انکے نزدیک ہی صفت احترازیہ نہیں ہو سکتی تو اس سے ثابت ہوا کہ اہل سنت سبکو بینہ و برتر سمجھتی ہیں اور یہی کہتی ہیں اور شیعہ سبکو برتر سمجھتی ہیں اور یہی کہتی ہیں پس حضرت حبیب کا حصر کے ساتھ فرمانا کہ انکو ہی برا جانتی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مراد میں غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہ ایک خیال باطل ہی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک دو قاعہ کلیہ میں اول یہ کہ بعد انبیاء کی کوئی معصوم نہیں دوم یہ کہ وصف صحابی کی ساتھ جسمیں ایمان ہی مانو ذی کوئی معصیت مضرت نہیں پونچاتی اور کرام ہونے سے نہیں خارج کرتے جیسکہ شیعہ متعہ نکاح میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ متعہ کرنیس درجہ حسین کا پادری اور دو دفعہ کرنیس درجہ حسن کا اور تین دفعہ میں علی کا اور چار دفعہ متعہ میں خود حضرت افضل بنین والمرسلین کا درجہ اور او سے یا حب ابیبت کے باب میں فرماتے کہ باوجود کفر کے یہی ذریعہ نجات و فلاح ہے تو جب وصف صحابہ کے ساتھ کوئی معصیت دون الکفر مضر نہیں تو اہل سنت کی کتابوں سے غیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت مافے

الباب کوئی روایت دال بر مصیبت ہو گے سو وہ کرام ہونے سے خارج نہیں کرتے  
 تو یہی غلط ہوا کہ کتب فریقین سے ثابت کرتے ہیں ان کی کتابوں سے بیشک  
 صحابہ کا غیر کرام ہونا ہی نہیں ثابت ہوتا بلکہ ائمہ اور انبیاء کا بھی غیر کرام ہونا ثابت  
 ہوتا ہے لیکن اس جگہ ہماری محیب دہی اپنا قدیمی جواب دے سکتی ہیں کہ یہ امر  
 لازم مذہب ہر مذہب نہیں قس ~~لکھ~~۔ اور اگر لفظ کرام صفت کاشفہ ہر اور یہ مطلب کہ  
 جو صحابہ کرام ہیں تو البتہ یہ محل نزاع ہے اقول حضرت مجیب کی مناظرہ دانی  
 اور اجتہاد اس جگہ قابل دیکھنی کے ہر کیون حضرت صفت کاشفہ کو کہتے ہیں کیا  
 بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بھی صفت کاشفہ ہر موصوف میں کونسا ایہام تھا جس کے کشف کی  
 ضرورت ہے اور اگر بالفرض ایہام ہو ہی لو وہ باعتبار متعلق کے ہر یہ صفت کرام اس ایہام کو  
 رفع نہیں کر سکتی بلکہ ایسی دہم کے رفع کے لیے متعلق کھڑے اضافت کرنا چاہی مثلاً کہ میں کہ صحابہ چتر  
 صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی ہم آپ کو بتاتی دیتی ہیں ایسی صفات کو صفات مادہ کہتی ہیں صفات  
 کاشفہ نہیں کہتی یاد رکھنا کہ جب یہ صفت مادہ ہوتی تو بس محل نزاع بننا دینا کہ یہ ہی  
 قول ~~لکھ~~۔ کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور خود اقوال و افعال طیبہ بلکہ  
 خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے جن کو آپ خاتم المحدثین فرماتے ہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ خلاف ہے ثابت  
 ہوتا ہی۔ اقول بفضل اللہ تعالیٰ کل اصحاب کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود آپ کی روایت  
 و قواعد ہی ثابت ہوتا ہے یعنی مختصر گزارش ہر آیات (۱) حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی  
 كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْعُرْوَفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ  
 وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَصَاحِبِ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ وَالْمُشَافَهَةُ نَحْوُهَا الْبَاقِي  
 وَبِالْهَذَا النَّاسِ لَا يَعْمَلُ بَصِغْتَهُ مِنْ تَأْخِرِ عَنِ الْخَطَابِ وَنَهَا يَنْتِ لَهُمْ بَدَلُ الْخِ  
 لَفِ يَوْمَ بَشَرَاتٍ جَوْكَانِ عَمَلِ يَوْمَ دَاغِ لَوْ كُنْ كَيْ حَكَمُ كَرْتِ يَوْمَ يَوْمَ اِجْبِي طَرَحُورِ اَشْنَعُ كَرْتِ يَوْمَ  
 بُرَايَ كَلِّ اَوْ اِيْمَانِ لَآ يَوْمَ يَوْمَ اَللّٰهُ كَلِّ - ۱۲ - ~~لکھ~~۔ جو لفظ خطاب متشابه کے لیے  
 موضوع ہر مثل یا یب الناس را یا ایہا الذین آمنوا کے زمانہ خطاب ہر پہلی لوگوں کو اپنی صیغہ کے اعتبار سے شامل نہیں ہوتا  
 اذکر لہی حکم و دوسری دلیل سے ثابت ہوتا ہے - ۱۲ -

کتاب تحفہ

آیات و احادیث و کتب

وہو قول اصحابنا واکثر اهل الخلاف۔ تو اس قاعدہ کو سی ہیہ خطاب صحابہ مہاجرین اور  
اور انصار کے شان میں وارد ہے اور وہی خیر امت ہیں اور تفسیر میں شیعہ نے ہی اس آیت  
کی تفسیر میں اصحاب ہی کو مراد رکھا ہے صاحب مجمع البیان لکھتا ہے <sup>ع</sup> واختلفت  
المعنی بالخطاب فقل ہم المهاجرین خلاصۃ وقیل هو خطاب للصحابة ولكنه  
يعم سائر الامة ۲ لیسوا سواہ من اهل الکتاب امة قائمة بتلوایات  
اللہ انا الیل وھم یسجدون یؤمنون باللہ والیوم الآخر ویاہرون بالمعروف و  
ینہون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین وما یفعلوا  
من خیر فلنرتیک فزوة واللہ علیم بالمتقین۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے  
اون اہل کتاب کے مدح فرمائی جو اپنی دین کو چور اسلام میں داخل ہو گئی تھی اور اصحاب کے زمرہ  
میں شامل ہوئی تفسیر صافی میں اس کی تفسیر میں لکھا ہے لیسوا یعنی اهل الکتاب سواہ فیہم  
من اهل الکتاب امة قائمة علی الحق وھم الذین اسلموا منهم ۳ واذا عدوت  
من اھلک تبوی المؤمنین مقاعد القتال واللہ سمیع علیم اذھمت طایفتہ منکم  
انفسلا واللہ ولہما علی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے  
انصار کے دو قبیلوں بنی سلمہ اور بنی حارثہ کو لیے کیسا کچھ تمہو خوشنودی عطا فرمایا اور اس  
اذکی کس قدر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان طبر سے میں سے <sup>ع</sup> ہا بنو سلمہ وبنو حارثہ  
۱۔ ماری صحابہ اکثر اہل فضا کا بہ ہی توں ہے۔ ۲۔ اختلاف ہوا ہی کہ خطاب سے کون کون خا لک سے بعضوں نے کہا کہ  
مہاجرین مراد ہیں اور بعضی کہتی ہیں کہ خطاب سے اصحاب کو ہے۔ لیکن تمام امت کو شامل ہے۔ ۳۔ انہیں وہ بزرگ  
کتاب کے ایک جماعت سے قائم پرستی میں آئیں خدا کے اوقات مات میں اور وہ سجدہ کرتے ہیں۔ ایمان لانے  
ہمیں ساتھ اللہ کے اور دن اچھے سے اور حکم کرتے ہیں ساتھ ہدائی کے اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلد  
کرتے ہیں بیچ ہدائیوں کے اور بہ لوگ صالحوں سے ہیں اور جو کچھ کریں وہ ہدائی سے پس ہرگز  
نکبی دیکھی نہ تھی اور کسی اور اللہ جانی والا ہی پر ہیزگار و کمو۔ ۱۲۔ اور جب صبح کو نکلا تو لوگوں اپنی سے  
جگہ دیتا تھا سلمہ نون کو بیٹھنے کے واسطی لڑائی کے اور اللہ سمی والا جانی والا ہی جب مص  
کیا تھا دو فرقے نے تم میں سے یہ نامردی کریں اور اللہ دوستار تھا اور کا اور اللہ کے پس  
چاہی کہ نوکل کریں ایمان دے۔ ۱۲۔ وہ دونوں گروہوں میں اور بنو حارثہ انصار کے دو قبیلے میں اور کہتی ہیں  
کہ بنو سلمہ خزیج سے تھا۔ اور بنو حارثہ قبیلہ اوس سے اور یہ شکر کے دو بازو تھے۔ ۱۲۔

حِجَابِ مِنَ الْاِنصَارِ وَقَبِلْ هَاجِرًا مِنْ اَلْخُرَاجِ وَبَنُو حَارِثَةَ مِنَ الْاَوَسِ وَكَانَ جَنَاحُ  
 الْعَسْكَرِ سَجْدَةً فَصَافِي وَتَمِي كِي دِيَانَتِ وَدِينِ قَابِلِ تَاشَا هِرْدَه طَافَتَانِ مُنْكَم كِي تَقِيرِ  
 مِیْنِ فَرَمَاتے ہین کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی بنی سنا نقین اور اوسکی اصحاب ہین۔ اول تو  
 اس سے لفظ طافتان جو ثنیہ واقع ہر صریح انکار کرتا ہی۔ بعد اذکی لفظ منکم اوسکی لفظ  
 ہر پر باہم حق قرار فرماتا ہی اللہ اونکا دلی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ خدا اتعالے  
 کی موالات تسلیم کی جائیگی تو بہت سہ دلائل قطعیہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)  
 اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ اِنَّهُمْ الشَّیْطٰنُ بِعَیْضٍ مَّا كَسَبُوْا وَلَقَدْ  
 عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (۵) الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ  
 مَا اَصَابَهُمْ الْفَرَجُ لِلَّذِیْنَ احْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ الَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ  
 اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَرَآدَهُمْ اِیْمَانًا وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ  
 (۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلٌ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذِکْرِ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ  
 مِنْ بَعْضٍ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَوْذَوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقُتِلُوْا وَقُتِلُوْا  
 لَا کُفْرَکُمْ سَنَنْتُمْ سَبَیْلَیْ وَلَا دُخْلَکُمْ جَنَّتْ حَبْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ  
 وَاللّٰهُ عِنْدَ حُسْنِ الثَّوَابِ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ہاجرین کے لیے تکفیر سیات اور  
 ادخال جنات اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہے۔ اور تکفیر سیات سے  
 اس طرف اشارہ ہے کہ اونسکی قیامت سے منع نہیں ہے اور نہ قاضی انکی فضیلت کو ہی (۷)

سے تحقیق جو لوگ عینہ موجب گشتی نعم میں سے اوسدن کر میں وہ جاعنین سوا اسکی نہیں کہ دگایا اونکو شیطان نے بعض  
 اور سچیرے کہ کیا یا تھا اونہوں نے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے اونسکی تحقیق اللہ بخشی والا ہے۔ اس سے  
 جن لوگوں نے قبول کیا واسطی اللہ کے اور رسول کے پیغمبر اسکی کہ ہو سکی اونکو یہ قسم واسطے ان لوگوں کے کہ سبکی کر کے  
 میں اونہیں سے اور پرستگار می کرنے میں ثواب بڑا۔ وہ لوگ کہتے اونکو لوگوں کے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہو  
 میں واسطی تھاری پست درد تمسک زیادہ کیا اونکو ایمان کیا اونہوں نے کفایت ہی ہو اللہ اور  
 اچھا کار رب رہی۔ اس سے۔ بلکہ قبول کیا واسطے ان کے رب انکی لئے یہ کہ میں نہیں طاع  
 کردن گا عمل کسی عمل کر عیو اسکا تم میں سے مرد سے یا عورت سے بعض تھاری بعضونسی میں  
 پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور انکی لگنی گھروں اپنی سے اور ایذا دی گئی بیچارہ میرے اور لکھے اور میرے  
 البتہ دور کردہ میں اونسکی برائیوں اور البتہ داخل کردہ میں اونکو بیشنوں میں پستی میں نیچی آدیکے سے نہر میں ثواب  
 نزدیک خدا کے سے اور اللہ نزدیک اوسکی ہے اچھا ثواب۔۔۔

۱۵ اور جو لوگ کہ ایمان لائی اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا۔ پیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جاگہ دی اور مدد کی یہ لوگ ہیں  
ایمان لانے والے کچھ اور اسطرح شمشیر اور ذوق ہی باکرست ۱۲۔ اور آگے بڑھ جائیوالی میں ہجرت کرنیوالوں سے اور مدد  
دینی والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کے ساتھ نیک کے ماضی جہاد اللہ اولیٰ اور ماضی پیروی وہ اور جس سے  
اور پیار کے واسطے انکی بہشتیں چلتے ہیں یہی اور انکی قبریں ہمیشہ رہنی والے ہیں اور انکی ہمیشہ یہی مراد پانا پڑا اسطرح  
تحقیق اللہ مول لیتا ہے مسلمانوں سے جا لین اور مال اور دینی۔ بسبب ان کے کہ واسطے اور انکی بہشت ہی کہ انکی  
پیچ راہ اللہ کے پس مارین گئے اور مارین جادین گئے وعدہ ہی اور ہر اسکو سچا پیچ قوریت گئے۔  
انجیل کے اور قرآن مجید کے اور کون شخص پورا کرنا الہی عہد اپنی کو اللہ کی اس وقت ہونے والی مانی کے سچ  
سو اگر کسی کی مانی ساتھ اسکو اور یہ وہی مراد پانا پڑا۔ تو یہ کہ عیوالی میں عبادت کرنیوالی میں تشریف کو نہ والی میں پیروی الی میں عبادت  
کرنیوالی میں حکم کرنیوالی میں ساتھ بہتالی کے اور منع کرنیوالی میں ناممقول سے اور نگاہ رکھنے والی میں حد دن اللہ کی عبادت  
ایمان والوں کو ۱۳۔ البتہ پہر یا اللہ اپنی کے اور وطن چھوڑ دینی والوں کو اور مدد دینے والوں کے ۱۴۔

۱۵ اور جو لوگ کہ ایمان لائی اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا۔ پیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جاگہ دی اور مدد کی یہ لوگ ہیں  
ایمان لانے والے کچھ اور اسطرح شمشیر اور ذوق ہی باکرست ۱۲۔ اور آگے بڑھ جائیوالی میں ہجرت کرنیوالوں سے اور مدد  
دینی والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کے ساتھ نیک کے ماضی جہاد اللہ اولیٰ اور ماضی پیروی وہ اور جس سے  
اور پیار کے واسطے انکی بہشتیں چلتے ہیں یہی اور انکی قبریں ہمیشہ رہنی والے ہیں اور انکی ہمیشہ یہی مراد پانا پڑا اسطرح  
تحقیق اللہ مول لیتا ہے مسلمانوں سے جا لین اور مال اور دینی۔ بسبب ان کے کہ واسطے اور انکی بہشت ہی کہ انکی  
پیچ راہ اللہ کے پس مارین گئے اور مارین جادین گئے وعدہ ہی اور ہر اسکو سچا پیچ قوریت گئے۔  
انجیل کے اور قرآن مجید کے اور کون شخص پورا کر نیو الہامی عہد اپنی کو اللہ کی اس وقت ہونے والی مانی کے سچ  
سو اگر کسی کی مانی ساتھ اسکو اور یہ وہی مراد پانا پڑا۔ تو یہ کہ عیوالی میں عبادت کرنیوالی میں تعریف کرنے والی میں پیروی والی میں عبادت  
کرنیوالی میں حکم کرنیوالی میں سبب بہتائی کے اور منع کرنیوالی میں ناممقول سے اور نگاہ رکھنے والی میں حد دن اللہ کی عبادت  
ایمان والوں کو ۱۳۔ البتہ پہر یا اللہ اپنی کے اور وطن چھوڑ دینی والوں کو اور مدد دینے والوں کے ۱۴۔



وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتَّتْ صَوَامِعُ وَيْجٍ وَصَلَوَاتُ وَمَسْجِدُ  
يَذْكُرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِزْمَكْنَا  
هُمْ فِي الْأَرْضِ قَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاللَّهُ  
عَاتِبُ الْأُمُورِ (۱۵) وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَتَّى يُخْرِجَهُ هُوَ أَجْتَابًا لَكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ  
فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ  
الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ  
وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (۱۶) هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ  
السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ وَاللَّهُ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ  
فِيهَا أُولَئِكَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتُهُمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ نَزْأً عَظِيمًا (۱۷) قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ  
الْأَعْرَابِ سِتْرٌ دَعْوَى إِلَى قَوْمٍ أُولَى بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا  
يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا عَلَى  
الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَاجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرْكَبِ حَرَجٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَدْخُلْ  
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ عَظِيمًا (۱۸) لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ

۱۵ اور اگر نبوت اور کرنا اللہ کا تو کون کو بعضی اور بعضی کو بعضی سے اللہ ڈال جائے خلوت خانہ درویشوں کی اور عبادت خانہ  
کی اور عبادت خانہ نبوت کے اور مسجد میں کرنا نام لیا جاتا ہے بیچ اور اس کی نام اللہ کا بہت اور بہت سے وہ جو اللہ اور اس کے دو تبار  
اور اس کو شخص اللہ ابستہ نور اور سی غالب سے وہ لوگ اگر قدرت میں ہو اور جو زمین کے فائز رکھیں نماز کو اور دین  
کو اور جو کریم سادہ بیدار کے اور بیچ کریم سے مخلوق اور واسطی اللہ کو ہی انجام سے کاموں کے ۱۲ اور بیعت کر دینے سے  
اللہ کے حق نہت اس کے اور سب سے برگزیدہ کیا تم کو اور نہیں کے اور بہت سی چیزیں دین کے کچھ تنگی دین باب تمہاری ابراہیم کا  
اوسنی نام رکھا ہے تمہارا مسلمان پہلی سی اور بیچ اس کتاب کی نام رکھا گیا مسلمان ہو کہ ہو پیشہ گواہ اور پرتھاری اور عوام گواہ اور  
تو کون کے پس قائم کہو نماز کو اور روز کو اور حکم کو اور سادہ اللہ کے دی دوست تمہارا پس بہت اچھا دوست ہو  
اور اچھا دوست کار سے دی سی جنسی اور تباری شکم بیچ دلوں ایمان والوں کو کہ بڑے جاوین ایمان میں سادہ ایمان  
اپنی کے اور واسطی اللہ کے میں شکر آہ ہو کر اور زمین اور سی حالت چاہتی والا حکمت والا ہو کہ داخل کر سی ایمان والوں کو  
اور ایمان والوں کو بہتوں میں چلتی میں سے اوسکی سے بہترین ہمیشہ میں دلی بیچ اور اسکی اور در کر سی اور سی برائیوں کو  
اور سی بہت نزدیکی اللہ کے ملو یا یا ۱۳ اور واسطی چھی چھوڑی کیوں کے کنواروں سے ستاب بلای جاوگی طرف  
ایک قوم سخت لڑائی والے کی لڑوگی تم اور سے یا مسلمان ہو جاوینگی پس اگر انو کے تم دیو یا تو اللہ تعالیٰ ثواب اچھا  
اور اگر بہر جاو گے تم جیسا پہر گئی تھے پہلے کسی عذاب کر گیا نہ کو عذاب دے دینی والا نہیں اور پرتھاری کے تنگی اور نہ اولیوں کو  
تنگی اور نہیں اور بہر جاو گے تنگی اور جو کوئی زبان برداری سے اللہ کی اور رسول ۱۴ اسکی داخل کر گیا اور کو بہتوں میں  
چلتی میں ہی اوسکی سے نہیں اور جو کوئی بہر جاو گیا عذاب کر گیا اور کو عذاب درد دیو والا ۱۵ اللہ تحقیق رضی اللہ



يُخْرِئُ مِنْ خِزْيَانِهَا الْأَنْفَرُ يُخْلِدُ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهَا أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا  
 إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۲۳) يَنْفَقُ رَأْسُ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ  
 وَأَمْوَالِهِمْ يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِمَّا دَفَعُوا إِلَى يَدِ اللَّهِ وَرِشْوَةً أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ  
 (۲۴) وَالَّذِينَ تَبَقُّ الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُخْرِجُونَ مِنْهَا جُزْءًا لِيَهُمْ وَلَا يَجِدُونَ  
 فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ  
 يُوقِ شَنْهُ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - علی بنہ القیاس اور بیت آیات میں جو عسماً  
 و خصوصاً صحابہ کرام کی مدح میں وارد ہوئی۔ و جن سے صحابہ کبار مہاجرین انصار کے فضائل مناسبت ثابت  
 ہوتی ہیں منصف البیہ کے وسطیٰ تو ایک آیت ہی کافی ہے۔ اور انصاف کے سامنی تمام قرآن ہی مفید ہیں  
 سلیبی نہیں ہیچکند آیات کی مختصر بیان پر کلفا کر کے بعض آیات کو بخوف تطویل بلا تفسیر ہستہ لال ذکر  
 کر دیا یا مختصر اپنی ادنیٰ آیات کو سن لہجہ جن سے صحابہ کرام ہونا کا شمس رخ راقہ التہار ثابت ہوتا ہے  
 و اسید ولد علی لکبنوی نے اساس الاصول میں صفحہ ۷۷ پر اور بحار مجلسی کی جلد اول میں  
 صفحہ ۵۷ پر لکھی ہے ہم الفاظ اساس کے لکھتی ہیں - مٹھا ما اور وہ الصدوق  
 فی کتاب معانی الاخبار عن ابن الولید عن الصفار عن الحسن بن ابی کلوب  
 عن اسحاق بن عمار عن الصادق عن ابائه و محمد بن الحسن الصفار عن بصائر الدراجا  
 و الشیخ الطبرسی فی کتاب الاحتجاج عن الصادق ان رسول اللہ قال ما وجدتم فی کتاب اللہ عز و جل

سے وہی کہ انکو ب تہ روح کے اپنے طرف سے اور داخل کر گیا انکو ہشتون میں جلتی ہیں نیچے دیکھی ہرین میں ہستی ہستی  
 بیچ اسکی راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئی وہ اس سے یہ لوگ میں گروہ خدا کے خبردار ہو تحقیق گروہ اللہ کے وہ ہیں  
 سلاح پائیوالے - ۱۲ - یہاں اسطیٰ فقیرون وطن چوڑ بنوالون کے جو نکال گئے گھروں اپنی سے اور مالون اپنی سے  
 چاہتی ہیں نفس خدا کے سے اور رضا مند ہی ہو رہے ہیں خدا کو اور رسول اسکی کو بہر توک وہ ہیں سچے ۱۱  
 ۱۲ اور اسطیٰ ان لوگوں کے کہ جگہ پکڑی ہے گہر ہجرت کے میں یعنی مدینہ میں اور ایمان میں ہے اسکی  
 دست رکھتی ہیں انکو جو وطن چوڑ فی میں طرف انکی اور نہیں پاتے بیچ دلون اپنے کے خلش اس  
 چر سے کہ وہی جادین مہاجرین اور اختیار کرتے ہیں اور جانوں اپنے کے اور اگرچہ ہو انکو شنگار  
 جو کوئی بجا یا جادے بخیلی جان اپنی کی سے - پس یہ لوگ وہ ہیں - سلاح پائے والے  
 ۱۲ - امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا جو کچھ کتاب اللہ میں پاؤ - ۱۲ -

فَالْعَمَلُ لَا يَزِمُ وَلَا عَذْرَاكُمُ فِي تَرْكِهِ وَمَا لَكُمْ تَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَ فَمَنْسَنَةً مِنْهُ فَلَا عَذْرَ لَكُمْ  
فِي تَرْكِ سُنَّتِي وَمَا لَكُمْ بَكْرٌ فِي سُنَّتِي قُلْ قَالِ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَمْ يَمِثْلِ أَصْحَابِي فِيكُمْ كَمِثْلِ النُّجُومِ  
بَابِهَا اخذ اهتدى وبابى اقاويل الصحابة اخذت اهتديتم واختلاف اصحابى لكم  
رحمة - قيل يا رسول الله من اصحابك قال اهليتني - یہ سوال و جواب جو خاتمہ روایت میں ہے  
یہ سر حضرت صدوق کی گہرت کیونکہ لفظ اصحاب کوئی پہلی پیتان نہیں تھا جس کو کل کی  
ضرورت تھی یہ بیان ختلاف خود اس کو مطلق صحیح و جامع الاستفسار کی روایت اس منصوصہ کو صریح مطلق  
کر ہی ہے - (۲) حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحییٰ  
الصوفی قال حدثنا محمد بن معویۃ بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام  
عن قول النبی اصحابی کالنجوم بالیوم اقتديتم اهتديتم وعز قولہ دعوا الی اصحابی فقال  
هذا صحیح - عرایات بیتنا - از جامع الاخبار (۳) انا کاشمیں علی کا القسم صحابہ  
کالنجوم بالیوم اقتديتم اهتديتم - عرایات بیتنا (۴) اللهم واصحاب محمد  
خاصة الذین احسنوا الصحابة والذین ابلاوا البلاء الحسن فی نصرہ - صحیفہ کاملہ  
(۵) امام حسن عسکری کی تفسیر میں ہے - ان رجلا من بغض ال محمد واصحابہ او  
واحد منهم یعذبہ اللہ عذابا بالو قسم علی مثل ما خلق اللہ لاهلکم اجمعین عرایات بیتنا  
(۶) امام کی تفسیر میں ہے - فقال یا موسی اما علمت ان فضل صحابہ محمد علی صحابہ  
جميع المرسلین کفضل ال محمد علی ال جمیع النبیین - عرایات بیتنا (۷) جامع خوارزمی

۱۔ امام جعفر صادقؑ فرمادی ہیں فرمایا کہ تم کتاب اللہ میں پڑھاؤ اور میری عمل کی تلازم میں اور اسکی جوہر فی میں نہ کو کوئی عذر نہیں اور جو کتاب میں  
میں نہیں اور میری سنت میں ہو تو میری سنت کی ترک میں بھی نہ کو کوئی عذر نہیں اور جو میری سنت میں نہ ہو تو میری  
اصحاب کہیں اور اسکو تسلیم کرے میری اصحاب کی مثل ستاروں کی ہے جسکو اختیار کر دے کی بات یاد کی اور صحابہ کی جس قول کو کہتے  
ہوایت پادھے اور میری اصحاب کا اختلاف تمہاری نہی رحمت سے کسی کو چھایا رسول اللہؐ آجی اسباب کون ہیں فرمایا میری اہلبیت  
کسی نے امام خدائی اللہ عنہ سے حضرتؑ کو قول کا حال پوچھا - صحابی کا تجھ کو باہر اقدیم اقدیم تلمذ والی اصحابی - آپ نے فرمایا یہ قول صحیح ہے  
۲۔ میں مثل آفتاب کی ہوں اور علیؑ مثل چاند کی ہوں اور میری اصحاب مثل ستاروں کی ہیں اور میں سے جسکی میری گردن پر وہ بیت یاد کی  
۳۔ آجی اور رحمت بھیج اصحاب محمدؐ پر خاص کر ان پر جنہوں نے اچھی مصاحبت کی اور اسکی معاشرت میں اچھی آرائش میں رہنا  
۴۔ جو تحقیق جو شخص کہ ال محمدؐ سے یا اصحاب محمدؐ سے کسی ہی نے محض رکھتا ہے خدا اسکو اسباب رزق  
اگر اسکو تمام مخلوق میں بابت دی تو وہ سب کو ہلاک کر دی - ۵۔ فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ میرے اصحاب کی ہر ذرگی اور نصیبت تمام  
رسولوں کی اصحاب پر ہی ہو میری آل محمد کی نصیبت تمام نبیوں کی آل پر ہے - ۱۲ -

قال انبی من سبني فاقتلوه ومن سب اصحابي فاجلدوه (۸) جلد اول بحار محکمہ  
 پرندہ کے عے عن ابیہ عن ابن ابی جبران عن ابن حمید عن ابن جازم قال قلت لابی عبد اللہ  
 علیہ السلام ما بالی اسئلک عن المسئلة فیحیدہ بالجواب ثم یحیدک غیر فیحیدہ  
 بجواب آخر فقال انا نجیب الناس علی الزیادہ والنقصان قال قلت ما خبرک عن اصحاب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ صدقوا علی محمد ام کذبوا قال بل صدقوا قلت فما بالکم لختلفوا فقال  
 اما تعلم ان الرجل کان یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فیسأله عن المسئلة فیحیدہ فیہا  
 بالجواب ثم یحیدہ بعد ذلک بما یشخ ذلک الجواب فسنحت الاحادیث بعضها بعضا امام  
 اس ارشاد سے صاف ثابت ہے کہ صحابہ روایات حدیث میں ہے اور عدول اور ثقہ ہیں  
 (۹) وقال علیہ السلام فمدح الانصار واللہ ربوا الاسلام لما یربى القلوب مع عنانہم  
 باید یہم السیاط والسنتم السلاط والقول والمہر والسیاط السماح ویقال للماہر فی العلم  
 انه سیط الیدین ای انه لقیف فیہ والسلاط الحداد والفصیحۃ شرح تہذیب البلاغۃ  
 ابن میثم۔ (۱۰) منها فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ لکم منزلة تکرم  
 بعنا ماؤکم وتوصل بھا جیرانکم وبعظمکم من لا فضل لکم علیہ ولا ید لکم عنده وبھا لکم  
 من لا یخاف لکم سطوة ولا لکم علیہ امرۃ وقد ترون عہود اللہ منقوضۃ فلا تغضبون  
 اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ کو برا کہی اور کو قتل کرو اور جو میری اصحاب کو برا کہی اور سب کی اور کسی کوڑی مارو۔ ۱۱۔ ابن خاتم سرہرستی  
 کہتا ہے میں نے امام ابو نعیم رحمہ اللہ سے سنا کہ میں نے عرض کیا کہ کیا حال میں ہے آپ کوئی مسئلہ پوچھتا ہوں آپ مجھ کو کچھ جواب دیجئے میں ہر وہی مسئلہ دوسرا مسئلہ  
 پوچھتا ہوں آپ اس کو کچھ اور جواب دیتے ہیں فرمایا ہم تو ان کو کہہ دیتے ہیں جواب دیتے ہیں۔ کہنا ہی میں عرض کیا کہ تو مجھ کو بتلائی کہ اصحاب  
 رسول اللہ نے (احادیث رسول اللہ میں) سچ بولا ہی یا جھوٹ بولا ہی؟ فرمایا ہمیں بلکہ سچ بولا ہی میں، چاہا تو پھر ہمیں اختلاف کی کجا وجہ ہے  
 فرمایا تو ہمیں جلن کہ حضرت کی نعمتیں ایک شخص حاضر ہو کر کوئی مسئلہ پوچھتا تھا اور آپ اس کو جواب دیتی ہی پہلے اور کسی اس کا نسخ جواب میں فرما  
 دیتے ہی تو بعض احادیث بعض کناخ میں ۱۲۔ جناب میر نے انصاری کی طرح منہ لایا خدا کی قسم انہوں نے بارہ جود اپنی خلفہ  
 و حاجت کی اسلام کو برد رستس کیا جیسا کہ میرے کو برد رستس کرتے ہیں۔ انکی انہوں میں سخاوت ہے اور زبانون میں  
 لدائت و فصاحت ۱۳۔ اے اصحاب کو خطاب کر کے فرمایا۔ تم اللہ کی بزرگی سے جو تم کو حاصل  
 ہوں۔ ایسی مرتبہ پہنچ گئی ہو جس سے تمہاری چوکر یونہی تم کو پہنچتی ہے اور تمہاری بڑوسیوں کے ساتھ ہوئے  
 جوڑی میں اور وہ لوگ جن پر تم کو کچھ وقت نہیں اور تمہارا کچھ احسان نہیں تمہاری تعلیم کرتے ہیں۔ اور جو لوگ تمہاری  
 علیہ سے دوری میں اور تمہاری نسبت اور عظمت ہے ۱۴۔ تمہاری نسبت مائتیں ہیں دیکھو۔ اسی پر کہ تمہارے کے علوہ  
 برتر سے جالے ہیں اور تم کو کچھ قصہ نہیں آتا۔ ۱۵۔

وَأَنْتُمْ لِنَقْصِ ذِمِّهِمْ أَمَّا أَنْتُمْ تَأْتُونَ وَكَانَتْ أُمُورُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ تَرُدُّوْنَ عَنْكُمْ تَصْدُرُ وَالْمَكْرُ  
 تَرْجِعُ فَمَنْكُمْ الظَّالِمَةُ مِنْ مَنَازِلِكُمْ وَالْقِيَمَةُ إِلَيْهِمْ أَنْزَلَتْكُمْ وَأَسْلَمْتُمْ أُمُورُ اللَّهِ فِي أَيْدِيهِمْ  
 تَعْمَلُونَ بِالشَّهَادَاتِ وَتُسِيرُونَ فِي الشَّهَوَاتِ وَابْتَغُوا اللَّهَ لَوْ فَرَّقُوا كَرْتُمْ تَحْتَ كُلِّ رُكُوبٍ لَجَبْعُكُمْ  
 اللَّهُ لَشَرِّهِمْ لَهُمْ أَقُولُ كَرَامَةُ اللَّهِ لَهُمْ بِالْإِسْلَامِ وَقَوْلُهُمْ كَانَتْ أُمُورُ اللَّهِ إِلَى قَوْلِهِ تَرْجِعُ  
 أَيْ أَنْتُمْ كُنْتُمْ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَالْحُلِّ وَالْعَقْدِ فِيهِ لَا نَهْمُ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالظَّالِمَةِ  
 الْبَغَاةِ وَأُمُورُ اللَّهِ الَّتِي أَسْلَمَتْ فِي أَيْدِيهِمْ أَحْوَالُ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ - شرح نهج البلاغة ابنِ عسكِر  
 (۱۱) وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُخَارِجِ فَإِنْ أَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَزْعُمُوا أَنِّي أَخْطَاةٌ  
 وَضَلَلْتُ فَلَمْ تَضِلُّوا عَامَّةً مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِضَلَالِي أَمْرٌ - نهج البلاغة  
 (۱۲) وَمِنْ كِتَابِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى مَعْوِيَةَ أَنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ  
 وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ عَلَى مَا بَايَعُوهُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدَانِ يُخَارُوْا لِلْغَايِبِ أَنْ يَرُدَّ وَأَمَّا الشُّعْرَاءُ  
 لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَإِنْ اجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَسَمِعُوا أَمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رَضًى فَإِنْ خَرَجَ  
 مِنْ أَرْضِهِمْ خَارِجَ بَطْنٍ أَوْ بَدْعَةٍ رَدُّهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَإِنْ بَايَ قَاتِلُوهُ عَلَى تَبَاعَةٍ غَيْرِ  
 سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَاةِ اللَّهِ مَا تَوَلَّى وَلِيَصِلَ بِهِمْ وَسَائِتُ مُصِيرًا - نهج البلاغة

سید عالم کا نام لے کر لڑنے والے ہی عہدہ کو لے کر جاتے ہیں۔ اور اللہ کے کام بہاری ہی اور دارہ ہوتی ہیں اور تم ہی لوہی تھی اور تمہاری  
 طرف ہی واپس ہوتے ہیں۔ پس تمہیں ظالموں کو اپنی مرتبہ میں نہیں کر دیا اور اپنی جہاد میں اور انکی حوالہ کر دین اور اللہ کے کام لڑنے والے ہوتے  
 ہیں سوئے ہوئے ہیں کہ شہادت کے ساتھ عمل کرتے ہو اور اپنی نفسانی خواہشوں میں چلتے ہو خدا کی قسم اگر وہ تم کو  
 کر بھی متفرق کر دین گے تو خدا تم کو انکی برتری دن کے لیے جمع کرے گا۔ شام کہتا ہے کہ اللہ کی کرامت انکی  
 یعنی اسلم ہے۔ اور قول کانت امور سے بیکر ترجیح تک سے یہ ہر اوس کی کہ تم اہل اسلام ہو اور اسلام میں اہل حل و عقد ہو یعنی  
 عہدات اسلام کا قبول کرنا یا نہ کرنا تمہاری ہی راہی پر منحصر ہے کیونکہ تم مہاجرین و انصار ہو اور ظالموں سے مراد باغیہ ہیں  
 اور اللہ کے امور جو انکی مانتوں میں سیو میں اور میں نے اور شہرہ کے احوال میں۔ اسلم انکی کلام جو بتقدیر خارج ہوئی اگر تم میری خطائی  
 قائل ہوئی اور مجھ کو گمراہی کے طرف نسبت کرنے سے باز نہ آؤ میری گمراہی کے سبب سے تمام امت محمدی علیہ السلام کو کیوں گمراہ بناتی ہو۔ حال میں  
 کہ اگر میں گمراہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ اہل حل و عقد امت محمدی علیہ السلام جو ان کے خلیفہ بنائے گئے ہیں گمراہ نہیں بن سکتے۔ گمراہی کے سبب گمراہ ہون  
 اور ان سبب کی گمراہی محال ہے تو میں بھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ اسلم میری یہ بات کو آئے قرآن مجید میں ہے کہ اللہ پروردگار تو کون ہے جو کون  
 جہنم لے آئے اور کون عثمان کے ہاتھوں پر جنت کی راہ میں ہر پانسی جنت کی راہی اور میری سبب سے اس صورت میں نہ حاضر ہو کر میری  
 باقی ہی اور غائب کو مدد کی بجائے ہے مشورہ مہاجرین و انصار کا ہی ہے۔ اگر وہ کسی شخص پر مجتمع ہو جائیں اور اس کو امام بنائیں  
 تو خدا کی رضا نہ ہی ہے اور میں سے ہر اگر کوئی نکلتی والا نہیں کر کے یا بدعت نکال کر انکی کام میں سے نکلی تو اس کو دین میں تو ناجائز ہے  
 نکلا ہی اور اگر انکار کرے تو اس سے جو نہیں لے سکتے کے سوا ہر دیکھ کر پڑے۔ چہرہ دیکھ کر ہم اس کو جہنم پروردگار سے جو ہوا ہے اور خدا اس کو  
 جہنم میں داخل کرے گا اور وہ برحق ہے۔ ۱۱ -

(۱۳) ما كنت الا رجلاً من المهاجرين اوردت كما اوردوا واصدنت كما اصدروا  
وما كان الله ليجمعهم على الصلاة ويفرضهم بحسب شريح نوح البلاغة (۱۴) ان هذا  
الامر لم يكن نصر ولا خذلان بل بكرة ولا بقلة وهو دين الله الذي اظهره وجده الذي  
اعزاه وامد حتى بلغ ما بلغ وطلع من حيث طلع ونحو علي بن ابي طالب (۱۵) ومن كلام له  
عليه السلام في معنى الانصار قالوا لما انتهت الى امير المؤمنين ابناء اسقيفة بعد وفات  
رسول الله قال ما قالت الانصار قالوا قال من اصير ومنكم امير قال عليه السلام فهذا اجتماع  
بان رسول الله وصي ان يحسن اني محسنهم وينجوا عن عسيهم - نهج البلاغة (۱۶)  
وقيل انهم عليه السلام قد شاوره عمر الخطاب في المخرج الى غزو الروم وقد توكل الله لاهل هذا الدين  
باعزاز الحوزة وستر العرة والذي نصرهم وهم قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لا يمنعون  
حي لا يموت امل متى تسر الى هذا العدو بنفسك فتلقهم فتكذب لا يمكن للمسلمين كافت  
دون انفس بلادهم وليس بعدك مرجع يرجعون اليه فالت اليهم رجلاً محجراً واحضر معه  
اهل البلاد والنصرة فان اظهر الله اذنك ماتحب وان يكن الاخرى كنت رداً للناس وضامة  
للمسلمين - على القياس اگر تتبع تمام دیکھا جاوے تو بت روایات مضامین صحابیہ اور ذکا و ایمان کے ثبوت پر آمونگی  
لیکن اگر کوئی نظر انصاف سے دیکھی تو ایک ہی کافی ہے اب ان پتا ہی کہ یہ طرح مختصر بطور شکوکہ چند روایات

۱۔ میں صرف ایک شخص ہوں میں سے ہوں جس طرح وہ دار ہوئی میں ہی دار ہوا اور طرح وہ لوئی میں ہی ویا اور گزشتہ اولوگوں سے  
اکٹھا نہ کر لیا اور ان کو حق سے اندھے ہوئی میں مبتلا نہ کر لیا ۲۔ اس میں کی نصرت اور اس کی ذلت کچھ فلت اکثریت نے وہ  
پر نہیں ہے (کیونکہ) وہ خدا کا امین ہے جس کو غالب کیا اور اللہ کا شکر ہے جس کو عزت دی اور جس کی تائید کی یہاں تک کہ جس نے یہ  
پہنچا تھا پہنچ گیا اور جس کے سر کھانا تھا نکل آیا اور ہم ان کے وعدہ پر من ۳۔ انصار کے باب میں آج یہ کلام فرمایا - بعد  
وفات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب میری اس پہنچ تو آئے پوچھا انصار نے کیا کہا اور ہوش و فہم کیا اظہار کیا اور میں نے جو اظہار  
تم میں سے ہو تو جواب میرے فرمایا تم نے یہ دلیل کیوں پیش کی کہ حضرت رسول نے وصیت فرمائی کہ انصار کے بیٹوں کا دل کا مالک  
کیا جلدی اور نہنگا روئندہ زخمی دے ۴۔ آپ کی تعزیر جبکہ حضرت عمر نے غزوہ راء میں خود جانے کا قصد کیا - اللہ اس میں  
دانو کی عزت اور پورے پوش کا ضامن ہے - جس نے انکی قلت کے وقت ملو کی تھی جبکہ یہ مدد نہ کی جاتے تھے اور ان کے  
(دست مندوں) رد کا تھا - جبکہ یہ قیاس تھے اور باز رہی کے قابل نہ تھے وہ بھی دیوت سے - جب تو خود اس میں  
بسیوف کو دے رہا اور کچھ صدمہ پہنچایا جائے گا تو سہا تو سہی ایسے انکی انصافی بازگ کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی - اور یہ تیری بعد  
کوئی کوئی کی جگہ نہ تھی کہ تو ان دشمن کی طرف کسی کبریا کا آدمی کو بھیج اور آرمودہ کا رڈ خود ہو تو اس کی ساندہ کر  
اگر خدا نے غلبہ دیا تو یہ تو چاہتا ہے ہر ادساگر اور دیگر پیش آیا - تو تو تو تو تو کے پشت اور سہا تو تو کے  
دست پر ملجا دوا دے - ۱۳ -

خاص فضائل شیعین رضی اللہ عنہما کی یہی بیان کیجائیں اگرچہ روایات سابقہ کو ضمن میں ذکر فضائل میں  
 بالادنیہ ولاد لومیت ثابت ہو چکی ہیں (۱۷) علامہ سبکی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنیج البلاغہ کی  
 شرح کبیرین بذیل شرح خط فاروقی نقل منبیا جناب کے خط ایک حصہ نقل کیا ہے بسکوا کی شریف ضعیف  
 بمقتضائے دین روایت حذف فرمایا اور سکو ہم اصل شرح سے نقل کرتے ہیں۔ و ذریت انہما علیہ  
 من المسلمین عوانا ایدہم بہ فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام  
 وکانوا افضلہم فی الاسلام کما رعت والصحفہم ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و خلیفۃ الخلیفہ  
 الفاروق ولعمری انکما انہما فی الاسلام بعظم و بالمصائب بہما فی الاسلام لبحر شید  
 یرحمہما اللہ وجزاہما حسن باعد (۱۸) عن عبد اللہ فی حقہما امامان عادلان  
 قاسطان کانا علی الحق ومارا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ۔ کاشف قلوب (۱۹)  
 از کتاب معانی الاخبار۔ عن الحسن علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع و  
 اعصم منی بمنزلۃ البصر وارعتمان منی بمنزلۃ الفواد۔ آیات (۲۰) انکشف الغمہ۔ انیسل  
 الامام عن جللیۃ السیف هل یجوزہ فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال لا رای  
 القول ہکذا فوثب الامام عزیمک انہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل الصدیق  
 فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والاخرۃ۔ آیات وغیرہ (۲۱) اساس الاصول کے صفحہ ۳ پر سید لد آ  
 فی نقل کیا ہے العاشر منها هو ایضا فی الاحتجاج ان الامامون بعد ما زوج ابنتہ ام الفضل  
 لہ اور تو نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی بیٹی سمانہ بنیں سے دو نکاح چنی جن کو پیغمبر کی تانید کی اور وہ پیغمبر کے نزدیک اپنی سلامی بزرگوں  
 اور فضیلتوں کے اندازہ کی توافق اپنے بیٹوں میں نہیں اور سب سے افضل سلام میں چنا پڑا تو نے مگر نہ کیا اور اللہ اور رسول کا غیر خواہ خلیفہ  
 صدیق تھا اور دوسرا خلیفہ فاروق تھا۔ اور میری جان کی قسم مشک اور گامزہ سلام میں بیت بڑے ہے اور ذکی مصائب سلام میں  
 سخت زخم ہیں اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت کرے اور ذکر و تنبیہ کہ منہ کا اذکار اور دوسری۔ اللہ اللہ اللہ اللہ حضرت ابوبکر و عمر کی حق  
 مردی ہے و دونوں امام عدل و انصاف کے تین حق پر ہیں اور حق پرستان اپنی تین دن و اللہ کی رحمت ہو۔ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ  
 علیہ وسلم فرمایا کہ ابوبکر میری بیٹی کا نکاح ہے اور عمر میرا بھائی ہے اور عثمان میرا بھائی ہے اور علیؑ میرا بھائی ہے اور میں ان کو چاہتا ہوں کہ جانیہ  
 آئے و یا ان جانیہ کو کہ ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو چاندی کا زیور پہنا یا رومی عرض کیا کیا اب یہی لیا تو ان میں (ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں) یہ سن کر امام  
 اپنی جگہ سے اٹھ اٹھا اور فرمایا ان صدیق ان صدیق اور جو شخص ان کو صدیق نہ کہی خدا تعالیٰ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں  
 سنی نہ کیجو۔ اللہ احتجاج طبری میں ہے۔ کہ اسون رشید بعد اسکی کہ اپنے بیٹی ام الفضل کا نکاح۔ ۱۱۔ ۱۲۔

ابو جعفر کان فی مجلس عند ابو جعفر و یحییٰ بن اکتام و جماعة کثیرة فقال له یحییٰ بن اکتام ما تقول یا ابن رسول اللہ  
 فی الخبر الذی روی نہ تزل جبریل علی رسول اللہ و قال یا محمد ان اللہ عزوجل یقرک السلام و یقول لک  
 سل ابابکر هل هو راض عنی فانی عند راض فقال ابو جعفر است بمنکر فضل ابیک و لکن یحب علی صاحب الخبر  
 ان یاخذ مثال الخبر الذی قال رسول اللہ فی حجة الوداع قد کثرت علی الکذابة و سئل عن کذب علی متعمدا  
 فلیتوب مقعد من النار فاذا اتاکم الحديث فاعرضوه علی کتاب اللہ و سنتی فما وافق کتاب اللہ و سنتی  
 فخذوا به و ما خالف کتاب اللہ و سنتی فلا تأخذوا به و لم یس یوافق هذا الخبر کتاب اللہ قال اللہ تعا و لقد

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَاعْلَمْ مَا تُوَسْوِسُ لِنَفْسِهِ إِنَّهُ اقْرَبُ إِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ فاللہ سبحانہ خفی علیہ رضا  
 ابی بکر من مخطیئة ال غرض مکتوب سرہ هذا مستحیل فی العقول - انتہی - اس روایت سے صاف ثابت ہر  
 کہ امام معصوم نے فرمایا کہ میں ابوبکر رضی فی فضیلت کا منکر نہیں لیکن صرف روایت کی صحت میں اس  
 اور اسی سے کلام کیا جاتا کہ محض بیات و خرافات حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ  
 سوال کرنا ہرگز عدم علم کو مقتضی نہیں قرآن میں مذکور ہر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سوال کیا  
 و ما نلک یمینک یا موسیٰ اگر سوال عدم علم کو مقتضی ہے تو کیا خدا تعالیٰ نہیں جانتا تھا کہ موسیٰ کے  
 ہاتھ میں کیا ہے - اور اگر سوال سے وہ اسی تحصیل علم کے جو پیشتر سے حاصل نہیں تھا کوئی دوسری  
 غرض بھی ممکن ہے تو پھر اس روایت میں کوئی ناساتھی قائم ہی کہ اس میں سوال بخر عدم علم کے کسی  
 محل پر محمول نہ کیا گیا - بلکہ اگر حضرات قرآن میں تتبع فرمائیں تو معلوم کریں کہ بعض افعال خدا تعالیٰ

اس امام ابو جعفر کے ساتھ آئی ایک مجلس میں تھا و امام ابو جعفر اور یحییٰ بن اکتام اور ایک بڑی جماعت ان میں بیٹھی ہوئی تھی یحییٰ بن  
 اکتام نے امام سے پوچھا امام سوال اللہ کا تو نہ آتا ہے اس حدیث کو بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو روی ہے کہ جبریل رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور عرض  
 کیا یا محمد اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے و فرماتا ہے ابوبکر سے پوچھ کیا وہ مجھ سے راضی ہے میں تو اس سے راضی ہوں - امام ابو جعفر نے فرمایا  
 کہ میں ابوبکر کی بزرگی اور فضیلت کا شکر نہیں ہوں - کہانی حدیث دالی پر لازم ہے کہ اس حدیث کی مثال کہ تبسم کری جو حضرت موسیٰ نے  
 حجۃ الوداع میں فرمائی ہے کہ مجھ پر جو ش کی جہش ہوئی تو اور بیت ہوگی جو مجھ پر جو ش باندہ کردہ اپنا ٹھکانہ و وزخ پھرا  
 جب تمہاری پاس کوئی حدیث آئی اس کو کتاب اللہ پر اور میری سنت پر پیش کرو جو کتاب و سنت کو موافق ہو اور اسے قبول کرو جو کتاب  
 و سنت کو مخالف ہو اس کو نہ قبول کرو اور یہ خبر کتاب اللہ کے موافق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سمعنا انسان کو یہ کہنا اور رسم  
 جاننے میں اس کے دل کے رسوم کو اور ہم اس کے رسم کے سے ہے اس کی نزدیک نہیں تو کیا ابوبکر کی رہنمائی کو  
 اور نہ رضائے ہی خدا پر پوشیدہ ہے جو پوشیدہ چیز کو از سنی پوچھا - یہ امر عقول کے نزدیک محال ہے - ۱۱ -

۱۲ - اور کہا ہے تیری اہل میں اسی سے ۱۲ -

فراسی حادثی کہ انہی میں سے بعض امور معلوم فرمادیں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدُّوا لَهَا**  
**بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُرَكَاءَ ۖ يَهْرُفُونَ ۚ** **أَمَرَ حَسْبُكُمْ أَنْ**  
**تَدْخُلُوا الْحَنَّةَ ۚ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۚ** اور پھر ارشاد فرماتا ہے  
**أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتِجُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلِيَتَّخِذَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَاسُوءًا**  
**وَلَا الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْحِجَّةُ ۚ** ان آیات کو ملاحظہ فرمائی اور سوچی کیا خدا تعالیٰ کو پہلی یہ باتیں معلوم  
 نہ تھیں کیا یہ امتیں اور بت سابقہ آیت **وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ**  
 کی مخالف نہیں ہیں پس یہ تو ان آیات میں علم کے حاصل کرنے سے اور سوال کرنے سے کچھ اور غرض مراد پتھر  
 اگر کچھ اور مراد ہی تو یہ حدیث کو امام کا باطل فرمانا غلط ہوا یا ان آیات کو بھی غلط اور تحریف فرمائی خدا  
 عزوجل کی ذرا تو انصاف کی نگہیں ہو لکڑی کی حدیث کی مخالفت کتاب اللہ کے ساتھ یوں ہی ثابت  
 کیجاتے ہیں کیا حدیث کی تضعیف یہ طرح ہوتی ہے۔ کیا کسی امر کو جو چہنا بحر علم کے حاصل کرنے کے  
 اور کسی غرض سے نہیں ہوتا افسوس کہ ایسی خرافات خود بڑھتے ہیں اور جناب ائمہ کی طرف نسبت کرتے ہیں  
 سبحانک اہبتان عظیم تو اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث بالکل مطابق کتاب اللہ ہے جس میں  
 یہی تفاوت نہیں۔ (۲۲) **لَهُ دَرَفَلَانْ تَقْدُومُ الْاَوْدُودُ وَادَا الْعَمَلُ قَالَ الشَّارِحُ الْمَلَرْدُ**  
**مِنْهُ ابُو بَكْرٍ وَعَمْرٍ (۲۳) اَرْكَشَفَ ۚ** ان جعفر الصادق قال ولدنی ابوبکر الصدیق  
 مرثیہ۔ ذوالفقار و لیات۔ منصف لبیب اگر ان آیات و اقوال ائمہ کو دیکھی تو ممکن نہیں کہ صحابہ کرام کے  
 بزرگی کا اعتراف نہ کری پس جبکہ آیات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اقوال ائمہ سے صحابہ کرام کا  
 کرام ہونا ثابت و تحقق ہو گیا تو اگر بعض محال اقوال و افعال صحابہ یا صاحب تحفہ کی تحقیق سے نہ ثابت ہو

کتاب اللہ و احادیث و اقوال ائمہ  
 سے صحابہ کرام کا کرام ہونا ثابت و تحقق ہو گیا

۱۔ اور یہ دن باری باری سے پہرے ہم اذکو در میان لوگوں کے اور تو کہ ظاہر کرے اللہ اون  
 لوگوں کو کہ ایمان لائے میں اور تو کہ پچھڑے تم میں سے گواہ۔ ۲۔ کیا گمان کیا تھے یہ کہ داخل ہو بہشت  
 میں اور ابھی نہ ظاہر کیا اللہ نے ان لوگوں کو کہ جہاد کرنے میں تم میں سے اور اسی نہ ظاہر کیا صبر  
 کرنے والوں کو۔ ۳۔ کیا گمان کرتے ہو تم کہ پچھڑی جاؤ اور حال نگاہی نہ ظاہر کیا اللہ نے ان لوگوں کو جہاد کرنے میں تم میں سے اور نہیں  
 پچھڑے تو اللہ کو اور نہ رسول اس کی از ایمان لائے کہ دست الی اللہ اور البتہ تحقیق یہ کیا ہم نے آدمی کو اور جانتے ہیں ہم جو کچھ ظاہر کیا ہم  
 سادہ اور سکر دل اور سکادہ ۴۔ حاشیہ یہ معلوم کرنا چاہی۔ ۵۔ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق نے مجھ کو دلوہ جہاد۔ امام جعفر  
 صادق ابوبکر صدیق کی طرف کو سلسلہ منسوب ہیں جب ہر نام نے فرمایا اور اذکو صدیق کہا۔ ۱۱۔

تو کچھ حرج نہیں اور فی الحقیقت یہ شخص آپ کا خیال اور عزم ہی ہی ورنہ محال ہے کہ اہلسنت کی تحقیق خلاف کتاب ثابت ہو جائے **قول** چنانچہ اس باب میں مختصر انداز میں یہ کتاب میں اگرچہ بہت سی آیات اسپر وال ہیں مگر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہوں سورہ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمائی واذا راوا التجارة اولھوا انفضوا الیہا وترکوا قائمًا - صحیح بخاری میں کتاب اسمعاب ذانفر الناس عن الامم میں جابر بن عبد اللہ کہتی ہیں ینما نحن نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قبلت عید فتمثل لعلنا ما فالتفتوا الیہا حتی ما بقی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اثنا عشر رجلاً فخرت هذه الآية واذا راوا التجارة للرب انصاف فرمائی کہ نماز واجب ہے جسکو احادیث میں سراج مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا مناجات کا مقام ہے اور وہ ہی رسول اللہ کی پست اٹھ کر چھپی ہے انفضاض کرنا اور آنحضرت کو گہرا چھوڑنا اور تجارت میں مشغول ہونا یہی کراست کی نشانی ہے کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایک امام کے پیچھے سے قطع کر کے چلا جائے تو آپ اسکی حق میں کیا حکم فرماویں ایک آئے مومن نماز مستحب کو قطع کر کے خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اگر ایسا کرے تو لوم و ملامت سے نہ بچے۔ **اقول** اگرچہ اس شبہ کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہے لیکن ہم سبکی پر لباس دیگر باضاد بعض فوائد پر دیکھیں متوجہ ہوتے ہیں یہی اس فقرات کا وہ ہی ایک اپنا خیالی قاعدہ ہے جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت مجتبیٰ تسلیم کر رکھا ہے وہ یہ کہ معصیت بکثرت کو نفع کر دیتے ہیں اور ہم کہتی ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے انہی کفارہ سیئات اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سنیہ و معصیت دونوں کا کفر نہیں ہے اور بکثرت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریاق ہجوم معاصی ہے پس یہ فقرات اپنی کمال مناظرہ دہنے سے خلاف اصول اہلسنت اپنی قاعدہ مسلمہ کی بنیاد ہی پس اس مناظرہ دانی کو آفرین ہے کہ آپ ہی ایک قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اسکو مسلمہ سمجھ کر اسی بنا پر اعتراض کر دیا یہ عجیب

اس کا جواب صحیح ہے زمین پر نصرت کر رہی ہے چاہے

۱۵ اور جب تجارت یا کسب و کھیتی میں تو سب کو گہرا چھوڑ کر اس طرف چلی جاتے ہیں ۱۶ ہم حضرت کو ساتھ نماز میں نہیں دیکھتا قافلہ لیکر آسب اس طرف متوجہ ہو گئی۔ اور بار بار زمین کے سوا حضرت کے ساتھ کوئی باقی قافلہ نہیں دیکھتا۔ واذراوا التجارة الخ - ۱۲ -

وہ قاعدہ مسلمہ باعتبار اپنی مذہب کے ہی غلط ہو چنانچہ پہلے بیان ہو چکا۔ پس انصاف کا خاتمہ ہو چکا۔ اب میں ارباب انصاف کی خدمت میں حضرت مجیب کے دعویٰ اجتہاد و تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش کرتا ہوں بغور ملاحظہ فرمادین۔ ہماری محبیب بیعت حدیث بخاری کو اور قصہ انفضاض کو نماز جس میں رسول فرمایا ہی اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ کل گئی جو باتفاق ہیبت و شیوہ غلط اور خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے ہرگز صحابہ نہیں گئی تمام مفسرین محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ خطبہ کجالت میں پیش آیا چنانچہ مسلم کی روایت میں صریح مذکور ہے تو سب سے پہلے کہ معنی سخن منظر صلوٰۃ کہیں یہی روایت جابر بن عبد اللہ کی جو بخاری کے کتاب تفسیر میں آیا ہے اور میں یہ لفظ نہیں دیکھتا اس کی الفاظ اس طرح ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت عید یوم الجمعة ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنادی الناس الا اثنا عشر رجلا فانزل الله واذاروا التجارة الخ۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ حالت صلوٰۃ میں نہیں لیکن مقتضی کمال بغض صحابہ کی حضرت نے بطور اجتہاد و ہکو حالت صلوٰۃ پر رسول فرمایا اگر احسن کی کتابوں کو نہیں دیکھا تو اپنی کتابوں کو تو ضرور دیکھ کر حق لتقید کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے تو اب غور سنی کے سال الامت صدق سے جو میری سنی جو پڑھ کر نہ تباہ ہو تو فریاد انسان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یخطب علی المنبر فی یوم الجمعة اذا جاءت عبد قریش قد اقبلت من الشام ومعها من یضرب بالکف ویصفر ویستعمل ما قد خطرہ الاسلام فانزل کو النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی المنبر والفضوا منه الی اللہ واللعب غمضہ وذهبا فی سماع موعظة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما یتلو علیہم من القرآن فانزل الله عز وجل فیہم واذاروا التجارة الخ۔ ایک حضرت صدوق صاحب کی شہادت سے یہی ثابت ہے کہ یہ قصہ نماز میں واقع نہیں ہوا پس اب یہی متحقق ہوا کہ آپ کا اجتہاد غلط ہے اور یہی تفسیر مجمع البیان جو اس وقت میری سنی رکھی اور میں یہ روایت موجود ہے۔ وہی عز ابی عبد اللہ انہ قال

لے جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہتا ہے جمعہ کو دن ایک قافلہ آیا اور ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس سو بارہ آدمی سب لوگ اس کی طرف دوڑ گئے تو اہل و ازار و تجارت ان سے نازل ہوئی۔ ان کے منہ اس کی یہ کہ جمعہ کے دن حضرت منبر خطبہ پڑھتے ہیں فرشتہ کا ایک قافلہ آتا ہے اس کی ساتھ میں کچھ نور دفینے ہیں کچھ زفیلتی ہیں اور مناسی شہر عید استقبال کرتے ہیں تو حضرت کو منبر پر چور کر دیا خطبہ وضیعت سے منہ موڑ کر لہو و لب کی طرف چل گئے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ۱۱۔

انفوا ایہا وتركوك قائما تخطب علی المنبر۔ علاوہ ازین دوسری قاعدہ کی روشنی ہی یہ خلاف  
قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہے اور محض قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس حوالہ کے یہ ہے  
کہ جن سبج شیا عند شیعہ عقلی ہے اور عین الاشاعرہ شرعی۔ تو نماز میں سر یا خطبہ میں سے  
چلا جانا عقلاً عند شیعہ سبج ہے خواہ ہی شرعی وارد ہو یا نہ ہو اور شاعرہ کی نزدیک جب تک ہی وارد ہو  
اور سبج طلاق سبج کا نہیں ہو سکتا اور اس وقت تک اس سبج کے ہی وارد ہونا ثابت نہیں تو اگر  
صحابہ نے کوئی امر قبیح اور نہی عنہ نہیں کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت میں جو  
حالت تعلیم کی ممانعت نہیں فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر نہی عنہ ہونے کی زیادہ تقویت ہو گئی ہے  
ممکن تھا کہ جب لوگوں نے اوہنی کا قصد کیا تھا یا اوہنی تھی آپ ممانعت فرمادیتی تو اسکو  
اس زمانہ کی روئے پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اس وقت بسبب ردہی کے  
قبیح ہو چکا ہے اور اس وقت میں بوجہ عدم ردہی کے قبیح نہ تھا دس یا دہی فعلیہ البیان تہنہ  
اگر بعض من تسلیم ہی ہو چکی تھی اور شرعاً یہ فعل قبیح ہی تھا اسکو عموم میں وہ صحابہ ہی تو  
داخل میں جنکو مجیب البیہ نے برخلاف شہادت قوم کرام سمجھ رکھا ہے علی الخصوص سوم روایت صدقہ  
نوٹ کی ہو ہی باقی نہیں چھوڑا پس اعتراض کل جو جواب اپنی صحابہ کرام کی طرف سے عطا فرمادین گے  
وہ ہی تمام صحابہ کی طرف سے قبول فرمادین اور جب روایت اہلسنت بارہ شخص ستنی میں جو  
عشرہ مبشرہ اور اہل ادرابین مسعود ہیں لیکن شیعہ کی روایت سے کوئی ہی ستنی نہیں ائمہ  
سے لیکر صحابہ تک سب ہی داخل ہیں پس فرما ہی وہ کرام کون ہیں جو باقی رہی اور جنکو آپ  
کرام سمجھتے ہیں اور لوم اور ملامت سے بچی ہوئی ہیں اجماعاً صاحب بفضل اللہ تعالیٰ اہلسنت  
کی لوم و ملامت سے تو تمام بزرگان دین بچی ہوئی ہیں لیکن حضرات شیعہ کے لوم و ملامت سے  
بچنا محال ہے کہ اس سے ابنیا اور ائمہ اور صحابہ میں سے کوئی نہ بچا۔ ان یہ بات باقی رہی  
کہ اپنے نماز کو معراج انہیں اور محل مناجات پروردگار فرمایا اور اس سے چل جانے کو  
۱۵ اور کئی حرف چل گئے اور تنگہ نہر پر کھڑے ہوئی اور خطبہ پڑھتی ہوئی چھوڑ گئے۔ ۱۲۔

مستحق لوم و ملامت قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید اپنے مبتدائی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔  
 الحسین بن سعید عن فضالت عن معاویہ بن عمار قال سألت ابا عبد الله عليه السلام عن  
 الرجل یحب ذکرہ فی الصلوۃ المکتوبۃ فقال لا یاس عنہ۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز  
 معراج المومن ہے جس میں ذکر سے کہیں اور یہی کا نام محل مناجات ہے اور اسکی قطع کرنے سے لوم و ملامت  
 سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہی ہے تو ایسی نماز کو سلام ہے ہمارے مفتاب میں تو  
 وہ محل مناجات اور معراج ہو اور قطع نظر اسکی وہ ایسا فعل ہو جادے کہ اس میں ذکر سے کہیںنا بھی ہے۔  
**قولہ** اما احادیث پس بخاری و کتاب عوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ  
 فرمائی ہیں یہی احادیث میری قول کے مصدق پانچا بخوف طوالت عرض نہیں کرتا **اقول** اسجگہ  
 تو حضرت مجتبیٰ کمال ہی تجرط فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتی چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ  
 اجمالی طور پر بیان کیا ہے اسلیئے جواب بہ پیرایا جمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اغراض سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو صحابیت کے معنی سے اغراض ہیں شاید لغوی معنی پر اغراض کا دار و مدار  
 رکھا ہے اسسبب سے جو جبکہ احادیث کے نزدیک صحابیت کے لیے خاتم تک بقا مایان مشروط ہے  
 تو ممکن نہیں کہ بخاری کتب مذکورہ کے احادیث معنیہ آپکی قول کے مصداق ہوں اور بعض محال اگر  
 تسلیم کر لیا جاویں تو جو جواب آپ نے اپنی قبولین کی طرف سے تجویز کر رکھا ہے وہی جواب کیلئے قبول  
 قرار دیں۔ **قولہ** اما اقوال سبحا بخاری کے کتاب الاحکام دیکھی ہیں اور میں اجماع کی کیفیت  
 معلوم ہوگی اور ایک مسئلہ متعلقہ کتاب اللہ ہی دیکھی گا۔ **اقول** میں بخاری اور دیگر  
 کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کیفیت معلوم ہی مسائل متعلقہ کتاب اللہ بحولہ و قوتہ معلوم  
 کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا سامی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال و احتجاج میں یہ  
 اگول مول تقریریں قابل بحث و التفات نہیں ہوں اسسبب سے کہنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل و مناقب  
 اصحاب سے پر اقوال ائمہ اور انکی مناقب میں شمار میں چنانچہ ایک شہدہ اور کا اقوال سابقہ میں  
 ہے۔ من لای الام ابو عبد اللہ کے پوچھا کوئی شخص نماز میں اپنے ذکر سے کہیںنا ہے کہا کہ خوف  
 رضا کہ نہیں ۱۲۔

طہر کر چکا ہوں جو اود نے تتبع سے حاصل ہوا تھا **قولہ** اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو سعد بن  
 عبادہ رئیس انصار کو حق میں فرمایا ہے۔ نفلت قتل اللہ سعد بن عبادہ بھی ملاحظہ اقدس میں گذرے گا  
 اور قتل اللہ کے معنی آپ جانتی ہی ہو مگر **قولہ** یہ کلمہ بندہ نے دیکھا اور قتل اللہ کو معنی پرہیزگار  
 لیکن جناب اس سے کیونکہ مدعا ثابت ہوا حضرت کی نزدیک توجہ سے سعد بن عبادہ اپنی امامت کا دعویٰ  
 ہوا اور امام حق کے امامت کا منکر ہوا تو کا فر ہو چکا معاذ اللہ یہ حقیقتہً تحقیر کجائی اور حقیقتہً انت کیجاء  
 بجائی خود ہی کیونکہ بوجہ کفر کے کوئی قہرام باقی نہیں رہا اور ایسے دونوں الگ کسی معصیت کو بھی نہ  
 کریت صحابیت باعث انحطاط نہیں سمجھتی تو ایسی اقوال کو انکی مقابلہ میں پیش کرنا محض ایک خیال  
 خامی ہے جہذا اس جملہ سے یاد و اخبار ہی یا انشاء اگر اخبار مراد ہی تو کچھ قابل گرفت نہیں کیونکہ اخبار  
 صحیح مطابق نفس الامری باین معنی کہ خداوند تعالیٰ نے اسکو ہلاک کر دیا کہ اسکا مدعا جو خلافت تھی حل  
 ہوا۔ اور اگر انشاء ہی تو چونکہ سعد بن عبادہ سے اسوقت نصرت حق ترک ہوئی اور الٰہی سزا ہوئی  
 تھی جس سے اسلام میں وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا ایسی خلیفہ ثانی اذکار و عادی پس کچھ لازم خلیفہ دوم  
 کو طرف ہی نہ سعد بن عبادہ کی طرف صرف باعث اسکا غنا و بعض صحابہ کی جس سے محاسن بھی قیام  
 نظر آتی ہیں **منعصر** وعن الرضا من کل عیب کلیدہ۔ ولکن عین السخط تبدی للمساویا  
 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات حضرت امیر کی حق میں فرمائی اور عادی ایجا شایعہ میں مذکور  
 ہوئی اذکار اور ان کلمات کا اپنی عقل و انصاف کے میزان میں موازنہ کر لیں اور یہ اعتراض کجی **قولہ**  
 آپ تحفہ کے باب مطاعن کو ملاحظہ فرمائی اور مطاعن سے مراد طعن و تم کالیسی میں یہ مطلب فقرت  
 کہتا ہوں آپ ال کتاب کو دیکھ کر مطابق کر لیں۔ آپکی خاتم المحدثین فرماتے ہیں و اگر اربابان از قصد  
 تخویف و تہدید زبانی است و گفتن انیکہ من خواہم سوخت پس و ہش آنست کہ این تخویف و تہدید  
 کسانی را بود کہ خانہ حضرت را را بجا و پناہ ہر صاحب خلیفہ دستہ و حکم حرم کہ موعظہ دادہ و در آنجا شمع  
 و فتنہ و فساد منظور شد و ہر ہر مردن خلافت خلیفہ اول بہ گنگا شہاد مشورہ فساد انگیز قصد میکرد و حضرت  
 نہ از ہر ہم ازین شست ویر خواست آہنا کہ و ناخوش بود لیکن کمال حسن خلق تا ہنہا بے پردہ نمی فرمود

کہ درخانہ میں نیامدہ باشند عین خطاب چو دید کہ حال برین نوال است انجماعت را تہدید نمود کہ من خانہ را بر  
شما خواہم سوخت و تخصیص سوختن دین تہدید یعنی بر تنہا طوقیق است از حدیث پیغمبر کہ حضرت نیز در حق کسانیکہ در  
جماعت حاضر نمیشدند با امام اقتدار نمیکردند همین قسم ارشاد فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت  
باز نخواہند آمد من خانہ را بر ایشان خواہم سوخت چون ابو بکر تیر امام منصوب کردہ پیغمبر بود در کار و آنہا  
ترک اقتدار آن امام حق بخاطر خود می اندیشیدند و رفاقت جماعت مسلمین دین باب نمیکردند مستحق  
ہمان تہدید پیغمبر شدند پس این قول عمر شایستہ بفعول پیغمبر کہ چون روز فتح مکہ بحضور او عرض نمودند  
کہ این خط کہ کلمہ از شعر افکار بود و بار بار بہ ابو پیغمبر در شعار خود ردی خود را سایہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ  
برده و در پردہائی آنخانہ تجلی آشیانہ خود را پنهان ساختہ در باب ادب حکم است فرمود کہ اورا ہما بخا  
بکشید و پاس نکشید ہر گاہ این قسم مردود جناب الہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ حضرت نہرا  
چرا پناہ باید داد حضرت نہرا چرا از سر ادا دین شرار فساد پیشہ مکرر گردد کہ مخلوق با خلاق اللہ  
شبیوہ آن پاک طینت بود انتہی بقدر کجا جہت۔ اگرچہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی اور  
تشبیہ المطامن میں ہر قول بحج ساطعہ رد کیا گیا ہے مگر اس قسم میں حضرت مجیب کی خدمت میں عرض  
اس قدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام ہی اور کتاب اللہ انکی فضائل سے پر ہر اور اقوال عزت و ذکر و مدح میں  
بیشمار وارد ہیں جیسا کہ قول اتہید میں آپ فرمانیگی تو یہ لوگ صاحب حیانت اور شرار فساد پیشہ دین  
قسم مردود ان جناب الہی جو خانہ حضرت زہرا میں جمع ہوتے ہی کون ہی صحابہ ہی میں بہر ہی  
یا ہو و نصار اور مشرک وغیرہ تھے۔ **اقول** سبکہ ہی مجیب نے حب عادت قدیمہ  
وہی اعتراض بابت مثالب صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب اباجاں سابقہ میں  
کر دیا جا چکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال تعجیل کے تفصیل و تصدیق کا جہ از کم ہر اور کجا  
از زیادتی فوائد نہیں ایسی سبکہ ہی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں لیکن بطریقہ یہ چند امور  
بمحوط خاطر سامی رکھی (۱) سوائی انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہیں۔  
(۲) کوئی معصیت دون الکفر فضل صحبت کو رفع نہیں کرتے۔ (۳) ہنگام

صحت کلی مثلاً جبکہ ابورہمہ میں احتمال کا اندیشہ ہو تو اس مسئلہ کا لحاظ نہیں کیا جاتا (۴)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی کے ساتھ کسی خاص فعل میں یا کوئی مقتضی نہیں کہ مشابہت میں جمیع امور میں مشارک اور مساوی ہو جادین اگرچہ یہ مقدمات سابقہ بذات عقلیہ نقلیہ ثابت و تحقق ہیں لیکن جبکہ بحسبہ اہستہ کرکئی گئی ہیں پس واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپ رضی اللہ عنہ نبوت طعن کے ہیں تو حسب قاعدہ مناظرہ آپ کو لازم ہے کہ آپ یہ ثابت فرمائیں کہ یہ لوگ صرف صحابہ ہی تھے یا سوائے صحابہ کے اور کوئی شخص اس فتنہ میں تھا جبکہ آپ یہ ثابت نہ کر سکیں گے کہ دعوی ثابت ہوگا کیونکہ مانع کو پہنچتا ہے کہ وہ اس شخص کو تسلیم کریں اور کہیں کہ اسلام کہ یہ کل صحابہ ہی تھے بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین کا عید فتنہ میں شامل ہوں کہ جن کو شبہ اسلام کی دہی و برہمی کا خیال مرکز خاطر رہتا تھا۔ اور جب ان کا شمول متحمل ہوا تو ہم کہیں گے کہ یہ طعن صرف انہیں منافقین کی طرف متوجہ ہے جو باعث اشتغال قضاوت ہے اگرچہ روایت از آلہ انخفا سے وجود حضرت امیر جمعی اپنی ہاشم معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبارت نفی غیر قطعاً دلالت نہیں کرتی۔ اور چونکہ یہ بزرگ سبب اس کے کہ ان ہی مشورت خلافت صدیقی نہیں کیا گیا تھا اور ناخوشی اس کی استولی تھی نہ یہ اتفاق میں شامل تھے نہ منافقین نے موقع دقت پا کر اس کو زیادہ شتم کیا تو چونکہ اصل بنار اس اجتماع کی وہ ہر ناخوشی اصحاب پر اور منافقین پر ہم موٹک دو آنے کے صرف باعث زیادتی اشتغال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع ایسی ہرزگوئی سے زیادہ تعجب انگیز تھا تو ایسی روایت میں صرف ان ہی حضرات کے نام پر انکفا کی گئی اور منافقین کا ذکر نہیں کیا گیا کہ ان کا شریک ہونا ایسی امور میں یہی ہی کہتے ہیں کہ اسلام داخل اسلام کے ساتھ اولاً یہی دتیرہ رہا کیا ہے۔ ثانیاً اگر سیاق عبارت میں توجہ سے نظر تامل کیا جادے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردودان جناب الہی ہرگز بحق صحابہ و مراجع نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں (پس ہمیں آنست کہ این تحویف و تهدید سے را بود کہ خانہ زہر افروز ایجاد و پناہ صاحب خیانت و ہستہ) لفظ ہستہ صیغہ ماضی ہے

اور اسکی ضمیر راجع بسوی کسان ہے تو اگر صاحب خیانت سے مراد صحابہؓ ہوں تو لازم آتا ہے کہ وہ خود ہی اپنے آپکو صاحب خیانت جانتی والے ہوں اور بیٹھ بھی البطلان ہی بلکہ حاصل معنی یہ ہے کہ ان صحابہ نے جو مجتمع ہوئی تھے حضرت زہراؓ کے خانہ برکات اشیانہ کی نسبت یہ خیال کیا کہ جو شخص خیانت کر کے اس میں سب سے بڑا ہو تو یہ بوجہ عظمت و احترام جو ان حضرت سیدہ نسراہل المحبتہ کو مجاہد امن ہے گواہی دیتی ہے تو بغیر خود کوئی خیانت نہیں کی ہے۔ اور اس طرح کلمہ مردودان جناب الہی صحابہ پر گرنے میں اطلاق کیا گیا ابکہ وہ بن خطل اور اسکی ادنیٰ حصہ نہ پر اطلاق کیا گیا بخلاف خانہ غلامہ محترمہ کہ میں پناہ نہیں لی جملہ درخانہ خدا پناہ نباشد جو متصل نہ گوری وہ اسکی دلیل اس پر قریبی توفیق عبارت اس طرح ہے دہر گاہ این شہم مردودان جناب الہی را کہ از ہجو پیغمبر بسوی خود سیار کردہ و چنان چنین کردہ درخانہ خدا پناہ نباشد آئنانہ از کہ از اطاعت امام حق انحراف در زید نہ دستور تھا ہیچ فتنہ و فساد میکردند بخانہ زہراؓ پناہ باید داد۔ تو اس سے واضح ہوا کہ اطلاق لفظ مردودان جناب الہی کا صرف بن خطل اور اس قسم کے لوگوں پر ہی کیونکہ جب وصف جناب اجد امین اور حکم بھی ہر ایک کا علیحدہ ہے کہ ایک صنف کو ایسی عدم بحالت کعبہ کے ہے اور دوسری کے ایسی عدم بحالت خانہ زہراؓ کی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ ایک کو دوسری پر حملہ کر کے وہ کلمات جو ایک کو حق میں اطلاق کئے گئے اس میں دوسری کو بھی شامل کیا جاوے کیونکہ تشابہ نے اسبندہ جمیع میں مشابہت کو مقتضی نہیں۔ غرض کہ جب مہنت کی نزدیک صحابہ معصوم نہیں اور معصیت جاننے سے تو اس معصیت کے نسبت محض بطور استبعاد کرنا یا کسی امر اہم کے نظام و صلاح کے لیے کوئی امر کیا گیا ہو اسکی نسبت تشبیہ کرنا محض عدم تدبیر اصول کی وجہ سے ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ حضرت امیرؓ کے زمانہ کے واقعات تو بدرجہا اس سے بڑھ کر ہیں یا وجود اسکی مہنت نہ انکو مشغول کرتے ہیں اور انکو ملامت کرتے ہیں بلکہ کہتی ہیں کہ حضرت امیرؓ نے جو کچھ اپنے زمانہ خلافت میں نہ تھا کیا حق کیا مخالفین خطا پر تھی لیکن معذور حق تعالیٰ انکی خطا میں حسب عذر بخشگا۔ علی الخصوص ایسی امور میں کہ جسکی نظیر اور قیس علیہ موجود ہو اور شارع

کطرف سے اوسمین اوسے قسم کی تہدید کی گئی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا  
 با اینہم حضرات شیعہ بھی توجہ صحابہ کو کرام اعتقاد کرتے ہیں اور انکو مرتدین اور خائنین اور مثال  
 ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہیں بلکہ بعض ائمہ معصوم تک بھی خیانت کا الزام لگاتی ہیں  
 یہ جو کچھ اسکا جواب تجویز کر کہا ہے وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ **قولہ** تعجب  
 و حیرت کا مقام ہے کہ اگر بھاری شیعہ بعض اشخاص کے شانین جہنم میں واقع و فرصت باکر  
 و تدابیر ملکی کر کے حکومت داریت حاصل کر لے اور پھر تکفیر و تہذیب رسول کطیف ہی متوجہ  
 نہوئی اور بعد میں اہلبیت کو بجائی تالی و دشمنی اور عزت گھر جلائی کے دھکی دی اور طرح طرح کے  
 ظلم و ستم کی اور کل جور و جفا کے جو بعد میں عترت اطہار پر واقع ہوئی بانی ہوئی کچھ بے ادبی  
 کریں تو رافضی و کافر و بدین ہوں اور اگر خود اہل بیت ہوں ان خلفاء متغلبہ کی مخالفت کریں  
 تو معاذ اللہ نقل کفر و کفر نباشدان کلمات کے جو آپ کی کتاب المحدثین تحریر فرماتے ہیں مستحق ہوں  
 کیا انصاف و دینداری ہے ہماری مقابلہ میں صحابہ افضل امت ہوں اور اگر اس خلافت  
 کو برہم کرنے کی تدبیریں کریں جب پھر بجز اجماع صحابہ بنوعمل اہل سنت کوئی دلیل عقلی تقاضا کرتی  
 نہیں اور اس اجماع کا ہی ثبوت ہے تو مردود ان جناب الہی سے انکار و منافقت کریں  
 جماعت کے مشابہ ہوں۔ **اقول** اس عبارت میں بلاخر قول تک حضرت مجیب نے  
 جہاں کہ جو کچھ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی تا نکہوں کو بغض و حسد کریں سے کور کر کے  
 جو کچھ ثابت نہ گھٹا نہ فرمایا ہم اسکی ترکیب کی جواب میں جب الزام اپنے زبان آلود  
 کرنا نہیں چاہتی ایسی اسکی جواب سے اعراض و اغماض کر کے اسلی جواب کطیف و غماض  
 توجہ پیرتے ہیں۔ تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ مجیب لبیب با اینہم ادعائی انصاف و دین  
 اور بھاری شیعہ کے رافضی اور کافر و بدین ہونے میں متروک ہوں جہنم نے انبیاء  
 علیہم السلام کو کافر و بدین سے دو چند و ستہ چند کہا ائمہ کو خائن اور تارک واجب بنایا صحابہ  
 مقبولین کو مرتد اور مغضوب من اللہ اور جہنمی قرار دیا۔ اہلبیت و عترت طہار کی دوستی کے

پردہ میں اونکی ہانت و تدبیر کے وہ وہ مضمون تراشی کہ ایسے دو جال کو بوجہ خجالت و شرمندگی میں غوطہ  
 زن کر دیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر تو وہ وہ بندشیں باندھیں کہ ایک مٹی کا پتلا بنا کر پہلا دیا۔  
 جو حضرات کو عقل چاہی وہی کام لی تو اگر اسی کا نام دلا رہیت ہی تو یہ وہ دلا رشیعیان پاک ہی کو مبارک  
 رہی کیا انصاف و دینداری ہے کہ ہماری مقابلہ میں تو انبیاء و ائمہ معصومین اور صاحبزادے ہوں اور صاحب  
 کرام کملوں یا جب اپنی اعتراضات سے متعلق ہوں یا بدون لحاظ تقابل از فکر شیون بیان ہوں  
 تو محاذ ائمہ نقل کفر نباشد عیاں آپکی صدوق وغیرہ فرماتے ہیں انبیاء کا فرد حاسد ہوں ائمہ خان  
 اور تارک واجب اور معین کے اہل علم و فضل ہوں اور صاحب کرام مرتدین و مغضوب الہیہ ہوں اور  
 باوجود ان باتوں کہ اہلسنت پر زبان درازیاں۔ روایات ان مضامین کے گذشتہ ابحاث کے  
 مطابق میں کس قدر کور ہو چکی ہیں اور کچھ پیندہ ابحاث میں اپنی اپنی موقع پر بیان ہو چکی۔ بعد  
 اسکی اس قول میں چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہیں تخصیص بلا مخصص اور ترجیح  
 بلا مرجح کی کیا وجہ ہے بعض اشخاص کو ہے کیونکہ ذکر فرمایا جب حسب تصریح شہید ثلاث سوا  
 حضرت مقداد کے سب مرتد ہو چکی تھے اور رہی ہی مقداد ہی مولین اور منفضین کے عموم  
 میں شامل ہو گئی تو بتائی کون باقی رہا جو بیچارہ شیعوں کے سہام عن دلاست سے بچا ہو  
 ۔ پھر یہ تبیض کہانی لیتی ہیں اور اس کا غنڈی کشتی کو کہا تک بیان کریں۔ (۲) موقع و فرصت  
 پا کر اور تدابیر ملکی کر کے انہوں نے حکومت و ریاست حاصل نہیں کی بلکہ یہ محض وعدہ و وعید  
 خداوندی ہے جو اپنی وقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالیٰ نے صحابہ کے واسطے اختلاف حقہ  
 اور تکلیف میں رضیہ کا وعدہ اپنی اس کلام مجید میں جسکو شان بر خلاف مغرور امامیہ لایا  
 الباطل من بین یدینہ و لا یخلف و ما یأمر فرمایا وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لکنس تخلفہم  
 فی الارض الخ تو یہ وہی موعود خداوندی ہے جو بلا تدبیر و مشورہ کے محض مثبت الہی  
 ارادہ حقانے پردہ غیب سے منصفہ ظہور چاہا کہ ہوا جسکو حضرت مسیح رضی اللہ عنہ قلندہ سے تغیر کرتے  
 ہیں انجیل لیب و دراز کو اہل تخت و سادات معر من اعتراض میں بے سمجھی پیش کیا کرتے ہیں

چونکہ یہ وعدہ لاچار واقع ہو گیا تھا اور اس کا مصداق بخبر اسکی اور کوئی نہیں تھا تو کس طرح طمع معین  
 اسکی چوں کہ کوٹاہ اور حسد حاسدین کا اس سے قاضی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی  
 تاویل میں اپنی رسالہ امت میں جو اس وقت میری سامنی موجود ہی جس قدر بیچ و تاب کھائی میں۔  
 اہل انصاف کے ملاحظہ کے قابل ہیں (۳) تجہیز و تکفین بول صلعم کا الزام اولیٰ شترک ہی کیونکہ  
 یہ مانتا ہے کہ حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تدبیر ملکی کے فکر میں مشغول تھے تو اہمیت  
 کے کام میں مشغول تھے جو نعش کو تین روز تک دفن نہیں کیا اگر یہ کہیں کہ غم میں مبتلا تھے جسکی علیہ میں  
 کچھ نہ کر سکی تو یہ بالکل غلط اور بالہ فریب بات ہے بقول حضرات شیوخ کے اہمیت میں کسے تو حضرت کے غم  
 میں کوئی بھی نہیں تھا کیونکہ اپنی غصب خلافت کا غم تھا کوئی اپنی میراث و فدک کے اندوہ  
 میں معاذ اللہ جامع ہاجرین و انصار میں در بدر پہنچ رہی تھے اور اسکی چھٹی مصطفیٰ کے غم کا  
 خیال تھا نہ رضی کے اردو کا پاس تھا تو جب اہمیت کا یہی حال تھا تو جو الزام آپ صحابہ  
 دیتی ہیں وہ ہی اہمیت کی طرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیاً سید خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تھا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر  
 بگڑنے اور متعفن ہونے سے پاک و منزه تھا تو اسلیں دفن کی عجلت کے ضرورت نہیں ہے اور امر  
 خلافت میں اگر ختمال واقع ہوتا اور جس طرح انصار کا منشا تھا اور سید خلافت متفرق ہوتے تو انشا  
 پر ہی سلام تھا اسلیں اسکو مقدم کیا گیا (ثالثاً) ایک کام کی طرف سب کا مجتمع ہونا  
 ضروری نہیں جب اہمیت اسکی متولی اور متکفل تھے تو اور دن کی حاضری و شرکت چند ان ضروری  
 نہیں تھی اسلیں وہ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہو گئے۔ (رابعاً) حضرت امیر  
 کی کلام سے جسکو آپکی صدوق نے خصال میں روایت کیا ہے جو اس وقت میرے روبرو حاضر  
 ہے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت کے غسل و تکفین میں صی بہ کو خود حضرت امیر نے ہی نہایت  
 شریک نہیں کیا تھا اور یہ حضرت امیر کا صی بہ کو شریک نہ کرنا بوجہ کمال محبت تھا نہ یہ کہ صی بہ  
 ہی تدبیر ملکی میں مشغول بہ شرکت و حاضری سے باز رہتے تھے۔ حدیث ابی محمد بن

اس طرح جواب اسی تجہیز و تکفین حضرت کی طاعت و تہجد میں

الحسن بن احمد بن الوليد بن محمد بن يحيى العطار رضى الله عنهم قالوا حدثنا سعد بن عبد الله عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علي بن فضال عن علي بن عقبة عن الحارث بن المغيرة عن ابي عبد الله عليه السلام قال ابو بكر وعمر رضى الله عنهما قالوا ان الامير المؤمنين عليه السلام حين دفن فاطمة عليها السلام في حديث طويل قال لها فيه اما ما ذكرنا اني لمر اشهدك ان رسول الله صلى الله عليه وآله فانه قال لا يرى لعوتي غيرك الاذهب بصرك فلما كن لا وذكما به لذلك

یہ حدیث نص میں ہے اس امر میں کہ صحابہ نے شرکت تجہیز و تکفین سے تقاعد نہیں کیا بلکہ حضرت امیر نے ہی بنظر خیر خواہی اذکو شریک نہیں کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تھا اور حضرت امیر کی اگر جواب محبت آمیز کے کیا معنی تھے اگر ان کی طرف سے کوتاہی ہوتی تو حضرت امیر یہ فرماتے کہ تم خود ہی اپنی تدبیر کی میں شغل رہ کر حاضری و شرکت سے باز رہی مینی تمکو شرکت سے کب منع کیا تھا جو آج شکایت لیکر آئی علاوہ اس کہ اس حدیث سے چند فوائد حاصل ہوئی اول یہ کہ یہ لوگ خود حضرت کی تجہیز و تکفین میں شریک ہونے سے باز نہیں رہے۔ دوم یہ کہ حضرت امیر نے بنظر خیر خواہی شرکت نہیں کیا۔ سوم یہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتھ ایسا تعلق محبت تھا کہ انکی تکالیف گراں بار خاطر حضرت امیر تھی۔ چہاں یہ کہ یہ حضرات کا فرد فاسق و غاصب نہایت نہیں تھی ورنہ ممکن نہیں تھا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ جنکی نسبت و اغلاط علیہم ارشاد ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) البیت کو بی بی توحید کے گھر جلانے کے دیکھنے کے سن لیجئے اولاً حضرات شیعہ نے کونسی فرد پر افراد اہل بیت سے حضرت کا نعم باقی چھوڑا ہی اوس جکا ایسا با اتقا ل کر جاوی یا جکا ایسا مری دفات پا جاوی اذکو چند خراب کے دختون اور کھورسی دنیاوی ریاست کے چمن جانے کا وہ قلع ہو کہ اپنی باب یا مربے کے غم دانہ

۱۔ امام ابو عبد اللہ سرمدی فرمایا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت فاطمہ کو دفن کیا جناب امیر کے پاس آئی اسکا نقشہ طویل ہوا

اسمیں یہ بھی مذکور ہے کہ جناب امیر نے اوسے کہا کہ یہ جو تم نے (شکایت) کہا کہ مینی تمکو حضرت کے تجہیز و تکفین میں حاضر و شریک نہ کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت فرمایا تھا کہ ستم کو سوائے میری جو دیکھو اسکی بیانی جاتی رہیگی پس میں نہیں تھا کہ تمکو یہ ایذا پہنچاؤں - ۱۲ -

توضیح بیت کی دیکھی کہ جواب

کو بکشت طاق نسیان میں رکھ کر اون دشتوں کے چھپی بج مع کفار و منافقین میں درپردہ پور  
 پیدا کوئی عاقل کہیں گا لکن اس پر باب کا یا اپنے ربی کا غم ہے معاذ اللہ من ذلک مولوی حمید علی رحمۃ اللہ  
 علیہ نے نسخہ سید مرتضیٰ سے لکھا ہے بروایت سلمان نقل کی۔ فلما کان الليل حل فاطمة على حمار  
 واخذ بيد الحسن حين عليها السلام فامسك احد من اهل بيته من المهاجرين والاصحاب الا انه في منزله  
 وذكره ودعا له فصرخا استجاب الاربعة واربعون رجلا فامرهم ان يصحوا محلقين رؤسهم معهم  
 ملائحتهم اذ ساء الموت فاصحوا لهم فامسكهم الاربعة فقلت لسيما من الاربعة قال انا وابوزيد والقدر بن جابر  
 دوسرے روایت میں بن شیم شامع نبی البیان نے اپنی مختصر شرح میں جو اس وقت میری سامنی موجود ہے اس کتاب کا  
 شرح میں جب شروع ہوتا ہے وہیں کتاب الی عثمان بن حنیف وهو عاملہ علی البصرہ وقد بلغه انه  
 وعملی ولیمہ قوم الحمر لکھا ہی وفد ک قریہ کانت لوصول اللہ خاصۃ صالح اهلها علی النصف علی  
 فتح خیر و اجماع الشیعہ علی انھا اعطانا فاطمہ علیہا السلام فی حیاتیہ فلما ولی ابوبکر الخلفۃ غرم  
 علی اخذھا منها فارسلت الیہ لقلب میراثھا من رسول اللہ و تقول اعطانی قد کان فی حباتہ واستشهدت  
 علی فلک علیا وام ابیہ فتهدا لھا باھا و اجابھا عن المیراث بخبر رواہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث  
 ما ترکناہ فهو صدقہ عن عیسیٰ فذلک انھا لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم و انما کانت مالا للمسلمین  
 فی بدیل یمل بالرجال و ینفق فی سبیل اللہ و انا الیہ لما کان یتلید فلما بلغھا ذلک لاشت بنجارھا  
 و اقبلت فی لیلۃ من حصدتھا و نسا قومھا تظان فی ذیلھا حتی دخلت علیہ فمسیح لھا جوار و الا بصار الخرم قال

۱۵۳ ذکر خاص حضرت علیؑ علیہ السلام کا کہ تھا بعد فتح خیبر نصف محاصل پر گاہ دو روٹی مصاحت کرتے تھے۔ اور شیخ کا سپہ جماع پر  
 کردہ گاہ حضرت زینبؑ کی زندگی میں حضرت فاطمہؑ کو دید یا تھا۔ جب ابوبکر خلیفہ ہوئی اور فاطمہ سے اسکی بیٹی کا ارادہ کیا تو فاطمہ نے میراث  
 کے مطالبہ کا ابوبکر کو پیغام بھیجا اور کہا کہ مجھ کو مذک اپنی حیات میں حضرت نے عطا فرمایا تھا اور حضرت علیؑ اور امین سے سپہ گروہی  
 چاہی اور انہوں نے انکی شہادت دی۔ ابوبکر نے میراث کا تو جواب اس حدیث سے دیا کہ ہم انبیاء کے گروہ میں ہماری وراثت نہیں  
 ہوتی جو کچھ ہم جو زمین وہ صدقہ ہے اور دعویٰ مذک کا یہ جواب دیا کہ وہ حضرت کا نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا مال ہے کہ صرف  
 میں تھا جس میں لوگوں کو سوا بیان دیتی اور خدا کے راہ میں خرچ کرتے تھے اور میں اس میں سے صرف کچھ صرف کچھ صرف کیا کرتے تھے۔  
 جب یہ خبر فاطمہؑ کو پہنچی تو اپنے اور زینبؑ اور امینؑ کے ہم جو بیویوں اور اپنی قوم کے عورتوں کے ساتھ اپنی وادوں میں چلتی  
 ہوئی امین۔ اور ابوبکر کے پاس اس کس مجمع میں داخل ہوئے، جس میں اکثر ہاجرین اور انصار حاضر تھے ۱۲۔

ع  
 ۱۵۳  
 ۱۵۳

ہماری محبت نصف مزاج نے روایت از ائمہ انخفا کو حسین اجتماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا بہت فائدہ  
 میں ذکر تھا بیدینی فرمایا تھا تو یہ روایات کہ جن میں سے خداوند تعالیٰ توبہ توبہ محض دنیا طلبی کی غرض سے  
 حضرت معصومہ کا مجامع فساق و فجار و کفار و شرار میں پرنا مذکور ہی کس وجہ کی بیدینی بلکہ  
 کو تسادیر جو بیدینی سے بالاتر ہی قرار دینگی - غرض کہ جب اہل بیت طاہرین سے کسی کو حضرت  
 کے انتقال کا غم تھا ہی نہیں تو نسبتاً و تفسی کس کرتے (ثانیاً) پیشتر گذارش ہو چکا کہ اہل بیت کو  
 گھر جلانے کی ہرگز نہیں دی بلکہ جو لوگ خلافت حقہ کی برہم کرنی کی مشورہ کرتے تھے ہی اور پھر گھر جلانے  
 کی دھمکی دی تھی جو عین اتباع پیغمبر تھا پس اگر ہمت اور صلہ ہو تو بسم اللہ شرعاً اسکی برائی ثابت  
 کیجی اگر یہ ایک برائی ثابت ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ  
 ثابت ہوگی (۵) طرح طرح کے ظلم و ستم اور اقسام ہم کی جو روح جفا اور انواع انواع کے آلام  
 و مصائب جنکا اہلبیت اطہار پر واقع ہوا صحابہ کے دست تعدی سے بیان کیا جاتا ہے  
 اور جنکی محبت تفصیل یہ ہے - کہ حضرت امیر کے ساتھ غد ر کیا اور پرانے کینون سے اپنی سینوں کو  
 بہرا اور خلافت کو غصب کیا اور فدک کو چھینا اور معافی کے سند کو ہار ڈالا اور معاویہ  
 حضرت امیر کے گلی میں رسی ڈال کر جبراً بیعت ادنی لی اور انکی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت  
 سیدہ زہرا کو جلایا اور معاویہ حضرت سیدہ معصومہ کے پہلو مبارک پر لکھ کا صدمہ پہنچایا - اور کل  
 شش ماہ حضرت محسن کا اپنی ضرب کا صدمہ سے گرایا نہ حضرت سیدہ معصومہ کو دشمنوں کو مزبور  
 علی الاعلان ہمت ناحشہ کے ساتھ متہم کیا اہلبیت کے لڑکھونکو عصب و عدوان کی طور  
 پر لیکھی قرآن تحریف کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا - چنانچہ کلینی اور طوسی نے اپنی تالیفات  
 میں اور مجلسی نے بحار و حقائق اور حلال العیون میں ان کے تفصیل لکھی ہے اور مولانا حمید علی  
 بعد نقل فرماتے ہیں داین ہمہ کہ گھم بے شائبہ انغراق حرفے اذان کتاب و لفظی اذان خط بہا  
 و سنگی از بیستون و قطرہ از بیستون و خوش از خرمن و گلی از گلشن بہت - اور یہ محض اقرار  
 دہشتان اور تریش و شش حضرت اکابر امامیہ کی ہے - حاشا کہ اہلبیت کو یہاں ابکانام

و نشان ہی ہو پس المسنت کو ایسی موضوعات و فقرات سے الزام دینا اپنی علم عقل و انصاف کو  
 رسوا کرنا ہی۔ اور بانی ہوتی سے اگر سبب قریب مراد ہی تو اسکی بائنے حساب اصول شیعہ  
 حضرت امیر و حضرت حسنین اور تمام نبی ہم اور صحابہ مقبولین امامیہ میں کہ انکی خاموشی اور بیانت  
 اور صبر اور ساحت نے تو یہ نوبت پوچھنی کی کاش ان فسادات کو عباس کے پر نالہ کی برابر  
 وقت کے نظر سے دیکھتی یا ابوبکر شیعہ کے ہم جنب سمجھتی افسوس کہ قوم عاد کو تو حضرت جابر کہ تیغ بے دریغ  
 کرین اور میان سلام خراب ہو اور المیت ذلیل قرار نہ ہو اور حضرت فاطمہ علیا میں اور ام کلثوم علیا میں اور ان  
 پر چون تک نخل معاذ اللہ اگر سبب بعید مراد ہی تو یہ خود ذات پاک خداوند تعالیٰ شہرچہ تمام علل  
 اور سبب اسباب سے اور سیکو چینی بھاری خلفائے کیا تصور کیا کہ وہ بیچ میں سے پکڑی گئی (۶)  
 خلافت صدیقی بحول اللہ تعالیٰ حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے قائم  
 ہوئی اور ہاجرین و انصار نے اسکو بسر چشم قبول کیا اہل بیت نے اسپر اقدام نہیں کیا اور کیونکر  
 کرتے وہ جانتی تھی کہ یہ حق صدیقی ہے پر کیونکر اسپر اقدام کرتے نہج البلاغۃ میں خطبہ مذکور ہے  
 کہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیت کر لیں آپ نے منظور فرمایا  
 تو یہ انکار یوہ خوف ہے اور یہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہیں سمجھتی تھی وہ عین المدعات  
 اپنا حق صدیق۔ تو یہ کہنا کہ بخر اجماع کے کوئی دلیل عقلی نقلی ہوئی نہیں غلط محض ہے خطبہ  
 نہج البلاغۃ سے بعینہ نقل کرتا ہوں۔ **وَمِنْ كَلَامِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ** لما قبض رسول الله  
 صلى الله عليه وآله وخطب العباس رحمه الله و ابوسفیان خرجا ان يبایعا له بالخلافة ايها الناس شقوا  
 امواج الفتن بسفن النجاة و عوجوا عن طريق السافرة و ضلوا بتجان المفاخرة افعل من نهض بجناح  
 او استسلم فاراح ماء احن و لقمة يغص بها اكلها و محبتى الثمرة بعير وقت ايناعها كالوازع  
 ارضه فان اقل يقولوا جرح على الملك وان اسكت يقولوا جرح من الموت هيهايات بعد  
 اللتيا و التي كيف اخرج من الموت والله لا بن ابى طالب انسى الموت من الطفل بدي امه  
 بل اللد محبت على مكنون علم لو محبت به لا اضطرت له اضطراب الارشية فى الطوى البعيدة۔ انتہی

حضرت عباس و ابوسفیان نے چاہا تھا کہ حضرت امیر کے ماتھے پر بیت کر لیں۔

اب میں ان خطبہ کا ترجمہ بطور شرح کر لکھتا ہوں خیال تو ہے کہ گوشِ مطہر متوجہ فرمائی (ہنگامِ وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ حضرت عباسؓ اور ابوسفیقؓ نے آپؐ کی خلافتِ بیعت کی درخواست کی) اور یہ عباسؓ کے دوست اور سوقت تھے جبکہ حضرت نجیبؓ و حسنؓ و حسینؓ میں مشغول تھے چنانچہ علامہ کنوریؒ شیخِ ناصریؒ میں نقل مائنیؒ اور حبلیاؒ اور صاحبِ فتح اہل سے نقل کیا ہے حضرت علیؓ سلامؒ بعضی نبی شہمؒ تھمیرؒ حسنؒ و حسینؒ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مستغول ہوئے پس عباسؓ نے علیؓ گفت کہ دست خود اور از کن تا تو بیعت کنتم نامردمان خوانند گفت کہ عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عم رسول خداؓ ارا بیعت کروں ختلاف نخواہند کرد و تو دو کس حضرت علیؓ سلامؒ در جواب گفت آیا طمع خواہد کرد ای عم درین امر طمع کنندہ بغیر من عباسؓ گفت قریب است کہ خواہی بہت پس دوک نشد کہ خبر ما آمد کہ انصار سعد بن عبادہ را نشانیدہ اند کہ با بیعت کنند عمر آمد و ابو بکر بیعت کرد و سبقت برد بر انصار با بن بیعت این کہ اکھید میگویی پس علیؓ نام شد بر اینکہ بیعت عباسؓ را نگرفت اہی نقلا عن ابی النعمان (تو ارشاد فرمایا ای لوگو فتنوں کی موجودی کو بجات و کشمبوسی بہار و دہسہاں بغیرت ڈالنی کہ رستی سے بچو اور باہمی فخر کرنے کی تا جو کو اتار کر ہو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحق طور پر ہوگا فتنوں کی پس تفرق کا باعث ہوگا اس سے بچو کیونکہ جب یہ دوسری شخص کا حق ہے تو ضرور فتنہ و فساد قائم ہوگی تو بجات اور باہمی اتفاق میں ہے کہ خلافت کی بیعت اسوقت میرے ہاتھ پر بھیجی دے (جو شخص قوت و ہازد کو ساتھ اور ہوا و سنی سلاح باہلی یا طبع ہو گیا تو او سنی اپنی آپکو راحت میں رکھا) یعنی دو شخص میں ایک وہ کہ او سکو ظاہری قوت اعوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کے حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے اور ہوا و سنی سلاح باہلی دنیا و آخرت میں وہ کون ہے وہ ابو بکرؓ اور ایک وہی کہ جب کا حق اطاعت تھا وہ طبع ہو گیا او سنی اپنی آپکو تھکا سہ راحت دی یہ اپنے نفس کی طرف کٹنا یہ کیا (اس خلافت کی مثال مکہ و یثرب کی ہے اور اس قسم کے جو کہا نیوال کے گل میں پیسی) یعنی جو شخص ناحق سے کا طالب ہو تو ایسی میں اسکو منظور نہیں کرتا (پہل کا چنی و لا حامی وقت میں ایسا ہی جیسا غیر زمین کے بنیوالا) یہ ایک طرف اشارہ ہے کہ آپکو مسلم تھا کہ ابھی تک میری خلت کا وقت نہیں تو پھر بجاتو سے بے سود ہی ہے (اگر میں بولوں تو کہیں گے کہ بادشاہت کی حرص کی اور اگر سکوت کروں تو کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا) حالانکہ نہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہی بلکہ اصل یہ ہے۔

کہ ابھی وقت نہیں آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجھے بھیسید ہی یا ملک و بادشاہت کا حرص کرنا  
 و موت سمیڑنا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکر موت میں بے صبری کر دینا قسم خدا کی ابن ابی طالب اس  
 بھی کے نسبت جو اپنی ان کے پستان کی غنبت کرتا ہی موت کے ساتھ زیادہ مانوس ہی بلکہ میں ابھی  
 پوشیدہ علم کا واقف ہوں اگر اس کو ظاہر کر دین تو تم بقیار ہو جاؤ اور لرز رہی لگو جیسی سیان گہری کنوون  
 میں) یعنی احوال قیامت جو کچھ مجھ پر منکشف ہیں اور شکر کے سختیاں جو مجھ کو معلوم ہیں اور گہکاروں اور لوگوں کی  
 حقوق میں دست اندازی کرنے والوں کی بدعابان جو میں جانتا ہوں اگر میں ظاہر منکشف کر دوں تو تم  
 مضطرب ہو جاؤ۔ حضرت کی کلام کو دیکھنی اور اپنے دعویٰ کے مطابق فرمائی۔ قول مولوی حیدر علی  
 جنکو آپ قلید میر مہدی خاتم المتکلمین کتبی میں ازالہ الغین میں کنووری علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ صمد بلاد  
 فلان میں محض اس گمان سے کہ اونچی زعم میں علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن بیثم نہیں دیکھی جس بحث کو اپنی  
 بڑی ناز و تھار سے ہدیہ جو واقع میں بتدبیر ہی لکھا ہے کیا کیا زبان و رازیاں فرما دیں متصنیف  
 تصنیف سے اونکو ادھار میں تعجب ہے کہ صاحب تحفہ کتاب ازالہ الخفا کو جب کا حوالہ خوب باب ہفتم میں دیتی  
 ہیں اور گوانلی مصنف کہوت کا توثیہ اظہار نہیں فرماتی مگر آیت سن آیات اللہ و عجزہ رسول اللہ اور کلام  
 میں لکھتی ہیں خود اس کتاب کو ملاحظہ فرما دیں تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا میں کون بزرگوار جمع ہوتی ہے  
 جنکی شان میں گستاخانہ سی قلمات کفر لکھتے ہیں اور پھر خاتم المحدثین کا خطاب پائیں۔ سبحان اللہ ع  
 بین تفاوت رہ از کجاست تا بجای۔ اقول اس قول میں مجیب لیب نے دو امر تحریر فرمائی  
 جنکا جواب لکھنا اور اہل انصاف کی رو برو پیش کرنا ضروری معلوم ہوا اول علامہ کنووری کے شرح  
 ابن بیثم نہ دیکھنی کے نسبت مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراف کے تحفیر و مذہب دوسری  
 صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ازالہ الخفا نہ دیکھنی کا ادعا۔ پس اس مع ہو کہ حضرت مجیب  
 امر اول کے نسبت صاف طور پر قرار کرتے ہیں نہ انکار لیکن قرآن و فحوائی کلام سے صاف انکا  
 مفہوم ہوتا ہے کیونکہ لکھتی ہیں (محض اس گمان سے کہ اونچی زعم میں شرح ابن بیثم نہیں دیکھی ہوگا)  
 قول میں شرح ابن بیثم کا نہ دیکھنا مجیب کے نزدیک بزرگمان حضرت خاتم المتکلمین کی خلاف واقع ہے

لیکن میں پوچھتا ہوں اپنی انصاف کو نصب العین کر کے فرمائی کہ فی الحقیقت نفس الامریہ علامہ مذکور نے  
 شرح ابن میثم کا مطالعہ فرمایا یا نہیں مگر مطالعہ نہیں فرمایا تو اس طرح میں مخرورش کے ساتھ پانچ صد ہزار توجیہات  
 کو جو صاحب تحفہ نے کی ہیں کیا معنی ہوں کہ محیب البیت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو زبانِ ہندی  
 سے تعبیر فرمایا اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ انحصار عبارت تحفہ کے اول و سپر جو کچھ علامہ کنتوری نے بے وجہ  
 زبانِ درازی ویاوہ کوئی فرمائی ہے لکھی جاوے تاکہ اہل انصاف پر شرح ہو جاوے اور معلوم کریں کہ خاتم المحدثین  
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ محض بحوالہ حضرت علامہ کو زبانِ رازی کی حکم لایحیث اللہ الجہر بالشورہ من  
 القول الامن خطبہ تحریر فرمایا ہے۔ خاتم المحدثین علامہ ہامی قدس سرہ الغریز نے تحفہ میں  
 بعد نقل خطبہ بعد بلا و فلان بقدر قوم اللود و وادی المسد النخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہے اس میں لکھتی  
 ہیں۔ و لہذا شارحین نہج البلاغۃ از امامیہ در تعین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند کہ ابو بکر  
 بعضی گفتہ اند عمر الخ علامہ مذکور فرماتے ہیں۔ ان هذا الکتاب میں ازین ناصبی باید پرسید کہ کلام  
 امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر قال خاتم المحدثین درین عبارت سر بشارت ابو بکر ایدہ وصف عالی موصوف خست  
 قال العلامة ثبت الدائم نقش اول الیمعنی اثبات باید برانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر است  
 بعد از ان باین اوصاف اثبات فضل ابی بکر باید نمود قال خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ سمعہ ان توجیہات  
 نزوایشان نہت الخ قال العلامة این ادعا کذب محض است احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی ہی نہاد  
 کہ درست شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود چون لفظ ابو بکر موجود نیست ایشان احتیاج چکا  
 از توجیہات نیست پس آنچه ناصبی بعد نقیر این توجیہات از مذایات خود سر کردہ از حیت اثبات  
 ان بر فاسد قبیل بنا فاسد علی الفاسد باشد قال خاتم المحدثین بعضی از امامیہ الخ قال العلامة  
 ہیچک از امامیہ این توجیہ نہ کردہ مگر این کہ احمدید اور بعدا لکھتا ہے و این ناصبی نیز ان  
 کلام ابن ابی احمد یاد در حاشیہ ہمیں قول نقل کردہ و چون ابن ناصبی خود در باب اول تصریح کردہ  
 کہ فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت با اہل سنت موافق است باز مقالہ زیدیہ را با امامیہ نسبت دادون  
 کذب صریح است انتہی ہای اہل انصاف علامہ کنتوری کی عبارت کو ملاحظہ کر کے بقول تو یہ فرمائی

باب خطبہ بلا و فلان علامہ کنتوری کی تفسیر

کہ علامہ کنٹوری کے زبان درازی کس نہاد پہی اور اگر جواب اسکی کسی خوشہ چین خرمین مہا من  
حضرت خاتم المحدثین نے کچھ سخت لکھ دیا تو کیا بجا کیا بعد اسکی یہ فرمائی کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح  
رجح البلاغہ کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہے یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے حراۃ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ علامہ نے شرح  
ابن مہثم کو خواب میں ہی نہیں دیکھا۔ ورنہ ان جملوں کے (سچا کا اذامہ میں توجیہ نکرده۔ ان نہاد  
الافک مبین۔ این ادعا کذب محض است) تحریر کی ہرگز ہمت و جرات نہوتی ہر معلوم نہیں  
ہماری محبیب کس انصاف کے قضا سے شرح ابن مہثم کے نہ دیکھنی کو محض من عظم التکلیف قرار  
دیتی ہیں۔ اور اگر فی الواقع علامہ مذکور نے شرح ابن مہثم کا مطالعہ کیا ہی اور اوس میں واقعی لکھا ہی  
کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر ہے یا عمر اور لکھا ہے کہ ابو بکر کے دس اوصاف کے ساتھ مدح فرمائی تو ہر  
آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیکھی اور انصاف سے فرمائی کہ کیا علامہ کی مشیت کا  
سرمایہ اب چار دہمی پر غبار پہنچ سکتا ہے حاشا و کلا ہمارے رائے میں ہونا خاتم التکلیف کا  
بہت بڑا احسان ہے جو آگلی علامہ کو روشن گردن پر کہا کہ انکو کتاب ابن مہثم کے نہ دیکھنی کے غدر  
وحیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے دقور علم و فضل اور کمال و انہماک مناظرہ کے اعتبار سے وہ  
یہ فرمائے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکھی ہوگی۔ لیکن جب دار و گیر ضم سے منفرد ہیں ملا تو  
دیدہ و دستہ انکار کرتا ہے یہ ممکن نہیں کی ایسی متداول کتاب نہ دیکھی ہو اور خیانت وغیرہ کا الزام دیتی  
تو علامہ کنٹوری عالم بر رخ میں ہی تہراتی اور محبیب لبیب زیادہ تاب پیچ کھاتے پس محبیب کو  
اس الزام پر خوش ہونا چاہی نہ کہ ناخوش ہوں۔ امر دوم۔ جو ادعا کہ نسبت نہ دیکھنی صاحب  
تحفہ علیہ الرحمۃ کے ازالہ انخفا کو فرمایا ہے امر اول سے ہی زیادہ عجیب ہے اسی حضرت فرمائی تھی  
اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے ازالہ انخفا کو نہیں دیکھا کیا حضرت نے اپنی زعم سے  
کافی دلیل تصور فرمالیا ہے۔ جو اس الزام سے آپ ہکو دھمکاتی ہیں مگر ہر آپ ہی کیا کریں۔  
معذور ہیں جواب لکھنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتوں سے اپنا دل نہ ہلا میں تو او کیا کریں  
ذرا علامہ کی تکذیب و انکار کو خاتم المحدثین کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکھی

اور پہر ہی اگر سمجھ میں نہ آدی تو منہ کی نگارش کو جو جواباً عرض کیے ہے اہل ہاتھ منضم کر کے ملاحظہ فرمائی پہر آپ یمن یا نہ یمن لیکن آپ پیکشف ہو جائیگا کہ خاتم المحدثین کا قول بالکل صاف اور بجا ہی انا زاد الخفا کی ہی مخالف نہیں اور علامہ نے شرح دیکھی یا نہیں بہر تقدیر علامہ نے اپنی اس انکار میں کہ لفظ فلان سے کسی شاعر نے ابو بکر یا عمر مراد نہیں لیا بڑی غلطی کہانی پس اب دیکھتی

**ع** بین تفوت رہ از کجاست تا کجا۔ باقی آپ کے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب لکھیں۔

**قولہ** توضیحاً لایم از الخفا کی عبارت نقل ہوتی ہے تاکہ آپ کو ہی معلوم ہو جائے کہ جو کلمات نہیں آپ پر خاتم المحدثین یہ کلمات تحریر فرما پڑے کہ کون جملہ کلمات تھی انا زاد الخفا کی مقصد دوم

تأثر جمیل صدیق اکبر واقعہ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مجمع صدیقی مقام بریلی میں تحریر فرماتے ہیں

درہمیں ایام مشککہ دیگر کہ فوق جمیع مشکلات توان شمر و پیش آہر دان این بود کہ زیر جمع جانی

ماشم درخانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ جمع شدہ در باب نقص خلافت شور تھا بکا سیر و مشفقین

آزادہ تدبیر کی بایستی ہر ہم زوند و تدارک ملالی کہ بزاج حضرت شہر فارغ شدہ بود بحسن ملاحظت فرمودند و

تصیری کہ چیز یا حفظ کرد و چیزی ترک نمود و یہی چند روایت نبولیم تا قضیہ منقح گردد۔ عن زید بن

اسلم عن ابیہ انہ حین یوئع لابی بکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کار علی والزید یدخلان علی

فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاشاورہا فی رجوعہ فایم فلما بلغ ذلک علمہ بالخطاب خرج حتی

دخل علی فاطمہ فقال یا بنت رسول اللہ و اللہ ما من الخلق احب الی من ابیک وامن لحد الحب الی بعد ابیک

منک وایہ اللہ ما ذلک یمنی لی اجتمع هؤلاء النفر عندک ان امرهم ان یخرج علیہم البیت قال فلما

خرج عمر جاؤا فحالت قلوبہن ان عمر قد جانی وقد حلف باللہ لمن عدتہ لیمرقن علیکم البیت

وایہ اللہ ما مضی لما حلف علیہ فانصرفوا راہدین فوالا یمک ولا یرجعوا الی فانصرفوا عنہا فلم

یرجعوا الیہا حتی یالعو الابی بکر اخر حباب ابی شیبہ اور اگر اس روایت کی صحت میں کچھ

کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی نے کر چھٹی منضی شقیف عمر واقعہ صفحہ ۱۴۹ ملاحظہ

فرمائی کہ اس روایت کو ہمسامہ صحیح علی شرط الثخین یعنی بخاری و مسلم لکھتے ہیں

## اقول

یہ روایت نہ ایک کچھ مفید ہی اور نہ اپنی خطم خرمی کیونکہ جس بنیاد پر جناب نے اس روایت کو نقل کیا ہے فی حقیقت وہ بنا ہی فاسد ہے۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ دلسوزی حضرت زبیرؓ کی دوسری تونہیں ہے کہونکہ انکو تو کافر جانتی ہیں تو صرف حضرت علیؓ کی وجہ سے کہ انکو بدو ن کسی دلیل عقلی نقلی عرفی کے معصوم اعتقاد کر رہا ہے یہ شور و غیب ہی اگر اہلسنت ہی معتقد عصمت حضرت امیرؓ صحابہ ہوتے تو ایسے ہی الزام سب قدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو معصوم نہیں اعتقاد کرتے تو نہ ان پر یہ الزام دار ہوتا ہے نہ ان کی طرف التفات کی ضرورت ہن انکو فضل امت امیرؓ میں جانتی ہیں اور دعوات صلوٰۃ سے یاد کرنے میں اور انکی حق میں کہتی ہیں سُبْحَانَكَ اَعِزَّنَا وَلَا تُخَوِّنَا الَّذِي نَسْتَبِقُونَ بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِرُءُوفٍ رَّحِيْمٍ اور کوئی معصیت انکی مرتبہ عالیہ کو کم نہیں کرتی حسبِ عدہ خداوندی تنہا انکے مساعی جمیلہ فی الدین میر در مشکور اور انکی زلات و معاصی مغفور میں با انہمہ کار و باز تطہیر اور مورہمہ کے اختلال کے وقت نہ حضرت صلی اللہ علیہ نے انکی مراعات فرمائی اور فرمایا لو ان فاطمۃ بنت محمد (عازھا اللہ من ذلک) سہرت لقطعت یدھا۔۔۔ زانی کو رحم کر یا قاذف کو حد لگوائی شارب خمر کو پٹوایا۔ توجب دہنے اور نے شخصے حقوق میں یہ توبہ کی توجہ میں نوعی حقوق تمام مسلمانوں کو اور خداوند تعالیٰ کے متعلق ہونے کی اذنین کو فکر رعایت کی جاسکتی ہے۔ اور باوجود انکی حضرت نے ایسی لوگوں کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہوگی۔ حاطب بن ابی بلتہ کا قصہ اور حضرت ارشاد آپ کو معلوم ہی ہوگا تو خلفاء رضی اللہ عنہم نے ہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہ طریقہ اخذ کیا اور اس پر عمل کیا تو اگر سپرین کہا جاویں گا تو سیرت نبویؐ پر طعن عاید ہوگا بلکہ خود حضرت امیرؓ کے طریقہ پر طعن الزام منصرف ہوگا کہ انکا فعل بد رہا اس سے زیادہ ہی کہ حضرت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبوبہ ام المومنین کا بھی بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت میں رہی

۱۔ اسی رب ہمدی بخش ہو کہ وہ پہا بیون ہمدی کو آج آگے لائے مجھے ایمان اور استکبار کی وجہ سے ان کے بڑے دوسری اور ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اسی رب ہمدی تحقیق تو شفقت کو غیر الامہان ہے۔ ۱۲۔ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا محمد کی بیٹی (اللہ اسکو چاہے) جو رسی کر گئی تو میں اسکا ماتہ کا ٹونگا۔ ۱۲۔

دین شریف کو جو مشورہ نقص غفلت پر حال کر

انہیں قرآنی المؤمنین میں پاس اور نفا یا اوقیل و قتال سے ہی دریغ کیا علاوہ ازیں نقض بعیت صدیقی  
 کو مشورہ کی بابت خواہ اسکو آپ حق سمجھیں یا ناحق حضرت امیر کی نسبت آپ کی اصول کے مطابق الزام اور  
 ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر کو غضب حقوق و خلافت کی خبر دی  
 تھی اور صبر و سکوت کی نصیحت فرمائی تھی اور فرمایا تھا خبردار کچھ ہی کیوں نہ کریں خلافت چھینیں مگر  
 جلاویز میں سزا دینا ثبات طلیات غضب کمرین دھم مارنا چون و چرا نہ کرنا پہرہ یا اینہما تاکیدات بلیغہ و شدیدہ  
 شدیدہ آپ نقض خلافت کو مشورہ کرنے لگے اور خلافت وصیت و حکم پیغمبر کے عمل کرتے مگر علاوہ  
 اسکی کہ سزا دینا عصیت اور مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں مبتلا ہوئی آپ کی اصول پر اس مخالفت پیغمبر  
 کے مکافات میں خلاقانہ جو کچھ عزت کے ساتھ کیا بجا کیا۔ معہذا روایات شیعہ کے دیکھنی سے معلوم  
 ہوتا ہے خطا و ناستکی کے حرکات انبیاء سے ہی سرزد ہوئی اور سبب امن و طعن نہیں قرار دینی گئے  
 حضرت موسیٰ کا قصہ حضرت ہارون کے ساتھ پوشیدہ ہوگا کہ حضرت موسیٰ نے ہارون سے الکتبتین  
 اقصیت فرمایا اور وارثی بکڑ کر کینچی تو اب خیال فرمایا کینچی کا موسیٰ کون تھے اور ہارون کون تھے  
 علی بن ابیہیم استاد کلینی نے تفسیر اہل بیت میں لکھا ہے جبکہ حضرت موسیٰ نے کہ اسناد حضرت خضر  
 کو طفل کو مار ڈالا تو موسیٰ نے اونکو زمین پر دی مارا اور کوئی دقیقہ اونکی بے حرستی میں باقی نہ چھوڑا الفاظ  
 روایت یہ ہیں۔ اذا جنت السفینۃ فی البحر قام الخضر بنظر الجوانب السفینۃ فکسرھا و  
 حشاہ بالخرق والطين فغضب موسیٰ غضبا شديدا وقال للخضر اخرجتہا لتغرق اھلھا لکذا  
 جئت شیئا اخرّا فقال له الخضر الم اقل انک لنت طبع معی صبرا قال موسیٰ لا تؤاخذ  
 بعائبت ولا ترہقنہ من اثم عسرا فی جوانم السفینۃ فنظر الخضر لعلام بلعبین الصبیان  
 حسن الوجه کانه قطعہ فی دنیہ۔ تان قتالہ الخضر ثم اخذہ فقتلہ فوثب موسیٰ علی الخضر  
 ۱۵ نویری چچی آیا کیا تو زبرد کیا یہ حکم ۱۱۔ ۱۲ جب تھی دریا میں بل ہونی خضر اٹھ کر کشتی کو کتا روکھو دیکھتے تھے پہرہ کو کھڑا اور کھڑے  
 مشورہ کو بند کیا تو موسیٰ نہایت غصہ ہوئی اور فرسہ کیا کہ تو زبرد کیا ملاہیسی کو ڈبا دی اسکو روکھو توئی کی ایک چیز تو کئی خضر نے کہا مینی نہ کہا تھا کہ تو میری مشورہ  
 مبنی کہ بیکسا موسیٰ کہا نہ وہ خضر کہ چھپو میری پول پر اور نہ قال چھپو میری کام میں بل کشتی کی کھلی اور خضر نے اس میں چاند کا ٹکڑا لگا دیا جو روکھو نہیں رہتا  
 اور کائنات میں تو خضر نے اسکو مل کر دیکھا پھر کہا کہ اولا میں نے خضر کو دیکھا۔ ۱۲۔

وَجَلَدَ بِالْأَرْضِ فَقَالَ أَقْتَلْتَ نَفْسًا كَيْتَةً بَغِيْرَ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا۔ ظاہر ہے کہ جو کچھ  
 حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا خطرناک و سنگینی کے طور پر واقع ہوا کہ جوشِ حقانیت میں ان کو کتاب  
 نہ رہی اگر بیٹھی جو کچھ کہ کیا اس طرح ان حضرات سے ہی ابتداء للعقائد خلافت صدیقی میں خطر کوئی  
 امر بالفرض واقع ہوا ہو تو ہرگز سب طعن و لعن نہیں ہو سکتا۔ **قوله** اس مقام میں بہت کچھ  
 بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ ضروری غرض یہاں یہ ہے کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہوتی  
 تھی وہ کون تھی ایسی زیادہ نہیں لکھتی۔ **قول** اس تھوڑی بحث کا نتیجہ دہرہ تو آپ پاگل اگر  
 بہت کچھ بحث ہوتی تو آپ ہی کے اجتہاد و انصاف بہت کچھ دیکھ سکتے۔ اور اس روایت کی ذکر  
 سنا کرتی ہی غرض تھی کہ جو حضرات خانہ جناب ہر امین جمع ہو تھے وہ کون تھی تو اس کا گہنی  
 ان کی رہی ہے کہ جو حضرات ان میں نہیں تھے اور اگر مقصود یہ ہے کہ یہ بزرگوار وجہ از کتاب اسل کے  
 درجہ کمرست اور بزرگی سے ساقط ہو گئی اور سب توجیب عن طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیے اور ثابت  
 کر کے اپنی ائمہ اور مقبولین کو بچائی۔ **قوله** مگر اس پر عرض کرنے سے باز نہیں رہ سکتے  
 کہ اس کے جو چالاک و ہوشیاری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہے وہ قابل دیدی ہے فارسی  
 میں زبیر جمعی از بنی ہاشم لکھا ہے جناب امیر کا نام نہیں لکھا تاکہ فارسی خوان یہ نہ بخائے کہ جناب  
 امیر بھی مخالف تھے۔ **قول** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجیہ کے تو چالاک ہی یا نہیں  
 لیکن مجاہد کی دشمنی انصاف قابل دیدی ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہ جان سکتا ہو کہ یہ اجتماع دشواری  
 جناب علیہ حضرت زہرا کو خانہ میں بچاتا تھا اس میں تردد کریگا کہ حضرت امیر میں شرک تھی یا  
 نہیں تھی۔ پہلا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے گہر میں اتنے بڑے عظیم الشان امر میں مشورہ ہوتا ہو  
 اور اس کو اس سے لگاؤ نہ ہو علی الخصوص جبکہ اس کی ہاتھ میں یہ بھی ضمیمہ کیا جاوی کہ حضرت  
 زہرا جیسی زوجہ مکرمہ مطیعہ کو ساتھ مشورہ ہوتا ہو تو ہرگز عقل کو اس کی تسلیم کرنے میں تامل نہوگا  
 اور عقل اس کو بدہمت بولے گی کہ حضرت کو اس میں شمولیت ہے تو فارسی عبارت میں اس کا عدم ذکر

بوجہ ہدایت کر ہی نہ چالاکی ہو شکاری کیوجہ سے علاوہ اسکی اگر یہ امر بدیہی نہوتا ہم فقرہ (وہا کہ)  
 طالی کہ بر نزاج حضرت یحییٰ عارض شدہ بود بحسب بلاطفت فرمودند (اظهار اس طلب میں ایسا  
 صاف ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت امیر اموقت ناخوش تھی۔ معندہ عجیب بسبب یہ  
 جو رہائے میں (تاکہ فارسی خوان یہ بخانے) امین فارسی خوان سے کیا مراد ہے۔ اگر فارسی خوان  
 شہر مراد ہی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکو جانیکا تو کیا حرج ہے وہ کہ اعتقاد رکھتا ہے  
 کہ حضرت امیر معصوم میں اہلسنت جیسی زہیر کی معتقد فضائل میں ویسا ہے حضرت امیر  
 کی میں جب زہیر کا ذکر اور نکو مضر نہیں تو حضرت امیر کا ذکر کیوں مضر ہوگا جیسا اذکر فعل کو  
 خطا محسوس کرتے ہیں ویسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول پر خطا کریگا۔ اور اگر شیعہ مراد ہی  
 تو اولاً یہ کتاب شیعہ کی واسطی لکھی نہیں گئی کیونکہ دلائل الزامیہ مسلمات خصم کے ہیں بتلال  
 نہیں کیا گیا۔ اور ثانیاً شیعہ تو پہلے ہی سے اعتقاد رکھتی ہیں کہ حضرت علی اس بیت صدیق  
 کے مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جانیکا تو کیا حرج ہوگا۔ پس  
 یہ عجیب بسبب کی نظر تعصب و عناد ہی جسنی دشمنی و انصاف کو خاک میں ملا رکھا ہے  
 ہاں چالاکی ہو شکاری کا شہرہ شیعہ کی قابل دید یہی کہ وہ اپنی مذہب کے خطا موبس کے ایسی  
 روایات میں تراش خراش کر ڈالتی ہیں۔ ملا باقر بخارا الا نوار میں اگر امام محمد بن کلینی کی روایت نقل  
 فرماتے ہیں راوی کی نسبت فرما میں کہ میں صدوق صاحب نے تغیر تبدیل کیا ہے۔ ہذا الخبر اخذ من الکافی فی  
 تغیر عجیب تو بہت سوء الظن بصدوق و ہوا انما فعل ذلک لموافق مذہب  
 اہل الحد ل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیر میں اور ہونے  
 فرمائی ہیں جنکا شرح کو ہی اعتراف ہے قابل تا شاہی دکھا بہا فخر اقدودہ۔ پس یہ چالاکیان  
 و ہوشیار یان حضرت کر اکابر ہی کرتے چلے آئی ہیں بغض اللہ تعالیٰ نے مذہب اہلسنت

روایت شیعہ تراش خراش کر کے مبنی

لے یہ خبر کافی سے ماخوذ ہے اور اس میں عجیب تغیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سو رخن ہوتا ہے اسنی یہ تغیر  
 پسینی کیا کہ اہل عدل کے موافق ہو جائے ۱۲۔

تراش و خراش سے پاک و منزه ہے اور یہ حال تو اوش شخص کا ہے جو بقلب صدوق بقلب ہی توجہ  
حضرات صدیق نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوگا۔ **قولہ** لطف یہ ہے کہ شاہ صاحب گہر جانے  
کی تہدید کو حسن ملاطفت تحریر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شرماتے شاید حضرات اہل سنت کی  
مصلحت میں ایسی ہی باتوں کو حسن ملاطفت کہتی ہیں تشدد تو خدا جانے کیا ہوگا۔ **اقول**  
اس شرم و حیا پر آفرین ہے کہ عبارت کا مطلب خلاف سیاق خود ہی اپنی طرف سے تراش لیا  
اور اعتراض کر دیا ہے اور سپرچوش حیا میں طعن و تشنیع مزید برآں سو خیر ہم طعن و تشنیع سے قطع نظر  
کر کے محیب لبیب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ شاہ صاحب نے گہر جانے کو حسن ملاطفت  
کہاں تحریر فرمایا۔ عبارت شاہ صاحب کی یہ ہے۔ (حضرت شیخین آنرا بہ تدبیر کیہ یا لیتی ہریم  
زدند و تدارک ملالی کہ ہر مزاج حضرت رضی عنہ رضی اللہ عنہ بود بحسن ملاطفت فرمودند) آہین و جملہ  
تذکرہ میں جو لاحق سابق پر حرف واد کی ساتھ معطوف ہے اور کیا آپ با اینہما ادعای اجتہاد اتنا ہی  
نہیں جانتی کہ فی الاصل عطف بالواد مغائرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے تفسیر کا ارتکاب  
اوس جگہ ہوتا ہے جہاں محل مغائرت کو محتمل نہ ہو۔ یہ تمام باتیں اگر شاہد ہیں ورنہ لازم آدمی کہ تاکید تائید  
سے بہتر ہو۔ حاصل مدعا عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ  
کہ شیخین نے اوفیت تہ کو جو ان حضرات کے مشورہ سے اوٹنی والا تھا اس تدبیر اور تہدید سے فرد  
کیا اور حضرت امیر کے مال کا (جو مشورہ بیعت صدیقی میں نہ شامل ہونے یا اس تہدید کی وجہ سے  
ناشی تھا) حسن ملاطفت سے تدارک کر دیا اور ذیل اس رافع مال کی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ  
میں شریک ہے اور نیک صلاح بتاتی ہے۔ نہج البلاغۃ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میری اس قول کے تصدیق  
پاسیگا اور ایک روایت استبصار کی بھی یاد آئی جو باب احد فی اللوطة میں مذکور ہے سو لکھی ہے تیار  
ابو علی الاشعری عن الحسن بن علی الکوفی عن العباس بن عامر عن سعید بن عميرة عن عبد الرحمن  
الفرجی قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول وجد رجل مع رجل في عارة فهرب احدهما

سید صاحب نے شیخین کے مشورہ سے تدارک کر دیا اور ذیل اس رافع مال کی یہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ میں شریک ہیں اور نیک صلاح بتاتی ہیں۔ نہج البلاغۃ کو ملاحظہ فرمائیے۔ میری اس قول کے تصدیق پاسیگا اور ایک روایت استبصار کی بھی یاد آئی جو باب احد فی اللوطة میں مذکور ہے سو لکھی ہے تیار

۱۔ عبد الرحمن بن عوف کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے سنا ہے کہ اگر ایک مرد کو کسی مرد کے ساتھ (بغلی کرتے ہوئے) پایا۔ ۱۲۔

وأخذ الآخر فحجى به الى عمر فقال للناس ما ترون قال فقال هذا اصنع كذا وقال هذا اصنع كذا  
 قال فقال ما تقول يا ابا الحسن قال اضرب عنقه قال اضرب عنقه قال ثم اراد ان يحمله فقال له انه قد  
 من حدوده شئ قال شئ قد بقى قال ادع بحطب قال فدعا عمر بحطب فامر به امير المؤمنين فاحرقه  
 اور اگر اس سے تسکین خاطر سامی نہ ہو تو یحییٰ اس سے یہی زیادہ صریح پیشکش کرتا ہوں حضرت مولانا  
 خاتم المکملین رحمہ اللہ نے ازالہ الغین میں آپ کو فاضل اخباری کے جواب ایضاح میں سے عبارت نقل کی ہے وہ  
 عبارت المنقطا بندہ عرض کرتا ہے اگر بانصاف تامل فرمائیے صریح است کہ بنابر علیٰ ترعوم الامام  
 از خلفارث اللہ راشدین گو نسبت بالامیر المؤمنین و فاطمہ سلام اللہ علیہا نقص عمدت و کثرت بیعت غدیر  
 و نصب مذکور دیگر چند اعمال دال بر عناد سرزده اما با اینہم باز در خاطر طریقہ معاشرت اینہا با اہل بیت  
 ہمین اغوار و اکرام باتفاق فریقین بود و اجرائی شعائر اسلام را بجز افعال معدودہ کہ در کتب کلامیہ و سیر  
 موجود و منشأ طعن و تشدع در شان شانست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان بر نہ داشتہ بودند پس  
 شرح متین انصب العین خاطر خود ہامید اشتد الخ - اب آپ بغور اپنی فاضل اخباری کے شہادت  
 کو ملاحظہ فرمائی کہ شیخین کے حسن ملاحظت کی کس طرح شہادت دیتا ہے اور پھر یہی اگر شک رہی  
 تو اپنی محاسن کے روح پر فتوح سے دریافت کیجئے کہ حضرت جہان بزرگواروں نے نقص عمدت  
 کیا اور کثرت بیعت کے اور مذکور کو چھپا اور بات طیبات کو غضب کیا جب یہ سب کچھ کیا تو دلیل  
 دالمت میں کونسا دقیقہ باقی رہ گیا پھر آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ اغوار و اکرام باتفاق فریقین ہو اگر  
 یہ ہی اغوار و اکرام ہے تو خدا جانے تہلیل دالمت کیا ہوگی آپ یہی بات فرماتے ہیں اور کچھ  
 نہیں فرماتے پھر جو کچھ آپ کو آپ کی فاضل کے روح سے جواب مل رہی ہمارا جواب سمجھ لیجئے -  
**قول** اب ذرا غور فرمائیے کہ جن حضرات کو آپ خاتم المحدثین صاحب خیانت و شرار فساد  
 پیشہ و مردودان جناب الہی لکھتے ہیں وہ انکی والد ماجد کی شہادت سے یہ حضرات تہی  
**قول** اسکا جواب سابق میں عرض کیا جا چکا ہے حاجت اعادہ نہیں اور یہ کہ حیا  
 مانع ہے کہ ہم بار بار ان اوصاف و کلمات کو نقل کریں جو شیعوہ انبیاء سے لیکر صحابہ تک کے

ترجمہ: اور اگر اس سے تسکین خاطر سامی نہ ہو تو یحییٰ اس سے یہی زیادہ صریح پیشکش کرتا ہوں حضرت مولانا خاتم المکملین رحمہ اللہ نے ازالہ الغین میں آپ کو فاضل اخباری کے جواب ایضاح میں سے عبارت نقل کی ہے وہ عبارت المنقطا بندہ عرض کرتا ہے اگر بانصاف تامل فرمائیے صریح است کہ بنابر علیٰ ترعوم الامام از خلفارث اللہ راشدین گو نسبت بالامیر المؤمنین و فاطمہ سلام اللہ علیہا نقص عمدت و کثرت بیعت غدیر و نصب مذکور دیگر چند اعمال دال بر عناد سرزده اما با اینہم باز در خاطر طریقہ معاشرت اینہا با اہل بیت ہمین اغوار و اکرام باتفاق فریقین بود و اجرائی شعائر اسلام را بجز افعال معدودہ کہ در کتب کلامیہ و سیر موجود و منشأ طعن و تشدع در شان شانست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان بر نہ داشتہ بودند پس شرح متین انصب العین خاطر خود ہامید اشتد الخ - اب آپ بغور اپنی فاضل اخباری کے شہادت کو ملاحظہ فرمائی کہ شیخین کے حسن ملاحظت کی کس طرح شہادت دیتا ہے اور پھر یہی اگر شک رہی تو اپنی محاسن کے روح پر فتوح سے دریافت کیجئے کہ حضرت جہان بزرگواروں نے نقص عمدت کیا اور کثرت بیعت کے اور مذکور کو چھپا اور بات طیبات کو غضب کیا جب یہ سب کچھ کیا تو دلیل دالمت میں کونسا دقیقہ باقی رہ گیا پھر آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ اغوار و اکرام باتفاق فریقین ہو اگر یہ ہی اغوار و اکرام ہے تو خدا جانے تہلیل دالمت کیا ہوگی آپ یہی بات فرماتے ہیں اور کچھ نہیں فرماتے پھر جو کچھ آپ کو آپ کی فاضل کے روح سے جواب مل رہی ہمارا جواب سمجھ لیجئے -  
**قول** اب ذرا غور فرمائیے کہ جن حضرات کو آپ خاتم المحدثین صاحب خیانت و شرار فساد پیشہ و مردودان جناب الہی لکھتے ہیں وہ انکی والد ماجد کی شہادت سے یہ حضرات تہی  
**قول** اسکا جواب سابق میں عرض کیا جا چکا ہے حاجت اعادہ نہیں اور یہ کہ حیا مانع ہے کہ ہم بار بار ان اوصاف و کلمات کو نقل کریں جو شیعوہ انبیاء سے لیکر صحابہ تک کے



مسلمین سے ہیں اور جو علاوہ انکی دوسری لوگ تھی تو وہ ان ہی کی محبت اور محبت میں تھی  
 اور باجائز و مشورہ حضرت امیر داخل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی و نقلی لازم نہ آئی اور کچھ نہ  
 تقالے نہ کچھ اہل سنت کی رشادت اور دلائل تک میں فرق و قصور آیا۔ لیکن اب حضرات  
 شیعہ کی روایات مغبرہ کی شہادات پیش کر کے اہل انصاف سے ملتے ہیں کہ مجیب  
 بسیب دلا کا بر شیعہ کے رشادت اور دلائل تک کا مشاہدہ فراوین۔ اور دیکھیں کہ ہمارے  
 مجیب بسیب کا پایہ انصاف و تدبیر کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے بجا مجلس کی روایت جو عن  
 الرا ح میں مذکور ہے اسکا ترجمہ مولانا حمید علی نے ترجمہ فرمایا ہے از آلہ العین علیہ السلام  
 نقل کیا ہے سنی حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابو بکر و عمر از امیر المومنین سوال کردند  
 کہ شفاعت نماید و ایشانرا ہمراہ خود نزد خدا کسمہ ذہرا ببرد ہر گاہ داخل شدہ گفتند کہ انی خیر  
 پیغمبر خاص علیہ السلام چہ حال داری سرمودند بحمد اللہ بخیر تمام۔ الخ۔ یہ روایت  
 نص صریح ہے اس امر میں کہ شیخین حضرت زہرا کی پاس گھر میں داخل ہوئی دوسری روایت  
 اگرچہ طول طویل ہے لیکن منقطعاً فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہوں۔ پس آنحضرت ہمارے  
 و جناب ولایت تائبہ اوقات نماز نماز پنجگانہ مسجد میرفت و ابو بکر و عمر پیش حال سید تائبہ  
 تا انیکہ بیماری آنحضرت سنگین شد آن ہر دو کس گفتند ای علی در بیان ما وفاق طبعی بخشی کہ واقع  
 شدہ بود تو بہتر میدانی پس اگر مناسبہ الی اجازت فرما تا عندی از تفصیل گناہ خود بیان نمایم  
 فرمود شما درین باب خستہ یاد آرید پس آن سرود بسہ دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شدند و جناب  
 اندرون دولت سرمدی افزاشت و فرمود کہ شیخین حاضر اند و میخواستہ کہ سلام نمایند  
 بر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانہ شماست و من از وجہ بطیوہ شما ام پس  
 ہرچہ مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چادر بکسر کر پس مقعدہ مطہرہ را بر سرشید و ردی خود را  
 جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند گفتند کہ راضی شوی از ما حاضر راضی شود از تو۔ الخ۔  
 یہ روایت بھی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت زہرا

پاس گھر میں داخل ہوئی اور علی شیخ الشائخ کی روایت کا خلاصہ جواز الہٰغین میں مذکور ہے یہی ہے  
 بلکہ دسویں سے یہ بھی ہے کہ اول حضرت سیدہ نے قسم کھائی کہ میں نہ اجازت دوں گی اور نہ شیخین سے کلام  
 کر دوں گی بعد اس کے سفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین انہیں داخل ہوئی تو اب مجیب بسبب کی تھیں  
 التماس ہے کہ اگر زیور وغیرہ کا حضرت زہرا کے گھر میں آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کی نزدیک اعظم اہل سلام  
 و عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور انہیں بلکہ بیدینی ہی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کی حضرت  
 شیخین کے حضرت سیدہ کو پاس گھر میں داخل ہونے کی نسبت باوجود اس کے کہ حضرات شیوہ شیخین کے جناب  
 میں کونسی برائی اور گستاخی ہو جو نہیں کرتے حضرت مجیب منصف و دیان ان روایات کی حق میں کونسا  
 بیدینی کا مرتبہ ثابت فرمائیں گے اور کس وجہ بیدینی ان کو ٹھہرا دیں گے۔ اور کچھ ان روایات پر منحصر نہیں حضرات شیوہ  
 معاذ اللہ حضرت سیدہ کو جس مع فساق و اهل فساد و شقاق میں جانے بلکہ انہیں ہی ہر ایک کی در بدر پر کرنے کی  
 روایت کرتے ہیں الفاظ روایت عنقریب ذکر کرتا ہوں دو چار ورق اولٹ کر دیکھ لیجیے اور یہ کہ ان  
 سے فرمائی کہ یہ روایت جواز التماس سے نقل فرمائی ہے بیدینی ہی یا یہ روایات جو حضرات شیوہ نے  
 روایت فرمائی ہیں اگر آپ نے اس روایت کو بشرط انصاف بیدینی فرمایا ہی تو انشاء اللہ تعالیٰ ان روایات کو  
 جو اگر اکابر علمائے نقل فرمائی ہیں بہ ملاحظہ بشرط انصاف عدم عصیت و محبت اہل بد و جالیت کی ساتھ  
 بغیر فرمائیں گے ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتے آپ اپنی انصاف سے جو چاہیں فرمائیں اور اگر روایات گذشتہ کا  
 دیکھنا گران بار خاطر فرامی ہو تو بحمد اللہ تعالیٰ میری تتبع قاصر میں اور ہی روایات میں بخوف طوالت  
 صرف استبصار سے جو اس وقت میری سامنی موجود ہے ایک روایت نقل کرتا ہوں۔ باب ۱۱۱ و ۱۱۲  
 معہا امراۃ میں روایت ہے علی بن الحسین عن عبد الرحمن بن ابی جبران وسدی بن محمد و محمد  
 بن الولید جمیعاً عن عاصم بن حمید عن زید بن خلیفۃ قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فسا  
 رجل من یقینین فقال یا ابا عبد اللہ تصلی النساء علی الجارہ قال فقال ابو عبد اللہ ان رسول اللہ

۱۱ - یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ کے پاس تھا کہ اہل قم میں کے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا  
 اسی ابو عبد اللہ کیا عورتیں ہیں جنازہ کی نماز پڑھیں امام ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ۱۱ -

کان فیما ہدردم المغیرۃ بنی العاص وحدث حدیثا لھویلا وان زینب بنت النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم توفیت واز قاطع خرجت فی سائتھا فصلت علی اختھا یہ روایت حضرت سیدہ کربہ  
 کلثمی پر دلالت کرتے ہیں اور اس طرح ہو کہ یہ نکلنا دوسری روایات استنباط سے ہی ناجائز قرار پاتا ہی معنہ  
 عز العباس بن عامر عن ابی المعز عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ ؑ ابنہ قال لیس یغنی للمرأة  
 انسابہ ان تخرج الی الجنان تصل علیہا الا ان تصی کون امرأۃ قد دخلت السن۔ علی بن فضال عن  
 محمد بن علی عن محمد بن یحیی عن غنیات بن ابی اہیم عن ابی عبد اللہ ؑ قال صلوة علی جنازہ نہا  
 امرأۃ۔ علاوہ ازیں وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت ابی نعیم عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ ؑ سے روایت فرمائی  
 کہ ان دینداری پر مبنی ہے وہ نہایت حیا اور دینداری سے اول فرج غصبت منہا لیس سے روایت فرمائی  
 فرماتے ہیں فی الواقع اس سنت سے یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اولی مولوی کسی شخص کی نسبت ایسی بخش  
 اور بازاری نہیں کہیں چہ جائیکہ سیدہ مطہرہ کے جناب میں حاشا وکلا یہ حضرات شیعہ ہی کی کمال شاد  
 اور نہایت دلاور تسک و محبت اہل بیت طاہرین ؑ کہ او سک آرٹین جو چاہتی ہیں فرماتے ہیں نہ خدا سے  
 ڈرتی ہیں رسول سے شرم کرتے ہیں خدا کو نبی ذرا اضاف کی انھیں کہو لکر فرامین کہ کوئی اوستے مجتہد یا  
 مولوی شیعہ کے بیٹی کے نسبت کوئی شیخ یا دیگر شاگرد و شاگردی یا انکی دوستوں سے ہوا ہی کہتا جو آج  
 آپ کی بزرگ اہمیت کو دشمنوں کے جناب میں کہتے ہیں کہ سنا ہی لاوائتہ ثم لاوائتہ حضرت سیدہ کا اس مجمع  
 میں تشریف لایا روایت کرتے کہ شاد اور دلاور تسک سے تعبیر کروں یا اکرم در بدر پیر نے کو شاد  
 اور دلاور تسک کہوں یا آپ کے پاس ہی لوگوں کو لانے کو یا حضرات شیعہ کے اس شخص بیانی کو وقت ظہر  
 کی نسبت شاد اور دلاور تسک قرار دوں ایک ہو تو عرض کروں ع دل ہمدان و داغ شیعہ ہی کا کیا  
 لانا نہ دانا اہل رجھوں۔ مگر غالباً یہ سوزی محض بنی بلمہ است اس بنا پر ہے کہ حضرت سیدہ ؑ  
 علیہا السلام اہل بیت میں محدود و محسوب ہوں اور حضرت کا دخل اہل بیت ہونا غالباً اسے روزِ سیاہ کی تسکین  
 سے محسوس ہو کر چکا خون سماح کر دیا تھا۔ مطہرہ بن ابی العاص تھا اور طویل قصہ بیان فرمایا اور کہا کہ زینب حضرت کی صاحبزادی  
 و زفات ہائی اور حضرت فاطمہ عورہ کی شہین اور انہی میں کے جنازہ کے نہ پڑے۔ ؑ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ جو  
 عورت کو ناسپین کا ناز جنازہ کی شکل میں کرے وہ عورت ہرگز ؑ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ جو عورت کو ناسپین کا ناز جنازہ کی شکل میں کرے وہ عورت ہرگز

کیا گیا ہے ورنہ اگر حسب فرمودہ صاحب شافعی شارح کافی کہتی صاحب کنز العرفان دیکھا جاوی جس کی عبارت ہم  
 اوپر نقل کر آئی ہے اس طویل کے کچھ حاجت نہیں ادران توضیحات کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ جب حضرت سید  
 اہلبیت میں سے ہوا تو محتمل ہے بلکہ اگر اہلبیت میں سے ہوا تو مجازاً اور نہ بحقیقت اہلبیت میں شامل  
 نہیں تو پس قصہ ہی طے ہو چکا آپ کس موندہ سے بے ادلی اور بے دینی کا اقرار فرمائیں گے کیونکہ یہ سب  
 تو ایسی بنا رکھا تھا کہ اہلبیت میں شمار کیا جاتے تھے سو پھر صاحب شافعی اور صاحب کنز العرفان نے ایک  
 کرشمہ میں بار اعقدہ سے حل کر دیا واقع میں یہ کتابیں ہم اس سنگین **قول** اس عبارت **ادانہ**  
 سے وہ راستی و صدق نقل روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہے کہ حضرت زہرا ہم ازین نشست و برخاست  
 انہما کردنا خوش بود الخ خوب دیکھیں کہ میر کی نشست و برخاست جناب زہرا سے معاذاً حضور  
 کہ وہ ناخوش ہوئی ہوگی۔ **اقول** صاحب تحفہ قدس سرہ کی صدق و راستی نقل روایت میں زہرا  
 حاضر رہا ہے بلکہ اس کا کیا علاج کہ آپ نے شاید قسم کھا رکھی ہے کہ عبارت کی صحیح مطلب کو ہرگز ہم تک رسائی  
 نہیں گئے۔ پہر کیا کچھ حق یقین کا ادعا اور انصاف کا کیسا کچھ زعم ہے لیکن آپ بھی مجبور ہیں  
 آپ کیا کریں جیسا کچھ صاحب نہ ہوشید وغیرہ نے غلط صحیح فرما دیا آپ نے اعتقاد کر لیا اور اگر ایسا نہ کریں  
 تو کیا کریں حضرت میر صاحب کے متاخری معاف کیا اورین نشست و برخاست انہما کجا نشست و برخاست  
 جناب میر اگر زیادہ نہیں تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سمجھ لیجی کہ مجموع  
 من حیث المجموع کا حکم ازاد من حیث الازادہ کے حکم سے مبائن اور مغائر ہوا کرتا ہے اکی صد ہشتاں  
 عالم میں موجود ہیں اگر ایک تہہ کو نہ ہر آدمی اوٹھا سکتے ہیں تو ہر ایک ہرگز نہیں اوٹھا سکتا  
 اور اگر ایک سے بہت سے بانوں سے بنی ہوئی ہے اتنی کو باندھ سکتی ہیں تو ایک بال سے  
 اتنی نہیں بندھ سکتا۔ علاوہ ازین جو حکم کسی قید خاص کے ساتھ مقید ہوا ہو سکو محض اپنے  
 غلط خیال سے مطلق سمجھ کر مغرضانہ مخالف کے مقابل ہونا کہ خلاف عقل اور نا انصافی  
 یہ حضرات یہ خیال نہیں فرماتے کہ وہ قید جس کے ساتھ یہ حکم مقید ہو رہا ہے۔ وہ علت اور کار  
 حکم ہے گویا نے بحقیقت حکم اس صفت پر جو بمنزلہ وصف ہے دائرہ اور دھورہ ہی لیکن

چونکہ سموات و ارضیات و اوصاف توابع ہوتی ہیں اور بدون وجود موصوفات کے وجود خارجی ہی نہ ہوتا ہے  
 میں اپنی موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہی لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ ذات موصوفات کے  
 مطلقاً محکم علیہا ہے طلبہ ایسا غوی خاناں بھی بعید ہی پس اس اعتراض سے حضرت مجیب لیبیہ اور دیگر  
 لون بزرگواروں کی جنہوں نے تحفہ پر اس قسم کے اعتراضات کی ہیں کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق  
 واضح ہوتے ہی مہند حضرت مجیب کا ناخوشی اذکر حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ ہر قدر  
 استغفار محض اپنی اکابر کے تصریحات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے نہ حسب تصریح علماء  
 باطنین قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (در دفع برگردن راوی) جنین پرورشین تلمیح بخلافت  
 شمشیدینا اور خائنین درخانہ گریختہ کے مثل فرمانا کو نسی خوشدلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہے اور غار  
 اس سالہ میں قرآن صاف طور پر دال میں کہ جناب سیدہ اس شست و برخاست سے کہ زنا و زور  
 تہمین - قریبہ اول یہ ہے کہ بعد تہدید حضرت عسکر کے حضرت سین نے ہاجرین و انصار میں سے  
 کسی کو دروازہ پر جا کر شکایت نہیں فرمائی کہ لوگو! میرا گھر جلانا چاہتا ہے تعجب ہے کہ چند دخت  
 خوار کی بھی تو (معاذ اللہ دروغ برگردن راوی) یوں سمع ہاجرین و انصار میں فریاد و فغان  
 فرما دین اور اتنے بڑے امر کو سنکر اس طرح خاموش ہو کر بیٹھیں دوسرے عسکر سے سکر اپنے اذکر  
 بطور تمام حجت کی یہی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہی منشا تھا تفسیر سے یہ  
 حضرت امیر وغیرہ کو یہی صلاح دی کہ جاؤ اپنی رائی آپ سوچو اور میری پاس آؤ صحیح معلوم  
 ہوتا ہے کہ آپکا یہی مدعا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دہلی کے پردہ میں ظاہر فرمایا اور بوجہ کمال اہل  
 کو آپ اسکو بے پردہ نہیں فرماتے تہمین - پس حضرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ ہر طرف  
 ملاحظہ فرماوین اگرچہ انصاف کی امید تو نہیں **قولہ** استناقض ہے جو صاحب تحفہ کی عبارت  
 میں واقع ہے بخوف طوالت اغماض کر کے حضرت مجیب کے اقوال آتیہ کا جواب لکھتے ہیں **اقول**  
 یہاں تک مجیب لیبیہ جس قدر اعتراضات فرمائے اور اغماض نہیں کیا اور نہیں حضرت کا تہذیب علم  
 و انصاف و تحقیق حق واضح ہو چکا اگر بیان ہی کچھ سہرا تو بجز اسکی اور کب تھا کہ ایک

وہ غلطی کا اور گناہ کیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اپنی لمبیں کچھ سمجھ کر ہی چکر ہو چکی ہوتی ہی انصاف  
 کو شکر گزار میں گو تا قضا کا ہونا اور بوجہ طوالت اغراض کرنا تہذیبیان فرماتے ہیں **قال القاضی**  
**الحجیب (قوله)** چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر اور اقوال عترت بشمار ازکی مدائح میں اور  
 ہیں۔ (اقول) کیونکہ حضرت شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو الخ لکھنا اور بعد میں فقط لفظ  
 صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ازکی فضائل کا مدعی ہونا ہو گیا کہ ہر میں ہم تو پاس ادب کچھ کہہ نہیں سکتی مگر آپ  
 منصف ہیں آپ ہر ارشاد فرمائیں۔ **میقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی سبحان اللہ**  
 ہماری محبب بہ عبارت کو دیکھتی ہیں یہ مطلب سمجھتی ہیں اور اعتراض فرمادیتی ہیں۔ اسی خط  
 بندہ کی عبارت کو تو دیکھیں کہ کیا عرض کیا گیا ہے یہ اعتراض فرمایا اب میں اپنی عبارت نقل کرتا ہوں  
 اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس پر اعتراض ہماری محبب کا جا ہی یا بجا (لیکن میں نے  
 معظم اختلاف کا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی انھم خلافت ثلاثہ رضی اللہ عنہم  
 کو اہلسنت تمام سے باعتبار مرتبہ اعلیٰ و فضل اور ایمان میں ثابت و اہل اعتقاد کرتے ہیں چنانچہ کتاب  
 فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال عترت بشمار ازکی مدائح میں وارد ہیں) یہ عبارت ہے حسب محبت  
 مقصود میں اور ناظر کے فرماتے ہیں کہ ہم پاس ادب کچھ نہیں کہہ سکتی۔ حضرت محبب کا یہ فرمانا  
 کہ شروع میں خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھنا اگر اس سے مراد یہ ہے کہ صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو لکھا اور عموماً  
 صحابہ کا ذکر نہیں کیا تو محض غلط ہے شروع میں عموماً صحابہ کی فضیلت کو ذکر کیا گیا ہے اور بعد میں  
 ثانیاً بطور تخصیص و تمیز خلفائے ثلاثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا اور اگر حصہ مراد نہیں ہے تو صحابہ  
 لیکن مفید نہیں بلکہ اعتراض محل ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ متروک و مشکک ہیں تو کیا آپ  
 با اینہما مناظرہ والی اتنا ہی نہیں جانتے کہ اہلسنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہے علاوہ  
 اسی اگر بالفرض شروع میں صحابہ کرام کا ذکر نہ ہوتا اور صرف خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کا ہی ذکر ہوتا اور بعد  
 اس کے لفظ صحابہ لکھ کر کتاب اللہ سے ازکی فضائل کا دعویٰ کیا جاتا تا ہم کچھ حرج نہیں تھا  
 اور نہ حسب اصول اہلسنت کوئی اعتراض تھا کیونکہ جو فضائل بحیثیت صحابیت اور رہا جرت اور

انصاری وغیرہ کی بیان کی گئی خلف اٹلہ رضی اللہ عنہم اوسمین فرود کا بل ہیں تو انکی فضائل اوسمین  
 بالادلی ثابت ہونگی مثلاً جناب امیر کا ذکر کر کے اگر فضائل اہل بیت کا دعویٰ کیا جاوی تو کیا  
 یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت ہوگی حاشا وکلا بلکہ بالادلی آگے  
 فضائل ثابت ہونگی ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں کسی اہل انصاف سے پوچھ لیجی  
 آپ کو بتا دیگا کہ آپ کا اعتراف محض یہ سمجھی اور انصافی کی وجہ سے ہے **قول** پہلے عرض  
 ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہیں مطلق صحابہ کی فضیلت میں گفتگو ہے جیسا کہ  
 قرآن شریف سے فضائل ثابت ہیں ایسی ہی دلائل و زرائع سے ثابت ہیں چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت  
 لکھ گئی۔ **اقول** وہیں یہی عرض کیا جا چکا ہے کہ حسب نصوص اکابر قوم صحابہ کرام کا  
 وجود عنقا صفت محض فرضی اور دعائی ہے پس آپ کا یہ فرمان صرف بوجہ غاص تصحیحات اپنی  
 علماء کر رہی اور اگر آپ مئی ہیں تو بسم اللہ ہمیں میدان ہیں چوگان ہیں گو۔ تشریف لائی اور اپنی  
 اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتے ہیں کتاب اللہ سے ان کا کرام ہونا ثابت فرمائی۔ جبکہ صحابہ کو قرآن  
 شریف سے فضائل بھی ثابت ہیں اور زرائع سے ثابت ہیں تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ ہو وقوع  
 ہوا تھا یا بداء واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن نے  
 اضافہ کر دی اور اگر یہ عرض ہے کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کو دلائل و زرائع مذکور میں تو برائی خدا  
 ذرا قسین تو کجی اور اپنی مقبولین سے کو غیر مقبولین سے تمیز تو کجی حق یہ ہے کہ قرآن شریف  
 میں حق تعالیٰ شانہ نے عموماً صحابہ کرام کے مابج دنیوی و آخروی بیان فرمایا اور نہ خداوند  
 تعالیٰ ہولادہ اس کو بداء واقع ہوا اور نہ کہ سنی قرآن میں کمی شبی کی اور خداوند تعالیٰ نے انکی معاصی کے  
 مغفرت کا وعدہ فرمایا جو انکر گناہ ہیں وہ مغفور اور بقدر معاصی ہیں وہ مغفور **ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ**  
**يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ** اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تھی اسکی نسبت بھی ظاہر کر دیا  
 گیا کہ جس دعویٰ کے ثبوت میں یہ نمونہ پیش کیا تھا نے بحقیقت اسکی لپی نمونہ نہیں بلکہ حضرت کریم  
 و فہم و انصاف و تحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہے **قول** ان خلف اٹلہ کی شان میں

[illegible]

تخصیص کے بغیر اسکی اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس باب میں فرد کامل تھا اسے سبب سے آپ کا لقب  
 صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے ہی بیان فرمایا۔ علاوہ اسکی آیت اشداء علی الکفار۔ خاص  
 خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہے اور اسکا مصداق جناب کے قصد میں درباب ہرین میں حضرت  
 شیعہ نے ہی تسلیم فرمایا ہے علاوہ ان سب کے آیت اختلاف واضح طور پر خلفاء رضی اللہ عنہم کے  
 فضیلت کو ثابت کر رہی ہے علاوہ ان کے اور بہت سی آیتیں پیشتر گزارش کر چکا ہوں برائے  
 خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادین قرآن کے تحریف کے درپے ہوں آئندہ اگر اختیار ہی  
**قولہ** اقوال عترت جو پیشتر تحریر فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے اگر مقبولہ خود  
 مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہیں۔ **اقول** اگر اقوال عترت مقبولہ خود مراد ہوں تاہم مطلقاً  
 یہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہیں آپ کو اپنے بزرگوں کے اقوال کی ناقضیت کی دلیل ہے بیشک عدم  
 حجت اہل سنت سے جبکہ غیر مسلم خصم ہوں اور جبکہ خصم اہل سنت کہتے ہوں تو اگرچہ مقبولہ خود ہوں  
 خصم پر حجت ہونگی اب سنی علامہ عبد الرزاق لاہجی نے گوہر مراد میں صحت روایات اہل سنت کی  
 تصریح فرمائی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل انصاف در فرقہ سینان محدثین ایشاندہ کہ ہرچہ از پیغمبر صلی اللہ  
 علیہ وآلہ باہینار سید بے کم و کاست روایت می نمایند انتہی ملخصاً۔ عن الازعام۔ پس جبکہ خصم نے  
 صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اس پر حجت ہوں۔ **قولہ** اور اگر متفق علیہ ہوں  
 تو سب سے چھان بین کے بعد آپ کی علم سے ہماری کتابوں سے بزرگ خود کل تو قول نقل کرتے ہیں حسیاکہ  
 آیات بنیات وکے اپنی رسالہ میں لکھتے ہیں ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہی پس آپ کا انکو  
 اقوال شمار لکھنا مباغث عرانیہ ہے۔ **اقول** حضرت میر صاحب آپ انہیں کہہ کر دیکھیں کہ یہ قول  
 اللہ تعالیٰ علیہ اہل سنت نے کیا کچھ کیا بادجو دیکھ آپ کی علم سے اپنی تمام سرخفاریاں فضاائل  
 صحابہ اور مشابہ مطاعن میں صرف کر دی تو ایسی حالت میں آپ کا قول کا ملنا جو صحابہ کے  
 فضائل پر دلالت کرے عجائبات قدرت الہی سے ہے کیا عوارج کی کتابوں میں فضائل و محابہ  
 حضرت امیرؓ کا پایا جانا نہایت مستبعد اور کراست جناب امیرؓ ہے یہ جابکہ حسب اعتراف سامی

صحت روایات اہل سنت علیہم السلام لاہجی

قول پا کر جاوین ائمہ کا ایک حکم ہی واجب الیم ہے اور جب نو مرتبہ ایک حکم فرماوین تو افسوس  
 کہ علمائے شیعہ اوسمین اوکی تکذیب فرماوین اور ان احوال کی تحریف کریں یا انہیہ یہ تعداد حسب  
 اعتراف مجیب بسبب ہے ورنہ فی الحقیقت اقوال مشہور شیعہ کے کتب سے نقل سکتی ہیں چنانچہ اس عاجز نے  
 بحاث سابقہ میں ایک موقع پر اقوال نقل کی جو صحابہ کرام فضائل پر عموماً یا خصوصاً دلالت کرتے ہیں  
 حالانکہ کتب موجودہ کا بھی پوری طرح سے بوجہ قلت فراغ متبع نہیں ہو سکا اگر سامان کتب کا فر  
 موجود ہو اور فراغت ہو اور جب طریقہ علمائے شیعہ انجمن کے طور پر اس کام کو اہستہ ہی کریں تو  
 اس وقت حضرت مجیب کا علم موم ہو۔ اس وقت ایک حدیث طویل کافی کے ذہن میں ہے لیکن خوف  
 تطویل اجازت نہیں دیتی لیکن مختصر احوال دیتا ہوں کہ ذریعہ کافی کے باب میں یحییٰ علیہ السلام  
 لایحیٰ میں علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ  
 عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ عن ابیہ  
 روایت ہے اس کو ملاحظہ فرمائی اور غور کیجی کہ کس طرح خلف رثلثہ غاکے تحقیق امامت کو ثابت کرتی  
 اور مہاجرین کی رفاقت کو حضرت ص کے ساتھ واضح کرتے ہیں اور یہ کہ ان حضرات نے باجائز  
 خداوند تعالیٰ کی قیصر پر جہاد کیا اور کفار پر شہید اور مسلمانوں پر رحم تھے اور یہاں تک خلوص دل  
 عبادت خداوند تعالیٰ کی کہ حق تعالیٰ نے ان کی تعریف تو ریت و انجیل میں ہے نازل فرمائی۔ عن  
 اس حدیث سے صلاح حال و حال خلفاء رضی اللہ عنہم ثابت ہوئی چنانچہ مفصل یہ روایت عن عقب  
 نبوت خلافت میں ہم بیان کریں گے اور علی بن القیس روایت انوالی اللہ عنہ بن جہور و دیگر مفسرین امامیہ کے  
 امیران ہر کے معاملہ میں جب حضرت نے مشورہ فرمایا تو ابو بکر صدیق نے اخذ فدیہ کا مشورہ دیا اور عمر فاروق  
 نے قتل کے راہ دی تو آپ فرمایا مثلاً یا ابا بکر مثلاً ابراہیم اذ قال لعمریک یغنی قالہ منی و من عصبی  
 لہ یہ تمام روایت اور اس کا ترجمہ بحث انبات خلافت میں مذکور ہے۔ ۱۷۷ ای ابو بکر تیری کہاوت ابراہیم کے ہے کہ اپنی

حسبہ ہر حال اس حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے ابراہیم کو قتل کیا ہے۔

جس نے میری پیردی کے وہ میرے گردہ سے ہی اور جس نے میری نافرمانی کے بخشنش والا مہربان ہے اور اسی ستم تیری  
 مثل لوح کی ہے جیکہ اس نے کہا اسی پر بد و گار۔ جو ہر زمین پر کوئی کافر بسنے والا۔ ۱۷۸۔

بجای خود  
نویسند

فانك غفور رحيم ومثلك يا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تدنر على الارض من  
 الكافرين **فانك** اسجد عبارت فخر از برای امیر کبیر کلام سے نقل کرتا ہوں۔ روایت ہے کہ در روز  
 بغداد قتل اسیر گرفتہ بودند از آن جسید عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی اللہ در باب ایشان  
 مشورہ فرمود ابو بکر گفت کہ اگر ابرصان غیر قوم آقارب و عشا تر تواند اگر یک بقدر طاقت دستجات خدا  
 بدیند باشد کہ روز مجتہد دولت بدایت برسند و حالاً عدد و مسلمانان زیادہ شود عمر گفت یا رسول اللہ  
 ایمان نیکو کردید تکرار بیرون کردند اینہا کہ کفر اند ہمہ را بفرمانا گردن زنند و مگر از ایشان فدا را  
 عقیل علی سپارد عباس با مجمرہ و فلان را بن تا گردن زخم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ حق  
 بخاند و قتل لہا نمی مردم را گاہ است کہ نرم بسیار و بر تیرہ کہ نرم تر از شمشیر است و دیگر دہا می باشد کہ  
 سخت تر از سنگ مثل تو امی ابابکر ایمان مثل ابو اسیم علیہ السلام است کہ گفت فمن تبعني فانه مني  
 من عاصي فلا تقوا مثل تو امی عمر مجروح مثل نوح است و تیکہ گفت رب لا تدنر على الارض من الكافرين  
 زیرا کہ او این دو حالت کہ نرمی و سختی است کہ از انبیاء صادر میشود بحسب مقتضای وقت خوب است  
 چہ بعضی از کفار ہستند کہ بسیار شدید اند و کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نہ از عقاب این تنہا  
 استصلح است و دل سختی و لگن بخلاف است نرمی و خوشخوئی بعد ازین حضرت فرمود اصحاب  
 اگر خواہید بشید و اگر خواہید بستانید ایشان بہ اختیار کردند۔ پس جناب محبب کالفظ میبار کو  
 مبارک شاعرانہ سمجھا محض بر جہنا و نفیت اینی کتب کہ ہی و بس قولہ عنہ اخفاء ثلثہ  
 شانین ان لو من بعضی ہین۔ **اقول** حضرت محبب یہ اداں احوال کو جو عموماً منافی  
 صحابہ کرام ہین و اردو ہولی ہین بوجہ کمال دین و دیانت عظمیٰ است خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم  
 کہ شانین ہین بہتر کہ لفظ بعض اطلاق فرماتے ہین حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ جو قول سہواً ہی  
 بنفیت پر دلالت کر گیا خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم ہین شل اور اسکی مصداق ہونکر۔ **قال**  
**الفاسل المحبب**۔ قولہ۔ اور شیوہ او کو خلاف ثقلین بہتر از کفار و منافقین جائز  
 ہین (نمود با من ذاک) **اقول**۔ اہل اس قول سے محسوس ہوتا ہے کہ معاذ اللہ

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتی ہیں۔ یہ محض افتراء ہے حاشا و کلام شیعہ کا یہ اعتقاد ہو یہ قول  
**العبد الفقیر الی مولاه** جناب مجیک اس جزا کو آفرین اور اس سے بہت پشیمان  
 نہ اپنی دین دھن نہ اپنے علم اور کی شہادتیں سنیں بچار یہ صحابہ کس گنہگار ہیں ان کی بزرگواروں نے  
 تو انبیاء و ائمہ کو ہی کفر و خیانت سے چھوڑا اور صحابہ میں سے تو فسق و کفر و نفاق و ارتداد و سرکشی  
 ہی کوئی بچا ہو تو شاید کرام کو تسلیم سے سبیل الفرض ہوگی پس کو اہلسنت کا اقرار کہنا طرفہ  
 تماشہ ہے۔ یہ وصف تو گستاخی معاف جناب کی ہے اگر کا بدین پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افتراء کرتے  
 تھے یہاں باندھتی تھی جھوٹی روایتیں بنا کر ان کو طرف سے شائع کرتے تھے اور حضرت علیؓ کی کتابوں  
 میں بھی موجود ہے۔ الشیعہ کا نوا یکذبون علی الأئمة و ہم قد تادوا منهم علی ما ذکرہ  
 الکلیتہ فی التما غر و الفقہاء ائمہ اگر شیعہ کا یہ اعتقاد نہیں ہے اور صحابہ کرام کو کرام جانتی ہیں اور  
 اور اپنی بزرگواروں کے جنہوں نے کرام ہونے سے صحابہ کو خارج کیا ہے تکذیب کرتے ہیں تو میرا جواب بالوفاء  
 و حبذا الاتفاق۔ **قول** ہاں جنکا نفاق ان کو نزدیک ثابت ہے اور روایات اہل سنت پر اسکی ساعدت  
 کرتے ہیں انکو ہی ایسا سمجھتی ہیں کہ کل کو اسی گول مول بات لکھی اور سب کو خطاط کرنا انصاف سے بعید ہے  
**اقول** وہ منافقین جنکا نفاق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہے اہلسنت کو نزدیک  
 ہرگز عداوت صحابہ میں سے وہ نہیں اہلسنت کو نزدیک صحابہ کو واسطی ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہے حاشا و کلام  
 کہ اہلسنت کو روایتیں نفاق صحابہ کی مساعدت کرتی ہوں لیکن ان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ  
 کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہیں پس حقیقت میں خطاط مطاکم بزرگان دین نے  
 اپنی روایات میں فرار کہا ہے نہ یہی۔ **قول** یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیعہ خلاف ثقلین ہیں حضرت  
 اہلسنت سے اسی امر میں تو مخالفت و جھگڑہ ہے **اقول** حضرت میر صاحب یہ محض تمسک  
 اور آپ کی بزرگوں کا زبانی دعویٰ ہے شیعہ کو اور اتباع ثقلین کو کیا علامۃ شیعیت تو اتباع  
 ہشام بن حکم اور ہشام بن سالم اور میثمی اور زرارہ اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو بکار و ابو بصیر  
 ان شیعہ ائمہ پر جھوٹی باتیں ہو چکی ہیں۔ ائمہ ائمہ شیعوں کی مذہب ہائے نیر۔

و غیرہ کے دین کا اتباع ہی آپ جدلیات کو چھوڑی اور اپنی کتابوں میں اس امر کی تحقیق فرمائی اگر  
انصاف سے دیکھیے گا تو معلوم ہو گا کہ یہ طریقہ ان ہی حضرات کا اور ان کے بزرگوں کا ایجاد و اختراع  
ہی کہ ہمیشہ تراش تراش کر اور اور بنا بنا کر ائمہ رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کرتے تھے اور ائمہ اہل  
تکذیب فرماتے تھے کسی پر لعنت فرماتے تھے کسی کو شرمین الہیود والنصاری فرماتے تھے ہی پس جو  
طریقہ ایسی بزرگوں کے توسط سے لیا جائیگا وہ ہرگز ثقلین کے مطابق نہیں ہو گا تعجب یہ ہے  
کہ شیعہ نے ان حضرات کی روایات و روایات کو مطاعن صحابہ و اہل بیت میں تو پیشوا قرار دے رکھا ہے  
کیا وجہ ہے کہ الہیات میں اونکی روایات و روایات کو قبول کیا جو کہ ان حضرات کا بقدر حال معہ  
روایات سابق میں ہی بیان کر چکا ہوں اس سببی اس موقع پر اسی قدر قلیل پر اکتفا کر کہ حضرات شیعہ نے  
جو خلاف ثقلین اپنی ہول و فروع میں کیا ہے اس کو نقل کرنا ہوں۔ (۱) وجوب معرفت خدا تعالیٰ عقلاً ہے  
حالانکہ یہ ثقلین کے مخالف ہے کہنا باللہ۔ ازل الحکم لا للہ الا للہ الحکم۔ لیفعل ما یشاء و یحکم ما یرید  
عشرت روی الکیلۃ عن ابی عبد اللہ <sup>ع</sup> انہ قال لیس علی خلق ان یعرفوہ وللخلق علی اللہ ان  
یعرفہم (۲) اکابر شیعہ مثل زید بن اسین اور کلین بن عیین اور سلیمان بن جعفری اور محمد بن مسلم کا عقیدہ  
ہے کہ خدا تعالیٰ ازل میں نہ عالم تھا نہ سمیع نہ بصیر نہ مرہم نہ مخالف ثقلین ہے (۳) اتباع  
صاحب الطاق بعض ائمہ شیعہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض شایہ کو قبل وجود نہیں جانتا چنانچہ شیخ  
مقداد صاحب کثر العرفان اس کا قائل ہے کہ کثیریات سے قبل وجود خدا تعالیٰ جاہل ہے اور یہ بالکل خلاف ثقلین ہے  
(۴) ابو جعفر طوسی اور شریف رضی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عین حق و درندہ پاد نہیں  
یہ کہ طرح موافق ثقلین ہے (۵) شیعہ اعتقاد کرتے ہیں کہ کلام اللہ میں صحابہ تحریف کی  
اور یہ عقیدہ بالکل مخالف کتاب اللہ اور سنت کرہی (۶) کہتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ  
کو بداد واقع ہوتا ہے اور یہ صریح مخالف ثقلین ہے (۷) اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ غیر  
شیعہ کے عدالت اور گمراہی پر راضی ہے اور یہ مخالف ثقلین ہے (۸) اعتقاد رکھتے ہیں کہ

حضرات شیعہ ہر امر فرمودہ سے بغض و کین مخالف ہیں

اس میں جو حکم ہے اللہ تعالیٰ کے خبردار کسی ایسی حکم کو جو جائز ہی کرنا ہے اور جو نیکو حکم کرنا ہے۔ اہم امور اللہ سے روئی ہو وہ طاعت ہیں  
کہ خدا کی مخلوق پر لازم نہیں ہے کہ وہ اس کو پہنچے اور مخلوق کے لیے خدا پر واجب ہے کہ وہ اللہ کو پہنچوائے۔ ۱۲۔

خدا تعالیٰ محکم عقل کا ہے اور حکم عقل بہت سی چیزیں خدا تعالیٰ پر واجب ہیں (۹) عقائد رکھتی ہیں کہ بدن بلکہ تمام طیور و بیہائم و حیوانات اپنی اپنی افعال کے خالق ہیں اور خدا تعالیٰ کو انگریز افعال میں کچھ دخل نہیں اور یہ عقیدہ مخالف تقلید ہے (۱۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انعام انبیاء اور رسول سے عند اللہ افضل ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ عقیدہ تقلید کے مخالف ہے۔ (۱۱) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء اور ملائکہ کی پیدائش بطفیل حضرت علی کے ہے اگر حق تعالیٰ کا حکم علی کو پیدا نہ کرتا تو انبیاء اور ملائکہ اوجہ ت کو پیدا نہ کرتا اور یہ مخالف عقل و نقل ہے (۱۲) اعتقاد رکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انبیاء سے اور ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور ان کی اطاعت کا ميثاق لیا۔ (۱۳) اعتقاد رکھتی ہیں کہ انبیاء و ائمہ کے انوار سے قیاس کرتے ہیں (۱۴) اعتقاد رکھتی ہیں کہ قیامت میں تمام انبیاء حضرت علی کے محتاج ہوں گے۔ (۱۵) اکابر امامیہ انبیاء سے صدور کفر و ثبوت کبیرہ روایت کرتے ہیں۔ (۱۶) کہتے ہیں کہ جبکہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء سے ميثاق لیا تو حضرت آدمؑ نے انکار کر دیا (۱۷) کہتے ہیں کہ بعض رسول نے رسالت سے عذر کیا اور استعفا دیا۔ (۱۸) کہتے ہیں کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کجی سے وحی کو رد کیا اور تبلیغ احکام سے قاعد کیا (۱۹) اعتقاد رکھتی ہیں کہ ائمہ اور ان کے اعداء قبل قیامت زندہ کیے جائیں گے جسکو رجعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ (۲۰) اعتقاد رکھتی ہیں کہ امامیہ میں سے کسی کو معصیت صغیرہ و کبیرہ پر عذاب ہوگا (۲۱) ندی اور دوی اور آب استنجا کو پاک قرار دیتی ہیں (۲۲) شراب کو ابن عقیل وغیرہ نے طہارت کا حکم دیا ہے (۲۳) کہتے ہیں کہ اگر حسین عورت کو حالت نماز میں بغل میں بیوی بیہوش تک بغیر شوشنٹا رہو اور مرد کو محاذی سوراخ عورت کے کمر اور ندی ہی پہلے گھٹنوں تک پونجی تاہم نماز جائز ہے (۲۴) بعضی فرماتے ہیں کہ نماز میں اکل و شرب مفسد نہیں (۲۵) کہتے ہیں کہ بعض سوئین پڑھنی سے نماز فاسد ہو جاتے ہے۔ (۲۶) پانی میں غوطہ لگانی کو مفسد صوم فرماتے ہیں (۲۷) کہتے ہیں کہ اعلیٰ سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (۲۸) لونڈیوں کے فروج کو عاریۃ دینا جائز فرماتے ہیں (۲۹) عورت منکوحہ اور مملوکہ اور مانگی ہوئی اور وقف

کی ہوئی اور امانت رکھی ہوئی اور نیت کے ساتھ لواطت کو جائز فرماتے ہیں (بہم) متعدد دور یہ کو جائز  
 قرار دیتی ہیں اور ان کی صورت یہ ہے بہت سے مرد ایک عورت کے ساتھ متعمرین اور دور و نوبت  
 مقرر کر لیں کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت میں جماع کرے علیٰ ما القیاس بہت سے ابواب فقہ کے مسائل  
 کثیرہ ہیں شتی نمونہ اور خردوار و قطرہ نمونہ از بحار نہایت تنحیص و مختصار کے ساتھ صواعق و تحفہ وغیرہ  
 نقل کر دی جناب محیب غور فرما دیں اور سوچیں کہ تقلید کا اتباع اس کا نام ہے باقی رہا فسر  
 کلام اللہ کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث میں ذکر کیا جائیگا۔ جناب  
 محیب اگر زیادہ تفصیل چاہیں تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضر ہیں بعد اس کے اب یہ امر واضح ہو گیا  
 کہ جو سید محیب بیگ نے تحریر فرمایا (اہلسنت سے اسی امر میں تو مخالفت و جھگڑہ کی نہایت صحیح ہے)  
**قال القاضی المحیب۔** قولہ۔ اہل حق حضرات شیعہ کی جہالت کستریں ہے بطلان  
 فضائل اور اظہار مطاعن میں مجاہد و حمید ساعی ہیں۔ اقول۔ بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ  
 و اقوال عزت سے ہرگز ثابت نہیں اور اہلسنت خواہ مخواہ فضائل اور کم ذمہ لگاتی ہیں اور وہ مطاعن  
 جو طشت از باطل افتادہ ہیں کہ چھپائے سے نہیں چھپ سکتے چھپانا چاہتی ہیں اور فضائل کے باطل اور  
 مطاعن کے اظہار میں کوشش کرتے ہیں تاکہ امر حق ظاہر ہو یہ قول العرب **مد القیصر المولای**  
 بحول اللہ و فونہ گذشتہ اجاث میں مناقب و محامد صحابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے ہی اقول  
 ائمہ سے ہی مختصر کیا گیا اب ہم دیکھتے ہیں کہ محیب بیگت یہ فرماتے ہیں یا بخلاف تحریر خود فضائل  
 نابتہ کو باطل فرماتے ہیں بڑے مطاعن جناب محیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض عن صلوۃ  
 الجسد و تخلف عن ہجۃ الصدیق سو محمد اللہ ان کا بھی قلع و استیصال واجب کیا جا چکا ہے  
 پس حضرات شیعہ جنکات شہادات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی مہتاب کو شہاد  
 خاک سے چھپانا چاہتی ہیں اور ان کی انوار اپنی مویہوں سے بھینا پھرتے ہیں اور بدستی اپنی ترشی  
 ہوئی ذمائم کے نجاسات سے ان کی دہانہ و منہ کو مٹ کر نا چاہتی ہیں اور جن صاحب کو کلام علم  
 رکھا ہے ان کو ہی تو سہام ملامت سے خالی نہیں چھوڑتے ہیں۔ با این ہمہ صدق شیعیان

باوجود ارتداد صحابہ کے خصال میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار صحابی بھی تھے جو کوئی انہیں سے  
 جبری اور قدری اور حمدی نہ تھامات دن خدا کو خوف سے روکا کرتے تھے دو ہزار انصار تھے  
 اور آٹھ ہزار مہاجر تھے اور دو ہزار وہ بھی جو ہنگام فتح مکہ ہللم لائی تھے۔ پس کیا ان بارہ ہزار کے  
 فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی انہیں ذکر نہ لگاتے ہیں اور انکی مطاعن جو طشت ازہام میں بہت  
 سی ہیں یا یہ انکی فضائل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں  
 معاذ اللہ اگر بغرض محال ہے ہی لہر حق قرار پاوی جسکی در حضرت شیعوہ ہیں تو نہ خدا کی خدائی باقی  
 رہتی نہ رسل کے رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی امامت نہ اہلبیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت  
 پھر سپر لہر حق کے اظہار کے سعی کا دعویٰ۔ لاجل ولا قوۃ الا باللہ اعلیٰ اعظم رسالتہ مستح بنیادین  
 قوما باحق وانت خیر الفاتحین۔ قال القائل المحیب۔ قولہ۔ چونکہ یہ  
 اختلاف خلافت بھی اسی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعوہ کو اتنی بڑی فضیلت بہت بڑی  
 اپنی اصول مذہب کے کب گوارا تھی اگرچہ ثقلین اسکی نبوت کریمؐ میں اپنی خلافت کی  
 اصول و شروط اسی وضع فرمائی کہ حکمرانوں سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال استحقاق خلافت اپنی زعم میں  
 ہو جاوی (قول) یہ اصل ہے اصل مجاہد خود نہیں جیسا کہ پہلے گذارش ہوا کہ کل صحابہ اپنی ہی جتنی کہ کرام الخیرین  
 بعض کے شائیں صاحب حیانت و ہزار فساد پیشہ مردود ان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں بقول العبد الفقیر  
 الامولاء اس اصل کا دراصل مجاہد خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشرور جابیان کیا جا چکا ہے حاجت اعادہ نہیں سچا اگر  
 کسی حدیث میں محیب لیب اسکا اعادہ فرمائی تو تعقب کیا جاتا اور خاتم الثمین کے کلمات کی نسبت ہی غصلا نہ کہ ہو چکا ہے لیکن سچا  
 ہی قدر عرض ہے کہ خاتم الثمین صحیحہ حق میں یہ لفظ نہیں لکھتا خصوصاً لفظ مردود جناب الہی مرکز صحت کو حق میں نہیں لکھا یہ محض  
 محیبین تحفہ کا افتراء ہے اور بغرض اگر صحابہ کے حق میں لکھا ہے تو بطور الزام نقل مذہب شیعوہ کی لکھا ہے پس اور جناب محیب نے  
 جو یہ سب ملہ تحریر فرمایا۔ (کل صحابہ اپنی تھے) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو اہتہ کہا جاسکتا کہ  
 کہ یہ ایک سب ملہ ہی جو انصاف و راستی و صداقت سے باعتبار اپنی روایات و اصول مذہب کے سرزد ہوا ہے اور اگر کل  
 مجموعی کی طرف نفی جامع ہے تو خلاف نصوص روایات ہے۔ چنانچہ بارہ اس غلطی پر متنبہ کیا جا چکا ہے

اور نیز چاہا نہ تو مرتبہ شک کیس میں ہر اگر اس سے یہ مراد ہی کہ معصوم نہ تھی اور شیعہ جیسا کہ کوئی نہ  
 سے بھی بہتر اور بہتر فرماتے ہیں یہی نہ تھی تو صحیح مسلم نے معصوم تھی اور نہ انبیاء سے بہتر بلکہ مساوی  
 ہی نہ تھی اور اگر اچھی نہ ہوتے سے یہ مراد ہے کہ مرتد اور فاضل حق خلافت فذلک اور غیر دین  
 اور محرف کلام سب العالمین تھی تو غلط اور کذب و افتراء اور دسادین و تخلیات حضرات شیعہ سے ناشی  
**قولہ** ان کی یہ فرمائی کہ مقدمہ خلافت پر مقدمہ یہی کہ جس سے صحابہ کو فضائل و نزائل پر گہری جانیں  
**ہیں اقول** - یہ حصہ بالکل غلط اور باطل ہے فضائل و نزائل صحیحاً یہ کہے پر کہی جانے کے  
 صد ہا عقبات اور ہزار ہا مراحل زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قطع ہو چکے اور  
 انواع انواع کے تکلیفات میں آزمائشیں ہو چکی اور طرح طرح کے صدقات میں امتحان ہو چکا  
 اول جب کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار و مادی فساد  
 و انداز ساقی ہوئی جن لوگوں نے اس وقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لایا اور کفار کی اندیز  
 سمجھی اور کچھ اپنی مال و جان و آبرو کا پاس نہیں کیا علی الاعلان بخوف و خطر آواز دعوت اسلام کو بلند  
 رکھا چنانچہ بہت سے اکابر قریش اور معتمد تہذیب سے شرف بایمان ہوئی اور بہت سے غلاموں کو  
 جو ایمان لائے تھے اور کفار کے پنجہ تکلیف میں گرفتار تھے اپنی خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار  
 کی تکلیف دہی سے انکو رہائی دلوائی۔ اور پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار و رفقاء اور رفیق  
 غمگسار صحابہ دین اسلام کی محبت میں ازواج و اولاد اور خویش و اقارب سے پیوند توڑا اور مال و منال کو چھوڑا  
 اپنی وطن سے موخر ہو کر راہ غربت اختیار کی مصیبت کو سر پر لیا۔ صدو ستین چیلین از دینیں سمجھی  
 تکلیفیں اٹھائیں کفار و کفار سے قطع سلسلہ کر کے حضرت کے قدموں میں پڑ رہی کو دارین کی  
 سعادت سمجھا۔ اور جنہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی رفتار و اہل وطن کو اپنی گھروں میں جگہ  
 دی جان مال سے خدمت کر کے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین و اسلام کے شاعت میں سعی  
 ہوئی غزوات و ہجرات میں ہلاک و کلمہ اللہ کے لیے اپنی جان و ناک و معرض ہلاکت سے نہیں بچایا اپنی  
 جان و ناک حضرت کے نفس نفس کے آڑ نہائی کہہا۔ دین اسلام کو عالم میں پھیلا یا کفر و اہل کفر کو مٹا دیا

حکم امتحان ایمان صحابہ کرام سے خلافت انہیں پر

دکونسا رکھا۔ آزمائشوں کے بھٹی میں اذکی میل کچل دور ہوئی اور سوان سیض صحبت پیمر نے اذکی کو  
 مصفا و مجلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے اذکی قلوب منور ہوئی اور اشعہ ماہتاب فیض  
 برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے اذکی دل روشن ہوئی عالم خلق دمر کو قطع کیا ملکوت کے سر کے  
 حقیقتا حقائق کو بچشم مستابہ کیا۔ جب اذکی جان نثار یان اور خدمات نمایان برگزیدہ جناب محمدی  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدہ حضرت کبریائی جل و علا شانہ ہوئیں۔ تو خداوند علام الغیوب کی بارگاہ  
 عالی متعالی سے اذکی صلہ میں رضا و خوشنودی کے تمغے عطا ہوئی اپنی رسول کے زبانے دخول جنت کا  
 وعدہ فرمایا اذکی خطایا ذرات کی مغفرت اور معاصی و سیئات کی کفا و کاشفہ شدہ سنا یا گیا تو گویا ازبیر  
 ختم ہو چکی اور اذکی محامد و فضائل پر ہر ہر ہو چکی تو پیرتہ مغلطہ پر آزمائش کا حصر کرنا اور کہنا  
 یہ مقدمہ خلافت ہر سے فضائل و زرائع پر کہی جاتے ہیں ہر اس غلط اور بدیہی البطلان ہر معیار  
 آزمائش اور محک امتحان وہ مراحل تھیں جو حضرت کے زمانہ میں طے ہوئی منافق و مخلص ممتاز ہو گئے  
 حق تعالیٰ نے فرما دیا۔ مَا كَاذَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰی مَا اَنۡتَ عَلَیۡہِ حَتّٰی یُزِلَ الْجُنۡثَیۡ فَرَطِیۡبِ  
 وَمَا كَاذَ اللَّهُ لَیۡطَلَعَنَّ عَلَیۡكَ الْغَیۡبُ الْحَقُّ۔ اُم حسبتم ان تتركوا الحق۔ اور ایسی بزرگان دین اور  
 اکابر اہل یقین کے عیوب کا تحسین کرنا اپنی عمر عزیز کو راہ گمان برباد و تلف کرنا ہر کسی کی حق  
 کا چھٹی قلبی جویدہ اصناع العمر نے طلب المحال سے معذرت اگر یہ ہی قسم ہے جس سے فضائل  
 و زرائع پر کہی جاتی ہیں تو بفرض محال سے سبیل تسلیم ہم کہتی ہیں کہ حسب تقریحات علماء شیعہ  
 فضائل و زرائع پر بھی گئی ہوں نے جنکو وصیت تجنیز و تکفین اتھے حضرت کے جنازہ اطہر کو تین ہفتے  
 بلا دفن رکھا حضرت کے وصال کا کسکو نہ غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور  
 چند درخت خزا کی بڑگئی جسکی بھی نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا  
 کہ آج صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی نہ دودمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کہ در بدر پیر لگی

۱۔ اللہ وہ نہیں چھوڑ دیا۔ سلیمان کو بطرح پر تم ہو۔ جب تک جد امکر سے ناپاک کو پاک ہے  
 اور اللہ یون نہیں کہتے کہ خبر دے غیب کی۔ ۱۲۔ + + + + +  
 + + + + +

منافقین کے ہم پیالہ و ہم نوا رہی اپنی دین کو اونچی خواہشوں کے مطیع رکھ کر کسی شہر کو  
 دارالاسلام نہ بنایا۔ معاذ اللہ اللہم نے اتوبہ ابراہیم کو مافقروا ہولاء۔ اور بعض نے حضرت  
 دین کو اختلاف عظیم سے بچا کر سنبھالا۔ اور عالم میں شائع کیا ہزار ہا ملک فتح کئی ہزار ہا کو  
 سک اسلام میں منسلک کیا حضرت کو وصال کے صدمہ میں بیات تک بیہوش ہوئی کہ آپ کے  
 انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوی تو ہم کہتے ہیں کہ آپ  
 ہی نے یہ فضائل و زرائع کے امتیاز فرمائی ہی ہیں چہ چاہی فضائل منطبق کجی اور جبر  
 نذائل **قول** حب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص دنیا فانی اس قدر غالب ہوئی  
 کہ باوجود تہدید و ترہیب و تحریف حضرت نبویؐ + مستحق الامارۃ و ستکون دامتہ یوم القيمة  
 کما فی صحیح البخاری آپس میں مخالفت و تشاجر کر کے نعل اہل جناب رسول خدا کو بے غسل و کفن  
 و دفن چوڑ کے خلیفہ بن گئے اور اہل بیت کی جن کی منک کا حکم تباہات ہی نبوہی بات پوچھنی کے کیا  
 معنی بجائی تلو و تشفی کے گھر جلانے کی وہم کی وی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظہ فرمائی کہ بت  
 تاریخ دیکھو تو آپ کو معلوم ہو کہ وقت انعقاد بیعت کیا کیفیت تھی۔ **اقول**  
 بیان تو مجیب بسبب جو شریعت و عقائد میں اگر جامہ سے باہر ہو گئی تو سن نہ بان بگام ہو گیا۔  
 انصاف و تحقیق حق کو بالا و طاق کہہ کر جو منہ میں آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم آپ کی کلمات  
 تشنیع کے جواب میں کچھ نہیں لکھتے لیکن اپنی بخاری کے حدیث سے استدلال کر کے صحابہ کی  
 حرص و طمع کو بزرع خود ثابت کیا ہی اسکا جواب و تحقیق ضرور ہوئی پس صریح ہو کہ مجیب بسبب  
 اپنی استدلال میں اس حدیث کو پیش فرمائیں تو اول ادنیٰ ثابت کرنا چاہی کہ مستحقون میں خطاب  
 کس کو ہے ظاہر ہے کہ تمام صحابہ تو قطعاً مراد نہیں اپنی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد  
 صحابہ سے واقع نہیں ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہو گئی اور اس کے مصداق وہ بعض میں جو بلا  
 مستحق امارت کو طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ مابعد و شکم  
 امیرین لفظ امیر پر قرینہ اور دال ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہ وہ ہی طالب امارت ہوئی

بہشتی صورتوں کو الامارۃ و ستکون دامتہ یوم القيمة

اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہرگز طالب امارت نہیں ہوئی اور نہ اوسپر حرص کی آپ کتب سیر  
و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبر نے اپنی خطبہ میں جو بقابلہ انصار پڑھا فرمایا کہ عمر یا ابو عبیدہ  
کہ تہہ بیت کرلو۔ اور اسوقت حضرت فاروق نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیقؓ کے ہاتھ  
پر بیت کر لی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنی نفس کو امارت کے لیے مقدم  
کرتا اور کچھ بھی نہ ہوتا تو اسقدر ضرورت کہ حضرت ابو بکرؓ کے قول پر فاروقؓ چکر ضرور ہوجاتا تو اس  
بروہی غسل و انصاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو ہرگز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہیں تھی  
بلکہ امارت کی طرف استغناء ہی نہیں تھا لیکن ان تصنیع و تفریحات علم و شیعہ سے صاف  
معلوم ہوتا ہے کہ بروہی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر حرص اور طمع رہی نہ سخیہ  
بن حبیبؓ بلکہ ان کی روایت ہی نقل کرتا ہوں۔ فلما کان اللیل حمل علی فاطمة علی حار و اخذ بید  
الحسن والحسین فلم یذیع احد من اهل بصر من المهاجرین ولا من الانصار الا اما۔ فی منزلہ و قد  
حضر علیہما لیس فیہ روایت کس شرح مراحۃ معاذ اللہ حضرت کے حرص و طمع پر دلالت  
کرتے ہیں اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو بیچ البیانہ کو کہو یہی اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہیں صرف  
خطبہ متقیہ کے شروع میں دیکھو اوسمیں ابتداء ہی میں یہ الفاظ ہیں۔ واللہ لقد تقصصنا فلا  
وانہ لعلہ ان محلی مہا محل القطب من الرے۔ ان الفاظ سے کس قدر حسرت شکنی ہے  
جسکا صرف حرص و طمع پر ہے ابن میثم شارح بیچ اپنی شرح میں جو اسوقت میری سامنی گئی ہے  
پر کہی ہوئی ہے اس خطبہ کے شرح میں لکھتا ہے۔ واذا ثبت اندنا فسر فی هذا الامر کان الظن غالباً  
بوجود الشکایۃ عنہ وان لم یسمع ذلک فضلاً عن ان امر الشکایۃ بلغت مبلغ التواتر المعنوی لکن تھا  
وشہر تھا الخ۔ اور یہ ہی شارح اسی خطبہ کی شرح میں کیقدر آگے بڑھ کر لکھتا ہے۔

۱۔ خدا کے قسم سلطان شخص نے (بزرگ) قیصر خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت میں سیرا مشہد کیا ہے  
جیسا کیلی کا چکی میں۔ ۲۔ اوجیب ثابت ہو اگر جناب امیر نے خلافت کی طرف رغبت فرمائی تو غالب ظن یہ ہے  
کہ آپؐ نکابت پائی گئی ہوگی اگرچہ سمجھ نہ ہو۔ مزید برآں یہ شکایت بسبب شہرت اور کثرت کو تو اثر معنوی کی وجہ سے  
پہنچ گئے ہیں۔



اور وہ استقامت ہرگز جناب امیرؑ کے ایام خلافت میں نصیب نہ ہوئی اس کے ثبوت میں ہی ہم علامہ  
متجرب ابن ہشیم کی ہر تحقیق پیش کرتے ہیں۔ وقد كان لهم ممن سلف من الخلفاء واستقامت لأمرهم  
كان لا تبلغ هذه الكمال استقامتهم الأولى هو دفع فتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر  
فتنوں میں ہی گزری اور خلافت آخر تک منتظم نہواغرض کہ حرص علی الامارت جو بظاہر مجیب کے  
نزدیک مطلق حرام ہر جناب امیر سے پائی گئی۔ اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو حصال صدوق جو اس وقت  
میرزا سامنی کہلی ہوئی رکھی ہے اوس میں ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جس میں بیان آندیش  
و امتحان جناب امیر کا ہر ایک یہودی کے جواب میں کہ اوسنی سوال کیا تھا کہ اوصیا کے نیو سات  
مواضع امتحان کے حیات نبی میں ہوتی ہیں اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہیں تو اس روایت  
میں اکثر مواضع سے آپ کی حسرت امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتے ہی پس اگر مستحقون علی الامارة  
میں خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات آپ کی اولی و اقدم سبکی مصداق ہیں کیونکہ  
انصار تو اپنی دعویٰ سے باز بھی آگئی لیکن (در دغ برگردن راوی جناب کے آخر تک یہ ہر  
حسرت و تمار ہی پس آپ اس دلدادہ حبیب و محبت غرت کی آپ کی مذہبی بیانی قربان ہو جائیں کہ  
ستكون ندامة يوم القيامة کا اول مصداق جناب امیر ہی کو قرار دیا۔ اور واضح رہے کہ حضرت امیر  
ماوربالسکوت اور سکوم علیہ بالصبر ہی کہ زمانہ خلفاء میں چون و چرا افراد میں کیونکہ خدا تعالیٰ کے رسول خدا  
ہر قسم کی تدابیر کے معاذ اللہ عاجز ہو چکے تھے ہر چند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالت کے چاہیں ہوں  
اور سب طرح غامضین کی بروسی یہ حق محفوظ رہے آخر کچھ پیش نہ چلی اور لاچار ہو کر صبر و سکوت کا حکم  
کرنا پڑا لیکن اوپر صبر و سکوت ان سے نہ ہو سکا انہوں نے اگر اس طرف مخالفت کی تھی تو اوپر انہوں نے  
اس طرف حکم کو نانا۔ باقر مجاہد کے حیات القلوب کے خاتم التکلمین نے منتہی الکلام میں وصیت نامہ کی روایت  
طویل نقل کے اوس میں سے مختصراً نقل کرتا ہوں و از جملہ امور یہ کہ بران حضرت شرط گرفت بامر جبریل از جناب  
خداوند عالمیان ان بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچه درین نامہ هست از دوستی کسیکہ با خدا و رسول و حق

کند و از دشمنی کسی کہ با خدا و رسول دشمنی کند و نیز از کسی کہ صبر کنی بر فرو خوردن  
 خشم ایشان بر فتن حق و غضب کردن خمس و منافع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت بلی یا رسول اللہ  
 اور اس سے بھی سیری ہو تو اپنی ابن ہشیم کی شہادت سنی شرح نجم البلاقہ میں تحریر فرماتا ہے و انہ  
 کان معہ و داعلیان لایمانع فی امر الخلافۃ لہم اور یہ امر بدیہی ہے کہ یہ شش و کوشش تہیب  
 و مقدمات نزاع کے ہیں حسب تصریحات قوم اگر حضرت کو اس وقت اعوان ہم ہو پختی تو آپ قتل  
 قتال سے دریغ فرماتے پس اس دلا دلتک پر آفرین کہ علاوہ حرص و طمع کے آپ کو عاصی و مخالف  
 امر الحق اور وصیت رسالت پہاڑی ٹھہرایا۔ غرض خلاصہ یہ ہے کہ حسب تصریحات شیخ آپ نے حرص و طمع  
 فرمائی اور یہ حرص و طمع آپ کی شرعاً جائز نہ تھی۔ اس سے صاف طور پر فعلیت خلافت ہی منتفی نہیں ہوئی  
 بلکہ استحقاق و لیاقت خلافت ہی منتفی ہو گئی با اینہما اگر آپ استحقاق کا ذکر چھوڑیں گے تو آپ کو اول  
 ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اس کی ہم معارضہ دوسری استحقاق اور فعلیت سے کریں گے پس اگر  
 آپ بروی استحقاق حدیث متحرصون میں سے بعض کو مستثنیٰ فرمائیں تو چشم مارو شن دل باشد  
 ہم ہی بشرطیکہ علی سبیل الفرض حرص و طمع خلفا کو تسلیم کر لیں یہ ہی عرض کریں کہ باقی بقدر  
 اس عبارت میں اعتراضات و معائن میں اور کیا جواب پیش کرنا ہو چکا ہے حاجت تکرار نہیں  
 معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی تقدیر شاہد ہوں وہ شیعوں کو گوارا نہ ہو شیعوں کا مذہب ہر مسک فلیس  
 اور اسی امر میں ہمارا آپ کا نزاع ہے۔ یہ محض آپ کا خیال ہے اقول اگرچہ اس سلسلہ میں قریب  
 ہم بحث کر چکی ہیں جس سے دعائے تسکے پوری کیفیت واضح ہوتی ہے لیکن بیان ہی اتنی گزارش  
 ضرور ہے کہ جناب میر صاحب یہ محض آپ کا خیال ہے خیال ہے جس کا دار و مدار بقدر اس امر پر ہے ہی  
 کہ آپ اپنی روایت کی نسبت جو آپ کے علم کی تقریر کی موافق مطروود و مردود بارگاہ جناب ائمہ ہی حسن  
 ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکھتے ہیں اگر آپ نفسانیت کو چھوڑ دیں اور جذبات کو ترک کر کے باصفائے  
 اپنی ہی کتاب کا ملاحظہ فرما دیں تو آپ پر یہ عقیدہ بخوبی حل ہو سکتا ہے و اللہ بیدہی من شہاد

الی صراط مستقیم معہذا اگر ایسا ہی تمک ہی تو پہر اون ارشادات ائمہ میں جو فضائل صحابیوں  
میں وارد ہیں کیوں تاویلات بعیدہ اور توجہیات رکیکہ کر کے اونکو مسخ کرتے ہیں اونکو اپنی ظاہر  
پر کھسک سید ہی طرح تسلیم کر لیجی کہ واقعہ اور نفس الامری طور پر ہی تمک پایا جاوی اور جب تک  
یہ نہیں تب تک ثقلین کا تو تمک نہیں ہاں اپنی اہوار کا تمک ہر اللہم حفظہ قومنا منہ -

**قولہ** اصول و شرط خلافت واقعی ایسی ہی ہونے چاہئیں چنانچہ دو شرطوں کو تو آپ ہی  
تسلیم کرتے ہیں اور چونکہ خلفائے ثلاثہ میں عصمت کا تحقق ہونا محال ہے سلیبی اس شرط سے درگزر کرتے  
ہیں۔ **اقول**۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو پیشتر بارہا مذکور ہو چکا ہے اور اسکا جواب ہی مذکور ہو چکا کہ یہ  
آپ کی غلطی اور ناقضیت ہے کہ آپ تسلیم وقوع کو تسلیم شرط خیال کرتے ہیں دشمنان بنیما ایسی  
توہمات اور خیالات میں تو مبتلا ہیں اکثر دلائل ایسی ہی از عوامات بر متبنی ہیں عصمت خلفاء کا  
محال ہونا بیان کرنا اور موقت اپنی موقع پر ہر کج کوئی شخص معی عصمت ہو اور جب کوئی معی  
عصمت نہیں تو محض بنیادہ ہے ہر پس یہ محال ہے کہ ہم کہتی ہیں ائمہ میں عصمت کا تحقق ہونا  
محال ہے اور بجز اہام و خیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضرات ائمہ کی عصمت پر قائم نہیں ہے۔

**قولہ** جبکہ ہم نفس کے قائل ہیں تو وضع اصول کی نسبت ہمارے طرف کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے۔ **اقول**۔  
سبحان اللہ حضرت کا یہ افادہ کمال ہے دشمنان ہی اور علم اور واقفیت اور فہم پر مبنی ہے۔ ای  
حضرت آپ یہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہ مراد ہی کہ ہم اثبات اصول میں نفس کے قائل ہیں۔ تو  
وضع اصول کے نسبت ہمارے طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلاف واقع کیونکہ نفس کا قائل ہونا  
اشرط امامت و خلافت میں مد نظر ہی نہ اثبات اصول میں اور اثبات اصول و شرط کے لیے حضرت  
کو پاس کوئی نفس قطع موجود نہیں بسم اللہ اگر ہو تو لایسی اور اگر مقصود یہ ہے کہ ہم جب خلافت  
وامامت ائمہ میں نفس کے قائل ہیں تو نسبت وضع اصول باطل ہے تو یہ بالکل مایہ ہے اور ایسی  
پوچ دلیل ہے کہ ادنیٰ طالب علم ہی پیش نہ کرے کیونکہ آپکا خصم یہ کہتا ہے کہ یہ آپکا نفس کا  
قائل ہونا یہ ہی انہیں اصول موضوعہ میں سے ہے جسکی نسبت آپکی طرف کیجئے ہے وضع

اصول کے نسبت کو امتناع کو نفس الامت کے اصول میں ہونے سے کیا تعلق بلکہ اگر آپ تامل فرمادیں گی تو اس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بلا نفس نفس کے اصول میں ہونی کو قائل ہوئی تو خود یہی اصل موضوع باقی گئی اور اس انتساب کی تائید و تقویت ہو گئی۔ پھر اس علم و ہمت و ادب پر ہماری محبت کے کیا کچھ دعویٰ اور فرماتے ہیں کہ ہماری قضا بلکہ میں وہ بھی سہکتا اور وہ بھی متحیر۔ **قولہ** مان یہ ضروری کہ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ غیر مستحق کے خلاف ضرور باطل اور مستحق کے بدستور ثابت و قائم رہتی ہیں گو عوام الناس خلیفہ مانیں اور ظاہری ریاست حاصل نہ ہو۔ **اقول**۔ یہ وہ اصول و شرائط ہیں کہ اگر انکو تسلیم کیا جاوے تو مستحق و غیر مستحق کے خلافت کی جڑ کاٹتی ہیں بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کتاب سنت و جہان شرائط کا احاد انسانہ میں تفحص فرمیں جس کا جادو کیونکہ تمام افراد میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی معصوم نہیں اور اگر اس سے قطع نظر کیا جاوے تو یہ وہ شرائط ہیں کہ مستحق و غیر مستحق کے خلافت کو ثابت و تحقق کرتے ہیں علی الخصوص جبکہ اسکی سادہ میں اس طریقہ کا ہی اضمحلال کیا جاوے کہ جس طریقہ سے علمائے شیعہ و جہان شرائط ائمہ میں بیان فرماتے ہیں کیونکہ ہر ایک شخص کے دھڑلے دعویٰ و جہان شرائط گہرا جاسکتا ہے اور اسکی اقوال مخالفہ کی توجیہ کی جا سکتی ہے مثلاً زید کہتی ہیں کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم امام حق ہیں اگر وہ یہ کہیں کہ ان میں تمام شرائط عصمت و نفس و فضیلت باقی جاتے ہیں اور اقوال مخالفہ کی تاویل کریں تو فرمائی کہ آپ کیونکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرمایا علیہ السلام کہ اس میں کوئی حق میں تو شیعوں اور انصار کے بھی قائل ہیں تو انہیں عشرہ ائمہ کی امت کو کیونکر باطل کر سکیں گی۔ **قال الفاضل** انجیب **قولہ**۔ جب دیکھا کہ شرط اللہ سے تطویل کلام مغل مقصود ہے اور تقریباً حاصل نہیں۔ ایسی بعض حضرات نے ہاشمیہ کو بڑا یا اور جب دیکھا کہ پھر یہ عباسیہ کی خلش و دشمنی ہوئی تو علویہ کو وضع فرمایا تاکہ مطلب جہولت نکل آوے۔ (اقول) آپ غور فرمادیں کہ آپ کا یہ لکھنا کیونکر صحیح ہو اگر تطویل کلام مغل مقصود ہو تو ہاشمیہ و علویہ کا بڑا نا اور زیادہ تطویل

ہوگی پھر محل کوڑائی کی کیا حاجت سے میقول العبد الفقیر الی مولانا اس قول کے  
 جواب میں ہمارے محیب نے آخراک جس قدر تحریر فرمایا ہے اوس میں حضرت کا اندازہ علم و جہت و غور  
 فہم و ادراک قابلِ معانیہ ہے اور دیکھنا چاہی کہ میں کیا عرض کیا تھا حضرت اوس کے جواب میں کیا  
 فرما رہے ہیں۔ اسی حضرت آپ تطویل کلام سے کیا سمجھی کیا اس سے آپ یہ سمجھ کر بیان شریطہ میں  
 عبارت کو تطویل ہوگی یا آپ نے یہ خیال کیا کہ اثبات شریطہ میں مبتدا بہ خصم تطویل کلام ہوگی  
 اول یہی سلطان ہے جملہ ایسی بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہے نہ ہی باطل ہے کیونکہ  
 ثبوت قیاسی تو نہیں بلکہ ثبوت کا دار مدار کسی اصل شرعی پر ہے جو اسکا خصم کے لئے  
 کافی ہوگی تو اس میں بھی تطویل کلام نہ ہوئے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ شریطہ ملثہ میں مبتدا بہ  
 وقوع کی تمہیم ہے جو محل مقصود ہے تو اسلیئے زیادہ قیود لگا کر اوس میں تفتیل مشترک کی فرمائی  
 اور بعض افراد کے ساتھ میں مخصوص کیا تاکہ اسکا ان وقوع مشترک کی تمہیم کی گفتگو  
 کو ناہ ہو پس ملثہ دعوٰیہ کو بڑا ناگفتگو کو ناہ کرنا ہے نہ طویل کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر قیود مخصوص  
 بڑائی جائیگی اوس قدر تخصیص ہوتی جائیگی۔ معنیٰ معنی ثانی کے یہی توجہ یہ ممکن ہے پس آپ کا یہ فرمانا  
 کہ ملثہ دعوٰیہ بڑائی سے زیادہ تر تطویل ہوگی نہایت عجیب انگیز ہے اور محل سمجھنا اور یہی مادہ عجیب  
 اب بھی کسی سیدہ مفصل گزارش کرتا ہوں بغور و تامل متوجہ ہو کر سنیں اول شریطہ ملثہ وضع ہوئی  
 اور جب بعض دوازد بشوں نے اسکی تمہیم کو محل مقصود پایا۔ اور دیکھا کہ ہر شخص مدعی خلافت اور وجہ  
 شریطہ کا مدعی ہو سکتا ہے تو اسلیئے ثابت کو بڑا یا پر ہی سیدہ تمہیم باقی رہی۔ کہ تمام مذہبی ہاشم  
 عباسیہ وغیرہ مدعی ہو سکتے تھے تو علویہ کو بڑا یا لیکن یہ تخصیص ہے حسب عا کافی نہ ہوئی اور اس میں  
 حنیفیہ کا جدا خورشید لگا ہوا تھا اور حنیفیہ کا حصہ مشترک تھا اور روز کی تخصیص اور آئی  
 دن کے تقلیدات میں بناوٹ کا زیادہ اشتباہ پیدا ہوتا تھا۔ تو اسلیئے اثنا عشریہ دہشتہ دن  
 ایسی یہ لگائی کہ تمام جگہ یہی فیصلہ کر دیا اور کب یا کہ یہ حصہ شخصی ہے کہ بجز خاص بارہ  
 شخصوں کے کوئی امام نہیں اور جو انکی سوا دعویٰ کرے وہ ایسا اور ایسا چنانچہ ہمارے محیب نے

بھی اپنی ہی قول میں اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہے۔ کاش اگر اول ہی سی اس تمہیم کا نام ہی  
 نہ لیتی اور اس حصر کو مہیناتی تو آج یہ وقت کیوں پیش آتی۔ لیکن کیا کریں جب قرون اول میں  
 اسکا پتا و نشان ہی نہیں تھا اول سے کیونکر کر سکتی تھے اگر حضرت مجیب کو دعوی ہو تو ہماری مجیب  
 اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کر دکھائیں۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا  
 کہ یہ محض بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ مگر اگر شرائط ہی میں ادنیٰ تامل سے خیال کیا جاویں  
 تو واضح ہوتا ہے کہ ان شرائط کی وضع ہی شکیک نہیں کیونکہ اوہمیں لازم کو بھی شرائط قرار دیا  
 ہے بحقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہیں جب شارع کسی امر کی نسبت تفصیل فرمادی  
 تو اوہمیں کوئی حالت منتظر باقی نہیں رہتی غایت مافی الباب عصمت و فضلیت لازم ہونگی تو  
 انکو شرائط میں داخل کرنا بالکل لغو اور فضول ہے اور غلط جب نص یا جائیگی تو اوہی لوازمات عصمت  
 و فضلیت بھی پائی جائیگی لہٰذا اسی اذہبت ثبت بلوازمہ۔ **قول** واقعہ میں شرائط ثلثہ ہیں جامع  
 مانع ہیں کہ اگر بخوبی مقصد حاصل و تقریب مرام ہے **اقول** یہ دعوی غلط ہے کیونکہ جب تک  
 انکو ساتھ میں قید حصہ نہ لگائی جائیگی تب تک ہرگز مانع نہیں ہونگی اور جب محتاج انصاف قید آخر ہوئی  
 تو یہ فرمانا کہ اسی تقریب مرام ہی غلط ہے اگر یہ دعوی صحیح ہوتا تو شیعہ میں باہم اختلاف نہوتا  
 آپ شیعہ کے اختلاف بظہور کے اعتقادات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اسکی کیفیت آپ پہ واضح ہو جائیگی۔  
**قول** اگر ہاشمیہ و سلویہ داخل شروط امامت ہیں تو انہیں شرائط ثلثہ میں داخل میں کیونکہ شرائط  
 ثلثہ میں سے کسی بھی ہے اور رض انہیں حضرات کے شان میں ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ بقول ای حدیث  
 اللہ تعالیٰ قریش امامت و خلافت قریش کا ہے حق سمجھتے ہیں نہ غیر کا۔ پس آپکا یہ فرمانا  
 کہ بعد میں ہاشمیہ و سلویہ کو بڑا یا بجائی خود نہیں **اقول** جس قدر افراد خاصہ ہوتی ہیں  
 وہ سب پر عام کے بھی داخل ہو کر تھے ہیں قاعدہ مستندہ اسکا کون منکر ہے لیکن کلام میں  
 ہے کہ عام میں انواع خاصہ کے تقیہ محض وجہ تعلیل مشترک بنائی گئی ہیں اسکا کیا جواب حضرت  
 کی کلام میں یہ ہوتا ہے اور جواب اسکی یہ کہنا کہ خاص ہے اس عام میں داخل ہے نہ خاص

اس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان جواب از ریمان علاوہ اس کے چھ داخل ہونا باضمام تیسری  
تفسیر کر ہے جو کہ خصم اوسکو بھی موضوع قرار دیتا ہے معہذا اگر داخل ہونا ہی باعث ترک  
ذکر شرائط ہی تو بوجہ تلازم نص کے ساتھ عصمت و فضیلت کا ذکر بھی مفائدہ ہے پیرا کی  
تفریح اور فرمانا کہ اضافہ شامیہ و علویہ بجائے خود نہیں محض ایک ذہنی مقدمہ پر متفرع ہوگی  
اس عبارت موجودہ میں ہرگز بجائی خود نہیں۔ **قول** اور چونکہ امامیہ کی نزدیک امامت  
و خلافت شرط ثلثہ ہی متحقق ہوتے ہی نہ مطبق نہ غلبہ نہ حکومت و ریاست ظاہر  
ہے اور جو شخص دن تحقق شرائط ثلثہ متقدسی امر خلافت ہوا اور گواہ حکومت و ریاست ظاہر  
حاصل ہوا وہ خلیفہ مستحق و راشد نہیں ہے۔ پیر عباسیہ کے خلش دور کرنیکی ہمو کیا ضرورت تھی نہ تو  
شرائط ثلثہ سے دور ہو چکی تھی جو اور خلفاء غیر متحققین کا حال ہے وہی عباسیہ وغیرہ کا۔  
**قول** اختلاف بنیامینہ نص کے بابت تو واقع میں ہے موجود ہی باقی ہر عصمت و فضیلت  
وہ ہر دو ایسی چیز نہیں جو بدلتے معلوم ہو سکی تو لامحالہ کسی ایسی بدیہی امر کی طرف ضرورت داعی  
ہوئی جس میں مجال گفت گوز ہی اس سبب سے خلفاء غیر متحققین کے خلش دور کرنے کی ضرورت  
پڑی شامیہ۔ علویہ۔ فاطمیہ وغیرہ ایسی بدیہی چیزیں ہیں جس میں مجال کلام نہیں تو حسباسباب  
مصاحت وقت انکو اضافہ کرتے گئی۔ تو یہ فرمانا کہ ہمو کیا ضرورت تھی یہ محض اسوجہ سے کہ زمانہ  
سابق کو جبکہ باہم شیعہ میں تکاذب و تحالف تھا زمانہ حال پر قیاس فرمایا ہے۔ اور مطبق  
تہر و تسلط سے تحقق خلافت راشدہ کو تعریض مگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اول اسکو دلائل سے  
ثابت کرنا چاہی پیر بعد اوسکو طعن و تعرض فرمادین۔ **قول** اور یہ بات اہل حق ہی نہیں کہتر  
بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص میں انکو مذہب کے شرائط پائی نہیں جاتے وہ ہی ہذا کو خلیفہ مستحق  
نہیں کہتر کو ظاہری حکومت اذکو حاصل ہو چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شروع تاریخ  
و مختلف اربین فرماتے ہیں ولم اور داخل من ادعی الخلافة فخلعوا لیم لہ الامرا کثیر من  
العلویین و قلیل من العباسیین و لم اور داخل من الخلفاء العباسیین لان امامتہم غیر صحیحہ لامول

منہا انہم غیر قرشین وانما ستمہم بالفلمین جہلنا العوام ولا نجدہم بحوسی انتی بقدر الجا  
**اقول** پراس سے کیا حاصل۔ اسکا انکار کس نے کیا تب آپ پہلی اعتراض کو ہی نہیں سمجھ کر  
 اول اس کے بغور سمجھیں اور سوقت جواب دے رہے ہیں۔ **قولہ** اور چونکہ یہ شرائط ثلثہ کتاب اللہ  
 اور احادیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام واقوال صحابہ فخریہ سے ثابت ہیں اور واقعہ میں جامع معان  
 میں اس لیے کہ اور شرائط کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شرائط ثلثہ کی ثبوت کی  
 نسبت کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ در روایات ائمہ کرام واقوال صحابہ فخریہ کا اس وقت دعویٰ  
 فرماتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اپنی اس سہالہ میں ان شرائط کی ثبوت کی بوقت وہ آیات و احادیث و  
 روایات واقوال کہا غار سرین رائی سے برآمد نہیں ہوئی تھی یا فراموش ہو گئی تھی اور نیز اس میں جو ہمارے  
 محیب بکایت بنظر مولوی شفاق اسمہ صاحبہ مدرس ثانی اسکول لدینیہ سے عصمت کے  
 اشتراک میں ہوا اور محیب سب ساکت ہوئی اور ثابت نہ کر سکی اور رک کھائی کیا اس وقت تک  
 یہ آیات و احادیث و روایات واقوال تصنیف و تالیف نہیں ہوئی تھی لیکن یہ تحریر تو مناظرہ پر  
 ہی ہے معلوم نہیں وہ کس دن کے واسطے رکھی گئی ہیں۔ اور شرائط کی نسبت جامعۃ دماغیہ کا دعویٰ  
 ہی بالکل غلط ہے نہ جامع میں نہ مانع۔ جامع تو اسلئے نہیں کہ اوجاب امیر رضی اللہ عنہ اگر  
 مامور بصبر اور وصی بال سکوت تھی تو انہوں نے اس حکم اور وصیت کی برخلاف کیا جو سر پرست  
 تھی اور خلاف عصمت کی نسبت کچھ روایات مذکور ہو چکی ہیں اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ منیر اب  
 عباس سے اور قتل ابوبکر شجع کو ملاحظہ فرمائیجی اور اگر مامور بصبر و سکوت نہیں تھی تو پیر اہل بیت کی دلیل  
 قرآن کی تحریف دین کی تخریب کس نے کرائی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہ سب حضرت کے ذمہ  
 علاوہ اسکی طفل پر حد جاری کرنا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہیں۔ تو اس شرط نے پہلے  
 تو حضرت امام اللہ سید النبیین والمرسلین باخلاص قائم النبیین کو ہی خارج کر دیا۔ بعد اذ انکی امام ثانی  
 شیعہ کو انہوں نے بے وجہ خلافت جو نیابت رسول پر خود بخود ایک غیر مستحق بلکہ بقول شیعہ  
 کافر کے حوالہ کر دی اور اسلام اہل اسلام کو معرض تلف میں ڈال دیا یہ ہی عظم معاصی ہیں تو اس

شرط سے آپ کو ہی خارج کیا۔ انکی بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم بیت المال کے مال میں بجز اچھا دارم کے  
صرف کیا جو حرام تھا اور بپاوش اسکی امام نے انکی زد کو بکا قصد کیا اور نیز تقیہ جو واجب تھا  
ترک کر کے جو انان اہل بیت کو تنبیغ بیدریغ ظالمان کرایا اور نسائے ذرارہ کی ملکیت کو ذلیل  
و خوار کرایا تو آپکی اس شرط نے انکو ہی خارج کیا پیر اب تبلائی جاب مع کیونکر رہی۔ اور اگر ان حضرات  
کی اقوال کو دیکھا جاوی تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ بیج البلاغۃ میں حضرت عثمان کے پیام کے  
جواب میں ارشاد ہے۔ واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت ان لا یكون انما اس سے صاف ثابت ہے  
کہ آپ کو اپنی اہل بیت میں عصیت اور ائمہ کا خوف ہے اور آپ کا یہ ارشاد لا تکفوا عن مقالہ  
بحق و مشورۃ بعد لانی لست بفوق از اخلے یاد آتا ہے شاید بیج البلاغۃ میں یہ بھی بعض  
عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر سہ شرط حضرت شکل شاہ کے قول سے باطل ہوئی جسے اللہ  
علی ذلک اور عدل غنیمت غنیمت اقوال گنہگار میں مذکور ہو چکی ہے با اینہما اگر حضرت مجیب کو دعوی تھا  
تو دو چار سی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ **قول** مگر ان حضرات اہل سنت  
چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدون دلیل عقلی و نقلی محض موقع و فرصت یا کربلہ بن علی  
اہل سنت ہوں ایسی اصول وضع کرنیکی اس شد ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اقول  
اہل سنت ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت یا کربلہ بن علی یا دیگر  
خلافت و عقلی نقلی سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکی خلافت  
ثبوت کتاب اللہ سے مثل روز روشن و شمس اور ائمہ کو ہی لو کہی اقتدار کا حکم تھا اور ہرگز اجازت نہ تھی  
کہ انکی مقابلہ میں دم ماریں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام ائمہ کا اوکلی مطیع رہنا ہے انکی حقیقت فطرت  
کو یہی شاید عدل کافی ہے پس ایسی خلافت تہمید جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتا بیت ہی انکو موید تھی اور اصول  
و شرائط خلافت کو یہی اہل سنت و جماعت کی اور بعد اللہ وضع اہل سنت کے ماخذ صحیحہ سے تو راہی تھی ان اصول سے تو اہل سنت  
انکی انکیز جیج جو کلام ہے ہر قولہ اور جب غور و فکر کریں یہ اہل سنت کے شرائط اللہ نہایت ہی درست ہیں تو باوجودیکہ ہر  
صفت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان میں سے

۱۔ یہ کہ ان حضرات اہل بیت کو تنبیغ بیدریغ ظالمان کرایا اور نسائے ذرارہ کی ملکیت کو ذلیل و خوار کرایا تو آپکی اس شرط نے انکو ہی خارج کیا پیر اب تبلائی جاب مع کیونکر رہی۔ اور اگر ان حضرات کی اقوال کو دیکھا جاوی تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ بیج البلاغۃ میں حضرت عثمان کے پیام کے جواب میں ارشاد ہے۔ واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت ان لا یكون انما اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ کو اپنی اہل بیت میں عصیت اور ائمہ کا خوف ہے اور آپ کا یہ ارشاد لا تکفوا عن مقالہ بحق و مشورۃ بعد لانی لست بفوق از اخلے یاد آتا ہے شاید بیج البلاغۃ میں یہ بھی بعض عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر سہ شرط حضرت شکل شاہ کے قول سے باطل ہوئی جسے اللہ علی ذلک اور عدل غنیمت غنیمت اقوال گنہگار میں مذکور ہو چکی ہے با اینہما اگر حضرت مجیب کو دعوی تھا تو دو چار سی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ **قول** مگر ان حضرات اہل سنت چونکہ ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل ہیں جو بدون دلیل عقلی و نقلی محض موقع و فرصت یا کربلہ بن علی اہل سنت ہوں ایسی اصول وضع کرنیکی اس شد ضرورت تھی چنانچہ انہوں نے ایسا کیا اقول اہل سنت ہرگز ایسی خلفاء کی خلافت کو قائل نہیں ہیں جو موقع و فرصت یا کربلہ بن علی یا دیگر خلافت و عقلی نقلی سے ثابت نہیں ہے بلکہ ایسی خلفاء کی خلافت کے قائل ہیں جنکی خلافت ثبوت کتاب اللہ سے مثل روز روشن و شمس اور ائمہ کو ہی لو کہی اقتدار کا حکم تھا اور ہرگز اجازت نہ تھی کہ انکی مقابلہ میں دم ماریں۔ یا چون و چرا کریں۔ تمام ائمہ کا اوکلی مطیع رہنا ہے انکی حقیقت فطرت کو یہی شاید عدل کافی ہے پس ایسی خلافت تہمید جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتا بیت ہی انکو موید تھی اور اصول و شرائط خلافت کو یہی اہل سنت و جماعت کی اور بعد اللہ وضع اہل سنت کے ماخذ صحیحہ سے تو راہی تھی ان اصول سے تو اہل سنت انکی انکیز جیج جو کلام ہے ہر قولہ اور جب غور و فکر کریں یہ اہل سنت کے شرائط اللہ نہایت ہی درست ہیں تو باوجودیکہ ہر صفت بلکہ میں ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان میں سے

دو شرطیں یکم کہ ہیں **اقول** شرط ثلثہ کی دستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو رہی دیکھی اگر کچھ خود  
 ہی انکی دلائل کی طرف متوجہ ہوتے ہوگی تو آپ کا دل ہی جانتا ہوگا کہ دلائل سے ثابت ہیں یا نہیں اور دوسرا شرط  
 تسلیم کرنا وہ غلطی ہے جو آپ کی زبان پر جاری ہے اور چند بار اس پر ہم متنبہ کر چکی ہیں **قول** اور چونکہ  
 عصمت کی طرح خلفاء ثلاثہ میں ثابت نہ کر سکتی تھی اسی کی مانی سے مجبوری **اقول** حسب مقتضایہ  
 اہلسنت کا مقتدا پیشوا مسائل و فیہ میں کتاب اللہ و سنت ہی وہ خلاف ادکی کوئی امری میں  
 ثابت نہیں کرتے اور جو بقدر ثابت ہو گیا اس میں چون و چرا نہیں کرتے بخلاف مقتدایان شیعہ  
 کہ انہوں نے اپنا مقتدا اپنی اسوا کو قرار دی رکھا ہے خلاف کتاب سنت جسکی لپی جو دل چاہتا ہے  
 کر دیتی ہیں اور جس سے جو دل چاہتا ہے حسب موقع سلب کر دیتی ہیں نہ کتاب سنت کو دیکھتے ہیں  
 نہ ائمہ کی سنتی میں منجملہ انکی یہ سلسلہ عصمت ہے کہ زبردستی ائمہ کے سر منڈ ہتی ہیں حالانکہ نہ کتاب اللہ  
 اسکو مساعت کرتی ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے پس اہلسنت کو اس سلسلہ  
 مانی ہے مجبوری اسوجہ سے ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں نہ وہ کہ جو ہماری تحسین  
 کمان کیا چاہتا ہے دوسری دونوں شرطوں کا ہی اسوجہ انکار کیا گیا ہے **قول** مگر خلفاء ثلاثہ کے لیے بنیاد  
 کی عصمت میں قبح کرنے لگو **اقول** اس سلسلہ کا مطلب تو آپ یا آپ کی مذہبی بیگانگی  
 خلفاء کے لیے انبیاء کی عصمت میں قبح کرنے سے کیا اور اگر یہ مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم  
 نہیں سمجھا کرتے اور انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کریں گے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئیگی  
 اسی انبیاء کی عصمت میں قبح کر کے انکو بھی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہیں تاکہ افضلیت لازم  
 نہ آوی تو یہ تو بالکل غلط اور ادبیات ہے کہ مذہب اہلسنت کے خلاف ہی صریح مذہب اہلسنت یہ ہے  
 کہ انبیاء معصوم ہیں اور سوا انبیاء کی کوئی شخص خلفاء میں سے ہو یا ائمہ میں سے ہرگز معصوم نہیں  
 اور اگر کچھ درمرا ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنی میں میں اعتبار کر رہا ہے تو صاف طور پر یہ  
 کرنا چاہیے کہ بات اصل یہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسیکو بڑا لای میں تو یہاں تک  
 بڑا کرتے ہیں کہ اسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہیں اور گراتے ہیں تو یہاں تک گراتی ہیں کہ حد

مقتدا پیشوا مسائل و فیہ میں کتاب اللہ و سنت ہی وہ خلاف ادکی کوئی امری میں ثابت نہیں کرتے اور جو بقدر ثابت ہو گیا اس میں چون و چرا نہیں کرتے بخلاف مقتدایان شیعہ

اعتدال سے نکال دیتی ہیں مثلاً اسی سیدہ عصمت انبیاء میں یہاں تک بڑھی کہ صفائے کبار سے بھی  
 و بعد اقبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا یا گرایا تو یہاں تک گرایا کہ انبیاء کی نسبت کفر اور حسد وغیرہ  
 سے بھی دریغ نہ کیا ائمہ کی نسبت یا تو یہاں تک مبالغہ کیا کہ حسینؑ میں سے بھی ان کا درجہ اونچا کر دیا یا گرایا  
 تو یہی نوبت پہنچائی وہ امور ان کی طرف منسوب کیے کہ کفار و فجار کو بھی ان کی نسبت سے سنگ عار ہو  
 فروغ میں آئی اسی مثال ہے کہ مثلاً صوم کی یہاں تک احتیاط کہ پانی میں غوطہ لگانی سے بھی ٹوٹ جاتی ہے  
 احتیاطی کے تو یہاں تک کہ اعلام سے بھی ٹوٹی پس مذہب کیا ہی منرارفع السودا کی بھویا مدح ہے کہ کبھی  
 عرش پر بیٹھا دیا اور کبھی تخت الشرائین گرا دیا یا میر و میر انیس کے مرثیوں کے مذہبین ہیں  
 کہ ہر شعر میں بیشمار مبالغہ کی گہمت جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایسی لوگوں کو واسطی فرمایا ہی  
 جو نہج البیان میں کئی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے یہاں تک کہ صفائے محب مفرط مذہب بہ  
 الحب غیر الحق و مبغض مفرط مذہب البغض غیر الحق و خیر الناس فی حالا النمط الاوسط  
 قال زمرہ والزمر السواد الا عظم فان ید الله علی الجماعۃ انتہی بقدر المحترم و نہج البیان  
 میں دوسری جگہ فرمایا یہاں تک کہ جلان محب مطرو باہت مقتر حب ارشاد جناب امیر رضا  
 تمام فرق شیعہ و خوارج و نو اصحاب و عید میں داخل ہوگی کس قدر اطراء فی المدح اور قراط فی المحبت ہے  
 کہ حضرت کا مرتبہ انبیاء سے بھی بڑا دیا جس سے اللہ تعالیٰ اہلسنت بیان ہی ثابت الاعتقاد اور براہ  
 القدر سے انبیاء کو انبیاء کی درجہ میں رکھا اور خلفاء کو ان کی درجہ میں رکھا نہ ان کی درجہ میں اعتدال سے  
 کمی بیشی کی تو ان کی درجہ کو اعتدال سے کہٹا یا بڑھا یا۔ اور اگر روایات شیعہ کا تتبع کیا جاوی تو مزاحہ ثابت  
 ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کی وجہ سے عصمت انبیاء میں جرح قدح کیا ہی۔ حضرت آدم علیہ السلام  
 کی انکار امامت کے روایت اور حسد کا قصہ اور نمر کا ذکر اور مذکور ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں روایات قوم  
 ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بقدر مصائب الامم میں مبتلا ہوئی سب بوجہ انکار امامت ائمہ متبلا ہوئی

۱۔ قریب ہے کہ میری باب میں دو گروہ ہلاک ہوئے ایک تو افراط کے ساتھ مجکود دست رکھنے والی کہ میری محبت ان کے ساتھ کی طرف سے بھی بگڑے  
 نہایت دشمنی رکھنے والے جن کو دشمنی بنفس کی طرف سے بھی بگڑے۔ اور میری باب میں بنی حنیفہ والی سب سے بھیڑ میں پس ضرور ہوا کہ اور شیعہ کی مخالفت کو  
 اختیار کر دیکر جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہو ۱۲۔ ہلاک ہوئے میری باب میں اور شخص افراط کے ساتھ دوست رکھنے والا اور دشمنی بیتان ہاتھ ہو ۱۳۔

اور یہہ اولکو نہ اسی انکار کو دیکھنی اس سے اہل انصاف و عقلا صاف سمجھ سکتی ہیں کہ حضرات شیعوہ  
 ہی ائمہ کی یہی انبیاء کی عصمت میں جرح و قدح کی ہی نہ اہل سنت نے قولہ غرضکہ امامت  
 و خلافت کے بارہ میں ان حضرات کے اقوال نہایت ہی مضطرب ہیں اگر حضرت محیب یہ سلسلہ جاری  
 رکھیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ بحث امامت میں انکا ذکر بخوبی آئیگا۔ اقول سہم نہیں ہماری  
 محیب نے یہ نتیجہ کس سلسلہ کا سبق سے پیدا کیا ہے اور پہلے کونسا اختلاف و مضطرب امامت کا مسئلہ  
 امامت میں ذکر کیا ہے جس طرف یہ غرض آیا کرتے ہیں۔ اگر بالفرض امامت کو مسئلہ امامت میں ہم  
 اختلاف ہو تو یہ اختلاف کچھ اللہ تعالیٰ کچھ قاض نہیں کیونکہ امامت کی نزدیک مسئلہ امامت  
 فروغ میں ہے اور بالاتفاق اختلاف فی الفروع ممنوع نہیں ہے حالانکہ امامت میں اس کے بابت  
 کوئی مسئلہ یہ اختلاف نہیں ہے لیکن اگر اختلافات فرقہ شیعوہ کو غرض ہونا اور اختلافات فرقہ امامیہ کو  
 دیکھا جاوے اور آپس میں ہم جو کچھ نہافت و تناقض کا زب و تجا حد سے اسکو غور کیا جاوے تو اختلاف  
 آیت و کفر اللہ المؤمنین القتال زبان سے نکلتی ہے اور آیت اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوا دِیْنَهُمْ وَكَانُوا شِیْعًا  
 جَنُّهُمْ فِی سَعَتٍ اَوْ سَیْرًا صَادِقَاتِی ہر خوف تقویٰ سے اور یہ مقام میں تہفیلے دست طراوی ہے ورنہ اس  
 کو ہم سبط کے ساتھ یہ تحریر میں لاتے لیکن جب کہ اس اختلاف کو دیکھنے کا شوق ہو وہ مبسوطات  
 مثل مواقع و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ کو دیکھے۔ لیکن سب سے عجیب یہ ہے اس گندار میں پرنا خوش نہوں  
 کیونکہ یہ اختلاف فرقیقت آپا یا آپا کا برعکس تصور نہیں ہے بلکہ حسب تقریحات قوم یہ کہتے تو  
 تو خضر سی کی دوبائی ہوئی ہے یہ اختلاف تو بقول حضرات شیعوہ ائمہ کا والا ہوا اور ان ہی کا تعلیم کیا ہوا  
 کلینی میں باب اختلاف الحدیث میں منصور بن ابی الجانم سے روایت ہے قلت لابی عبد اللہ اسئدك  
 من المسائل فحسبہ فیہا بالجواب ثم حجتك غیر فیجب الجواب اخر قال التاجی الناس علی الزیادۃ والنقصان  
 اور بحوالہ انوار میں ہے عن محمد بن بشیر و عن زید عن ابی عبد اللہ قال قلت لہ لیس شیعی شیعہ علی من اختلاف

شیعوہ کی طرف سے

کے منصور بن ابی جازم کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ میں آپ کے مسئلہ پر پہنچا ہوں آپ اس میں کچھ جواب دیتے ہیں  
 پر دوسرے شخص آپ کو پاس آتا ہے اور اسکو آپ دوسرا جواب فرماتے ہیں۔ فرمایا گو گو کہ ہم کم و بیش جواب دیتی ہیں پہلے  
 آدمی کہتا ہے کہ میں امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ مجھ کو کئی چیز تارسی اصحاب کی اختلاف سے زیادہ سخت ہے میں ۱۲۔

اصحابنا قال لك من قبله اور پھر میں ہر عز زارۃ غرابی جعفر قال قال سالۃ عن مسئلۃ قاجانی قال ثم جاء  
رجل فسال عنها قاجانی بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل فسال عنها قاجانی بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج  
الرجل اذ قلت يا ابن رسول الله رجلا من اهل العراق من شيعتك قد مايسلان فاجبت كل واحد منهما بما  
ما اجبت بالاخر فقال باذراۃ ان هذا خير لنا والبقی لنا ولكم ولو اجتمعوا علی امر واحد بقصدكم الناس ولكن  
اقل نفاشا وبقاكم فقلت لابی عبد الله - الى ان قال قاجانی بمثل جواب ابي اور پھر میں ہر عز زارۃ غرابی جعفر قال  
قال اني لا تكلم على سبعين رجلا في كل ما اخرج - نقلا عن ارقام - تو ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے  
کہ یہ اختلاف فی الدین حضرات ائمہ کا ہی مقصد کیا ہوا ہے اور واضح ہے کہ اسکی تاویل میں اختلاف انتہی  
رحمتہ کو پیش نہ کیجیگا کیونکہ حسب تصریح صدوق جو عمل الشرائع میں ہے اس حدیث میں اختلاف سے مراد  
اختلاف فی البدلہ ان سے نہ اختلاف فی الدین - پس اپنی اختلافات و اضطرابات سے انماض کر کے اہل حق  
کی طرف اضطراب و اختلاف منسوب کرنا طرفہ تماشہ ہے - قال الفاضل المحیب - قولہ - پس  
جناب مخاطب کا یہ قول (ماخذ ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ کا وقوع ہے) صحیح  
خود نہیں - اقول - معلوم نہیں کہ جناب مجیب نے اپنی کس قول و مقدمہ پر یہ تفریع فرمائی ہے  
اگر اصول خلافت سے خود کو اول دلیل تحریر فرماتے اور پھر خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر انکو ثابت  
کرتے بعد میں ایسا کہتے تو مضائقہ نہ تھا - اب جناب کا یہ قول بجائے خود معلوم نہیں ہوتا یہ قول  
العبد الفقیر الی مولاه العتبی حضرت مجیب نے یہ عجیب قسم سے اعتراض فرمایا ہے  
شروع سے کچھ مفہوم نہ آیا اور آخر سے کچھ اور سمجھ میں آتا ہے اول تحریر فرمائی میں معلوم نہیں کہ یہ تفریع کس قول و مقدمہ  
پر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفریع اسوجہ سے غلط ہے کہ مابین میں اسکا مفرع علیہ کوئی قول و مقدمہ نہیں ہے  
اور آخر میں کہتی ہیں کہ اگر اپنی اصول کو بدل لیں کہ خلافت پر ثابت کرتے اور پھر تفریع کرتے تو صحیح تھا

اس پر فرمایا یہ میری طرف سے ہی ہے

۱۔ فرمایا یہ میری طرف سے ہی ہے ۲۔ زرارہ کہتا ہے کہ میں امام ابو جعفر سے ایک مسئلہ پوچھا آئے مجھ کو جواب دیا ہر دو سے شخص نے اگر پوچھا  
اوکو میری جواب کے مخالف جواب دیا ہر تیسری شخص نے پوچھا اوکو ہم دونوں کے جواب کے مخالف جواب دیا جب وہ دونوں گئی یہی غرض  
اسی ہوا کہ فرزند علق کو وہ شخص ایک شخص میں سے پوچھنے کے لیے حاضر ہوئی آئے ہر ایک کو دوسری مخالف جواب دیا فرمایا اے زرارہ ہماری یہی ہمت  
اور ہمارے ہمتی ہی تھا کہ اسکا جواب دے کہ تم ایک پر اتفاق کر دگی تو تمہارا قصد کریں اور تمہاری ہمتاری اتفاق کریں گے امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا

اعمی تا می معلوم می نماید که مخرج علی بن ابی طالب چون چه در لیکن چنانکه در این کتاب آمده است که مخرج علی بن ابی طالب  
 منقلب گشته است و در پهلوان قمر بنی هاشم که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است  
 که در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است  
 ذکر این بابی صحیح است و آنکه در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است  
 و نه این که در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است  
 فصل اول در مخرج علی بن ابی طالب و مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است که مخرج از کوفه است که در این کتاب آمده است  
 حل و عقد از علما و قضایا و امر و وجوه و اسامی که حضور ایشان میسر شود و اتفاق اول حل و عقد جمیع بلاد اسلام شرط نیست زیرا که آن  
 است و بعیت یک دو کس فایده ندارد زیرا که حضرت عمر و خطبه آخر خود فرموده اند فمن بايع جلا علی غیر مشور من مسلمین فلایا بیه و الله  
 بالیة ففرقة ان یقتلوا و اتفاق خلاف حضرت صدیق اطریق بعیت بوده است طریق دوم استخلاف خلیفه است بجمیع شروط  
 یعنی خلیفه عادل مقتضای نص مسلمین شخصی از میان جمعیست و خلافت اختیار کند و جمیع علما و دانشمندان را بر او بیعت کنند یا خلافت وی  
 وصیت نماید یا تمام وی پس این شخص میان جمیع جمعیست بیعت کند و قوم را لازم است که با این شخص خلیفه سازند  
 اتفاق خلاف حضرت فاروق بن علی طریق بود - طریق سوم - شوری است و آن است که خلیفه شایع گرداند خلافت را  
 در میان جمعی از جمعیست شروط و گوید از میان این جماعت هر که اختیار کند خلیفه او باشد پس بیعت خلیفه  
 نشاء کنند و یکی را معین سازند و اگر برای اختیار شخصی یا جمعی را معین کنند اختیار و آن شخص را میان جمعیست  
 باشد و اتفاق خلاف ذی النورین بن علی طریق بود که حضرت فاروق خلافت را در میان شش کس شایع ساختند و آخره  
 عبد الرحمن بن عوف برای تعیین خلیفه مقرر شد و ذی النورین با اختیار نمود و طریق چهارم این است چون خلیفه بمیرد  
 شخصی تصدی خلافت گردد و بعیت استخلاف همه بر خود جمع سازد یا بیعتان قلوب یا قهر و نصب قبایل خلیفه شود و لازم  
 گردد بر مردمان اتیان فرمان و در آنچه موافق شرع باشد و این در نه است یکی آنکه مستولی بجمع شروط باشد و صرف منازعین  
 کند بصلح و تدبیر از غیر از کتاب محرمی و این شریک است و خصم و اتفاق خلاف معاویه ابن ابی سفیان بعد از حضرت  
 رضی بعد صلح امام حسن بن علی بود و از این بعد از حاکم بن غزو و یابی که به جوار طریق اتفاق خلافت کرد که بی بین  
 کس شیعی که بهی دلیل عقلی یا نقلی ثابت گشته است که این کتاب خاص است و این باب در این کتاب مذکور است



حق ہونگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء و منصوص ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اوضاع و احوال کہ جن پر یہ خلافت  
 حق مبنی تھی وہ ہی حق ہوئی۔ تو پھر یہ کہنا کہ جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطع نظر حقیقت  
 عند اللہ سے تحقق خارجی محض ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپ کو کچھ مفید اور نہ ہم کو کچھ ضروری کیونکہ جب وارد ارقیت  
 خلافت کا نفس پر ہوا تو اگر بالفرض یہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہ ہوں تو یہی خلافت خلفاء و منصوص  
 میں کچھ نقص نہیں بلکہ برعکس اس کو وجہ حقیقت خلافت کی یہ اصول ہی حق ہو جائیگی اور اگر مراد یہ ہے کہ وہ اصول  
 جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے تو یہ ہی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوص ہو کر حق  
 ہو چکی تو اس کی حقیقت کسی اصل پر موقوف ہونگی اور اس کی حقیقت کے دھکم کوئی حالت مستطرہ باقی نہ رہے گی  
 اگرچہ اس تقریر سے لزوم دو کا بطلان بھی واضح ہے لیکن مناسب ہے کہ بغرض رفع ظلمان حضرت مجتبیٰ ص  
 پیرایہ میں اس کو ادا کیا جاوے۔ پس سنی اس قیاس میں اگر توقف سے مراد توقف حقیقت ہے تو صغریٰ کا ذہن  
 اور قیاس غیر منتهج اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبریٰ کا ذہب اور قیاس عقیم پس لزوم توقف  
 الشی علی نفسہ باطل۔ دوسری یہ کہ اس قیاس میں جہت توقف متحد نہیں کیونکہ صغریٰ میں بطور نفس وقوع  
 کی ہے اور کبریٰ میں بطور حقیقت کے تو حد اوسط مکرر نہوا تو نتیجہ کاذب ہوگا غرض ہر کیف ازالہ الخفا  
 و کجہ کر یہ سمجھنا کہ خلافت راشدہ ان اصول پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اس کی کچھ ضرورت باقی نہیں رہی  
 کہ دوسری سلک پر جواب کے تقریر کیا ہو کیونکہ مبنی اعتراض کا مسلک اول پر ہی تھا لیکن تبرہا ہم دوسری  
 سلک پر بھی مختصر جواب کے تقریر کرتے ہیں تاکہ ہماری محبت کے دل میں کوئی ہوس و انتظار باقی نہ رہے  
 اس مسلک پر ہم کہتی ہیں کہ وہ اصول جن پر خلافت کا تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہیں بلکہ اول  
 ادن اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اس پر متفرع تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ اول بیعت صدیقی  
 بیعت حل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے اور حجیت بیعت اہل حل و عقد آیت کنتم خیر امت سے ثابت ہے  
 اور نیز اس کی صحت حقیقت کلام جناب امیر المومنین جو چند جگہ نجم البلاغۃ میں مذکور ہے اور خود شارح ہج  
 البلاغۃ سے مفہوم ہوتا ہے (۱) انما الشوری للمہاجرین ولا تضار فان اجتمعوا علی  
 رجل و سموہ اماما کا لفظ ہے سپر جو کچھ مجتبیٰ کا اعتراض ہے اور اس کو دلیل الزامی قرار دی ہے

اسکا جواب ہم اسی موقع پر بیان کریں گے۔ مگر مختصراً یہاں اس قدر جتنا چاہی کہ خود اس عبارت کی اس  
اور دوسری عبارت کا جو اس بارہ وارد ہوئی میں اسکا کذب ہی۔ (۲) لانا بیعہ ولحد لا یشتے  
فہا النظر ولا یتانف فیہا الخیار الخارج منها طاعن المروءی فہما مداہن (۳) وکانت  
امیر اللہ علیکم تد وعنکم تصدروا لیکم ترجع قولہ وکانت امور اللہ الی قولہ ترجع ای انکم  
کنتم اهل الاسلام والحل والعقد فیدل انہم المهاجرون والانصار  
شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یخیرھا  
عامۃ الناس ما الی ذلک سبیل ولكن اهلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس لنا ہذا ان یرجع ولا  
ازینجا الا واکا قاتل ہلین جلا علیہ السلام الذی ترجمہ این عبارت بزبان زوری امامیہ کہ طاعت  
حسن نام دست نیست و قسم زندگانی من اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان منی باشد  
بالنقاد امامت را ہی در ہیچ زمان و این جواب انہا معاویہ است و اہل شام اجماعاً را بر بیعت آن امام علیہ السلام  
بنا بر آنکہ اجماع محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام باین وجہ کہ اجماع  
بر این وجہ امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اور اور غایت دشواری می شمارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع  
اتفاق اہل حل و عقد است از امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بر امری از امور چنانچہ اشارہ فرمود بہ ان لیکن  
اہل امامت حکم میکنند بیکہ غائب است ازان پس ازان نیست مرخصہ راضی را ہیچو طلحہ زیر کہ نیست  
رجوع نماید و نہ غائب را ہیچو معاویہ کہ اورا برائی خویش اختیار سازد۔ الخ۔ نقلاً عن زائد النعین۔ اور بیعت  
اہل و عقد صحیح ہوئی تو بیعت صدیقی حق ہوئی اور چونکہ خلافت ہما ہی باقیہ اسی پر متفرع از بیعتی من  
ہی معہ اصول خود صحیح اور حق ہوئی اور اگر نجیب بسبب بعض صحابہ کی خسر کا خیال کریں تو اولاً اسکا  
جواب خود ارشادات جناب امیر من موجود ہی معہذا یہ ثابت فرمادین کہ یہ تا خسر بوجہ فوج و متخلف نہ انہما  
تہا جب تک یہ ثابت نہوگا او سوقت تک اعتراض لغو اور فضول ہوگا۔ تو اس سلک پر برعکس دعوی  
خلافت کو لیکن اصول کا ماخذ ہونا مثل روز روشن ظاہر ہر باہری اور نیز ہم صادرہ علی المطلب وجہاً و نفی  
برآب بلکہ معان سراب ہی۔ ہماری نجیب کی تقریر اعتراض کے جتنے مثال ہی عجیب غفل کہ اہی حلیت

نہ سیکھا ہوا دھنکے چنے کا قصد کرتا ہی اور گرجا بھی ہر جگہ پائون رکھتا تھا کسی جگہ ہی تفریق افراسن ماجوا کے  
 ہینک ہمیں پیر پر دعویٰ کیا کچھ پس مسلک ثانی پر ماخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول کو  
 موضوع کہنا بالکل غلط ہے اور مسلک اول پر خلافت کو ماخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہے چنانچہ  
 پہلی تحریر میں ہی اس کی طرف ایسا کیا گیا تھا لیکن اس کی نسبت یہ کہنا کہ بطور خود چند اصول  
 وضع کیے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اس پر موضوع ہونے کا  
 اسماق کیا جاوے تو تمام دین موضوع ٹھہر گیا۔ علی الخصوص اس شیعہ کا تو دین اصول و فروع جو اکثر فرقہ  
 ائمہ ہی سے پہچان خود ہی قطعاً موضوع ہو گا غرض کہ مطلقاً خلافت کا ماخذ ہونا محل افراسن نہیں ہے۔ اگر اول  
 منصوبیت خلافت باطل کرتے اور بعد اس کی یہ لکھتے تو منافی تھا۔ اور یہ قول اب قطعاً بجای خود نہیں  
 پس میری گزارش کے تردید اس بنا پر ہے کہ نہ ازالتہ مخفا کے مطلب کو سمجھا اور نہ وہ کی گزارش کو نظر ثانی  
 انصاف کو ملاحظہ فرمایا سو خبر اس کا کچھ سراج نہیں۔ قال الفاضل المحیب۔ قولہ کیونکہ تحقیق  
 یہ کہ حضرات شیعہ کا تھا کہ سنیوں کی اصول موضوعہ کا محض ابطال خلافت خلفائے رضی اللہ عنہم  
 ہے جس قسم الزام اہلسنت کی طرف نسبت فرماتی ہیں۔ اقول۔ شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ  
 اور ادنیٰ دلائل نقلیہ سے جو موبد عقل ہوں ثابت کرتے ہیں اور حکامات کو ہی اصول سے جاتی ہیں  
 اس اصول کو ہی مثل اور اصول کی اسیر دلائل سے ثابت کرتے ہیں بقول العبد الفقیر لے مولائے  
 ہماری حضرت محیب جن دلائل کو عقلیہ تصور فرما رہا ہے وہ نے تحقیق صورت خیالیہ و دہمیز  
 علاوہ ازین جس قدر مخالف فرماتے ہیں سب اپنی اپنی اصول کے نسبت اس طرح شد و مد سے صحت  
 و حقیقت کے قائل ہیں۔ اگر یہ دعویٰ بلا دلیل معتبر تو سب فرقہ کے حقیقت کے قائل ہو جی۔ ورنہ  
 اپنی اصول کے لیے دلائل حقہ کی کس کجی ہے۔ ہم جانتے ہیں غور و تامل سے بنظر انصاف دیکھتی ہیں تو حضرت  
 اصول مخصوص دین کہیں اس دعویٰ کی تضاد میں نہیں پاتے۔ ائمہ کا بیاہر اس افضل ہونا آپ ہی فرمایا  
 کہ یہاں تاولیہ میں ہے کہی۔ ائمہ اور ان کی ہمار کی رحمت۔ امام آخر الزمان کی غیبت۔ وجوب  
 علی اللہ تعالیٰ حسن و جہ عقلی۔ مساوات اول الائمہ کی خاتم الانبیاء کے ساتھ جیسا صاحب نفع

بعض اصول فقہیہ و دلائل عقلی و نقلی سے ثابت نہیں۔

اپنی شرح میں تصریح کی۔ ائمہ کے عصمت اور علم کا ان دوا کیوں اختیار موت و حیات وغیرہ بہت سنا ہے  
ہیں کہ انہیں صرف جہلیات و اقناعات پر ہی قانع ہیں اگر انصاف سے ملاحظہ فرماویں تو حقیقت حال  
منکشف ہو جاوی۔ لیکن جب عقل و انصاف کو کام میں نہ لاویں تو اختیار ہی جو دل چاہی فرماویں باند  
قلم کو کون روک سکتا ہے۔ **قول** اور ہر امر کی ثبوت کر لینی مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہے **اقول**  
اگر مقدمات و شرائط واقعی نفس الامری مراد ہیں تو مسلم لیکن حضرت مجیب کو مفید نہیں کیونکہ شرائط مقبولہ  
کو یہی نفس الامری ہونا غیر مسلم اور اگر عام مراد ہے تو خود غلط ہے **قول** پس یہ نظر تحقیق میں بابر  
غور کیا تو عقل سلیم و کتاب خدا و ائمہ علیہم السلام روایت رسول کریم در روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے  
بخوبی ثابت ہوا کہ عصمت و نبوت و خصوصیت خلافت و امامت کے لوازم ہیں چنانچہ اگر ان شرائط کو ضروری  
سمجھا۔ **اقول** عقل سلیم تو دہریہ ہی جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور تمام فرقہ نشینہ کو عموماً قائل ہے  
محرمت ہوئی اور کتاب سلیم وہ ہوگی جو جناب امیر نے ایام خلف بیعت گہر کے اندر تخلیہ میں جمع فرمایا  
اور ائمہ میں سے ہر ایک کی پاس بھی بعد دیگری صندوق تقیہ میں بند چلی آئی اور احادیث رسول کریم  
در روایات ائمہ کرام وہی ہیں جو حضرات زراہ اور موسیٰ الطاق وغیرہ مقتدا یا ان قوم جنگجیوں کے  
نہ کو ہو چکا ہے ان ہی صدیقین کے واسطے حضرت شیخین شائع اور شہر ہوئی۔ اور اقوال صحابہ  
انہیں صحابہ کی ہونگی جنکی مفصل حالات متقدمین پتا خیرین طائفہ اشکاف بیان فرمائے جسے آئی  
او یکقدر سابق میں گذارش ہی ہو چکا۔ پیرائیں سلسل اور ایسی کتاب اور ایسی احادیث و  
روایات اور ایسی اقوال بہ ناز و افتخار فرمانا ہماری حضرت مجیب جیسے مصنف و شہنشاہ کا ہی کام ہے  
ہم تو جہاں تک غور کرتے ہیں تو اسکو خلافت عقل اور خلافت کتاب اللہ اور خلافت احادیث رسول اللہ  
اور خلافت ائمہ و صحابہ پاتے ہیں۔ اور اسلیئے شرائط ثلثہ کو ضروری نہیں سمجھتے **قال** **قول**  
ایاکم علیٰ ہذا آیت صلاۃ علیہ **قول** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفاء و ثلثہ میں بالمدہ مفقود ہیں  
اور اصل سنت بلکہ خود خلفاء ہی اسکی مقررین ایسی اونکی خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد  
نیابت رسول ہی نہیں جانتی۔ **اقول** یہہ شرائط ثلثہ سید حضرات ائمہ میں ہی بالمدہ

اجالی صحرور در باره شورش ثقات کا ابطال

مفقودین چنانچه با عترت ائمہ ثابت ہر توادکی امامت و خلافت رشده کو ہی نائی چونکہ مقام سبط نہیں  
 پہلی چند روایات پر گفتا کرتا ہوں نظر انصاف ملاحظہ فرمائی صحیفہ کاملہ میں تو آپ بطور درود برتر  
 ہر مومنی گرجھی ہر معانی ہی تو فرمائی۔ قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف البقین  
 والی اشکوئی سوء مجاورت و طاعت نفسی۔ ایضاً انا الذی افسنت الذنوب عمرہ۔ نہج البلاغۃ  
 میں ہر فیاضی باب میری نقل فرماتے ہیں۔ لا تکفوا عن مقالہ حق و مشورہ بعد ازانی لست بفوق  
 ان لخطی ولا امن من ذلک فی فعلہ لغیر ایضاً <sup>۵۳</sup> <sup>۵۴</sup> <sup>۵۵</sup> <sup>۵۶</sup> <sup>۵۷</sup> <sup>۵۸</sup> <sup>۵۹</sup> <sup>۶۰</sup> <sup>۶۱</sup> <sup>۶۲</sup> <sup>۶۳</sup> <sup>۶۴</sup> <sup>۶۵</sup> <sup>۶۶</sup> <sup>۶۷</sup> <sup>۶۸</sup> <sup>۶۹</sup> <sup>۷۰</sup> <sup>۷۱</sup> <sup>۷۲</sup> <sup>۷۳</sup> <sup>۷۴</sup> <sup>۷۵</sup> <sup>۷۶</sup> <sup>۷۷</sup> <sup>۷۸</sup> <sup>۷۹</sup> <sup>۸۰</sup> <sup>۸۱</sup> <sup>۸۲</sup> <sup>۸۳</sup> <sup>۸۴</sup> <sup>۸۵</sup> <sup>۸۶</sup> <sup>۸۷</sup> <sup>۸۸</sup> <sup>۸۹</sup> <sup>۹۰</sup> <sup>۹۱</sup> <sup>۹۲</sup> <sup>۹۳</sup> <sup>۹۴</sup> <sup>۹۵</sup> <sup>۹۶</sup> <sup>۹۷</sup> <sup>۹۸</sup> <sup>۹۹</sup> <sup>۱۰۰</sup> <sup>۱۰۱</sup> <sup>۱۰۲</sup> <sup>۱۰۳</sup> <sup>۱۰۴</sup> <sup>۱۰۵</sup> <sup>۱۰۶</sup> <sup>۱۰۷</sup> <sup>۱۰۸</sup> <sup>۱۰۹</sup> <sup>۱۱۰</sup> <sup>۱۱۱</sup> <sup>۱۱۲</sup> <sup>۱۱۳</sup> <sup>۱۱۴</sup> <sup>۱۱۵</sup> <sup>۱۱۶</sup> <sup>۱۱۷</sup> <sup>۱۱۸</sup> <sup>۱۱۹</sup> <sup>۱۲۰</sup> <sup>۱۲۱</sup> <sup>۱۲۲</sup> <sup>۱۲۳</sup> <sup>۱۲۴</sup> <sup>۱۲۵</sup> <sup>۱۲۶</sup> <sup>۱۲۷</sup> <sup>۱۲۸</sup> <sup>۱۲۹</sup> <sup>۱۳۰</sup> <sup>۱۳۱</sup> <sup>۱۳۲</sup> <sup>۱۳۳</sup> <sup>۱۳۴</sup> <sup>۱۳۵</sup> <sup>۱۳۶</sup> <sup>۱۳۷</sup> <sup>۱۳۸</sup> <sup>۱۳۹</sup> <sup>۱۴۰</sup> <sup>۱۴۱</sup> <sup>۱۴۲</sup> <sup>۱۴۳</sup> <sup>۱۴۴</sup> <sup>۱۴۵</sup> <sup>۱۴۶</sup> <sup>۱۴۷</sup> <sup>۱۴۸</sup> <sup>۱۴۹</sup> <sup>۱۵۰</sup> <sup>۱۵۱</sup> <sup>۱۵۲</sup> <sup>۱۵۳</sup> <sup>۱۵۴</sup> <sup>۱۵۵</sup> <sup>۱۵۶</sup> <sup>۱۵۷</sup> <sup>۱۵۸</sup> <sup>۱۵۹</sup> <sup>۱۶۰</sup> <sup>۱۶۱</sup> <sup>۱۶۲</sup> <sup>۱۶۳</sup> <sup>۱۶۴</sup> <sup>۱۶۵</sup> <sup>۱۶۶</sup> <sup>۱۶۷</sup> <sup>۱۶۸</sup> <sup>۱۶۹</sup> <sup>۱۷۰</sup> <sup>۱۷۱</sup> <sup>۱۷۲</sup> <sup>۱۷۳</sup> <sup>۱۷۴</sup> <sup>۱۷۵</sup> <sup>۱۷۶</sup> <sup>۱۷۷</sup> <sup>۱۷۸</sup> <sup>۱۷۹</sup> <sup>۱۸۰</sup> <sup>۱۸۱</sup> <sup>۱۸۲</sup> <sup>۱۸۳</sup> <sup>۱۸۴</sup> <sup>۱۸۵</sup> <sup>۱۸۶</sup> <sup>۱۸۷</sup> <sup>۱۸۸</sup> <sup>۱۸۹</sup> <sup>۱۹۰</sup> <sup>۱۹۱</sup> <sup>۱۹۲</sup> <sup>۱۹۳</sup> <sup>۱۹۴</sup> <sup>۱۹۵</sup> <sup>۱۹۶</sup> <sup>۱۹۷</sup> <sup>۱۹۸</sup> <sup>۱۹۹</sup> <sup>۲۰۰</sup> <sup>۲۰۱</sup> <sup>۲۰۲</sup> <sup>۲۰۳</sup> <sup>۲۰۴</sup> <sup>۲۰۵</sup> <sup>۲۰۶</sup> <sup>۲۰۷</sup> <sup>۲۰۸</sup> <sup>۲۰۹</sup> <sup>۲۱۰</sup> <sup>۲۱۱</sup> <sup>۲۱۲</sup> <sup>۲۱۳</sup> <sup>۲۱۴</sup> <sup>۲۱۵</sup> <sup>۲۱۶</sup> <sup>۲۱۷</sup> <sup>۲۱۸</sup> <sup>۲۱۹</sup> <sup>۲۲۰</sup> <sup>۲۲۱</sup> <sup>۲۲۲</sup> <sup>۲۲۳</sup> <sup>۲۲۴</sup> <sup>۲۲۵</sup> <sup>۲۲۶</sup> <sup>۲۲۷</sup> <sup>۲۲۸</sup> <sup>۲۲۹</sup> <sup>۲۳۰</sup> <sup>۲۳۱</sup> <sup>۲۳۲</sup> <sup>۲۳۳</sup> <sup>۲۳۴</sup> <sup>۲۳۵</sup> <sup>۲۳۶</sup> <sup>۲۳۷</sup> <sup>۲۳۸</sup> <sup>۲۳۹</sup> <sup>۲۴۰</sup> <sup>۲۴۱</sup> <sup>۲۴۲</sup> <sup>۲۴۳</sup> <sup>۲۴۴</sup> <sup>۲۴۵</sup> <sup>۲۴۶</sup> <sup>۲۴۷</sup> <sup>۲۴۸</sup> <sup>۲۴۹</sup> <sup>۲۵۰</sup> <sup>۲۵۱</sup> <sup>۲۵۲</sup> <sup>۲۵۳</sup> <sup>۲۵۴</sup> <sup>۲۵۵</sup> <sup>۲۵۶</sup> <sup>۲۵۷</sup> <sup>۲۵۸</sup> <sup>۲۵۹</sup> <sup>۲۶۰</sup> <sup>۲۶۱</sup> <sup>۲۶۲</sup> <sup>۲۶۳</sup> <sup>۲۶۴</sup> <sup>۲۶۵</sup> <sup>۲۶۶</sup> <sup>۲۶۷</sup> <sup>۲۶۸</sup> <sup>۲۶۹</sup> <sup>۲۷۰</sup> <sup>۲۷۱</sup> <sup>۲۷۲</sup> <sup>۲۷۳</sup> <sup>۲۷۴</sup> <sup>۲۷۵</sup> <sup>۲۷۶</sup> <sup>۲۷۷</sup> <sup>۲۷۸</sup> <sup>۲۷۹</sup> <sup>۲۸۰</sup> <sup>۲۸۱</sup> <sup>۲۸۲</sup> <sup>۲۸۳</sup> <sup>۲۸۴</sup> <sup>۲۸۵</sup> <sup>۲۸۶</sup> <sup>۲۸۷</sup> <sup>۲۸۸</sup> <sup>۲۸۹</sup> <sup>۲۹۰</sup> <sup>۲۹۱</sup> <sup>۲۹۲</sup> <sup>۲۹۳</sup> <sup>۲۹۴</sup> <sup>۲۹۵</sup> <sup>۲۹۶</sup> <sup>۲۹۷</sup> <sup>۲۹۸</sup> <sup>۲۹۹</sup> <sup>۳۰۰</sup> <sup>۳۰۱</sup> <sup>۳۰۲</sup> <sup>۳۰۳</sup> <sup>۳۰۴</sup> <sup>۳۰۵</sup> <sup>۳۰۶</sup> <sup>۳۰۷</sup> <sup>۳۰۸</sup> <sup>۳۰۹</sup> <sup>۳۱۰</sup> <sup>۳۱۱</sup> <sup>۳۱۲</sup> <sup>۳۱۳</sup> <sup>۳۱۴</sup> <sup>۳۱۵</sup> <sup>۳۱۶</sup> <sup>۳۱۷</sup> <sup>۳۱۸</sup> <sup>۳۱۹</sup> <sup>۳۲۰</sup> <sup>۳۲۱</sup> <sup>۳۲۲</sup> <sup>۳۲۳</sup> <sup>۳۲۴</sup> <sup>۳۲۵</sup> <sup>۳۲۶</sup> <sup>۳۲۷</sup> <sup>۳۲۸</sup> <sup>۳۲۹</sup> <sup>۳۳۰</sup> <sup>۳۳۱</sup> <sup>۳۳۲</sup> <sup>۳۳۳</sup> <sup>۳۳۴</sup> <sup>۳۳۵</sup> <sup>۳۳۶</sup> <sup>۳۳۷</sup> <sup>۳۳۸</sup> <sup>۳۳۹</sup> <sup>۳۴۰</sup> <sup>۳۴۱</sup> <sup>۳۴۲</sup> <sup>۳۴۳</sup> <sup>۳۴۴</sup> <sup>۳۴۵</sup> <sup>۳۴۶</sup> <sup>۳۴۷</sup> <sup>۳۴۸</sup> <sup>۳۴۹</sup> <sup>۳۵۰</sup> <sup>۳۵۱</sup> <sup>۳۵۲</sup> <sup>۳۵۳</sup> <sup>۳۵۴</sup> <sup>۳۵۵</sup> <sup>۳۵۶</sup> <sup>۳۵۷</sup> <sup>۳۵۸</sup> <sup>۳۵۹</sup> <sup>۳۶۰</sup> <sup>۳۶۱</sup> <sup>۳۶۲</sup> <sup>۳۶۳</sup> <sup>۳۶۴</sup> <sup>۳۶۵</sup> <sup>۳۶۶</sup> <sup>۳۶۷</sup> <sup>۳۶۸</sup> <sup>۳۶۹</sup> <sup>۳۷۰</sup> <sup>۳۷۱</sup> <sup>۳۷۲</sup> <sup>۳۷۳</sup> <sup>۳۷۴</sup> <sup>۳۷۵</sup> <sup>۳۷۶</sup> <sup>۳۷۷</sup> <sup>۳۷۸</sup> <sup>۳۷۹</sup> <sup>۳۸۰</sup> <sup>۳۸۱</sup> <sup>۳۸۲</sup> <sup>۳۸۳</sup> <sup>۳۸۴</sup> <sup>۳۸۵</sup> <sup>۳۸۶</sup> <sup>۳۸۷</sup> <sup>۳۸۸</sup> <sup>۳۸۹</sup> <sup>۳۹۰</sup> <sup>۳۹۱</sup> <sup>۳۹۲</sup> <sup>۳۹۳</sup> <sup>۳۹۴</sup> <sup>۳۹۵</sup> <sup>۳۹۶</sup> <sup>۳۹۷</sup> <sup>۳۹۸</sup> <sup>۳۹۹</sup> <sup>۴۰۰</sup> <sup>۴۰۱</sup> <sup>۴۰۲</sup> <sup>۴۰۳</sup> <sup>۴۰۴</sup> <sup>۴۰۵</sup> <sup>۴۰۶</sup> <sup>۴۰۷</sup> <sup>۴۰۸</sup> <sup>۴۰۹</sup> <sup>۴۱۰</sup> <sup>۴۱۱</sup> <sup>۴۱۲</sup> <sup>۴۱۳</sup> <sup>۴۱۴</sup> <sup>۴۱۵</sup> <sup>۴۱۶</sup> <sup>۴۱۷</sup> <sup>۴۱۸</sup> <sup>۴۱۹</sup> <sup>۴۲۰</sup> <sup>۴۲۱</sup> <sup>۴۲۲</sup> <sup>۴۲۳</sup> <sup>۴۲۴</sup> <sup>۴۲۵</sup> <sup>۴۲۶</sup> <sup>۴۲۷</sup> <sup>۴۲۸</sup> <sup>۴۲۹</sup> <sup>۴۳۰</sup> <sup>۴۳۱</sup> <sup>۴۳۲</sup> <sup>۴۳۳</sup> <sup>۴۳۴</sup> <sup>۴۳۵</sup> <sup>۴۳۶</sup> <sup>۴۳۷</sup> <sup>۴۳۸</sup> <sup>۴۳۹</sup> <sup>۴۴۰</sup> <sup>۴۴۱</sup> <sup>۴۴۲</sup> <sup>۴۴۳</sup> <sup>۴۴۴</sup> <sup>۴۴۵</sup> <sup>۴۴۶</sup> <sup>۴۴۷</sup> <sup>۴۴۸</sup> <sup>۴۴۹</sup> <sup>۴۵۰</sup> <sup>۴۵۱</sup> <sup>۴۵۲</sup> <sup>۴۵۳</sup> <sup>۴۵۴</sup> <sup>۴۵۵</sup> <sup>۴۵۶</sup> <sup>۴۵۷</sup> <sup>۴۵۸</sup> <sup>۴۵۹</sup> <sup>۴۶۰</sup> <sup>۴۶۱</sup> <sup>۴۶۲</sup> <sup>۴۶۳</sup> <sup>۴۶۴</sup> <sup>۴۶۵</sup> <sup>۴۶۶</sup> <sup>۴۶۷</sup> <sup>۴۶۸</sup> <sup>۴۶۹</sup> <sup>۴۷۰</sup> <sup>۴۷۱</sup> <sup>۴۷۲</sup> <sup>۴۷۳</sup> <sup>۴۷۴</sup> <sup>۴۷۵</sup> <sup>۴۷۶</sup> <sup>۴۷۷</sup> <sup>۴۷۸</sup> <sup>۴۷۹</sup> <sup>۴۸۰</sup> <sup>۴۸۱</sup> <sup>۴۸۲</sup> <sup>۴۸۳</sup> <sup>۴۸۴</sup> <sup>۴۸۵</sup> <sup>۴۸۶</sup> <sup>۴۸۷</sup> <sup>۴۸۸</sup> <sup>۴۸۹</sup> <sup>۴۹۰</sup> <sup>۴۹۱</sup> <sup>۴۹۲</sup> <sup>۴۹۳</sup> <sup>۴۹۴</sup> <sup>۴۹۵</sup> <sup>۴۹۶</sup> <sup>۴۹۷</sup> <sup>۴۹۸</sup> <sup>۴۹۹</sup> <sup>۵۰۰</sup> <sup>۵۰۱</sup> <sup>۵۰۲</sup> <sup>۵۰۳</sup> <sup>۵۰۴</sup> <sup>۵۰۵</sup> <sup>۵۰۶</sup> <sup>۵۰۷</sup> <sup>۵۰۸</sup> <sup>۵۰۹</sup> <sup>۵۱۰</sup> <sup>۵۱۱</sup> <sup>۵۱۲</sup> <sup>۵۱۳</sup> <sup>۵۱۴</sup> <sup>۵۱۵</sup> <sup>۵۱۶</sup> <sup>۵۱۷</sup> <sup>۵۱۸</sup> <sup>۵۱۹</sup> <sup>۵۲۰</sup> <sup>۵۲۱</sup> <sup>۵۲۲</sup> <sup>۵۲۳</sup> <sup>۵۲۴</sup> <sup>۵۲۵</sup> <sup>۵۲۶</sup> <sup>۵۲۷</sup> <sup>۵۲۸</sup> <sup>۵۲۹</sup> <sup>۵۳۰</sup> <sup>۵۳۱</sup> <sup>۵۳۲</sup> <sup>۵۳۳</sup> <sup>۵۳۴</sup> <sup>۵۳۵</sup> <sup>۵۳۶</sup> <sup>۵۳۷</sup> <sup>۵۳۸</sup> <sup>۵۳۹</sup> <sup>۵۴۰</sup> <sup>۵۴۱</sup> <sup>۵۴۲</sup> <sup>۵۴۳</sup> <sup>۵۴۴</sup> <sup>۵۴۵</sup> <sup>۵۴۶</sup> <sup>۵۴۷</sup> <sup>۵۴۸</sup> <sup>۵۴۹</sup> <sup>۵۵۰</sup> <sup>۵۵۱</sup> <sup>۵۵۲</sup> <sup>۵۵۳</sup> <sup>۵۵۴</sup> <sup>۵۵۵</sup> <sup>۵۵۶</sup> <sup>۵۵۷</sup> <sup>۵۵۸</sup> <sup>۵۵۹</sup> <sup>۵۶۰</sup> <sup>۵۶۱</sup> <sup>۵۶۲</sup> <sup>۵۶۳</sup> <sup>۵۶۴</sup> <sup>۵۶۵</sup> <sup>۵۶۶</sup> <sup>۵۶۷</sup> <sup>۵۶۸</sup> <sup>۵۶۹</sup> <sup>۵۷۰</sup> <sup>۵۷۱</sup> <sup>۵۷۲</sup> <sup>۵۷۳</sup> <sup>۵۷۴</sup> <sup>۵۷۵</sup> <sup>۵۷۶</sup> <sup>۵۷۷</sup> <sup>۵۷۸</sup> <sup>۵۷۹</sup> <sup>۵۸۰</sup> <sup>۵۸۱</sup> <sup>۵۸۲</sup> <sup>۵۸۳</sup> <sup>۵۸۴</sup> <sup>۵۸۵</sup> <sup>۵۸۶</sup> <sup>۵۸۷</sup> <sup>۵۸۸</sup> <sup>۵۸۹</sup> <sup>۵۹۰</sup> <sup>۵۹۱</sup> <sup>۵۹۲</sup> <sup>۵۹۳</sup> <sup>۵۹۴</sup> <sup>۵۹۵</sup> <sup>۵۹۶</sup> <sup>۵۹۷</sup> <sup>۵۹۸</sup> <sup>۵۹۹</sup> <sup>۶۰۰</sup> <sup>۶۰۱</sup> <sup>۶۰۲</sup> <sup>۶۰۳</sup> <sup>۶۰۴</sup> <sup>۶۰۵</sup> <sup>۶۰۶</sup> <sup>۶۰۷</sup> <sup>۶۰۸</sup> <sup>۶۰۹</sup> <sup>۶۱۰</sup> <sup>۶۱۱</sup> <sup>۶۱۲</sup> <sup>۶۱۳</sup> <sup>۶۱۴</sup> <sup>۶۱۵</sup> <sup>۶۱۶</sup> <sup>۶۱۷</sup> <sup>۶۱۸</sup> <sup>۶۱۹</sup> <sup>۶۲۰</sup> <sup>۶۲۱</sup> <sup>۶۲۲</sup> <sup>۶۲۳</sup> <sup>۶۲۴</sup> <sup>۶۲۵</sup> <sup>۶۲۶</sup> <sup>۶۲۷</sup> <sup>۶۲۸</sup> <sup>۶۲۹</sup> <sup>۶۳۰</sup> <sup>۶۳۱</sup> <sup>۶۳۲</sup> <sup>۶۳۳</sup> <sup>۶۳۴</sup> <sup>۶۳۵</sup> <sup>۶۳۶</sup> <sup>۶۳۷</sup> <sup>۶۳۸</sup> <sup>۶۳۹</sup> <sup>۶۴۰</sup> <sup>۶۴۱</sup> <sup>۶۴۲</sup> <sup>۶۴۳</sup> <sup>۶۴۴</sup> <sup>۶۴۵</sup> <sup>۶۴۶</sup> <sup>۶۴۷</sup> <sup>۶۴۸</sup> <sup>۶۴۹</sup> <sup>۶۵۰</sup> <sup>۶۵۱</sup> <sup>۶۵۲</sup> <sup>۶۵۳</sup> <sup>۶۵۴</sup> <sup>۶۵۵</sup> <sup>۶۵۶</sup> <sup>۶۵۷</sup> <sup>۶۵۸</sup> <sup>۶۵۹</sup> <sup>۶۶۰</sup> <sup>۶۶۱</sup> <sup>۶۶۲</sup> <sup>۶۶۳</sup> <sup>۶۶۴</sup> <sup>۶۶۵</sup> <sup>۶۶۶</sup> <sup>۶۶۷</sup> <sup>۶۶۸</sup> <sup>۶۶۹</sup> <sup>۶۷۰</sup> <sup>۶۷۱</sup> <sup>۶۷۲</sup> <sup>۶۷۳</sup> <sup>۶۷۴</sup> <sup>۶۷۵</sup> <sup>۶۷۶</sup> <sup>۶۷۷</sup> <sup>۶۷۸</sup> <sup>۶۷۹</sup> <sup>۶۸۰</sup> <sup>۶۸۱</sup> <sup>۶۸۲</sup> <sup>۶۸۳</sup> <sup>۶۸۴</sup> <sup>۶۸۵</sup> <sup>۶۸۶</sup> <sup>۶۸۷</sup> <sup>۶۸۸</sup> <sup>۶۸۹</sup> <sup>۶۹۰</sup> <sup>۶۹۱</sup> <sup>۶۹۲</sup> <sup>۶۹۳</sup> <sup>۶۹۴</sup> <sup>۶۹۵</sup> <sup>۶۹۶</sup> <sup>۶۹۷</sup> <sup>۶۹۸</sup> <sup>۶۹۹</sup> <sup>۷۰۰</sup> <sup>۷۰۱</sup> <sup>۷۰۲</sup> <sup>۷۰۳</sup> <sup>۷۰۴</sup> <sup>۷۰۵</sup> <sup>۷۰۶</sup> <sup>۷۰۷</sup> <sup>۷۰۸</sup> <sup>۷۰۹</sup> <sup>۷۱۰</sup> <sup>۷۱۱</sup> <sup>۷۱۲</sup> <sup>۷۱۳</sup> <sup>۷۱۴</sup> <sup>۷۱۵</sup> <sup>۷۱۶</sup> <sup>۷۱۷</sup> <sup>۷۱۸</sup> <sup>۷۱۹</sup> <sup>۷۲۰</sup> <sup>۷۲۱</sup> <sup>۷۲۲</sup> <sup>۷۲۳</sup> <sup>۷۲۴</sup> <sup>۷۲۵</sup> <sup>۷۲۶</sup> <sup>۷۲۷</sup> <sup>۷۲۸</sup> <sup>۷۲۹</sup> <sup>۷۳۰</sup> <sup>۷۳۱</sup> <sup>۷۳۲</sup> <sup>۷۳۳</sup> <sup>۷۳۴</sup> <sup>۷۳۵</sup> <sup>۷۳۶</sup> <sup>۷۳۷</sup> <sup>۷۳۸</sup> <sup>۷۳۹</sup> <sup>۷۴۰</sup> <sup>۷۴۱</sup> <sup>۷۴۲</sup> <sup>۷۴۳</sup> <sup>۷۴۴</sup> <sup>۷۴۵</sup> <sup>۷۴۶</sup> <sup>۷۴۷</sup> <sup>۷۴۸</sup> <sup>۷۴۹</sup> <sup>۷۵۰</sup> <sup>۷۵۱</sup> <sup>۷۵۲</sup> <sup>۷۵۳</sup> <sup>۷۵۴</sup> <sup>۷۵۵</sup> <sup>۷۵۶</sup> <sup>۷۵۷</sup> <sup>۷۵۸</sup> <sup>۷۵۹</sup> <sup>۷۶۰</sup> <sup>۷۶۱</sup> <sup>۷۶۲</sup> <sup>۷۶۳</sup> <sup>۷۶۴</sup> <sup>۷۶۵</sup> <sup>۷۶۶</sup> <sup>۷۶۷</sup> <sup>۷۶۸</sup> <sup>۷۶۹</sup> <sup>۷۷۰</sup> <sup>۷۷۱</sup> <sup>۷۷۲</sup> <sup>۷۷۳</sup> <sup>۷۷۴</sup> <sup>۷۷۵</sup> <sup>۷۷۶</sup> <sup>۷۷۷</sup> <sup>۷۷۸</sup> <sup>۷۷۹</sup> <sup>۷۸۰</sup> <sup>۷۸۱</sup> <sup>۷۸۲</sup> <sup>۷۸۳</sup> <sup>۷۸۴</sup> <sup>۷۸۵</sup> <sup>۷۸۶</sup> <sup>۷۸۷</sup> <sup>۷۸۸</sup> <sup>۷۸۹</sup> <sup>۷۹۰</sup> <sup>۷۹۱</sup> <sup>۷۹۲</sup> <sup>۷۹۳</sup> <sup>۷۹۴</sup> <sup>۷۹۵</sup> <sup>۷۹۶</sup> <sup>۷۹۷</sup> <sup>۷۹۸</sup> <sup>۷۹۹</sup> <sup>۸۰۰</sup> <sup>۸۰۱</sup> <sup>۸۰۲</sup> <sup>۸۰۳</sup> <sup>۸۰۴</sup> <sup>۸۰۵</sup> <sup>۸۰۶</sup> <sup>۸۰۷</sup> <sup>۸۰۸</sup> <sup>۸۰۹</sup> <sup>۸۱۰</sup> <sup>۸۱۱</sup> <sup>۸۱۲</sup> <sup>۸۱۳</sup> <sup>۸۱۴</sup> <sup>۸۱۵</sup> <sup>۸۱۶</sup> <sup>۸۱۷</sup> <sup>۸۱۸</sup> <sup>۸۱۹</sup> <sup>۸۲۰</sup> <sup>۸۲۱</sup> <sup>۸۲۲</sup> <sup>۸۲۳</sup> <sup>۸۲۴</sup> <sup>۸۲۵</sup> <sup>۸۲۶</sup> <sup>۸۲۷</sup> <sup>۸۲۸</sup> <sup>۸۲۹</sup> <sup>۸۳۰</sup> <sup>۸۳۱</sup> <sup>۸۳۲</sup> <sup>۸۳۳</sup> <sup>۸۳۴</sup> <sup>۸۳۵</sup> <sup>۸۳۶</sup> <sup>۸۳۷</sup> <sup>۸۳۸</sup> <sup>۸۳۹</sup> <sup>۸۴۰</sup> <sup>۸۴۱</sup> <sup>۸۴۲</sup> <sup>۸۴۳</sup> <sup>۸۴۴</sup> <sup>۸۴۵</sup> <sup>۸۴۶</sup> <sup>۸۴۷</sup> <sup>۸۴۸</sup> <sup>۸۴۹</sup> <sup>۸۵۰</sup> <sup>۸۵۱</sup> <sup>۸۵۲</sup> <sup>۸۵۳</sup> <sup>۸۵۴</sup> <sup>۸۵۵</sup> <sup>۸۵۶</sup> <sup>۸۵۷</sup> <sup>۸۵۸</sup> <sup>۸۵۹</sup> <sup>۸۶۰</sup> <sup>۸۶۱</sup> <sup>۸۶۲</sup> <sup>۸۶۳</sup> <sup>۸۶۴</sup> <sup>۸۶۵</sup> <sup>۸۶۶</sup> <sup>۸۶۷</sup> <sup>۸۶۸</sup> <sup>۸۶۹</sup> <sup>۸۷۰</sup> <sup>۸۷۱</sup> <sup>۸۷۲</sup> <sup>۸۷۳</sup> <sup>۸۷۴</sup> <sup>۸۷۵</sup> <sup>۸۷۶</sup> <sup>۸۷۷</sup> <sup>۸۷۸</sup> <sup>۸۷۹</sup> <sup>۸۸۰</sup> <sup>۸۸۱</sup> <sup>۸۸۲</sup> <sup>۸۸۳</sup> <sup>۸۸۴</sup> <sup>۸۸۵</sup> <sup>۸۸۶</sup> <sup>۸۸۷</sup> <sup>۸۸۸</sup> <sup>۸۸۹</sup> <sup>۸۹۰</sup> <sup>۸۹۱</sup> <sup>۸۹۲</sup> <sup>۸۹۳</sup> <sup>۸۹۴</sup> <sup>۸۹۵</sup> <sup>۸۹۶</sup> <sup>۸۹۷</sup> <sup>۸۹۸</sup> <sup>۸۹۹</sup> <sup>۹۰۰</sup> <sup>۹۰۱</sup> <sup>۹۰۲</sup> <sup>۹۰۳</sup> <sup>۹۰۴</sup> <sup>۹۰۵</sup> <sup>۹۰۶</sup> <sup>۹۰۷</sup> <sup>۹۰۸</sup> <sup>۹۰۹</sup> <sup>۹۱۰</sup> <sup>۹۱۱</sup> <sup>۹۱۲</sup> <sup>۹۱۳</sup> <sup>۹۱۴</sup> <sup>۹۱۵</sup> <sup>۹۱۶</sup> <sup>۹۱۷</sup> <sup>۹۱۸</sup> <sup>۹۱۹</sup> <sup>۹۲۰</sup> <sup>۹۲۱</sup> <sup>۹۲۲</sup> <sup>۹۲۳</sup> <sup>۹۲۴</sup> <sup>۹۲۵</sup> <sup>۹۲۶</sup> <sup>۹۲۷</sup> <sup>۹۲۸</sup> <sup>۹۲۹</sup> <sup>۹۳۰</sup> <sup>۹۳۱</sup> <sup>۹۳۲</sup> <sup>۹۳۳</sup> <sup>۹۳۴</sup> <sup>۹۳۵</sup> <sup>۹۳۶</sup> <sup>۹۳۷</sup> <sup>۹۳۸</sup> <sup>۹۳۹</sup> <sup>۹۴۰</sup> <sup>۹۴۱</sup> <sup>۹۴۲</sup> <sup>۹۴۳</sup> <sup>۹۴۴</sup> <sup>۹۴۵</sup> <sup>۹۴۶</sup> <sup>۹۴۷</sup> <sup>۹۴۸</sup> <sup>۹۴۹</sup> <sup>۹۵۰</sup> <sup>۹۵۱</sup> <sup>۹۵۲</sup> <sup>۹۵۳</sup> <sup>۹۵۴</sup> <sup>۹۵۵</sup> <sup>۹۵۶</sup> <sup>۹۵۷</sup> <sup>۹۵۸</sup> <sup>۹۵۹</sup> <sup>۹۶۰</sup> <sup>۹۶۱</sup> <sup>۹۶۲</sup> <sup>۹۶۳</sup> <sup>۹۶۴</sup> <sup>۹۶۵</sup> <sup>۹۶۶</sup> <sup>۹۶۷</sup> <sup>۹۶۸</sup> <sup>۹۶۹</sup> <sup>۹۷۰</sup> <sup>۹۷۱</sup> <sup>۹۷۲</sup> <sup>۹۷۳</sup> <sup>۹۷۴</sup> <sup>۹۷۵</sup> <sup>۹۷۶</sup> <sup>۹۷۷</sup> <sup>۹۷۸</sup> <sup>۹۷۹</sup> <sup>۹۸۰</sup> <sup>۹۸۱</sup> <sup>۹۸۲</sup> <sup>۹۸۳</sup> <sup>۹۸۴</sup> <sup>۹۸۵</sup> <sup>۹۸۶</sup> <sup>۹۸۷</sup> <sup>۹۸۸</sup> <sup>۹۸۹</sup> <sup>۹۹۰</sup> <sup>۹۹۱</sup> <sup>۹۹۲</sup> <sup>۹۹۳</sup> <sup>۹۹۴</sup> <sup>۹۹۵</sup> <sup>۹۹۶</sup> <sup>۹۹۷</sup> <sup>۹۹۸</sup> <sup>۹۹۹</sup> <sup>۱۰۰۰</sup> <sup>۱۰۰۱</sup> <sup>۱۰۰۲</sup> <sup>۱۰۰۳</sup> <sup>۱۰۰۴</sup> <sup>۱۰۰۵</sup> <sup>۱۰۰۶</sup> <sup>۱۰۰۷</sup> <sup>۱۰۰۸</sup> <sup>۱۰۰۹</sup> <sup>۱۰۱۰</sup> <sup>۱۰۱۱</sup> <sup>۱۰۱۲</sup> <sup>۱۰۱۳</sup> <sup>۱۰۱۴</sup> <sup>۱۰۱۵</sup> <sup>۱۰۱۶</sup> <sup>۱۰۱۷</sup> <sup>۱۰۱۸</sup> <sup>۱۰۱۹</sup> <sup>۱۰۲۰</sup> <sup>۱۰۲۱</sup> <sup>۱۰۲۲</sup> <sup>۱۰۲۳</sup> <sup>۱۰۲۴</sup> <sup>۱۰۲۵</sup> <sup>۱۰۲۶</sup> <sup>۱۰۲۷</sup> <sup>۱۰۲۸</sup> <sup>۱۰۲۹</sup> <sup>۱۰۳۰</sup> <sup>۱۰۳۱</sup> <sup>۱۰۳۲</sup> <sup>۱۰۳۳</sup> <sup>۱۰۳۴</sup> <sup>۱۰۳۵</sup> <sup>۱۰۳۶</sup> <sup>۱۰۳۷</sup> <sup>۱۰۳۸</sup> <sup>۱۰۳۹</sup> <sup>۱۰۴۰</sup> <sup>۱۰۴۱</sup> <sup>۱۰۴۲</sup> <sup>۱۰۴۳</sup> <sup>۱۰۴۴</sup> <sup>۱۰۴۵</sup> <sup>۱۰۴۶</sup> <sup>۱۰۴۷</sup> <sup>۱۰۴۸</sup> <sup>۱۰۴۹</sup> <sup>۱۰۵۰</sup> <sup>۱۰۵۱</sup> <sup>۱۰۵۲</sup> <sup>۱۰۵۳</sup> <sup>۱۰۵۴</sup>

افعال کے تاویلات میں معارضہ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی عاقل اسکو ثبوت نہیں قرار دے گا۔ اور اگر  
اثبات قیاس علم الامنیار سے کرنا قطع نظر اس سے قیاس قیاس پر قیاس مع الفارق ہر قولہ شیعوں کو  
اصلی عرض اپنی اصول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا و احقاق حق و ابطال باطل ہر قولہ دین  
یصلح العطارانہ ہر جب وہ اصول خلاف عقل و نقل میں تو حضرات شیعہ کی سعی و کوشش سے  
اثبات منجملہ محالات ہے اور اس جدوجہد کا نتیجہ بجز ابطال حق اور اثبات باطل اور کچھ نہیں اور نہ یہ عرض  
حاصل شدنی ہے قولہ اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں غیر متحقق کے خلاف ثابت نہ ہوگی۔ **اقول** بلکہ  
ظاہر ہے کہ متحقق کے ہر خلاف اس صورت میں ثابت نہ ہوگی کیونکہ ائمہ کی ہی خلافت باطل ہو جائیگی قولہ نہ یہ  
کہ محض ابطال خلافت خلفائے ثلاثیہ سے بدون قیام دلیل و محبت ان شرائط کو خلافت و امامت میں  
معتبر جانتی ہوں جیسا کہ حضرت مجیب اور اہلسنت کا وہم و خیال ہے حاشا و کلا **اقول** اہلسنت کا  
ہی خیال نہیں کہ آپ بدون قیام دلیل و محبت ان شرائط کو خلافت و امامت میں معتبر جانتی ہیں بلکہ اہلسنت  
بدلائل قاطعہ و شہادات ائمہ بیثبات کرتے ہیں کہ باوجود قیام دلائل عدم شرط کے ان شرائط کو حضرت  
شیعہ نے خلفائے ثلاثیہ میں معتبر رکھا ہے پس جب یہ حال ہے تو ان اصول موضوعہ کے وضع محض بغرض ابطال  
خلفائے ثلاثیہ رضی اللہ عنہم ہے۔ **قولہ** ان چونکہ بدون قیام دلیل حضرات اہلسنت ان خلفاء کو خلافت  
کو قابل نہیں سمجھتے انکو ضروری اصول کے جنکی سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں سخت حاجت ہے یہی حضرات نے  
ایسی اصول وضع فرمائی۔ **اقول** خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے حقیقت مثل روز روشن ظاہر  
و باہر ہے آفتاب نص قرآنی اور طوطی نبوی اور اقوال و افعال ائمہ نے اسکی چہرہ ثبوت سے حجاب  
یک سخت دور کر دیا۔ آیات و احادیث کی قدر و کور ہو چکی ہیں اسوقت نجم البلاغۃ کی خطبہ کا ایک جملہ  
یاد آیا جو ثبوت مدعا میں بشرطیکہ انصاف سے دیکھا جادوی نص ہے و اذا الميثاق في عنقه لغیر  
قطع نظر اس سے کہ اس جملہ کی الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہوتا ہے جو کچھ اس جملہ سے مینی عاں سمجھا ہی ہیں اور  
متفرق نہیں ہوں بلکہ اہل سنت ابن ہشیم بخرا نے ہی میرے ہی جسد اللہ تعالیٰ ہم بیان میں اور انہیں  
ہی اپنی مختصر شرح میں جو اسوقت میرے پاس موجود ہے مجبور ہو کر صاف کہنا پڑا کہ بیعت ابے بکر کا ميثاق ہے

جو جناب امیر کے گردن مبارک میں تھا ایحضرت آپ بن بیٹم کی شرح لیکر میری اس گزارش کو مطابق کر لیں اور  
 دیکھیں جناب امیر طرح حقیقت خلافت کو تسلیم فرمائی ہیں اور شاید اگر آپ تمام خطبہ کے شرح ملاحظہ فرمائیں تو یہ بھی  
 معلوم ہوگا کہ جناب رضی نے اس میں کیا قطع و برید فرمائی ہے پس بفضل اللہ تعالیٰ سنت بدون قیام دلیل ہرگز  
 خلافت کو قائل نہیں ہوئے اور یہی وجہ ہے کہ انکو اصول گذرنے کی ضرورت نہ تھی تو حضرت مجیب کا بہاد  
 (جنکو سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہیں) بالکل غلط اور خلافت واقع ہر منشا اسکا یہ ہے کہ کتب فریقین سے  
 برہین اور جو کچھ کہیں ہر ادکا مطلب نہیں سمجھیں۔ واللہ یہی منشا الی صراط بقیم قال الفاس  
 مجیب۔ قولہ۔ ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ و شہادات ائمہ رضی اللہ  
 عنہم سے واقع ہر تو اہلسنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں۔ اقول۔ اگر حضرت مجیب کا یہ قول  
 درست ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالہ الخفا میں چار طریق انعقاد بیعت کے کیوں تحریر فرمائی ہر ایک کے  
 ثبوت کی یہی شرائط و مقدمات وغیرہ کا ہونا ضروری ہے **قول العبد الفقیر الی مولائے**  
 ازالہ الخفا کی عبارت کو تامل میں ملاحظہ فرمائی اور اسکی مطلب کو سمجھیں یا انہیہ سہہ دانی آپنے اسکا  
 مطلب نہیں سمجھا طریق رابع کی شرح لگا کر آپ تامل ملاحظہ فرمائیں تو یہیقتہ حل ہو جائیگا **قولہ**  
 تعجب ہے کہ حضرت کتا بنو کتا نہیں فرماتے جو دل میں آتا ہے لکھ کر جاتے ہیں ورنہ ہر کتاب میں طرق  
 و شرائط وغیرہ تحریر ہیں۔ **اقول**۔ اگر کتابوں کے ایسی ملاحظہ کیوں دعوت کیجئے ہے۔ جیسا کہ جناب نے ملاحظہ کتب  
 فرمایا ہے تو ایسا ملاحظہ بیفائدہ ہے نہیں بلکہ ضرر ہے چنانچہ جناب پر دسح ہو گیا اور اگر نظر انصاف و تحقیق  
 بخوفا نظر فرمائیں تو بندہ ہی جناب کی خدمت میں اس امر کا متمسک ہے کہ **أَنَا مَرُوفٌ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَشَوُّونَ نَفْسَكُمْ**  
 پر عمل فرمائیے اور بندہ کی نسبت تو انشا اللہ تعالیٰ بشرط نظر انصاف و دسح ہو جائیگا کہ کتا بنو کتا ملاحظہ کیا  
 یا نہیں کیا باقی رہا حرق و شرائط کی نسبت کتب انکار ہے آپ گذارش کو بغور ملاحظہ فرمائیے **قولہ** معتمد اور  
 خلافت کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کی ثبوت پر موقوف ہے اگر حضرت خلیفہ اول کی نسبت  
 صحیح ثابت ہو جائے تو ہر جائی گفتگو نہیں۔ **اقول** حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ  
 کی خلافت کی صحت و حقیقت میں بحول اللہ تعالیٰ کچھ تردد و گفتگو نہیں ہے کیونکہ جسکی حقیقت کتاب اللہ

شاہد ہوا جناب امیر شہاد کی حقیقت تسلیم فرما دیں اور اس کی میثاق کو اپنی گردن میں لازم تصور  
فرما دیں۔ اور اگر صحت میں بروئی دین دایمان کیا گفتگو باقی رہے۔ اور جب اس کی صحت حقیقت میں  
شک و شبہ نہیں رہا تو خلافستہائی باقیہ ہی صحیح ہوئی **قول** مگر جب اس خلافت کی انعقاد کا  
حال دیکھا جاتا ہے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایسی حالت اضطراب و اضطراب میں واقع ہوئی ہے کہ کسی  
شہادت کی سی نوبت نہیں پڑی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال دیکھا جاتا ہے  
تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اعلا کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین مرضی خداوند تعالیٰ کی تکمیل ہوئی  
اسلام مسلمین کو غلبہ و شوکت ہوئی کفار و مرتدین مقتول و مجذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالیٰ کا جو تھا  
حقہ کی نسبت تھا بروئی کار آیا سبھی ہو قتل کے نزدیک ایسی خلافت کو ایسی اس کا حال اضطراب  
میں واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع ہونا کچھ مضرب نہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ علیم و قہر اور کا زم و  
ہو چکا تھا تو جو خلافت موعودین اللہ کے تھی وہی واقع ہوئی اور اس خلافت سے انکار نص  
قرآنی سے انکار ہے اور اس سے ناخوشی بغض و کفر کا مصداق ہے علاوہ ازیں شہادت کی  
ضرورت اس وقت ہے کہ جب کسی منکر ہو اور جبکہ وہ ان کوئی منکر ہی نہیں تھا تو شہادت کی پیش کرنے  
کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہ ہے کہ جناب امیرؒ یہ تو بوقت شوریٰ کوئی شہادت پیش نہ فرمائی اور نہ  
امیر موعودہ کی ہر مقابلہ میں کوئی حجت بجز بیعت اہل حل و عقد کے پیش فرمائے تو اگر شہادت پیش نہ کرنا  
دلیل عدم حقیقت خلافت کی ہے تو آپ اس قاعدہ سے جناب امیرؒ کی خلافت کی عدم حقیقت ثابت ہوئی ہے  
**قول** اس طوفان بے تمیزی میں کہ جناب سرور کائنات کے انتقال فرمائی ہے عقبہ نبی عائد  
میں جو ایسی ہر کاموں کی لپی تھا ایک شور و غل مٹا امیر و منکم امیر و نحن الامراء و انتم الوزراء کا بلند ہوا  
اور سرگرم نفسی نفسی کی ہر نگاہ ایسی ثبوت و شہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہے نہ کوئی آیت قرآنی پھر  
طلب کے موید بیان کرتا تھا نہ دلیل عقلی دعویٰ لاتا تھا نہ اس باب میں سنی غرت سے کچھ پوچھا۔  
بدون قول فیصل بخوف اس کی کہ سب ادا انصار سے یا کسی اور قبیلہ سے کوئی خلیفہ ہو جائے اور ریاست و حکومت  
لانہ سے نکل جاوے حضرت ثانی نے اس کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ ہدایت بخاری اس پر شاہد ہے۔

# اقول

محییہ کے کلمات نامہ اور طعن کا تو ہم کیا جواب لکھیں۔ مان اس قدر گناہ گار نہ ضرور ہے  
 ذرا عقل کو شائبہ نفسا سے خالی فرما کر سوچیں کہ جب شور و غل سنا میر و منکم امیر اور سخن الامراء و اہم القراء  
 کا بلند ہوا اور ہر گروہ نفسی نفسی کہتا ہوا ایسی نفسا نفسی میں باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل پیش  
 نہیں ہوئی ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو کیوں قبول کر لیا اور بادیل کو نیکر احاطت  
 نہ ہو کر کلی صرف ایک شخص کے بیعت وہ ہی اپنی گروہ میں سے مخالفین کے بیعت اور طاعت کو لے لی  
 کیونکہ نہ محبت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گروہ کے اکابر اعیان اوس سلسلہ میں موجود نہ تھے اور نہ  
 مشورہ نہیں لیا گیا تھا اور وہ اسکی مخالف تھے تو ایسی حالت میں عقل سلیم کو کیا فرمایا کہ یہ کہہ کر اپنا  
 جو اپنی امامت پر مصر تھے باجبت دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیعت کیوں کر لیتی اگر ایسا  
 ہوتا تو انصار میں سے ایک شخص اور ہر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر شتا بیعت کر لیتا کیوں انکی بیعت کو  
 اپنی ہی محبت قرار دیتی دیکھ کم از کم یہ ہوتا کہ تا حاضر ہونے باقی ماندگان وجوہ مہاجرین کے اپنی بیعت کو  
 موقوف رکھتے تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انصار نے جب تک اذہم حجت تمام نہ ہوئی  
 اور میں شکست نہیں ہوا ہرگز بیعت نہیں کی تو حضرت محیب کا یہ فرمانا کہ مانے نے اول کو خلیفہ بنادیا  
 باطل غلط ہے کیونکہ یہ خلاف بیعت وجوہ مہاجرین اور اعیان انصار سے منع ہوئی ہے کہ ان اس خلافت  
 راشدہ کے انعقاد کی شرکت کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موقوف ہوئی پس روایت بخاری کا سبکہ  
 ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہے مہنداجب ہم جناب امیر رضی اللہ عنہ کی سند لال کو دیکھتی ہیں جبکہ آپ کو  
 بیعت کی خبر پہنچی اور آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ یہی کہہ اس سے زیادہ نہیں کہ باآنا ہے کہ بیعت الیائتہ  
 بن منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جو سطاوی اجاث میں مذکور ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ درخت کو لیا اور اس کو  
 ہونڈ دیا۔ **قولہ** ائمہ کی شہادت کا جو ذکر فرمایا ہے مقام حیرت ہی اسوقت امام بالفعل جناب  
 امیر تھے انکی کہنی بات ہی نہ ہو یہی وہ تھے جنہیں تخت میں متغول اور رنج و الم میں مبتلا تھے کہ انہیں  
 خلیفہ بن بیٹے۔ **اقول** بیشک محیب کے لیے بیعت م حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو  
 امام بالفعل تسلیم کر لیا تو دوسری امامت کے لیے شہادت کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہوگا۔ لیکن

فی الواقع یہ مقام کچھت نام حیرت نہیں کیونکہ یہ سجدہ (اسوقت امام بالفعل خباب امیرؒ تھی) غلط ہے  
 اور خلاف کتاب اللہ تسلیم کر رکھا ہے جسکی وجہ سے اس حیرت اور بروہات میں گرفتار ہیں۔ صحت  
 رضی اللہ عنہم کے ساتھ ولی خداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتھ بنائے مجتہد اکثر  
 جبکہ اصول و فروع مذہب شیعہ میں اس طرح کے اوچھاوڑ اور مجید گمان ڈال رکھیں ہیں کہ نہ آج تک  
 وہ کسی سے سلجھ کر اور نہ قیامت تک سلجھیں ولزیصلح العطاوا اخذ الدھر۔ انہیں شہادت  
 کر بارہ عین سلامہ ابن ہشیم نے اپنی شرح کبیر نیج البلاغۃ میں تحت شرح خطبہ اللہ بلا و فلان میں جو  
 تعارض و تناقض بیان کر کے جواب تحریر فرمایا ہے قابل ملاحظہ اولوالالبصار و منصفان روزگار ہر ذرا  
 محسوس صاحب ہی ملاحظہ فرمالیں۔ اور اگر یہ حیرت متعلق نفس و قوہ شہادات کی ہے تو اسکا جواب بخیر  
 اسکی کچھ نہیں کہ اپنی کتب معتبرہ دیکھ کر اپنی طمانیت فرمالیوں۔ باقی رہا یہ کہ از کئی کسینی بات پوچھی  
 سو جو امر بابت اختلاف صحابہ موعود تھا وہ لامحالہ واقع ہوئیوالات کچھ ضرور نہیں تھا کہ ہر ایک سے  
 پوچھا جاتا اور مشورہ کیا جاتا علاوہ ازیں وہ وقت ایسا تنگ تھا کہ اگر اس امر میں تاخیر واقع ہوتی تو ظاہر  
 وقوع فتنہ کا اندیشہ تھا۔ اور نیز جب اکثر اکابر مہاجرین انصار موجود تھے تو بعض اکابر کا موجود نہونا حالانکہ  
 وہ فادحین فی التحقق سے تھے کچھ ضرور نہیں۔ اور بیخ و الہم میں مقید ہونا اسکا جواب اباحت سابقہ میں  
 گنہگار ہے کہ حسب دایات سامی غلط ہے ہرگز بیخ و الہم وفات شریف میں مبتلا نہ تھی ہاں اگر تھی تو اپنی  
 دنیاوی حکومت کے غصب کے بیخ و الہم میں مبتلا تھی کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا ظاہر غاصبین کے  
 دست قدرت سے خارج تھا۔ ظاہری تسلط ہی آپکی قبضہ سے غصب ہوا تھا تو اوسیکار بیخ و الہم تھا علما  
 اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول صائب کے وقت عزت یعنی عبور دسترخوان اختیار فرماتے  
 ہونگے اور اپنی خدمت خاص غیر دایات خلق میں مشغول ہوتے ہونگے چنانچہ حمد اللہ اسکی موبہ دایات پر موجود ہیں۔  
 حدیثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن مقل الدقاق قال حدثنا یعقوب بن یزید  
 عن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکو فی قال لما حضرت اسمعیل  
 بن ابی عبد اللہ الوفاۃ جنم ابو عبد اللہ جزا عا شیدا قال فلما ان غمض دعا بقميص غسیل

روایت کرتے وقت حضرت عیسیٰ بن ماریہ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا۔

وہی ہے



نقض خلافت کی شوری و زندقہ میں مذکور ہو چکا ہے

کیا کسی نام شہادت ہر اقول اگرچہ اسبق میں اسکا جواب مذکور ہو چکا ہے لیکن اسجگہ پر چونکہ ہماری محبت بیعت مکرر ذکر فرمایا اسکا اعادہ باضافہ اقادات کیا جاتا ہے واضح ہو کہ اگر مذہب تسبیح پر بنا گفتگو ہو تو حضرت محبت ہر جواب کا فکر فرما دیں کہ اولاً حضرت سبب ترک تقیہ واجبہ و سکوت مامورہ و عدم منازعہ آٹھ سوئے ہیں اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفائدہ امر میں مبتلا ہوئی کہ سبب علم کا دیکھنا آپ کو معلوم تھا کہ یہ امر نہ بن تو اندھین اور تیراوس روایت کی بھی تکذیب ہوتے ہی جو آپ کی عالم الغیب شہادت ہونے پر دلالت کرتے ہیں ثالثاً باوجود اس قوت و شجاعت مفرطہ کی جو روایت باطل سے بمقابلہ و مقابلہ قوم عاد و معاملہ قتل ابوبکر اشجع عامل مذکور معلوم ہوتی ہے اور باوجود اس عقل و فراست کا کہ جسکا بیان ناممکن ہے آپ کا زمان پروردہ نشین میں حسب روایات شیعہ مانند جنین مطمح خجاست اور خنہن سنہک بعاسی و سمیات کہ بیٹ کر خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی بدعا پر کامیاب ہونا اور ذرا سی دہکی سے اپنی دعویٰ سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علامہ اسکی کہ اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہر مذہب بات جنین توحہ توڈا پر محمد کی روایت کے ہیں۔ اور اگر مذہب اہل سنت کی اعتبار سے گفتگو نہ نظر ہو تو سنی اہل سنت جناب امیر کو معصوم کہ بہترین اور عالم ماکان دیکھوں کہ تسلیم کرتے ہیں اگر آپ نے ابتداء میں بالضرر نقض خلافت کی شوری کیے تو یہ خطا ہی ہمہ تن خطا اجتہادی کی اور بعد اسکی جب آپ متنبہ ہوئی اور اسکی حقیقت پر ماحتہ و قوف حاصل کیا تو بیعت ہی کی اور شہادات ہی بیان فرمائی۔ غرض جب تک بیعت نہیں کی ممکن ہے کہ شہادات بیان فرمائے ہوں اور جب حق منکشف ہو گیا اور بیعت کر لی تو بخشش و دروگاہی بعد اسکی شہادات ہی بیان فرمائی ہوں اس میں کوئی تاغیض اور کیا استحالہ ہے اور یہ تقریر اسوقت تک ہے کہ ہم علی سبیل التسلل نقض خلافت کے مشورہ کی وقوع کو تسلیم کر لیں لیکن بحول اللہ تعالیٰ ہم کو یہ امر حاصل ہے کہ ہم ابتداء وقوع مشورہ کو ہی باطل کریں بخیر۔ اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی حق ہے اور وہ بیعت اہل حل و عقدہ وجوہ مہاجرین و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ میں سے کوئی فرد اسکا مخالف نہ تھا اور سیکو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استحقاق خلافت میں انکار کیا شک و تردید نہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اگر ملال تھا تو اس امر کا تھا کہ ہم کو شریک مشورہ کیوں

نہ کیا۔ جب اہل حل و عقد میں سے کسی توہم متحن مشورہ تھی چنانچہ جو غزوہ جی کیا گیا وہ پذیرائی جناب ہوا  
 اور جب اسکی بخش دوز بگئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ ہکو اسمین کلام نہیں ہے کہ ابوبکر احق بالخلاف  
 میں چنانچہ اس منہوں کو حدیث بخاری صرحہ مثبت ہے اور جب ہم حدیث ازانہ انخفا کو جو جناب حبیب کا  
 مسئلہ ہے دیکھی ہیں تو اس میں یہ الفاظ ہیں فیشاوروہا ویرتجعون اہم بکا ترجمہ عجیب ہے  
 یہ کیا ہے اور جناب سیدہ سے مشورہ کرتے ہیں اور اپنی کام میں مراجعت کرتے ہیں اور ان الفاظ میں  
 کہان ہے کہ آپ نقص خلافت ہی کے مشوری کرتے ہیں اور صرف مشورہ کرنے سے کیونکہ لازم آیا  
 کہ وہ مشورہ نقص خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اگرچہ حضرت  
 اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بیشتر روایات شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کے نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد  
 کو واسطی ضروری نہیں ہے تو پھر کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ اسکی نقص کے بابت دیدہ دلستہ مشوری  
 اور تدبیر میں کہتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا آپکی جناب میں منسوب کریں بلکہ فی حقیقت یہ مشوری  
 اس امر کے لیے تھی کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت صدیقی میں بلا مشورہ بیعت کی اور استبداد کیا  
 اگرچہ ضرورہ ہوا تاہم مقتضائے بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور سوا صحابہ کو آپ کا یہ ملال  
 اور یہ تاخیر باعث ناخوشی اور کشیدگی ہوئی تو جب کشیدگی اور شکر بخشی طرفین سے ہوئی تو جناب امیر  
 اور دیگر ساتھیوں نے چاہا کہ سیطرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہماری پاس آئیں اور ہم انسی برادرانہ شکایت  
 کریں اور وہ غدر و ناجبی بیان فرمادیں تو ہمیں شکر بخشی دور ہوا اور ہر ملال رفع ہوا اور بیعت کر لیں کیونکہ  
 اگر یہ قصہ جمع میں ہو تو مبادا بسبب اگر کہ مختلف الطباع لوگ جمع ہو گئی کوئی ایسا امر نہ ہو جادی جو بیعت  
 زیادتی ملال ہو بس صرف اسی امر میں مشورہ تھا اور اسی بابت تخلیہ میں گفتگو ہوتے تھے چنانچہ حضرت  
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت عمر تنہا جانے سے مانع ہوئی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مانا  
 اور تنہا تشریف لیگئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑا اور اسمین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حقیقت بخلاف کا اثرا  
 کیا اور عدم مشورہ اور استبداد بیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بجواب اسکی فضائل و  
 بیان فرمائی عدم مشورہ اور استبداد کا عند کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور پھر بیعت ہو گئی

چنانچہ آخر تک باہم شیر و شکر ہی اور شہادت فضائل و محامد خلفاء رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہی  
 یہ مدعا ہی صحاح اہست تصریح علم شیعہ کی بد لالت مطابق ظاہر و باہر کی چنانچہ میر سید قمر الدین  
 بن اس میں اسکو تسلیم کیا ہے اور شیعہ المطاعن کے مجملہ تائید میں عبارت مذکور ہے چونکہ خوف تہول انتہا سلیبی  
 روایات مختصر عرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں  
 یہ جملہ جو تحریر فرمایا ہے (جمع شدہ در باب نقض خلافت مشورہا بکار میر دند) پر اسکی کیا معنی ہوگی  
 سو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ منشا اس لال کا یہ ہے کہ خلافت تھا تو جب گردہ مخالف  
 خفیہ مشوری کہی تو اگرچہ یہ مشوری بابت نقض خلافت کی نہوں تاہم عوام میں شورش و جھگڑال  
 پیدا ہونی کے باعث شمر نقض خلافت کی ہو سکتی ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ منافقین  
 اور اعداء دین تخریب دین متین کے کین میں بیٹھ رہے ہوں تو چونکہ یہ مشوری منہج نقض خلافت  
 تھی تو اسلیبی انہیں اطلاق کیا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی اسکی صمد و نظیرین عالم میں  
 چنانچہ قاتل خطا کو قاتل کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہراؑ کی دولت سرا میں  
 ہوتا تھا حضرت عمرؓ و ثناءک ان بزد گوار و دین سے تو کینی نہیں پوچھا یا ہوگا جو باعث اس قدر  
 جوش و خروش کا ہو جس کی صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان مشورہ کی ظاہری حالت سے  
 سب نقض خلافت کا سمجھا کہ اس قدر تنبیہ فرمائی اور اسکو جگہ کہا گیا کہ یہ مشورہ نقض خلافت کی باہین نہی۔ ثانیاً  
 سلمنا کہ یہ مشوری در باب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اسکی معنی یہ کہہاں نہی پیدا کی کہ یہ مشورہ  
 کرتے تھے کہ جس طرح ہو کہ خلافت کو توڑیں بلکہ در باب نقض خلافت مشورہا میکروند۔ کی معنی یہ ہے  
 کہ نقض خلافت کی بارہ میں مشوری کرتے تھے کہ آیا نقض خلافت مناسب ہے یا نہیں چنانچہ بالآخر  
 یہ قرار پایا کہ نقض خلافت حقہ مناسب نہیں اور بیت فرمائی۔ ثالثاً سلمنا کہ یہ مشورہ در باب نقض  
 خلافت باہن مراد تھی جو حضرت مجیبؒ نے سمجھی لیکن یہ حکم ہو کہ یہ طرف نسبت کیا گیا ہے جسکا  
 صدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے ہی ہو سکتا ہے تو ہم یہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہ حکم حقیقہ  
 جناب امیرؒ اور حضرت زبیرؒ کی طرف راجع ہے بلکہ یہ فعل حقیقی طور پر اذن حضرات کا تھا۔

اونہیں ادنیٰ درجہ کی تھی اور ہمارے شرع پر اونکو پورا وقوف حاصل تھا لیکن چونکہ حضرت امیرؓ اور زبیرؓ  
 اونہیں سرگردہ تھے اور بڑی ہٹی تو بشرکت جسدی مجازاً ان حضرات کی طرف ہی وہ فعل منسوب ہو گیا  
 چنانچہ عبارت تحفہ کی اسی طرف ناظر ہی پس اصناف سے ملاحظہ فرمائی اگر بالفرض ان حضرات سے  
 اس قسم کثرت واقع ہوئی ہے ہون تو یہی وقوع شہادات کو مضر نہیں مان سقندر گذارش باقی رہی  
 کہ ہماری محبت عیاب یہ جو تحریر فرما رہے ہیں کہ خلیفہ ثانی نے اونپر گہر جلانی کی دہکی دی تھی اور  
 پہلی تحریر میں یہ عبارت تھی اور بیت لینی کے لیے گہر جلانی کی دہکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت فاطمہؓ  
 بیت سہیل سنت کی کتب معتبرہ میں درج ہے مگر چونکہ بعض علم عصر انکار کرتے ہیں اور شیعوں کا اقرا  
 بتائی ہیں سہیلی گذارش ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ محیب کو دہکی اور قصہ احراق میں ہتیا زاد تفرقہ  
 نہیں حالانکہ فرقہ بدہی ہے۔ **قولہ** پیر خباب امام حسن و امام حسین علیہما السلام نے جو بالقوہ امام  
 تھے خلیفہ اول و ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ میں فرمایا کہ منبر سے اتر کیونکہ یہ میری باب کی حکمتی  
 اور دو خطیفوں نے بجز اقرار کے کچھ چارہ مذہب چنانچہ کتب معتبرہ المسند مثل تاریخ الخلفاء و  
 کنز العمال میں یہ حال تحریر ہے پیرین حیران ہوں کہ کس جرأت سے ہماری محیب فرمائے ہیں کہ خلافت  
 خلفائے ثلاثہ شہادان ائمہ سے واقع ہوئی۔ **اقول** ہماری حضرت محیب کے جوش و خروش کو دیکھنا  
 کہ کس شد و مد سے اپنی روایات سے چشم پوشی فرما کر فرما رہے ہیں۔ اجماع حضرت ابی ہیان تو بالقوہ ہے  
 ہی معصوم نہیں جب جائیکہ امام بالقوہ ہو آپ اپنی کتابوں کو ملاحظہ کیجئے یہی علماء کی شہاد تو نہ تو سنائی  
 تفسیر صفائی میں جو اس وقت میری سامنی پہلی ہوئی رہی ہے محمد بن مرتضیٰ معروف لما حسن حضرت آدم کے  
 قصہ میں تحریر فرماتے ہیں **وَالْعَمْرُو عَزَّ الرَّضَاءُ قَالَ لَهَا لَقَدْ بَاهَذَ الشَّجَرَةَ وَاشَارَ لَهَا إِلَى شَجَرَةٍ**  
**الْحُطَّةِ وَلَمْ يَقُلْ لَهَا وَلَا تَأْكُلَا مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ وَلَا تَأْكُلَا مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ وَلَا تَأْكُلَا مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ وَلَا تَأْكُلَا**  
**اَكْلًا مِنْ غَيْرِهَا لَمَّا اَزْوَسَ الشَّيْطَانُ إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ وَكَانَ خَلْقَكَ مِنْ أَدَمَ قَبْلَ الْبَيِّنَةِ وَلَمْ يَكُنْ**

جواب صحن ۱۱ میں شیخ کو انکو زاد خلافت فرمایا انزل عن منبر

۱۔ عبون میں امام رضاؓ سے مروی ہے خدا تعالیٰ نے آدم و حوا کو گھبون کے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس درخت کے  
 نزدیک سے ہو جو لوہہ نہیں فرمایا تھا کہ نہ اس درخت کو نزدیک ہونا اور نہ اسکی ہم جنس کے تو وہ اس درخت کو نزدیک نہیں ہوتی اور ورنہ  
 درخت میں سے کھایا جب شیطان نے اونکو بہکایا پھر فرمایا اور یہ آدم ہی نبوت سے پیشتر واقع ہوا تھا ۱۳۔

ذلك بذنب كبير استحق به دخول النار وانما كان من الصغار الموهوبه التي تجوز على الكبرياء  
قبل نزول الوحي اليهم فلما اجتباها الله تعالى وجعل نبيها كما زعموا لا يذنب صغيرة ولا كبيرة  
قال الله تعالى فعصا آدم به فغوى ثم اجتباها فتاب عليه وهكذا قال ان الله اصطفى آدم ونوحا والابراهيم  
وفي رواية ان الله عز وجل خلق آدم حجة في ارضه وخليفه في تباركه لم يخلق له الجنة وكانت المعصية  
من آدم في الجنة لا في الارض لتيم مقادير امر الله عز وجل فلما اهبط الى الارض وجعل حجة وخليفه  
عصم لقوله عز وجل ان الله اصطفى آدم ونوحا والابراهيم من اولادهم من حيث يشاء عسى ان يكون  
بالقوة من ابيهم عصيت كاصد وجسدي ياداش من جوار خداوند تعالی سے عبیدگی کی اور جنت سے نکال دیا  
اور توسط ائمہ معصومین دعا و التجاہات الہی میں کی جب معافی ہوئی جائز ہے بلکہ واقع پس اگر بالقوة  
ائمہ سے کوئی ایسی عصیت جس سے مستحق خلود یا دخول نار نہوں اور وہ معصیت ہم جنب اس معصیت کے  
جو حضرت آدم سے روایات سامی صادر ہو علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف میں جو عصا  
حدیث رفع القلم کی ہے تو لمحاظ روایات سابقہ کیا احتمال ہے لیکن ہم اس قول کو حسب ارشاد جناب  
امیر مقتضای میں اسی فعل کے برابر سمجھتے ہیں جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک  
سوار ہونے کی بابت مروی ہوا۔ قطع نظر اس سے عجیب کا مدعا و سوقت ثابت ہو جبکہ امور مفصلہ ذیل  
ثابت ہوں۔ (۱) آپ کو اسوقت رفع تقیہ جائز ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہوں (۳)  
مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو۔ (۴) آپ اسوقت کامل العقل اور مکلف ہوں  
(۵) عرف آپ کی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول بخانین جائین مکمل حال  
اما امر اول پس حسب عموم شیوخ جن قاسطین ہمارقین دنا کشین نے معاذ اللہ جناب فاطمی کے دشمنوں کی

۱۔ اور کچھ بہت بڑا گناہ ہی نہیں ہے کہ جس سے دخول نار کے مستحق ہوں اور وہ صرف گناہ صغیرہ بحث ہوا تھا جو نبی  
سے نزول وحی سے پہلے جائز ہیں۔ پہر جبکہ خدا نے برگزیدہ کر کے نبی بنایا تو معصوم ہو گئی کہ گناہ صغیرہ کرنے سے نہ کیسوی حق تعالیٰ  
فرمایا۔ آدم نے اپنی رب کے نافرمانی کے پس گمراہ ہوا۔ پہر خدا نے اسکو برگزیدہ کیا اور اسکی توبہ قبول کی اور ہدایت کی  
اور فرمایا اللہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت کے ایسی  
زمین پیدا کیا تھا جگہ اسکو اپنی زمین میں محبت اور پیوستہ و نہیں خلیفہ پیدا کیا تھا۔ اور گناہ آدم سے جنت میں ہوا تھا نہ زمین میں  
تاکہ اللہ کے امر کی تقدیر پوری ہو پس جب زمین پر او را از محبت او خلیفہ بنایا تو معصوم ہو گیا کہ تعالیٰ۔ ان اللہ صطفی آدم و نوحا الامیر۔ ۱۲۔

گھر کو جلایا اور ضرب شمشیر یا تازیانہ سے صدمہ پونہی کر محسن شش ماہہ اسقاط کرایا اور بر سر منبر فاحشہ کے  
ساتھ شہم کیا اور اسے اللہ سے جبر اگلی میں سی ڈی الکربیت لے اور نبات طیبات کو غصب کیا اور فدک  
چھینا اور کیا توقع تھی کہ وہ ایسی شہنشاہانہ باتوں سے سکوت کریں گے۔ اور انہیں امامین معصومین کا  
کیا رعب ہوگا جو ایذا رسانی سے باز رہیں پس رفع نقیہ کی کوئی وجہ نہیں۔ معہذا تعجب ہے کہ خلافت  
صدیقی سے توجو بظاہر حسب قریات مطابق شرع ہے اس قدر ہتکرت فرما دیں اور خود ہی بلا ضرورت اس غلط  
حوالہ امیر معویہ فرما دیں تو معلوم نہیں کہ حسب اصول لفظ خدا و رسول کو کیا جواب دیں گے۔ زیادہ تعجب صاحب  
تشید المطاعن سے ہے کہ باین توجہ اسنی جواب طعن صدیقی کے عدم نقیہ کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہؑ  
فرمایا ہے اور یہ بتایا کہ حسب روایات شیعہ پہلے کونسا دقیقہ مجبوری کا اوٹھا رکھا ہے جواب حضرت  
فاطمہؑ کا لحاظ کر نیکی یا ڈر جانگی۔ سلاوہ اس کی یہ علت خود زمانہ خلیفہ ثانی میں جو یہی قول امام ثالث سے  
صادر ہوا نہیں جاری ہوگی۔ امر ثانی ہم کہتی ہیں کہ لفظ اب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں نہ  
جناب امیر کو نکا اطفال کے عادت ہے۔ جب اپنی بزرگ کے جاگے کیو بیٹا دیکھتی ہیں یا اپنی بزرگ کا  
کچھ اکیو بیٹا دیکھتی ہیں تو ناگوار سمجھتی ہیں اور بیوقوفانہ منع ہوتے ہیں تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ دیکھا۔ اب آپ جگہ دوسری لوگوں کو بیٹا دیکھ کر مقتضایہ غریبہ فرمایا  
اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر پر تیرا اور یہ ہے وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اسکی تصدیق فرمائی  
اور نیز اپنی ہونے سے بھی نفی نہیں فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر میری میری باپ کا۔ اور پھر  
یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر میری میری باپ کا اور آپکی ہفاقت کو یاد فرما کر رو پڑی  
پر صاحب تشید کا اسکو حاشیہ تشید میں بعض نفیس پر محمول کر کے مقصدی جواب سہا طرفہ تاشا ہے۔  
امثال اگر مقصود بیان استحقاق تھا تو ایسے الفاظ سے بیان کرنا جس میں اندیشہ ثبوت خلاف مقصود  
خلاف صحت اور نہایت مستبعد ہے اور کچھ غیب نہیں جیہاں اس عبارت سے بفرض محال اگر یہ ہے  
مدعا ہو تو برکز بایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تھا اور موافق تقریر صاحب  
تشید محالفین کا کچھ خوف نہ تھا تو یوں فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخلافہ بعد جدک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا بی علی بن ابیطالب از ابابکر کرتقصہ با غصبا و دانا  
 فانزلوه عن منبر جد فانه ليس له اهل - اسوقت شیعہ کو گنجائش ہستہ لال ہوتی رہے تھی بزرگ  
 امر کو اسی طرح چستان اور سیلی میں بیان کرنا اور اسی عبارت میں ادا کرنا جس میں خلافت مقصود  
 اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نہ کر گیا۔ امر رابع بدہی المطلبان ہر اعتبار کی نسبت ارشاد ہر فلما بلغ  
 اشد واستوی جو مراۃ وال ہر کہ نبوت بعد بلوغ اشد اور ہستی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے  
 اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہیں محمد بن رضی المعروف ملا محسن سیر صافی میں تحت قول تک  
 فاراد ربك ان يبلغا شد هما ای العلم کمال الکر فرمائے ہیں تو اس ہر صاف ثابت ہر کہ زمانہ  
 بلوغ اشد ہر بیشتر کمال عقل و راسخ حسب شہادت ملا محسن مفسر نہایت معہدا استثناء اطفال کا عموما  
 تکالیف شرعیہ ہر سکی دلیل اس پر واضح ہے جس میں کچھ خفا نہیں۔ امر خامس کے بطلان کے لیے حاجب خشم  
 ہستہ لال نہیں یاد آتا ہر کہ خود جناب امیر نے جناب بنین کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی  
 اور شیعہ روایت کرتے ہیں وہ یہ ہر کہ تم جانتی ہو کہ حضرت کر دوش مبارک پر سوار ہو جا یا کرتے ہر  
 جس ہر صاف ثابت ہوتا ہر کہ اونچی حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و اعتبار نہیں سمجھا پس اس پر  
 استدلال خضم کے روبرو پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دشمنہ کا کام ہے مگر کیا کریں جب ہستہ لال خشم  
 بہم پونچھیں تو کیا ان ابلہ فریب تقریر و نسج ہی دل خوش نہ کریں۔ پھر علوم بنین کے کس حصہ پر یہ خفا  
 اور کس پر یہ ہر دعویٰ تناقض مابین اقوال ائمہ و شہادات ہر۔ قول جبکہ یہ خلافت کتابت  
 و شہادات ائمہ وغیرہ ہر واقع نہیں ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اسلئے اہل سنت کو وضع اصول کی  
 اشد ضرورت ہوئی۔ **اقول** جبکہ مجیب بسبب کی شبہات کا استیصال قرار واقعی کیا چکا  
 تو وہ ہر امر حق محقق باقی رہ گیا کہ خلافت خلفاء و کتاب اللہ تحت اور شہادات ائمہ ہر سے

۱۵۔ اسی لوگوں مستحق خلافت بعد میری مانا صلی اللہ علیہ وسلم کے میری پر بزرگوار علی بن ابی طالب ہیں  
 اور ابو بکر نے قبض خلافت غصب و قدی کے طور سے پہن لیا ہر۔ اسکو میری مانا کے منبر سے اتارو۔ کیونکہ  
 یہ اسکا اہل نہیں ہے۔ ۱۶۔ پس تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونو اپنی کمال عقل کو پہنچ جائیں

واقع ہر اور اہل سنت کو اوسکریٰ اصول بنانیکر کچھ ضرورت نہیں قال القائل المحبب  
قولہ۔ مان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ہی جن اصول و شرط  
پر واقع ہوئی ہر اہل سنت کو نزدیک وہی اصول صریح و قوی کر لینی معتبر ہیں۔ اتوں  
اس آکر قول سے معلوم ہوا کہ سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کی ہی خلافت راشدہ کر لینی  
اصول و شرط میں پہنچا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ  
صحیح ہو۔ **یقول العبد الفقیر الی مولائہ** اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت  
محبب اپنی پہلی تحریر کی اصل مطلب کو بھولی ہوئی ہیں جو ایسا بے سرو پا اعتراض فرماتی  
ہیں لیکن اب میں مختصر خلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہوں اور اس پر جو کچھ مینی عرض کیا  
وہ بھی مختصراً لکھتا ہوں اہل انصاف خود دیکھ لیں۔ کہ اس پر ہمارے محبب کیا فرما رہے ہیں اولاً  
جناب محبب تحریر فرماتی ہیں شیعہ کو نزدیک امامت مشروط بشرائط ثلثہ نفس عصمت و فضیلت  
اور اہلسنت ان شرائط کو شرط خلافت نہیں مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کرے ہیں جن سے ادنیٰ  
نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہے اور اخذ ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفائے ثلاثہ متنازعہ نہیں  
واقع ہر اور یہ ایک قسم کا مصداقہ علی المعلوم ہے انتہی۔ بندہ نے اس پر بڑے مضمون عرض کیا کہ  
جبکہ خلافت خلفائے ثلاثہ کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت و واقع ہے تو اہلسنت کو اوسکر  
اثبات کر لینی ہوگی اور یہاں کی کچھ ضرورت نہیں لیکن ظاہر ہے کہ خلافت کچھ خلفائے ثلاثہ میں ہے  
مختصر نہیں ہے اور اگر یہ لفظ خلفاء مفید ثبوت نہ تھا تاہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ  
نہیں ہی مفہوم ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ بعد خلافت تھانے کے مخصوصہ راشدہ کی دوسری خلافت کو  
اصول کے ضرورت تھی تو جب یہ خلافت تھانے کے حق ہو گئی اور انکا ثبوت کتاب اللہ سے ہوا اور ائمہ  
انکی حقیقت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہ خلافت تھانے کے راشدہ واقع ہوئی ہیں وہ اصول  
لاحیالہ حق ہونگے اور جو خلافت ان اصول کے مطابق واقع ہوئی۔ وہ ہی حق و معتقد ہوگی پس اس پر محبب  
یہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کر لینی سوائے کتاب اللہ و شہادات ائمہ کے ہی

اصول و شروط میں تو آپ کا یہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ صحیح عہد  
فہم مطلب عبارت سے ناشی نہیں تو کیا ہی کیونکہ اولاً اس کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ محبت کے کتاب  
و شہادات کو ہی اصول قرار دیا ہے حالانکہ یہ غلط ہی کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف واضح ہے کہ  
ایک اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہیں جو اپنی جزئیات پر منطبق ہوں نہ تضاد یا تخصیص علاوہ اسکی کتاب  
و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کہ یہ وہ اصول ہیں جو بطور خود وضع کیے ہیں جسکا  
الزام لگایا گیا تھا۔ ثانیاً مینی یہ عرض کیا تھا کہ خلافت تہائی متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول  
کی ضرورت نہیں لیکن جو اصول کہ ان سے تنبیہ میں وہ اصول وقوع و سلوح کے لیے معتبر  
ہیں اور اس سے ہر ایک کی ذمہ داری سمجھ سکتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اصول تنبیہ جو  
خلافت تہائی متنازعہ فیہا سے پیدا ہوتی ہیں اپنی ہی سلوح وقوع کے لیے معتبر نہ ہوں گی اگر اذکار اعتباراً  
ہو گا تو آئندہ کی لیے ہو گا۔ لیکن ہماری محبت بسبب اپنی کمال دشمنی سے یہ سمجھ کر  
کہ گویا لفظ سلوح وقوع کا مضاف الیہ نہ ہو وہی خلافت تہائی متنازعہ فیہا مراد ہیں اور غلط  
سمجھ کر اعتراض فرمادیا۔ ثالثاً حضرت مجیب نے جن کثرت اور اصول کا الزام لگایا تھا جو بلحاظ  
شرعیہ کی ہوائی نفسانی از خود وضع کیے جاوے اور بندہ کمتر نے ان ہی اصول موضوعہ کا  
انکار نسبت خلافت تہائی متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض میں سلوم ہوتا ہے کہ ہماری محبت  
اپنی اصلی قید کو فراموش فرما گئی ہیں جو متعلق اثبات اصول کی دہکر دیتی ہیں۔ اور یہ تمام گفتگو  
اوس وقت تک ہے کہ ہم جناب محبت کی خاطر سے تسلیم کر لیں کہ ازالہ الخفا کا مطلب جو ہماری محبت کے  
سمجھا ہے وہ صحیح ہی دوزہ فی الحقیقت اگر وہ ایک سجادہ تو ہماری محبت اس مطلب کے الخفا تک ہے  
نہیں پوچھی مگر سوچیں اور اہل علم و انصاف سے پوچھیں بندہ نے ہی اجاث سابقہ میں اس کو مجمل و مختصراً  
بیان کیا ہے۔ قولہ معذرتاً وقتیکہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہوں اور دلائل خارجی سے  
ثابت نیکی جائیں یہ کہتے ہیں کہ جن اصول و شروط پر واقع ہوئی ہے اہل سنت کے نزدیک ہی اصول  
سلوح وقوع کے لیے معتبر ہیں مصادره علی المطلب ہی اقول سبحان اللہ حضرت مجیب

مناظرہ دانی ختم ہی کیوں جناب میر صاحب ذرا سوچ کر فرمائی تو یہی کہ مصادره علی المطلوب کہو  
 کہتی ہیں اور بیان مصادره علی المطلوب کیونکہ لازم آتا ہے قولہ اور نیز اس تکرار سے بظاہر  
 کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف  
 کر انہیں کہو لکھ چکی ورنہ کسی دوسرے سے پوچھی کہ یہ تکرار یہی یا نہیں پہلے ہی تو فرمائی کہ تکرار کیونکہ  
 میں تعجب ہے کہ جناب اپنی تکرارات بیفائدہ نہیں دیکھتے جو کہ بندہ بنظر اغماض یہاں محنت قلم  
 انداز کر آیا ہے نقض خلافت کی مشوری۔ کہر جلالی کی دہلی فعلیت است جناب امیر۔ جناب امیر کی کچھ  
 جو کچھ حضرت میں مشغولی۔ ابتلا رنج والہم من کسیکات بات نہو چہنا وغیرہ یہ سب امور اور  
 علماء ائمہ بیت سی امور جو اسی ایک صفحہ میں مذکور ہیں قطع نظر تکرارات تمام کتاب سے اگر یہ تکرارات  
 بیشبہ نہیں تو کیا ہے اب انصاف سے سوچ کر دیکھی اور فرمائی کہ تکرار بیفائدہ اسکو کہتی ہیں  
 جو آپ کے عبارات میں موجود ہے یا اسکو کہتی ہیں جو آپ کے بندہ کی عبارت میں پیدا کیا قولہ  
 ان غلطان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلے کیا ہے وہ خلافت راشدہ  
 نہیں۔ **اقول** عبارت کا مضمون سمجھنا یہ خاص آپ کا ہے حصہ ہی بیشک خلافت کا ذکر پہلے  
 پہلے اس عبارت میں کر چکا ہوں (دفعہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء رضو کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے  
 واضح ہے تو اصل سنت کو وضع اصول کی کچھ ضرورت نہیں ہے) اور سر تک ذکی و بلید اس عبارت کو دیکھ کر  
 سمجھ سکتا ہے کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سے ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت  
 راشدہ ہونا اپنی اختیار سے جب کو چاہا راشدہ کہہ دیا جسکو چاہا امارت سلطنت کہہ دیا نہ کتاب اللہ نہ سنتی  
 نہ ائمہ کی غرض نہ یہ مضمون ہمارے عجیبے خوب سمجھا لیکن یہ کچھ نئی بات نہیں حضرت عجیب  
 کہ کابریس ہمیشہ کتاب سنت کے مضامین ایسی ہی سمجھتی چلی آئے ہیں یا بندہ اول قارو  
 اسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ میں ہی یہی بات ہے **اقول** جو خلافت کہ کتاب اللہ  
 و شہادات ائمہ سے ثابت ہو اسکو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہمارے عجیب جیسی منصف کا ہے  
 نام ہے پس یہ محض ہمارے عجیب کے ظن میں ہے نہ واقعہ میں حق کہ حضرت کا یہ فرمانا

پر شہادت ائمہ سے خلافت راشدہ ثابت ہے سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ خلافت راشدہ وابستہ ہے  
 لفظ مرادف میں۔ ائمہ خود خلفاء راشدین ہیں انکی شہادت اپنی سوا کیسی خلافت راشدہ پر  
 کیا سنی۔ اگر وہ ائمہ ہیں تو خود خلف راشدین ہیں اور اگر خلفاء راشدین ہیں تو وہی ائمہ ہیں  
 پھر سوائی خلف راشدین کے انکی غیر کو ائمہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے **اقول** اس جگہ  
 ہماری محیب صاحب نے اپنی کمال لیاقت و دشمنی سے دو اعتراض خلط کر کے ذکر فرمائی اول  
 متعلق وقوع شہادات اور ثانی متعلق اطلاق لفظ ائمہ ان دونوں اعتراضوں سے اہل علم پر بخوبی روشن  
 ہو سکتا ہے۔ غرض کہ تا کجا شریعت پائنگاہ علوم پر شہادات ائمہ سے ثبوت خلافت  
 راشدہ کی عدم فہم کی دلیل جو کچھ ارشاد ہوئی وہ اور ہی نور علی نور ہے لیجی سنی اس تقریر کے اغلاط  
 مختصر گذارش میں آؤ لا خلافت راشدہ اور امامت کو (مرادف) مترادف فرمانا یہ اس پر مبنی ہے  
 کہ آپ نے شاید نیز ان منطق اور تہذیب ہی نہیں دیکھی جو حضرت کو مرادف کی تعریف معلوم ہوئی  
 اور اگر از ادب کف کی بعض عبارات کا شکوہ ڈالیں تو واضح ہو کہ بعد تامل وہ آپ کی مفید مدعا ہونے لگے  
 جو کچھ فرامین سوح سمجھ کر فرمائیں۔ ثانیاً سنا کہ یہ مرد لفظ اصطلاحاً مترادف میں لیکن  
 کس کے نزدیک اگر شیعہ کے نزدیک مرادف تو اہل حق پر اذکر مسلمات حجت نہیں اور اگر اہل حق کے  
 نزدیک مرادف تو بدایت غلط ہی آخر یہ تو آپ نے ہی سنا ہو گا کہ امام مالک سے امام شافعی سے  
 امام غزالی سے امام رازی سے علی العموم اطلاق کرتے ہیں اور انکو ہر خلفاء میں سے کہیں سمجھ کر اگر آپ نے  
 ایسا ہی مرادف سمجھ رکھا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہی ہر جگہ یہی سمجھ کر ہوئی تو پھر  
 ائمہ الکفر میں کیا کہیگا قرآن کو اگر پیش بھیجا تو پھر انکو خصم کو بیت و محنت اور کجائش ہو جائیگی اور  
 آپ تنگ ہونگی علامہ اکی ابن بابویہ نے حصال میں روایت کر ہے عن ابی عبد اللہ  
 قال ثلثة یدخلون الجنة بغير حساب وثلثة یدخلون النار بغير حساب فاما الذین یدخلون الجنة  
 بغير حساب فاما عادل وناجی صدق وشیخ اقی عمرہ فی طاعة اللہ عزوجل واما الثلثة  
 ۱۔ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا تین شخص ہیں جن کو حساب نہیں ہے جو دوزخ میں جلائے حساب و اہل جہنم  
 میں ہے حساب و اہل جہنم کو وہ امام عادل و نا جی صدق و شیخ اقی عمرہ ہیں جن کو حساب نہیں ہے اور وہ جہنم میں ہیں۔

الذین دخلہم النار فی حساب النار غیر حساب فاما جابر و تاجر کذب و شیخ زان۔ تو اس رویت میں تو  
کوہی دیکھتے ہو اور فرمائی کہ امام کی کیا مراد ہی چونکہ اس وقت نقل دایت سے مقصود اسی قدر ہی پہلی اس حدیث  
شریف کی تفصیل فوائد کسی دوسری وقت پر منحصر کرتا ہوں ثالثاً عمواً ائمہ کا خلفا راشدین ہونا یہی ہے  
اپنی ہی سمات سے ذکر فرمایا ہم پر حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس بار فاسد برہمنی ہی۔ رابعاً اگر حصر مراد ہے تو ہر  
غلط اور غیر مستقیم جس سے دریافت کیجیگا آپکو تہا دیگا کہ جب خلف اور ائمہ باہم متقابل مناظر میں کوئی ہوگا  
تو ائمہ سے ائمہ اہل بیت مراد ہونگے اور خلفاء سے خلفائے ثلاثہ تو یہی ہے غلط اور از قبیل ہمارے فاسد علی الفاسد ہے  
خاتماً اگر ائمہ خود خلف راشدین ہیں اور خلف راشدین ائمہ ہیں تو ہم کب کہتے ہیں کہ وہ اپنی سوا  
کی کسی خلافت راشدہ پر شہادت دیتی ہیں بلکہ بعضہم لبعض شہادت دیتی ہیں اور اسکو کوئی الخ  
ہنیں پس انہی سوائے کسی خلافت پر شہادت کے معنی صیانت کرنا بالکل لغو اور بے معنی ہے  
سادساً یہ فرمانا کہ اگر وہ ائمہ ہیں تو خود خلف راشدین ہیں الخ نے اس مسئلہ میں لیکن تفسیر  
محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرنا ہے اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہے۔ پس عبارت حق کے  
معنی یا غیار ظاہرین یا بائیں کسی کہ جن حضرات کے امامت کی تم معتقد ہو انہیں کی شہادت  
سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہے یا یہ کہ جو متفق علیہم نام فی الدین ہیں انکو شہادۃ  
ثابت ہوتا ہے کہ خلافت ہتھا ثلاثہ راشدہ ہیں یا یہ کہ وہ ائمہ حلی خلافت و امامت اپنی زمانہ میں راشدہ  
متفق علیہ ہیں انکی شہادات ثابت کرتے ہیں کہ خلافت ہتھا ثلاثہ سابقہ خلافتیں راشدہ ہیں اور ان  
سے توجہات میں کچھ خلل نہیں ہے اگر اب بھی آپ یہ کہیں اور ہٹ دھرمی کریں تو خدا سمجھ  
**قولہ** اور ثبوت کتاب اللہ اور شہادات ائمہ کا جواب پہلے گزر چکا ہے **اقول** اس کا جواب  
**الجواب** ہی وہیں ملاحظہ فرمایا ہی **قال النبی** **الحیب**۔ قولہ بخلاف حضرات شیعہ کہ  
کہ انکو اصول ثلاثہ باوجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں سنلزم درمیں بالغوتیہ اول یا آخرین لاشی  
اور ثبوت ثبوت بلوغہ قولہ درمیں مصدقہ علی المخلوب علی اصول اہل بیت باطل ہے۔ **اقول**۔ ہوا ثلاثہ

سنت آپکا یہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں دعویٰ بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو نمٹ کر  
 کیا جاتا۔ **بقول العبد الفقیر الی مولائہ سبحان اللہ** ہمارے محبوب حبیب ابن مہدی  
 اعداد مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ میں اپنی اصول ثلثہ کی سنت اپنی خلاف منصبی دلیل  
 دعویٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے شرائط ثلثہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اور حبیب مانع نے اسکی ثبوت کو  
 منع کیا تو اولیٰ اس سے اسکی منع پر دلیل کے طالب ہوتے ہیں اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ہمارا  
 منصب کیا ہے اور اسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہ معلوم کہ دعویٰ کسکو  
 کہتے ہیں اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہیں ہے ہر دوسرے کو یہ لین ترانہ  
**قولہ** معتمد اسوامی عصمت کے دو شرطوں یعنی فضیلت خلفاء موفیہ کے حضرات اہل سنت ہے  
 قائل ہیں اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں تو حضرات ان شرطوں کو کون دلائل سے ثابت  
 کرتے ہیں۔ **اقول** یہ وہی غلطی ہے جو بارہا ہمارے محبوب حبیب سے سرزد ہوئی ہے اور ہم  
 کہہ چکے ہیں اور اب بھی ہم متنبہ کرتے ہیں کہ حضرت یہ آپ غلط سمجھ رہے ہیں اہل سنت ہرگز ان  
 شرائط کو شرط نہیں جانتی آپ وجود کو اشتراط سمجھ رہے ہیں جو شرط اس غلطی کا ہی حالانکہ  
 ہر ائمہ وجود اور اشتراط میں ہوں جب سے ہر جو اطفال سے پہلے ہی غلط ہو گا **قولہ** یہ کب ہو سکتا ہے  
 کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہوں۔ **اقول** بیشک آپ یہ صحیح درست فرمایا  
 یہ ہرگز ممکن نہیں کہ اہل سنت کسی امر کی بقاء قیام دلائل شرعیہ قائل ہوں اور یہاں تک کہ ہمک بشیعہ ہیں کہ انکی پہچان  
 تو حسن و جہ ہی شرعی ہے واللہ الحمد والفضل ما شہدت بہ الاعداد **قولہ** گو خلاف ہے کوئی  
 دلیل شرعی قائم ہو **اقول** کیون حضرت اسے کیا کہتے ہیں پس اپنی اصل حالت پر آگئی اچھی حضرت  
 کیا آگے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہیں لیکن اس سبب کہ آپ اسکی قطعیت کا اعتراف فرماتے  
 ہیں گو آپ کے اکابر کے خلاف ہو چنانچہ اس موقع پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسکو ثابت کریں گے یہ غلط  
 بارہ میں کیوں قائل قبول نہیں اگر ائمہ نے تقیہ کچھ نہ فرمایا ہو تو حق تعالیٰ کے شاد نے تو تقیہ نہیں  
 کیا ہو گا خدا اسکو باطل صادق دیکھے اور اپنی علم کی تاویلات کو اسکی سادہ نیز ان حضرات میں

تو یہی تو معلوم ہو جائیگا کہ اہل سنت ہمارے دلیل سے کسی خلاف کے قابل ہو کر ہیں یا بدلائل و دلائل اللہ ہی  
 میں ہے۔ **قولہ** چونکہ دور کا ذکر آئے بالاجمال کیا ہے محض جواب ہی گذارش کہ ہر چند آپ کی  
 نسبت عقائد وغیرہ سے یہ ہر شے شرط خصوصاً پہلے دو شرطیں یعنی فضیلت و نفس تو ضرور  
 ثابت ہیں مگر ہمارے بحث بلکہ میں نے ہی انکار ہی چنانچہ اثبات اللہ تعالیٰ کے دلائل شرط میں ان کا ذکر کیفہ  
 تفصیل سے آئیگا۔ مگر بیان اس قدر گذارش ہے کہ اگرچہ آپ امامت میں ان شرط کے منکر ہیں مگر ثبوت  
 نبوت میں ضروری قابل ہو کر جو جواب آپ دہن فرمادیں۔ وہی جواب ہماری طرف سے امامت میں کہنا  
 نبوت ہی قبول فرمائیے۔ **اقول** یہ غلطی وہ ہے جس پر بارہا متنبہ کیا جا چکا ہے کہ امامت کے  
 نسبت تسنیم شرط فضیلت و نفس کا مبنی محض ایک خفیف التباس ہے جو ادنیٰ طلبہ پر بھی  
 واضح ہو سکتا ہے باقی نہ لزوم دور کے جواب میں جو بطور الزام ارشاد ہوا ہے کہ امامت شرط  
 ثلثہ کے اگر امامت میں منکر ہیں تو نبوت میں تو ضرور قابل ہو گئی (اولیٰ) چاہے یہ ہے کہ شرط ثلثہ کا ہر شے  
 ہماری طرف سے یہاں قبول کریں اس الزام کا رد محض اس پر کہ ان پر ہماری محبت سے یہ رکھ چکا ہے  
 کیونکہ فرماتے ہیں (مگر ثبوت نبوت میں تو ضرور قابل ہو گئی) اولیٰ چاہے یہ ہے کہ شرط ثلثہ کا ہر شے  
 اہل سنت کو نزدیک ثابت فرماتی اور بعد ازاں الزام دیتی اب یہی اگرچہ پیش اور خیال ہو تو ہم اللہ لیکن پہلے  
 اس میں شرط اور لازم میں تقاریر اور امتیاز کے لیے ہیں بہت اگر ثبوت مثلاً نفس پر موقوف ہو اور  
 نفس موقوف نبوت پر تو ہرگز نہ دور لازم آدمی لیکن ہم کہتے ہیں کہ نبوت کا توقف محض اعتبار اور صفا  
 نہ ہونہی ہر ہر اور اس کا موقوف معجزات پر ہے نہ نفس پر بخلاف شرط ثلثہ امامت کے کہ امامت  
 موقوف نفس پر اور نفس موقوف عصمت و فضیلت پر اور عصمت فضیلت موقوف امامت پر تو امامت  
 انہی نفس پر موقوف ہوئی اور یہی دور ہی قطع نظر اس سے ان میں شرط ثلثہ میں جو دوسری خرابی  
 آپ کے تقریر سے لازم آئی وہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ وہ یہ کہ آئے امامت کو ثانی نبوت قرار دیا  
 تو نا محالہ یہ شرط ثلثہ امامت نبوت کے ہی شرط ہو گئی۔ تو ہم ایک قیاس بنائیے جس کا کبریا تعینہ  
 کہیے جو کہ آپ اپنی تقریر میں میں تحریر کر آئے ہیں وہ یہ کہ (جس میں یہ شرط متحقق ہیں

وہ امام خلق و نائب رسول ہے (قیاس کی طرح ہوگا۔ الرسول یوجد فیہ ہذہ الشرائط  
وکل من یوجد فیہ ہذہ الشرائط فهو امام و نائب عن الرسول ینتج الرسول نائب  
عز الرسول اور یہ بدیہی البطلان ہے اور لزوم لغویۃ کے جواب میں تو آپ طرح ہی دیکھی معلوم  
ہوتا ہے کہ شاید سچ ہی نہیں ورنہ اگر ہی نبوت کی معارضہ فاسدہ سے مالتی قولہ اور لزوم مصلو  
علی المطلوب آپ ہی پہلے قول سے ثابت ہے اقول ای جناب گستاخی معاف پہلے آپ  
مصارفہ علی المطلوب کے تعریف سیکھیں اور اسکی بعد اعتراض سمجھیں اسکا کیا علاج کہ آپ یہ بھی نہیں  
جانتے کہ مصارفہ علی المطلوب کسکو کہتے ہیں یہ آپکا عذر کافی نہ ہوگا کہ میں محض فارسی ہوں قال  
الفاضل الحسب - قولہ - پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف میں بحث منظور ہے  
تو اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان و فضائل میں بحث شروع کی ہوتی جو آخر منہج بہ بحث امامت  
ہوتی۔ اقول - مجھ کو کسی اختلاف میں خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ ہے کیونکہ کتب  
منظرہ فریقین موجود ہیں اور ادین ہر قسم کی بحث لاکھ ہے منصف و حق کے طالب کے لیے کافی ہے  
صرف بیاضی خاطر غریب عنایت فرمائی دلی شک کا حال شروع میں تحریر ہوا یہ سوال لکھا گیا اور جب پوچھا گیا تو لکھا  
جایگا محض ان کی خاطر ہی ہوگا یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ ای جناب۔ آپ  
اصل نشان سوال ہی نہیں سمجھیں آپ نے اپنی سوال میں تفسیر فرمایا ہے (فرقہ اہل سنت و جماعت  
و شیعہ اثنا عشریہ میں اگرچہ اصولاً و فروعاً ہیبت سے اختلاف میں مگر ہیبت بڑی مخالفت و مخالفت  
میں ہے) تو اس میں یہ میں جناب نے گویا فرمایا ہے کہ علت تخصیص بالبحث مسئلہ خلافت کے  
اوسکی عظمت پر بندہ نے اوسپر یہ عرض کیا کہ اگر یہ ہی علت ہے تو اصل سے نزاع معلوم  
صحابہ ہی اوسپر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپکی ضرورت کا اثبات کیا  
جو آپ نے اوس سے تبری و تحاشی فرمائی شروع کی اور منہج مانا کہ اصل غرض تحریر سوال سے باز  
خاطر غریب عنایت فرمائی تھی لیکن یہ تو جناب نے تحریر نہیں فرمایا کہ اصل فرمائش اوسکی یہ ہے  
ہی کہ مسئلہ امامت میں ہر سوال لکھ جائے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مدعا یہ ہے کہ کسی

مسئلہ میں بحث شروع ہو جائی کیونکہ وہ خود چند ان اس مسئلہ سے واقف نہیں تھے لیکن یہ تقییر مسئلہ  
 جاننے بطور خود مناسب سمجھ کر فرمائی سو یہی سند در پاس خاطر عزیز کا یہی بجا نہیں **قول**  
 پہلے گذارش ہو اگر اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہے نہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول**  
 اوس جگہ یہی عرض ہو چکا ہے کہ اس اصل کے اصل بصرہ ہی مسلمہ صحابہ ہے کیونکہ اونکی ماخذ تہ  
 اور ہم ماخذ تہ باعتبار اون اوصاف کے ہے جنہیں فریقین اہلسنت و شیعہ باہم مختلف ہیں۔  
**قول** حضرت نے بیان محض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جائے کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل  
 و ایمان میں گفتگو رکھتی ہیں حاشا و کلام یہ ہرگز نہیں کہ کل صحابہ کے فضائل کے منکر ہوں  
 یا کل کے ایمان میں کلام ہو۔ بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت نسبت گفتگو ہے۔ اور یہ صرف اہل حق  
 ہی نہیں کہتی بلکہ حضرات اہلسنت کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ پہلی ثابت کیا گیا ہے کہ کل صحابہ کے  
 فضائل کے یہ حضرات ہی قائل نہیں۔ **اقول** شروع رسالہ میں کس قدر تفصیل کے ساتھ  
 بیان کیا جا چکا ہے کہ علمائے شیعہ کل صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے یا بعض کے اور کون جگہ ثابت  
 کیا گیا ہے کہ حضرات شیعہ علی مخصوص ہمارے مجیب کو تمام صحابہ کے فضائل و ایمان میں گفتگو ہے کیونکہ  
 انکی نزدیک عصیت خلاف کرمت ہے اور صحابہ میں سے بالاتفاق کوئی معصوم نہیں اور حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائے سہاک بن خریشہ یوم احد جنگ سے فرار کر چکی اور بعد انتقال حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہو چکے تو فرما کر  
 وہ کون سے صحابہ ہیں جنکا ایمان اور جنکی فضائل و محاسن میں اور بعض محال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس ہے  
 ہوئی تو لاکھوں کے شمار میں کس قدر ادا میں محسوب ہو کر باقی اہل سنت کی نسبت یہ الزام کہ وہ ہی کل  
 صحابہ کے فضائل کے قائل نہیں محض دیکھو کہ وہی اور اقرار ہے اہلسنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت آج  
 صحابی کے رتبہ کو پہنچ نہیں ہو سکتا مگر یہی عصمت صحابہ تہم نہیں پہنچ سکتا بلکہ اہلسنت  
 صحابہ کی خطایا اونکی مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ اونکی فضائل کا  
 اعتراف ہے اور انکی عصمت تہم نہیں تو اونکو یہ روایات کچھ مضربین **قول** فضائل اکبر و بعض کو

کے خاتم المحدثین صاحب خیانت و شراف و فساد و مشیہ و مردودان جناب الہی تحریر فرماتے ہیں۔

**اقول** بحول اللہ و قوتہ اسکا مفصل جواب ابجاٹ سابقہ میں جگہ ہماری حضرت مجیب بڑی

شد و مد سے یہ اعتراض فرمایا ہے تحریر ہو چکا ہے حاجت تکرار و اعادہ نہیں مگر اس قدر گزارش ہے کہ اگر

بالفرض یہ کلمات الزامات نہیں لکھی تاہم یہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الہی لکھتی ہیں محض آجکا

افتراء اور بہتان ہے۔ **قولہ** ان اگر ان امور میں خلفائے ثلاثہ کی بابت تحریر فرمائی تو مضائقہ نہ تھا

کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہیں یہ ہم **اقول** اگر آپ کو اور علماء شیعہ کو صرف خلفائے ثلاثہ رضاکو

فضائل و ایمان میں گفتگو ہوتی تو بیشک کچھ فضائل نہ ہتا کہ خلفائے ثلاثہ کے ہی بابت تحریر کیا تے

لیکن آپ کو حسب روایات کافی غیر سوائے چند چار یا چھ صحابہ کے سبھی فضائل و ایمان میں گفتگو ہے

معہذا آپ ہی اگر سوائے خلفائے ثلاثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ تسلیم فرماتے ہیں تو ہم صرف

معاہدہ خلفائے ثلاثہ ہی پیش کرینگے اور جبکہ آپ کو نہ ہر اردن بلکہ لاکھوں صحابہ کے فضائل و ایمان میں کلام ہو

تو ہر خصوصیت خلفائے ثلاثہ بالکل بھی ہوگی اور سوقت عام طور پر بحث ہوگی حسین خلفائے ثلاثہ ہی داخل

ہونگے باقی رہے یہ کہ اہلسنت کی طرف یہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہیں محض کذب و افتراء ہے

مثلاً اس غلطی کا یہ ہے کہ فضائل کو ملزم عصمت تصور کر رکھا ہے اور یہ سراسر غلط ہے **قولہ**

غیر یہ بحث ہے آپ کے قول کے موافق بالآخر مجب بحث امامت ہے ہوتی سو غیر معنی اول ہی شروع کر دی

اب آپ اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچھ ہے آپ کچھ سمجھ رہے ہیں سوال انہماک

جواب اولیٰ بیان۔ تاہم جو کچھ ہو آپ نے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدایت کے موافق ہو یا مخالفت

آپ نے بہت اچھا کیا۔ آفرین و مرہبا اصل غرض میں یہ تھی کہ علت کچھ بیان کی اور بحث کچھ شروع کی

تو شاید نیر غم خود اس خاص بحث میں دلفون کچھ زیادہ ہوگا ورنہ ہمارے طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع

کبھی ہم خود کیا دعویٰ کریں جناب کو خود معلوم ہو رہیگا۔ **قال** اللہ اعلم **الحکم**

**قولہ**۔ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت میں زیادہ دعویٰ ہے اور اسکی بحث پر فطوف

داغتا ہوگا اسلیں اول اسکو چیرا۔ اقول۔ مسئلہ مختلف فیہ میں دعویٰ اور ثبوت و اعتقاد دوسری  
 مسئلہ کی خصوصیت نہیں۔ **بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی** حضرت مجیب کے  
 دعویٰ اور ثبوت و اعتقاد کا حال سیفہ راجحاث گذشتہ میں اہل الصاف روش پر مشکف ہو چکا ہے  
 اور رہا آئندہ کھل جائیگا لیکن عجیب ہے کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہ اعتقاد و ثبوت  
 کس راہ سے آیا اور مرتبہ حق یقین کا کیونکر حاصل ہوا ہم جہاں تک تحریر کو دیکھتی ہیں اس کے  
 تصرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اور کیا عجب سحرشاید بعض  
 اوقات میں آدمی کو غلطی پر ہی اعتقاد اور ثبوت ہو جاتا ہوگا جیسے بعض بیوقوف اپنی آپکو دیکھنے  
 منظور کر لیتی ہیں اور بعض جاہل اپنی زعم میں عالم میں بیہوشی میں آخر آپکو معلوم ہوگا کہ علی نے ایک  
 قسم یقین کا جہل مرکب ہی تو قرار دیا ہے جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہے۔ **قول**  
 مگر چونکہ اس مسئلہ میں پہلی سے گفت گوتی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہ ہے مسئلہ ہم تھا  
 اسلیں **سکو چیرا گیا اقول** یہ عذر جناب نے اسی تحریر میں نہرایا اگر اصل میں  
 اسکو طرہ فرماتے تو کچھ گفت گونہ تھی۔ باقی اہمیت متنازعہ نہیں اس مسئلہ کے ثواب ثابت کہہ  
 نسکی اور جو کچھ ثابت فرمایا وہ غیب مدعا نہیں تو مختصر اہمیت اس مسئلہ میں جبکہ دعویٰ اس  
 عبارت میں کیا گیا ہے بالکل غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ **قال الفاضل المحبیب**  
**قولہ**۔ پس ہر پاس خاطر منظور کر کے گذارش کرتے ہیں۔ جناب مخاطب مدعی میں کہ شرط ثلثہ ثابت  
 یعنی نص عصمت و فضیلت دلائل عقلیہ و قلبیہ سے ثابت ہیں تو اول جناب کو لازم ہے کہ تعریف  
 امت کی نزادین اور بعد اس شرط ثلثہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے ہر ایک کو دلائل عقلیہ  
 سے ثابت فرادین۔ اقول۔ آپکی اس غیایت کا شکریہ ادا کرنا ہوں **بقول العبد الفقیر**  
**الی مولانا حضرت تسلیم قولہ** محکم امید ہے کہ بفضل الہی آپ امت اور شرط  
 کی تعریف بخوبی جانتی ہوں مگر بخبال میری اس قول (اور انہی اصول خلافت جو کہ میں پہلے  
 انکی تعریف صریحہ کر کے کی منقلب کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا **اقول** میں جانتا ہوں

خواہ نہیں جانتا آپ سے دریافت کر نہیں کیا چرچ ہی اگر میں جانتا ہوں تو یہ کیا ضرور ہے کہ آپ  
 اسکی موافق ہی ہوں مہند احیاء آپکو جمیع مسائل میں وثوق و اعتماد ہی اور حق الیقین کا تہ  
 حاصل کر لیا ہے تو محض پوچھ ہی پر منتقل کرنے کی ڈر سے کیوں گہرائی میں اور آب ندیدہ  
 سوزہ کشیدہ کیوں ہوئی جاتے ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ بیان تو بندہ کر علم کی ایسی معتقد ہوئی  
 کہ یہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ میں امامت اور اسکی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہوں مگر اسکا  
 فردم میں ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہی وہ ان کیوں اسیر ناغہ  
 ہوئی کہ میری جانتی کو ہی بے علمی سے تعبیر کیا **قوله** افسوس کہ جانتے میری عرض قبول  
 تقرائی میں آپکی ارشاد کی تمہیں سبب چشم کرنا ہوں متوجہ ہو جی۔ **اقول** جناب کا ارشاد  
 بر موقع و ثبوت محل تھا اسلیں کہ مدعی ہو کر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز و اعراض کرنا اور دوسرے  
 مطالبہ اثبات سے معتقد اہم کرنا بے محل تھا اسلیں جناب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جناب اپنی  
 واجب سے سبکدوش ہو جائیں گی اور اپنی دعویٰ کو خصم پر ثابت فرماؤں گے تو ہستہ اسوقت جناب  
 کو استحقاق سے لے دلیل ہو گا ورنہ خطر القتاد۔ باقی رہا بندہ کی گزارش قبول فرمانا کہ جناب نے  
 اپنا زہ ہی وجوب سے بزم خود فارغ کیا ہوا اور نے الحقیقت صحیح ہو یا نہ ہوا سکابندہ ممنون  
 عنایات سے **قوله** امامت کی تعریف یہ ہے کہ دین دنیا کے جمیع امور میں نیابت پیغمبر سے  
 کمال امت کا مقتدا و پیشوا ہوتا ہے قسمت ایسی حالت سے مراد ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لطف  
 و عنایات سے کسی شخص میں ثابت ہو کہ اس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کو یہی ہو گناہ  
 کی خواہش و رغبت اس شخص سے منتفی ہو جاوی۔ نفس سے یہ غرض ہے کہ خدا اور رسول سے صفا  
 حکم اسکی امامت کو بابت صادر ہو۔ افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کمال امت سے جسکا امام ہو صفا  
 حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو **اقول** یہ تعریفات جو وہ چند محل بحث میں آتا  
 ہے کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہے یہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہے یا لفظی یہ تعریف نکتہ  
 ہے یا صلاحا اگر اول سے تو بے محل و ذلیل کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہ معنی پائی

ہی نہیں جاتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرعی یا غیر شرعی اگر غیر شرعی ہے تو قابل التفات نہیں  
 اور اگر اصطلاح شرعی ہے تو لسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہے ورنہ دعویٰ بے دلیل کب  
 قابل سماعت ہے کہ تو متبع موارد کلام شارع سے جن مواقع میں یہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہے  
 جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حد اپنی محسوسہ و پر  
 منسوب نہیں کیونکہ جامع نہیں۔ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا۔  
 اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اور نیز انبیاء کو باب میں ارشاد فرمایا۔ وَجَعَلْنَاھُمْ اُمَّةً یَّعْبُدُوْنَکَ  
 اور یہی ہے کہ انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کر صحیح نہیں ہے۔ ثانیاً سنا کہ یہ اصطلاح  
 شرعی اور حقیقت شرعیہ ہے تو جبکہ بلا قرینہ صاف اسکا اطلاق ہو گا یہ ہی معنی مراد ہونگی  
 تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہیں مانتی اور جو کچھ امام علیہ السلام نے نسبت شیخین فرمایا  
 ہما امان عا دلان اوسمیں کیونکہ حقیقی شرعی مراد نہیں لیتی اور کس واسطے تاویلات بعد  
 از عقل فرماتے ہیں۔ ثانیاً یہ تعریف مانع ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف دون انبیاء پر ہی صادق  
 آتی ہے جو کسی رسول کے بعد اسکی شریعت کے احیاء کے واسطے بعد اندر اسہا مبعوث ہوئی حالانکہ اعتباراً  
 اس اصطلاح کے اولیٰ امام اور خلیفہ راشد نہیں کہتے۔ رابعاً عصمت کی تعریف حالت کے ساتھ فرما  
 ہے کہ جبکی ثبوت پر مثبت لگے میں اسکی سبب سے عصمت کی غیبت منتفی ہو جائے اور یہ غلط ہے کیونکہ علوم  
 موسنین میں ہی بعض اوقات یہ حالت بعنایت آہی پیدا ہو جاتی ہے کہ غیبت عصمت اس  
 حالت سبب وقت منتفی ہو جاتی ہے اور اسکا انکار مکابرہ ہے حالانکہ آپ اسکو عصمت نہیں فرماتے  
 اور تعریف عصمت اس پر صادق آتی ہے ان اگر ملکہ کے ساتھ تعریف کیجئے تو شاید صحیح ہوتی  
 کہ اس میں سنی سوخ کے ہیں اور حالت میں یعنی تغیر و تبدل کے۔ خامساً لفظ خواہش و غیبت سے  
 یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بدون غیبت کے مثلاً سہو نادانستگی کی حالت میں صدور عصمت جائز ہے  
 حالانکہ آپ اسکو قابل نہیں ہیں۔ سادساً تقیہ کی آڑ میں تو حضرات نے کہا یہ بلکہ کفر و شرک تک

ہی ائمہ پر ثابت کر دیا جو بخوابش و غیبت کرتے ہیں کیونکہ تقیہ حسب تعریف قوم دہی موافقت اہل الخلا  
 فیما یدینون بہ ہی تو پر عصمت کس کا نام ہے۔ سبباً افضلیت کی تعریف میں تو ہمارے مجاہدین  
 رہ سہا انہما نام سلم ہی خرج کر ڈالا اجماعی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنی معرفت پر محمول تو فرمایا گیا اور پر  
 ذرا یہ بھی قائل فرما کر دیکھ لیجیے کہ ذرا صرح لازم آتا ہے یا آپ کا وہی معادہ علی المصلوب اور بعد  
 اس مرحلہ کے یہ بھی تحقیق کیجیگا کہ بنی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہے اور ہر  
 بالعقل ہی یا در کثرت ثواب اور قرب من اللہ تک ہے پر ہے اور غیر ہر رک الا بالشرع بعد ان سبب  
 اپنی تعریف صحیح فرما کر درج جواب کیجیگا چونکہ خوف طوالت تھا اس لیے مختصراً اعتراضات متبادل جنہا  
 فی بعض عن کر دیے۔ قولہ اور ان ہر تہ شراط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اس قدر گذارش کو فرمایا  
 کہ جب امت ثانی مرتبہ نبوت ہے اور نیابت بنی ہے مراد ہی پس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں  
 وہی عینہا کچھ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہو گئے اور ظن غالب ہے کہ عصمت انبیاء کا آپ قائل ہی ہو گئے  
 افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہیں نص کے باب میں ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہلسنت نص کے  
 علی الاطلاق مستکر نہیں پس اس صورت میں ہر تہ شراط کے دلائل کے بیان کر نیکی جنہا ضرور  
 نہ ہے مگر چونکہ آپ نے بیاس خاطر یہ بحث منظور فرمائی ہے اس لیے اسکی رعایت ہر تہ ضرور ہے اقول  
 یہ تقریر دلقریب بالکل نا تمام بلکہ غلط ہے اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ ہر  
 تو اسکی شرح کرنے چاہیے اور اسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہی مراد ہے اور جملہ (نیابت  
 بنی مراد ہے) مع عطف تفسیری واقع ہے تو مسلم لیکن یہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہو گئے  
 وہی عینہا عصمت ائمہ پر دال ہو گئے ہر تہ غلط ہے کیونکہ اسکا مدعا یہ ہے کہ اصل میں جہد اوصاف  
 ہو گئے وہی فرع میں ہی ہو گئے حالانکہ یہ بدلتہ غلط ہے ان اگر فیما میں اوصاف اصل و نائب  
 فرمائے تو متناقض نہ تھا اور اگر یہ مراد ہے کہ بعض اوصاف اصل نائب میں ہوتے ہیں تو قطع نظر ترجیح  
 مرجع کے آپ کا قیاس غلط اور باطل ہو گا۔ عصمت انبیاء کا میں قائل ہوں اور اس امت کو احیاء شرع کی

اور ہوا میں شعاں و درہم اسلام میں نیابت نبوت اعتقاد کرتا ہوں لیکن باوجود اس کے اوصاف نبوت کو  
 نبی کے ساتھ مختص سمجھتا ہوں اور اوصاف امام کو اس کے ساتھ۔ اور عصمت کو انم نبوت سے ہر دوں  
 پس نبوت عصمت کے لیے امام میں بھی سب دلائل کے امت کو صرف نیابت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا  
 محض ہمارے عجیب کے ناتوان تقلید ہے کیونکہ یہی غلطی اپنی شہید ثالث وغیرہ کو بھی سدا رہا حق ہو  
 وہ مجالس المؤمنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی میں فرماتے ہیں زیر کہ امام قمر مقام نبی است در جمیع امور  
 مگر در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ تتبع کیا جادی تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا  
 باطل ہوگا اپنی امام کلینی کے حدیث ملاحظہ فرمایہ عز السیاحۃ علی بن ابی طالب کا زحمتنا  
 وهو الذی یوصل اللہ الیہ الملک فی کل وسیع صوتہ ولا یری الصورة عن خفہ اور کتاب  
 مختوم بخواتیم الذہب در مصحف قلمی اگر بطور وحی کے نازل نہیں ہوئی تو کیونکر آئی۔ ہر کیف معلوم ہونا ہے کہ  
 سب یہ خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور یہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ  
 مختص نسبت عوام کی میں نہ نسبت ائمہ کے تو اس میں اصل اور آخر اہل نخلت کی ہر قسم کے اہل  
 حق کے اور اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا یہ آپ جیسی مناظرہ دان ہی کا کام ہے علاوہ اس کے یہ  
 محض قیاس ہے جس کو آپ فرد میں ہی قابل اعتبار نہیں سمجھتے تو معلوم نہیں کہ ایسی کیا چیزیں ہیں  
 کہ جس کے بہ دولت اصول عقائد میں اس کو تسلیم کر کے مستدل قرار دیا۔ معہذا یہ دلائل ان کے مدعا کو کیونکر مثبت  
 ہو سکتے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار اس مدعی کے وارد کی ہیں کہ جس میں  
 انبیاء کی عصمت صرف زمانہ نبوت میں تسلیم کے لئے ہے اور عصمت معتقد علیہا سامی جس کے آپ اثبات  
 در پہلے ہیں وہی جو صفات و کمالات سے سہواً و غملاً از مہد تا مکہ ہو تو جس مدعا پر آپ یہ دلائل وارد فرمائیے  
 میں خصم پر اولیٰ محبت لانا بالکل لغو اور باطل ہے۔ پس میرا انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا ائمہ کے  
 عصمت کے مستلزم نہیں اور آپ کا قیاس قیاس مع الفارق اور غلط ہے۔ باقی رہا اثبات فضیلت و نفی  
 امام سجاد سے سردی ہے کہ حضرت علی بن محمد ثانی اور محدث وہ ہوتا ہے کہ جس کی طاعت خدا ازشتہ ہیچو وہ اس سے بات  
 کہی اور اس کی آواز سن کر اور صورت دیکھی۔ ۱۲

ثبوت میں صرف میری اعتقاد و فضیلت کو جو خلفاء کے نسبت ہر کافی سمجھنا اور میری اس قول کو  
 کمتفی خیال کرنا کہ اس سنت علم الاطلاق نص کے منکر نہیں وہ یہی غلطی ہے جو اوس نے طلبہ ہی کرین  
 اور ہماری علامہ محیب گذشتہ رجحان میں بہت جگہ چکر میں اور ہم متنبہ کر چکی ہیں اب اس  
 تقریر سے صاف واضح ہو گیا کہ ہماری محیب بسبب کو ہر تہہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی کس قدر  
 ضرورت تھی لیکن کیا کرین ہماری پاس خاطر کے رعایت لابد ہے یہی اس لیے جب کوئی دلیل ہم  
 نہ پہنچی تو امام رازی کے ہر دو نمونہ پناہ لی کلا حین مناص۔ قولہ لہذا گذشتہ ہی کہ اگرچہ  
 دلائل عقلیہ و قلبیہ عصمت امام پیشا میں اور نمونہ ہی بہت سی ہماری علماء کرام نے کتب مسبوہ  
 کلامیہ میں تحریر فرماتے ہیں مگر بیان صرف اس قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ آپ کی تحقیق انجام نے ہر اول کو  
 لکھا ہے تاکہ آپ کو بھی اعتراض نہ ہے۔ بہت خواہی کہ شوخضم تو عاجز دشمن ہی منہ بکار قول  
 پیران کہیں ہر خصم از سخن تو چون نگردد و لازم ہر اور اس خنہاں خود کش لہزم کن + اقول  
 اسی حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجیب کے اشہد بیز انصاف کو دیکھنا چاہی کہ اس میدان میں  
 میں کس قدر طریق عدل سے منحرف ہے کہ بحث اثبات عصمت ائمہ از مہد تا محمد میں دلائل عصمت  
 انبیاء کے جو زمانہ نبوت میں ہر تسلیم کے گئی ہے پیش فرماتے ہیں اس کے نقص محض بجا گذشتہ  
 قول کے تحت میں عرض کر چکا ہوں اور انشا اللہ تعالیٰ ہر دلیل کے ساتھ اس پر جرح قدح  
 کر کے اس خطا پر متنبہ کر دینا کہ جو ہماری محیب اور ان کی ہم غیو نکو واقع ہوئی ہے ہر ہر ہا ہنہ  
 خوبیاں کس ناز و افتخار سے رباعی ریب جواب فرماتے ہیں۔ قولہ پوشیدہ نہ ہے کہ امام  
 فخر الدین رازی صاحب نے سولہ دلیلین عصمت انبیاء پر قائم کی ہیں کہ وہ سب بغیر سبیر  
 عصمت ائمہ متین جاری ہیں بنظر اختصار او نمونہ سے بعض لکھ جاتے ہیں حضرت محیب  
 تفسیر سیر ملاحظہ فرمائیں۔ امام صاحب موصوف سورہ بقرہ اول رکوع ۴۴ میں ذیل  
 قولہ تَعَالٰی فَازْلَمُ الشَّيْطَانَ عَصَمْتَ اَنْبِيَائِ مِنْ اَخْلَافِ نَدَابِكِ ذَكَرَ كَرِهَ فَرَمَاتے ہیں اَلْحَقَّ  
 عِنْدَنَا نَدَابِكِ عَنْهُمْ الذَّنْبُ اَلَا اَلْبَنُوۃُ الْبَشَرِ وَلَا الصَّغَرُ يَدِلُّ عَابِدُ عَوْدِ اَحْلَ صَدِّ الذَّنْبِ

عنہم کہ انواقل درجہ منہ صباۃ الامۃ وذلک خیر جاکون بیان الملازمۃ از درجات الانبیاء کانت  
 فی غایت الجلال والشفہ وکل من کان كذلك کان صدور الذنب عنہ فحش الا توی الحقولہ کا  
 بانشاء البی من ذات منکن بفاحشہ منیۃ یضاعف لها العذاب ضعفین والمحصن بجم وغیرہ  
 یحد و حد العبد نصف حد الحر ما انہ لا یجوز ان ینزل عن التبع اقل جلال من الامۃ فذلک  
 بالاجماع انتہی۔ آپ ہی عز فرمایا کہ یہ دلیل بعینہ عصمت امام میں ہی جاری ہے ائمہ کے  
 درجہ ہی نہایت شرف و جلال میں ہیں پس ای گناہ کا صادر ہونا ہی فحش ہوگا اور یہ  
 بات کہ امام کا امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ہے افضلیت کی بحث سے ظاہر ہے چنانچہ  
 اسکا بیان ہی آگے آئیگا آپ افضلیت خلفاء کی متفقہ میں۔ **اقول** یہ دلیل جو امام  
 رازی نے عصمت انبیاء میں وارد کی ہے کی طرح عصمت ائمہ کو مثبت نہیں ہو سکتی ہے  
 اور بوجہ محل بحث ہے اولاً ظاہر ہے کہ ائمہ مطہرین انبیاء اور داخل افراد امت میں انبیاء نہیں  
 جو جلال و شرف انبیاء کو حاصل ہے ائمہ کو نہ ہوگا کیونکہ بالاجماع ہر نبی اپنی تمام امت سے اصل  
 و اشرف ہے ائمہ اگر جلال و شرف کی کسی مرتبہ میں واقع ہوں تاہم افراد امت سے خارج نہیں  
 ہو سکتے اور انبیاء کی جلال و شرف کو نہیں ہو سکتی تو صدور معصیت اگر منافی ہے تو اس  
 غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہے جو صرف انبیاء ہی کو حاصل ہے اور افراد امت کو حاصل  
 نہیں ہو سکتا افراد امت میں ہے اگر کسیکو کوئی شرف و جلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال  
 و شرف بدلتا ہوگا تو صدور معصیت کو بھی منافی ہوگا پس در صورت صدور معصیت مستلزم  
 کو کسی استحالہ کو ہوگا اس میں کیا استحالہ ہے کہ امت میں کا فرد اعلیٰ فرد سا فل ہو جائے۔ ثانیاً افراد  
 امت میں ہے ائمہ سے لیکر عدول و صلحی دامت تک جس قدر افراد و اصناف میں سبکو اپنی مرتبہ  
 کو موافق جلال و شرف حاصل ہے صحیح مقبولین غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں بلکہ اصیاً  
 مثل ابوطالب غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں ازواج مطہرات میں آپ کی نزدیک حضرت  
 ام سلمہ رضی غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں البتہ سوائے ائمہ خصوصاً حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر میں ہی داخل میں غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں  
 تابعین ہم باحسان غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں علیٰ ہذا القیاس محدثین فقہ  
 بخاری میں صولیین و مشکوٰۃ میں خصوصاً حکمران میں ہر کوئی لاکھم لا انقطع آثار النبوة غایت درجہ  
 شرف و جلال میں واقع ہیں سلامہ ان سب کے نائب صاحب الزمان جو سنگم عنیت کا رکن ہیں  
 جس پر تمام دین کا دار مدار ہوگا غایت درجہ شرف و جلال میں واقع ہیں اگر شرف و جلال  
 مطلق مستلزم عصمت ہے تو تمام مذکورین معصوم ہونگے۔ ولہ یقل بہ احد۔ اور اگر شرف خاص ہے  
 تو وہ فقط انبیا کا شرف و جلال ہے جو غایت اعلیٰ درجہ کا ہے ائمہ کی شرف و جلال کا مستلزم کسی  
 دوسری دلیل سے ثابت فرمائی۔ وروضا خط القنادیثا لثانی بنی کا امت سے شرف و اجل  
 و اعلیٰ و فضل ہونا اور اقل حالانہونا امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہے لیکن ائمہ جو کہ خود  
 افراد امت میں داخل ہیں آپ ان کا اس طرح اجل و اثر ہونا ہی بالاجماع ثابت کیجیے  
 ورنہ اس دلیل سے ثابت نہ ہو لیجیے اور ائمہ کو قیاس علی الانبیاء امت سے افضل کہنا ہماری  
 بحیب جیسے ہمہ دان کا کام ہے ورنہ نے بحقیقت یہ تفصیل محال ہے کیونکہ مستلزم محال کو ہر  
 تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ ائمہ احاد امت میں داخل ہیں پس اگر تمام امت سے افضل ہونگے  
 تو اپنی نفس سے ہی افضل ہونگے اور یہ محال ہے کیونکہ مستلزم محال ہے و ہو فضل الشی علی نفسه  
 فضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیاء و باطل ہوئے اور اگر ائمہ سے مراد اعداء تقسیم ہی تو پھر انبیا پر  
 قیاس کرنا بدیہی البطلان ہے اور تمام دلیل لغو۔ راہب اب ائمہ کے اس دلیل سے معصوم  
 کہتے ہیں تو اس وجہ سے کہتی ہیں کہ جو علت عصمت انبیاء ہے وہ سببہ ائمہ میں بھی پک جاتی ہے یعنی  
 جیسے انبیاء غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں اس طرح ائمہ بھی واقع ہیں اور اس طرح انبیاء کو  
 امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ائمہ کا بھی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں تو بوجہ اشتراک  
 اس علت کے جیسے انبیاء معصوم ہیں ائمہ بھی معصوم ہونگے اور یہ نمرج قیاس ہے کیونکہ قیاس کے  
 لئے اگر یہ لوگ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے۔

تعریف صاحب معالم الاصول نے یہ کی ہے۔ القیاس ہوا حکم علی معلوم بمثل الحكم الثابت علی معلوم  
 اخرا لا یشرک الیہ فی العلۃ اور یہ تعریف بذاتہ اس کی صلاحت آتی ہے اب ہم اس کی علت کو  
 دیکھتے ہیں ظاہری کہ یہ علت مقصود نہیں ہے۔ تو مستنبط ہوئی پھر اگر آپ معالم الاصول  
 وغیرہ کتب اصول دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ وہ قیاس جس کی علت مستنبط ہو چکی ہے نزدیک بالاجماع  
 باطل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔ والمشارك جامعاً وعلۃ وہی اما مستنبط اور منصوب  
 وقد لایطبق اصحابنا علی منع العمل بالمستنبط الا من شد وجک اجماعہم فیہ غیر واحد منهم  
 ووقایر الاخبار بانکارہ عن اهل البیت وبالجملة فمنع بعض من خرد رہا المذہب اور بالقرض  
 ہم نے تسلیم کیا کہ علت مقصود ہے ہوئی تاہم مستانہم جواز عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ  
 باب اعتقادات میں غیبات کو دخل نہیں ہے پس یہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل  
 ناکافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال و شرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول  
 کسی علت کا ہے اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت ہے مستانہم عصمت  
 اور ظاہر ہے کہ وہ جلال و شرف جس کی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے تو یہ قیاس  
 بھی لغو ہوگا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہے نہیں سادسٹ حکم علی المنسحق علیہ  
 ماخذ ہے دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اصل و اثر ہے ہونی کا کیا گیا ہے تو بطور دلیل ہے کہ اس  
 حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہ شرف و جلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اس کی علت نبوت  
 اور صفاً و خدو ندق کے ساتھ ہے اور یہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہوگا  
 اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اس کا لازم معنی عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی  
 پس اثر فیرض محال یہ دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہو تو ہماری محبت کے مدعا کو مثبت ہونے کیونکہ

۱۔ قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہی مثل حکم دوسری امر معلوم کے سبب ہے کہ وہ نہ علت میں مشترک میں ۱۲۔  
 ۲۔ امام مشترک کو علت مدعا مع کہتے ہیں اور علت مستنبط ہونے جو با مقصود اور جاری اصحاب بجز ان کے  
 استنبط میں مستنبط پر عمل منع ہے اور بیت لوگوں نے اس میں اجماع بیان کیا ہے اور اہل بیت سے کجا انکار و تواتر ثابت ہے  
 ان میں اس کے نہایت فرویات دین ہے - ۱۲ -

یعنی اثبات عصمت از حدیث تا حدیث اور اس دلیل سے غایت یہ ثابت ہوگا کہ ائمہ زمانہ بہت  
 میں مخصوص ہیں و این ہند امن ذاک - معجزہ انداز اس دلیل کا اس پر یہی کہ اگر انبیاء سے عصمت صادق  
 ہوگی تو انبیاء با انہمہ جلال و شرف عصمت است سے اقل درجہ ہو گئی اور ظاہری کہ اسکا جویان  
 اوسے وقت ممکن ہے جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہیں تو امت کہان ہوگی کیونکہ امت بعد  
 بعثت ہوگی اور جب امت نبوتی تو اقل درجہ ہونا در صورت صد و عصمت لازم نہ آیا تو عصمت  
 قبل نبوت ثابت نبوتی تو اس دلیل سے عصمت قبل الامامت کیونکہ ثابت ہوگی پس ہماری حضرت  
 محیب ذرا انصاف سے ملاحظہ فرماوین کہ یہ دلیل عصمت ائمہ میں کیونکہ جاری ہو سکتی ہے۔  
**قولہ** پیر امام صاحب موصوف فرماتے ہیں تائیدہا از بقولہ ابرا قدامہ علی الفسق و جب  
 ان لا یكون مقبول الشہادۃ بقولہ لھا از جاء کمر فاسق نبیاء متینوا لکنہ مقبول الشہادۃ و  
 الامکان اقل حالا من عدول الامت و کیف لا نقول ذاک و ان لا معنی للنبوة والرسالة الا  
 ان یشهد علی اللہ تبارک و تعالیٰ شرع ہذا الحکم و ذاک و ایضا ہنویوم القیمة فشاہد علی کل بقولہ لھا انکونوا  
 شہداء علی الناس و یكون الرسول علیکم شہیدا - چونکہ امام ہی احکام شریعت بیان فرماتا ہے  
 اور شہادت دیتا ہے کہ خدا و رسول نے یہ حکم امت کے لیے مشروع کیا ہے پس یہ دلیل سے عصمت  
 امت میں جاری ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں قول خلیفہ کو دین میں  
 حجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہیں چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم میں یہ عبارت  
 درج ہے صفحہ ہما مطبوعہ طبع مذکور کے آخر سے شروع ہوتی ہے۔ و از لوازم خلافت خاصہ است  
 کہ قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بان معنی کہ خلیفہ عام مسلمین اور اصحیح باشد زیرا کہ ابن  
 از لوزنم اجتہاد است و در خلافت عامہ بیان آن گذشت نہ بان معنی کہ خلیفہ نے تقبیہ اعتقاد و بیعت  
 آنحضرت واجب الطاعت باشد زیرا کہ ابن معنی غیر بنی را میسر نسبت بلکہ مراد اینجا منہ تہت میں  
 التشریع تفصیل ابن ہوت است کہ آنحضرت ۲ حوالہ فرمودہ باشند بعضی امور را بشخص مقرر  
 اسم او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم میشود متابعت امرار جویش آنحضرت ۲ بمقتضای امر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و این حضرت خلفہ راشدین بیان مینماید کہ قول زید بن ثابت ثابت را در فرائض مقدم مایند  
 سانس: اقول المجتهدین دیگر و قول عبد اللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب در قرأت  
 بر قول دیگران و قول اہل مدینہ را نزدیک اختلاف است بر قول دیگران آنحضرت و بتعلیم اللہ عزوجل  
 رسانند کہ بعد آنحضرت اختلاف ظاهر خواهد شد دست در بعض مسائل بحیرت و در مذرافت کاملہ  
 آنحضرت است تمیضا فرمود کہ مخلص آن حیرت برای ایشان تعیین فرمائید و درین باب مجتہدین  
 است تا نگنجد و این معنی ثابت است بر اکثر خلفاء و اربعہ - انہی بقدر حاجتہ - پس یہ دلیل ہی  
 محصن است امین جاری ہر اور جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے  
 ثابت ہے کہ جناب پہلی معصوم ہیں۔ **اقول** یہ دلیل بھی مثبت ہے انہیں اور جوہ  
 چند اس میں اختلاف ہے چنانچہ وجوہ اختلاف جو دلیل اول کے ابطال میں بیان کی گئی ہیں اس دلیل  
 میں بھی جاری ہیں اور علما و انکی اور بھی بعض وجوہ ہیں جو قاضی استدلال میں پس مختصر اگلا تشریح  
 اولاً اس دلیل کا مدار سپہری کہ سولہ کلمہ تمام است پر شہید ہے یا بالبدلتہ خداوند تعالیٰ  
 پر شہید ہے کہ ادنیٰ یہ احکام شروع فرمائی اور نیز سپہری کہ سولہ کلمہ عدول است کہ درجہ  
 ہونا باطل ہے اب ہم اہم کو دیکھتے ہیں تو نہ وہ حکم نفس تمام است پر شہید اور نہ خداوند تعالیٰ  
 پر اسکی تشریح احکام کا شہید ہے۔ امر اول کے درجہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَكَذَلِكَ  
 جَعَلْنَا لِكُلِّ أُمَّةٍ وَسَطًا لَّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ النَّاسُ لَكُمْ شُهَدَاءَ  
 اور ہر آیت شریفہ کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں تمکو امت وسط اسلی بنا یا ہے کہ تم اہم ماضیہ پر جبکہ وہ  
 اسی رسل کے تبلیغ کا انکار کر نیگی انکی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول تمہارا تہا رہی تو حق  
 فرمادی کہ تمہارے صدق فی شہادت پر شہادت دیوی تو ہمیں حسب قاعدہ اصول مسلمہ  
 سامی یا خطاب ادن ہو گونگو ہی جو ہنگام نزول آیت موجود تھی یا حیا امت کو یا تمام امت کو  
 یہ کہیف اگر یہ شہادت اول مستلزم عصمت ہے تو نہ ارہا احاطہ امت معصوم ہو گئی کیونکہ  
 امت دوسرے پر یہ جتنی تکبر کردہ عدل تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تمہارا گواہ ہو۔ ۱۲۔

نہایت شرف و عظمت اللہ کی اور ساری دنیا میں جو کچھ کہیں گے

اس شہادت میں سب شامل ہیں اور شہادت رسول میں حق قلعے شانہ فرما کی امت میں ہر  
 شریک نہیں فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہر جو کسی دوسری کی شریک کرے  
 کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہی کہ جو شخص احادیث میں سے شریک شہاد رسول ہوگا اور  
 شہادت اپنی صدق و توثیق پر ہوگی وہو بدہی البطلان اور ظاہر ہر کہ جب یہ شہادت  
 جناب امیر کے واسطے ثابت ہوئی تو عصمت ہی ثابت ہوئی۔ امر ثانی کے وجہ یہ ہے کہ جب  
 وانہ لامعنی للنبوة والرسالة الا ان يشهد على الله تعالى انه شرع هذا الحكم وذا  
 کہ یہ معنی ہیں کہ رسول بلا توسط کسی شریک بلکہ توسط وحی الہی کے یہ شہادت دیتا ہے۔ چنانچہ  
 خداوند تعالیٰ نے مشروع فرمائی اور یہ شہادت قطعاً امام کو میسر نہیں کہونکہ شہادت شہید ثابت  
 شہادت ہی ثابت ہو چکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہے امام اگر شہادت دیتا ہے تو رسول پر شہاد  
 دیتا ہے اور بواسطہ رسول کے کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے بواسطہ اپنی رسول کے امت کے لیہ فلان حکم  
 مشروع فرمائی اور یہ امر کچھ محض امام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک علمایہ فقہاء  
 مجتہدین و قضات و نواب و روات وغیرہ سب کے سب اپنی اپنی درجہ کو موافق اس امر کی  
 شہادت دیتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بواسطہ اپنی رسول کے یہ احکام امت کی یہ مشروع فرمایا  
 تو یہ شہادت بھی کی طرح مستلزم عصمت کو نہیں ورنہ یہ سب فرقہ معصوم ہوں پس  
 اس تقریر صاف واضح ہے کہ ہماری محبت جو عبارت ازالہ الخفا سے استدلال کیا ہے وہ محض  
 لغو اور قلت فہم ہے ورنہ اگر توڑی ہے ہی فہم ہو تو ازالہ الخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہے  
 اور اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ خلیفہ کا قول بالاستقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین میں حجت  
 نہیں وہ فرماتے ہیں دنہ باین سنی کہ خلیفہ نے نفسہ بے اعتقاد بر تنبیہ آنحضرت واجب الہی غوث  
 باشد اس عبارت سے جو مطلب بمرآۃ ظاہر ہے وہ ادا نے فارسی خوان ہے سمجھ سکتے ہیں  
 لیکن علوم نہیں ہمارے حضرت محبت نے با اینہما ادعای ہمہ دانی کیونکہ اسکو اپنا مسئلہ قرار دیا  
 کہ نہت اور ملت سوائے کی اور یہ معنی نہیں ہیں کہ خلیفہ ہر کوئی کہ اسنی ہر درجہ حکم مشروع فرمایا ہے۔ ۱۳

اہل انصاف ملاحظہ فرمائیں اور اگر اور بھی کچھ نہ کریں تو حضرت کو خوش فہمی کے نو ضرر ہی داؤ دیں۔  
 باقی رہے یہ مسئلہ کہ جناب امیر کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہی ہے بعض بات ماننا  
 بیشاخ آہو کا مصداق ہے اگر واقعی ثابت ہی تو لائی ہی ہم ہی تو آپ کا یہ علم دیکھیں جس  
 اس کے احادیث احاد کو اگر بالفرض صحیح ہی تسلیم کریں تو آپ حضرات سے فرماتی ہیں کہ عقائد  
 میں احادیث احاد کو کچھ دخل نہیں ہے لیکن مخصوص جبکہ بعض کے معارض واقع ہو۔ معنی یہ ہے  
 جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہے لیکن یہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر  
 یہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہر بار احاد امت معصوم ہوں گے۔ اور امام کے امت سے کم درجہ ہونی کے  
 پہلی دلیل کے جواب میں اس کی بحث گزر چکی ہے۔ ہم خوف تقویٰ اور اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ ثانیاً  
 بفرص محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو ہی نہ ہم آپ کا مدعا ثابت  
 نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ مرت عصمت جناب امیر ہی کی تو قائل نہیں ہیں بلکہ آپ کے نزدیک امامت  
 احد عشر باقی ہے معصوم میں اون کے شہادت ہی ثابت کیجی دور نہ اون کی عصمت سے دست  
 ہو جی۔ ثالثاً یہ دلیل مثبت مدعا محیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے معصیت  
 منفرہ اور کبیرہ سے سمجھاؤ خواہ عمدہ اور وہ اس سے ثابت نہیں ہوتا وجہ اس کی یہ ہے کہ اس  
 دلیل کا مدار صورت صدور معصیت کے عدم قبول شہادت پر ہی اور ظاہر ہے کہ یہ اسی معصیت  
 کے ساتھ مخصوص ہے جس کا صدور مستلزم شہادت ہو پس جو معاصر ہی میں جن کا صدور مستلزم  
 شہادت کو نہیں مثلاً آہو کوئی صغیر گناہ صادر ہو چاہی کہ وہ متمنع ہو حالانکہ اس کا صدور  
 بھی شریک کے متمنع الصدور متقدہ ہے۔ رابعاً اس دلیل میں قیاس و قیاس واقع ہے کیونکہ جناب  
 امیر نہیں ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کر کے حکم عصمت کا لگایا ہی نہ باقی گیارہ  
 ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا دیو ظاہر البطلان قولہ پیرام رازی صاحب فرماتے ہیں  
 لو صلت المعصية من الانبياء لكانوا مستحقين للعذاب لقوله تعالى من يحض الله رسولاً  
 نارحمتهم خالداً فيها ولا يحق للعزق قولاً لا لعنة على الظالمين واجتماع الامم على ان احد

من الاپیاء لم یکن مستحقاً لللعن والغدا فثبت انه ماصداً المعصیۃ انما یتبع سبیلہ  
 میں کہ اگر ائمہ علیہم السلام سرگناہ صادر ہوتا تو مستحق عذاب و لعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجماع  
 ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام دو گیارہ طاہرین علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ ہی پس ثابت ہوا  
 کہ ان حضرات سرگناہ صادر نہیں ہوا ہر اقول یہ دلیل پر مثل دلائل سابقہ فحش اور محل  
 بحث ہے ہم کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ اور صحابہ مقبولین اور ذریعہ طاہرہ غیر مستحق لعن و عذاب کے ہر  
 تو یہ یہ بھی معصوم ہو گئے۔ بلکہ اوتے اوتے صلحاء امت و اہل تقویٰ مستحق لعن و عذاب مخلوق و نار  
 بنین منشأ اس تلک ہیں اور مفسد کا یہ ہے کہ امامت کو ہم جب نبوت جیسا کہ خود معتقد ہیں و یا ہر  
 خصم کی نزدیک بھی سمجھ لیا ہے حالانکہ خصم اسکو تسلیم نہیں کرتا اور چونکہ وصف نبوت بالبدلتہ  
 بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جس میں غائیہ تقرب اور کمال خصوصیت حق نش کے کی جناب کے ساتھ صل  
 ہے اور کوئی وصف امامت وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہنچتا تو جو منافات کہ اس وصف کا  
 کو عدم استحقاق عذاب و لعن کے ساتھ ہوگی وہ منافات کسی دوسری وصف کے ساتھ نہ ہوگی اور جو  
 استحالة و فساد اس وصف کے ساتھ اجتماع استحقاق لعن و عذاب سے لازم آد گی وہ کسی وصف کے نہ  
 اجتماع سے لازم نہ آد گی تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کر نہیں یہ معارضہ پیش نہیں ہو سکتا  
 علاوہ اسکی یہ جواب فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر  
 ائمہ طاہرین مستحق لعن و عذاب نہ ہی پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالاجماع امامت تو ثابت  
 فرمائی۔ اوسکی بعد اجماعی ہونی عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعویٰ کیجئے اور بالاجماع ثبوت  
 امامت محال ہے غرض اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔  
**قول** میرا صاحب مدوح فرماتے ہیں کہ انھم کا لوا یا مروہ الناس بطاعة فلولہ  
 بطیعوہ لدخول تحت قوله تعالیٰ اما مروہ الناس بالبروتشون انفسکم الی قولہ کیف  
 یتبع الاپیاء اخرین امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات و غلطی امت کو لائق نہیں کیونکہ جانہ  
 کہ وہ انبیاء کے طرف سنت کیجائی ائمہ ہی آدمیوں کو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے ہیں کیونکہ امر بالمعروف

اثبات منہ لا یحصر سبیلہ و انما یتبع سبیلہ

اور نہی علیہ سکر تعریف تفصیلی امامت میں داخل ہے پس اگر ائمہ خواہ عطا شدہ جل شانہ نہ کریں تو اس بات  
 کو تحت میں داخل ہوں اور جو بات کہ دھمپین است کو لائق نہیں وہ ائمہ کی طرف کیونکر نسبت کی جاوے  
**اقول** یہ دلیل ہی ثبوت عصمت ائمہ میں مثل دلائل سابقہ کے مجروح و مخدوش ہے کیونکہ  
 اگر مطلق امر بالمعروف اور نہی علیہ سکر مستلزم عصمت عند الحیب ہے تو یہ قضات و ناظران اور  
 وغیرہ کو ہی معصوم تسلیم فرمائیں اور یہ امر بدیہی ہے کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی علیہ سکر کے اندر تشکیک  
 اور عصمت میں تشکیک بالاجماع نہیں تو امام رازی رحمہ نے فرد اعلیٰ اعتبار فرما کر تحقیق عصمت میں ہر  
 حاصل ہے کہ وصف امر بالمعروف اور نہی علیہ سکر اولاد بالذات ابنیاء کو ثابت ہے اور ثانیاً وبالشیع  
 قضات و محاسبان و دعاوی میں ہی پایا جاتا ہے تو جو امراد نے درجہ کی لوگوں کو نشان کہ لائق نہیں وہ  
 درجہ انوکھی ممتنع و محال ہو گا کیونکہ اس مرتبہ کے ساتھ اس امر کو منافات نامہ ہوگی اور یہ ضرور نہیں  
 کہ اگر کوئی امر اعلیٰ درجہ والوں کی و اعلیٰ ممتنع ہو جاوی تو اس نے درجہ سے ہی ممتنع ہو جاوی لائق ہونا  
 دوسری بات ہے اور ممتنع ہونا دوسری مان اس قدر مراتب متفادہ میں ضرور ہوگا کہ جو مراتب بحق  
 درجہ عالیہ کے ساتھ ہونگی ان کو حقوق اور قرب اور ثواب اس مرتبہ کے ساتھ زیادہ ہوگا اور جو مراتب  
 سافلہ سے قریب ہونگی ان کو اس درجہ کے اوصاف کے ساتھ زیادہ تشارك ہوگا پس چونکہ مرتبہ  
 امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سے زیادہ حقوق و قرب ہے تو اسلیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر معصوم  
 نہیں تو محفوظ ہیں۔ اس تقریر کو اس طرح ہو گیا کہ یہ معارضہ اسی صورت کے ساتھ مختص ہے جبکہ  
 حکم فرد عالی سے تجاوز ہو کر کسی دوسری مرتبہ سافلہ میں ہی جاری کیا جاوی اور اگر اسی مرتبہ  
 پر منحصر رکھ کر جاوی تو معارضہ نہیں ہو سکتا۔ معہذا یہ دلائل میں ہی یہ دلیل جاری  
 نہیں ہو سکتی پس دعا حضرت مجیب ثابت ہونا ہی ممتنع ہے اب بعد ختم جواب اولہ سامی  
 جو امام رازی سے منقول ہوئی مختصراً اس قدر اور گزارش ہے کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عموماً  
 آپ کے استدلال میں یہ نساہت ہے کہ انکو یہ ہی معلوم نہیں کہ عدم عصمت ابنیاء کے صورت میں  
 جو محالات لازم آ رہی اور ان محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت میں کونسا لزوم ثابت

اثبات مرتبہ عصمت کی چوتھی دلیل بخود نصیر کیس کا احوال

مدعا ہی اور کونسا نہیں آئے صرف اپنی قلت استدعا کے سبب کر دیا کہ کیا یا اور اگر کوئی حقیقت  
 آپ کی حلی وغیرہ نے الغین وغیرہ میں جنکو آپ خوشہ چین میں یہ غلطو کہائی۔ ایسی علم اور اعلام  
 کی نسبت قلت استدعا کا گمان تو مستبعد ہے لیکن ان اتصاف مذہب کے دوسرے بغرض قریب  
 وہی خیال اور کتب جو ہرگز تفصیل اس حال کے یہ ہے کہ امام رازی نے دلائل نقولہ میں عصمت ابنیا کو ذکر  
 میں جو لزوم محال بیان کیا ہے مثلاً ہر دلیل سے عصمت کی قسیت تکرار لزوم کر دینا ثانی میں غیر مقبول شہادہ ہونے کا  
 لزوم کر اور غیر مقبول شہادہ ہونے میں عدول امت سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم سے اور دلیل  
 ثالث میں استحقاق لعن و عذاب کا لزوم کر اور دلیل رابع میں دخول تحت قورۃ تک کے ائمہ و  
 اثناس۔ الخ۔ کا لزوم کر پس عصمت ائمہ کی صورت میں یہ لزوم محالات تین طرح  
 ہو سکتا ہے یا بالولایت ہوگا یا بالادوات ہوگا یا بالضعف و قلت ہوگا لزوم بالادویۃ  
 اور بالمساوات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعوی نہیں لیکن  
 ثبوت لزوم اول اور ثانی ائمہ میں محال۔ کیونکہ مستلزم فضیلت یا مساوات ائمہ کی ایسا ہے کہ ہر  
 سو ثبوت لزوم بالاولیۃ والادویۃ اور بالمساوات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و قلت مفید  
 مدعا نہیں تو اس پر ہند لال کا مدار کہنا محض قلت فہم استدعا دیا ہو کہ وہی پر مبنی ہے و آپیری  
 گذارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں و اللہ العبادہ می قولہ غرضکہ اس طرح کل دلائل  
 جو امام صاحب نے عصمت ابنیا میں بجز فرمائی ہیں وہ بعینہ یا سیقتہ تغیر سے عصمت ائمہ  
 میں جاری ہیں بخوف طوالت ہی پر اکتفا کیا گیا اب تفسیر کبیر کا یہ مقام ملاحظہ فرمادینا قول  
 مینی ارشاد می کی تمیل کے اور تفسیر کبیر کا یہ مقام دیکھا اور اس کے کہنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ  
 جناب پر بخوبی منکشف ہو گیا ہوگا۔ غالباً جناب نے یہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ یا تغیر  
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتے ہیں سو ان کا بعینہ کیا بلکہ تغیر سے عصمت ائمہ میں جاری  
 ہونا جناب پر خصوصاً اور ارباب اصناف پر عموماً منکشف ہے اور ان دلائل سے جو تفسیر کبیر  
 عصمت ائمہ میں بزرگ جناب جاری ہوتی ہیں چشم پوشی اور اعراض فرما حالانکہ ثبوت عصمت

و قد قال الله تعالى  
 و قد قال الله تعالى  
 و قد قال الله تعالى

بین بعض ادون دلائل میں ہر اقویٰ تہی خالی از علت نہیں۔ غرض اس عقل و انصاف کی نزدیک دلائل  
 مذکورہ سے جو بعینہ عصمت ائمہ میں بزرگ محیب صاحب جابر ہو سکتی ہیں حال دلائل غیر مذکورہ کا قیاس  
 کیا جاسکتا ہے۔ قولہ اب آپ کی خاتم المحدثین صاحب کی تقریر جو تحفہ کے باب ششم عقیدہ سوم  
 میں تحریر فرمائے ہے لکھی جاتی ہے۔ اس سے ہر عصمت ثابت ہے کہ صاحب تحفہ اس کے منکر ہیں وہ  
 عبارت یہ ہے۔ و الحق مرتبہ نبوت و فائدہ ثبوت مقتضی عصمت ابن بزرگواران است بحد و جہ و ذکر  
 ائمہ اگر از انبیاء گناہان سمد اصادر شوند و است ماسد است ما تبع ایشان قل انکم تجعون اللہ  
 فاتبعونی۔ و خود ایشان از معاصی و گناہان مردم را باز میدارند و نہی میکنند پس تناقض در میان  
 دعوت قولی و فعلی لازم آید۔ دوم اگر گناہ کنند باید کہ باشد عذاب معذب شوند لقولہ تعالیٰ  
 اذالاذقنا الضعف الحیوة وضعف الممات و لقولہ تعالیٰ یا ایہا النبی من بآیت منک یخلف  
 نبیہ یا ایہا العبد الضعیفین و معذب شدن خاصہ باشد عذاب منافق و مخالف منصب  
 نبوت است زیرا کہ نبی شفیع است و شاید نگوید ہی ایشان است و چون خود در کار خود  
 در ماندہ باشد شفاعت کہ کند و شہادت کہ ادا نماید۔ سیوم ائمہ اگر گناہ میکردند مثل سلاطین  
 جابر میشدند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نمایند بر رسوم فاسدہ و ارتکاب فواحش و خود عمل  
 می آرند و لابد روشش لایزال ملک جابر و سلاطین ظالم ممتاز و مبائن می باید۔ چہارم ائمہ اگر گناہ  
 کنند مستوجب ایدار و امانت و عقوبت گردند و قد قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤدؤن اللہ و النبی  
 اللہ فی الدنیا و الآخرۃ و اعدّ لهم عذاباً عظیمیاً۔ پنجم ائمہ اگر گناہ ایشان بر امت ظاہر شود و  
 نماید از اطاعت ایشان و از نظر ایشان بنفقتہ بلکہ من بعد تصدیق نکنند و مذہب نمایند گناہ  
 اگر ایشان در اخبار و مواعد خود راست میگفتند خود چرا ترکب این کار را میشدند نتیجہ بیان دلیل  
 اول یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت  
 مثل اطاعت خدا و رسول و مذہبی کہ جنگی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے وہ معصوم ہیں  
 ورنہ وہ ہی ناقض لایم ایگیا با تفاق مفسرین فریقین اولی الامر سے مراد ائمہ و خلفا ہیں۔ دوم اگر

آیت میں جو توجیہات پہنچا دیں مابعدہ کو آیتوں کو اہل سنت کرتے ہیں اور سب کو لفظ اطیعوا  
 باطل کرتا ہی **اقول** جبریان اس دلیل کا عصمت ائمہ میں جو دخل بحث میں مختصر گذار  
 ہی اولاً اس استدلال میں غلطی یہ ہے کہ اطاعت کو اور اتباع کو ہم معنی سمجھ لیا حالانکہ ان دونوں  
 الفاظ کے معانی میں جو یہ بھی تغایر ہی وہ ادنی طلبہ پر ہی مخفی نہیں رسول کے حق میں  
 اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہیں اور اولوالامر سی اگر مراد ائمہ ہی ہوں تاہم ان کی حقیر  
 اطاعت دارد ہوا ہی اتباع دارد نہیں ہوا اللہ سلامہ دہوی قدس سرہ العزیز نے استدلال  
 عصمت انبیاء پر لفظ اتباع سے کیا ہی اطاعت سے نہیں کیا پس یہ ہمارے محبت کے خوش  
 فہمی اور عالی سمہ دانی ہے کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت میں نیگی حالانکہ اس میں جاری نہیں  
 ہو سکتا ہی کیونکہ اگر ائمہ سے عصیت صادر ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان کی اتباع کی مامور  
 نہیں جو عصیت میں ہی اتباع لازم آوے اور ان کا عصیت میں ہی اتباع کرین اور اگر  
 عصیت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہیں کیونکہ مطاع مطلق نہیں بلکہ مطاع محدود ہیں کیونکہ  
 واسطہ اطاعت خدا اور رسول ہیں اور نیز لا طاعة لمخلوق فی معصیۃ اللہ ہی مانع ہے بخلاف اتباع کے  
 کہ اول اتباع بحق ائمہ مفسوس نہیں اگر کہیں دارد ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اتباع مطلق نہیں بلکہ  
 وہ ہی محدود ہی اور حق تعالیٰ شانہ رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کے ساتھ مرتب  
 کیا ہے جو کسی امام کے حق میں نہیں ہو سکتی فرمایا **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي**  
**يَحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** حق تعالیٰ شانہ سوائے اتباع کو سبب محبت خدا  
 اور سبب مغفرت و نوب قرار دیتا ہے اور ائمہ میں یہ امر سرسرا مفقود ہے۔ ثانیاً اس آیت  
 میں دعویٰ کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا اور رسول سے بالکل غلط ہے ہرگز آیت سے کلمت  
 ثابت نہیں ہوتی اور نہ آیت میں کوئی لفظ مماثلت پر لفظ تقدیر احوال ہی اور حرف

۱۔ جس میں خالق کے عصیت ہوا حسین مخلوق کی اطاعت میں ملے تو کہہ اگر تم ائمہ کو دوست رکھو ہو تمہارا  
 اتباع کروا ائمہ کو دوست رکھو ائمہ تمہارے گناہ بخشے گا۔ ۲۔

تشیبہ محفوظ یا مقدر ہے پس یہ محض ہماری محبت کا کمال علم ہے دس۔ ثانیاً یہ جملہ کا اولوالامر  
کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری محبت کے کمال علم پر وائسح دلالت کرتا ہے کیونکہ  
اگر مائت سے مراد صرف تشارک اور مماثلت ہے جس جملہ سے تو مسلم لیکن بدامہ مفید مدعا نہیں  
کیونکہ نفس مائت مستلزم نہیں کہ جو حکم شبہ یہ کیواسطی ثابت ہو وہ شبہ کے واسطے ہی ثابت  
ہو ورنہ شبہ قائلین ہی فخر میں ہو اور صورت انسان علی الجہاز ناطق علامہ اگر جو حکم کتاب  
ائمہ میں جاری کرتے ہیں وہ ہی ہم دونوں اولوالامر میں جاری کرینگے جبکہ امام عام خاص  
دلائل پر عامل و حاکم مقرر فرما کر بھی حبیبی زیا دین ابیہ دعویٰ الی سفیان کہ جناب امیر کا  
عامل ہے وہ بھی واجب اطاعت ہونے میں آپکی نزدیک مثل خدا و رسول کے ہی  
تو وہ ہی معصوم ہو مہند ام یہ ہی سوال کرنیکی کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہوتی  
اور آپ کے رسول کی اطاعت کے ساتھ مائت سے تو ائمہ کو خاصہ رسول یعنی عصمت  
میں شریک فرمانا کیونکہ ظاہر ہے کہ عصمت صرف صرف رسول ہی تو رسول کے ساتھ ائمہ کی مائت  
ائمہ میں عصمت کی ثبوت کی تقتضی ہوگی۔ لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے ساتھ  
بھی مائت فرماتے تو اس مائت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالیٰ کے کوئی خاصہ میں شریک  
فرمائیکا اور اگر مائت سے مراد مساوات ہی تو غلط اور غیر مسلم ہے اولوالامر کی اطاعت مساوی  
اطاعت خدا و رسول کے ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول کو کچھ امر فرماوی اوہیں درگنجائش  
چون و چرا کی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سرسہ شریع ہی اور اولوالامر کا امر تشریع نہیں اور اولوالامر  
تامل ہو سکتا ہے اگر موافق کتاب سنت ہے تو واجب اطاعت ہو گا ورنہ نہیں چنانچہ خود جناب  
امیر نے سکی نسبت شہادت فرمائی جو بیع الہامۃ میں منقول ہے لا تکفوا عن مقالہ الحق و مشوق  
بجد فانی لست بفوق از لخطی خود خداوند تعالیٰ نے اپنی کلام محمد میں اس طرف اشارہ  
فرمایا اور فرمایا۔ <sup>علوہ</sup> فَاَرْتَابُ عَيْنِي فِي مَنِّي وَخُودِي اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ <sup>لہ</sup> اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے

کہ امر اولو الامر میں تنازع ممکن ہے لیکن امر خدا و رسول ہر حال واجب الطاعت ہے اور دوسرے میں تنازع  
 ہی ممکن نہیں بلکہ تنازع کا فیصلہ ادنیٰ کے امر کے ساتھ منوط ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے  
 کہ دعویٰ مساوات بین الطاعتین صریح دہو کہا ہے جس کا منشا رکھ نہیں ہے۔ مابعد اگر اولو الامر  
 مراد امہ و خلفائے اور ان کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہے تو حسب شہادت جناب امیر  
 جسکو شریف رضی نے بیج البلاغہ اور ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ  
 رضی اللہ عنہم ہی امام حق اور معصوم ہونے کا علامہ رضی بیج البلاغہ کے خطبہ و من کلام لہ علیہ السلام  
 لما اراده الناس بالبیعة بعد قتل عثمان بن نقل فرماتے ہیں وان تدکتونی فانا کاحدکم  
 ولعلی اسمکم واطوعکم لمن ولتتموا ابن میثم اسکی شرح میں تحریر فرماتے ہیں قطعہ وان کتمو  
 ای کنت کاحدکم فی الطاعة لا میرکم ولعلی کون اطوعکم لای لقوة علیہ وجوب طاعتہما  
 اس عبارت کو اگر آپ دیکھیں تو مختصر شرح ابن میثم میں نہ دیکھیں بلکہ شرح کبیر میں ملاحظہ فرمائیے  
 ظاہر ہے کہ جو شخص خود امام مفسر من الطاعة و خلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطاع ہو گا اور سب  
 کیلئے اطاعت لازم نہیں تو جناب امیر اہل حل و عقد سے اونکی بیعت کے ارادہ کے وقت یہ ظاہر  
 فرما رہے ہیں جس میں صاف لزوم اطاعت امیر ذمہ ثابت ہو تا ہے تو اس سے صاف مفہوم  
 ہوتا ہے کہ اس وقت خود جناب امیر امام مفسر من الطاعت نہیں تھے بلکہ امام مفسر من الطاعت  
 وہ شخص ہے جسکو اہل حل و عقد امام بنا دیں اور جس سے وہ بیعت کریں اور خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم اہل حل  
 و عقد کی بیعت سے امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفسر من الطاعت اور اولو الامر ہوتی اور انکی  
 اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار اوس مخالفت کے جو مخالفت کہ آپ مروی ہوئی  
 خاصاً یہ جو جاری محیب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ باتفاق مفسرین فریقین اولو الامر  
 سے مراد امہ ہیں اگر اس سے مراد حضرت علیؓ کہ سوائی امہ کی اور کوئی مراد نہیں تو غلط ہے باتفاق  
 مفسرین جہر باطل ہے کیونکہ اس حکم میں امرار و عمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و امہ ہی  
 شامل ہیں بلکہ نزول اس آیت کا حسب تفسیر محدثین و مفسرین اہل حق امرار و عمال میں واقع ہوا ہے







مدعا کو مثبت ہے۔ کیونکہ جب علاوہ ائمہ کے انکی ولایت و حکام کی اطاعت ہی خدا تعالیٰ کی اطاعت  
 حاصل ہوئی تو وہ بھی لفظ اولو الامر میں داخل ہوئی اور امت انکی ہی اطاعت کے مثل خدا  
 رسول و ائمہ کی مامور ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہ بھی معصوم ہوں لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک  
 سوای ائمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہیں۔ تو اگر اس آیت سے عصمت اولو الامر پر استدلال فرمایا  
 اور اس آیت سے عصمت اولو الامر قطعی الثبوت سمجھیں تو پھر سو انھی ائمہ کے عصمت کی ولایت و حکام ائمہ  
 کی عصمت ہی قبول فرمادیں اور انکو بھی معصوم اعتقاد کریں ورنہ ائمہ کی عصمت سے بڑا جہاد ہو چکا  
 اور بروی احتمال ثانی علاوہ انکی کہ یہ عموم اطلاق ہی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور اعتراض  
 گذشتہ بیان ہی وارد ہوتا ہے یہ حدیث تمام مذکورہ جائزہ بنی اسیدہ و عیسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی  
 عصمت کو پیشکش ہوگی کیونکہ وہ بھی اولو الامر میں داخل ہوئی اور وہ بھی واجب اطاعت حسب  
 شیعہ کے مثل خدا تعالیٰ کی ہوئی ولوقتہ۔ تو وہ بھی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادس میں ہم کو بیان  
 کر چکے ہیں لیکن اسیدہ ہی کہ حضرات شیعہ انکو معصوم تقریریں گے تو پھر ائمہ کی عصمت کا بھی ثبوت اس  
 آیت سے محال ہے۔ محمد ائمہ کہ جناب امیر کی ہی ارشاد ہے بطلان دلیل شیعہ ثابت ہو اور عدم  
 عصمت ائمہ اس آیت سے منسحب ہو کر فیصلہ ہوا۔ بعد اس کے ہم ارباب انصاف کو تکلیف دینی ہیں  
 دلائل و وجہ ہو کر ہماری محیب کی اس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع و دخل مقدار اور حفظ اہم  
 کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرامین تو ہے اور ہماری محیب کے دین و دیانت و عقل و فراست اور سپر  
 قیاس فرامین پہلو تو یہ دیکھیں کہ مابعد کے آئینوں سے کیا مراد ہو سکتی ہے جنکو محاط سے اس سنت  
 اس آیت میں توجیہات کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ یہ آیت لفظ تا دلیلا پر ختم ہو چکی اسکو  
 مابعد کے آئین میں بلکہ تمام رکوع جو لفظ مابعد سے مشہور ہے الفہم ہی وجوب اطاعت خدا و رسول پر  
 مراحۃ دال میں امداد کی ہو کہ ہیں۔ تو ان آیات کے محاط سے اہلسنت کوئی ایسی توجیہ نہیں کرتے  
 جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول میں فتور پڑے اور اگر اہلسنت بجا نہ مابعد کی آیات کی کوئی  
 توجیہ کریں تو کیا قیامت ہے تو مومن بعض الکتاب و تکرہن بعض میں کیوں داخل ہوں

اور قاعدہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً کو کیوں ترک کریں اور اگر مابعد کے آیتوں سے مراد جس حد  
 شرطیہ متفرعہ سے جو فان تنازعتمہ فی شریعہ ہوتا ہے اور تتمہ اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے  
 کہ یہ اطلاق محاورہ میں کس درجہ غلط ہے اسکی بعینہ وہ تفسیر ہے کہ کوئی ملحد بے دین ہو اور پست  
 لا تقربوا الصلوة سے نماز کی ممانعت پر اور کلو واشربوا سے جو طے سق اکل و شرب پر لال  
 کری اور کہی کہ ہمیں جو حییات مباحہ مابعد کے مخالفین کرتے ہیں انکو لفظ لا تقربوا صلوٰۃ  
 اور کلو واشربوا باطل کرتا ہے۔ سبحان اللہ علم و فہم تو ایسا اور مضامین ہو تو ایسا۔ رع  
 براین عقل و دانش بیاید گریست۔ اور اگر مابعد سے مراد اور الفاظ میں جو بعد اسکی قرآن میں  
 بعید واقع ہوئی ہیں۔ تو لول تو سیاق کلام اور سبب دلالت نہیں کرتا پہر جمعیت کلمات صحیحین  
 علاوہ اسکی یہ کہنا کہ لفظ اطیعوا باطل کرتا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور دلیل دوم کا بیان  
 اولہ امام رازی صاحب کے بیان میں ہو چکا۔ یہی شفاعت سوائہ یہی شفع ہونگی فاضل  
 رشید ایشاح لفظہ المقال میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر میں کتاب مفصل  
 الخطاب سے نقل کرتے ہیں۔ عز الرضائہ قال من شد رحلہ الی زیارۃ استجیب دعائہ وعفرت  
 ذنوبہ ومن زارنی فی تلك البقعة کان من راد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکتب  
 ثواب الف حجة مبرورۃ والفرحۃ مقبولۃ وکنت انا وابائی شفاعتہ یوم القیامۃ یہ روایت  
 اس پر ہے کہ حضرت امام رضاؑ اور دیگر ابا دھارین زائرین قبر اقدس امامؑ کی شفاعت  
 فراموشی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لوازم سے یہی پس سمد اللہ انکی  
 ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہے۔ **اقول** اس میں جواب ہی بیان اولہ امامؑ کی  
 جواب میں گند چکا ہے لیکن شفاعت کے بابت جو عجیب سبب روایت فصلا الخطاب سے دہو کہا  
 کہ اگر غلطیوں میں پڑی ہیں اور نہ مرتبہ کرنا ضروری اسلیں مختار گذارش قبول یہ روایت حسب  
 حدیث ہے نہیں جب اسکی صحت میں کلام ہی صاحب فصل الخطاب التلزم صحت روایات  
 نہیں کیا ہے جو اسکا وارد کرنا نصیحہ روایت سمجھا جادی جنانچہ بہت سے روایات ابن

بازن ترمذی حضرت امام رضاؑ کی اور دیگر بزرگوار کی خدمت میں

بابوہ قمری سے نقل ہے کہ میں نے بعض روایات سے ہماری محبب لمیبے آئندہ ابحاث میں استدلال  
 کیا ہے اور اس کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ کے بشرح بسط اس جگہ نہ کور ہوگا اور ظاہر ہے کہ ابن بابوہ  
 اس سنت کے روایت میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ متواہ صواعق میں  
 اس کو زامۃ الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں معہذا قاعدہ ہے کہ جو روایات ثواب اعمال میں  
 مرزی ہیں اور ان میں توڑی ہوئی اعمال پر بڑی بڑی مثنویات موعود ہیں وہ اکثر ضعیف  
 و موقوفات ہیں۔ خاتم المحدثین قدس سرہ العزیز عجالیہ نافعہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کر  
 بیان میں فرماتے ہیں ہشتم افراط و تفریط یہ برکناہ صغیر یا افراط و تفریط عظیم پر  
 تدبیر چنانچہ منقول ہے رکعتی الف سبع و الف دار فکل دار سبع و الف بیت  
 و فکل بیت سبع و الف سر و علی کل سر سبع و الف جاریہ۔ بلکہ  
 احادیث میں سنن را خواہ در ثواب باشند و خواہ در عذاب موضوع باید شناخت۔ ہتم انکہ عمل  
 قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید انتہی۔ باوجود اسکی یہ روایت حدیث لائتہ الرجال کے بھی معارض ہے  
 پس قابل ہی بضر ضعیف حال سلیمان کہ یہ حدیث صحیح سالم عن المعاصرین ہے لیکن تاہم ہماری محبب کا  
 استدلال اس سے خطا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ شفاعت دو قسم ہے شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت  
 کی شفاعت ہو یہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغریٰ شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص  
 لوگوں کی ہے اور یہ شفاعت صغریٰ عوام صلی مومنین کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ  
 اس سنت و شیعہ کے کما بونہیں اسکی مودید مروی ہیں اور یہ شفاعت جو اس روایت میں مروی  
 ہوئی ہے وہ شفاعت عامہ و صغریٰ ہے کیونکہ دائرین تہرۃ قدس کے ساتھ مختص ہے تو یہ مقتضی  
 عصمت کو نہیں ہو سکتی قطع نظر اس سے یہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہ صاحب کے افادہ سے  
 عصمت کے لوازم سے ہی یہ بھی غلط ہے شاہ صاحب کے کلام سے گریز یہ افادہ نہیں کہ شفاعت  
 اس جو در کتب پڑھی اسکی پی ستر نزار گہر ادہ ہر گہرین ستر نزار دالان اور ہر دالان میں ستر نزار تخت  
 اور تخت پر ستر نزار ہو کیا نہ۔

عصمت کے لازم ہیں ہر کسی مان اگر کوئی یہ کہی کہ شفاعت عصمت دونوں میں مجتمع ہیں  
 اور نبی کے اوصاف لازم ہیں ہر کسی تو مستبعد نہیں لیکن ادعائی ملازم اور پیر شاہ صاحب  
 کو افادہ سی سرسری غلطی ہے اگر آپ کا نام اعتراف عصمت ہے جیسا کہ آپ حضرت شاہ صاحب  
 قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو بیشک آپ میدان مناظرہ جیت چکے ہیں ان تو فاری  
 خوانی کا ہی حلیہ شاید کچھ پیش بخائے۔ قولہ تیسری دلیل بھی اہنیہ ائمہ علیہم السلام عصمت میں جابر  
 کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرتے تو مثل سلاطین جابر کے ہوتی کہ اور آدمیوں کو رسوم فاسدہ اور لڑکھاپ  
 خواہش پر زبرد سیاست کریں اور خود وہ امور عمل میں لائیں اور ضرور یہ کہ ائمہ و خلفاء راشدین  
 کو شہر ملوک جابر و سلاطین عالم کے روشن ہو جاوے۔ اقول یہ دلیل بھی عصمت کے نہیں  
 مثل لائل سابقہ بوجہ سابقہ مقصود ہے۔ ازہدہ تالیف ہو اور عمدہ اس دلیل پر عصمت ثابت  
 کیجئے تب مدعا ثابت ہوگا۔ افسوس کہ سوف دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو بھول جاتے ہیں تیار  
 خیال نہیں رہتا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کر رہے ہیں سلامہ ازین وہ ائمہ خیالی جو ازہدہ  
 تالیف عوام کے زبانی ہیں ہر اور نام سہری کہی راجح حکومت کا نہیں ہو گمانہ لبرونی کا ختم  
 ہوانہ زبرد سیاست کہی کی ہمیشہ دوسرے کی محکوم و مطیع ہے اور ملوک کی کیا مناسبت  
 اور سلاطین کی کیا نسبت پس اس دلیل سے ان کی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے مضمون کو چشم  
 پوشی و تغافل کرنا ہماری محبت جیسی نصف کا ہی کا ہے۔ مان اگر اس دلیل سے بانضام ارشاد  
 جناب امیر مہر کے بونہج البلاغۃ میں منقول ہو اور واللہ لا یلمزنا سلامت امور المسلمین  
 خلفائے رضاکے عصمت پر استدلال کیا جاوے اور شایع ابن میثم نے جو کچھ اپنی شرح کبیر میں لکھی  
 شرح میں تحریر فرمایا ہے ملحوظ رکھا جاوے تو ہماری نصف مزاج محبت کے کچھ نہیں کہ اس سے لال کو حق  
 سمجھیں شایع ابن میثم فرماتے ہیں و فیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المناقب فی ہذا الامر صلاح  
 حال المسلمین و استقامت امورہم و سلامتہم عن الفتن و قد کان لہم عن سلف  
 من الخلفاء قبلہ استقامت و ان کانت لا تبلغ عنہ کمال استقامتہ بالولی ہو و ہذا

اسکا ترجمہ  
 سابق میں  
 عند جاب

بابت عصمت شاہ کی تیسری دلیل جو ہے کہ ائمہ کا جلال  
 اسکا ترجمہ  
 سابق میں  
 عند جاب

الامر فلذلك اقسام ليس من ذلك الامر ولا يمارع فيه - فاعل حجاب امير کے ارشاد  
 کو دیکھ کر بعد اسکی شارح کے عبارت میں غور فرما ہو تو تحقیق امت حقہ اور خلافت راشدہ کا  
 اس سے میں علوم ہوگا اور پہلے اس سے عقرب گزشتہ اقوال میں حضرت بنو کی ارشاد سے  
 خلفاء کی اطاعت کی تسلیم گزاریں کر چکا ہوں تو اس سے عصمت خلفاء بخوبی ہمارے محسوس  
 مستنبط کر سکتے ہیں مگر یہ خوف تطویل اس ارشاد میں ہم سبط کے ساتھ بحث نہیں کر سکتے  
 لیکن تاہم اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتی ہیں کہ اس ارشاد سے وہ للذات کہ جن سے شیعو  
 خلفاء ثلثہ صغیر کے دہانہاں پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ بشہادت جناب امیر باطل اور لغو میں نہ  
 جناب سیدہ پر کوئی ظلم سوا ذلالت بنات عیبات غصب ہوئیں نہ قرآن بخیرین ہوا  
 نہ صحابہ پر ظلم و زیادتی ہوئی یہ سب ہشام بن عمارہ دابو بصیر وغیرہ کے جادہ ان اور ابن ابی  
 وحبسہ وغیرہ کے ایہان کا ذخیرہ ہی جو ہر موقع میں نیازگ پر گزرتا ہی ایک طرح ٹھیک نہیں  
 ٹھہرتا خود جناب امیر کی کلام اسکی تہذیب ہو رہی ہے قولہ اور وہ چارم کی تقریر یہ ہے  
 کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب اذہار و اذات و عقوبت ہو۔ **وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ يُؤْخَذُونَ  
 الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَعْضُهُمَا الْكَسْبُ وَافْقَدُوا لِحُتْلُوا بَعْضُهُمَا وَأَتَانَا مِثْلُهَا** اس بات کے تحت میں  
 نیشاپوری لکھتے ہیں قبل نزلت فی اناس من المنافقین کانوا یؤذون علیاکم اللہ و  
 انہذا حدیث سے ثابت کہ جناب امیر علیہ السلام کے ایہا رسول خدا کی ایہا ہی من اذ علیا فقد اذانی  
 اور جب ایک امام میں یہ بات ثابت ہو تو کل میں ثابت ہوگی اقول یہ وجہ بی نبوت  
 عصمت ائمہ میں غلط اور پوچھ رہی اور نہ یہ دلیل وہ دلیل ہے جسکو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 عصمت ابنیاء میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ صرف ہماری محسوس ہے کہ ایہا دیندہ ہے شرح  
 اس اجمال کی یہ ہے کہ دلیل شاہ صاحب کا حتمیہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ابنیاء کے  
 حق میں ارشاد فرماتا ہے۔ **إِنَّ الَّذِينَ يُؤْخَذُونَ بِاللَّهِ وَمَنْ أَوْلَاهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ**  
 ملے جو کہ ایہا دینی ہیں اللہ کو اور اللہ کے رسول کو خدا ہے انہما لودعوت میں لست کی ہی اور انکی ہی خدائی کا سبب بنا کر ہو۔

نبوت اختراع عصمت انہما لودعوت میں لست کی ہی خدائی کا سبب بنا کر ہو۔

واعذلہم عذاباً جہنماً۔ امین حق تعالیٰ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس مطلق ایذا کو سبب  
 عین عذاب کا قرار دیا۔ اور جب مطلق ایذا سبب عین عذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے  
 کہ اور کسی معصیت کا قصد و ممکن نہیں ورنہ وہ مستوجب ایذا کر ہوتے اور ان کی مطلق ایذا سبب  
 عین عذاب کا ہوتا اور یہ دلیل ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ میں جاری  
 کی ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ مومنین کے شان میں فرماتا ہے واللّٰذین یؤذون  
 المؤمنین والمؤمنات بغير ما اکتسبوا فقد احمقوا بظننا واثما مینا۔ اول تو حق تعالیٰ  
 شانہ نے اس آیت میں عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہ حکم فرمایا اور عموم جمع معرف للہم  
 سے استفادہ ہی اور نیز حکم علی المشتق علیہ ماخذ پر دلیل ہے جو جبکہ علت پائی جاوے گی یہ حکم پانچواں  
 سکنہ کہ نزول خاص جناب امیر کی نسبت ہو لیکن العیرہ لعموم اللفظ لا لمخصوص  
 السبب قاعدہ مسلمہ فریقین سے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص مواقع  
 اور خاص لوگوں کی حق میں نازل ہوئی اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو ہم اس کو فریقین کے تفاسیر سے ثابت  
 کرتے افسوس کہ ہمارے مجیب کو اتنی ہی خبر نہیں دوسری یہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالیٰ شانہ  
 اپنی ایذا نہیں فرمایا جیسا کہ رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت میں ذکر جلال  
 بطور توطیہ و تمہید کے واقع ہوا ہے تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم  
 ایذا خدا تعالیٰ سے ہے اسی طرح ایذا مومنین ایذا خدا تعالیٰ سے نہیں ہے بلکہ بالفرق اگر یہ ہو گا  
 تو یہ ہی ہو گا کہ رسول معصوم ہے اسلیئے اس کی ایذا میں حق تعالیٰ نے اپنی ایذا کو شامل  
 فرمایا اور اس کی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین مومنات معصوم نہیں تو ان کی ایذا کی تشبیہ  
 اپنی ایذا کو شامل فرمایا بلکہ بغیر اکتساب کی فید کے ساتھ مقتید فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہے  
 کہ ان سے اکتساب سے افعال کا جنہر مستحق ایذا کر ہون ممکن ہے۔ مثیری یہ کہ اگر مومنین سے

۱۵ اور جو لوگ ایذا دیتے ہیں ایمان والوں اور ایمان والیوں کو ۔۔۔ کیسی کام کے تراویک ما ادہون نے چوٹ

یہ ہے اور صریح گناہ ۱۲۔

مراد ائمہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لیا کر ڈالیں گے اور کس محل محمول کریں گے۔ چوتھی بات یہ کہ خدا تعالیٰ  
 فرمایا مومنین کو بغیر اکتساب کے ساتھ مقید فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدین  
 پاداش کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتی ہیں وہ حال اور رہبان اور اثام میں اور جو  
 لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ میں ایذا دیتے ہیں وہ اس عقیدہ سے خارج ہیں۔ تو اس سے واضح  
 روز روشن واضح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسی اعمال کے ہو سکتی ہیں جسکو پاداش  
 میں مستوجب ایذا کے ہوں بخلاف رسول کے کہ حق تعالیٰ نے اسکی ایذا کو کسی عقیدہ کے ساتھ  
 مقید نہیں فرمایا۔ بلکہ اسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اسکی عصمت  
 ثابت ہوتی ہے اور ائمہ کی عصمت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ پانچویں بات یہ کہ جب نص قرآنی سے  
 ثابت ہو گیا کہ مطلق ایذا مومنین محرم نہیں تو یہ جو حدیث میں وارد ہوا کہ من اذا علیا  
 فقد آذانی۔ نہ ہو کچھ مضر ہے اور نہ ہماری محبت کے مفید مدعا کیونکہ یہ ایذا رجناب امیر حبیب کو  
 اپنی ایذا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہی ایذا جو بغیر اکتساب ہونہ مطلق ایذا و معینہ  
 اگر ہماری محبت سبب ایسی ہی مطلق ایذا رجناب امیر کو ایذا رجناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں  
 اور رسول کے ایذا خدا کی ایذا ہے اور خدا کی ایذا کفر ہے تو پھر اون کلمات موزیہ کے نسبت جنگ  
 جناب سیدہ کی زبان مبارک سے نکلتا نسبت جناب امیر کی علماء طائفہ شیعہ بیان فرماتے  
 ہیں کیا فرمائیں گے۔ مانند جنین پرہ نشین شدہ۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسی کلمات مانہ اگر باکتساب  
 ہیں تو عصمت سبب نہیں اور اگر بغیر اکتساب ہیں تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ عنہا  
 کی ایمان سے معاذ اللہ مانہ ہو چکی کیونکہ ایسی کلمات جگر خراش ممکن نہیں کہ باعث کوفت قلب  
 و سوز دل نہ ہوں۔ علی الخصوص جب وجہ ناحق اور ایسی منہق کیمائت میں چنانچہ روایت فصل  
 ابن ابیہ سے جو ایک یہودی کے جواب میں جناب امیر نے اپنی موانع ائیماء ذکر فرمائی ظاہر  
 اندیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسب روایت سامی جبکہ بصرہ کی بیت المال کا مال غنیمت کے  
 لکھ آئے تھے یہی جناب کے ایذا کا باعث ہے۔ چنانچہ حبیب کچھ درد انگیز خط اپنی اذکار کو لکھا ہے

ذات یہودی  
 نے جناب امیر کو  
 ایذا دیا ہے

وہ کسی پختی نہیں۔ ہم سائن میں نہج سلف سے اسکی نقل کر آکر میں خود حضرت عباسؓ نے ہی جبکہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عمرؓ سے بجز خلاف رضا جناب امیرؓ بطبع نفسانی کیا کیسی کچھ جناب کو ایذا پہنچائی عیسیٰؓ صاف امیر معویہ سے جا ملی یہ یہی آپکی ایذا کا باعث تھا صحیح بحث بولیں گے سوائے مقدار کے آپکو مخدول کیا اور تجلیں اس وغیرہ میں اطاعت نہ کی یہی آپکی ایذا کا سبب تھا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل میں بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ یہاں تک ناخوش ہوئی کہ بجان رسولؐ کے جھکوا آپؐ دوش مبارک پر سوار کرتے ہتی مارنے کا قصد کیا۔ اور ظاہری یہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا امام حسینؓ نے خلافت امیر معویہ کے سپرد فرمائی۔ یہ یہی آپکی ایذا کا سبب تھا۔ اگر آپؐ بقیہ حیات جوتے تو قطعاً متاثری ہوتی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا آپؐ کے آجے اسکو اپنی ناک مبارک کے کشنی سے بدتر سمجھا۔ محمد بن الحنفیہؓ امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے ہمراہی و اعانت سے ناخود تلقا عد کیا یہ کس قدر لگم ایذا کا باعث ہوگا بعد اس کے امام سجادؓ سیامت کی بابت تنازع کیا یہاں تک کہ بت حج الاسود کی حکومت کی پہنچی یہ یہی بقیہ جناب امام سجادؓ کے ایذا کا باعث ہے کہنا تک عرض کردن یہ آپکا قاصد و انشا رائد تھا کہ بیکر ایمان کو بھی سلامت باقی نہیں چوڑیگا۔ اگر آپؐ اہل علیؓ العموم و الاطلاق قائل ہیں تو ان بزرگواروں کو ایمان کا منکر فرمائی جیسی اگر ایک امام میں عصمت ثابت ہوئی تو پھر کل الامون میں اسکا ثبوت یا بلکہ تمام ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات میں مقتید نہیں یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اسکو بیان کرنا چاہی کہ وہ کیا ہے اور دیکھتے چاہیے کہ وہ شرعاً باب اعتقادات میں کارآمد ہو سکتا ہے نہیں غرض کہ اہل اصناف اور کار اس دلیل کو عجیب کر مارے عجیب فہم و بھاف کا بھولی اندازہ کر سکتے ہیں ہم اس سے زیادہ کہہ عرض کریں۔ قولہ وجہ تخیم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ کے گناہ امت پر ظہر منون تو اعلیٰ سے مستکاث کریں۔ اور انکی نظر و نگاہیں گرجا میں اور انکی احکام وغیرہ کی تصدیق و تمسک کریں۔ بلکہ تکذیب کریں کہ اگر یہ مواہید وغیرہ کے بیان میں سچ ہوئے تو خود کیوں انکی

**ترکیب ہوتی۔ اقول۔** عصمت ائمہ میں اس دلیل کا ذکر منہج کے قابل ہے اہل انصاف سمجھ گئے ہوں گے کہ عصمت ائمہ میں اسکا بیان مصداق اس شعر کا ہے بیت چہ خوش گفت است سعدی ز نغیہ  
 الایا ایہا الی اور کا سادہ و سادہ دلائل کا معنی اس امر پر ہے کہ ائمہ بالاستقلال اسبلغ  
 شریعت ہیں۔ پس اگر کسی توہید ستاد علیہ السلام کے مسلمات سے کسی کو تمام امور شریعت کے مثلاً تکمیل و تحمیل  
 وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھی ہیں۔ اہل حق ہرگز اسکو تسلیم نہیں کرتے وہ انبیاء کو انبیاء و سمجھتے ہیں اور ائمہ  
 کو ائمہ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پر اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا جاری محیب حبیبی غافل  
 و انصاف پرست کا ہی کام ہے ظاہری کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابام جہات میں تکمیل  
 تکمیل ہو چکا تھا اور الیوم تکملت لکم دینکم نزول اجلال باجکا تھا اور امام صرف مربع شریعت ہی  
 اور اسکا کام یہ ہے کہ امت کو شریعت مکملہ پر چلا دے تو وہ اگر ترکیب معصیت ہو تو اسکی اطاعت سے  
 استنکاف کر چکے ہوتے ہیں اور انکی احکام جو مطابق شرع ہوں عدم تصدیق و تعمیل کے  
 کوئی صورت ہے اور جو احکام کہ شرع کے موافق نہ ہوں وہ خود مبطل و واجب الطاعت نہیں تو امام کے  
 اطاعت میں حیث انہ متبع شرع ہے نہ بحیث متبع تو نہ ہم ان اسو کا مطلق ہو گا۔ حسنہ  
 حق تعالیٰ شانہ نے ائمہ کی اطاعت کی بیا نہیں عیاف ارشاد فرمادیا فان شئنا لنعم فی شئنا فرمودہ  
 والیوم جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی امر میں بہت واد لوالام باجم تنازع کریں اسکو  
 کتاب و سنت کی طرف لوٹاؤں اگر موافق ہو قبول کریں ورنہ رد کریں تو ہر شخص سے یہ سیکھا  
 کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ امام کا قول و فعل موافق شرع ہے ہو اور یہی عدم عصمت ہے پس عبادت کو  
 ائمہ میں میزان استقیم شرع موجود ہے تو انکو امام کے غیر معصوم ہونی سے کیا ڈر کہ کسی حکم میں  
 اسکی تصدیق کرنے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اس سے استنکاف کریں اور اسے تصدیق  
 نہ کریں بلکہ کذب کریں۔ تو دین بکلیت ہی درہم برہم ہو جائے پس اس دلیل سے عصمت ائمہ  
 میں استدلال کرنا ایک عجیب و غریب قصہ ہے علاوہ اس بحث کے باقی نقوض داعیہ انصاف جو اس  
 استدلال پر وارد ہوتی ہیں۔ وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال میں بیان کیا ہیں

اثبات عصمت ائمہ علیہ السلام سے انکار کا نتیجہ

معلوم ہو سکتی ہیں بخلاف اہم انکو ترک کرنے میں قولہ **احمد بن محمد بن خاتم المحدثین** کہ یہی  
 تقریر حضرت احمد ثابت سے روایت ہے تو آپ پرمان لین۔ **اقول** پیاری محیب یہ آپ کا محض  
 زعم و توہم ہے۔ جو بقتضا جگہ کی عمومی بصیرت پر اس قدر تحقیق ہے کہ وہ نہ تو تحقیق جو کہ کتاب و سنت  
 سے ثابت ہو بلکہ عقل و نقل کے خلاف ہو اسکا ثبوت خاتم المحدثین سے کہ تقریر سے مراد نہیں ہو سکتا ہے  
 میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ بغیر انصاف و تحقیق حق اس مسئلہ میں غور فرمائیں تو آپ کو یہی سہا ہو جائے گا  
 کہ واقعی یہ وہ خلاف عقل و نقل ہے بلکہ اگر روایات مذہب کے ہی سختی سے عداوت ہے۔ عداوت محیب نے جو حدیث آدل بجا لائی  
 کہ باب کتمان سے میں چند روایات تحریر فرمائی ہیں جس میں سے صرف ثابت ہو تا ہے کہ امیر مہمان الدین  
 یکتھون ما انزلنا من البینات والہدی منزل۔۔۔ ما بیناہ للناس فی الکتاب والذکر  
 یلعنہم اللہ ویلعنہم اللہ یعنوں کہ مصداق **ابو علیہ السلام** میں۔ عن جریر بن عبد الرحمن عن ابی جعفر  
 علیہ السلام فی قولہ اللہ ان الذین یکفھون ما انزلنا من البینات والہدی منزل بعد  
 ما بیناہ للناس فی الکتاب یعنی بذکر الحق واللہ المستعان عن ابن ابی عمیر عن ذکر  
 عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یکفھون ما انزلنا من البینات والہدی منزل علی  
 علیہ السلام عن عبد اللہ بن جابر عن حدیث عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ اولئک  
 یلعنہم اللہ ویلعنہم اللہ یعنوں قال انھم یلعنوں قالوا ہوام الارض عن بعض اصحابنا  
 عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال قلت لہ اخبرنی عن قولہ ان الذین یکفھون ما انزلنا من البینات  
 والہدی منزل ما بیناہ للناس فی الکتاب قال انھم یلعنوں بہا واللہ المستعان ان الرجل اذا اصاب

م  
 ۱۳  
 ۱۲

۱۵ امام ابو جعفر سے تفسیر فرماتے ہیں (جو لوگ چاہیں جو کچھ کہہ دوں گا اس میں سے کچھ سنی کر لیں کہ دیا ہوا ہے اسکو  
 لوگوں کے لیے کتاب میں) میں مروی ہے کہ اس سے مراد ہیں اور اللہ سے دعا ہے کہ میں سے ۱۵ امام ابو جعفر علیہ السلام سے  
 مروی ہے کہ امیر ان اللہ میں یتیموں کا انزلنا من البینات والہدی منزل علی کے باب میں نازل ہے ۱۵ امام ابو جعفر علیہ السلام  
 سے تفسیر فرماتے ہیں اولئک یلعنوں اللہ ویلعنوں اللہ یعنوں میں مروی ہے فرمایا وہ ہم میں۔ اور کہا ہے کہ خیر اللہ میں  
 ۱۶ امام ابو جعفر علیہ السلام سے تفسیر فرماتے ہیں مروی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ خبر دیجئے۔ ان الذین یتیموں کا انزلنا  
 من البینات والہدی منزل ما بیناہ للناس فی الکتاب سے فرمایا انھیں سے مراد ہیں۔ اور اللہ سے دعا ہے کہ

الیہ لم یکن لہ اول لم یسئلہ ان یمین للناس من ینکون بعدہ و رواہ محمد بن مسلم قال ہر  
 اهل الكتاب۔ ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ائمہ کا دین بچھاؤ والے  
 اور (معاذ اللہ) توبہ توبہ میں کیونکر اس کو قتل کر دیں (خدا کے اور رحمت کرنی والوں کو ملعون میں پہلے اور  
 دوسری روایت سے بخوبی یہ مدعا ثابت ہے چوتھی روایت اس مدعا کے اثبات کے لیے بہت بڑی  
 قوی دلیل ہے توحید حضرات شیعہ نے بمقتضای کمال دلائل تک اونکی دشمنوں کو اللہ کے آئین  
 چھاپنے والے اور ملعون ٹھہرایا تو اونکی غیر معصوم ہونی کو ہی ثابت نہیں کیا بلکہ کفار سے ہی بُرائی میں  
 بڑھا دیا۔ حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس صریح کفر کو اس طرح چھاپا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت  
 تفسیر میں جو عبد اللہ بن کبیر سے مروی ہے فرماتے ہیں بیان ضمیر ہم راجع الی اللہ العزیز  
 پہلا کوئی عاقل شیعہ مسلم کی اس طرح توحید سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے مثل آفتاب  
 روشن ہے پوشیدہ سمجھ سکتا ہے۔ اگرچہ ہر علامہ کے اس تاویل کے تحریف کے ابطال کی کچھ ضرورت  
 نہ تھی کیونکہ اہل فہم والصفات سیاق عبارات سے خود سمجھ سکتی ہیں لیکن بظاہر تسکین خاطر مجیب کے  
 ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت میں جسد رایت لکھ کر فرمایا ہے کہ اس سے  
 ہم مراد ہیں۔ اونہیں لائین کا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ اوہیں صرف کاتھین کا ہی ذکر ہے جس سے صاف  
 معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کاتھین میں لائین عدوہ ازیں لفظ اللہ استعان فرمایا خود اسکی ثبوت  
 کی دلیل ہے کہ آپ کاتھین میں کیونکہ اسکا اطلاق مشقت اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے چنانچہ  
 اللہ استعان علی ما یصنفون۔ چوتھی روایت اسکی ثبوت میں نفس صریح ہی کیونکہ اس سے  
 صاف ثابت ہے کہ یا مراد ائمہ میں یا اہل کتاب اور ظاہر ہے کہ لائین میں یہ دونو احتمال  
 نہیں ہو سکتی کیونکہ اہل کتاب لائین نہیں۔ ان بعض لائین کاتھین میں جو ملعون ہیں۔  
 نہ لائین نہ یہ دونو احتمال کہ مراد ائمہ ہوں یا اہل کتاب اس صورت میں صحیح ہو جبکہ ضمیر  
 ہم کی راجع لفظ الذین کیہوں یا لائین کی طرف ہو قطع نظر اس سے اس روایت میں حضرت  
 امام نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہیں اوہکی تائید میں یہ ہی فرمایا کہ ہر امام سابق

۹  
 بیان  
 جامع  
 تفسیر

واجب ہے کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر نفس فرمادی اور اسکو ہرگز جائز نہیں کہ وہ نفس نکری اور  
 اسکو چھپادی تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سے بیان ہندیدہ نہیں۔ لیکن  
 اس میں کوئی ایسا لفظ جو علم وقوع کتمان یا وقوع کے محتمل ہونے پر دلالت کرے وارد نہیں بلکہ یہ کلام  
 صریح وقوع کتمان پر دلالت ہے چنانچہ اہل کتاب ایوہوہ سے اسکی تصدیق میں تو اس سے معاذ اللہ  
 ائمہ کے دشمنوں کا بروایات حضرات شیعہ کا تین عت ہونا ثابت ہوا اور علامہ مجلسی کو یہ دیکھ کر کہ  
 شیعہ تفسیری روایت سے بڑگیا ہوگا کہ وہ میں دقت قالو ام الامن نہ کرے نہ اسکی تقابل سے  
 سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ تفسیر لا عنون کے ہی نہ کا تین کے مگر یہ اسوقت ہی کہ جبکہ یہ مقولہ ائمہ کا  
 تسلیم ہوا اور اگر اسکو مانع منع کر دی اور کہی کہ یہ جملہ بعض روایت شیعہ کا اپنی مانوس مذہب کے  
 حفاظت کے لیے تراشا ہو اس پر تو اسوقت علامہ کا یہ توہم ہی باطل ہوگا۔ حرفہ تاشا یہ ہے  
 کہ علامہ مجلسی کو خود ہی اس سجد کی نسبت یقین نہیں کہ یہ سجدہ ائمہ کا مقولہ ہے بلکہ علامہ کے نزدیک  
 احتمال ہے کہ یہ سجدہ ائمہ کا ارشاد ہو اور احتمال ہے کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کے ہیں کلام  
 اور احتمال ہے کہ بعض روایات کا اضافہ ہو پر جب اس قدر احتمالات قائم ہیں تو ہستہ لال نہیں  
 ہو سکتا ہے علامہ مجلسی فرماتا ہے قولہ وقد قالوا اما کلہ علیہ السلام ففیہ الجمع  
 لال العامة وکلام المؤلف اور الروایۃ فیحصل ان جماعہ اهل البيت علیہم السلام چھ افراد میں محال سمجھنا  
 کہ ضمیر ہم ائمہ کی طرف ہی راجع ہے اور حضرات ائمہ ہی بقول حضرات شیعہ کے ائمہ میں ہیں  
 لیکن ہم کہتے ہیں یہ ہی براہی سے خالی نہیں کیونکہ جناب امیر نے اپنی شیعہ کے سبباً دلعان  
 ہونے کو کمرہ اور ناپسند فرمایا ہے تو جو امر او نے امت کے لئے ناپسندیدہ ہوا ائمہ کو جناب میں کیونکر نسبت  
 کیا جاسکتا ہے۔ ومن کلامہ وقد سمع قما یسبون اهل الشام ایام حربہم بصفین لال اگر ملکوں کو

لے دقت قالو یا تو اہم علیہ السلام کا کلام ہے تو اس حدیث میں جمع ضمیر عامہ (الہست وغیرہ) کی طرف پہنچی یا یہ کلام مولف کتاب  
 (مفسر عیاشی) کا ہی یا دوسری راویوں کا کلام ہے تو اس حدیث میں احتمال یہ ہے کہ ضمیر بہ بیت کی طرف راجع ہو۔ ۱۲  
 لے آچکا کلام جگہ آجے اب گردہ کو سنا کہ اہل شام کو سب کرتے ہیں اور جا کہتے ہیں جگہ صفین کے یہ ہیں۔ میں نہاگو  
 یہ کہہ اور ناپسند سمجھنا ہوں کہ تم سب (برا کہتے والے) ہو۔ ۱۳۔

سببین۔ تعجب ہے کہ اپنی شیعہ کے لیے تو لعان و سباب ہونا ناپسند فرمائیں اور خود اسفند لعان  
 ہوں کہ خدا تعالیٰ انکو اس صفت سے ذکر فرما دی یہ ہر صفت حضرات مدعیان ولاد و تمسک  
 کہ زبانی دلائل مقتضائیں ہیں تو اور کیا ہے **اقول** اب بعض کا بیان ہے کہ آپ ہی بتقلید اپنی  
 خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہے کہ باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہیں کہ تم  
 دور ہیں مگر بعض کا وجوب اقوال صحابہ و علماء کرام المسند سے ثابت ہے صحیح مسلم کی کتاب  
 الامارۃ میں باب الاختلاف ملاحظہ فرمائی کہ جناب ابن عمر ترک اختلاف کو ضیاع وقت و مردم  
 سبب جانتی تھی چنانچہ اپنی اس عیسیدہ میں ایسی راہیں مقرر کر چکی ہیں کہ انکی بددینہ گوارہ بدن  
 اختلاف دنیا سے انتقال فرمانا۔ چاہتی ہیں تو نہایت ہی تمدن و ترقی سے اپنی باب اور امام  
 وقت کو نصیب فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہیں کرتے آپ دیکھ لیں کہ وہ اختلاف  
 کو بہایت سے ضروری سمجھتی ہیں اور اسکی ترک کو عین تضییع و فساد مردم جانتی تھی اور اسکی تارک  
 اور راعی سب سے شایستہ دی ہے کہ شہر و غنم کو ہل چوڑ کر کہیں چلا جائے غور فرمائی کہ آج کے  
 خاتم المحدثین جو اس عقیدہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہیں کیا حضرت ابن عمر کے شاہین ہی ہیں  
 ہی فرمایا ہے کہ خاتم المحدثین صاحب صحیح مسلم ملاحظہ نہیں فرمائی تھے۔ **اقول** بجز اول وقت  
 جبکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال سے متصل کہ چلتے ہو انکو کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم ابطال دلائل نفس و  
 انضلیت میں اپنا وقت گران ہا میں منع کریں کیونکہ جب عصمت ہے باطل ہو گئی تو تمام امت ہی  
 اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو پہلے شرائط انضلیت و نفس باطلہ کے ابطال کے کچھ حاجت نہ رہی  
 لیکن ناظرین مناظرہ کے رافع علیان اور اپنی محیب لبیب کے مزید اطمینان کے یہی ہم اس طرف  
 ہی متوجہ ہو گئے ہیں اور مختصر گزارش کرتے ہیں چونکہ ہماری محیب کے عادت ہے کہ ہستہ سال کے  
 وقت اپنی دعویٰ کو بلا دیتی ہیں مدعا کچھ ہوتا ہے اور دلائل کچھ لاتے ہیں سلیح مناسب  
 کہ ماہ الذی شرح مجمل بیان کریں اور ناظرین اوراق اور اپنی محیب کو یاد دلائل کریں کہ یہ دعویٰ ہے  
 اور دلائل سے کہ حاجت ہوئی تو ابستہ قابل التفات ہوئے ورنہ لائق توجہ ہی نہیں سمجھیں حاجت

پس واضح ہو کہ اس جگہ باب النزاع دل سنت و شیعہ میں مسئلہ اشتراط رض و فضلیت پر شیخہ متقدمین  
 کو امام کے لیے رض و فضلیت میں عصمت کے شرط پر اگر رض و فضلیت نہ ہو۔ تو امامت باطل ہو اور  
 امامت کہتر میں کہ جیسی امام کے واسطے عصمت شرط نہیں۔ کی طرح رض و فضلیت بھی شرط نہیں ہے  
 عصمت سوائے انبیاء کی کسی بشر میں نہیں پائی جاتے رض و فضلیت کا تحقق ہو سکتا ہے  
 لیکن اگر انکا تحقق نہ ہو تو یہی امامت متحقق ہو سکتی ہے ہماری محیب جگہ اس امر کی اثبات کے وہی  
 ہیں کہ اشتراط رض کو ثابت فرمائیں اور اس کے اثبات کے لیے چونکہ مسئلہ اعتقاد ہی ہے دلائل قطعیہ  
 بہم پہنچائیں تو بس خلاصہ دعویٰ محیب لبیب یہ ہے کہ امامت کے یہی شرط غلط و غلط ہیں  
 کی طرح شرط ہی اگر رض نہ پائی جائیگا تو امامت و خلافت منقذہ نہ ہوگی پس دعا کو اپنی حافظہ میں  
 محفوظ رکھ کر ہماری گذارش سنیں کہ جب یہ مسئلہ اگلی نزدیک اصول و ہکے اصل اصول دین  
 میں رہے تو اول واجب تھا کہ اس کے اثبات کے واسطے دلائل قطعیہ پیش کرتے اس مقام میں  
 حقدہ اپنے دلائل ذکر فرمائی ہیں اگر انکی غلطیوں اور مفاسد سے جو مسئلہ متنازعہ ہے یہاں  
 جاری کرنے سے لازم آتی ہے چشم پوشی کیا وی اور بعض محال اذکو صحیح تسلیم کر لیا جیوری تاہم انکی  
 مدعا کی مثبت نہیں ہو سکتی بلکہ قطعی مدعا دلائل قطعیہ سے کیونکہ ثابت ہو سکتا ہے معہذا قطع نظر  
 اس سے کہ آپکا مدعا قطعی ہو یا ظنی اس قدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کری کہ در صورت عدم  
 تحقق رض کے عدم تحقق امامت ہوگا اب آپ فرمائیے کہ انکی کونسی دلیل سے بد لالت مطہر  
 یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اگر رض نہ ہو تو امامت متحقق نہ ہوگی۔ اب میں تفصیلی طور پر دلیل و دلیل پر  
 بحث کرتا ہوں بغیر انصاف سینی۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو ابن  
 عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا حاصل نقل کر کے اس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے بالکل غیر معنی  
 مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے آپکا مدعا اور سوقت ثابت ہوگا جبکہ آپ یہ ثابت  
 فرمائیے کہ جو خلافت و امامت بلا رض کے اختلاف واقع ہوئی وہ انکی نزدیک باطل ہے اور ظاہر ہے  
 کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک بلا رض واقع ہوئی بلکہ اولیٰ کے بھی

اثبات اشتراط رض کی پہلی دلیل کا بیان

ابن عمر کے نزدیک یہی کیفیت ہے کیونکہ جناب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی اس قول کے جواب میں کہ  
 ان لم یختلف سکوت فرمایا۔ اور رد نہیں کیا اور ثانیہ فرج ادلی کے ہے تو مدعا محیب بسبب  
 اس وقت ثابت ہو چکا کہ ابن عمر کے قول میں لطلان خلافت ہوتا ہے اور بسبب عدم ورود نص  
 کو ثابت ہو جادی اور یہ محال ہے۔ پس اس مدعا پر استدلال کرنا اس پر مبنی ہے کہ ہماری  
 محیب بسبب اپنے مدعا سے متقابل میں۔ ابن عمر کے اس قول سے اگر بغرض محال جواب نص  
 ثابت ہو بھی تاہم مستلزم شتر اہ نہیں کہ مفید مدعا ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ امام نووی نے  
 اس حدیث کے شرح میں عدم وجوب نص پر اجماع لکھا ہے تو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر  
 نص کو ادلی و سخن سمجھتے ہوں۔ لیکن غرض اسلام سختیات کو پی عمل میں مثل واجب کے سمجھتے  
 ہیں اور نیز قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنے مدعا کو حتی الوسع مدلل و برہن بیان کیا کرتا ہے تو اسلی  
 وہوں نے اس کو اس مدلل میرا یہ میں ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر فردی  
 نہ تھا اسلی سکوت فرمایا اور مکرر اس باب میں سب کتاہوئی کیونکہ جو دلیل حضرت عمر  
 فرما کر فرمائی وہ بالنتہ اس امر پر دال ہے کہ اختلاف و عدم اختلاف ہر دو جائز ہیں واجب نہیں  
 اور نیز یہی ممکن ہے کہ انتہا میں دقت حضرت ابن عمر کے ذہن میں لزوم نص آیا ہو  
 لیکن جبکہ حضرت امیر المؤمنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہو گیا  
 تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ معہذا جبکہ خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ نے ان کے جواب میں عدم وجوب نص  
 بیان فرمایا اور صحابہ میں کسی نے اس کا رد و انکار نہیں فرمایا تو اجماع سکوت ہو گیا۔  
 پس خاتمہ دلیل پر جو کہ حضرت شامی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری محیب ہے تحریر کیا  
 وہ کمال قاحت کے دلیل سے مدعا کو دلیل سے ثبوت کی بوہی نہیں پونہی اور زبان درازی  
 شروع کر دی حضرت ابن عمر کا عقیدہ شتر اہ نص کا جو مستلزم عدم انعقاد خلافت غیر  
 منصوصہ کو بھی پہل ثابت فرمایا ہوتا اور اس کے بعد کچھ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت محل  
 فہم انصاف سے خالی ہو تو بجز سکوت کے کیا جواب دیا جادی۔ قولہ جناب ابن عمر

ہی پر حضرت ہیں ہر اور صحابہ کا یہی ہے ہر اعتقاد ہفت چنانچہ خواجہ کا بلی صواتع میں جبکہ ترجمہ  
 آجکی خاتم المحدثین نے فرما کر اور تھوڑا سا تغیر و تبدل کر کے تحفہ لکھا ہے۔ ذیل قول جناب ابیر علیہ السلام  
 یا ایہذا القوم الذین یابعدوا ابائکم و عمرکم مطلب ثانی مقصد رابع اامت میں فرماتے ہیں و  
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوصاً عليه فضلاً عن خفاء واليه ذهب  
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذيفة ابن اليمان والنس بن مالك وابو هريرة  
 وجم غفير من المحدثين وشرذمة من الاصوليين وطائفة من المتكلمين وجماعة من الفقهاء اتفقوا  
 وتجب ہر کہ آجکی خاتم المحدثین نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر کلمے کمال معنائیں ترجمہ کرتے ہیں اس مقام کو  
 ملاحظہ فرمایا ورنہ اس عبارت سے اس عقیدہ کی نسبت نفراں کہ یہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔  
 اقول یہ دلیل ہر زبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہے کہ ہماری محیب کو اپنی مدعا کی خبر نہیں  
 ہے اور نیز اس دلیل سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری محیب نے یا ہماری محیب کے اس میں بزرگ سے  
 میں سجدہ اسکو نقل فرماتے ہیں نقل عبارت صواتع میں کمال دیانت فرمائی ہے اور جو جسد کہ انہی  
 مذکور کے مخالف اور اس عبارت کو باوجود ہمت ہر قریب مذکور ہے اور گویا تمتہ اس عبارت کا ہے اور کو  
 حذف کر دیا سمجھا ہو گا کہ صواتع عزیز الوجود کتاب ہے کہ ان دستاویز ہوئی ہے جو کوئی معائنہ  
 کر کے غلط نہ کالی گا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کو یہ کتاب با وقت میسر ہوگی  
 اس پر اہل کتاب سے بوری عبارت اہل الصفات کے نام سے پیش کرنا ہوں اہل الصفات ملاحظہ  
 فرمادیں اور یہ بھی یحییٰ کہ ہماری محیب بسبب کی مدعا سے اس دلیل کو کچھ تعلق ہے یا نہیں۔  
 ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوصاً عليه فضلاً عن خفاء واليه ذهب  
 عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذيفة بن اليمان والنس بن مالك وابو هريرة  
 وجم غفير من المحدثين وشرذمة من الاصوليين وطائفة من المتكلمين

اثبات ہر تھوڑا سا دوسری دوسری کا انہوں

لے بعض سطور کہیں ہیں کہ ہم کا مقصود ہر نا خواہ نبض علی ہر یا فنی واجب ہے اور سیرت شریف میں عبد اللہ بن مسعود اور ابو الدرداء  
 اور حذیفہ بن الیمان اور انس بن مالک اور ابیر علیہ السلام کے ایک بڑی جماعت اور سیرت شریف میں ایک گروہ اور متکلمین میں کا ایک فرقہ ہے۔

و جماعة من الفقهاء وتمسكوا بالاحاديث الواردة في خلافت الخلفاء الاربعين  
 في النص والجمهور على انه جمل وجمع على انه خفي واليه ذهب الحسن البصري والتفوقوا على انها ثبتت  
 بالاجماع ان لم يتعين الا فضل ولم يوجد النص انتهى - اس عبارت کے آخر کا جملہ  
 والتفوقوا اسے جو بدعت مدعی کی نفی میں ثابت کر رہا ہے ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ اہم راست ہو  
 اگر یہ نقل میں خباثت نہیں تو کیا ہو۔ لیکن اگر اس جملہ سے قطع نظر کیا دی تاہم یہ عبارت ہمارے  
 مجیب کے ثبوت مدعیین کے لیے غرض نہیں ہے۔ کیونکہ نص عام ہے جلی ہو یا ضعی اور آپ کا دعویٰ  
 اثبات نص جملہ کا ہی تو اس صورت میں آپ کا دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے تو دلیل  
 عام کے خاص کا ثبوت ناممکن ہے اور اگر بغور و تامل دیکھا جادے تو دلیل مدعیین باہم رسوم  
 و خصوصیات میں بلکہ تغایر و تبائن میں تفصیل دیکھی جائے گی کہ آپ کی نزدیک انعقاد است کے لیے  
 یہ شرط ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس طرح نص دیا ہو تو ہو کہ فلاں شخص بعد فلاں  
 بنی یا فلاں امام کے اس کا خلیفہ ہے اگر اس طرح نص ہوگی تو است و خلافت متحقق ہوگی  
 اور یہی ہے کہ کوئی اسکی لزوم و اشتراط کا قائل نہیں اور کسی اور کو ضروری نہیں سمجھا  
 اور نص جملہ سے بھی یہ مراد نہیں ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہے۔ چنانچہ بعد و تمسکوا  
 بالاحادیث الواردة في خلافة الخلفاء الاثني عشر مدعا پر ظاہر دلیل ہے تو بس دلیل مدعا پر  
 متغایر ہوئی پس ایسی پوج اور غلط دلیل پر اس قدر ناز و افتخار۔ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کی نسبت صواقع میں اس صفت کے ذکر و بیان کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہے علی الخصوص جبکہ  
 شاہ صاحب ہم کی عبارت کو جو محققین نے نہ کر کے دیکھ جادے وہ فرماتے ہیں وہاں یہ  
 سب کوئی کہ نص امام بر خدا واجب است پس میباید کہ مخصوص ہو از جانب خدا و این معنی ہے

اسے اور فقہ میں سے ایک جماعت امامان احادیث میں سے کسی سے جو خلفاء واجب کی خلافت کے بارے میں واقع ہوئی ہیں  
 اور بعض کے باب میں اختلاف ہے چہرہ اس میں کہ نص جملہ ہے اور ایک جماعت ہے کہ وہ نص خفی ہے جس میں بھی  
 سب سے گہرے ہیں اور سب سے متفق ہیں کہ اگر افضل متعین نہ ہو اور بعض پائے ہمارے تو خلافت اجماع  
 اس سے منع ہو جاتے ہیں۔

مخالف عقل و نقل است۔ معلوم نہیں یہ دعا جو مجسودہ امرین کا ہے اور جسکو شاہ صاحب رحمہ اللہ  
عقل و نقل فرما رہے ہیں اسکو ہماری محبت کے کیونکہ موافق عقل و نقل کے ثابت کیا ذرا تو انصاف فرمائیں  
اپنی دلیل کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور جسکو نسبت شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلاف عقل و نقل ہے اسکو  
بھی دیکھیں اور جو چیزیں ہر اوسکو اپنی طعن کو میزان انصاف میں کہہ کر تو لیں تو صاف معلوم  
کر لیجئے کہ آپ نہ عبارت صواقع کو سمجھ رہے نہ تحفہ کو سمجھ رہے خود انہماک عا ہی ضبط فرمایا خدا  
توفیق انصاف و راہ راست عطا فرمادی۔ قولہ اگرچہ اسست م میں ہم بیت کچھ گفتگو  
کر سکتے ہیں مگر نظر اختصار ترک کر کے اب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نص کے باب میں  
شہادت لکھتی ہیں کہ یہ حضرت نابشہور آپکی خاتم محمد ثنیں کے والد ماجد ہیں اگرچہ تحفہ میں انکو  
ابوت میں توریہ فرمایا ہے مگر نہایت ہی درجہ کی تخریف و ستائش فرمائی ہے حتیٰ کہ اپنی اڑا پنا  
الہی معجزہ و معجزات جناب رسالت نہایت ہی انکی شان میں لکھ رہے ہیں جیسا کہ پہلے ہی گذر چکا  
اقول نہایت افسوس ہے کہ اس مقام پر آئے بیت کچھ گفتگو نہ فرمائی۔ جس پر اس  
مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اس سے آگے علم و فہم و انصاف کی کیفیت اور سستہ حال کی حالت  
بخوبی منکشف ہو گئی ہے اور اگر اور کچھ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہو کر اس  
دعوے کو باطل کرتے جو آپ نے ابتداء جواب میں فرمایا ہے۔ بہتر ہوا کہ آجے اختصار کے پیر پر یہ سب  
ترک فرمایا۔ اور جو کچھ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ نابشہور لکھ کر تخریص فرمائی اور جو  
ادعا تہذیب و اخلاق کے بد تہذیبی کا جامہ پہنا اسکو جواب میں ایسی تخریصیں بلکہ اس سے بڑے  
ہم ہی بہت سی مجتہدین حال و اضنی و غیرہ کو نسبت عریض کر سکتے ہیں لیکن ہم بجز سکوت و صبر  
اسکا کچھ جواب نہیں دیتے۔ اسکی بعد جو شہادتیں کہ نص کے ثبوت کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ  
رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی اور کچھ کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔ قولہ آپ بظہر غور ملاحظہ فرمائی کہ جو  
تقریریں ہم نص کے باب میں کرتے ہیں ہمیشہ وہی حضرت شاہ صاحب ازالہ الکفایں رقم فرماتے  
ہیں مقصد اول فصل دوم و ازم خلافت خاصہ کے نکتہ سہم میں جو صغیر غلطہ میں واقع ہے

یہ عبارت تحریر ہی کیلئے سوچا کہ خلافت اعلیٰ پرست و نفوس بنی آدم مجبوراً ہی اتباع ہو اور شیطان  
 و بنی آدم جاری مجری اللہ چون خلافت برائی شخصی ستر شود احتمال داید کہ جو پیش گیرد  
 در مقاصد خلافت بتاوان صریح عمل آرد و طرز این خلیفہ درست مروجہ باشد باشد آخر جو کہ  
 اختلاف دیو این احتمال کثیر الوقوع است نمی بینی کہ بادشاهان ہمہ الاماشار اللہ درین  
 ہنگامہ گرفتار شدہ اند و میثاقنا وقتیکہ این احتمال برانداختہ نشود بوعده آئی با اوصافی کہ نزدیک  
 حصول اینہا جو رہتاوان متمنع عادی گردد۔ وطن قومی بعد از قیام خلیفہ بہرست بقیود رسد  
 اختلاف چنین شخصی خبر محض نہ باشد و نفوس بنی آدم ہمہ تاملت او اطمینان پیدا نکنند کہ یک  
 مرشد طلاق گردد و سبلی ایشان در طہر و وطن مجتہل کہ در علم و حال خود غلط کردہ باشد و دیگر  
 بعض قراین متمک شدہ بہمان غلط را رواج دادہ باشند و الحسناتیں بہت اسی بہائیں  
 آدم روی بہت پس بہرستی نشاید و او دست و تا اعتماد بر علم و حال شخصی بہت مستفیض  
 صادق و معصود و اشارات او حاصل نہ شود کار نامہ تمام است پرچہ کا کا لہ ہا انت و ثوق  
 بصاحب آن ہست نہ باشم منہ شائع و اشارات او انہی بقدر حاجت۔ اس عبارت کوتاہ و اشارت  
 سے ملاحظہ عجیبی جیسی کہ اس سے نص کا جو ب ثابت ہوتا ہے ویسی ہی عصمت خلیفہ ہی ثابت کہ  
 بہاعت خوف طوالت ہم اس کے الفاظ پر لبط و نشاط سے بحث نہیں کرتے اس قدر اشارہ  
 کافی بہترین۔ **اقول** اس دلیل کو بھی عاصی کچھ ربط نہیں ہے۔ اور بیان ہی اپنا  
 مدعا پہولی۔ جو نص کہ عبارت منقولہ از الہام حقاسی مفہوم سے تلبظ ہوتی ہے اگر وہی نص  
 معتقد علیہ جناب محیب اور ان کی ہم مذہبوں کی ہی تو مر حباہم لوفاق لیکن یہ نص ہے جو ایت مشہور  
 لہذا وعدہ اللہ الذی تر امنوا منکم اور حدیث ان تو مر و ابابکر اور کسی مثال سے ثابت ہوتی ہے  
 اور نیز یہ وہی عہدہ خداوندی ہے جسکی احتمال اتباع ہو اگا استیصال کرنا اور وقوع جو  
 بتاوان کو متمنع عادی نہا دیا اور یہ نص اشارات وہ بین جن و مرثہ اتفاق خلافت  
 مستخرج بہائی نہ انقاد اور یہ نص اشارات متعدد اشخاص کے در طوری ایک وقت میں

بنی آدم کے لیے تحریر کی گئی ہے

بلا تعین قیاس و دلائل منتهی نہیں ہیں اگر آپ اسلی قائل ہوں تو یہی عاریہ کی کچھ نزاع نہیں  
 اور اگر نص معتقد علیہ سامی جسکو اثبات کا دعویٰ کیا گیا ہے یہ نہیں ہے بلکہ وہ نص حلی کی ہے جو  
 علما قوم امہ ثمان عشرہ کو واسطی دعویٰ کرتے چلے آئی ہیں تو اسکو اشتراط کو اس دلیل سے پاک  
 دلیل سے ثابت فرمائی میں اس استدلال سے یہ تنہا جرت ہوں کہ محیب لبیب نے اپنی آپکو کم انکم  
 نا بی خوان تو ضرور ہی تسلیم کیا تھا لیکن اس استدلال سے تو اس دعویٰ کے ہی ثبوت میں تردد قوی  
 ہے۔ لیونکہ اگر فارسی خوان ہوئے تو کیا اس عبارت کا بھی مطلب نہیں سمجھ سکتے تھے کہ جسکا  
 سہل الہامہ ہونا مثل ہوز روشن ہی معلوم ہونا ہے کہ آپکی سامنی کہینی یہ عبارت پیکر سندی  
 ہوگی آپنی لفظ نص کا سنکر کمال دشمنی سے سمجھ لیا کہ بس ثبوت نص میں حجت قاطعہ ہے  
 اور خصم کے سامنی پیش ہی کر دیا۔ افسوس کہ آپنی بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر بحث  
 نہیں فرمائی۔ ہر جلد آپ اس عبارت سے نص کو جو بکا مسوق ثابت ثابت نہیں کر سکو  
 تو عصمت کو تو کیا ثابت کر سکیں۔ **قولہ** اور سینی مقصد اول کے فصل ہفتم کے مقصد دوم  
 مقدمہ خستین صفحہ ۲۶۸ مطبوعہ سبج نہ کورہ میں یہ فرماتے ہیں دلیل اول استقرار احادیث  
 کہ در باب فتن روایت مسکت سند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر  
 دفعات آئینہ تقریر فرمودہ است در واقعہ رابطہ فی ادا کردہ کہ رضائے خدا تعالیٰ کا سخط بان ازل  
 مفہوم شود چنان این مقدمہ را بشناسیم بعد اس قوی یقین می نماییم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 خلیفہ اول و ثانی و ثالث کہ بر نزدیک بودند در اختلاف قوم و اختلاف ایشان فتنہ برپا است  
 و کارہی عظیم شد افتخ فارس و ہم بہم بخیر و لہتہ تعین فرمودہ اند عاقل نتواند بخیر کرد کہ اہم ہات ارگنہ اندو  
 و میان امور جزئیہ تمام نامید بجا آمد عظیم انتہی بقدر حاجت یہ دلیل بعینہ ہی تقریر ہے کہ اس حق  
 منصوص ہوئے میں بیان کرتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب نے اصل اس دلیل کے ہماری ہی تقریر سے اخذ کر کے  
 بعض الفاظ را کہ اپنی طرف سے زیادہ کی ہیں اور بجائی مطلق خلیفہ و امام کے خلفائے ثلاثہ کا بخصوص ذکر کیا ہے  
 حاصل یہ ہے جو ہم کہتی ہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت پر ایسی شفقت

و عطف رکبتی کہ احکام خبریہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی حتیٰ کہ  
ایک مصاحبت و محاورہ تونسی مباحثت بلکہ بیٹ لکھا کہ آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کب  
تجوید کر سکتا ہے حضرت با اینہم شفقت و رافت ایسی اہم ہدایت کو کہ امت کے جمیع مصالح دینی و دنیوی  
اوس سے وابستہ ہیں محل چوڑ دین اور اوس پر نفس نفرا دین اور امت کو معاذا اللہ عمدہ اختلاف  
و تنازع ہٹا کر میں ڈال دین **۱۰ قول** ہمارے سلمہ مجیب جو اس جگہ عبارت از ائمہ  
سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہے کیونکہ ثبوت مدعا مجیب سے اوسکو کچھ تسلی نہیں علی الخصوص حضرت  
صاحب ازادہ اخفا مہدار اس بحث میں تشریح فرما چکے ہیں و پیش از شروع در تقریر ان نکتہ است  
معمہ کہ ترقیب و لامل و تقریب آن مسائل بہر وقت اوست و موقوف است دان نکتہ است کہ اود ما از  
خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آن زبان یکشایم نہ آنت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک فات  
خود مسلمانان رجوع فرماید و بیعت آن خلیفہ امر نماید انہ اس سے صاف واضح ہے کہ وہ  
نفس حکا و دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہیں اور وجہ اسکی بحر بطلان کے اور کوئی نہیں و ظاہر  
کہ جب وقائع آیتہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سخط خداوندی یا دوسرے ساتھ مشہوم ہونی تو وہ  
خلاف حقہ جسمیں اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تھا اور بڑی بڑے اعلیٰ درجہ کی  
کاموں کے درہم و برہم ہونے کا خوف تھا اولیٰ و احق بالیان ہے کہ نسبت دس خلافت کے  
کہ جسمیں یہ اندیشہ نہ آیت بلکہ اوس میں خود اختلاف واقع ہو گیا لہذا اور اس اختلاف  
پر بھی مسلح فرمادیا اور یہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور احبار باغیب واقع ہوئی  
تو یہ غلط ہے کہ بجائی مطلق خلیفہ کے خلفا ثلاثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفا ثلاثہ رضی اللہ  
عنہم کے ذوات مقدسہ کے ساتھ وقائع عظیمہ متعلق تھی کہ جسمیں کوئی اونکا شریک نہیں  
ہو سکتی بلکہ مخصوص انکا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہ کہ یہ دلیل حضرات  
شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچھ الفاظ کم و بیش کی گئی ہیں سوال انصاف چہ نوع  
اول سے آخر تک کتاب ازادہ اخفا کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علمیہ اونکی

استدلال و تفسیر دینی و علمیہ

پیش نظر میں معلوم کر سکتی ہیں کہ ابتداء و حدوث مذہب شیخ سی یا جس روز کسی کو اس مذہب کے  
 علم سے آگے جواب تقیہ کا چہرہ مذہب سی اوٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آج تک کسی شخص نے  
 علماء و محدثین کے بیان معافی کتاب و سنت میں باہرین خرابی و اسلوبی کوئی تقریر نہ کی ہو  
 اگر کوئی ہو تو عجیب و غریب ہی نام لیں مسلا وہ اسکی ابتداء زمانہ خلافت خلفاء و ملکہ صلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم میں جناب خداوند ہی کے ہم شریک رہی اور ہی کی موافق مسائل فرمائی رہی۔ رہنا قرآن  
 جو متمسک اعظم و ثقل اکبر ہی پر وہ تقیہ میں ایسا چہرہ پا کہ خیر آمد کی اور سکہ کسینی پڑا نہ کسینی  
 و یکہ اپنی ناخلافت میں ہی تقیہ کے وہی حالت رہی اور بعد اسکی تمام ائمہ علیہ السلام کی بعد و گری  
 حضرت سی کی قدم بقدم چلی آئی اور ہمیشہ تقاریر علمیہ اور مسائل دینیہ موافق اہل سنت کے  
 بیان کرتے چلی آئی پھر اگر وہ اکابر اہل سنت سے اخذ نہیں کیا تو کہا نسیم آبا اپنی مفسرین کو کہی  
 کہ مسماہ علوم مختلفہ کے بیان میں شیخین حسن و حسین اہل سنت میں تفسیر صافی کو دیکھو کہ لوگوں  
 مصنف نے اس بارہ میں اپنی مفسرین پر یہی شیخ فرمائی تفسیر جامع البیان جو نہایت  
 معتبر تفسیر میں کسی ہی ایک صفحہ اور کتا آب پڑھ لیں تو میری قوالی کے مقدم ہو جائی  
 اگر زیادہ تکلیف گوارا فرمائی جائے تو زور سے اسکا تیب ہی دیکھ لیجی کہ ناقص اصل مولوی نور الدین  
 حسین اس بارہ میں کس درد انگیز انوس کے ساتھ فرمائی ہیں صحیحہ پر یہ عبارت مکتوب سے تیار  
 بسبب عدم عبارت فن حدیث تھقیف الامر اودک نہ کردہ بکاسہ لیس عامہ پر داخہ اند  
 و منشادین امر غیر از قلت استعداد ورفن حدیث شریف چیری دیگر ملحوظ نیست جبکہ علماء  
 اہل شیخ باعتراف خود ہمیشہ کا لیس اہل سنت ہی تو بڑی شرم کے بات ہے کہ شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام اخذ و لیل کا لگائی میں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی اور اپنی  
 علماء کی حالات کو نہایت نہیں فرمائی۔ بیشک ملک علالی سہیکا نام سے لیکن جو دلیل کہ جب  
 بسبب ثبوت نفس میں بیان فرمائی اور دیگر اکابر بڑی افتخار کے ساتھ ثبوت اس دعا  
 میں بیان فرمائے چلے آئی ہیں بہت ساری تردید اور اسکا جواب ضروری ہے پس واضح ہو



کہ امامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل دیا اور عہد امت کو با ائمہ شفیقت درنت  
 اختلاف کثرت جرمین ڈال دیا اور یہ کچھ کسی پر منحصر نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نام نہاد نفس فرمائی اور کہتی کہ میری بعد فدان اور اس کے بعد فدان سیلف و ایم ہی بلکہ ہر گاہ  
 خداوند تعالیٰ اس نام کا تنہا ہوا اور تکلیف دین کا عہدہ فرمایا اور حضرت برائے پناہ ہی  
 مہی قند سلیم و کلمہ کو کلمہ ہو گیا کہ حسب وعدہ خداوند ہی جو خداوند ذات تعالیٰ ہوگی و وحی ہوگی  
 اور نہ ہی جو کثرت پر ہوگی تو آپ کہ کچھ عجب نہ ہو کہ آپ خداوند پر تفضیل خاص  
 فرماتے ہیں پس بچے خفا را در انکی اوصاف و عدالت خداوند کہ نہ حق ابرہہ رتہ بیان فرمادیا  
 و حسب سزا آخرین بطور تہیہ و تہنیت یہ کیا کہ ابوہریرہ صدیق ہنری خداوند کہ اپنی قائم مقام  
 ایہ صاف و صاف فرمایا جد و جات سے دور کہ نہ ت غایہ تفضیل اس ملوۃ و شیمات کہ وعدہ صاف  
 خداوند ہی جو جنود مہنور بکریہ اور خلافت مسورہ ہوئی کہ رآی و تکلیف دین مرضیہ حاصل  
 ہوئی و بس اس کی جگہ ذرا ہی عقل ہی سہم کر سکتا ہے کہ رض ہونے کی صورت میں  
 سر امر ہستال باقی رہا اور کون تخلف و شاجر ہی کہ ہمیں است کو ڈال دیا تا نہ ہو کثرت جرم  
 ان کے ہر توحہ خداوند تعالیٰ کے ہر وعدہ صاف و قہ نے پیچ دین سے اکھاڑ دیا ہے بلکہ اگر  
 بعد از شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رض فرمائی تو با وجود اس شفقت و عطف و درافت و رحمت  
 نہ نہ مرحومہ کی حالت پر مہ زل اہی تمام امت کو جس کو سا لہا سال کے محنت و مشقت میں صدمہ  
 طرح کی آزمائشیں اور ہٹ کر مسلمان کیا تھا اس شخص کے بدولت و طہ ضلالت میں خداوند ڈال  
 اگر یہ نفس نہ ہوتی تو کیوں لاکھوں آدمی کفر میں مبتلا ہوتے۔ کیا توحید و نبوت و معاد کا  
 عقائد باقی نہ ہوتا ہر شخص مجتہد و مفسد کو یہ نفس متضمن ہے کہ ترک نفس ہرگز نہیں با ائمہ  
 نفس نہ ہی ہر یوم عذیر خم فرمائی یا کوئی اور اس کا نفس ہونا تو ظاہر ہے اور اگر کوئی اور ہو  
 نہ لایہ پیش بخیر مسدودہ دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با ائمہ رافت و رحمت  
 نفس نہ ہی ہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو تکلیف نہ دی اور اپنی واجب

جو لطف تھا اپنی ذمہ داری نہ اوتا را تو جو امور دینی و دنیوی اوسکی ساتھ وابستہ تھے وہ کیونکر  
 حاصل ہوئی اور نیز نص میں کیا فائدہ ہوا جبکہ امام نے غائب ہو کر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی  
 اوسکی ساتھ وابستہ تھے سبکو خاک میں ملا دیا اور امت کو عہد اختلاف و تنازع و کثرت بریں ڈال دیا  
 کیونکہ شخص جسکو ذرا دین اسلام کا محاط ہو گا وہ ایسا کہہ سکتا ہے۔ علاوہ ان سب کے ہدی مجیب کے  
 نزدیک اگر قطع عرق تنازع بعض ہے پھر پھر ہوتے تو یہ بھی بدلتے غلط ہے کیونکہ جو تنازع و کثرت  
 و تکاذب و تجاہد و بارہ نص فرق تبعہ میں عموماً اولیامیہ میں خصوصاً واقع ہو رہا ہے اوسکو کبھی  
 بر اختیار است و کفایہ المؤمنین الفصل زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس کے صاف ظاہر ہے  
 کہ اگر واقعی بعض ہوتی تو یہ اختلاف و تنازع جو نص انیز کی ہے اختلاف و تنازع سی بدرجہا برکری  
 واقع ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ باتیں تراستی ہوئی ہیں بس۔ اگر خوف تقویٰ نہ ہوتا تو اس اختلاف  
 کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ مواقع و تحفہ و سیف مسلول وغیرہ میں شرح و بسط نہ کر سکتا دل  
 چاہی دیکھو یہی قولہ اگر یہ اس عبارت پر بہت کچھ گفتگو ہو سکتی ہے کیونکہ خیال  
 اختصار عن بعد کر کے اس قدر گذر کر کے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع ہی خلفاء اہلسنت کے خلفاء  
 راستہ ہیں اور دیگر خلافت بھی مدت سی سالہ میں ہی واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب کے کمال  
 تو رسم اور تدبیر کے محض خلفاء نامہ کا ہی ذکر کیا ہے یہ بھی قابل غور ہے تمسک شریعت لا یتواہبیت کی یہی  
 معنی ہے۔ **اقول** یہ تو اپنے اپنی ہی حق میں بہت اہیا کیا کہ اس عبارت پر بہت  
 گفتگو نہیں فرمائی کیونکہ جس قدر زیادہ گفتگو فرمائی اوس قدر اپنی استقامت و لیاقت کی زیادہ تر  
 کہہ سکتے سوا کسی پر کچھ احسان نہیں۔ باقی رہا شاہ صاحب پر خدیفہ رابع کے نہ ذکر کرنا  
 الزام ہے محض عدم فہم مرام و وسوسہ ہی ظاہر ہے کہ خلافت رابعہ کے حقیقت شفق علیہ میں  
 افریقین سے اوسکی بیان کرنے کی کچھ ضرورت نہیں اثبات اگر مقصود ہے تو خلافت تہا سے نامہ  
 کا ہے جو مستانہ نہیں ہیں سوا کا بیان کرنا ضروریات سے اگر ایسی موافق میں خلافت رابعہ کا  
 ذکر کیا جاوے تو جبکہ اوسکو خلافت حقہ تسلیم کر لیا ہے تو ہاری شک و دلالت میں کچھ قصور

واقع نہیں ہو سکتا اگر آپ مدعی ہیں تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیجی  
 وہمہات سے موقع ہستہ لال میں کام نہیں جیتا۔ اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصود ہے کہ ان  
 خلافتوں میں اختلاف واقع ہوتا تو اچھ جہات دینی و دنیوی کو یہ خلافتیں متضمن قہر  
 فتح روم و فارس وغیرہ ممالک اور شیوع اسلام کے وہ سب درہم و برہم ہو جاتے چونکہ یہ قصہ  
 خاص خلافت تھا نہ کہ یہی کاہی اسلی وہ اس بیان کے لیے مخصوص ہیں تو انہیں کا ذکر کیا گیا  
 علامہ اذین ہم اپنی روایات میں بہت جگہ دیکھتے ہیں کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے  
 اور باقی ائمہ کا نہیں ہوتا تو کیا اس سے ہستہ لال ہو سکتا ہے کہ حضرات کو ائمہ باقیہ سے بغض تھا  
 قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے بعض مواضع میں بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا اس طرح بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے  
 منهم من قصصنا علیک منهم من لم نقص علیک حالانکہ وہ ہی انبیاء تھے اور نیز کھانا تک  
 ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیں گے۔ یہ حضرت ہی کی منافرہ دانی ہے کہ ترک ذکر کو  
 دلیل بغض کے قرار دیتی ہیں اور بلا دلیل خلافت و امامت تک کہتی ہیں۔ **قولہ** اور نیز امامت کا  
 اہم المہات ہونا ہی اس عبارت سے ثابت ہے جس کا یہ آپ کو انکار ہے۔ **اقول**  
 جبکہ آپ میری انکار میں شک و تردد ہیں تو کچھ ضرورت نہیں تھی کہ اس کا جواب لکھا جاوے  
 لیکن چونکہ یہ شک نہیں محض غافل ہی اسلی ہم آپ کو آپ کی غلطی پر متنبہ کرتے ہیں و اس سے جو کہ  
 ہماری اور آپ کی سداست میں یہ اختلاف ہے کہ آپ اس کو اصول دین میں سے کہیں تو حید  
 و نبوت کی سمجھتے ہیں اور ہم شروع دین میں سمجھتے ہیں اگر اسکی اہم المہات ہوتی کا انکار  
 تو باین عبارت ہی کہ یہ سداست میں سے نہیں ہے اور اس عبارت سے اس کا ہرگز اصول دین میں  
 ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امامت کا اصول میں سے ہونا  
 ثابت فرماتے تو بیکافی خود ہوتا ورنہ صرف یہ فرمانا کہ اس عبارت سے امامت کا اہم المہات

ثابت هر اس پر مبنی هر که آپ نے محل نزاع کی تجاہل فرما کر یہ ہر قول اور سنی اور فسل و  
 مقصد مقدمہ میں بعنفو محکم ۲۸۲ یہ عبارت مرقوم ہر دلیل ثانی ہر کتاب فضائل اوصیاء یا  
 از اصول خواندہ باشد فن معرفت اوصیاء را متبع نموده باشد البتہ میدانند کہ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم در حق پر یکی از اوصیاء خود کشت و بر خاست بان حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم داشتند نفس رانی فرمودہ است و کلمہ کہ مرآت حاصل عمل او تواند بود بزرگان  
 شریف جارحی شد و این قصص بیرون از شمار است بر گاہ برای ہر کسی کلمہ دان ساختہ  
 یکبار اوصیاء خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ در یر کشید او بودند بعد  
 دی صلی اللہ علیہ وسلم تحمل عبارت خلافت نمودند چرا نفس رانی فرمودہ باشد و خلافت  
 ایشان از وہ ان بیرون نیست یا حیرت یا شر اگر خیر است بہترین جمیع خیرات است  
 من پس سلفہ حسنہ الاسلام کان لہ اجرہا واجور من عمل بها این بزرگواران را  
 مثل اجر جمیع مجاہدین و جمیع آنانکہ بعضی بیان بہتہ کردہ اند حاصل است و اگر شر است  
 بدترین شر است زیرا کہ دین محمدی را برہم زدند و امام معصوم را ترسانیدند بہر تقدیر آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم امور خیرہ اوصیاء خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بان متصف  
 شدند بیان فرمایید چہ امر عظیم اما الی الخیر و اما الی الشر بیان فرمایید اگر خیر است لطف  
 خدا کے تفکرات حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا مینماید کہ بران  
 خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بان اہتمام نمایند و اگر شر است لطف الہی  
 و رافت حضرت رسالت پناہی تقاضا مینماید کہ بر شریت آن صلح سازند تا مردم آنرا  
 شر بدانند و حقہ اللہ برایشان قائم شود اگر نوع ثانی می بود آن نیز بیان امر خلافت است  
 و نوعی از تعیین خلفاء کہ فلان فلان بخلاف حقیق نیستند حقیق غیر ایشان است بحسب  
 استقرار برت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حکم بر احوال صی بہ دلالت ظاہرہ و لایہ کہ خلفاء  
 بیان فرمودہ است و تعیین خلفاء بوجہ اتم کردہ است انتہی بقدر حاجت سیدہ تقریر جو خلفاء

وجوب نفس کے بارہ میں حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و لطیف ہے اور تحقیق  
 و تدقیق کی داد دہی ہے خلفا پر وجوب نفس کو خوب ظاہر کرنے ہے چونکہ ہمارا مطلب ہے کہ حضرت  
 اسقدر ہے کہ خلیفہ کا مخصوص علیہ ہونا واجب ہے اور یہ شاہ صاحب کی اس دلیل سے بخوبی  
 واضح ہے لہذا اس باب میں کلام کہ شارع علیہ السلام نے خلفا و ملتہ کی صحت و مخالفت میں بفر  
 فرمائی یا بطمان خلافت میں اور ذکر صحت خلافت کہیں فقہوں معلوم ہوتا ہے **اقول**  
 یہ دلیل ہی جو ہماری مجیبے ازالہ اشکاف سے نقل کی ہے اور انکی مدعا سے بغیر مروط ہے بیان ہی ایک  
 مدعا یا نہ حضرت آپکا مدعا اشتراط نفس کا اثبات ہے پھر یہ خدا و خداوندی ہے کہ اس  
 عبارت میں اشتراط کس جگہ ہے مفہوم ہونا ہے الصفا کی انکھوت پر ایسی ہی توفیق باندی  
 اقل تو اس عبارت سے وجوب نفس ہی ثابت نہیں کیونکہ جس متنازعہ فیہ کی اثبات  
 یہ عبارت متضمن نہیں ہے اور جس نفس کو یہ عبارت متضمن ہے ہیکہ ہمارے مجیبے اپنا  
 مسئلہ قرار دیا ہے وہ متنازعہ فیہ نہیں ہے اور اگر یہ ہی قیاس وجوب نفس متنازعہ فیہ میں جاری  
 کریں اور یہ مفہوم ہو کہ اسی دلیل سے وجوب نفس متنازعہ فیہ ہی ثابت ہے تو غیر مسلم ہی  
 بلکہ ہم کہتے ہیں کہ وجوب نفس متنازعہ فیہ تو یہ ہی دلیل مانع ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے بیان وقائع داد صاف صحابہ سب پہلے بیان فرمایا اور ہر ایک شے کی اسکر  
 تعین سے خبر فرمادی تو اب نفس متنازعہ فیہ کے کچھ حاجت نہ رہی۔ اور نیز یہ ہی یاد رکھنا  
 کہ آج کے نزدیک وجوب نفس میں وجوب علی اللہ ہے جسکی اہمیت تحت شکر و مخالفت میں ہے  
 اسکا اثبات ہی بخوبی کہیں معہذا اگر وجوب نفس بغیر من محال ثابت ہے ہو تو اشتراط  
 کی ثبوت کو یہ مستلزم نہیں پس ثبوت اشتراط میں اسکو پیش کرنا قلت نہ برہینی ہے۔ قطع  
 اس سے یہ دلیل افشاء ہے جو اثبات اصول میں کار آمد نہیں ہو سکتی۔ لیکن جس مدعا کے اثبات کے  
 یہ حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سوا اول تو وہ اصول میں نہیں پھر جعفر دلائل افشاء و حق  
 ذکر فرمائی ہیں وہ سب بطور مودعات کی اس دلیل کے ذیل میں واقع ہیں جو قطعی طور پر نفس

اشترط نفس کی پانچویں دلیل کا بدل

قرآنی سے مدعا کو ثابت کر رہے ہیں۔ لیکن وہ مدعا آپکی مدعا سے براہل بعید ہے۔ فی الواقع یہ تقریر  
بلکہ تمام تقاریر جناب شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی نہایت متین و لطیف ہیں اور تحقیق حق کے  
داد دہی ہے۔ غ۔ والفضل ماشہدت بہ الاحداد۔ لیکن آپکو کچھ مفہم نہیں چنانچہ  
آگے ارشاد ہو چکا قول کہ تاہم اس قدر کہہنی ہے کہ باز نہیں رہ سکتی کہ ایسی دلیل سے خلافت  
خلفائ ثلاثہ کی صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ادھکا غیر منصوص علیہ ہونا ایسا واضح ہے کہ  
آپکی خاتم المحدثین کے تحت میں اسکا اقرار کر لیا ہے چنانچہ باب ہفتم تحت میں وہ یہ تحریر فرمائی  
ہیں زیر کہ خلفائ ثلاثہ نہ تو ہیں نہ معصوم نہ منصوص علیہ و در فضیلت ہم گنجائش بحث بسیار  
ہے بلکہ حلیفہ کا منصوص علیہ ہونا آپکی خاتم المحدثین کے والد ماجد کی دلیل سے ضروری ثابت  
ہوا اور یہ خلفاء المسندت کے ہی حسب اقرار صاحب تحفہ منصوص علیہ نہیں تو انکی خلافت  
صحیح ہے۔ **قول** ای حضرات ان انصاف و زہاد ہمارے مدعی انصاف مجیب کے اس  
دلیل کو جواب ابطال خلافت خلفائ ثلاثہ غم پر قائم فرمائی ہے ملاحظہ کیجئے اور اس سے آپکی غور فہم  
عزیزت علم اور مرتبہ اجتہاد و انصاف کا اندازہ فرمائیے اور دیکھیں حضرت کو کیسی سی پوج و کچر  
شبہات سدا رہ حق ہو رہی ہیں یا اینہم دعویٰ ہے کہ ہم نے حق نہیں کار نے تحقیق مسائل  
میں حاصل کر لیا ہے اس دعویٰ کو دیکھیں اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمائیے زمین و آسمان کے فرق سے  
زیادہ فرق پائیگا اگرچہ اس بنود دلیل کے ابطال کے اور ادھمیں تنصیع اوقات کے چندان ضرورت  
نہ تھی لیکن چونکہ ہماری محبت لیبی نے بڑی ناز و افتخار سے بیان فرمائی ہے اسلیئے مناسب ہے کہ  
کہ مختصر اور کمال اعلان پر متنبہ کیا جادی۔ پس دیکھیں کہ ازل تو آپ نے یہ غلط کہا تھا کہ آپ جو  
و جب رضائے خفا سے مستنبط کیا ہے اسکو شرط اور موقوف علیہ صحت خلافت سے کیا  
حالاکہ اگر بالفرض جو تسلیم ہے کہ بیا جادی تو مستند شتر ہیں دوسری بڑی خطا یہ ہے  
کہ جو وجوب رض حضرت شاد ولی عند رحمۃ اللہ کی عبارت سے سمجھا تھا صاحب تحفہ ہم کی  
اعتراف عدم مصدوقیت خلفاء کو ایسی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ جو عبارت از انہما سے سمجھا تھا

حالانکہ یہی بدیہی غلط ہے جس سے ادنیٰ طلبہ ہی مراد ہیں جس شخص کو عبارت فارسی کے  
سمجھنے کا ہنر اسبابی سلب ہو رہا ہو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب ازالہ الخفا نے نفس سے کوئی  
نفس مراد نہیں کی۔ یہی متنازعہ فیہ ہے یا کوئی اور ظاہری کہ یہ نفس متنازعہ فیہ تو مراد نہیں ہے  
کیونکہ وہ عبارت جو ہم اور پر بیان کرانی میں بد لالت مطابقتی ہے ہر دال سے وہ فرماتی دال  
نکتہ آیت کہ مراد ما از تعیین خلیفہ کہ بوجوب دنوم آن لب نیکشائیم نہ آیت کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک ہونے خود مسلمانان مابجمع فرمایا یہ بیعت آن خلیفہ امیر مائد  
بافعال از افعال صفہ اسخلاف درین حالت عمل آید۔ چنانچہ احوال یحییٰ نسا ندن و تہریر  
ہے ان مفہم متخلف ہیں یا شد اور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوبیت سے کوئی  
عدم منصوبیت را کہ ہے ظاہری کہ وہ ہے عدم منصوبیت مراد ہے جس جو متنازعہ فیہ بین الفرقین ہے  
اور وہ منصوبیت جسکا وجوب صاحب ازالہ الخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اسکا مرکز انکار نہیں  
جسکا صاحب تحفہ کو انکار ہے وہ اس سے بالکل جدا ہے پس یہ ہماری محبت فارسی دانی اور  
خوش فہمی سے کہ دونوں کو ایک سمجھ گئی۔ ہر ان باتوں پر کیا کچھ دعویٰ انصاف سے ہون اگر  
آپ انصاف سے اپنی بیان کی روایات و عبارات کو ملاحظہ فرمادیں تو معلوم کر لیں کہ اسکی  
عدم اشتراک نص ثابت ہوتا ہے زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں صرف ہیجہ البیان کی شرح  
ابن سینہ کو ملاحظہ فرمایا ہے۔ (۱) المیناق ما لزمہ من بیعت الی بکر بعد ایقاعھا ای فاذا  
میشاق القوم قدامی فلم یکن الخالف بعد۔ اس عبارت کو بغور دیکھیں اور فرمائی کہ خلافت  
صدیقی آپ کی نزدیک ہے حال غیر مخصوصہ ہے تو پھر خلافت غیر مخصوصہ کا میناق لازم کیونکہ  
ہم اس سے معلوم ہوا کہ اشتراک نص باطل بلکہ یہی دلیل قطبان اشتراک صفت و ایضاً  
کو ہی مثبت ہے اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل بزرگشن ثابت ہے (۲)  
۱۔ میناق وہ ہے جو کہ آپ پر بیعت الی بکر اسکی رافع کر کے بعد لازم ہو گئی یعنی ما گاہ قوم کا ہر ممبر لازم ہو گیا  
۲۔ ہر اس سے جو بیعت مخالف ہے جسکی ۳۔

وہ خطبہ میں جسکی ابتداء یہ ہے ومن خطبة لما خصمهم روايت نقل فرماتے ہیں الامة  
 من قریش جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش میں شائع فرما دیا تو  
 بعد کے دعویٰ تخصیص نظر ائمہ اثنا عشر میں محض ترشہی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے اور نہ تحقیقت  
 وہ محض جسکی ثبوت کا دعویٰ فرماتی ہیں اسکی مخالف ہے شارح ابن مہتمم کے جواب کو بھی سچے سچے  
 افادہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیگا۔ (۳) وہ خطبہ جسکی ابتداء یہ ہے ومنکم کلام  
 الی معریۃ اما بعد فقد اتنی منک موعظۃ کفریہ شرح میں علامہ ابن مہتمم نے جو خطبہ خبیث  
 امیر کا نقل کیا ہے وکت امرأۃ من المهاجرین اوردت لما اوردوا واصدحت لما  
 اصدرها وما قال اللہ لیجمعہم علی الضلال ویضربہم بعصا من عبادتہ  
 ظاہری کہ جب مہاجرین کا اجماع خط بنین ہو سکتا ترشہ کا اشتراط باطل ہوا (۴)  
 اس خطبہ میں اسکی بعد ہی مذکور ہے واما ما منیت بین اهل الشام واهل البصرة وبنیک  
 بین طلحہ والزبیر فلمری ما الاخر ذلک الا واحد لانها بیعة واحدة الحق قولہ  
 لانها الخ اس عبارت کو بنظر تامل و تبحر جائی معلوم ہوگا کہ کس مرتبہ اشتراط نفس  
 باطل کر رہی ہے اور اگر اطراف جو انب کلام کو ملحوظ خاطر رکھیں تو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ یہ  
 دلیل میں بی عبارت تخصم نہیں ہے (۵) کیونکہ پہلی دلیل ہے کہ اگر معاذ اللہ خطبہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اس طرح  
 نص فرماتی جس میں کوئی خفا باقی نہ رہتا۔ بلکہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور جب اس میں نزاع  
 ہوتی والاہت تو ضرورت ہے کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں اسکی نسبت تخصیص  
 فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بطور وحی متلو کے نازل ہو کر زبان اکابر و اصناف میں ہوتا کہ

۱۔ امام قریش میں سے ہیں ۲۔ میں ہی ایک شخص مہاجرین سے ہوں امام جو امین ہے صریح وہ داتا ہے  
 اور ثواب صریح وہ لوٹے اور اللہ انکو گمراہی پر لکھتا ہے اور انکو من سزا بنیاد بنیگا ۳۔ لیکن نوری جو کجہ اس میں  
 اور ان سے وہی راہی بنی و درویش بنی فرق بیان کیا پس نہایت کی قسم صحت یہ ایک ہی ہے کہ ایک جیت ہے ۴۔

اور دسہین ہر ایک امام کا نام تک بیان کیا جاتا تا کہ یہ سیکو اوسہین مجال تردد و انکار باقی  
 نہ رہتی۔ اور اگر بالفرض تفصیل تفصیل کے صورت میں اور لوگ اسہین مخالف ہوتی تو شعبہ  
 خصوص امامیہ کی تو باہم کچھ اختلاف واقع ہوتا لیکن جب انکی ہسی باہم کا ذب و تباہ  
 پایا جاتا ہے۔ تو اس سے صاف بیہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ محض بنائی ہوئی باتیں ہیں جس سے غلو  
 سیکو واسطی نہیں ہوتی پس نفس یہ ہے کہ جو فیہ الہامیۃ میں بابین الفاظ مروی ہے  
 الاثم من قریش اور نفس وہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سے ثابت ہے  
 (۶) محمد بن حنفیہ اور امام سجاد کا باہم نزاع اور حجر اسود کا حکم نہا صاف دلیل ہے  
 کہ امامت مضمومہ نہیں ورنہ کیا محمد بن حنفیہ پر ہی محض ہوتا جو جناب امیر کا اسل بازو کی ہت اور  
 اگر محمد بن حنفیہ کو مسلم تھا تو نہایت سبقت ہے کہ نفس خداوندی و رسالت بنا ہی میں تو چون  
 چرا فرمائی اور حجر اسود کو فیصلہ کو منظور کر لیا حجر اسود کو فیصلہ کے نسبت اتنا اور ہی یاد رکھنا کہ  
 اسہین ہی باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حجر اسود نے امام سجاد کو امامت کی نصیبی کے  
 اور بعض کہتے ہیں کہ امامت محمد بن حنفیہ کے شہادت دی سلامہ انکی اور بیت وائل میں جو  
 عجبت وقت انکی نقل کے فرصت نہیں دینا پس یہی پر اکتفا کرتا ہوں۔ قولہ نفس کے  
 بارہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل سنی ہسی مقصد و فصل و مقدمہ میں صفحہ ۲۴  
 میں تحریر فرمائی ہیں دلیل ثالث ہے کہ فن مغازی رات جمع منودہ باشد ہستہ میدانہ کہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر گاہ برائی غزوہ از مدینہ شریفہ سفر میفرمودند شخص را حاکم مدینہ مخوفہ  
 امیر مسلمین را گسی بہن گذشتہ ہے پس چون کو سس حلت از مدینہ نواختند و غیبت کبری  
 پیش آمد آن سیرت مرخص خود را چراہ ارجاعات نفرماندہ اگر تامل کنی در رفت نامہ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم شد و نہ گذشتن است بخیر نسق محال دانی و اگر صلاح عالم کہ سبب  
 بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ است پس نظر داری شاہ گذشتن بنی آدم بہ  
 سعی طبع و تربیت و اصلاح آہنا تھا فت و تاتعن انکاری و اگر یہ سیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم و نصب حکام و قضات و قویین ہر امری مستحق آن نظر بر گماردی خبر  
 استخفاف پدید کردن دنیا سنگر سبب شماردی استقرار اکثر افراد و احوال و حکم کردن  
 بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کی از ادہ خطابیہ است کہ در معرفت احکام بان اکتفا میشود  
 کرد و قصص نصب ثواب بعد برآمدن در عزرات از آن منسوخ ترست کہ بنقل شدہ از  
 احتیاج افتہ انتہی بہ دلیل ہی بنایت بہترین لطیف ہر اگر اہل حق معیت بلہ المسنت  
 بہ دلیل بیان کرتے تو حضرات سیر کیا کیا کچھ نہ کہتی اور حماقت و عقل کے سخافت کو نہ  
 کرتے عقل و نقل کے خلاف فرمانی مگر چکہ حضرت شاہ صاحب نے یہ دلیل بیان فرمائی ہو اب  
 حجاب نہیں کہ اس کے جرح و تہ تیغ میں چون ہی کر سکیں۔ **اقول** اس ضعیف اور دواہی  
 استدلال پر ہماری محیب بسبب کا یہ ماندہ افتخار و جوش و خروش قابل تماشای حضرت  
 میر صاحب جناب کو ہر کسی ہی کچھ خبری کہ وہ مدعا بہر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 اس دلیل کو اپنا استدلال قرار دیا ہے کچھ اور ہے اور وہ مدعا بہر آپ اس دلیل کو کہنیا تاثر  
 کرتے بیٹھے ہیں کچھ اور ہے باہم سرود و غوغا کی تقاضا و تباہی ہے گستاخی و عاف بہر اگر  
 اہل سنت حماقت و سخافت عقل کے طرف آکھنوسوب نکرین اور تحقیق و تجسس نکرین تو کیا  
 کرین کیونکہ حماقت کو کام پر کچھ تحقیق ہی نہیں ہے۔ اور غائر حضرت شاہ صاحب کے دعویٰ کا  
 آپ کو دعویٰ سے ایسا بدہی ہے کہ محتاج بیان نہیں اور مافیل میں ہم سب قدر بیان ہو کر آکر  
 ہاں اب ہی اگر شک ہے تو کسی فارسی خوان سے دریافت کر لیجیگا عبارت از ادہ تحفا  
 کہ بڑا کرات ارادہ شد کہ آکھنوسوب دیکھا۔ اور اس دلیل کا آپ کی مدعا میں جاری ہونا یہ ہی ہے  
 بدہی ہے چنانچہ اس کے سیر قدر اب ہی متنبہ ہوئی اور آئندہ عبارت میں نہ عم خود اس امر  
 کو رفع کرنے میں عام علم اصول و معقول کو خرچ کر ڈالا۔ چنانچہ اس کی کیفیت ہم اسی  
 قول کے شرح میں آپ پر اور ناظرین پر پوشیح کر نیکی چونکہ یہ دلیل مستین اور لطیف حسب  
 اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری سفید و مثبت ہے

اگر کچھ گنجائش چوں دہرا کی ہشتن ایسی نہ ہم کو کچھ نال ہو نہ آپ ہی کچھ چوں کر سکتی ہیں لیکن  
 آپ کی دعا کو جو شاہ صاحب معرکی دعا کی سبائن میں برگزشتہ نہیں ایسی بھول اللہ وقوتہ او کو  
 نسبت بہت کچھ غلط کر سکتی ہیں اور سب کچھ کہہ سکتی ہیں لیکن جناب کا یہ خیال کہ یہ  
 دلیل جو پکڑنا صاحب نے بیان فرمائی اسلیں ہمیں چوں دہرا نہیں کر سکتی محض غلط ہے منشا  
 او کا یہ ہے کہ اہل سنت کی کتابوں کو بغور ملاحظہ نہیں فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول راجح کی تلقین  
 اور ضعف کے تضعیف و ترسیف کرتے رہتی ہیں اگر آپ ازالۃ الخفا کو سی دیکھیں گے تو اس دعویٰ کا  
 ثبوت پائیں گے۔ **قولہ** اگرچہ شاہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل میں استقرا کی طرف راجع ہے  
 لیکن پھر شروع کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ یہ دلیل قیاس بالادولیت پر بالاتفاق معتبر ہے  
 اور عقل پر دوسری ہمتیہ پر عرۃ دلالت کرتے ہیں راجع ہے۔ **اقول** یہ ہی قول ہے کہ ہمیں  
 ہماری محبت لیبے اپنا علم صواب خرچ فرمایا اور چہ اصطلاحات بطور دفع خلل مقدم کر دیا ہیں  
 لیکن بتل شہوہ ہنوز دلی دوست مطلب کو پہنچتے تو دیکھنا رہی غلطیوں میں غلطان و پچان ہوئی  
 کہ جو حضرت کے دعویٰ فضل و کمال علیہم و جہاد کی نقیصہ پر دوسرے دلائل میں پس و پیش ہو کہ ہمارے  
 قیاس مجیبے اس دلیل کو قیاس بالادولیت قرار دیا اور یہی حاصل خطا ہے کیونکہ قیاس بالادولیت اگر  
 تسلیم کر لیں کہ قیاس ہے اس جگہ ہرگز جاری نہیں ہو سکتا اس کے مثال و لاقتل لہما ان سے اشیاء  
 سے تضرع دہشتم ہے جو بالادولیت حرمت تالیف سے مفہوم ہوتے ہیں اس جگہ اصل میں حرمت کا  
 حکم مفسوس ہے کہ حق تعالیٰ نے لایعین من سلو حرمت تالیف بیان فرمائی تو جو کچھ اصل میں  
 چھٹکے قطع ہے اور فرع میں بالادولیت ثابت ہوا تو قطع ہوا بخلاف ماخوذ فیہ کی کہ اس میں  
 نہ اصل میں ہے نہ فرع فرع نہ اصل میں ہے نہ فرع قطع ثابت ہے بلکہ نفس وجوب ہے ثابت  
 نہیں پس جبکہ فرع قرار دی کہ اس میں کہیں کہیں نہ ہو کہ حکم بطور وجوب قطع کی ثابت ہوگا  
 تفصیل اس اجمال کے یہ ہے کہ احوال دسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات وغیرہ  
 میں پائی جاتے تھے۔ اس امر پر ہال ہرگز کہ آپ نے جب کہیں سفر فرمایا تو کسی کو مدینہ پر خلیفہ و حاکم

مقرر فرمایا اب اسکو بنظر غور ملاحظہ فرمائی کہ انکی قیاس بالادولیت کی اگر اصل میں تو یہی ہی سفر  
غزوات وغیرہ میں پس انکی اصالت کو دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ امین حکم کونسا ہے اور وجوب اسکا  
کیس دلیل سے ثابت ہے اور علت اس حکم کی کیا ہے اور جبکہ اصل کے یہ کیفیت سے تو نوع  
کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالادولیت کہنا صحیح غلطی ہے علامہ ازمین لفظ لیکن  
کو بوجہ سابقہ کا استدراک فرمایا جبکہ حاصل یہ ہوتا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام  
استقرار کی طرف راجع ہے اگر اس استدراک سے یہ غرض ہے کہ ہر گاہ شروع کلام میں دلیل  
کو قیاس بالادولیت ہونی پر دلالت کرتی ہے تو راجع الی الاستقرار ہونی کا اعتبار نہ  
توجہ صحیح غلط ہے کیونکہ آخر کلام اول کلام کے یہی معنی ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالادولیت  
ہونا باطل نہ نہ رجوع الی الاستقرار۔ معہذا جبکہ واردہ تفتیح و استقرار احوال پر ہی ہے تو  
اوسکو کوئی کیونکہ رفع کر سکتا ہے اور اگر غرض یہ ہے کہ قیاس بالادولیت جو شروع کلام  
مفہوم ہوتا ہے وہ اس دلیل میں بجائی خود معتبر ہے اور رجوع الی الاستقرار جو پہلی کلام کے  
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو تراجم و مصادم نہیں تو  
اوس سے یہی زیادہ بدیہی غلطی ہے کیونکہ یہ ایک دلیل ہے جو اعتبار قیاس بالادولیت  
اس دلیل کے قطع ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقرار اسکی ظنیت کو مفتقر ہے  
تو ایک ہی دلیل قطع ہی ہونی اور ظنی ہی۔ معہذا اثنا تو اب ہی جانتے ہو گئی کہ قطعی  
اور غیر قطع سے مرکب قطع نہیں ہو سکتا پھر معلوم نہیں کہ اس استدراک نے آپ کو کیا  
فائدہ دیا اور بغرض محال اگر قیاس بالادولیت ثابت ہے تو آپ کو کیا مفید ہے اگر بعد  
اس قدر اور گزارش ہے کہ یہ بھی دوسرے رائے عالی ہے کہ قیاس بالادولیت کو قیاس کہنا  
صرف علامہ طوسی کے نزدیک ہی درجہ انکی بیان محقق وغیرہ نے اسکی قیاس ہونے سے  
انکار کیا ہے معار الاصول بحث قیاس میں مذکور ہے۔ ذهب العلامة فی التہذیب و کثیر العالی

الی از تعدیت المحکمہ فی تحریر النافیۃ انواع الادی التی لاند عند من بالقیاس و سمو بالقیاس  
 لجلد و اتکر ذلک المحقق و جمع من الناس۔ اور جو لوگ کہ اسکی قیاس ہونی کے منکر ہیں وہ اسکو  
 مفہوم الموافقہ اور فحوی الخطاب وغیرہ اسماء رسمی کرتے ہیں اسکی یہ بھی عدم  
 ہو سکتا ہے کہ یہ بجز مخصوص کے دوسری جگہ جاری نہیں ہو سکتا پھر عدم نہیں ہمارے مثال  
 محیب با اینہم عدم و فضل الیہ کیونکہ یہ کہ اپنی اصول و فروع کی ہی خبر نہ ہی۔ ہم نے مانا  
 کہ حضرت کا قیاس بالاولویت عقلاً معتبر ہے لیکن کہان معتبر ہے جسجگہ جاری ہو اسکی جگہ  
 معتبر ہے یا جسجگہ جاری نہ ہو وہ ان ہی کے معتبر سمجھیں اگر وہ ان ہی معتبر ہے تو بخیر ہلکی کہ اسکی  
 اعتبار کرنے والی صفت ہماری فاضل محیب ہے کہ عقل ہو اسکی فرد بشر کی نہ ہوگی۔ واللہ  
 یحییٰ من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** اور سنی پرسی مفہومین فراتہ میں دلیل تابع  
 اگر شریعتی را کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائی دفع مفسد عالم و اصلاح جہان بیان بھی آوردہ  
 بچشم عبرت تتبع کنی شک نہ داری در آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مقربات کہ افراد نبی آدم  
 را از حقیقت ہمیت با وجہ ملکیت رساند بیان فرمودہ بعد آذان ہر چہ حاجت بان است  
 از آداب معشیت و مکاسب و معاملات و تدبیر منازل سیاست بدن ہمہ را شروع ساختہ و  
 ہر بابستی کہ را بجا بود آذان منع و زجر نمودہ و آذان ہمہ گذشتہ تختینات و سد ذرائع مفسدہ و اگر  
 انہ را بوجہ اتم مبین گردانید در جزیری بیان کردہ ارکان و طہ و آداب مفصل ساختہ مثلاً ان  
 حکیم دانا و شفق مہربان عقل تجویز میکند کہ امت خود را در عین مہلکہ بپارد و تدبیر خلاص ایشان  
 نظر نماید در غزوہ تبوک متوجہ شام شود اثارہ قوۃ غضبیہ و میہ کنند و ایشان را تخویف نماید  
 و نامہ بکسری زید کہ آتش غیرت بسبب آن بہ مانع او رسد و وی از کمال رعوت خود قاصد  
 پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد امانت کند و متنبیان مانند سید کہ کذاب

۱۵ کہ اسکی کم کاغذہ جو حوت با نف میں ہر انوار ملکیت کبریت جو نافہ سوزائے میں اب قیاس ہو ہر ارادہ کا  
 قیاس جملہ نام کہا ہی اور محقق اور ایک جماعت نے اسکا انکار کیا ہے۔ ۱۲۔

و اسودن سی باز زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی تردید کفر افتاده باشند  
 و سور قرآن اندک عصافیر در دست مردم برانگنده باشند بجهت این حکیم و انا و در انت این مشتق  
 مهربان مناسبت دارد که تدبیر صلاح عالم بنا کرده است خود را زیر سنخ خلیفه سیمیده انعام  
 بگذرد - سوال اگر گوی همه احکام در شرع مبین شده است بلکه بسیاری از احکام بقیاس مجتهدین  
 حواله گذاشته اند لکن خلیفه هم از احکام غیر مبینه باقی گو - جواب گویم خبری که در زمان  
 آنحضرت صلی الله علیه وسلم واقع بود خبر آن بان حضرت رسیده لایزال سلام آن حضرت صلی الله  
 علیه وسلم فرموده است اگر غیر است تقریر نموده و اگر شده است منع فرموده و لا تقریر بر عصمت  
 لازم آید و آن محالست تضاد عصمت و چیزیکه قریب الوجود و قریب الحصول بود آنرا بیان  
 فرموده امی آنچه بعید الوقوع است اثبات شبهات بان نکرده و آن عین رحمت است حکما  
 بقیاس مجتهدین حواله کرده اند آن وقایع بعید الوقوع است نه قریب الوقوع و آنچه که تقریر  
 آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتاده که هر عاقلی وقوع آنرا عذم میدهد و شتان  
 بین القیلتین باز بر قیاس مجتهدین ادرا حواله کرد که عقل تحقیق آن متغیر باشد نه آنچه تعبیه  
 محض باشد و تعیین خلیفه که در زمان آئنده تغییر و تبدل نکند و سعی او مفید مطالب  
 مقصوده باشد امری موقوف بر همان لسان غیب که عقل را مدخل نتوان بود - انتهی غور فرمای  
 که پس دلیل کار حرف جاری مدعا که کیسان ثابت کرنا هر آورده چارون اصول انفا و معیت  
 خصوصاً اصل اول که حضرت شاه صاحب این کتاب کے شروع میں لکھی ہیں کسی یا نشو  
 ہو گئی خوف طوالت زیادہ نہیں کہہ سکتی **اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل سابقہ  
 ہماری فاضل محیی کے مدعا سے بمرحلہ جیدہ کیونکہ اولاً یہ دلیل ہی دلائل خطابہ میں سے  
 داخلی ہے تو اس مدعا کو جو اصل اصول دین میں ہرگز مثبت ہوگی - ثانیاً جو نص  
 کہ اس عبارت سے مفہوم ہونی ہے یا اوس نص پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ  
 کا ہے اور یا اوس نص پر حمل کیجیگا جو ہماری فاضل محیی کا مقصود بالاثبات ہے اگر نص

محال می باشد پس هر چه که اثبات کی موجب در پی بین تا هم مانع گویند بایش هر که ده اس  
 استدلال که منع کردی آورده بیهی که محتمل می که ده نص مراد بود که جوید ما حضرت شاه صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ کا هر اوراقه می اذا جاء الاحتمال بطل استدلال تو بیه استدلال صحت  
 که رفع احتمال کیا جادی باطل بودگا اور اس احتمال کا رفع ہونا محال می اور ظاہری کہ اگر  
 اس نص کو اس پر محمول کیا جادی جو شاه صاحب ہم کا مدعا می اور بروی عقل و نقل اور  
 پر محمول می تو اس صورت میں اس دلیل سے ہماری محبت کے مدعا کی ثبوت کی کوئی دلیل  
 نہیں باقی رہا بیه جو آپ فرماتی ہیں کہ اس دلیل سے چاروں اصول انعقاد سمیت نہ  
 خصوصاً اصل اول ہا بنشور ہو گئی سو بیه ہماری فاضل محبت کے خوش فہمی سے منشور ہو گا  
 بیه می کہ اول نص سے وہ نص سمجھی جو اپنا مدعا تھا بعد اس کے بیه سمجھی کہ بیه نص انعقاد کی  
 کافی تھی حالانکہ بیه ہر دو امر فاسد یعنی نہ نص سے وہ نص مراد می جو محبت سے سمجھی کہ می  
 اور نہ بیه نص انعقاد سے ایسی کافی می کیونکہ بیه نص محض کاشف قانع اور مثبت استحقاق می  
 پس بطمان اصول کا دعوی محض غلط فہمی می ناشی ہے اور بناء فاسد علی الفاسد۔  
 قولہ پر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں دلیل خاص سلبہ پر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم منطوی بود کما قال عز من قائل هو الذی ارسل رسوله بالهدی  
 و دین الحق لیظهر علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرین و کما روی عن النبی صلی اللہ علیہ  
 بالتواتر انه بشر فتم فادس والروم اول سبعت بکۃ و فی اول قدومه بالمدینہ و عند وفاته  
 را اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عباد بان فریضہ مختومه نکلند او امی واجب کرده باشند  
 حاشا من ذلک زیرا کہ فتوح فارس و روم لزمان قبل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد پیش  
 و طسوق ای ب خلیفہ اتی خلیفہ کان کفایت نمیکند زیرا کہ برای امر قوت بر نفسی ساعد  
 نیست سخن با غیر مستحق شنبہ است و فرمود اختیار برای کسی زدن کہ برای آن موقوف باشد  
 و آن امر برای پیشگر و در اسلام امتیان بیرون است و مقدمہ الواجب و واجبہ نیستند

نودت معلوم آنحضرت صلی الله علیه و سلم بود که پیدایش فی است بنزول یٰ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا  
 مَنْ يُّدْفَعْ مِنْكُمْ غَنَیْمَةٌ وَّ اَوَّلُ اَیْنِ فِتْنَةٍ و در زمان شریف ظهور کرد که سیدمکه کذاب را عیسی  
 سر بر داشتند و با قطع معلوم بود که آن متنبیان و مرتدان اگر دست یابند ملت اسلام را برهم  
 زنند و مسلمانان را ستاصل سازند و غایت این برائی نصب خلیفه باشد ممکن نیست و نه خلیفه  
 باشد بلکه شخصی غیر از القدر می که بنده بر غیب برائی این عظیم همین فرایده و دفع ضرر واجب است  
 و حقیقت خَرِیصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَ قَدْ جَاءَ بِكُمْ قُرْیَبٌ خَیْرٌ وَ تَعْبِیْهِ اِنْ شَرَّ مَتَحَقِّقٌ نَّمِشُوْا قَالَ اللهُ  
 رَذٰلُوْا الَّذِیْنَ لَھُمْ اَلْبَتَّ لَمَّا مَلَكَ قَاتِلٌ رَّسَیْلُ اللهِ اگر درین بیت فهم خود را کار فرما شوی  
 بدانی که مقاتله با کفار است و دفعاً بغیر نصب خلیفه امکان نیست و در خلیفه آن قائم نمیتواند شد  
 بل واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقول عامه خارج است و بیجا میری با دیگران و ملحق غیب تعیین  
 آن فرایده و فتنه اختلاف ظاهر میان و تعیین خلافت فرود نشاند و آتش شعب قدح کنندگان  
 بعضی بحاج عرفیه و مطالب کجیه باب زلال محاربت حقه اطفال نماید و اگر تاریخ ملوک یا پخوانی  
 بسته بدانی که در مثل این حالات مضطر شده اند بنصب بادشاهی عزیز الوجود و در تعیین آن با پخوان  
 گاهی بذیل بخوم متمسک میشدن و گاهی بر دیوار استخاره و گاهی بمرست حکیمی بر کلمات او اعتماد  
 داشته باشند و اخبارات این قصص از حد شمار بیرون است و اگر بایزندی مگر قصه را میزدن  
 زلال بستان بعد قتل نوذر گشتن او - بیت نزدیک به هر پهلوی تاج و تخت و بیاید که  
 شاه و حش و بخت و ک باشد برو فرقه ایزدی به تیا به گفت را در بخردی و در آخر کار  
 بزند و طماسب اتفاق نمودن و قسقه ضعف سلطنت کاوس در وقت پیری او و خواب دیدن گورن  
 که صاحب سلطنت فارس بکلفت کخیس و خواهد بود و گویا ز رستادن برای آوردن کخیس را و  
 انصاری توران این نیز کفایت میکند - انتهی - اقول - اگر چه آب جانی من بدان نصیحت  
 کلمون او را این عمده عبارت تونسی حضرت شاه صاحب کاکیا مطلب هر گز حسد امانت کیم می  
 تقریب من بکارها به ثابست او را بچا مطلب باطل گرفته بین کینا که جب این دلیل و نسب خلیفه

ضرر کا وجوب ثابت ہو گیا تو ہمارا مطلب بجا و ضوم حاصل اور اس باب میں آپ کی تمام شہدیتیں  
 باطل ہو گئیں۔ **اقول** یہ دلیل ہی مثل دلائل گذشتہ کے ہرگز آپ کی مثبت مدعا نہیں ہے۔  
 اور اگرچہ آپ اس دلیل کے تعریف فرماتی ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنا مثبت مرام  
 اعتقاد کرتے ہیں لیکن نئے حقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائیں گی تو آپ کو یہ معلوم  
 ہو جائیگا کہ یہ دلیل اگر خرمین مطالب کے لیے معافہ آتش باری کی جیسی اصول مطالب کا  
 بیخ بن ہے استیصال کر دیا قطع نظر مفاسد ستہ لالات سابقہ کی جو بیان ہی لازم آتی  
 ہیں اس اجمال کے شرح ذرا گوش انصاف و ہوش سے سنی و افہم ہو کہ مختصر اخصاصہ مطالب  
 دلیل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا  
 جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لیظہر علی الدین کلام ارشاد ہوا اور نہ وعدہ تھا  
 کہ دین اسلام کو تمکین کامل دیگر ادیان کو زائل کر دینگی اور اس کی جگہ امن و عطف فرمائیں گے پس  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اور یہ امور حجاب قوت سے  
 منصفیت پر جلوہ گر ہوئی کیونکہ خود دو سلطنتیں عظمیٰ پہلو پہلو تھیں وہ اس وقت تک  
 اس قوت و شوکت پر تھیں کہ ہر طرح غلبہ تھا اور انسانی ہون ہونا عقل سلیم مرگزات تسلیم  
 نہیں کر سکتی تھی تو لامحالہ ایسی شخص کے ضرورت ہوئی جو بنی کے قائم مقام ہو اور اس کا  
 فعل نمبرز فعل رسول ہو اور خداوند تعالیٰ کی ظہور کا جارح بنی ہو دو سلطنتیں باہمال  
 ہوں مرتدین نے جو اس وقت سلوٹ یا تھا ان کی سرکوبی فرمادی اور ان پر فتن میں مذہب کو ب  
 تدابیر سند سے فرو کردی اور جب قدر امور داخلی خارجی میں تشتت ہو اس کو منتظم فرمادی  
 اور ایسی شخص کا دریافت ہونا عقول عامہ سے خارج ہے تو ایسی ضرورت کہ ایسی عزیز الوجود کو  
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب سے تلقی فرما کر متعین فرمادی کہ جس کا ہاتھ پر یہ مہمت  
 سر انجام ہوں اب ہم سب کے بعد اس دلیل کے مطالب کو آپ کی حالت سے مطابقت کر کے  
 دیکھتی ہیں تو مثل روزیہ شصت اور دواہم طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے

مستطاب علیہ وسلم دین باطل

ہاتھوں نہ روم فتح ہوا نہ فارس فتح ہوا نہ مرتدین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غارت خانہ ہوا  
 نہ دین کی تکلیف ہوئی نہ خوف وائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ خائف  
 و محتفی و غیر مامون رہی دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار منافقین کی خوف سے ہمیشہ ہوش  
 بولتی رہی اور غلط سائل امت کو بتلاتی رہی ثقل اعظم آج تک تیرہ سو برس گزر گئی ہے  
 محرف اور غلط امت میں مروج رہا کبھی اوسکو نہ سببنا لا ثقل اصغر کے ساتھ کیا کچھ سلوک  
 ہوئی اور کچھ اوسکا چارہ بنو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن سے جدا کر کے ایک ایسی  
 غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین و اسلام میں فتن ہیلی کہ جنگی نظیرت یہ عالم  
 میں ہنو پیر کیا ایسی ہی شخصی منہب سے انصاف مہات کے یہی متعین ہوتی ہیں اور ایسی  
 حضرات معاذ اللہ بقول اکبر جو انحطاط دولت دین کے جارح ہوئی سبب غلبہ دین کے  
 ہو سکتی ہیں سچانک ہذا بیتان عظیم ہم کہا تک عرض کریں درخانہ اگر کسست یک حرف  
 بسست پس اگر فرض محال اس دلیل سے وجوب نفس مدعا یہ ثابت ہو جاوی تو اوسکا  
 مصداق کونسی ائمہ کو قرار دیجیگا۔ اور ثبوت اشتراط نفس محال سے جو مدت گذشتہ سے  
 یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قولہ اگرچہ سیدہ طول ہو گیا  
 مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لکھی پر فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے ملاحظہ فرمائیے  
 انصاف کرنا آپکا کام ہے عبارت مسطورہ کی مفصل سے فرمائی ہیں واپس یہ دقیقہ ایست  
 اگر فہم کنی اکثر مفصلات آسان شود سنۃ اللہ جاری است بر آن کہ چون اکثر خلق  
 بشدتی در مانند بر اسموات والارض الہامی بالتقریری موزستہ تا اصلاح عالم بان تدبیر  
 و رفع شدت صورت گیر و بعث رسل و نصب مجددین بر سر مایہ و چیز ثانی بسیار متفرع  
 بر ہمین اصل است مری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر در آفاق  
 تقاضا کردہ است۔ لکھا جائے الحدیث القدیۃ از اللہ صفت عربہم و عجمہم الایضا یا من اهل الکتاب  
 والذین ارادت ان یتلیک یہودان ابتلاہم بک الحدیث

ہمان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنیٰ بعالم اعلیٰ انتقال فرمود ہنوز ہنوزین  
 حق چنانکہ می بایست نشدہ و سبب اقتلال دین حق ہمہ رسیدہ بار دیگر برقع از روی محمد  
 کشاد و تعیین خلیفہ ثم خلیفہ نمود تا آنکہ براد حق تمام شد و موعود او متجبر گشت و چنانکہ معرفت  
 شخصی کہ تحمل اعیان نبوت میشود از علوم بشر خارج است و لہذا جاہلان گفتند لولا نذل  
 هذا القراز علی رجل القریبتین عظیمہا همچنان معرفت شخصی کہ اعیان خلافت حمل نماید و آن براد  
 حق بحال رساند مقدر در بشریت ائمہ تدبیر غیب است کہ از پس پرده کار نامیکنند و لابد است  
 کہ پیا میر بآن شخص معین ارشاد فرمایند انتہی بقدر حاجتہ - یہہ کلام بلاغت نظام اہل حق کے  
 مطلب کو نہایت ہی صراحت سے ثابت کرتے ہیں اور طالب حق کو ہدایت کے منزل پر پہنچاتی  
 ہیں کیونکہ اس سے بذریعہ وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا ہر لونی  
 و اعلیٰ پر بالوجوب ثابت ہے اور یہی صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مقدر نہیں کہ تحمل  
 اعتبار خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکے **اقول** اس کلام بلاغت نظام کی  
 نسبت جقدر تعریف و توصیف مدح و ثنا فرمائی جاو درست ہے وہ اسی کے قابل ہے لیکن میں  
 اس تعریف کے نسبت وہ اور کہتا ہوں جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا ہے  
 کلمہ حق ارید بہ باطل اگرچہ دلائل سابقہ کی جوابات میں انکی تمام استدلالات کا بخوبی ابطال  
 ہو چکا ہے لیکن بیان ہی اس قدر گذارش مرور ہے کہ یہہ جواب فرمانے میں کہ اس سے بذریعہ  
 وحی نیروانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہے یہہ بالکل غلط ہے  
 کیونکہ ظاہر ہے کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی اللہ ہے اور اس دلیل سے وجوب  
 علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بدہیات سے ہی زیادہ واضح ہے بلکہ وجوب علی اللہ کا بطلان  
 جا ہی قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوات اللہ علیہ وسلمہ اور اقوال ائمہ سے ثابت ہے  
 سہند اگر معاذ اللہ خدا تعالیٰ پر بحث رسل و استخلاف ائمہ واجب ہے تو اوسکی علت غائی  
 یہہ ہے کہ عالم کے اصلاح ہو اور وہ شدت کہ جس میں لوگ مبتلا ہوں رفع ہو جاوے تو اصلاح

استند غریک نوین و سر کمال

عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالیٰ پر واجب ہوئی تو پھر وقوع فساد و فحشاء کی  
 کیونکر ممکن ہو کہ خدا تعالیٰ تبارک واجب ہو تو جب وقوع فساد و فحشاء ممکن نہ ہو تو بعثت رسل کی کیا  
 ضرورت رہی اور ادا سکنا وجوب محض لغو ہو گیا تو وجوب محض خود اس دلیل سے باطل ہو گیا  
 علاوہ ازیں جو عبارت کہ ابعده متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہی اور جبکہ ہماری فاضل مجاہدین  
 اپنی مخالف مطلب سمجھ کر نہیں لکھ رہی وہ خود اس استدلال کو بیخ و بن سے اکھاڑ رہی ہیں  
 حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اس عبارت منقولہ کے بعد ہی فرماتی ہیں۔ و اگر فرض کنیم کہ بعض الزام  
 تعیین بگذارند و آن نخواهد بود الا از جهت اعتماد بر تکفل الہی کہ یا الی اللہ و المؤمنون لا یابکون  
 صاف ظاہر ہے کہ جب کہ خداوند تعالیٰ شانہ اسکی سرانجام کا شغل ہو چکا تو ضرورت نہیں ہے  
 کہ تعیین بتقصص خاص فرمادی تو وہ محض حکمی آپ تمام عبارت میں در پی اثبات ہیں ہمارے  
 منشور ہو گیا۔ اگرچہ چاہیے کہ آپ خاص محض مدعا یہ کہ ثبوت کی لٹی دلیل کے فک فرمادیں  
 دلیل عام کے ضمن میں مدعا خاص کا ثبوت محال ہے۔ اور یہ جو آپ فرماتی ہیں کہ بشر کے مقدور  
 نہیں کہ متحمل عباد خلافت اور لائن مسند امامت کو پہچان سکے اس سے اگر مراد یہ ہے کہ جو خلافت  
 کی بوجہ کو اٹھاسکے اور مواعد خداوندی استخلاف سے اسکی ذمہ داری پوری ہوں اور کفار  
 و فجار و فاسق دست از کار کاہم پیادہ ہم نوالہ نہ بنی تو مستلزم الواقع ایسی شخص کے پہچان مقدور  
 عوام اناس نہیں لیکن یہی ہر جہز کہ لکھو سمجھہ معنیہ نہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ ایسی خلیفہ کی  
 پہچان مقدور بشر نہیں ہے جو بوجہ خلافت اوٹھان سکے بلکہ کفار و فجار کے ہمیشہ ہم نوالہ و ہم نوا  
 رہے بلکہ اسکی مسامحت و نہایت اور ضعف اور جبر سبب دین اسلام تباہ و برباد ہو اور  
 باوجود قدرت کے کسی امر کی اصلاح اس سے نہ ہو سکے یا فرض کر دیا یہ شخص ہو کہ جسکی نسبت  
 انصاف ہجرات خلافت میں تردد ہو اور یہ معلوم ہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہو گیا  
 یا نہ ہو گیا تو یہ غیر مسلم اور یا غلط ہے کہ محتاج دلیل نہیں ہے اور خود اپنی علماء کی تصریحات  
 دیکھنے کے جو ائمہ کے حالات کے متعلق ہیں یہ فرمانا کہ انکی پہچان مقدور بشر نہیں

آپ ہی کے علم و انصاف پر زیبا ہے۔ علاوہ اذین اس بیچان اور عدم بیچان کا قصبہ تو خود  
 حضرت امیرؑ نے ہی مفصل فرمادیا اور اذن خطبات میں جو بیچ البلاغۃ اور اسکی شرح میں  
 منقول ہیں یہ قصہ چکا دیا شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ علامہ ابن میثم بخرانی اپنی شرح کبیر بنجر  
 البلاغۃ میں اس خط کی شرح میں جسکا عنوان یہ ہے ہر و من کتاب کذا فی حیۃ اما بعد فقد  
 اتنی منك صو عظة صو صلا الخ فرماتی ہیں و كنت امرًا من المهاجرين و رحلت كما وروا  
 و اصدت كما و اصدروا و ما كان الله ليجمعهم على ضلال و يضربهم بعصی جس سے ساق معلوم  
 ہوتا ہے کہ اہل حل و عقد ہاجرین و انصار حسبہ اتفاق کر لیں اور مجتمع ہو جاویں وہی امام خلیفہ  
 برحق ہی خواہ وہ اذن امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت میں اسکی نسبت جسکو امام بنادین  
 معلوم کریں یا کریں اور بیچا میں یا نہ بیچا میں کیونکہ بشہادت جناب امیرؑ کا اجماع  
 ضلال پر محال ہے تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیرؑ بیعت اہل حل و عقد کا فی حیا پختہ  
 دوسری خط میں ہے اسکو کبیر الخ فہم فرمایا و انما الشوری للمهاجرين و انما لصادق اذ اجتمعوا  
 علی حل و سمو اماما کا ذلک لا یرضی اس ارشاد سے بدلتہ و انسخ ہے کہ اجماع اہل حل و عقد خلافت  
 رضی حق ہو نہیں سکتا تو حسب ارشاد جناب امیرؑ آجکا موندہ نہیں کہ ہم پر امام نہ بیچا نہی ہے  
 اسکی مفسوس ہونے پر ہے۔ **قول** میں یہ ہے کہ امام نہ بیچا نہی ہے کہ ہم کتبی میں  
 کہ چونکہ امت میں عصمت شرع ہو اور عصمت کا علامہ و بشر نہیں بلقی ضرور ہے کہ امام ہو  
 اللہ و الرسول ہو۔ پس فرق لفظ عصمت کے ہونے انہوں نے میں ہی و نہ مطلب ایک ہے  
**قول** اول تو یہ ہی غلط کہ غیر عصمت کو آپ کی تقریر میں اور حضرت شاہ صاحب م کی تقریر  
 میں درباب نفس کہہ فرق نہیں کیونکہ اولاً آپ اسکو جو ب علی اللہ کے قائل ہیں اور حضرت شاہ صاحب  
 اسکو قائل نہیں اور نہ کوئی عاقل مومن اسکا قائل ہو سکتا ہے۔ اور ثانیاً آپ ایک نسخہ کے فرما جس  
 مثبت ہیں جسکا اثبات نہ عقل ہی ہو سکتا ہے نہ نقل سے اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے بیان سے  
 سرگزاد کا اثبات نہیں ہوتا۔ معہذا یہ فرق جو عصمت کے ہونی ہونے کا ہے کہ جو فرق

۲۹۸  
 امام بنجر  
 امام بنجر

ضیاء و ظلم کے فرق سے بھی زیادہ ہی کیا آپ نزدیک کچھ فرق نہیں ہے۔ اسکی اوپر تو دلیل  
 اسی صحت و غلط ہونے کا مدار ہے۔ چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گذارش ہو چکا اسلیے جو  
 اس پر سببی ہو وہ بھی از قبیل مبارک فاسد علی الفاسد اور باطل ہے اور حضرت شاہ صاحب کی  
 دلیل ایک ایسی امر حق پر متفقہ جہیں مخالفین کو بھی چون کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر  
 اثنی عشر کو کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہ کہنا کہ ذرہ مطلب کی چیز  
 ہمارے محیب صاحب جیسے مدعی انصاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہیں۔ **قولہ**  
**از جنہات اہل سنت ہمارے تقریر لفظ عصمت کے سبب پسند فرمادین اور اس سے گہرے تر**  
**اور اٹھارے ایسی آلودہ ہوں تو حضرت شاہ صاحب کی یہ عبارتیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں پیش نظر**  
**رکھیں اور ہمارے لفظوں کا خیال فرما کر تنہا زعم نقضی فرمادین بلکہ مطلب کے اتحاد پر نظر کر کے**  
**اسکو تسلیم کریں اگر ہم عبارت منقولہ از ازالہ الحفا پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہو جائے**  
**اور بہت طول ہوتا محض اس خیال سے حرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت محیب صاحب**  
**بغور اکتفا ملاحظہ فرمائیں انہیں عبارت سے عصمت سے بخوبی ثابت ہے بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا**  
**جائے تو عصمت کی یہی اہل لہود کی ضرورت ہے جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں مگر چونکہ خلفاء**  
**مشرقیہ میں عصمت مفقود ہے ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہے انصاف کے یہ ہے**  
**معنی میں۔ اقول بفضل اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب رحمہ کے عبارتیں اہل سنت کے**  
**پیش نظر ہیں اور وہ انکی مطلب مدعا سے بخوبی واقف و آگاہ ہیں اور بقدر آپ ہی سمجھتی ہیں**  
**چنانچہ آپ ہی فرما چکے۔ (کہ اگرچہ آپ جانتی ہیں کہ ان فصیح کاموں اور عمدہ عبارتوں سے حضرت**  
**شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے) لیکن آپ کیا کریں اپنی انصاف کے ماتھے سے لاجواب ہیں مگر**  
**ان عبارتوں کو اپنی مدعا کی طرف نہ دیکھیں تو اور کیا کریں۔ کتاب و سنت سے تو دلائل کا سہرا**  
**ہونا معلوم تو آپ ایسی مجبوری کی حالت میں اپنا دل بون سے خوش کر لیں پھر اسکا**  
**نام جواب رکھ کر چلوڑا ہے اور سپر میر جوش و خروش ان شاہ غلام کا انعام تو دیکھو**

کہا جائیگا اور کہہ دینگے کہ جناب میرے صاحب نے دلائل نفس تحریر فرما کر مدینہ اہل علم والی صاف ایسی جواب  
 سکوت بہتر سمجھتی ہیں۔ جب نفس کا یہ حال ہے جو سوق روانہ دلائل کا ہی تو دایرہ حال  
 ثبوت عصمت کے جسکی طرف اشارہ ہی اشارہ ہی اور نیز عصمت جیکہ لون دلائل سے چرخی ثابت  
 نہ ہو سکی جنہر کیا کیا کچھ ناواقعات رہت تو ان دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکیں گے مثنیٰ بنوہ  
 ازخروار و قطرہ النموذج بکار حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح  
 صحیح اندازہ کر لیا گیا ہے بحقیقت آپ نے دشمنی کی کو کام فرمایا کہ کلام میں بسط نہیں کیا  
 اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کہ بندہ نے ہی جواب دے سکی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا اور  
 مجملہ و مختصر آپ کو اپنی غلطیوں پر متنبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کے طرف متوجہ ہوتی تو اس سے  
 آپ ہی اندازہ فرما لیجئے کہ بندہ ہی جواب دے سکی کیا کیا کچھ آپ کی ہست لالات کے ساتھ سلوک  
 کرتا اور آپ کی ذخیرہ دلائل پر کیسی صواعق اعتراضات نازل ہوتی باقی رہا خلفائے ثلاثہ رضی اللہ  
 عنہم میں عصمت کا مفقود ہونا سو یہ اہل سنت کے نزدیک کچھ خلفائے ثلاثہ کی ہی ساتھ مخصوص  
 نہیں بلکہ اہل بیت و صحابہ بلکہ سوائی انبیاء تمام افراد انسانی میں شامل ہیں کہیں اگر خدا نخواستہ  
 اہل سنت ہی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعوہ کے خلفائے اربعہ سے لے کر مدعی عصمت  
 ہوتے اور ان کی عصمت کے لیے یہی ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ائمہ کی لیے پیش کرتے ہیں پیش کرتے  
 تو آپ کے دلائل سے کچھ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہل سنت کا امام مقتدا انہی کتاب و سنت ہے  
 جو اس سے ثابت ہو چکی ہیں جنہیں بخلاف حضرات شیعوہ کے کہ باوجود کچھ عصمت کتاب اللہ یا  
 کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہو سکی اس پر معتقد ہیں کہ اصول دین میں کسی سمجھ رکھا ہے  
 اور اسی پر کیا منحصر ہے بہت مسائل فروعی اعتقادی ہیں جنہیں یہی حال ہے کتاب اللہ  
 کو معافی کو پھر پھر کر اوسط کتب بخیتی ہیں اور جنہیں کتب بخیتی تاویلات بعیدہ کییکہ کرتے ہیں  
 اور کسی کل سید ہی نہیں ٹھہرتی واقعی انصاف کے یہی معنی ہیں اہل سنت کو حاشا اللہ  
 یہ انصاف کہاں نصیب ہو سکتا ہے قولہ اب اس بحث کو ختم کرتے ہیں

اور افضلیت کو شروع کرتے ہیں اسکو دلائل سنی یہی عقل و نقل سے ثابت ہر اول ایک  
 دو عقلی دلائلین عرض میں غور کریں سنی خلافت ریاست عامہ دین و دنیا سی مراد ہی اور  
 عرض اس کی شرائع الہیہ و معالم ربانیہ کی تردید اور مسائل دینیہ و احکام شریعیہ کا پہلا نام  
 اور حدود و ثغور کا ضبط و ضبط و کرنا اور ظالم سے مظلوم کا انصاف لینا وغیرہ ہر اور  
 سب کام اس طرح ہونی چاہئیں کہ رضا آہی حاصل ہو اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص  
 اعلم و اتقی و اور عقل و فضل ہوگا بیتک اوس شخص سے کہ جو علم و درہم و تقویٰ وغیرہ  
 میں کمزور ہو اسکو کم سوگا خلافت کے امور مظلوم بوجہ احسن بجا لائیں اور حصول مرضی  
 حق کے اس طرح اس سے ہوگا مفضل اس سے ہرگز ہوگا اور یہی ہے کہ ایسی شخص سے جو خلافت  
 کے امور بوجہ حسن انجام کریں خلافت بجا ایسی مفضل کو دین کہ یہ امور اس سے  
 ویسی ہر انجام نہ ہو سکیں عقل مستقیم و راسخ سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے  
 اقول یہ شرط ہی مثل اپنی خستین کو خلافت عقل و نقل باطل ہے اور بقدر دلائل اسکا  
 ذکر ہونی میں وہ ہرگز نسبت مدعا محیب نہیں ہیں بلکہ افضلیت علمے معنی جو ہماری محیب  
 بیہ بنے سمجھ کر ہیں اور اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہیں اور سابق میں تعریف افضلیت  
 میں ہے تحریر کر آئی ہیں وہ ہی غلط اور خلاف تعریحات علماء قوم میں ایسی ضروریہ اور اول  
 محیب کہیں کہ او انکے علماء کی مخصوص سے افضلیت کو بتلایا جاوے گی کہ اسکا دار مدارک  
 امور یہی ہے کہ اسکو ناظرین سے محیب صاحب غلطی کو خود سمجھ لیں اور توری سے  
 تہنہ کے بعد فاضل محیب ہی اپنی غلطی پر تہنہ ہو جائیگا پس منہج ہو کہ پہلی افضلیت کے  
 تعریف ہماری فاضل محیب تہنہ فرمائی (افضلیت کے یہ معنی ہیں کہ کل امت سے جسکا تمام  
 صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ میں افضل ہو) اسکا دار افضلیت کا صفات حمیدہ  
 و اخلاق ستودہ پر کہیں کہ ملکات نفسانیہ ہیں اور اس دلیل کے ضمن میں فرمایا (جو شخص  
 اعلم و اتقی و اور عقل و فضل ہوگا) کو یا اسکا ہر محیب صفات حمیدہ و اخلاق

اس سے افضلیت کی یہی دلیل ہے

تفصیل بیان کر دی۔ قطع نظر اس سے کہ اجمال و تفصیل یا موافق بن یا نہیں جب ہم علماء و قوم کے  
تہذیبات کو اس بارہ میں دیکھتے ہیں تو عساف معلوم ہوتا ہے کہ فاضل محیب کی فضیلت و کثرت  
یہ اعتقاد بالکل غلط ہے اور مدد عقل کا اور نہ برگزینین کی علمی شیخ مفید و صاحب اپنی زبان فضیلت  
امیر المؤمنین میں بواسطت میری سامنی موجود ہے غرض کہ تمنا ہے میں خلاصہ و قد اعلم اکثر  
النظر فی الفضل علیٰ ہذا طریق احداً ما ظاہر الا اعمال و انما علی السمع الوارد بمقادیر  
الثواب و ما دلت علیہ معنی الکلام و الثالث المنافع فی الدین بالاعمال انہی بقدر کمال  
اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ان فضیلت کا درجہ و صفات و خلاق پر نہیں تنجیباً  
یسی کہ میں دوسری جگہ بیان اختلاف کما تفصیل میں فرماتے ہیں و وقف منہم نفساً  
قابل فی هذا الباب فوالوا السنن انما کان افضل من سلف من الابداء او کان مساوياً بالعم  
او دونہم فیما یشترک بہ الثواب آپ کے حضرت علم الہدی اپنی کتاب میں فرماتی ہیں -  
اعلم انہ لا طریق من حجت العلم والعقل فی القطع بفضل مکلف علی آخر لان الفضل المراد  
فی هذا الباب هو زیادۃ استحقاق الثواب ولا سبیل لے معرفۃ مقادیر الثواب من قیاس  
عمل الطاعات اور اس کی کچھ بد فرماتے ہیں فان دل سمع مقطوع بہ من ذلک علی شیء عمل علیہ  
والا کان الواجب التوقف عند الشک فیہ اگر علم الہدی صاحب نے توفیق صدہ سی کر دیا  
کہ فضیلت کا مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہے اور اس میں عقل کو کچھ دخل نہیں صرف  
اوس نقل و سمع پر جو قطع ہے موقوف و منحصر ہے پھر اب آپ اپنی افادہ کو اس سے  
مطابق بھیجے اور انصاف سے دیکھیں کہ آپ ان کی موافق میں یا مخالف ہے۔ اگر فضیلت کا  
مدار اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ پر ہو تو لائے ہم آدمی کہ حضرت فاروق حضرت موسیٰ

میں ان کے فضائل و کمالات کو دیکھ کر ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے

انہی تفصیل میں بین طریقوں پر اعتناء کیا ہے۔ ایک تو ظاہر سے اعمال دوسری شائع سے سنی پرچہ  
تعداد پر اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی کلام دلالت کرتا ہے۔ تیسری دین میں منافع جو اعمال سے حاصل



بیابان نورد وشت غربت مری اور پر بعد ملاقات کو گیس عہد و پیمان سے ہمراہ ہوئی کہ میں کسی  
 معاملہ میں چون و چرا نہ کروں گا چنانچہ بصرحت تمام نفس قرآنی میں مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ سینی  
 غلام کے قتل پر حضرت موسیٰ کو کیا کچھ ہوش آیا اور اپنی عہد و پیمان کو یک نخت توڑ ڈالا۔  
 اور اپنی اوستاد کی کیسی بھرتی فرمائی۔ فالعلل عزالصادق فغضب موسیٰ ولخذ  
 تبلیبہ وقال اقلت الایہ قال الحضران العقول لا تحکم علی امر اللہ بل امر اللہ بحکم  
 علیہا فسل لما تری واصبر علیہا فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبرا۔  
 اس سے یہ بھی یاد رکھیں کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالکس صبر حضرت شیخ معتقد ہیں  
 اور اسکی کچھ آگے مذکور ہے۔ القی عن الرضا فی تمتہ الحدیث السابق فرما تلہم حتی انتہوا  
 الی ساحل البحر وقد نحت سفینہ وہی ترید بغیر فقال ارباب السفینہ محل ہوا ثلاثہ  
 نفر فانہم قوم صالحون فحملوہم فلما بحت السفینہ فی البحر قام الحضرة الی جوانب السفینہ  
 فکسرھا وحشاھا بالحق والحقین فغضب موسیٰ غضبا شديدا وقال للحضر لخرقتمھا  
 لتغرق اھلھا لقد جئت شیئا امر ا فقال الحضرة الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا۔  
 قال لا تاخذنی بما نسیت ولا تہقن من لہم عسر ا فخر جوا من السفینہ فنظر الحضرة  
 غلام یلعب بین الصبیان حسن الوجہ کانه قطعہ قمر فی ازنیہ وثران فاملہ الحضرة وقد  
 فوئب موسیٰ علی الحضرة وجلد بہ الارض فقال اقلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا  
 نکرا فقال الحضرة الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علمتہ  
 مستلزم افضلیت کو نہیں کیونکہ حضرت خضر اعلم تھی اور افضل نہ تھی اور سینی کہ قارون کے  
 یسر خلاف رضا خداوندی غذا کی خوشگوار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو ہر حید قارون کے

لے مل میں ام صادق سے مروی ہے کہ موسیٰ غصہ ہوئی اور غرک گردن پکڑی اور کہا اقلت نفسا انہ خضر کہا کہ عقول

خدا کے امر پر حاکم نہیں ہیں بلکہ اللہ کا امر تلہم ہے پس جو کچھ تو کہہ رہے ہو اسکو تسلیم کرو اور اس پر صبر کرو میں تو

جان چکا ہوں کہ تو میری بات نہ صبر نہیں کر سکیگا۔ ۱۲۔

میں نے یہ بھی یاد رکھا ہے کہ

الحاح و زاری کی لیکن شدت غضب میں ایک مسموع نہونی جو جناب خداوندی میں پہنچا  
 ہوئی اور حق تعالیٰ نے انہیں کلمات کے ساتھ موسیٰ کو عار دلایا جن کلمات کے ساتھ قارون کی  
 آپ نے عار دلایا ہے مختصر عبارت تفسیر لکھتا ہوں۔ وقد کان قارون قد امر ان یخلق  
 باب القصر فاقبل موسیٰ قاومی الی الباب فانفرجت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انہ  
 اوتی بالعذاب فقال یا موسیٰ سلک بالرحم الذی بینی و بینک فقال لموسیٰ یا ابن لاوی  
 لا تزدنی من کلامک یا ارض خذ یدہ فدخل القصر فانیہ فی الارض ودخل قارون الی رکبتہ  
 فیکے وحلف بالرحم فقال لموسیٰ یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک یا ارض خذ یدہ فاقبل  
 بقصره و خرا سنده و هذا ما قال موسیٰ لقارون یوم اھلک اللہ عزوجل فغیر اللہ عزوجل کا  
 قال لقارون فعلم موسیٰ ان اللہ تبارک و تعالیٰ قد عیرہ بذلك فقال یارب ان قارون دعائے  
 بغيرک و لو دعائک لاجبتہ فقال اللہ عزوجل یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک فقال  
 یارب لو علمت ان ذلک لک رھنی لاجبتہ انتہ بعد الحاجۃ علامہ اعلیٰ قطبی کو ماڈالنا  
 اور اپنی بڑی بیانی بگناہ کی جو بنی تھوڑی بکڑ کر کھینچا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تھا اور حسین  
 موعظہ اور تفصیل ہر ایک شے کے مذکور تھی شدت غضب میں ڈال دینا حضرت کے اخلاق و اوصاف  
 پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی نسبت جو ہم تفسیر سہانی میں دیکھتے ہیں تو اسکی تفسیر سورہ  
 اعراف تحت آیت و اخذ براس خدیجہ العبد قال ابن ام۔ میں لکھا ہے و الکافی عن المروضین

۱۔ قارون نے حکم کیا تھا کہ محل کا دروازہ بند کیا جادی موسیٰ آئی اور دروازہ کھٹکتا اٹھ رہا وہ کہل گیا اندر دسکی پس گرجب موسیٰ کو فلاح  
 و نجات پہنچا کہ وہ اب آیا۔ کہا اے موسیٰ میں تجھ کو بڑھ دس رحم کے جو حیرت انگیزی درمیان ہے سوال کرنا ہوں موسیٰ نے اسکو کہا اے  
 لاوی کہ بیٹی مجھ سے زیادہ کلام مت کر اے میں نے اسکو پس محل اور کچھ دسین ہت زمین میں اور گیا اور قارون اپنی ٹہنوں تک دھنکیا  
 پہر قارون اوپر ایسے کئی رحم کی قسم دینی لگا موسیٰ نے کہا اے لاوی کہ بیٹی مجھ سے زیادہ بات مت کر اے میں نے اسکو پس زمین میں اسکو اور اسکو  
 محل اور خزانوں کو غسل لیا یہ وہ ہت جو قارون کو ہلاکی کے دن موسیٰ نے کہا۔ پہر خدا تعالیٰ موسیٰ کو اس کلام جو قارون کو لہی تھی عا  
 دلایا اور موسیٰ سمجھی کہ خدا تعالیٰ اس کلام سے محکم کو عار دلایا عزم کیا اے پردہ گار قارون تیری غیر کے واسطے جو محکم کو بچا رہا تھا اگر تیرے  
 واسطے جو بچا رہا تو میں قبول کرتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے لاوی کہ نزدیک مجھ سے زیادہ بات مت کر موسیٰ نے عرض کیا اے پردہ گار اگر میں یہ  
 جانتا کہ میں تیرے رضای میں قبول کرتا۔ ۱۱۔ ۱۲۔ کافی میں جناب امیر مضمی اللہ تعالیٰ سے خطبہ رسید میں مروی ہے ۱۲۔

۱۰ خطبۃ الوسیلۃ اندکان اخاہ لابیہ و امہ و القمۃ مثلہ عن الباقی و الصادق قبل کا زہار  
 اکبر من موسیٰ بثلاث سنین و کان حمولا لبنا و لذلك کان احب الی بنی اسرائیل انتہی  
 اب ہم ان روایات میں مائل کے نظر سے دیکھتی ہیں اور حسب قاعدہ حضرات شیعہ کے عقل کو جوڑو  
 و قبہ میں خدا پر ہی حاکم ہے اس معاملہ میں حکم کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسیٰ میں  
 اخلاق ناپسندیدہ تھی اور اگر بالفرض ظاہر سے بہتر تارویل بھی آپ فرما لیں تو بغیر غائی فی الباب  
 یہ ثابت ہوگا کہ فی سبب بعض مواقع میں درشتی و سختی و غفلت و غفلت محسوس ہوتی ہے  
 لیکن بر دی عقل جبکہ احکام کا کمین کہنا آپ کی قاعدہ کی بموجب واجب ہے بدانتہا یہ ثابت ہوتا ہے  
 کہ علی العموم میں در رفت بہ نسبت درشتی و سختی کی زیادہ محسوس و پسندیدہ ہیں اور اگر یہ تسلیم  
 نہ کریں گی تو لازم آئیگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں  
 آپ کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم اور روف رحیم آپ کی صفات  
 خاصہ میں محسوس قانع و احوال آپ کی نفق و نیست و نیست و رحمت کی شاد حال میں آپ کی بدکار  
 قصہ شاید آپ کو یاد ہوگا۔ اچھا اصل اگر یہ تفصیل کا اخلاق حمیدہ پر ہی تو حضرت تارون و غیرہ  
 جنہیں نفق و نیست پائی جاتی ہے حضرت موسیٰ سے افضل ہو گئی اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے افضل اور امام سجاد رضی اللہ عنہ سے افضل ہوں اور یہ  
 آپ کی نزدیک بہ یہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ہمارا غنیت کا اخلاق حمیدہ  
 پر نہیں ہے جو مددک بالعقل ہو بلکہ مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر مددک بالعقل  
 چنانچہ بیان تعریف انصافیت میں ہم اس کی طرف ایسا کر چکے ہیں اب بعد اس کے گذارش ہے کہ عقل  
 ہونی کی قید ہی ایجاد و اختراع ہی قطع نظر اس سے عقلاً عقلیت کا جاننا اس پر موقوف ہے

۱۱ کہ تارون موسیٰ کا حقیقی بیانی نہیں۔ اور تھی نے مثل اس کی امام باقر علیہ السلام صدوق مغسوس روایت کی ہے  
 کہ تری ہیں۔ کہ تارون موسیٰ کے تین سال بڑی تھے اور نہایت معقل اور نرم مزاج تھے اسی سبب سے بنی اسرائیل  
 ان کو زیادہ دوست کہتے تھے۔ ۱۲ پس خدا کی رحمت سبب تو ان کی یہی نرم ہو گیا ہے۔ ۱۳۔

کہ حروب و قانع و غیرہ معاملات میں اس کی تدابیر نہ ظاہر ہوں اور شہر تاج محمود کو  
 ہوں اور اپنی ناخن تدابیر صائبہ پیچیدہ معاملات کی گنجشہ بونکہ عمدہ طور پر سمجھ وی اور جب  
 ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہ سر نہیں ثابت ہوتا کہ آپ عقل  
 اور زمین تو قصہ حکیم کو ہی ملاحظہ فرمایا ہے یا خلع اپنی خلیفہ نانی کو ہے و جب یہ بھی غرض کہ امام  
 خلافت میں جسدہ معاملات پیش آئی اور زمین سے کوئی چیز چھپاؤ کوئی بی بیہ ہوا اور خلافت سے جو غرض  
 حق تق کے کی تھی کہ ترویج شریعت اہلبیت و عالم ربانیہ ہوا اور مسائل دینیہ و معاملات شرعیہ میں کچھ  
 حاصل ہوئی اور جب کچھ حاصل ہوئی تو انکو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہو گا اذ اخلا اللہ عن مقصود  
 لغا۔ علاوہ ازیں عقلیت کی ضرورت تو اس وقت ہے جبکہ معصوم ہوں اور جب معصوم ہوں  
 اور سہو اور عمدہ اخلاق کا صدور ہونا اور شہر محال ہو تو بس یہ قیہ محض لغو ہے۔ اعلم ہوں کی نسبت  
 یہی غلط ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ جب امامت تالی نبوت ہی تو اور حدیث متشاکرہ میں ہی فریاد  
 ہو کی نبوت کو جب نظر تامل ہے یہاں جاسی تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہکا یہ محض صلف  
 و جہت با خداوند تعالیٰ شانہ پر ہے حق تق کے اپنی عباد میں سے جسکو چاہے ہی برگزیدہ فرماویں  
 کچھ نور خداوند تعالیٰ پر نہیں۔ کچھ اعتراض لاسل عیاض اہل ایمان سے ہوا ہے کہ  
 کہ جو علیہ اہل زمان ہو وہی نبوت کہ وہی برگزیدہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم امی پیدا ہوئی اور بعثت تک امی رہی کسی شہر کی تھا یہی تسلیم نہیں ہائی  
 اور اس زمانہ میں صدہ عباد و اخبار دین موسوی و عیسوی کی موجود تھی جنکو کتب مادی  
 از بر تھی اور مسائل شرعیہ کتب کتب خلعت رسالت مبارکہ پیچیدہ مسائل اللہ علیہ و  
 کو ہی عطا ہوا اذ لک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ گو بعد نبوت کو حق تعالیٰ نے اپنی  
 بنی کے سینہ کو مرآت لوح محفوظ بنادی اور اسکی قلب کو نخبہ علوہ و معارف فرمادی  
 اس طرح امامت کمال ہونا چاہی کہ جو امام ہو وہ محض اصطفیٰ خداوندی سے ہو چنانچہ شہر  
 نفس سپرد الہی اور قبل از امامت اسکا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہ ہو بلکہ بتابع رسول

گو بعد امامت بسبب محدثیت کی کہ خاصہ امام ہر علم و جادوی لیکن پہلی و اوائل کی اعلیٰ مدعی  
 ہونا تھا ہی اور آپ کو اس بحث میں حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ یاد ہوگا باوجودیکہ خضر علم تھی  
 تو ہی حضرت موسیٰ اونس افضل تھی۔ باقی رہا یہ کہ خلافت فاضل سے ایک مفضل کو  
 دینا عقلاً ہائیت قبیح ہی اس میں یہ تو فرمائی کہ فاضل سے خلافت یعنی کیا معنی  
 میں لینا فرع استخلاف کی ہے و جب استخلاف نہیں تو لینا کیونکر متحقق ہوگا ہاں اگر اس کی  
 معنی یہ میں کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو خلافت دینا ہے تو صحیح ہی مگر اس کی نسبت کثرت ہے  
 کہ ہم اس کی قبیح کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ نبص قرآنی ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے فاضل کو چھوڑ کر  
 مفضل کو امامت عطا فرمائی۔ حضرت شمول علیہ السلام جو اپنی زمانہ میں بنی اور ادرع اور ادر  
 اور ادرع اور ادرع تھے حق تعالیٰ نے ان کو چھوڑ کر طالوت کو امام بنایا جو اونس کم تھی تو اس سے ثابت ہے  
 کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو امام بنانی کا قبیح محض اگر حکم الٰہی کمین مفضل کے ناشی ہے ورنہ تو  
 عند اللہ تعالیٰ کچھ قبیح نہیں بلکہ نافع ہے لیکن یہ ہی تسبیح و شاعت عجیب  
 نواب و عمال میں ہی جاری ہے کیونکہ جیسی امامت تالی نبوت ہے تالی امامت ہے اور عقلاً  
 قبیح ہے کہ فاضل کو چھوڑ کر مفضل کو کسی ملک پر نائب اور حاکم مقرر کر کے بھیجا جائے اور  
 اس سے زیادہ اہم و اشد ہے کہ حکومت اس شخص سے لیکر جو عہدگی سے اس کی فرائض  
 بجا لارہ ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جس کا حال ابی تک تجربہ میں نہ آچکا ہو اس کے بعد آپ  
 شرح نہج البلاغہ یا متن ہی کو کہو لیسی اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمائی کہ آپ نے کس  
 کس کو حاکم بنایا اور کس کس کو معزول فرمایا اور کہاں تک اس شرط کی رعایت رکھی تاکہ  
 آپ کو اسکی شرط کی بابت منہ نہ کہ قول کی تصدیق ہو جا اور ہم ہی کسی موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ  
 آپ کو مستنبہ کریں گے **قولہ** اور نیز افضل کے ہونے مفضل کی خلافت کے بعد ان پر عقل  
 اور طرح ہی دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ اگر مفضل افضل کے ہوتے خلیفہ ہو تو لازم آتی کہ مفضل  
 مفضل کا محکم ہو اور اشراف ادرن کی تواضع کا امور ہو کیونکہ افضل مفضل کی رعایا ہیں

ہوگا اور عایا خلیفہ کی تواضع کر لیں امور ہی درہم بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری  
 عرض قبول نہیں کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر مبنی وہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں  
 جس قسم پر کہ ان لوگوں کو دلائل بیان کر میں کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفصیل دیتی ہیں یہ فرائض  
 میں - و خیر من قال بفضل الانبیاء علی الملائکہ بامور واحدہا ان اللہ تعالیٰ الملائکہ  
 بالسجود لادم وثبت ان آدم لم یکن کالبقینہ بل کانت السجدة فی الحقیقۃ لہ و اذا  
 ذلک فوجبا ان یكون ادم افضل من لان السجود نہایت التواضع و تکلیف الاشراف  
 بہما ینسب التواضع للادون مستقیم فی العقول فانه یفصح ان یومر ابوحنیفہ ان یجہدہ  
 اقل الناس بضاعة فی الفقہ ذل هذا علی ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملائکہ  
**اہتہ اقول** یہ دلیل پر عمل عاسی عبیدی درجہ چہ محل بحث ہے اولاً یہ کہ گفتگو  
 شرائط افضلیت میں درہم دلیل برگزشتہ شرائط نہیں کیونکہ شرائط او سوت ثابت  
 جبکہ دلیل مفضول کے امامت کی عدم انعقاد پر یقیناً دلالت کرے بیان اگر ہی تو لزوم قبیح ہے  
 جس پر غریب بحث کی جا سکتی ہے ان اگر اصل حال و عقد سیکو خلیفہ کریں تو البتہ افضلیت کو  
 رسمی رکھیں اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مقصد می خلافت ہو تو او کو  
 خلافت کی عدم انعقاد پر یہ دلیل برگزشتہ دلالت نہیں کرتے - ثانیاً افضل کا مفضول کے لیے  
 امور مولیٰ اور اشرف کا اودن کو یہی محکوم ہونی کا لزوم ہی غلط ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فاضل  
 مفضول کا امور اور اشرف اودن کا محکوم ہو بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ قانون شریعت جسکو  
 حق تعالیٰ شانہ نے بواسطہ رسول کے امت کی لیے دستور العمل مقرر فرمایا ہے تمام امت کیا اہل  
 و کیا مفضول اور کیا شریف اور کیا ذلیل سب اسکی محکوم و امور میں امام کا حکم اگر واجب  
 اطاعت ہے تو اوسکی حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری  
 مجلس مجیب ہے فرما چکی ہیں کہ غرض اوس سے شرائع الہیہ و محال ربانیہ کی تردید ہی نہیں  
 اگر کوئی ایسا نہ ہو جو اوس حیثیت و اعتبار سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب اطاعت نہیں ہوگا

شرائط افضلیت کی درجہ بندی کا بیان

مثلاً اگر آدم کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کر دے۔ یا  
فی سبیل اللہ لٹا دی یا مجھ کو سبہ دہ کری تو یہ حکم ہرگز واجب الیٰ اللہ نہیں ہوگا چنانچہ قول اللہ  
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ مِنْهُ فَاِتُوا بِشَہِدَتَيْنِ اَوْ ثَلَاثٍ ۚ وَمَا يَكُونُ لَكُمْ اَنْ عِنْدَکُمْ حَقٌّ اَنْ تَكُونَ لَکُمْ شَہِدَتَانِ مِّنْکُمْ ۚ  
وغیرہ سب است کریں تشریح ہر کیونکہ است کریں شریعت کا حصول بدون واسطہ رسول  
کو ممکن نہیں۔ بحسب جہدہ افضل کا مفضل کے محکوم ہونا لازم نہیں آتا۔ ثالثاً سلمنا افضل  
مفضل کا محکوم ہو لیکن ہم اس کا قبیح ہونا تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بالاتفاق طائوت سے  
حضرت شمویل بلکہ حضرت داؤد افضل تھے اور اس کی محکوم در تابع ہوئی اور حضرت خضر سے  
حضرت موسیٰ افضل تھے اور اذکی امور و مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کا مفضل کے مطیع تابع ہونا  
قبیح نہیں در نہ لازم آدمی کہ معاذ اللہ شارع امر بالقبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ محال کہ  
تو ردیم بعب عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ رابعاً بالفرض تسلیم اگر افضل کا محکوم ہونا مفضل  
کو یہ قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی یقین نواب اعمال حکام سرایا و جیوش و ضبط و قضاۃ  
وغیرہ میں سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ میں جناب امیر کے حالات کا متبع  
کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ہرگز اس کی پابندی نہیں کی ہے اور اس قبیح کو قبیح  
نہیں جانا آپ صریح البلاغہ ہی کو ملاحظہ فرمایا لہٰذا یہی محقر تنبیہ گذارش کرتا ہوں کہ آپ نے  
عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کی بیوی تھی بحرین کی حکومت سے معزول فرما کر عمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت  
عمر بن ابی سلمہ نے امارت کی ہمت کو ایسی طرح ادا کیا کہ مورخ حسین آفرین جہانچہ اوسی کہتا ہیں  
موجود ہے تو کیا نعمان عمر سے افضل تھی اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیر کے کسی کام کی  
موقوف علیہ تھی اور نہ حضرت آپ کی محتاج تھی پھر بلا ضرورت داعیہ کیوں اپنی از کتاب قبیح  
فرمایا اور بالفن عام عصمت اور پی زیادہ اقبیح و شنیع ہے اور اس طرح محمد بن ابی بکر کو امامت سے  
معزول کے ہشتکر کو مقرر فرمایا اور اپنی حبش سے دو امیروں پر جو زیاد بن نصر اور شریح

بناؤ گھوڑا چڑھائی

ابن ہانی ہتی اور ذکی اتباع پر مالک بن حارث ہشتر کو امیر کیا اور انکو لکھا <sup>طبعاً</sup> <sup>اسکا</sup> <sup>مختصر</sup> <sup>حال</sup> <sup>گزارش</sup> کرنا  
 ان سب کو رہنی دیجی زیاد بن ابی سفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر حال گزارش کرنا  
 ضرور ہے آپ شروح پنج البلاغۃ سے مطابق فرمالین۔ یہ شخص سسیہ لونڈی کا بیٹا کجست  
 زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آور تھا ایک روز حضرت عمرؓ کی روبرو مجلس میں ایسی تقریر  
 کی کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمر بن العاصؓ بولی کاش اگر یہ قریشی ہوتا تو تمام  
 عرب کو اپنی لاپٹی سے ہکتا۔ ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم یہ قریشی ہی اور اگر توجانی تو معلوم  
 کر لے کہ یہ قبیلہ کی عمدہ لوگوں میں سے ہے عمر بن العاصؓ نے پوچھا کہ اسکا باپ کون ہے قسم  
 لگا کہ میں اسکو اسکران کے رحم میں رکھا ہوتا عمر بن العاصؓ نے کہا تو پھر اسکو اپنی سائتہ نسب  
 میں کیوں نہیں ملا لیتا۔ اوسنی امیر المؤمنین عمرؓ کا خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ  
 کر کے کہہ کہ اس سے ڈرتا ہوں کہ میری بدن پر میری کہاں ہی جلا دیگا چونکہ اسکا باپ کا  
 تعلق بنی اسد سے ہے اسکو زیاد بن اسد سسیہ اور زیاد بن اسد سفیان اور زیاد بن اسد کہتے ہیں۔ جناب  
 امیر نے اپنی زمانہ نارت میں اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اوسکی حضرت کوسلوم ہوا  
 کہ امیر معویہؓ نے اسکو بصرہ میں مقرر کیا اور اپنی سائتہ ملا جلا ہوا ہے تو اپنے زیاد کو  
 خط لکھا جو پنج البلاغۃ میں مروی ہے۔ اوس خط کو پڑھا کہ قسم لگا کہ کہہ کہ حضرت نبیؐ بھی  
 کو دعویٰ کے صدق کی شہادت دی قد شہد بھاوردی الکعبہ انجام یہ ہے کہ حضرت  
 امیر المؤمنین کو چوڑا امیر معویہؓ سے جالما اور اسکا جو کچھ نتیجہ نکلا شب کو معلوم ہے غرض کہ  
 ایسی شخص کو جس پر ذلہ الزنا ہوئے کا ظن غالب تھا اپنے فارس پر حاکم مقرر فرمایا حالانکہ  
 ذلہ الزنا نجس عین ہے اور اسکا جھوٹا تک بخش ہے من لا یخضر میں ہے ولا یجوز الوضوء بسو  
 الیہوی والمضرتی وذل الزنا والمشرک۔ اور ہرگز ذلہ الزنا مومن نہیں ہوتا ابن ابی قحیفہ فضال میں ہے کہ  
 عن ابی عبد اللہ لا یدخل حلاوة الایمان قلب سندی ولا خوزی ولا زنجی ولا کردی ولا بکر

میں سے نہ ہو

ولا ابتداء من حمله۔ سزا لیا۔ تاریخ بن حارث کو جو خلفا کی زمانہ سے قاضی تھی اپنا  
قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکھنی سے صاف ظاہر ہے کہ آجے تعیین میں افضلیت کو  
مخوف خاطر نہیں فرمایا۔ پس اس سے عدم ہستہ اہل افضلیت ائمہ میں ہی ثابت ہوا۔ خاصاً  
امام رازی سے کی دلیل کو جو افضلیت انبیاء میں بیان کی ہے اپنا استدلال قرار دینا غلط ہے اور  
اوس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ امام کی دلیل کے ہستہ لال کا مدار سجدہ پر  
جو نہایت تواضع ہے اور نیز سجدہ ہی اس طرح کہ بالاستقلال حضرت آدمؑ کو ہی تھا یہ نہیں تھا  
کہ سجدہ نے بحقیقت خدا تعالیٰ کو بہت اور حضرت آدمؑ محض واسطہ تھی اور فاضل مجیب کی دلیل میں  
نہ نہایت تواضع ہے کہ امت امام کی اطاعت کر لیں مگر یہی بشرطیکہ حکم موافق شرع ہو اور یہ  
اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہیں نہایت تواضع سب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ کرنا  
یہی مامور ہو پس یہ کہنا کہ رعایا حلیفہ کے نہایت تواضع کے لیے ہی غلط ہے اور نہ تواضع  
یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حیثیت سے ہی کہ وہ واسطہ اطاعت خدا  
ورسولؐ ہے آپ خود فرما چکے ہیں کہ مقصود امت سے نزدیک شریع الہیہ علم دینیہ ہے اور اگر  
آپ کو دعویٰ ہو کہ امام کے یہی امت مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال ممتنع و  
مطاع ہے تو ثابت کیجیے اور دلیل دیجیے۔ سادہ اس دلیل کا ذکر کرنا اور اس کا جواب جو امام  
رازیؒ نے ان لوگوں کی طرف سے دیا ہے جو ملائکہ کے افضیل کے قائل ہیں ذکر کرنا کس قدر نا انصافی  
ہے۔ یہی ہم اس جواب کو نقل کرتے ہیں اور جواب ہستہ لال کو اوس پر ختم کرتے ہیں۔  
اجاب القا لہن تبفضل الملک عن الحجۃ الاولى فقالوا قد سبق بیان ان من الناس من  
قال المراد من السجود النواضع لا وضع الجہ علی الارض ومنہم من قال انه عبادة عن وضع

۱۱ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ ایمان کے سرخی سندھی اور خوزمی اور زنگی اور گردی اور ربرج اور نک رخی و کھن  
۱۲ اصل میں یہ عادتہ ولد الزنہ کے دلہن ۱۳۔ جو لوگ زرتشتی تھے قیس، قایل ہوئی ہیں اور انہوں نے پہلی  
جگہ کا جواب دیا ہے کہ پہلی گد ریکا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سجدہ سے مراد تواضع ہے نہ بیعتی رکھنا اور بعض  
کہتے ہیں ۱۳۔

الجحیم علی الارض لکن قال السجود لله تعا وادم قبله السجود علی مدين القولین لا اشکال لهما  
 اذا سلمنا ان السجود کان لادم فلم نقل ان ذلك لا يجوز من الاشرف فی حق الشریف وذلك لان الحکمۃ  
 قد تقتضی ذلک کثیرا من حب الاشرف و اظهار النہایۃ فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس  
 اقل عبیدۃ الصدروان یا مالا کابر یخضع متسویون غرض من ذلک اظهار کونہم مطیعین  
 فی کل الامور منقادین لہ فی جمیع الاحوال فلم لا يجوز ان یکون الامر ہینا کذلک والیضا الیس  
 من مذهبنا انہ یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعاله غیر محتلۃ ولذلک قلنا انہ لا یعتزل  
 علیہ خلل الکفر فی الانسان لعمری تعذیبہ علیہ ابد الابد و اذا کان کذلک فکیف یعرض علیہ  
 ان یا مالا علی السجود لا دون انتہی **قوله** آپ تفسیر مضی و می ملاحظہ کیجی تحت آیت  
 فلما انبأهم باسمائهم الخ وہ یہ کہتی میں واعلم ان هذه الايات تدل علی شرف الانس  
 و مرتبہ العلم و فضلہ علی العبادۃ و اند شرط فی الخلائق بل العمدۃ فیما انتہی بقدر الحاجۃ اور  
 نیز اکی اخیر میں یہ کہتی میں وان ادم افضل من هؤلاء الملائکہ لانہ اعلم منہم والا فیما  
 لقوله تعا هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ویکہی اکی قاضی صاحب السکون  
 خلافت بل عمدہ فرماتے ہیں۔ **اقول** یہ مسئلہ لا یتوہد فی مسئلہ لا یتوہد ہی کہیں  
 بڑ بڑ کی جیسا کہ میں نے لائق ہو یا **مسئلہ** کہ کیا تھا اور مسیحیت نے نور من قید ہی  
 کو حذف کر کے حق تصور کو بجا رہا تھا جبکہ حقیقی شک کہہ رہی تھی کہ  
 فاضل مجیب نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ مسئلہ کے معنی سمجھ رکھے ہیں

کہ سجدہ اہتار کہنا ہی ہے لیکن سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور ادم سجدہ کر لیا بطور قید کہ بتی اور ان دونوں کو بھی اشکال  
 نہیں لیکن جب یہ تسلیم کریں کہ سجدہ ادم کو تھا تو تم یہ کیوں کہتی ہو کہ یہ اشرف کی حق میں جائز نہیں اور یہ  
 اس وجہ سے کہ بسا اوقات حکمت اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ اشرف کی محبت اور اس کی نہایت اطاعت و ہر کیجی وی۔ بارگاہ کو اختیار  
 کہ کترین غلامان کو صدر میں بیٹھا وی اور اکابر کو اس کی خدمت کا حکم کری اور اس کی غرض سے اس کو اظہار اطاعت و انقیاد  
 تمام امور و احوال میں ہو تو کیا جائز نہیں ہے کہ یہاں ہی اس طرح ہو اور نیز کیا ہمارا مذہب نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جسکا  
 ارادہ وقتاً ہی حکم کرتا ہے اور اس کی افعال میں اس سبب کو کفر کے پیدا کرنے میں اس میں اس کی کچھ اعتراض نہیں ہے اور نہ  
 پہلے کی ابد الابد تک خدایا کر نے میں کچھ اعتراض ہو اور یہ حال ہے تو اس پر اس میں کیونکر اعتراض ہو سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ کو ادنیٰ کی سجدہ

یہ مسئلہ لا یتوہد فی مسئلہ لا یتوہد ہی کہیں

یہ مسئلہ لا یتوہد فی مسئلہ لا یتوہد ہی کہیں

کہ ابتداء اس قصہ کے یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین میں نائب بنانا چاہتی ہیں  
 وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً تَوَابِ اس سے اصل الصافات  
 و علم و عقل و فہم بخوبی سمجھ سکتی ہیں کہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہے اور حضرت آدمؑ  
 کیسے کونسی ارضیہ تھی کیا آجگہ وہ خلافت جو ہماری اور ہماری محیب کے متنازعہ نہیں ہے اور  
 حسین ابوقت گفتگو ہو رہی ہے اور جسکی لمبی شہر لفظ ثلثہ لفظ عصمت و فضیلت مختلف نہیں  
 بین الفریقین میں وہ سی خلافت مراد ہے اگر وہ سی خلافت مراد ہے تو فرما میں تو سی  
 کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کونسی نبی کے خلیفہ تھی یا کوئی اور خلافت مراد ہے افسوس کہ ہمارے  
 محیب کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس آجگہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہے اگر قرآن شریف یاد  
 نہیں تھا تو کہو لکھ دیجیہ لینا تھا یا کسی سنی حافظ سے ہی پوچھ لیا ہوتا تاکہ سیاق عبارت  
 سے واضح ہو جاتا کہ یہ حضرت آدم کا قصہ ہے اور خلافت سے مراد خلافت نبوت سے علاوہ  
 ازین آجگہ ہماری فاضل محیب کے علم و فہم پر آفرین ہے کہ اس عبارت کو ہشت شرط فضیلت  
 کی دلیل سمجھا رہے ہیں کیا ہے اور اپنی کمال دشمنی اور دور علم سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ  
 میں وہانہ کی صنمیر شرف یا فضل کی طرف راجع ہے حالانکہ اطفال کافیہ خوان بھی سمجھ سکتے ہیں  
 کہ یہ غلط ہے پہر اس پر طرہ یہ ہے کہ اس سے الکی فراتی میں کہ دیکھی آپ کے قاضی صاحب  
 اسکو شرط خلافت بل العمدہ فراتی میں آجگہ ہی لفظ (اسکو) پر اکتفا فرمایا اور یہ غلط  
 کہ قاضی صاحب اسکو شرط خلافت فراتی میں سلنا آپکی سیاق عبارت کی خلاف ورزی  
 صنمیر (وہانہ) کا علم ہے اور لفظ اسکو ہی علم ہی کی طرف راجع ہے لیکن تاہم مدعا سی  
 عجیب ہے کہ چونکہ یہ جب ثابت ہو کہ جب اعلیٰ فضیلت کو مستلزم ہو حالانکہ یہ مستلزم  
 آپ کے اعتراف سے باطل ہے آپ نے فضیلت کے تعریف میں اسکا دار و مدار اخلاق حمیدہ اور  
 صفات پسندیدہ پر رکھا ہے اور شروع دلائل میں علم دار و مدار تقویٰ و عقل ہونے پر  
 رکھا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ مستلزم فضیلت کو نہیں بلکہ اسکی

لیں اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہی  
 پس حکایت علمیہ مستلزم افضلیت کو نہیں ہے تو یہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے  
 جب ہم نفس اس عبارت میں تامل کی نظر سے دیکھتی ہیں تو بدایت معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت  
 مرگز مشیت مدعا نہیں کیونکہ قاضی رحمہ فوہاتے ہیں واندہ شرط فی تخلیق قبل العمدۃ فیہا اولیٰ ہر  
 کہ لفظ بل اسجگہ ترقی کے واسطے نہیں ہے کیونکہ شرط بہ نسبت عمدہ ہونی کے اعلیٰ اقویٰ ہی تو ترقی  
 ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیا دے تو اعلیٰ سے جو شرط ہو ادنیٰ کی  
 طرف جو عمدہ کی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہے اسلئے عمدہ کی تہذیب ہر نہ موقوف علیہ  
 تو بلا لفظ بل اسجگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور اتیان بلفظ اس شرط محض غرض مزید تاکید ہوگا تو یوں  
 قاضی رحمہ نے لفظ بل عمدہ فیہا کہہ کر یہ ثابت کر دیا۔ واندہ شرط فی الحکمۃ ہیہ مراد نہیں  
 کہ وہ موقوف علیہ خلافت کا ہے اور اگر یہ معنی نہ ہوگی تو لفظ بل عمدہ نسبتاً محض بنو داؤد لفظ  
 محل مقصود ہوگا پس قاضی صاحب کا یہ قول آپکو کچھ معنی نہیں بلکہ مضرت ہے کیونکہ عمدہ شرط  
 پر دلالت کرتا ہے نہ شرط پر قولہ حدیث سنن ابی عیسیٰ علامہ جلال الدین جو طبعی جامع کواجمع  
 جامع غیرین روایت کی ہے۔ امارجل استعمل رجل علی عشرة انفس وعلما ان فی عشرة  
 افضل ممن استعمل فقد غش الله رسولہ وغش جماعة المومنین۔ عن حذیفہ بن یمان  
 اب ذرا الصفات فرمائی کہ جب مفضل کو حکومت دے اس دسویں ہر جائز نہ ہو اور دسویں خدا و  
 رسول و جماعت مومنین سے دعا لازم آدی پس تا دسویں ہر مفضل کی حکومت میں کہ ہوا  
 و نفس وغیرہ کا شل نہی اولیٰ تہجرت ہو کہ قدر قیامت دشمنی لازم آئیگی اقول اس  
 حدیث کو معنی آئے جو کچھ سمجھ غلط ہیں بیان افضلیت سے افضلیت متنازعہ نہیں  
 مرگز مراد نہیں کہ من حیث مرتبہ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اسجگہ افضلیت سے  
 مراد بالفضل انجری ہے کہ جو متعلق بجا آوری مقاصد ریاست و شرف و سرکاری کی ہو مثلاً اگر کسی  
 سرسید یا حبیش پر حاکم مقرر کیا جاوے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا چوں کہ فن حرب و معان

و ضرب میں زیادہ ماہر و خیر ہو اور شجاع ہو اور خدایع حروب اور اسکی چال و نشی واقف ہو  
اور اگر کسی کو کسی ملک پر حاکم کیا جاوی تو وہ صرف تالیف قلوب بغیر دین اور سیاست  
بدوان ظلم و ستم اعلیٰ درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کسی کے کسی خاص مصلحت کو وجہ  
مقدم کیا جاوی۔ مثلاً کسی خاص سانحہ کو وجہ سے اسکی معی و کوشش اور ستمین زیادہ ہو  
مستعد ہو آپا کو سید ہو گا کہ حالت میں حضرت شمول علیہ السلام واد علیہ السلام افضل تھے باوجود  
اسکی حق تعالیٰ نے مفضل کو امام مقرر فرمایا اور ظاہری کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس شخص کو  
زیادہ دین متحقق ثواب حاصل ہو اور ولی کامل ہو وہ ہم متعلقہ کو بھی سب سے عمدہ طور پر  
انجام دیوی علاوہ ازین ہم کب کہتی ہیں کہ مراعات افضلیت نہیں چاہی ہم اگر انکار کرتے  
ہیں تو اشتراط کا انکار کرتے ہیں۔ اس حدیث سے صرف استفادہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی  
عامل بنایا جاوی تو کسی کو افضلیت ضروری ہم ہی یہی کہتی ہیں کہ جب کسی کو امیر یا عامل بنایا  
و افضلیت ملحوظ رکھنا چاہی لیکن اس سے یہ کہیونکہ ثابت ہوا کہ اگر افضلیت فوت ہو گئی  
تو امارت غیر منعقد ہوگی اور اسکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر عامل کی نظر سے دیکھا جاوی  
تو اسی دلیل سے انعقاد مفہوم ہوتا ہے کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ بخشش تو اسی  
نہ ہو کہ اسکی امارت منعقد ہوگی اور وہ واجب الطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب الطاعت  
نہ ہو تو اور اسکی امارت سے منعقد نہیں ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا بخشش ہوا وہ تا میر  
ہی ہو ہوگی غرضکہ افضلیت کے مراعات سے انکار نہیں اشتراط سے انکار ہی تحفہ اثنا عشر یہ  
کہ حیث افضلیت میں نہ کوئی ایچے دیکھ ہوگا آری اگر غضب و عصبیت اہل حل  
و عقد بادشاہی یا دیگر غضب انشغال کنند در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری  
ہے۔ دین و ممالک مشجود سید اہل الطہرین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نہی تواند  
دریجا افضلیت و بایری باید۔ اس سے قطع نظر آپا بخت میں عنقریب معلوم ہو چکا ہے  
کہ جناب امیر نے اس شرط کا لحاظ نہیں فرمایا کیونکہ جب زیادہ حبشی شخص کو ایک ملک کا

حاکم بنا دیا تو بس اس سے بڑھ کر اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط جناب امیر حق کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول بہ نہیں یا آپ معلوم نہیں ہوگا کہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھ غش کیا۔ معاذ اللہ قولہ ایک دو اور حدیث شریفہ دلی اللہ صاحب علی نقل کلام میں آئیگی اس مقام میں عترت کی شہادت سن لیجیے ابلی عالم جلیل و فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود شہو مجید پارسانی باوجود سخت نقص کے کتاب فصل الخطاب کے آخر میں بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر مرقی علیہ الرحمۃ سے علامات امام میں جناب امام رضا سے ایک طویل روایت لکھی ہے چونکہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اطہار میں جسکا ذکر فاضل رشید نے ہی ایضاً میں کیا ہے نقل کی ہے لہذا بخوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی یہ فارسی روایت پر اکتفا کرتے ہیں وہ اس سبب کہ اخیر میں بعد ذکر ائمہ فرماتی ہیں عبارتہ کہذا و این ابو جعفر مرقی مذکور در علامات امام و فضل دہی از امام علی رضا آورد دست کہ فرمود امام را علامات نہایت کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر از دیگران باشد و ولادت کردہ شود مخنون دوی پاک باشد و از پیش دین بکسان میند و چون از شکم مادر بر زمین آید مرد و کف دست افتد و او از شہادتین بر آورد و محتلم نشود و چشم او بخواب رود و دلش بیدار بود و محدث باشد و در ہر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بروی رست آید و نزد دوی سلاح آنحضرت ۳۰ باشد و شمشیر ذوالفقار و نزد دوی مصحف فاطمہ رضی اللہ عنہا بود و نزد دوی صحیفہ بود کہ در دوی نامہای مخالفان او تا روز قیامت باشند ثبت بود و بول غائط اورا کسی نیند و زمین سو گل بود و بر فرو بردن آنچہ بیز آید از دوی دوی خوشتر از بوی مشک بود و بر مردم از نفسہائی ایشان نزدیکتر بود و ہر بان تر از مادر پدر و متواضع ترین مردم بود و مرحق را عذر عطا و امر معذور کند و نہی از منکر کند و تر بود و از ہمہ خلق دعائی او مستجاب بود کہ اگر بر سنگ دعا کند دو پارہ شود و سوزید بر روح قدس بود و میان او و خدا عمودی بود از نور کہ بیند در دوی

اعمال نیک گان و بر چه بدان محتاج بود گاهی بسط کرده شود و برای اول پس نهانده گاهی فتنه  
کرده شود از وی پس نهانده و امانت داده شود و نباید تند رست بود و مریض بشود و بخورد و نهوشد  
و جام کند و بسپارد و شادمان شود و غمگین نشود و بخندد و دیگر پی نبرد و بمیرد و در قبر نهاده شود  
وزارت کرده شود و حشر کرده شود و ایستاده کرده شود در موقف عرصات و عرض کرده شود  
برای اعمال پسیده شود از اینها و اگر ارام کرده شود و شفا عیش قبول کرده شود و دلیل در  
و خصانت است یکی علم و دیگر استجابت دعوات و امر بعد از پیغمبر صلی الله علیه و سلم  
کشته شده اند شبیه و نیزه و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است زحمانکه  
غلات گویند علیهم السلام که ایشان کشته شده اند و در حقیقت بر مردم شبیه ایشان انداخته  
و این سخن دروغ است چه این مخصوص از انبیاء و اولیاء عیسی بن مریم است چه ویران  
از زمین زنده برداشته و در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمانش پرند  
روح او را در بدنش باز آوردند و امامت بزرگتر و عظیم تر است از آنکه مردم بقتل بکنند آن بر سر  
و او را کسب حاصل کنند امام مخصوص است به تمام فضل و به طلب کسب بلکه محض اختصاص  
از فضل و باب حکم و تحریک و عقلا قاصد و او با عاجز و بلغ محصور از وصف نشانی از نشانی است او  
و فضل از فضائل او میده و او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه معنی دهد غیر او را - نهی  
اگر چه اس روایت سی و خرابی که در باب امامت و خلافت و امامت خلفائمه و دیگر خلفاء  
متغلبه بر که این اوصاف سی و موصوف نهی آئی ہی بیب فکی بلکه اولی صاحب فهم بر پشته  
نہیں گریبان نہظر صرف بشرط افضلیت امام کا ثابت کرنا ہی آورده اس روایت سی  
انظر من الشمس ہی قطع نظر از اوصاف مندرجہ روایت نہا کے شروع علامات امامین  
یہ الفاظ ہیں عالم نہر و حاکم تر و سلیم تر و پرہیزگار و شجاع تر و عابد از دیگران باشد او ہی  
افضلیت پر وال ہیں کہ اہل حق خلافت و امامت کی شرط جانتی ہیں حضرت مجتبیٰ از دیگر  
کسی ہم مذہب کو یہ ہم نہی چونکہ یہ روایت ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے اسلی

اس سنت پر حجت نہیں کیونکہ یہ وہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی آؤں یہ کہ خواجہ پارسا اور  
 شیخ عبدالحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہے اور ہرگز انکار یا بدکا اشارہ  
 تک نہیں کیا اور اگر خاتم المسحوقین کے نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہے تو دوم روایت  
 شیخ ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کے نزدیک مقبول و شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج و روایت  
 کر میں چنانچہ اس سے پہلی چند روایتیں نقل کر کے کہتی ہیں۔ اخرج هذه الاحادیث  
 الخمسة ابو جعفر محمد بن علی بن الحسين بن بابويه القمي وكان من شيوخ <sup>الشيعة</sup>  
 وشهودهم اساتيدهم به البخاري رحمه في كتاب الطب الخ اور شیخ عبدالحق صاحب  
 اس سالہ میں فرماتی ہیں۔ واین پنج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ  
 القمی اخرج کرده و این بابویہ از شیوخ شیوخ مشہور ان ایشان است بخاری در کتاب خود و کتاب  
 الطب بوی شہاد کردہ و در حدیث مضمونش انست کہ مشہورستہ چیزست حجابست کردن غسل  
 خوردن و داغ نہادن گفتہ رواہ القمی عن ابی عبد عن ابی عیسا بن یحییٰ بن آئین آورده است  
 در کتاب الانساب امام ابو سعید عبد اللہ بن محمد بن سعید انتہی۔ اقول جاری ہمار  
 محیب اس روایت کو نقل کر کے خوشی سے بولی نہیں ساقی جا رہے ہیں ہر بولی جاتی ہیں  
 اللہ بپر کیا کچھ ترالی میں اور کیا کچھ نازش و فتخار ہے گو یا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے  
 ہاتھ ہے اور بزم خود مذہب اسنت پر کسی کچھ خرابی ڈالی جا رہی ہے خبر نہیں کہ اس روایت  
 بہت بطرف فرج کے بدلے حزن و غمگینی اور نازش و افتخار سے عوض و شرمندگی نصیب ہو  
 ہم تو کیا عرض کریں اس انصاف خود و کچھ لینکر اور انصاف سے بول اوہینگر کہ یہ آپکا نام و  
 افتخار بجا ہے یا بیجا او نقلی و ترفع روا ہے یا ناروا ہو کو سخت افسوس ہے کہ آئے فصل الخطاب  
 کو ماقبل و مابعد سے ذرا ہی نہ بچھا کہ آپ کو معلوم ہو جانا کہ یہ روایت کس موقع کی ہے اور کس  
 عبارت سے اسکا ربط ہے اور کس عاکی پر نقل کے گئی ہے اگر آپ نہابل کتاب کو ملاحظہ فرماتے  
 تو میں یقین کرتا ہوں آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ میں نقل تک ہی نفرمانی

بزرگوار حضرت کی باتیں دینی و دنیوی

چہ جائیکہ آپ ناز و افتخار اور سپر فرامین اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کے ہے اور رسالہ مناقب میں ہے اسی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ اسی ہی ہم اصل فصل الخطاب ہے کہ پیش نظر رکھ کر تصحیح جواب ہوتی ہیں کہ یہ ترجمہ کے جواب سے بھی معنی ہوگا۔ بلکہ ضرورت نہ تھی کہ جواب اس روایت کی رسم ابو جعفر راوی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کی تغلیط و تزئین کی طرف متوجہ ہوتی کیونکہ بول اللہ وقوتہ ہماری پاس اس کا جواب مادم بیان استہلال اور قاطع عوق شبہ موجود ہے جسکو ہم آئندہ گذارش پیشکش کرنا ہے لیکن جبکہ ہماری محیب صاحب نے بطور دفع دخل مقدر کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کر دیا کہ نہ راوی کے تکذیب ممکن ہے اور نہ روایت کی تغلیط ہو سکتی ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اپنی محیب صاحب کو اذکی غلط پر متنبہ کر دین صریح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین عدالت و عدم عدالت اور صدق و کذب روایت پر منحصر ہے۔ آپ کے شبہ ثانی صاحب معالم الاصول میں تحریر فرماتے ہیں مختصاً عرض کرتا ہوں۔ وللغیر خبر الواحد شرائط کلمات متعلق بالاول الاول الکلیف الثانی الاسلام الثالث الاحیان الرابع العدالۃ وھی ملکہ فی المقصور بمنعہا عن فعل الکبار والاحوال علی الصغار ومنافیۃ بحدیۃ الخامس الضبط۔ علی ہذا القیاس آپ کو معلوم ہوگا کہ اہلسنت کے نزدیک بھی روایت کا اعتبار اذکی اعتبار پر ہے اگر آپ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتی ہیں اور طریق معرفت عدالت پر چند امور پر موقوف ہے معالم الاصول ہی میں دیکھ لیجیے لکھا ہے

لے خبر واحد خمس کلمہ کریمی شرائط ہیں۔ شعب سلق راوی کے ہیں پہلی شرط مکلف ہونا ہے دوسری اسلام نسبی جان چاہی عدالت اور وہ نفس میں ایک ملکہ ہے جو اسکو کبیرہ گناہوں کو کرنے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے سے روکتا ہے اور ضرورت کے مخالف باتوں سے باز رکھتا ہے۔

تعرف عدالت الراوی بالاختیار بالصحة المتأکدة و ملازمته بحیث نظر احواله و محصل علم  
 علی سر یہ تعلیمات یکنون ذلك ممکنا و هو واضح و مع عدم اشتہار ہا بین العلماء و اہل  
 الحديث و بالقرائن المتکثرة المتعاضدة و بالتزکیة من العلم بما انتہی بقدر الحاجة۔  
 پس جب ہم ہدایت مذکورہ کی راوی ابو جعفر قسمی کی حالات و طرف تفحص کے نظر سے متوجہ ہو کر دیکھتی ہیں تو اہل حق کے اسما الرجال میں اسکا کہیں نام و نشان ہی نہیں پائی عدالت  
 و حفاظ میں تو کہاں ضعیف و مجاہل میں ہی حضرت کا کہیں پنا و نشان نہیں تقریب  
 التہذیب معنی میزان الاعتدال انہیں کسی میں آپکا ذکر نہیں ہاں شکمیں نے مناظرہ  
 کی کتابوں میں آپکا ذکر کیا ہی بسلا اوصاف ہی خاصہ کیسی ہیں مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ  
 نے صدواقع میں اور حضرت خاتم المحدثین علامہ دہلوی نے تحفہ میں ذکر فرمایا ہے مولانا خواجہ  
 نصر اللہ رحمہ اللہ تو اسٹال کلمہ زائد الکذب سے یاد فرماتے ہیں اور تحفہ میں آپ کے خود ہی  
 ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ کس درجہ کی تکذیب فرمائی بخاری کی طرف نسبت کرنا کہ ادنیٰ اپنی  
 صحیح میں ابو جعفر قسمی سے تہلیل کیا ہی سراسر غلط ہے بخاری اور اسکی مشرعی فضیلت کا ناور الوجود  
 نہیں جبکہ دل چاہیے دیکھ لیں یہی اوس میں مرگیا ابو جعفر قسمی کچھ شہر نہیں بلکہ وہ قسمی جس سے امام بخاری  
 فرستھا فرمایا ہی اور شخص سے کہ اس قسمی نے غاسر سے قسطلانی میں ہی رواہ القس فیہم لقا  
 و تشدید المیم المکسورة یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن صالح بن ہاشم بن عامر بن لہج  
 العامر الاشعری من اہل قمر مدینہ عظیمہ حصینہ و اہلہا مشیخہ حاصلة الزہاد

خاتمہ ہوا کہ انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ ابو جعفر قسمی نے یہ بیان کیا ہے کہ

۱۔ راوی کے حالات اس قدر پختہ صحبت اور ملازمت کر سادہ آرائش بھی معلوم ہو جاتی ہیں کہ اسکی احوال خاصہ ہو جائیں  
 اور اسکی جیسی ہوئی حالات پر اطلاع ہو جاوے جسکا ممکن ہو اور یہ امر واضح ہے اور جب یہ ہو سکی تو عدالت علماء اور اہل حق  
 میں شہرت سے معلوم ہوتی ہے۔ اور ذرائع سے جو بہت سی ہوں اور باہم ایک دوسری کی تقویت کریں۔ اور نیز کسی عینی یا  
 کو تزکیہ سے ہی معلوم ہو جائے ہے۔ ۲۔ قسمی بصرہ کا تھا اور تشدید یہ کہ سورہ سے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن ہاشم  
 بن ہانی بن عامر بن لہج العامر اشعری قسمی کے نوگوں سے ہے اور قسمی ایک بڑا مستحکم شہر ہے۔ اور اسکی بڑی  
 شہرت ہے۔



پہلے متصل نہ کر دیں وہاں میں شیوخ الشیعہ مشہور ہیں اس کا بالکل مخالفت منافی ہے کیونکہ وہ جملہ  
 ہمارے کبریاہی کے یہ شخص شیوخ شیعہ اور شہورین اور ان کی سی ہی تو قابلِ رد و انکار ہیں غالباً اہل  
 کہ اصول حدیث کے مسائل میں علی بن ابي طالب، شیخ عبد اللہ بن محمد بن دہوی اور کی تحریرات  
 میں جنابی کے مطابق فرمایا ہو گا کہ جو شخص متہم بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سے سقوط ہے اور  
 بدعت شیعہ میں ملوث ہونا جس کو اہل حق رفض سے تعبیر فرماتے ہیں اس کا ادنیٰ شبہ منقطع  
 اعتبار سے اور درجہ اس کی یہ ہے کہ روایت کی صحت کا مدار صدقِ راوی پر ہی اور ان حضرات کے  
 نزدیک کذب و کفایت بایز بلکہ فرض قطعی ہے جس کی تاہر کہ کو دین سے خارج فرماتے ہیں تو ان کو  
 صدق و کذب کی حالت ایسی متبہ و مشتبہ ہو گئی کہ جس میں امتیازِ احد ہما عن الآخر محال  
 و متمنع ہو گیا تو جس شخص کے نسبت یہ کہا گیا کہ یہ متہم بدعت رفض سے تو گویا اوس سے  
 یہ مراد ہوئی کہ درجہ اعتبار سے سقوط ہی تو جس شخص کے لیے اس کا ان یقین کے ساتھ یہ لکھا  
 گیا ہے کہ یہ شخص اس جماعت کا گروہ اور امام ہے اور از سر تا پا تشیع مصطلح میں غرق ہے  
 تو اوپر قیاس کر لینا چاہی کہ اوس کا سقوط اعتبار کس درجہ میں ہو گا اور حسبِ اوس کا  
 سقوط و عدم اعتبار اس درجہ پر پوچھا گیا تو اب یہ جملہ مستند بدلتجاری الخ جو فی الجملہ  
 وثوق و اعتبار پر دال ہے گویا جواز اجتماع تقيضین کا حکم ہے۔ علاوہ ازیں بخاری اور  
 اوس کے شرح غریز الوجود نہیں اور ہر زمانہ میں اس کی یہی تہذول و کثرت رہی ہے چنانچہ خود  
 امام سے اس کی روایت آلف کردہ جو پوچھی تھی اور نیز خواجہ پارسا اپنی کتاب میں بخاری  
 سے روایات نقل فرماتے ہیں اور اس کی بعض شروح میں یہی نقل کرتے ہیں تو اسی  
 حالت میں عقل سلیم سرگزتہ نہیں کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ  
 سے ہی بلاوجہ اجتہاد اصل کتاب کے انھیں سجانے کا قتل پر اس کا درجہ معتبر اور حسبِ صحیح  
 کہ اس کو اپنی کتاب میں ہی داخل کر دین مخرن بہر گیت سیاق و سباق کو دیکھ کر اس  
 جملہ کے احمق ہونیکا قوی شبہ پیدا ہوتا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اور ہرگز رویا افکار نہیں کیا سرسری غلطی کیونکہ جب مابقی میں بیان ہو چکا تھا  
 کہ اس روایت کا راوی شیوخ شیعہ ائمہ شہودین میں سے ہی تو اب حاجت اس کے رد و انکار کے  
 باقی نہیں رہی کیونکہ اس سے معلوم ہو چکا تھا کہ جعفر روایات بواسطہ اس راوی کے جنہیں  
 یہ متفرد ہو گا مروی ہو نگاہ قابل اعتبار نہ ہو گی سو فی الحقیقت کلام سابق میں اس روایت  
 پر ہی رد و انکار ہو چکا تھا اور نیز جہ ختم روایات اطمینت سے نقل کیا کہ وہ اپنی دعائیں کہا  
 کرتے تھے اللہم العن الرافضۃ فانہم یتعموننا۔ تو اب یہ مریم رو و انکار نہیں تو کیا ہی  
 پر تعجب ہے کہ آپ یہ فرمایا کہ رو و انکار کا اشارہ تک نہیں کیا اور بغیر من محال اگر یہ شیعہ  
 صحیح ہوتا ہم ہماری محیب کا استدلال بالکل فاسد ہی کیونکہ جب یہ بات محقق ہو چکے کہ ابو جعفر  
 راوی شیوخ شیعہ سے ہی تو ہے اگر کسی روایت میں سنہاد کیا تو اس سے جمیع مرویات کے  
 نسبت اعتبار اور وثوق سمجھنا سرسری غلطی اور ناواقف ہی کیونکہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی متہم عیت کا  
 وثوق و اعتبار ہی ہو تو اس کی مرویات کا اعتبار مقصور ان ہی روایات تک ہے کہ جن روایات  
 میں اپنی مذہب کی طرف دعوت نہیں کی اور جن روایات میں مذہب کی طرف دعوت پائی  
 جاوے گی وہ قطعاً واجب الرد و انکار ہو نگاہ سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت سن لی تھی  
 ہی کیا ہی تو یہ روایت وہ روایت ہے جس میں دعوت اپنی مذہب کی طرف نہیں پائی جاوے  
 روایت سے استشہاد مطلق اس کے وثوق پر دل نہیں اور اس سے اس روایت کی نصیحت و تقویت  
 نہیں ہو سکتی جبکہ ہماری مجیب نے اپنا استدلال قرار دے رکھا ہی کیونکہ اس روایت میں صاف  
 اور صریح اپنی مذہب کی طرف دعوت ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری مجیب نے  
 استدلال فرمایا ہے قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن بحسبہ اللہ تعالیٰ و بحولہ فوہ ہم کو اس کے  
 کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ابو جعفر کے مذہب کو کہیں یا روایت کے عدم اعتبار کو اس بناء پر ثابت  
 کریں۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اس کی باقیل سے دیکھا جاتا ہی تو کلمات معلوم ہوتا ہی

کہ خواجہ پارسا نے کچھ سابق سے مذہب شیعہ ائمہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ  
اس مدعا کی یہی ضرورت تھی کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لامحالہ ان کی روایات کو نقل فرمایا  
جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جملہ استشہدہ بخاری ائمہ اپنی ما سبق سے بے جوڑ اور بی ربط  
ہے اور ساقی ہونے کا گمان ہوتا ہی لیکن نقل روایات کے اثناء میں بعض روایات شیعہ کے  
جو موافق روایات اہل سنت کے واقع ہو گئی نو اسلیں ان کو بعد ہی چند روایات اہل سنت کی بھی  
ذکر کر کے پیر اصل بیان کی طرف عود کیا جو کہ مقصود تھا یعنی بیان مذہب شیعہ کی نسبت شیعہ  
کر دیا تو اس سے یہ سمجھنا کہ خواجہ نے روایت مذکورہ اپنی مقبولہ بیان کے تہی سر غلطی سے منشا  
اس غلطی کا یہ ہے کہ اول تو یہ نہیں سمجھ کر کہ یہ مذہب شیعہ کا انوکھا روایات سے بیان سورہ  
دوسری غلطی ہوئی کہ جو روایات اثناء میں تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تہی ان کی نسبت یہ  
نہیں خیال کیا کہ یہ محض بطور جملہ معترضہ کہیں اوسکی بعد یہ غلطی ہوئی کہ جب روایات اہل  
کو ختم کر کے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اوسکو یہ نہیں سمجھا کہ رجوع الی المقصود ہے کہ اپنی  
دشمنی سے یہ سمجھ گئی کہ خواجہ صاحب عریہ اپنا مذہب اور اپنا معتقد علیہا کر رہی ہیں  
حالانکہ یہ گمان بالکل غلط تھا اب میں تمام عبارت متعلقہ من اولہا اے آخرہ فصل الخطا  
کو نقل کرتا ہوں اور ناظرین جو اسکے حضرات میں عموماً اور اپنی محیب کی خدمت میں خصوصاً  
گزارش کرتا ہوں کہ ذرا ملاحظہ فرمادیں اگرچہ نقل تمام عبارت خالی از اذہاب و تطویل نہیں  
لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہی اسلیں آپ مجھ کو معاف فرمائیں گی۔ وقال الامام فخر الملة  
والدين الرازي الصارحاً رحمۃ اللہ فی کتابہ المحصل اما الامامیۃ فالذی استقر علیہ رایہم ان  
الامام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم ولده الحسن ثم اخوه الحسین

اور نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب محصل میں فرمایا ہے۔ لیکن جیسے اس کی ای بڑی ہی ہے  
کہ امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں پھر ان کو فونہ حسن بن علی  
پھر ان کو پیرا ہی حسین رضی اللہ عنہ۔





اولہ خیر اخرہ و کیف یملک امة انا اولہا و اثناعشر خلیفہ من بعدک و المہاجر عیسیٰ بن  
 مریم اخرہا و فی کتاب نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تألیف  
 الشیخ الامام العارف الولی ابی عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی قدس اللہ تعالیٰ  
 روحہ و نور ضریحہ فی الاصل الرابع والعشرون والمائة حدثنا الحسين بن عمر بن شقیق البصری  
 قال حدثنا سلیمان بن طریف عن معمر بن کحول عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہما قال قال رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر امتی اولہا و اخرہا و فی وسطہا الکذب حدثنا صالح بن عبد اللہ  
 قال حدثنا علی بن یحییٰ عن یحییٰ بن عزیق عن یحییٰ بن عبد اللہ المزنی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہما  
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر لا یدرأ اولہ و اخرہ و اخرہا صالح بن حارث  
 الجعفی عن ثابت البنانی عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یبذل حدیثہ الفاضل  
 بن محمد حدثنا ابی ابراہیم بن الولید بن سنان الدمشقی ثنا ابی ثناء عبد الملک بن عقبہ  
 الافرقی فی الواسطی عن ابی یوسف عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ عن عبد الرحمن بن سمرہ قال  
 لعثنی خالد بن الولید بشرا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم موقعة فلبما دخلت  
 علیہ قلت یا رسول اللہ فقال علی رسلک! عبد الرحمن اخذ اللواء زید بن حارثہ  
 فقاتل زید حتی قتل رحمہ اللہ زید الثور اخذ اللواء جعفر فقاتل جعفر حتی قتل رحمہ اللہ جعفر

اولہ اول بہتری یا آخر آوردہ امت کیونکہ ہر ایک کی اول میں میں اور بارہ خلیفہ میری بھی اور سچ ابن مریم او کی آخر  
 میں بھی اور کتاب نوادر الاصول فی معرفة اخبار الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تألیف الشیخ الحکیم ترمذی قدس اللہ روحہ و نور  
 ضریحہ کا ایک سو چوبیسواں میں ہے جو آوردہ اسی سلسلہ مذکورہ روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بہتر امت  
 اول اور آخر اور کسا ہوا وہی درمیان میں جو ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری  
 امت کی مثال مثل بارش کی ہو کہ یہ نہیں جانا جاتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔ اور بواسطہ انس رضی اللہ عنہ نے ذکر رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم سے مثل بارش کی ہوئی ہے۔ اور عبد الرحمن بن سمرہ سلسلہ مذکورہ روایت ہے وہ کہنے لگے کہ جبکہ جنگ موقعة کے روز خالد بن ولید  
 نے فتح کی تو شہنشاہی سنائی کی یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا جب میں حاضر ہوا عرض کیا یا رسول اللہ تو  
 فرمایا اے عبد الرحمن! زید بن حارثہ نے جھوٹا لیا اور قتال کیا یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ تعالیٰ نے زید پر رحمت کر کے  
 پر جہیز دے دیا وہ لڑا یہاں تک کہ مقتول ہوا اللہ تعالیٰ نے جعفر پر رحمت کر کے۔

اخذ اللواء عبد الله فقاتل قتل رحمة الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله لخالده  
فخالد سيف من صيوف الله فبكت اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم جوف  
فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا لا نبكي وقد قتل خيارنا واشرافنا واهل الفضل منا  
قال لا يبكيوا فانما مثل امتي مثل حديقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكبهما  
وهياء مساكنها وخلق سبعينها فاطمت عاما فوجا ثم عاما فوجا فاجل اخرها  
طما يكون اجودها فتوانا واطولها ثم اخا والذي بعثني بالحق ليتجدد ابن مريم في  
امتي خلفا من حواريه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق الكندي قال حدثنا عيسى بن  
يونس عن صفوان بن عمرو السككي عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير الحضرمي قال لما اشتد  
جزع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على ما صيب مع زيد بن حارثة يوم مونة  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدركن الميخ من هذه الامة اقوام انهم مثلكم  
او خير منكم ثلاث مرات ولن ينجزى الله لقاء امة انا ولها والمسيح خرها قال ابو عبد الله  
رحمه الله فمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا ثم على المنة فقال كنتم خيرا ممة  
اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ فَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَالْمَوْصُوفُ  
بِالسُّطَةِ هُوَ الْمَوْصُوفُ بِالْعَدْلِ لَا يَمِيلُ إِلَى افراط ولا إلى نقصان فالميزان لسانه في وسطه

سے پھر جب اللہ نے جنت الیاء اور کرم قتل ہوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر جنت کرمی پھر خالد نے جنت الیاء میں اللہ نے خالد کو فتح دیا اور خالد اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
ایک نور پر پہنچا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھی اور وہ آپ کی گردن پر آگے پڑا تم کہیں روئے ہو عرض کیا ہم کینہ نہ رکھتے رہیں۔ حالانکہ ہماری بہتر  
اور شرافت اور بزرگی والے مقتول ہوئی فرمایا استیفاء کیونکہ میری امت کی مثال مثل اوس بن غزو کی سی کہ اوس کا لاکہ دیکھی ایسی بہتر اور  
اور بہتر کہ جو کہ تہ میں سی دوسری کہ جو نکلی ہوئی کو اکھٹا کر اور اسکی رہتی کے جگہ کو تیار کیا اور اسکی شاخون کو ہر ایک کیا پس اپنی  
ایک سال ایک جماعت کو پہل دیا پھر دوسری سال اور جماعت کو پھر قبیری پر پس اور جماعت کو پس شاید پہلے پہل والا سمجھ  
خوشون والا اور لہجہ شاخون والا ہو پس اس ذات کی قسم جس نے جس کو حق کے ساتھ بھیجا ہی۔ ابن مہر میری امت  
میں اپنی حواریں کا جانشین پائیگا۔ عبد الرحمن بن جبرین نفیر سردی ہی جبکہ جنگ موند کر دن اور ہر زید بن حارثہ کی مانند شہید ہو کر  
صحاب کا داویا سخت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا اس امت کی بعض لوگ میری بن مہر کو ہینگی وہ تم جیسی یا تمسی بہتر ہوگی اور  
اللہ تعالیٰ اس امت کو دوا نہیں کرے گا جبکہ اول حق اور آخر میں سچ ہوگا۔ ابو عبد اللہ اللہ عز وجل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصاً احسان کیا  
پھر حسان کر لیا اور فرمایا تم بہتر امت ہو جو لوگوں کو نیکوئی دکھائی گئی ہو۔ اور اس طرح کیا ہستی تلو گروہ بہتر ہی کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور جو دھڑ ہونی کے  
ساتھ موصوف ہو وہی دل کے ساتھ موصوف ہو جو انراہ تفریق کی طرف مائل ہو پس ترزا دکا کا نام اسکی بیچ میں ہوا ہو۔ ۱۲۔

باستواء الطرفين والكفتين يستوى لسان الميزان ويقوم الوزن فجعلت اوتار هذه  
 الامة واواخرها من يهدون بالحق وبه يعدلون فجعل اولها واواخرها ككفتي الميزان  
 يستويان وما بينهما من الكدر والشج والعوج كلسان الميزان يستقيم ولا يميل هكذا  
 وهكذا باستواء الكفتين فمعناه ان يخوض هذا الوسط بهذين الكفتين فانه ان مال  
 الوسط الى احدى الجانبين مال الى ركن وثيق فغير استواء هاتين الكفتين اعوجاج هذا  
 الوسط ونجبه الا يرى انه عظم فقال وكذلك جعلناكم امة وسطا اي عدا وفي وسط  
 الامة اعوجاج فكما كان في استواء الكفتين استقامة اللسان فكذلك في استواء اوتار  
 هذه الامة واواخرها يقوم الوسط فلا يهلك وقد جاء في الخبر انه سيظهر العذر في اخر الزما<sup>ن</sup>  
 وتقبل الناس على امر الله سبحانه حتى يتم حجة الله على عباده وقد اخرج ابو جعفر القمي المندرج في  
 علامات الامام وذكر فضل الامام عز الرضا رضي الله عنه انه قال للاسام علامات يكون  
 اعلم الناس واحكم الناس واحلم الناس واتقى الناس واسخى الناس وانجح الناس  
 واعبد الناس ويولد مختونا ويكون مطهرا ويرى من خلفه كما يرى من بين يديه واذا وقع  
 على الارض من بطن امه وقع على راحته ارفع صوته بالشهادتين ولا يتكلم وبياض عينه ولا  
 ينام قلبه ويكون محدثا ويستوى عليه درع رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكون جنته

۱۔ اور: دونوں کی برابری کا نام بھی برابر رہتا ہے اور دونوں ہی برابر رہتا ہے۔ پہلی اس امت کی پہلی اور پہلی۔ لوگ کی کسی جو سچا رہتا ہے  
میں اور کچھ مانتے انصاف کرتے ہیں۔ پس اس کی داد و خد کو مثل قرار دے۔ چونکہ کیا جو برابر رہتی ہیں اور ان کی در بیان میں کہ دروت اور کچی ہو  
جیسی نواز کا کا نام مستقیم رہتا ہے اور چونکہ برابری کے سبب دہرا دہر نہیں جھکتا تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی سبب سے دریا  
ہی بات یا جائیگا کیونکہ اردو میں ان دونوں جانیوں میں سے کسی طرف مان ہوگا تو مضبوط۔ مگر کی طرف مان ہوگا۔ نواز و دونوں  
پون کی نامہ ساری اس در بیان کی کہی ہے۔ کیا جھکو معلوم نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے عام طور پر فرمایا ہے (اس طرح کیا کہی ہو مگر درود)  
حالانکہ اس امت میں کہی ہے۔ پس اس طرح چونکہ برابری میں کائنات کی سہ ساری حاصل ہوئی ہو۔ اس طرح اس امت کے جہوں  
در بیان کی صلاحیت سے مدد کا قیام ہی خود ہوا ہوگا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں علم خدا ہر ہوگا اور لوگ اللہ کی  
دین پرست نہ ہوں گے نہ جانتا کہ اللہ کی محبت اس کی بندوں پر پوری ہو۔ اور اسی ابو جعفر قمی نے علامات امام میں شرح کی ہے  
در امام کا بزرگی امام خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل کی ہے اور انہوں نے فرمایا ہے امام کے یہی نشانیاں ہیں وہ یہ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم ہو اور سب سے  
زیادہ عالم اور سب سے زیادہ سلیقہ والا ہو۔ اور سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ عالم ہو۔ و جمہور اور مستند و بلند اسرار  
جیسا ماضی سے درج ہے۔ یہی سب سے زیادہ اور جب ان کے بیت سے کچھ کہ شہادتین کا رکھتا ہو انیسویں کی بل زمین بہ آدمی اور مستقیم ہو اور  
انہیں سو فی دہر ہو اور مستقیم اس کے کلام کرتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نذرہ لہی جان جو برابر باقی ہو اور اس کی پس ۱۱۔



عليه روحه وذلك قول الله عز وجل اذ قال الله يا عيسى بن مريم انا قد جعلتك نبياً ورسولاً  
 من الامامة اجل قدر او اعظم شأناً من ان يبلغ ما الناس يعقلونهم او يتألمونهم بارايهم الامام مخصص  
 بالفضل كله من غير طلب منه ولا اكتساب بل احقاص من من المفضل الوهاب تحير الحكماء  
 وتقاشرت الاولياء وعجزت الادباء وحشرت البلغاء عن وصف ثمان من شؤنه او فضيلة  
 من فضائله يومئذ الله عز وجل من مخزن علمه وحكمه ما لا يوتي غيره وعن الرضا عليه  
 السلام انه قال ان سرك ان يبلغ الله عز وجل ولا ذنب عليك قرأ الحسين رضي الله عنه  
 بكتب الحسين رضي الله عنه سالت دموعك على خديك غفر الله لك كل ذنب وان سرك  
 ان يكون لك من الثواب مثل ما لم تستشهد مع الحسين رضي الله عنه من اهل بيته وهم  
 ما لهم في الارض شبيهه فقل مني ما ذكرت يا ليتني كنت معهم فافوز فوزاً عظيماً ولقد  
 نزل الى الارض من ملائكة اربعة الالف لضره لم يؤذن لهم فهم عند قبره شعث غبر الى ان  
 يقوم القائم رضي الله عنه فيكونون من الضارده وسئل الرضا عن قبر فاطمة رضي الله عنها  
 فقال دفنت في بيتها فلما زادوا المسجد صاد قبرها المسجد وعز الرضا رضي الله عنه انه قال  
 من شد رحله الى زيارتي استجيب دعائه وغفرت له ذنوبه من زارني في تلك البقعة كان  
 كمن زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وكتب الله له ثواب الف حجة مبرورة والفرع مقبول

اور پير الله عز وجل کا قول ہے (جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ بن مریم میں نے تجھ کو دنیا سے بلوغت اور اپنی طرف لوٹاؤنگا۔) بیشک امامت باعتبار بزرگی ہزاروں  
 عظمت شان کو اس سے بالاتر ہے کہ لوگ اس کو اپنی عقلوں سے پہنچ سکیں اور اس کو دایوں سے کی سکیں امام پوری بزرگی کے ساتھ مخصوص ہے جو دن طلب اور  
 کہے کہ جو مفضل باب کی طرف سے محض اختصاص ہے اس کی احوال میں سے ایک حال اور اس کی فضائل سے ایک فضیلت کو وصف سے حکم حیران اور  
 دلی قاصر اور ادیب عاجز اور بلیغ گوئی اللہ تعالیٰ اپنی علم و حکمت کی خزائن سے جھقڑا دے کہ دوسری کو نہیں دیتا۔ اور نیز امام رضا سے ہی  
 فرمایا اگر تجھ کو پسند آوی تو خدا سے ملی اور تحریر کوئی گناہ بنو تو امام حسینؑ کی زیارت کر اور اگر تو حسینؑ پر روادھی اور تیری آسوخ ضار دین پریمین اللہ تعالیٰ  
 تیری تمام گناہ بخش دیگا اور اگر تجھ کو خوش ملے تو تجھ کو ہی اس قدر ثواب ملی جس قدر آدھ کو ملا ہے جو حسینؑ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی امت سے شہید  
 ہوئی حالانکہ وہی زمین پر اور نکاح میں نہیں تو تو یہ کہہ دے میں مجھ سے بڑی دکان ہوں۔ یا لیتنی کنت ہم فافوز فوزاً عظيماً۔ اور زمین پر چار ہزار  
 فرشتے اس کی ہر ایک بی نازل ہوئی۔ لیکن ان کو اجازت نہ تھی پس وہ اس کی قبر کے پاس پہنچ کر سرخسار آلودہ قائم رضی اللہ عنہ کی قیام تک رہ گئی اور  
 اس کی ہر ایک کھجور کی سی امام رضا سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پوچھا فرمایا اپنی گہر میں دفن ہوئیں اور جب مجھ میں آئے تو اس کی قبر سے زمین ہو گئی اور  
 اور امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا جو شخص میری زیارت کی نیکی کجاہ باندھے اس کی دعا قبول ہو اور اس کی گناہ معاف ہوں اور جو  
 شخص اس کے بعد میری زیارت کری گویا وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیارت کی اور اس کی نیکی ہزار حج مقبول اور ہزار عمرہ  
 مقبول کا ثواب کہہ جاوے گا۔

وكنت انا وابائى شفاعوه يوم القيمة وهذه البقعة روضة من رياض الجنة وتختلف  
 الملائكة لا يزال فوج ينزل من السماء وفوج يصعد ان ينقح في الصور وعن رسول الله <sup>صلی</sup>  
 الله عليه وسلم انه قال سيد من بضعة منى بارض خراسان ما دارها مكروب <sup>نفس</sup>  
 الله كما كرتبه ولا مذهب الا غفر الله تعالى ذنوبه وعن الرضا رضی الله عنه من زارني وهو  
 على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه وعن الرضا رضی الله عنه من زارني عارفاً بحق <sup>لله</sup>  
 تعالى له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وعن الرضا رضی الله عنه من زارني في غربة كان <sup>مع</sup>  
 في درجتي يوم القيمة مغفوراً له وعن علي بن محمد بن الرضا رضی الله عنهم انه قال من زار <sup>الرضا</sup>  
 فاصابه في الطريق قطرة من السماء حرم الله تعالى جسده على النار وعن علي بن محمد الرضا  
 رضی الله عنهم انه من كان <sup>قال</sup> له الى الله عز وجل حاجة فليزر قبر جد الرضا رضی الله عنه وهو  
 على غسل وليصل عند راسه ركعتين وليسأل الله تعالى حاجته فانه يستجاب له ما لم يسأل  
 في مائمه او قطيعة رحم وان موضع قبره لبقعة من بفاع الجنة لا يوردها مؤمن الا  
 اعتقه الله تعالى من التام وادخله دار القرار وعن الصادق رضی الله عنه انه قال ان  
 زار واحدا من الائمة فكأنما زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل للرضا رضی الله عنه  
 علي بن فوكا بليغا كما ملا اذ ازرت واحدا منكم فقال اذا صوت لك الباب فقف واسم

الادوية من بين اديري آباء او سلفي شفيع بونكي اور بيجو جنت کی باغین چکابا م اور شتون کا آند رفت کی جگہ پر نفع صورتیکہ ہمیشہ  
 ایک جہت فرشتگی اور بونگی اور ایک چٹھنگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوا یا غریب میرا کت جگر خرابان کنہ میں ہوتا  
 ہوگا جو سختی سپیدہ او سکی زیارت کرے خدا او سکی سختی دور کرے اور جو کنگہ را او سکی زیارت کرے او سکی گناہ معاف کرے گا۔ اہم رضی اللہ عنہ  
 سو موی ہی فرمایا جو شخص ہذا میری زیارت کرے اپنی گناہوں سے ایسا پاک ہو جائیگا۔ جیسا کہ ان کے پیٹ سے پیدا ہونے کی دلی تھا  
 اہم رضا رضی اللہ عنہ سردی ہی جو شخص میرا حق سب سے پہلے میری زیارت کرے او سکی پہلے چلے گناہ طاق کی بخشیا۔ اہم رضا رضی اللہ عنہ سردی ہی  
 جو شخص میری عزت میں میری زیارت کرے قیامت کی دن میری ساتھ میری درجہ میں بخشا ہوا ہوگا۔ علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہ  
 سردی ہو فرمایا جس شخص نے اہم رضا کی زیارت کی اور بہت میں اسکو آسمان سے سینہ کا قطرہ پہنچے گا اللہ تعالیٰ اسکی ہر گنہ کو دوزخ پر چڑھا  
 کر دیگا۔ علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہ سردی ہی فرمایا جسکو خدا کی طرف کوئی حاجت ہو چاہی کہ خدا کو ارادہ رضا کی قبر کی زیارت  
 کرے اور اسکو متصل دو رکعتیں پڑھے اور اللہ سے حاجت مانگے تو او سکی دعا قبول ہوگی جتنا کہ گناہ اور قطع رحم کے دعا نہ کرے اور  
 او سکی قبر کے جگہ جنت کے ٹکڑے میں سے ایک ٹکڑہ اسی جہان او سکی زیارت کرے گا اللہ اسکو آگ سے آزاد کرے گا اور اسکو جنت میں داخل  
 کرے گا۔ اہم صادق رضی اللہ عنہ سردی ہی فرمایا جس نے کسی اہم کی زیارت کی تو یا او سنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اہم رضا رضی اللہ عنہ  
 کسی نے ہذا جگہ کوئی بیٹھ کا دل کیلے پہلا سحر کر میں آہلی زیارت کر دقت پڑے جو نہ فرمایا جب دروازہ پہنچا سنی تو تیرا دشمن دین پرورد

الشہادتین وانت علی غسل واذا دخلت ورايت القبر فقف وقل الله اكبر الله اكبر  
 ثلاثين مرة ثم امش قليلا وعليك السكينة والوقار وقارب بين خطاك ثم قف و  
 كبر الله عز وجل ثلاثين مرة ثم اذن من القبر وكبر الله عز وجل اربعين مرة تامر مائة مرة  
 ثم قل السلام عليكم يا اهل بيت الرسالة ومختلف الملائكة ومصطفى الوحى وخزان العلم  
 ومنتهى الحكم ومعدن الرحمة واصول الكرم وقادة الاحم وعناصر البرار ودعائم  
 الاختيار وابواب الايمان واصناف الرحمن وسلالات النبیین وعتره صفوة المرسلین صلی اللہ علیہ  
 وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على ائمة الهدى ومصابيح الدجى واعلام النقي وذوى  
 الحجى والنهى ورحمة الله وبركاته السلام على محال معرفة الله تعالى السلام على مساكن ذكره  
 تعالى ومساكن بركة الله تعالى ومعادن حكمه الله تعالى سر الله عز وجل وحمة كتاب الله عز وجل  
 وورثة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على الدعاة الى الله عز وجل  
 والادلاء على مرضات الله عز وجل والمظهرين لامر الله عز وجل وبه فيه والمخلصين فوجده  
 الله سبحانه ورحمة الله وبركاته انى مستشفع الي الله تعالى بكم ومقدم مكرام طلبة وارادتموها  
 وحاجتى شهد الله سبحانه انى مؤمن بكم وعلائقتكم وانى ابوا الى الله عز وجل من عدو

اور تو نہایا ہو اور جب اندر جائی اور قبر دیکھی تو ہر اور تیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ پھر تھوڑا سا تسکین اور دعا کے ساتھ چل اور چوٹی  
 ت م کہ پھر ہر اور تیس مرتبہ تکبیر پڑھ پھر قریب کے قریب ہو اور چالیس مرتبہ تکبیر پڑھ پھر پوری سو مرتبہ جو گئی پھر کہ تم پر سلام ہو  
 اسی بل بیت رسالت اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ اور وحی کے نزول و جگہ اور علم کے خزانچى اور علم کے ختم ہونے کی جگہ اور رحمت کی  
 کان اور کرم کے اصل اور سنون کی سردار اور نیکیوں کے عنصر اور بہترین کی ستون اور ایمان کے ہر راز میں اور خدا کی امانت اور انبیاء کے  
 خلاصہ اور رسولوں کی برگزیدہ اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں سلام اور پرامنہ پرمی اور اندر میر و نیکی چرخ اور تقویٰ کے  
 جہنہ می عقل و دانش والے اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی محلوں پر سلام اللہ تعالیٰ کے ذکر اور برکت  
 کی مساکن پر سلام اور اللہ کے حکمت اور ہدایت کی کا نوں پر اور اللہ تعالیٰ کے ادبانی والوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داروں پر سلام اور  
 اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں خدا کی طرف بلانی والوں پر اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں اللہ کی طرف رادہ تباری والوں پر اور اللہ کی امر دینی کے ظاہر کرنے  
 والوں پر اور اللہ کے توحید میں اخلاص والوں پر سلام اور اللہ کے رحمت اور برکات ہوں اللہ کی بیان تمہاری شفاعت چاہتا ہوں  
 اور اپنی مطلب اور سوال اور ارادہ اور حاجت سب کی تکمیل میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ مجھ کو تمہاری حق ہر دامن  
 پر ایمان ہے - ۱۲ -

الْحَمْدُ مِنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ وَسَلَّمْ وَسَلِّمًا وَعَنْ الرِّضَا  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَبِلَ يَارَسُولَ اللَّهِ مَتَى يُخْرِجُ  
 الْقَائِمُ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ مِثْلَ السَّاعَةِ لَا يُجْلِبُهَا لَوْ قُتِلَ إِلَّا هُوَ  
 نَقَلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَعْتُهُ وَبِرَوَايَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ فِي صِفَةِ الْمَلِكِ  
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِحُكْمِ الْعَدْلِ وَيَأْمُرُ بِهِ يُخْرِجُ مِنْ تَعَامَةٍ يَصْدَقُهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي قَوْلِهِ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تَجْمَعُ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَقْصَى الْبِلَادِ عَلَى أَعْدَاءِ أَهْلِ بَيْتِ ثَلَاثِيَةِ وَثَلَاثَةِ عَشَرَ حَلًّا  
 مَعَهُ صَحِيفَةٌ مَخْتُومَةٌ فِيهَا أَعْدَاءُ أَصْحَابِهِ بِأَسْمَائِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَحُلَاةُ هِمْلِهِمْ لَعَلَّهَا إِذَا حَانَ وَقْتُ  
 خُرُوجِهِ انْتَشَرَ ذَلِكَ الْعِلْمُ وَانْشَلَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَتَادَاهُ الْعِلْمُ أَخْرَجَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ وَلِيَّ  
 سَيْفٍ مَعَهُ فَإِذَا حَانَ وَقْتُ خُرُوجِهِ انْقَلَعَ ذَلِكَ السَّيْفُ مِنْ غَمْدِهِ وَانْطَقَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
 وَتَادَاهُ السَّيْفُ أَخْرَجَ يَا وَلِيَّ اللَّهِ فَيُخْرِجُ وَيَقِيمُ حُدُودَ اللَّهِ وَيُحْكِمُ بِحُكْمِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حِلَّ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ عَمِيدِهِ وَهَيْكَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ سَيِّدِ طَرِيقِ الْمُرْقِيَةِ وَهُوَ بِي الْمُنِ أَصْحَابُ طَوْلِي الْمُنِ قَالَ  
 بِهِ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ جَعْفَرٍ الصَّادِقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنَاثَا عَشْرَ مَعْدٍ بِأَمْضِي سِتَّةَ  
 وَبَقِيَ سِتَّةَ وَيَضَعُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي السَّادِسِ مَا أَحَبَّ وَمَا قَبِلَ فِي مَرَاتِيَةِ الرِّضَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

۱۰ اور میں آل محمد کی دشمنی خواہ جن ہوا ان انسان اللہ کی طرف تیز ہوں اور رحمت ہو اللہ کی محبت پر اور اسکی اولاد طہرین  
 پر اور سلام ہو۔ امام رضا اور اسکی آباؤ اسی راایت ہی کہ سبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی بوجہ یا رسول اللہ آپکی اولاد سے قائم کب  
 ظہور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اسکی مثال قیامت کی ہی دہی ظاہر کر گیا اسکا اسکی وقت پر بہاری ہی آسمانوں میں  
 اور زمینوں میں تہا رہی پاس میں آگئی مگر آگے ان اور اہلبیت کی راایت سے ہی ہدی رضی اللہ عنہ کی صفت میں کردہ اصناف کو چشم  
 حکم کر گیا۔ تہا رہی زمین سے نکلیگا اللہ تعالیٰ اسکی نواں کی تقدیر کر گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کر گیا اسکی ہی نصی  
 عا دوسرے میں سوئے آدمی بقدر تقدیر اول درجہ کہ آگئی اگر کسی اور اسکی پاس ایک ہو ہی صحیفہ ہوگا جس میں اسکی اصحاب کی تقدیر اور  
 اسکی نام درج ہوگا اور اسکی صبر کا وقت قریب آئیگا تو یہ علم منتشر ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا کر گیا ہو  
 بکار گیا اسی ولی اللہ علی اور اسکی نواں میان میں ہی جب اسکی خروج کا وقت قریب ہوگا وہ نواں بنی سیان سے نکلیگا اور اللہ تعالیٰ اسکو گویا  
 کر گیا اور نواں اسکو پکارے گی اسی ولی اللہ علی پہر نکلیگا اور اللہ تعالیٰ اسکو دوقائم کر گیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ حکم کر گیا جبرئیل علیہ السلام  
 اسکی راہ میں اور سیکارے علیہ السلام اسکی راہ میں ہوگا مبارک ہو جو اس سے ملا مبارک ہو جسکی اسکو دست رکھا گھر وہ جو اب کے قائل  
 امام ابو عبد اللہ جعفر صادق سے روایت ہے فرمایا ہم میں باہر ہونے میں چھ گز چکی اور چھ باقی رہی اور اللہ تعالیٰ چھٹی میں جو چھ گز  
 رکھیگا۔ امام رضا کے فرمودہ میں کہی کہا ہے۔



اب اہل علم و انصاف اس عبارت میں بظہر تامل ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اول خواجہ پارسی  
 فی مذہب شیوہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اور اسکی بعد از ان روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن  
 سے ائمہ اثنا عشر کی امامت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور ان روایات کی مخرج کی مذہب کو بیان کر دیا تا  
 لوگ اسکی ان روایات سے دھوکا نہ کھاویں جو متضمن بیان مذہب کو ہوں۔ اور اگر احاطہ نہیں ہو  
 تو غلطی سے استہاد بخاری نقلاً عن الانساب نقل کر دیا ہے اسکی اسی قمی راوی سے چہی روایت  
 جو کتاب الحفصال میں مروی ہے۔ اور مطابق روایات اہل حق سے نقل کی اور اسکی مخیر اہل سنت کی  
 روایات سے کر کے اسکی تاویلات سابقہ کی طرف اشارہ کیا اور انکو یاد دلایا اور اس روایت کی  
 نقل سے اس امر کی طرف کیا گیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مختصرہ میں  
 اور صحیح بیہمی سے جو موبد بروایات اہل حق سے بعد اسکی ساتویں روایت اسی سے نقل کی جو  
 کتاب الحفصال میں مذکور ہے اور اس میں بطور ثبوت کہ دو امر ارشاد ہوئی ہیں ایک یہ کہ ائمہ کے  
 مثل باران عیسیٰ سے جسکی اول و آخر کی تمیز، غیرت و نفع رسانی میں، دشواری و دوسری یہ  
 کہ جس امت کو اول ثن میں اور ائمہ اثنا عشر ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہوں وہ کیونکر  
 ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی الحقیقت یہ روایت بھی روایات اہل حق کے مطابق تھی جزو  
 اول و مطابق ہی خود ہم میں کہ خلفائے اثنا عشر ختمی نے اپنی طرف سے تراش کر بڑھا دیا حالانکہ  
 اپنی مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اول امت میں شمار کرنا غلط ہے امام قائم  
 بالامر و آخر امت میں متصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہیں نہ اول امت میں پس حضرت  
 صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ رہا ورنہ یوں فرماتے انا واحد عشر خلیفہ من بعد علی ہذا  
 والامام القائم بالامر عیسیٰ بن مریم آخر ہے۔ اور اگر ترکیب عبارت اس طرح ہے انا اولھا و اثنا عشر  
 خلیفۃ من بعدک والمسیح بن مریم کا عطف اثنا عشر پہلی تو اول سے بھی زیادہ غلط  
 چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے بیکر آخر تک جانب آخر امت میں کہیں  
 بہر ہی المصلحان اور خلاف واقع ہے تو اسلی خواجہ پارسی علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی الجملہ اس روایت کی مطابق ہی ذکر و اشارہ کر دیا کہ اس روایت میں لفظ دلتنا عشر خلیفہ  
 بعدی حضرت قمری کا اقرار و اختراع ہے پہر یہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کی طرف جو ائمہ  
 کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا ہے رجوع کیا اور اسی ابو جعفر قمری کے روایت علامات امام  
 میں نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل مجیب نے اپنی استدلال میں پیش کیا اور اپنی کمال دہشمنی سے  
 یہ سمجھ گئی کہ یہ روایت خواجہ پارسا کی مقبولہ ہے اور کوسر یہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل  
 روایت سکوت کیا تو یہ سکوت قبل قبول تسلیم روایت ہے اور یہ نہ سمجھی کہ مقصود اس روایت کی  
 نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہے اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچھ تعلق نہیں اور اسکی بعد  
 اور ردائین شیعہ کی متعلق منضائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام روایات شیعہ کو جو ائمہ کی  
 حق میں مبالغہ آمیز روایتیں کرتی ہیں اور انکی منافق و مدائح میں غلو و اغتراف فرماتی ہیں یہاں تک  
 کہ انبیاء کے مرتبہ سے بھی بڑھ دیتی ہیں سپر جناب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آتی ہے یہاں تک  
 فی صنفان محب مفرط الخ روایات اہلبیت سے تکذیب فرمادی اور کبار اہل بیت سے نقل فرمایا  
 کہ وہ اپنی دعائیں جناب باری خوشائے عرض کیا کرتے تھے اللہم العن المرافضة فانہم یتھمونا  
 افسوس کہ اسپر ہی آپ یہی فرماتی ہیں کہ خواجہ پارسا نے بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسکو  
 تسلیم کے دلیل قرار دیتی ہیں۔ اگرچہ یہ بحث کسب قدر طویل ہو گئی ہے لیکن ایک گذر شاہ باقی دیکھو  
 ذرا گوش انصاف و ہوش اس طرف متوجہ فرما کر سن لےجی وہ یہ کہ کمال تعجب و رہنمائی افسوس ہے  
 کہ آٹھ باوجودیکہ من نمیز سی ہے آٹھ مناظرہ میں تو غل و انہماک رہا اور بہت کچھ کہتے ہیں دیکھو ڈالی  
 اور بہت لوگوں سے سنا کہ کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ ہمیں صرف کیا اور یہاں تک کہ خلیفہ  
 وغیرہ میں حق لہفتین کا مرتبہ بھی بزرگم خود حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بھی کوئی سبقت  
 نیگی با اینہم ادعائی ہے دانی تحفہ کو بھی ملاحظہ فرمایا جو اس دستاں کے اطفال کا پیرا سبق ہے  
 کہ اسکی مصنف خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شب کا کیا استیصال کیا ہے چہی اسید ہی کہ اگر  
 آپ اسکو ملاحظہ فرمائی تو اس دلیل کا نام ہی نہ لیتی یہی اب میں تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہوں



لا ابن بابويه والضابط في كتاب الانساب ان يعطى احد المشويين نسبة واحدة  
 اخروا وعطف مكتوبة بالحجرة فاعل تاسمخ نسخ ذلك البعض سها نكتب تلك الواو  
 بالسواد حتى ظن من رواة ابن بابويه وان ما بعده وهو قوله مستشهد به البخاري  
 ما يتعلق بحال ابن بابويه والواقع ليس كذلك بل تمت ترجمة ابن بابويه الى قوله  
 روى عنه محمد بن طلحة النخعي وابداه بقوله ويعقوب بن عبد الله بن سعد  
 استشهد به البخاري في ترجمة اخرى وكل هذا نشاء من غلط التاسمخ وقرض التاسخ  
 اشد تعليطا من هذا القدر والله العاصم عن كل زلل - انتهى  
 بلغة الشریف اب اس تقریر صاف و اسح ہو گیا کہ ابو جعفر قمری ہی نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے  
 استشهدا کیا اور نہ انساب میں بخاری کا اس سے استشهدا منقول ہے صرف بعض متاخرین کو کاتب  
 کی غلطی غلط واقع ہو گئی ہے اور اسح ہو کر بالفرض اگر بعض سے مراد علامہ داؤدی ہے کی خواہہ پارس  
 ہی تاہم اس تقریر کا مدار اسی پر ہے کہ اس عبارت کو خواہہ ہم کی تسلیم کریں یا نہ کریں اور اوہیں اس کی حق  
 نسبت چون چڑا کی جاویں۔ چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرائن خارجہ ہی پر ہی ہمیں گفتگو کی  
 گنجائش ہے اور جواب بدون اس کی ہی حاصل تھا تو اہل بی حضرت خاتم المحدثین صاحب تحفہ نے اس عبارت کو  
 خواہہ پارس کی ہی تسلیم و فرض کر کے جواب تحریر فرمایا جواب بعد اس کی اس تقریر میں اور تقریر بعد  
 میں جو سلسلہ الحاق بیان ہو چکی ہے باہم کچھ تعارض و تناقض نہیں ہے اب اس قدر گوارش کرنا اور با  
 رکھنا ہے کہ بعد ازاں ایسی کسی دہریہ و مومنوعات و مفتریات سے اہل سنت کی مذہب پر خراب  
 واقع ہونا محالات ہے۔ لیکن یہ ہے روایت کہ جسکی ماضیہ کا ذبیہ سے امامیات وضع و افترا ظاہر

۱۵۔ نہ ابن بابویسی و کتاب الانساب کا عدہ یہ ہے کہ جو لوگ ایک نسبت کو ساتھ منسوب ہیں ان میں سے ایک کے در سری پر بر خا  
 داو و دلوں میں کہہ سکتے ہیں کہ یہ شاید اس نسخہ کی کاف ہے یہ دوسرے اس سے کہہ دیا یا نہ تھا کہ یعقوب بن عبد اللہ ابن  
 بابویہ کی روایت سے گمان کیا گیا اور یہ کہ بعد اسکے اندر وہ تو مستشهد بہ البخاری میں بابویہ کے حال سے متعلق ہے حالانکہ واقع میں ایسا نہیں  
 ہے۔ انہی ابو یحیٰ کا حال قول ہدی ہے محمد بن طلحہ النخعی تک تو ہم ہو گیا تھا اندر ان یعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشهد بہ  
 البخاری سے اور حال شرم کیا اور یہ سب کا بنون کی غلطی سے ناشی ہے اور کانہ بنون کی غلطی اس سے ہے یہ زیادہ صحت ہوتی ہے  
 اللہ تعالیٰ ہی انہی کی بریک تفرش ہے - ۱۱ -

و باہرین حضرات شیعوں کی مذہب پر خرابی ڈالنے کے واسطے کافی ہی شرح اس اہمال کے مختصر ہے  
 کہ اس روایت میں بعضی جملہ میں جو دوسری روایات کی معدن منافع میں اور نیز باہم متعارض  
 ہیں (۱) اس روایت میں مذکور ہے کہ شجاع تر ہو اور جب ہم قبیح روایات و حالات ائمہ کے  
 تو نفیض شجاعت ثابت ہوئی ہے رقی الاخباریون کلہم من الامامیۃ عن ابی حمزہ  
 الثمالی عن علی بن الحسین قال ابو حمزہ قال لے علی بن الحسین کنت صدکاً علی  
 الحائط وانا حزین متفکراً دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحة فظننی و  
 ثم قال ما سبب حزینک قلت الخوف من قلنت ابن الزید قال فضحک ثم قال یا علی لک  
 احدا خاف الله ولم ینجہ قلت لا قال یا علی هل رایت احدا سال الله فلم یعطہ قلت  
 نعم نظرت فلما ر قد امی احدا فعبت من ذلک فاذا بقائل اسمع صوته ولا اری  
 شخصه یقول یا علی هذا الخضر۔ عن تحفہ تنفع ظرائر من روایت سی قرآن اور حالات  
 کو حسب تصریح علماء شیوہ جب دیکھا جانا ہی تو کچھ نفی ہی عتک ہی نہیں پائی جانتے بلکہ معاوذاً تو یہ تو یہ  
 قطع نظر عدم شجاعت ہی بغیر یہ جو حفاظتی حضرات کو دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہی جناب امیر اور جناب  
 حسین رضی اللہ عنہم کی نسبت خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے زبانی خلافت میں ان کی منظمی کے  
 کیفیت بیان کرنے پر آئے ہیں تہذیب شجاعت ہی جو پڑائی میں اور نہ غیرت و حمیت ہی بانی رہی و نیز  
 ہیں بلکہ میں ایمان تک خیر باد کہہ دیتی ہیں (۲) و محدث باشند یہ بالکل خلاف کتاب اللہ و  
 کیونکہ قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصراحت تمام مذکور ہے و لکن رسول  
 و خاتم النبیین نبوت آپ ختم ہو چکی اب ائمہ کو ائمہ شہنا حضرت ختم نبوت کو بالکل باطل کرنا ہی

۱۔ امامیہ کے تمام اخباریوں نے بواسطہ ابو حمزہ ثمالی کے امام علی بن حسین سے روایت کی ہے ابو حمزہ نے کہا مجھے امام بنی  
 نے فرمایا میں اندوہ انہ کے کی حالت میں دو برس سہارا لگائی ہوئی تھیں ناگاہ ایک شخص عمدہ لباس اچھی خوشبودار آلا کہ میرے  
 چہری کی طرف دیکھ اور کہا کہ تیری اندوہ کا کیا سبب ہے میں نے کہا کہ میں ابن زبیر کے قتل سے ڈرنا ہوں فرمایا وہ ہنس پڑا پھر کہا  
 اسی علی کیا تو نے کیونکہ دیکھ کہ خدا سے ڈرا ہو اور اس کو فتنہ نہ دی ہو۔ میں نے کہا نہیں کہا اسی علی کیا تو نے کیونکہ دیکھ کہ  
 کہ خدا سے سوال کیا اور سوچنی نہ دیا ہو میں نے کہا نہیں پھر میں نے نظر کی تو اپنی سامنے کیونکہ نہ کہا بلکہ اس کو تعجب ہوا ناگاہ ایک نسی قائل کہ  
 آواز کو سننا جسکی صورت کو نہ دیکھتا تبت کہتا تبت اسی علی یہ عفر ہے ۱۱۔

۲۔ یہ روایت بھی صحیح ہے۔

کیونکہ خدائیت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اس طرح پر کہ فرشتہ کی طرف  
 آواز سموع ہوا اور اسکا شہادہ ہوا خواہ اسکا نام وحی رکھا جاوی یا نہ رکھا جاوی یہی ایک  
 اختیار ہی آپ کی حضرت کلینی نے امام سجاد علیہ السلام کی روایت کی ہے وان علی بن ابی طالب کان محدثاً  
 وهو الذی یسئل اللہ الیہ الملائک فیکمہ ویسمع الکتوب ولا یوی الصورۃ (۳۷) (نزودی مصنف  
 فاطمہ مرہود۔ کیا جناب امیر کا مصنف نے تہا جو صحیفہ جناب فاطمہ کے ضرورت بڑی (۴)  
 و امر معروف کمنندہ و نہی از سر ککنندہ تر بود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ  
 غلط سائل خلق کو متبادر گمراہ کریں استبصار کو دیکھ لیجیے حال منکشف ہو جائیگا اور ہم کہا کہ امر اور جو  
 کی جہولتی تفریقین اور جو شاید کریں خطبہ اللہ بلا دفنان وغیرہ ہی کی کیفیت منکشف ہو سکتی ہے اور  
 کیا امر بمعروف و نہی از منکر اسکا نام ہے جو جناب امام حسین نے خلع خلافت کر کے کیا (۵) دعائی  
 اور جناب بود کہ بر سنگ دعا کند دو بارہ شود۔ اسوس کہ حکام ظالمین کے ظلم و زیادتی ان نفسین  
 ذلیل و خراب ہوئی دین و دنیا ایک عالم کے درہم و برہم ہوئی ائمہ اور اسکا دفع کر سکتی تھی اور نہ کیا اگر  
 ظاہر کے فوج و سپاہ و وعدہ و وعید نہیں تھی تو کاش کوئی دعائی سحری ہو کام کرتے جس سے  
 معاندین دین کا کام تمام ہوتا امت کی اصلاح و تحق حق و دلو کو پہنچتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے  
 کہ جب قدر ائمہ کی زمانہ میں حکام و امراتہی جابر و ظالم دشمن دین و نہی اور نہ یہی حاجت کس کے لیے کہ  
 چھوڑی تھی (۶) در میان او و خدا انعمودی بود از نور کہ بہ بید و روی اعمال بندگان و ہر  
 بدان محتاج بود یہ جبکہ اوردہ جملہ جو ایک بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہیں اور وہ جبکہ یہ  
 دگا ہی بطور کردہ شود برائی اویں بدانہ دگا ہی قبض کردہ شود از وی پس نہ اند جملہ اول دلالت کرتا ہے  
 کہ ہر شئی کو ہر وقت معلوم کر سکتی ہیں تو ہر وقت بدون تخصیص شئی دون شئی و زمان دون زمان  
 ہر ایک شئی کی حاجت معلوم کر سکتی ہیں اور جبکہ دوسرا اسکا مدعا یہ ہے کہ ائمہ پر دو چہا تین

سے اور علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اور محمد ث وہ ہر جسکی طرف اللہ فرشتہ بھیجی وہ اس سے کلام کری

اور آواز سنی اور اسکی صورت نہ لکھی۔

طاری جوتی ہیں ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بطن کی حالت بطن میں غیبات کو  
 جانتی ہیں اور حالت قبض میں غیبات کے ساتھ علم متعلق نہیں ہوتا اور نیز جسد ثانیہ اسکی  
 ہی منافی جو آپکی علماء محدثین و مشائخ پرین نے جناب امیر کے واسطے علم ماکان و مایکون اسکی  
 روایات سے ثابت کیا ہے کہ شاید بعض مرتب بن مدجہ تواتر کو پہنچتی ہوں چنانچہ آپکی اہم  
 کتب کا فیہ میں اور ابن بابویہ نے فضائل وغیرہ میں ثابت کیا ہے بجز اختصار سجد صرف ایک  
 روایت فضائل پر کتب کرتا ہوں۔ حدیثنا ابی و محمد بن الحسن رضی اللہ عنہما قال حدثنا  
 ابن عبد اللہ قال حدثنا محمد بن علی بن عیسیٰ و ابی ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم عن  
 عبد اللہ بن حماد الاضاری عن صباح الزین عن الحارث بن خضر عن الاصبغ بن سنان  
 عن امیر المومنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنی الف  
 بآسن الحلال والحرام وماکان وما یكون الی یوم القیمہ کل باب منها الف ففتح الف باب ذلک  
 الف الف باب حتی علمت علم الملتایا والبلا یا وفصل الخصومات اب اس روایت کو  
 ملاحظہ فرمائیے اور اس سبب سے یہ بقت و بچی بلکہ اس روایت سے یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ  
 جناب امیر کو جعفر علم ماکان و مایکون تھا وہ اس تسلیم کے طفیل تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 مرض کے حالت میں سرگوشی فرما کر تعلیم فرمایا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ عمود نور می محض  
 حضرات کا انتمرا ہی اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تسلیم ائمہ باقیہ تک انہیں پہنچی تو چاہی کہ انکو  
 علم ماکان و مایکون نہ ہو علاوہ ازین کتاب بتدلی ہی مخالف ہر حق تعالیٰ شانہ فرماتا ہے  
 وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّا ذَاتُكَ إِلَّا بِمَا نَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ وَالْحِكْمَةِ وَالْإِنشَاءِ لِمَنْ يَطْلَعُ عَلَيْهَا  
 مَلَكٌ مُّقْرَّبٌ وَلَا يَتِي مُرْسِلٌ وَهِيَ مِنْ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى اور فرمایا ہے عالم الغیب فلا یظہر

۱۔ صبیح بن سنانہ جناب امیر سے روایت کرتا ہے کہتا ہے میں جناب امیر سے سنا فرماتے ہوں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ نے حلال و حرام سے جو گندہ چکا ہے اور جو آئین ہو گا نیز اباب تسلیم فرمائی کہ مراب و منن کا نیز اباب  
 کہوت سے تو یہ سس لاکھ باب جوئی بیان کیا کہ میرے دن میں بیرون و دیگرہ کو فیصلہ کا حکم کہدا گیا۔ ۱۲۔ اور کہ نفس میں جانا ہو  
 کل کلماتی ۱۳۔ مصادیق سے روایت ہے ان پانچ چیزوں پر مغرب و مشرق اور نہ ہی برکت سلیم ہے اور یہ اللہ کی صفات سے ہیں ۱۴۔

علی غلبہ احدا الامن ایضاً من رسول الخ (۷) ابن بابویہ شیخ جو روایت حصال میں بیان  
 علامہ میں لکھی ہے کہ ہر مکتوفی کے بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔ عشر حصال من علامات الامام علیہ السلام  
 عزاجے عبد اللہ جعفر بن محمد علیہما السلام قال عشر حصال من صفات الامام العظمی و  
 الخ و ان یشکون اعلی الناس و اتقہم للہ و اعلمہم بکتاب اللہ و ان یشکون ما  
 الوصیۃ الظاہرۃ و یکنون لہ المعجزۃ والدلیل و ینام عینہ و لا ینام قلبہ و لا یکنون فی وجہ  
 من خلفہ کما یری من بین یدہ قال مصنف ہذا الکتاب معجز الامام و دلیلہ فی  
 العلم و استجابتہ الدعویۃ فاما اختیارہ بالخبر الثابتہ التي تحدث قبل حدوثہا فذلک بعد  
 معہود الیہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و انما لا یکنون لدفعی لانہ مخلوق من نور اللہ  
 عزوجل و اما روایتہ من خلفہ کما یری من بین یدہ فذلک لما اولی من التوسم و التفرس  
 فی الاشیاء قال اللہ عزوجل ان فی ذلک آیت لِّلْمُتَوَسِّمِینَ۔ انتہی اب براہ مہر باش  
 روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیں کہ آپ کے صدق صاحب کے اس روایت میں جو روایت سابقہ  
 کی بقدر مخالف ہے ائمہ کی یہی معجزہ اپنی ثابت کرنا چاہیں کہ آپ اپنی صدوق صاحب کی  
 تاویل بلکہ تحریف کا یہی معانہ فرمائیے کہ ادھون نے معجزہ کو علم کے ساتھ مخصوص نہ فرمایا اور اخبار  
 یا بحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اس کی نسبت فرمایا کہ اخبار یا بحوادث ہیں  
 معہود من الرسول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیے جو اپنا خانہ زاد ہوا اور کسی  
 ماخوذ نہ ہو تو آپ کے حضرت صدوق نے علم کو حضرت امیر کا خانہ زاد سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ  
 بعہود الیہ من الرسول نہیں ہے حالانکہ اگر سنی اپنی کتاب الحصال کی وہ روایت جو ابھی

سے پیدا کا جانی والا نہیں ظاہر کرتا اپنی پیدہ کو کسی پر گرجا پسند کر لیا کسی رسول کو ۱۱۔ امام کی صفات سے دس صلیتیں ہیں صحت  
 اور نفس اور بہ کہ زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار اور زیادہ کتاب اللہ جاننی والا اور ظاہر و باطنیت والا ہوا اور اس کی یہی  
 معجزہ اور دلیل حاصل ہوا اور اس کی آنکھ سوختے اور دل بیدار ہوا اور اس کی سادہ پنہ اور نیسا سامنی سے دیکھی دیا یہی  
 چھپی سے دیکھی اس کتاب کا مصنف کہتا ہے امام کا معجزہ اور دس علم اور قبولیت : مابین ہے اور امام کے پیشین  
 گوئیان ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے حاصل ہیں اور یہ اسدیلی نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے نو محمدیوں سے ہے اور  
 دیکھی ہو دیکھی ہو کہ وہ کو فرست عطا ہوئی جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو میں نشانیاں میں فرست دلوں کی یہی ۱۲۔

حصال سے نقل کی گئی علمنی الف باب خود بطریق تنوع روایت فرمائی ہی حضرت کو وہ یاد  
 نہ ہی علاوہ اسکی جب اخبار باحوادث بعد معہود الیہ ہی تو وہ مسودہ نوری جو روایت  
 سابقین بنایا گیا ہی وہ محض منع و اختلاق ہی اور نیز قصہ قبض و بطن کا نیسے غلط ہوا  
 قولہ سیوم یہ کہ فاضل رشید نے شیخ عبد الحق صاحب دہلوی کی توصیف میں کتاب  
 ایضاح لطائف المقال میں لکھا ہی کہ تصانیف مشہور علوم دینیہ مسلم الثبوت نزد علماء اہل سنت  
 و جماعت و کلام سنن مجتہدات تصانیف یحکوت و الضمان کتنہ اصحاب نے بابت و براعت است  
 انتہی بقدر حاجت۔ اور یہ روایت ہی شیخ عبد الحق صاحب تصنیف دینی میں بارود انکار منقول ہے  
 چاہی کہ یہ ہی مسلم الثبوت علماء اہل سنت و جماعت کے نزدیک ہو۔ اقول فاضل رشید  
 رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا کہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم و سہو و خطا ہی بغیر محال  
 اگر یہ باب ثابت ہی ہو جاوی کہ یہ روایت بارود انکار علی سبیل تسلیم نقل کی ہی تو ہی دیگر  
 صحت کو مقتضی نہیں کیونکہ جب بدلتہ نقل مطابق منقول عنہ کے نہیں تو کیونکر واجب تسلیم  
 ہوگی۔ معہذا اگر یہ قاعدہ آپکا سلمہ ہی تو ابن بابویہ کی تمام روایات اور اسطرح اپنی طوسی  
 صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہونگے علاوہ ان کے کافی کہینی جو کتاب اللہ سے ہی  
 صریح سمجھ جاتے ہی اسکی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہونگے۔ اور تقدیر میں سے  
 جو الیقینی صاحب الطاق وغیرہ ہی مسلم الثبوت ہیں انکی روایات ہی ہا دلیل جو مستقیم ہونگے  
 لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بالکل غلط اور غیر معمول ہے جسٹام بن حکم نے جو الیقینی اور صاحب الطاق  
 پر دیکھا ہی عالم المسلمین محمد بن علی بن شہر آشوب میں دیکھا بھی جسٹام بن حکم کے ترجمہ میں لکھا  
 جسٹام بن حکم مکنفات بیان کی ہیں۔ الود علی ہشام الجوالیقی اور یہ لکھا ہی کتاب علی  
 شیطان الطاق اور دوسرے ہر کہ یہ مبارک لقب انکی ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہی منہ کے  
 طرف سے نہ خیال فرمادین کہ منہ نے یہ کہ تاخی نہیں کی۔ آپکی ہام کلینی جو مسلم الثبوت اور  
 کتاب کافی جو صحاح اربعہ میں اعلیٰ مرتبہ اور امام پر پڑ ہی گئی ہی آپکو علوم ہی کہ اولہین تحریف

واستقاط آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہیں حالانکہ ابن بابویہ نے اون روایات کو موضوع و مفتری اور ذکر قائل کو کاذب فرمایا ہے۔ وقال شیخنا الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب ثراہ فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبیہ ہو ما بین الدفتین وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلك قال ومن نسب الینا انا نقول انه اکثر من ذلك فهو کاذب نقلنا عن التقی صرحہ نمبر ۱۸۱  
 ای طرح ابن مطہر علی نے حدیث لیلۃ التعلیس اور حدیث ذی الیدین کو موضوع کہا ہے حالانکہ کلینی میں ہندو صحیحہ مروی ہے اور نیز شریف تفسی نے اپنی استاد الاستاد شیخ ابن بابویہ کی حدیث جو حیثان تکبالت روایت کی ہے کذب کی ہے اور موضوع کہا ہے باوجودیکہ اسکی سند بھی صحیح ہے لیکن اتنا فرق ہے کہ ہماری اس روایت کی ہے جسکی سند سب قاعدہ بالاتفاق مجروح تھی کذب کی ہے اور حضرات نے اون روایات کو موضوع و مفتری کہا ہے جسکی سند کی صحت مسلم الثبوت فرقہ ہے پہر جو جواب ہمارے جمیع پاسنی روایات کی طرف سے تجویز فرمادین وہی ہماری طرف سے براہ مہربانی قبول فرمادین۔ باقی رہا رد و انکار کے نسبت پہلی گذارش مفصل ہو چکا ہے بقولہ چہاں ہم یہ کہ اگر یہ روایت جو خواجہ بابساویہ شیخ عبد الحق نے علامات امامین نقل کی ہے موضوع و مفتری ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آخر حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً یہ بھی کہنا پڑے سو لازم آئے گا کہ حضرت خواجہ بابساویہ عبد الحق صاحب نہایت ہی صاحب حیا و غیرت ہیں کہ خود ہی ایسی میں اہل حق پر اس گمان دوہم سے کہ وہ ہمیں موضوعہ نقل کر کے جناب امیر اکیلیت نابت کرتے ہیں نہایت ہی تشبیحات شنیعہ و تعریضات قبیحہ وارد کی ہیں یہ کیا اندہیر ہے کہ بغوی انا قرآن الناس یا لہر و تنسوز انفسکم۔ تمام اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر اسی امر کی توثیق ہو

۱۔ ہمارے شیخ صدوق رئیس محمد بن علی بن بابر تفسی طیب ثراہ نے اپنی اعتقادات میں کہا ہے ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن اللہ سے ہے اپنی بنی پر نادل فرمایا ہے وہ وہ ہے جو وہ پٹھونکی دیب ان ہے اور جو لوگوں کو پائس ہو وہ اس سے بنا ہے۔ ہے اور جو ماہی طرف نسبت کرے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ زیادہ ہے۔  
 وہ پٹھون ہے۔ ۱۲۔

کہ جس کا طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی یہی حدیث موضوع و روایت مجہول کہ اذکر زعم من محض  
 کذب و افتراء ہی حضرت امام رضاؑ کی نام لگا کر روایت کی اور اس کو دینی کتاب میں جو روایت  
 خلق سما اہل سنت کو یہی تصنیف کر ہی لکھی اور کچھ ہی اوس کا رد و انکار نہ کیا بلکہ برعکس اوس کا رد  
 کی توثیق و بخاری کا اعتماد نقل کیا و رستی مسلمانوں کو جو فضیلتوں کی ایسی خرافات سے پاک میں گمراہ  
 کیا کیونکہ جب وہ دیکھیں کہ ایسی عالم ثقہ و جلیل و معتد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب میں لکھا ہے  
 اور بخاری رد و انکار کے اوسکی راوی کی توثیق کی ہے تو بیشک اوس کو حق سمجھیں گے اور یقین کریں گے  
**اقول** یہ جو شہ خود شہادتی محیب کا محض انہی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب  
 ہے کہ عبارت فصل الخطاب و رسالہ مناقب حسین ترجمہ فصل الخطاب مذکور ہی نہیں سمجھتے نہ فی الحقیقت  
 نہ اوس روایت کو انہیں توثیق ہے بلکہ رد و انکار ثابت ہے اور نہ کسی کو گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتاہ  
 فہمی سے گمراہ ہوا اوس کا الزام ادنیٰ ذمہ نہیں ہو سکتا تیرا آدمی معنی قرآن کے نہ سمجھنے کی  
 وجہ سے گمراہ ہو گیا معاذا اللہ خدا تعالیٰ پر اوس کا الزام آپ کے نزدیک نہیں حالانکہ وجوب طہارت  
 کی ہی آپ قائل ہیں پس بسم اللہ بقول سامی بنی سلمان اب ہی ایسی خرافات سے پاک و منزه  
 ہیں اور اہل سنت کو تشبیحات و تعریضات کچھ مضائل نہ کہ ہی بابت نہیں ہیں بلکہ تمام الہیات  
 و نبوت و اعتقادات و عملیات کو نسبت ہیں اگر آپ نہ پڑھی کسی بھی تحقیقات اپنی روایات  
 و بدوات کو فرامین تو آپ پر ہی منسوخ ہو سکتا ہے اور شرح جواب اس دلیل کا ابحاث سابقہ  
 کو ضمن میں لے کر چکا ہے اوس سے آپ کو منسوخ ہو گیا ہو گا کہ ہر کچھ مجبوری نہیں کہ ہم اوس  
 روایت کو موضوع و منقہری ہی کہیں گے اسے تحقیقت موضوع و منقہری ہے پس  
 آپ کا یہ فرمانا صرف آپ کی کمالی فہم و نہایت دانشمندی کی دلیل ہے۔ باقی کلمات  
 نا ملائم کا جواب ہم دانتہ قلم انداز کرتے ہیں قولہ اب فضیلت کے باب میں حضرت  
 حنیفہ اول کی مشہادت لیجی۔ کنز العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے  
 فصل ثانی نے کتاب الامارت حرف ہمزہ میں لکھا ہے عن انس قال لما ابلاہ النبا

عن جمیعہ ابی بکر قال من احق بعد الامم منی الست منزلی الست الست فذلک خلاصہ  
 خلیفہ اول کے یہ کلام میرے سپرد ال ہے کہ سہقت اسلامیہ و حضرات شریفہ و عوامہ اپنی کو اپنی خلافت  
 کی فضیلت پر دلیل لائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک ہی احق خلافت وہی ہی  
 جو منسل ہو۔ **اقول** اجماع میرے صاحب ہستی یہ کہ کہا ہی افضل احق باخلافت نہیں  
 ہے مدعا کچھ ہے اب کچھ فرمائیے لکھیں۔ اصل مدعا جسکی اثبات کا آپ نے بیڑا اڑھا یا ہے وہی  
 آپکی حافظہ شریفہ سے نکل گیا ہے پہلی اسکو سوچکر یاد کر لیجیے پھر اس روایت سے اس مدعا پر  
 استدلال کیجیے۔ افسوس کہ جناب نے یہ خیال فرمایا کہ ثبوت حقیقہ مثبت استشراف فضیلت  
 نہیں ہے بلکہ اگر آپ بظہر نال ملاحظہ اس دلیل کا کریں تو اس آپکی ہی دلیل سے اثبات  
 عدم استشراف فضیلت ہونا ہے کیونکہ جو وقت ایک فرد کے لیے فضیلت اور حقیقت ثابت  
 ہوئی اور ظاہر ہو کہ ان فعل التفضیل میں زیادتی نہ ہوئے ہے جسکو اسکی وضع مقتضی ہے  
 تو افراد باقیہ کے لیے یہی ہے کہ اسبند فضل اور حقیقہ باخلافت ہونا ثابت ہوا پھر اگر خلافت احق  
 کو کسی وجہ سے نہ پونجی اور حقیقہ کو پونج جاوی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ منعقد ہو کیونکہ جب  
 حقیقہ باخلافت ہونا اسکی لیے پایا گیا تو وہ خود بالمدانہ مستلزم انقضاء کو ہی ورنہ حقیقہ  
 ہونا باطل ہو گا و ذلک صحت نہ ہو جس سے ثابت ہوا کہ فضیلت شرط انقضاء خلافت نہیں  
 و نہ اسبند۔ **قولہ** چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازاتہ المتعینین اعتراف  
 کرتے ہیں کہ اثبات خلافت خاصہ میں فضیلت کو دخل ہے پسند ابی بکر فضل رابع مقصد  
 واقع صفو غیر مدین یہ عبارت لکھی ہے اما اثبات مدین تو خلافت حضرت فاروق را  
 بافضیلت او۔ فقد اخرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس  
 بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اما انت ازلت ذاک فلقد سمعت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر و اخرج ابو بکر  
 بن ابی شیبہ عن زید بن حارث ان ابابکر جہن خضر الموت ارسلکم یختلفہ فقال

استشراف فضیلت کے لیے دلیل کا ابطال

الناس تختلف علينا فظا غليظا ولو قد ولينا كان افظ واغلظ فما تقول  
 لربك اذا القيتوا ستختلفت علينا عمر قال ابو بكر ابري تخوفني اقول اللهم  
 استخلفت عليهم خير خلقك الحديث واخرج ابو بكر بن ابي شيبة عن محمد بن  
 رجل من بني زريق في قصه طويلة قال ابو بكر لعمر انت اقوى مني فقال عمر انت افضل مني  
 ناظر بنصف درين آثار مضطرب مشو وراکه این اوصاف را داخل هست و اثبات خلافت خاصه  
 که در طبقه اولی بعد والا ذکر این کلمات در بحث اثبات خلافت خارج از قانون مخاطبات باشد  
 انتہی۔ دیکھی حضرت خلیفہ اول کے نزدیک افضلیت خلافت کو یہی اسی ضروری تھی کہ باوجودیکہ  
 حکاکہ خلیفہ ثانی کو خطبہ گزشتہ ہی کی ادنیٰ خلیفہ کرنے سے خداوند تعالیٰ سے ڈرتے رہی مگر چونکہ خلیفہ اول  
 کے نزدیک وہ افضل تھے کہ پہچان نہ کیا اور خلیفہ کر ہی دیا۔ **اقول** یہ دلیل بھی مثل دلیل سابق  
 کو موافق نہ عائد ہیں اور اس سے بھی اشتراط افضلیت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حسب اعتراف مثل  
 محیب اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو اثبات خلافت خاصہ نہ میں داخل ہے  
 اور اسکا ہمنی انکار نہیں کیا۔ انکار صرف اشتراط کا ہے اور مطلق داخل ہونا بدلتہ مستلزم اشتراط  
 کو نہیں پس اثبات اشتراط کی یہی اہم پیش کرنا بجا ہے خود نہیں اور جبکہ افضلیت کو داخل ہو تو  
 ہنگام اختلاف ضرور اسکو ملحوظ رکھا جائیگا اور افضل احق باختلاف ہوگا لیکن اس سے اشتراط  
 افضلیت سمجھنا اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہے اور خلیفہ ہونا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر  
 فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگوں کی ڈرائی کے ایسا مشر فیرات و متبع حسنات ہوا کہ ایک  
 عالم میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یالت کا ڈنکا بجایا اور  
 حسب ارشاد جناب امیر اللہ منجروعدہ خداوند تعالیٰ نے کا وعدہ استخلاف ظاہر ہوا اس  
 سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ فرستہ صدیقی اس بلد میں رضائی خداوند تعالیٰ کے موافق  
 ہوئی اور جو لوگ اس باب میں مخالفت تھی انکو فرستہ خطا پر تھی۔ باقی رہا غلط ہونا  
 یہ وہ صفت ہے جو قبول پسندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکا اور اسکا رد برکی

قصہ میں اسی وصف میں حضرت نوح علی نبیا وعلیہ السلام کی شبیہ عطا ہوئی اشد او علی  
 الکفار رحماء بینہم۔ انکی شانچہ اور نیز اعتراض معنی ہم الکفار کا مصداق ہے۔ **قول** اب  
 حضرت خلیفہ ثانی بانی مہدیان خلافت خلیفہ اول کی شہادت یحییٰ بخاری کی کتاب التہذیب  
 باب الرجوع الحبل من الزنا اذا احصنت میں حدیث قلمہ مسطور ہے وہ بیت بڑی  
 روایت ہے اتفاق و بیعت خلیفہ اول کے کل کیفیت لکھی ہے اسکو شروع سے مطلب کا فقرہ  
 لکھتے ہیں آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے۔ ولین فیکم من یقتطع الاعناق الیہ  
 مثل ابی بکر الخ اب کفر فرمائی کہ باوجود اس بیعت کی فلتہ یعنی کاربہ اندیشہ بدون مشورہ ہونے  
 کی چونکہ آپکی خلیفہ ثانی کے زعم میں خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ و اجماع و تامل یہ بیعت صحیح  
 ہو گئی چنانچہ آپکی خاتم المحدثین مطاعن ابوبکر طعن نہم میں یہ عبارت لکھی ہے کہ در آخر این  
 کلام کہ شیعوں اور برای تریج شبہ خود قتل کردہ اند بن لفظ ہم واقع است و ایگر مثل ابی بکر  
 یعنی کیت در شامل ابوبکر در فضیلت و خیریت و عدم احتیاج بمشورہ و تامل در حق او۔ انتہی  
 بقدر احتیاج۔ **قول** افسوس ہماری فاضل محبتیے اس سہ لال میں ہر وہ سی غلطی کہانی  
 جو دلائل سابقہ میں کہا چکے تھے اور یہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھ مربوط نہیں ہے کیونکہ  
 اس دلیل سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ فضیلت کو خلافت میں مدخل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں  
 کہ فضیلت کو خلافت میں مدخل ہے افضل حق باخلافت ہے لیکن اس کی اثبات استدلال  
 فضیلت خیال محال ہے باقی رہا فلتہ کے معنی کاربہ اندیشہ و بدون مشورہ کے فواکری  
 اجماع کو فرمانا ہم تو کچھ عرض نہیں کر سکتی گستاخی میں شمار ہوگا۔ لیکن جناب ہی فرمائیں  
 کہ یہ کہاں کی دیانت ہے کہ جو مفہوم لفظ کا نہیں ہے اسکو اس پر چکا پی میں۔ ذرا دیکھی  
 تو سمجھو کہ اجماع کی فلتہ سے کیا تعلق ہے آپ اگر نظر انصاف سے ذرا ہی تامل فرمائیں تو خود بخود  
 ہو جائیگا کہ پہلی سے کام میں تامل و مشورہ نہ کرنا دوسرا مرہ ہے اور بے تامل و مشورہ ایک امر کو  
 بالاجہ قبول کر لینا دوسرا پہر اول کے نفی سے دوسری کے نفی سمجھنا حضرت کی خوش

استدلال فضیلت کے بغیر ہی دلائل



اور ہر تجربہ شدہ ہی سہی بلکہ ہر شخص کو یہ تو آپ کی ان بزرگوں کو جو تحفہ پر اعتراض کرتے ہیں خوش  
 فہمی سے بعض عداوت و عناد ہے جسکی بدولت ع عیب ناپید نہ ہر شہ و نظر کا مصداق  
 ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی اعتراض کا حال دیکھ لیا ہے اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرمایا گیا  
 پس آپ کا یہ افسوس لائق افسوس کے ہے کہ مطلب خود سمجھیں اور الزام قائل کے ذمہ لگائیں  
 علاوہ ازیں آپ کو معلوم ہے کہ زبان عناد و خدا تعالیٰ اور اسکی کتاب پاک اور رسول بھی نہیں  
 بھی تو بے جا بلکہ اگر تحفہ و صاحب تحفہ کے کیا حقیقت ہی با اہمہ ہم صاحب تحفہ کو سہو  
 و بیان سے معصوم ہی نہیں سمجھتے قولہ علاوہ اسکی ادریت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط  
 افضلیت پر دلالت کرتے ہیں بخوف طوالت اذکو ترک کیا جاتا ہے اقول جبکہ آپ نے ان  
 اقوال سے تعرض نہیں فرمایا تو ہم ہی اونی اعتراض کرتے ہیں اگر آپ ان اقوال کو ذکر فرماتے  
 ہم ہی انشاء اللہ قے در پی استیصال استدلال کی ہوتی قولہ مگر اس قدر گذارش  
 کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا افضلیت کو شرط خلافت جانتا ایسا صریح امر ہے کہ محققین اہل سنت  
 نے اسکا اقرار کیا ہے چنانچہ صدر المحققین ابن حجر مہدی شریع الباری شریع بخاری میں کتاب  
 الاحکام نے اواخر الکتاب باب کیف یباع الامام میں حدیث شوری کی شرح میں  
 ابن ابی جلال سے نقل کرتے ہیں فان قيل بعض هؤلاء المستند افضل من بعض وكان رأي  
 عمر ان الاحق بالخلافة ارضاهم دنيا وانه لا يصح ولاية المفضول مع وجود افضل  
 فالجواب انه لو صرح بالافضل منهم لكان قد نص على استخلافة وهو قصد ان لا يتقلد  
 العهد فان ذلك فجعلها في ستة متقاربين في الفضل لانه تحقق انهم لا يجتمعون  
 على تولية المفضول ولا يالون المسلمين نصحا في النظم والشورى فان المفضول منهم  
 لا يتقدم على الفاضل ولا يتكلم في منزلة وغیره الحق بما منه وعلم رضي الامه عن من  
 به المستند۔ انتہی اس سے صاف ثابت ہے کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک  
 افضلیت خلافت کے ایسی شرط تھی کہ وہ مفضول کے خلافت صحیح نہ جانتی تھی اقول

یہ مسئلہ لالہ پورہ می نامہ میں ہے یہ ثابت مدعا نہیں کیونکہ جملہ (وفاات) اعران اناحق  
 بلخلافتارضاہم (نسباً) بعارضہ اس مرکوبیان کہ رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہذا  
 یہ ہے کہ احق باختلاف وہ شخص ہے جو زیادہ و بندہ اور اس سے بالبدلتہ یہ ثابت ہوتا  
 ہے کہ اشتراک افضلیت باطل ہے کیونکہ اس میں تضاد ہے اس کی صفت وافع ہے اس کی پس نبوت  
 فعل مع زیادہ پایا جاتا ہے وہ ہے سرگز اسکو ان میں ہے کہ نفس فعل بدون زیادہ کی کمی  
 و اطمینان ثابت ہو بلکہ باعتبار افضلیت اصل وضع تفصیل کے وجوہی فرد کا ہونا چاہی جس کی نسبت  
 زیادتی ثابت ہو ورنہ سبب لغت اور تفصیل میں کچھ فرق باعتبار معنی کے نہ ہوگا جبکہ اس جملہ کا  
 مطلب میں نشین ہو چکا تو دوسرے جملہ جو اس جملہ سے مستند اور استخراج سے اس کا مطابق ہونا  
 چاہی اور اس کا ہی مطلب صریح ہے کہ دلالت کر معنی تو لہ کے میں اور لا یصح کر معنی  
 لایحوز کے حاصل مدعا عبارت یہ ہوگا۔ و انہ لایحوز تولیۃ المفضل مع وجود الفاضل یعنی  
 فاضل کی سوتہ مفضل کو متولی اور نہ مانا جائز نہیں۔ پس اس صورت میں یہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم  
 معنی ہو گئی کہ دونوں کا حاصل حقیقہ باختلاف مفضل کے یہ ہے اور اگر اس جملہ کو بار جو دیکھ جملہ اولی کے  
 فرع ہر اس کی طرف راجع کیا جا دیکھا تو باہم اصل و فرع متعارض رہے گی۔ اس کی بعد سنی کہ خاتمہ جواب کے  
 عدلت سے جو لازم تحقق سے آخر تک مذکور ہوئی یہ سمجھنا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت  
 کو ایسی شرط تھی کہ مفضل کے خلاف صحیح فاضل تھی سر اس عظمیٰ کیونکہ اہل تو حضرت عمر  
 رضی اللہ عنہ نے خلافت کو نام صحابہ میں دایر نہیں کیا تھا بلکہ صرف چہ شخصوں میں منحصر  
 کر دیا تھا جنکا عبارت اقرض من میں صراحتہ ذکر ہے توجہ رضائے جمع کو اس عبارت میں  
 مذکور میں وہ سب راجع طرف مستہ متعارفین فی الفضل میں تو اس سے ہماری فاضل  
 محیب کا کل صحابہ کو سمجھنا کمال خوش فہمی کا شاہد ہے اور دوسری یہ کہ بعد احوال اس عبارت  
 کی یہی فاضل کا احق باختلاف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جو نہ ہماری فاضل محیب کو کچھ  
 مفید ہے اور نہ ہمارے کچھ ضرر ہے۔ لیکن اس سے اشتراک سمجھنا التبعیہ تجب اگر نہ ہو۔ بلکہ

مدعا کا یہ ان یا نہا سے ہے۔ معہذا اگر بغرض محال یہ دلیل مثبت اشتراط ہوتا ہم ہماری محبت  
 مذہب کو غیب نہیں کیونکہ مسئلہ امامت جبکہ اصول مذہب سے ہے تو اس کا اور اس کی شرائط کا اثبات  
 ایسی اول سے ہونا چاہیے جو اپنی مدلول کو قطعی طور پر ثابت کریں غنیات اس میں ہرگز کارآمد نہیں  
 اور بالفرض اہل سنت کے نزدیک اگر افراد امامت کی کسی فرد میں اشتراط فضیلت ثابت ہوگا  
 تو یہ مسئلہ چونکہ او کی نزدیک فردعات میں ہے ایسی ایسی ثبوت کی ایسی اولہ غنیہ کافی ہوگی  
 اور قطعہ کی ضرورت نہوگی۔ لیکن ان اولہ کو علماء شیعہ کا بمقابلہ اہل حق پیش کرنا ثبوت  
 اشتراط فضیلت میں جو ان کے زعم میں اصول اعتقادات سے ہے باطل ہوگا پس ہمارے محیب  
 بسبب ان دلائل کو جنکو زعم خود مثبت اشتراط سمجھ رکھا ہے ہماری مقابله میں پیش کرتے ہیں  
 اور چہرہ بہت کچھ از افتخار فرما کر جابہ سے باہر ہوتی جاتی ہیں کوئی الواقع مثبت اشتراط نہیں  
 لیکن اگر واقع کی ہوسے اشتراط فضیلت ثابت ہو بھی تاہم اپنی مدعا کی ثبوت میں اب کو پیش  
 کرنا ہر غلط اور خلاف قاعدہ ہے علی بن الفقیس جعفر شریف نے انبیاء کے دلائل فرمائی  
 سب کی یہ ہے حالت ہے کیونکہ حضرت مجیب کا گمان یہ ہے کہ الزامی جوابات درستدالات  
 کافی ہونگی چنانچہ فرد مسائل سے ابتداء بحث میں ایک رباعی ہے زیب جواب فرمائی تھی  
 جسکا اول مصرعہ ہے ساع خوابی کہ شود خصم تو عاجز سخن و حالانکہ یہ غایت درجہ  
 بد بھی غلط ہے اگر بغرض محال ان دلائل سے یہ مدعا ثابت ہوتا ہم غیب مذہب شیعہ  
 نہیں ہو سکتا اور خصم کو گنجائش ہے کہ اس کو صرف اس وجہ سے رد کری کہ چونکہ ہر دو  
 اہل سنت و شیعہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے او کی نزدیک مسئلہ متنازعہ نہیں فراموشی او کی  
 نزدیک اصول چوتھا کیا ضرور ہے اگر دلائل غنیہ سے شرائط کا ثبوت اہل سنت کے نزدیک ہوتا ہو تو  
 قطعہ طور پر ہی ثبوت ہو کر غیب مدعا اہل شیعہ ہو بلکہ جب دلائل غنیہ میں تو مثبت مدعا  
 قطعہ کو نہیں ہو سکتی۔ پھر باوجود ایسی موٹی موٹی ادفا حش غلطیوں کو جو ہماری قاضل  
 محیب سے سرزد ہوتی ہیں یہ دعویٰ کیونکر صحیح ہوگا کہ ہم نے تمام مل متنازعہ نہیں ہیں

مزید حق البقیں کا محصل کر لیا ہے۔ افسوس کہ تمنا بڑا دھوی کیا اور اس کا ثبوت کہیں نہیں  
 پس بجز اہل کرام کو سہو و سپان پر محمول کر کے مال یا جادوی میں تباد و کچھ عرض نہیں  
 کر سکتا کاش خود ہی چشم البصاف کہو کہ ملاحظہ فرما دیں۔ علاوہ اذین ترجمہ عبارت میں جو کچھ  
 غلطیاں واقع ہوئی اذکو ہم بخوف تطویل ترک کرتے ہیں قولہ تعجب و حیرت ہے کہ آپکی  
 خاتم المحدثین نے با اہمہ تفسیر فتح الباری کو ہی ملاحظہ فرمایا کہ باوجود خلیفہ ثانی بلکہ کل صحابہ  
 کی فضیلت کو شرط خلافت جانشینی کے اس شرط کو لازم نہیں مانتی اور نہیں تو خلیفہ ثانی کے  
 تقلید تو اذکو لازم تھی اقول یہ تعجب و حیرت سامی اس کی ناشی ہے کہ با اہمہ اعلیٰ  
 سہمہ ذاتی آپ نے فتح الباری کے عبارت کا مطلب نہیں سمجھا۔ لیکن طرفہ یہ ہے کہ اس  
 بی سمجھ پرانیچہ سہو و سپان پر یہ کہہ ناز ہے کہ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے نہ کہنے کا  
 الزام لگاتی ہیں حالانکہ خود ہی سلامہ کنوڑی کے شرح ابن میثم نہ کہنے کے الزام کے جواب میں  
 یہہ فرماتے ہیں (کچھ ضرور ہے کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو اور اس کا مطلب بخیر  
 افسوس کہ یہاں اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا ہوتا تو کیا وہ عذر بھی جو خاطر سامی ہو گیا ہوتا  
 قولہ آپ نے جو تقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرائط کو دلائل شرعیہ کی خلاف فرمایا ہے  
 ظن غالب ہے کہ اب تو آپ ہی اس شرط کو مان لین کیونکہ اقتدا ہی صحابہ خصوصاً خلیفہ ثانی آپکو  
 لازم ہے۔ اقول جو کچھ مینی ان دلائل کی نسبت گزارش خدمت کیا ہے وہ محض تقلید  
 ہی نہیں ہے چنانچہ اباحت سابقہ سے جواب کو معلوم ہو ہی گیا ہوگا پس کہ امید ہی  
 کہ جواب میری سرورسات کو نظر انصاف و مامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ  
 آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائیں گے و اللہ یہی من یشاء الی طریقہ مستقیم قولہ  
 اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہ رائی کہ انصابت کو شرط خلافت جانشینی نہیں اگرچہ اس روایت  
 سے بخوبی واضح ہے مگر تو عنینا اس قدر راہ گذارش ہے کہ بخاری کی کتاب فضائل  
 میں حدیث سقیفہ ملاحظہ فرمائی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب میں فرمایا۔

بل نبایک انت قانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اور خلیفہ ثانی کی یہ کلام صریح دلیل اس کے ہے کہ جو شخص معتبر بنفسہ مودہ خلافت کا حق ہو  
 اقول ہم ہی کہتی ہیں کہ بیک وہ شخص جو افضل ہو ان ہی بنیاد سے لیکن اس سے  
 آپ کا دعویٰ کیا تھا کہ ان کا وہ حق نہیں ہے کہ اس کے خلاف ملامت میں آپ کو واقع ہوئی ہے  
 پس اس کا ہی یہ کہتا تھا کہ اس کی کیا بات کرتا ہے نہ اس نے ہم کا یہ حال ہے اور  
 ترائیوں کا وہ حال **قولہ** اور یہ بھی ثابت ہے کہ اس سوال ہی احق بخلافت ہو اس کو  
 یاد رکھو اگر آپ نے یہ سلسلہ جاری کیا تو بہر کسی کام آئے گا **اقول** تشریح گذارہ  
 گو بندہ کو پہلی سے ہی یہ ہے لیکن شہید م یوریا ہے اور اس وقت کا ہی منتظر ہوں  
 جس وقت یہ لفظ کام آئے گا **قولہ** غلام اس وقت صحابہ نے خلیفہ ثانی کے اس قول کو  
 تسلیم کر لیا اور یہ نہیں کہا کہ افضل ہو خلاف میں نہ داخل ہے شرط خلافت  
 افضلیت نہیں موصوم ہوا کہ جس کے لئے یہ ایک افضل ہے شرط ہے **اقول** اجماع  
 اہل انصاف سے ہی حاصل مجھے کہ اس کے لئے یہ بی و مناسبت ہے کہ اس وقت کو تو ذرا  
 ملاحظہ فرمائیں کہ اس طرح اس دلیل کے لئے یہ کہ اس کے لئے یہ افضلیت ثابت فرمایا ہے  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خلافت میں داخل ہو  
 اچھا کہ اس میں داخل ہونی سے یہ کہ اس کے لئے یہ افضلیت شرط خلافت ہے یہ کہ اس کے لئے یہ  
 بجواب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکہ اس شرط کو واسطے حجت ہو گیا ممکن ہو کہ یہ  
 سکوت اس وجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اس خلافت کا تحقق ہو گیا تو کہیں اس کی  
 حقیقت پر کسی دلیل سے استدلال کر کے حق جانا ہو اور کہیں کسی دلیل سے مثلاً بعض نص قرآنی سے  
 اس کی حقیقت سمجھ ہو اور بعض نے احادیث سے اور بعض نے ان کے ساتھ دلائل قیاسیہ یہی منضم  
 کی ہوں۔ تو چونکہ دعا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تھا تو کیا ضرورت تھی کہ ان دلائل میں  
 اور بہتر جو اپنی ہی مدعا کو سودید تھی اور نیز باعتبار نفس الامر کی صحیح تھی اور مطابق واقعہ تھی

پس اس سکوت کو محبت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہے۔ معہذا اس سکوت کو تو آپ دلیل  
 تسلیم کی تسلیم فرماتے ہیں اور تعجب ہے کہ جناب امیر کی سکوت کو جو زمان خلفا رٹلتہ فرمایا  
 بلکہ سائل یہی کہ موافق بتلاتے رہے اور سامنی ہو کر یہ کہی فرمایا کہ اہل بیت کے  
 سوا کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا یہی تسلیم کی دلیل تسلیم نہیں فرماتے علیٰ القیاس جناب  
 امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت کا تسلیم کو یہی تسلیم نہیں کرتے اور یہی طرح اندہ باقیہ میں سے جنوں  
 سکوت فرمایا اور سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور کچھ نہ بولے تو اسکو یہی تسلیم تصور کیجیگا۔ راجح  
 وجہ تقیہ کا جبکہ اودہ خود ایک اذنیہ بات ہے کہ اصول شیعہ کے موافق یہی کوئی اسکو  
 تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ عرف اہل بیہ عرض کیا ہے کہ آپ نے سکوت کی محبت کو تسلیم کر کے  
 اسے لال فرمایا ورنہ حضرت سیدنا محمد رضی اللہ عنہ کا قول فانت سیدنا و خیرنا واجبتا الی  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے یہی تسلیم تھا کہ باعقاب  
 واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ اوصاف حاصل ہے اور اس اعتبار سے یہی تسلیم تھا کہ ان  
 اوصاف کو خلافت میں داخل ہے **قوله** اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن  
 عمر وغیرہ کے یہ رائی کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازلالہ الخفا وغیرہ میں مفصل درج ہے ارادہ  
 کہ گذارش ہو کہ خوف اظہار بازرگ اگر حضرت نجیب جاسن ازلالہ الخفا ملاحظہ فرما دیں اکثر  
 علماء اہل سنت کا یہی مذہب ہے کہ افضل اہل بیت ہوتا ہے چنانچہ شرح مقاصد کے بحث مابین  
 خاتمہ میں تحریر ہے۔ **ذهب معظم اہل السنۃ و کثیر من الفرق الی انہ یصلحون للامامۃ**  
**اہل العصر** **اقول** ظاہر ہے کہ جن دلائل سے جناب شہداء افضلیت پرستہ لال  
 فرمایا ہے تو وہ دلائل بابت ان دلائل کے جو ترک فرمائی واضح و اقویٰ ہونگے تو جب  
 میں دلائل مذکورہ کو جو واضح و اقویٰ تھی دیکھ چکا اور انکو باطل کر چکا تو مشرکہ دلائل کے  
 دیکھنے کے کیا حاجت باقی ہے بہر کیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ کی کچھ کم  
 درجہ کے یہی ہونگے تو جو انکا جواب ہے وہی جواب تقریباً انکا یہی سمجھ لیجیے شرح مقاصد

اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس و ابن عمر وغیرہ کے یہ رائی کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازلالہ الخفا وغیرہ میں مفصل درج ہے ارادہ

عبارت آپکی مثبت مدعا نہیں اور اسکو مطلب کو آپنی نہیں سمجھا افضل اہل العصر کی اہم  
 کو یہی متعین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اہل حل عقد بیعت خلافت کے یہی امام کو منتخب کریں  
 تو چونکہ افضل اہل حق ہر اوس سے درجہ بالا ذکر کے کسی دوسری کو امام بنادین۔ افضل کے ہوتے  
 فاضل یا مفضل امام بنانا نہیں چاہی اور اسکی یہ معنی نہیں ہیں کہ افضل بدون بیعت  
 اہل حل عقد کے امام ہو جائیگا اور اسکی اعتقاد خلافت کے یہی بیعت اہل حل عقد  
 حاجت نہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضل امام ہو گیا تو اسکا اعتقاد نہوگا اور  
 اسکی اہمیت لازم نہوگی پس اس سے یہی شرط کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ قولہ  
 تعجب سے عبرت کا مقام ہے کہ آپ کے خاتم المحدثین بابینہم والی ان شریکتا ہون میں احادیث  
 و اقوال سے یہ علماء با ملاحظہ نظر فرما کر اس شرط کو مخصوص ادا قضا سے فرماتے ہیں اور اسکی بیعت  
 کتاب اور اس سے اپنی نعم میں ثابت کرتے ہیں۔ **اقول** یہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عبارت  
 مطالبہ اب ذہن رسالہ کی نہیں فرمائی ورنہ اگر نظر انصاف سے اسکی دلائل کو ملاحظہ فرمائیں گے  
 اور بعد منہات فقیر کو نظر انصاف دیکھیں گے تو خود اپنی ہمہ تعجب فرمائیں گے کہ اسکو  
 عبرت کا مقام سمجھنے کی پانچ پستی سے غرض کیا جا چکا ہے۔ **قولہ** اگرچہ اور بیعت سے  
 دلائل کا ثبوت بین میں مگر خوف طوالت ان سب سے قطع نظر کر کے اب کچھ ثبوتیں  
 آپکی خاتم المحدثین کے والد بزرگوار کے پیش کرتے ہیں وہ کتاب فرقۃ العینین میں لکھتے ہیں  
 کہ۔ این سخن حق است کہ تا اعتقاد و فضیلت مبلغ قرآن و سنت و سبب معارف و مکنند  
 خاطر براخہ شریع جمع نکرد و اور یہ بھی لکھا ہے شیخہ قائل شدہ اند با اگر امام می باید از فضل  
 است باشد معصوم و مفسر الطاعت و منصوب من عند اللہ و رسولہ و این قول متضمن  
 حق و باطل برود شدہ است قول محقق است کہ فضیلت از امت بر نسبت اہل خلافت  
 و نبوت کہ متضمن قوانین و مبلغ شریع و مروج دین بشیائے لازم است و الا اعتقاد و کلی حاصل  
 نشود و بجای عصمت حفظ الہی و تائید ربانی بحسب دلت می باید نہات کرد و بجای قرآن

طاعت و نصب من عند الله و رسولہ استخلاف من بعد منی باید ذکر کرد تا سخن درست گردد  
 از تہی۔ اگر چه اس عبارت صحیح و صاف ظاہر ہی کہ محض خلافت خلفاء ثلاثہ بچانی کے یہی شاہد  
 یہ تامل علیہ دون دلیل فرماتے ہیں اور خود انکی اسی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعویٰ  
 ثابت ہے مگر چونکہ یہ مجلس صرف انصیت کی ثبوت کا ہی ایسی ہم اس سے تعرض نہیں  
 کرتے اور افضلیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ افضلیت از امت کو لازم لکھتی ہے  
**اقول** چونکہ ہماری محیب لہیجہ ایچک حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلاموں سے  
 استدلال فرمایا ہے اس لیے نہ سب معلوم ہوتا ہے کہ یہ قید ربط تفصیل کے ساتھ جواب گذارش  
 کریں کہ وہ شبہات جو ہماری فاضل محیب و عبارت از انہ شخص سیرہ سے واقع ہوئی  
 ہیں رفع ہو جائیں اور اس دلیل میں نہ تو الغنیب سے دو جگہ کی عبارتیں نقل ہوئی ہیں بلکہ  
 ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری محیب صاحب نے ثابت کیا ہے زیادہ سمجھ رکھا ہے  
 بتماثل نقل کرتے ہیں اس سے یہ بھی منسوخ ہو جائیگا جس سے وضع میں نقل عبارت میں  
 شاید سہو و غلط واقع ہوئی ہے نیز این سخن بدان ماند کہ یہ نقل شدہ اند بائیکہ نامہ مٹی  
 کہ فضل است باشد و معصوم و مفتخر من الطاعت و مطہوب من عند الله و رسولہ و این قول  
 مستحسن حق و باطل ہر دو شدہ است قول محقق نسبت کہ افضلیت از امت نسبت اہل خلافت  
 نبوت کہ متقن قوانین و سبب شرائع و مروج دین ایشانند لازم است و الاغنیاء و کلی حال  
 نشود و بجائی عصمت حفظ الہی و تائید رحمانی بحسب عادت اقامی باید اثبات نمود و یہی  
 افتراض طاعت و نصب من عند الله و رسولہ استخلاف من بعد منی باید ذکر کرد  
 اہل سنت و جماعت ہمیں قول محقق و منفع و شہین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودنہ تفصیل میں  
 اجمال آنکہ افضلیت کہ مکیونید در طبقہ ادلی می باید کہ ہنگام احکام دین و ترویج شریعت  
 و تقنین قوانین آن بودند و در ملک مخصوص رہا کہ در ملک مخصوص ہاں علم دیگر شد و بحساب  
 دولت دیگر خیا کہ فتویٰ موقوف بود بر علم کثیر احوال اینہم فتوہا را منفع کردہ نوشتہ اند

بشیر و نصیب و بزرگ و بزرگ و بزرگ

حال عبارت دانی می باید و پس اتهمی۔ اس عبارت میں فقیر اہل خلافت نبوت تبرکات  
 اضافی واقع ہوا اور ہماری محبت اسباب کی عبارت منقولہ میں دو عطفہ فرمودہ ہو کر اس میں  
 نبوت منقول ہوا ہر ذوق باہمی صرف احلاق تقید ہے۔ اسباب نہیں کہ اس میں منقول  
 عنہ میں یہ غلطی کا نسب سی۔ بی ہو حرمہ کہ اس سے ان نہ من نہیں۔ پس اس میں  
 بعد گذارش ہے کہ جو کچھ انصاف کے بارے میں ہے سادہ فی القلوب سے فرمایا ہے۔  
 فرمایا ہے نہ وہ آپ کی عاکوشت ہے اور نہ دینی میں اس کا منہ ہے۔ یہ محبت ظاہر ہے  
 رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اتنا عشر یہ بیع شہادۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے وہ اس کے  
 یہ ہے کہ خلاصہ مطلب عبارت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی میں بیان  
 فرمائی ہیں یہ ہے کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی محی از محنت اللہ میں در ذکر عرض جو کہ  
 اور اس کو کا اپنی افراد پر صدق بھوت شلیک کے ہے پس حاصل عاید ہے کہ خلافت جو طبقہ  
 اولیٰ میں پائی جاتے ہیں وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب دین  
 سفین تک ہے اور متصف بصف خلافت نبوت ہے اور افراد خلافت میں اکمل و اعلیٰ اس کے  
 خواص میں سے چند امور ہیں۔ مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران حدیث اور  
 حاضران نزول سورہ نور اور حاضران مشاہد عظیمہ مثل بدر و تبوک میں سے ہو۔ دوسری یہ کہ بشیر  
 باخبر ہو تبسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ساتھ ایسا معاملہ فرمایا ہو جیسا کہ اہل  
 منتظر الامارت کے ساتھ معاد کیا کرتا ہے۔ چوتھی یہ کہ جن امور کو ظہور کا وعدہ حق تعالیٰ  
 شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض ان میں سے اسکی ہاتھ پر ہی ظاہر  
 ہوں۔ پانچویں یہ کہ اسکا قول دین میں محبت ہو بسبب نبوی و تنبیہ حضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی ساتویں یہ کہ افضل امت ہو اس کی صفات ظاہر ہے کہ انصاف کو یا نبی  
 اوصاف و لوازمات سابقہ کا ہے اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولیٰ میں پائی جاتے ہیں  
 وہ منحصر خلفاء اربعہ پر ہی اور مخصوص ان میں کے ذوات مفردہ کے ساتھ ہے اسکی

بعد سنی کر جو لوازم خلافت خاصہ کے مذکور ہوئی اگر ان میں سے کسی کا تحقق خلیفہ میں نہ پایا  
 مثلاً افضلیت ہی منقود ہو تو اس خلافت کو نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 فرماتے ہیں کہ وہ خلافت منعقد تو ہو جائیگی لیکن مرتبہ اکمل سے اس کا اخطا ہوگا اور  
 مرتبہ غریت سے نکل کر درجہ حضرت میں مستقر ہوگی لیکن اس کے خلیفہ کی اطاعت واجب  
 ہوگی اس کی تحت حکم جہاد و کھلائیگا اس کا نصب عمال و قضات و اخذ زکوٰۃ و صدقہ  
 صحیح ہوگا حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو  
 مطلق خلافت بطل ہو جائیگا اور اس کی اطاعت و امانت اور اس کی ساتھ ہو کر جہاد و عصیت ہوگا پس  
 نشاء اختلاف صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے افضلیت ذخیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہے  
 جس کو فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہیں ہو سکتی اور حضرات شیخہ اس کو شرط نفس خلافت  
 نہ فرمایا ہے جس کی فوت ہونی سے اوکی نزدیک اصل خلافت فوت ہو جائیگی پھر لکن حضرت شاہ  
 عبد العزیز رحمۃ اللہ نے تحفہ میں بمقابلہ شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہے تو وہ ہرگز  
 معارض اوکی والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کے نہیں ہے کیونکہ حضرت صاحب تحفہ  
 نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہے جس کی شیعہ قائل ہوئی ہیں وہ یہ کہ  
 افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ  
 نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے نہ وہ اشتراط ہے کہ جس کی شیعہ مثبت ہیں اور صاحب  
 تحفہ نافی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہے نہ نفس خلافت  
 کی طرف پس نفی اثبات امین مختلفین کی طرف راجع ہیں اور انکو شاید معلوم ہوگا  
 کہ تناقض میں آئندہ حد میں مانع و معتبر میں جہاد میں سے کوئی فوت ہو جائے مگر تناقض رفع  
 ہو جائے گا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس قدر علماء میں ازالہ تحفہ یا قورۃ العینین  
 میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر میں ہماری عجیب سبب کا ادنیٰ  
 بہت شہاد صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اوکی دعا کی موافق نہیں اور انکا دعا اثبات اشتراط

افضلیت کا ہی نفس خلافت کو واسطی اور ادون عبارت تو نگاہ ثابت است افضلیت کو اگر  
 نفس خلافت کو نہیں ہے بلکہ اہلیت خلافت کو واسطی ہے پس اگر یہ ہر ایک شوق اگر عبادت  
 میں تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہندی مجیب بسبب پر پوشیدہ رہا تو ہم خود سمجھتے ہیں  
 علامہ ازین ہم پہلی گذارش کر آئی ہیں کہ آپ کا عا جو اصول دین میں ثبوت قطعی کو مقتضی  
 ہے اور ہماری واسطی اسکی ثبوت کے لیے دلائل قطعیہ کے اسلی ضرورت نہیں کہ اسکو اصول  
 میں نہ نہیں سمجھتے تو ہمکو دلائل غنیہ کافی ہوگی۔ لیکن آپ اذکر ہماری مقابلہ میں اپنی  
 مدعا کی ثبوت میں کیونکر پیش کر سکتی ہیں اور وہ آپ کے مدعا کو کیونکر ثابت کر سکتی ہیں  
 پس ادون دلائل کا اپنی دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرنا صریح غلط ہے جکا فساد یہ ہے  
 کہ آپ ہمیشہ اپنی دعویٰ کو بھول جاتے ہیں اور یا یہ ہے کہ وہ ہو کہ وہی مد نظر عالی ہے  
**قولہ** اب ذرا ازادہ اخفا کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمائی مقصد اول کے فصل دوم  
 واقعہ صفحہ ۱۶ کو دیکھیں یہ عبارت تحریر ہے مذکور ازہم خلافت خاصہ آنت کہ خطہ اول  
 است باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً از انجبت کہ مذکورہ اولی تقریر کردیم کہ چون  
 خلافت ظاہرہ ہر دوش خلافت حقیقیہ ہے۔ قطع شی در محل خود ثابت گرد و لیکن انجابت  
 پادشہ تخت کے غیر احضار خواص ریاست خواص لائق نیست پس خلافت او مطلق نہ باشد  
 منصب غیر افضل حکم رخصت دارد نسبت غریبہ و رخصت خالی از ضعفی نیست مؤ  
 مدح مطلق نہ تواند شد و از ان حیث کہ در خلافت خاصہ تکیں دین مرنی من کل وجہ مملکت  
 و ان غیر استخلاف افضل صورت نہ بند و چنانکہ حضرت رضی نزدیک استخلاف امام حسن فرمود  
 ان برد الله بالنا من خیرا فیجمعہم بعدک علی خیرہم۔ دواہ الماکر۔  
 بخلاف خلافت عامہ کہ انجابت تکیں دین مرنی من ہر دون وجہ مملکت آتن کل الوجہ و انجبت کہ  
 خلافت خاصہ نہیں است برتو اگر در حدیث آمد خلافت علیہا منہاج النبوة و نیز آمدہ  
 تكون نبوة و حجة فخر خلافت و حجة جامع ہر دو است عامہ است درین دنیا ظاہر و باطناً

پس چنانکہ استنباط شخصی دلائل میکند برائیت وی بر استماع قبیح از مستثنیٰ علیٰ ذکرہ رفع  
 کرد و چنانکہ استنباط شخصی بر استماع دلائل می نماید بر فضیلت وی بر استماع و از انجبت  
 کہ عامل سخن شخص مقبول نیست است عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم من استعمل رجلاً من عصاة نبوی فی تلب العصاة من ہوا رضی اللہ  
 عنہ فمخانی اللہ و خان رسولہ و خان المؤمنین و عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لک من المسلمین غیا قام علیہم احد اکماما فطعہ  
 لعنة اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا و لا عدا حتی یدخل جہنم اخرجهما المحاکر  
 ازینجا میتوانست کہ گفت کبریٰ چه خواهد بود آری نزدیک تر از ہم امور و اختلاف و خبر و شروع و منہم  
 امر علی ہو حق میتوان برادر شخص پیش گرفت و از انجبت کہ در وقت مشاورت صحابہ  
 اختلاف فضیلت را نہادند و لفظ حق بہذا لافتمت نہ جمیعکہ مناقشہ داشتند و ازین  
 صدیق اکبر چون خطاری خود برایتان ظاہر شد قائل شدند با فضیلت او و این سبب است  
 بر آنکہ اختلاف فضیلت مساوی باشد و فضیلت خلفا را بر بعد ثابت است بہ ترتیب خلافت با اول  
 بسیار اینی بر سہ سہب اکثاف کسیم سہب اول آنکہ اختلاف این بزرگواران بہین اجماع ثابت  
 و اختلاف کہ لازم است فضیلت را کہ تقریرہ انہی بعد الحجتہ۔ اس عبارت کو بطر غور و انصاف  
 ملاحظہ فرمایید کہ عقلاً و نقلاً فضیلت کہ قائلین اور جس حدیث کا ہم وعدہ کر آ رہے  
 وہی ہمیں مذکور ہر **اقول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مطلب حضرت  
 شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کی گزرا یہاں بصراحت بیان جاری ہے افسوس  
 کہ انہی باوجود اس وضوح مرام اور ظہور مطلب کہ عبارت کو نہ سمجھا اور مثل لا تقر بواصلوۃ  
 کہ اصل فرمایا پس مختصر گذارش ہے متوجہ ہو کر سن بھی وہی مدعا یہاں حضرت شاہ صاحب  
 فرماتے ہیں کہ جو خلافت بنو تہریر کمال میں واقع ہے اور عالی مرتبہ ہر اسکی پس  
 فضیلت خلیفہ لازم ہے جس جگہ یہ خلافت پائی جائیگر فضیلت ہی ضرور پائی جائیگر

اور حجتی افضلیت فوت ہوگی یہ خلافت باعتبار اپنی اس مرتبہ کے فوت ہو جائیگا۔ دلیل اس کا خود  
 شاہ صاحب کے اسی عبارت سے ظاہر ہی فرماتے ہیں کہ منصب غیر افضل حکم خصیت وارد نیست  
 حریت و خصیت خالی از معقبات نیست و مورد مدح مطلق تواند شد (اس سے صاف ظاہر ہے کہ غیر افضل  
 کا است و خلافت منعقد ہو جاتے ہے۔ لیکن یہ تہذیب مدینہ بنیہ ہرگز مطلق مورد مدح  
 نہیں رہتی تو افضلیت شرط اہلیت خلافت ہوتی نہ شرط نفس خلافت۔ اور اس سے آگے  
 فرماتے ہیں۔ آری نزدیک تر از حکم و در احتیاط خیر و شر عدم انتظام علی ما ہو قد میتوان را  
 ترخص پیش گرفت بفتح ہر کہ آگے اس عبارت کو نفس لیا۔ اور اس سے استدلال  
 فرمایا اور ان جملوں کو نہ بکھا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا۔ اسی کی ش کچھ ہی نہیں انشاء  
 سے کام لیتی اب ملائے فرمائی کہ آج اس تہلال ان غبار تو نس اور جو انکی مماثل ہیں  
 کیونکہ صحیح ہوگا اور حدیث موعود کیا کار آمد ہوگی **قول** حیرت ہے کہ حضرت شاہ  
 صاحب تو اس شرط کے عقدا و نقلاً قائل ہوں اور ذلک خلف سید عینی (الہو خاتم المحدثین  
 ابن عتیدہ کو مخصوص بر و نفس بابین اور کتاب اندسہ) او کی مخالفت بزعم خود ثابت  
 ارین اور کتب حدیث وغیرہ تو خیر۔ کاش یہ کتاب اپنی پور برزوار کی وجہ کا حیا  
 خود فرماتے ہیں مٹا لو کرتے **قول** اس افسوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب  
 قدس سرہ می ہو اور یہاں عبارات ازاتہ احتفاء وغیرہ کو بکھا اور بندہ کی گزارش شکریہ عرض  
 سمجھ سکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقدا و نقلاً قائل ہیں حضرت خاتم المحدثین  
 رحمۃ اللہ علیہ او کی ہرگز منکر و مخالفت نہیں یہ معارضہ محض فاضل مجیب کی خوش فہمی سے  
 ناشی ہے حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا وہ نہ سہرا با صیح ہے یہ عقیدہ محض  
 شیوہ کے ساتھ ہی درمخالف عقل و نقل کے ہے نہ اسکو کتاب اللہ مساعداں اور نہ احادیث رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم اسکی موید نہ اجماع البصر کرتین **قول** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس عقیدہ  
 ان فرمایا ہے کہ میں نہیں فرمایا۔ بلکہ طاعت نصیحت پرانہ

ایک طویل الذیل لکھا ہے اور کتاب دست و اقوال صحابہ سے دلائل و برہین لائی ہیں چونکہ  
وہ عبارت طویل ہے اور اس سے یہ بین طویل نوعاً چاہی لہذا ہم نہیں لکھتے اگر حضرت  
جسبیب جابرین تو از انہ انخفا کا ملاحظہ فرمادیں ہم نے یہ فیصلہ مقصد و مقبرہ گذارش کرتے  
ہیں کہ اس طرح درج شدہ یہ شخص کہ مقدمہ اولیٰ افتدہ صفحہ ۳۳۳ کو نیز غور ملاحظہ فرمائیں  
نہایت اہم ہمارے ملازم و مہربان غلامت خاصہ و فضیلت شخصی کہ بابرین خلافت مکر  
سے نہایت وقت پر یہ فضیلت اہم خلافت نامہ گشت واقعہ علم ہر قول  
سمعی زائد انعام میں جہت مہر و دین علاوہ اس کی بہت واضح مدین فضیلت کے  
بجائے میں تا آنکہ یہ دوسری فصیح بیسیکے مفید مدعا میں اور اس سے شہرہ فضیلت  
شدید شدت کہ یہی ثابت نہیں ہونا جسکا اثبات کو ہماری فاضل مجیب علی میں اور حال  
و نامہ ہی جو پیشتر نذر میں موجود تھا حاجت مکرار نہیں قولہ اگرچہ فضیلت کو ثبوت میں حقد  
گزارش ہوا نصف کو کسی کوئی کوئی ہوا کہ یہ قول میں ہو گیا کہ اس شرط کا ثبوت مختصراً آپکی خاتمہ محمد  
کی تقریر سے ہی پیش کرتے ہیں وہ اور یہ بھی پر اپنی اقوال باقیہ کا جواب ہمیشہ توجہ نہیں اور وہ  
یہ تاہی خاتمہ بھی نہیں باب ثبوت عقیدہ دوم میں یہ بخیر فرماتے ہیں عقل نہ صریح دلالت  
سکینہ یعنی رد علی الطاعت کردن و حوی اسوی اور ستاد و اور امر و نامی و حاکم علی الاطلاق  
ساختن و امر نائب و تابع اور و امین بدون افضلیت بنی برہمی تصور نہایت روشن  
ہمیشہ معنی دین برہمی موجود اند و در حق امام منفود و بیح امام از بیح نبی افضل نمیتواند بود  
انہی خبری خاتمہ یہ کلام صریح دلالت کرتے ہیں کہ نبی کا امر و نامی و حاکم علی الاطلاق ہونا  
افضلیت کا سبب ہے اور امام کا مبنوع ہونا اسکی مفضولیت کا موجب ہے اور امام کی  
خاتمہ محمد بنی کے نزدیک ہی ہر عقل صریح دلالت کرتے ہیں کہ محمد صمد اللہ کہ آپکی خاتمہ محمد بنی کے اس قدر ہر نام کا  
انفرد ہونا یا اسکا اثبات ہو گیا کہ یہ نام ہی حاکم علی الاطلاق ہے اور خاتمہ علی او کی تاہرین اقوال  
تاہرین غایت غایت یہ ہے انصاف سامی کو یہاں تک کہ کہہ دیا ہے کہ یہ سہل الفاظ عبارت تو کو

آپ نہیں سمجھتے اور اسکی فہم مطالب میں ہر اٹھنے والی راہ پر چلتی ہیں انوس آپ جیسا ذکی  
 الطبع مناظرہ دان جسنی تمام مسائل خلافیہ میں یہاں تک کہ تحقیقات کی ہر کہ مرتبہ حق پرین کا  
 حاصل کر لیا ہو ایسی عبارت تو نہیں ایسی فاحش غلط کہادی فی اللجب و لفیض مکتادب آجے اسرار  
 سہ لال نہیں ہے بلکہ اسکو مسخ و تحریف کر ڈالنا ایسی منکر اگزارش ہو شاہ صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی کا واجب الاطاعت ہونا اور وحی کا اسکی طرف نازل ہونا  
 اور آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اسکی تابع ہونا یہ محسوس و اوصاف جو خداوند  
 تعالیٰ نے بنی میں نعمت رکھی ہیں اس امر کو مستلزم ہیں کہ بنی امام سے افضل ہو اور  
 یہ ان افضلیت بنی کے امام کو یہ امور مستصور نہیں اور یہ تمام اوصاف ہر ایک بنی میں  
 پائی جاتے ہیں اور امام میں منقود ہیں تو کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے  
 آجے اس سہ لال اس طرح فرمایا کہ آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق ہونا افضلیت کا  
 سبب ہے نہ یہ امر یعنی آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق ہونا امام میں ہی پایا جاتا ہے تو وہ  
 ہی افضل ہوگا اس سہ لال میں چند وجہ سے بحث و تامل ہی اول یہ کہ شاہ صاحب نے  
 علیہ لے بھرا ہے ان امور کے امام میں نہ پائی جائے کو بیان فرمایا ہے آپ نے اپنی تہال  
 میں اسکی خلاف اسکو تحریف کیا اور یہ کہا کہ امام میں آمد و ناسی و حاکم علی الاطلاق ہونا  
 پایا جاتا ہے اور باوجود اسکی اس مخالف دعویٰ کو کسی دلیل سے ثابت نہیں فرمایا پس  
 شاہ صاحب کی عبارتیں یہ کونسا سہ لال ہے آپ کو ثاب یہ یہ خیال نہیں رہا کہ اس تحریر کی  
 تمام نیل ہی درجہ و برہم ہو جائے اور اصل معاسی اسکو کچھ تعلق نہیں رہیگا کیونکہ مدعا  
 یہ تھا کہ کوئی امام کسی بنی سے افضل نہیں ہو سکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ کہ بنی  
 پر بنی کی افضلیت کا امام پر دار مدار تھا امام میں ہی پائی جائے تسلیم کر لیں تو تمام دلیل  
 مدعا کو مسخ کر دیا پس آئے حقیقت یہ سہ لال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہیں  
 بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الذہن سے استدلال ہوا جسکا ثبوت عقلاً ہو سکی اور نہ نقلاً

مانیا کہ ہستی میں کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہر نہ ہر واحد کیونکہ واجب الاعت  
 ہونا علیٰ مجموعہ علت افضلیت نہیں اعمال نقصات بلکہ والدین واجب الطاعت ہیں اور اہل  
 شریعت میں تو یہ حضرت محیب کی کما اسنطرہ والے اور نہایت فہم و انصاف ہے کہ  
 اوس مجموعہ میں سے بعض اوصاف لیا اور ہر حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہ سمجھا کہ مجموعہ کا  
 حکم اجزاء کے حکم سے جدا گانہ ہوتا ہے اس میں نزول علی کو ہی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسطی  
 ثابت ہے چنانچہ آپ کی حضرت کلینی نے محدث کو معنی میں ایک قسم کے نزول وحی کو رد کیا  
 کیا ہے اور جب نزول وحی اور آمد نما ہی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپ کا ہندال  
 شاید صحیح بھانا کہ خصم کے نزدیک صحیح ہوتا یا نہیں۔ مثلاً سنا کہ آمد نما ہی و حاکم  
 علی الاطلاق ہونا مستلزم افضلیت ہے۔ لیکن ہم کہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام آمد نما ہی و حاکم علی الاطلاق  
 و حاکم علی الاطلاق ہے یہ تو صرف حضرات شیعہ ہی کے خلاف عقل و نقل تسلیم  
 فرما رکھا ہے پس اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دیتا ہماری محیب سبب کی کمال  
 دشمنی اور مناظرہ والی ہے۔ ہم امام کو آمد نما ہی و حاکم علی الاطلاق نہیں کہتے بلکہ  
 علی تصدیق کہتے ہیں کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف بنی کے کہ اوہ کی اوامر و نواہی خود  
 تشریع میں جو کچھ وہ فرمادی وہ قطعاً حکم خداوند تھا لے ہے اور میں دوسرا احتمال نہیں اور نہ  
 کوئی دوسرا قانون اوہ کی یہ ہے کہ جسکی طاقت و عدم مطابقت سے لوہ کی صحت  
 و غلطی پر مسلح ہو سکیں وہ دوسرے کو اوامر و نواہی کے لپی میزان و قانون ہے۔ راجح  
 اس جہد کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا معلوم نہیں یہ کیا چستان و پہیلی ہے اور  
 امام کا مبنوع ہونا اوہ کی مفضولیت کا موجب ہے ہماری محیب فرمایا میں تو سمجھ کر  
 حضرت نے اس جہد میں مطلب رکھا ہے یا نہیں ہماری خیال میں تو یہ آتا ہے کہ مبنوع ہم  
 مفعول کا صیغہ تھا تو خیال کیا ہو گا کہ اوہ کی یہی مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا افضل)  
 تو مناسب نہیں اور باعتبار معنی کے صحیح ہو گا کہ اوہ کی یہی اگر صحیح ہو گا تو مجتہد مفعول کے واسطی

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیٰ مفضولیت کا اطلاق کر دیا سبحان اللہ ع برین علم و دانش  
بیاد گریست بد بکرم بد غمیدہ۔ پیر اس فہرہ لیاقت پوچھ دعویٰ یہ کچھ ہندی کی شش شکر  
اس برنی پرتا پانی **قول** اب اسید ہی کہ کوئی غبی ہی چہ جائیکہ ہاری محیب سرزد کی  
دوی ہوش اس شرط کا انکار نہ کرے گا کیونکہ ہمیں عقل و نقل کتاب و سنت حتیٰ کہ اقوال شیخین  
وصحابہ و عترت و علما ہست و والد ماجد آپ کی خاتم المحبتین کے قول سے اس شرط کو بخوبی  
ثابت کر دیا و الحمد للہ علی ذلک **اقول** جعفر آپ نے افضلیت بلکہ شریفیت ثلثہ کی ثبوت میں  
دلائل پیش فرمائی اور برعم خود عقل و نقل کتاب و سنت و اقوال شیخین و صحابہ و عترت و علما  
ہست سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نقش بر آب بلکہ معان سراب بتا بخول اللہ و قوتہ تعالیٰ  
ہماری موصفات سے جو اوپر متعلق حرج و قدح کے کی گئی ایک سخت تہامہ کراداشتہ الہیج  
فی یوم عاصف ہوا منشور ہو گیا اور مثل نادر بود عنکبوت کی معنی اوسکو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور  
آفتاب نیمروز کو واضح کر دیا کہ یہ ہستہ لالات محض حضرت عجیب کی اور ان کے بزرگوں کی خوش  
فہمی سے ناشی ہیں اب بعد اس کے یقین سے کہ کوئی اچھل و غبی ہی چہ جائیکہ ہاری فاضل  
محیب جیسی زکیٰ بطبع و ذی ہوش ان شرائط کو تسلیم نہ کرے گا کیونکہ جو عقل و نقل کے خلاف  
ہو اوسکو کوئی عامل و نذیر تسلیم نہیں کر سکتا واللہ الموفق للرشاد **قال** الفاضل المحیب  
**قول**۔ اور بیان کرنا چاہی کہ مدار وجوب نفس کا اس اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہے پھر  
اگر ہی تو اسکا اثبات ہی ضروری ہے۔ **اقول**۔ ہم آپ کی عمار و صحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب  
نفس ثابت کر چکے آپ اپنی عمار سے دریافت کیجی کہ وجوب نفس کا مدار اس اصل پر ہی یا کس اصل پر  
**يقول** العبد الفقیر الی مولاه الغنی ہاری فاضل محیب عمار و صحابہ کے اقوال سے جیسا  
کہ پہلے وجوب نفس ثابت فرما کر آئی وہ اصل علم الصفات پر بخوبی واضح ہو چکا اب اس سے  
صحت ظاہر ہے کہ یہ محض عقل و دفع الوقتی بلکہ گریز ہے جبکہ ان حضرات کو دار دیگر ایجاب کے  
شک و شبہ میں نہیں تا خوف ہوتا ہے تو اسے طرح راہ فرار دھونڈتے ہیں علامہ ازین

یہ کیا ضروری کہ جو چیز جو بضر کے لیے آپکی نزدیک اصل مدار ہو وہی ہماری نزدیک  
 ہی ہو۔ ہماری نزدیک سری ہی وجوب علی اللہ ہی غلطی لگتی ہے لیکن آپکی نزدیک  
 برومی آپکی عقل کے خداوند قائلے غما یقولون علواً کبیراً کی ذات پاک پر لطف چاہیے  
 اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب بضر کا مدار یہی ہے۔ لیکن چونکہ  
 وجوب بضر کے دلائل میں بیت غاٹن و پچان ہوئے اور بہرہ وقت وہ بھی  
 منظر ساطع دلائل نقل کیے تو اب اس اصل کے دلائل کو چھوڑا تا تو دلائل میں پہنچتی تو  
 تو معلوم سکین حکم المبنی علی انفسا فاسد جس قدر دلائل ثبوت وجوب بضر میں ذکر فرمائی  
 ہتی وہ بھی لغو اور لا حاصل ہو جائے اس درمی برآفرین ہی قبول اگرچہ یہ قدر وجوب  
 کافی تھا اور جو عبا کر ازالہ انخفا کی نقل ہو رہی میں اوہین اس وجوب کا مدار ہی کی قدر  
 لکھا ہے مگر حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں اور مدار ہی اس وجوب کے عرض کرتے  
 ہیں چونکہ امانت کے لیے خصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اسکا گذر چکا اور عصمت  
 سوامی اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں جانتا اسلی غرور ہی کہ امام مخصوص میں اللہ ذکر  
 ہو۔ عبا رازالہ انخفا سے یہ بات ثابت ہی گوشہ صاخب نے لفظ عصمت صریح نہیں لکھا  
 اور وہ پاس نہایت صفا زائے یہ لفظ بیونکر لکھ سکتی ہی۔ **اقول** کتب عقاید  
 شروح تجرید و شرح باب کا و عشر المسمر بالنافع لوم الحشر کے دیکھتی تھی لوم ہوا صحر اصل  
 امانت کا یہ مدار اس اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہی اسکی یہ شرط ہی خواہ بار  
 خواہ بانو مطہ اوسی اصل کثرت راجع ہوگی۔ لیکن وجوب لطف کا نام سونام لین اسلی  
 نہ اسکی اصابت کا اقرار کرتے ہیں اور نہ اس کی انکار ہی فرماتے ہیں اگر اقرار کریں  
 تو اسکا ثبوت کہا نفسی ناوین اور انکار کریں تو یہ دوسری کہ کل و خصم دست بگریبان ہوگا  
 اسلی آپ نے وجوب بضر کا مدار وجوب خصمت کو ٹھہرایا اور اصل سوال (کہ وجوب بضر کا مدار  
 اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہیں) کی جواب میں لا و نعم کچھ نہ فرمایا یہ مناظرہ

دارہ کیر خصم کی بجائی کے ہکھنڈی نہیں تو کیا ہیں۔ لیکن آپ کا خصم بوج کب پہنچا جوڑتی والا ہے  
 اور جو ب لطف کو اچھا رہنے دیا اگر جو ب عصمت پہنچے نازی تو ہمیں اسکی دلائل  
 پر ہی مختصر ارادہ کچھ جرح و قدح کی ہی جو آپ جانکر اور حضرت شاہ صاحب نے اگر عصمت کو  
 نہیں لکھا تو بیاس خلافت خلفاء نہیں بلکہ بیاس کتاب سنت ہیں لکھا کہ خلافت کتاب  
 و سنت کیونکہ لکھ سکتے ہیں **قول** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہے اور اسکا ثبوت  
 چاہا ہے اگرچہ یہ اصل بھی اپنی محل پر ثابت کی گئی ہے مگر چونکہ یہ بحث الہیات کی  
 شغل ہی لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب  
 یوں تو آپ کا جو دل چاہا ہے فرمایا میں نہ آپکو ثبوت الہیات کی ضرورت نہ بنوانے کے حرف ایک  
 امامت کی امامت کافی ہے لیکن پہلے آپ اپنی خصم کے گذارش سنی اور بعد فرمایا ہے کہ آپکو  
 وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہے یا نہیں وہ یہ گذارش خدمت والا کرتا ہے کہ وجوب  
 عصمت نفس وغیرہ بلکہ تمام بحث امامت کے لیے وجوب لطف علی اللہ اصل ہے یا نہیں  
 اگر میں اور نے الواقع آپکو نزدیک اسکی اصالت مسلم ہے تو یہ اصل فاسد ہے کیونکہ مسلم  
 محال ہے تو وہ فرع جو اس اصل پر مستقر ہوگی وہ بھی فاسد و باطل ہو گے تو گویا آپکی خصم نے  
 اس صورت میں آپ کے مسئلہ امامت کو سوا اسکی لواحق کے سید بحث ہی میں باطل کرنا چاہا  
 اور خیال کیا کہ ابطال دلائل میں زیادہ کچھ مستدلالات کی ضرورت نہ پڑے یہی اس پر جواب والا کا  
 یہ فرمانا کہ چونکہ یہ بحث الہیات کی شغل ہی لہذا اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں  
 آپ ہی انصاف سے فرمادیں کہ بدی و اب مناظرہ کے صحیح ہی یا غلط ہے اور آپکو  
 بحث امامت ہی میں اسکی ثبوت و اثبات کے ضرورت ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس  
 بحث کے الہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ اسکا امامت سے کچھ تعلق نہیں  
 تو غلط ہے چنانچہ ابھی واضح ہو چکا ہے اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصد نہیں تو پھر یہ  
 ارشاد فرمانا کہ اسکی ثبوت کی چند ان ضرورت نہیں سید ان مناظرہ سے صریح گریز ہے۔ بیست

حرف مطلب کو میری سن کر بصدناؤ کہا + ہم سمجھتی نہیں بکتا ہی یہ سودا کی کیا + شاید  
لفظ چندان سہی بڑا ہو گا کئی جملہ ضرورت تو ہی لیکن بقایہ شکش کنجہ نظر کر کا نلم بین  
سمجھ کرئی قال الفاضل بحسب قولہ - اور اختلاف نفس کے صورت میں کس کو امام  
سمجھا جائیگا - اقول - اسکا مطلب سچہ میں نہیں آتا جبکہ نفس کی شرط ہمیشہ ثابت  
کردی اختلاف نفس کے کیا سنی اگر نفس میں اختلاف ہے تو نفس ہی کہاں ثابت ہوئی  
یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی - حضرت میر صاحب دافعی اسکا مطلب  
جناب کے فہم شریف میں نہ آیا ہو گا کیونکہ باوجود اینہمہ ادعا سے بجز ایک واپسی نہ ہو سکے  
روایات و مضمون کے خبر نہیں ہے - لیکن ہم ہی خدمت سامی میں گزارش کرتے ہیں کہ حضرت  
امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تھے ایک اسمعیل دوسری حضرت موسی کاظم علیہ السلام  
آپ کی فرزند کلمان اسمعیل تھے جنکو آپ حسب تصریح صاحب تذکرہ الاممہ سے زیادہ محبوب کہتے  
ہے اور بہت پیار کرتے تھے اور قدر و منزلت میں تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و ممتاز سمجھے  
تھے دل حضرت نے امامت کو ان کا نامزد فرمایا اور ان کی سی امامت کی نفس فرمائی یہ ہے وجہ  
ہوئی کہ ایک جہم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہیں فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے  
بعد اس کے آیات حضرت شیخ (درود بر کردن آدمی) جب اسمعیل مصداق غالی و مہمہ و حرکات  
قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے مخصوص  
فرمایا اور اپنی صحابہ کے جواب میں جو بابت اختلاف نفس صادر ہوا بدعا کا عذر فرمایا آپ کے  
رئیس المتکلمین نے فقہ محصل میں پیر پیشوایان دین سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام صادق رضی اللہ  
عنہ اسمعیل سے خود اقام مقام خویش فرمودہ امامت نفس نمودند چون امور ناشائستہ از دست  
یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و جواب صحابہ عذر بد - آواز نہادند - انکشاف  
از انہیں ہو سکتا ہے و نفویت کلینی کی روایت سے ہوتے ہے جو خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ  
از انہیں میں نقل کیا ہے - بداء اللہ الی محمد الی جعفر بالہم یکن یعرف کہ جواب

ستاد بیت موسی کاظم علیہ السلام

بابت تفسیر حدیث و روایات

بعد مضمیٰ اسمعیل بکر روایت کلینی کے اس اختلاف کے علاوہ دوسرے اختلاف کے مجدد  
 اس کے پیش میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایات کو ملائکہ فرمائی اور ان کا مطلب سمجھ کر  
 اور اختلاف نفس کو دیکھ کر منہ بند کی گذارش ہی سمجھ میں آجائے بعد اسی جواب کا ذکر بھی اور اگر  
 ہر پہلو سے سمجھ میں آجائے تو منہ کا مقصود نہیں ہے **قول** کیا بارگاہ خداوندی میں ہر شے  
 تخلیق و نشا جو کچھ اختلاف واقع ہوتا ہے **اقول** جناب کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یہ  
 حضرات شیعوں کے بارگاہ خداوندی میں (معاذ اللہ) توبہ توبہ نقل کفر نہ تھا (اسل تحت جبر  
 صحابہ بکر مثل علوم اختلاف ہوتا ہے اور یہ مقتضایا دون روایات کے جائز ہے کہ (نعوذ باللہ) خداؤ  
 تقس کے شانہ عمّا یقول الظالمون علواً کبیراً اور اختلاف مصیبت نامہ شکر سے کوئی ارادہ  
 یا امر نہ ماری اور بعد اسی امر میں مصیبت میں رہا ہو اور اس کا حکم فراموشی اور اس کا غلط ہے اس تعمیر  
 فراموشی میں حیا و عجز روایات سے سابقہ میں پہلے نامہ شکر سے اسمعیل نے نام خلاف مصیبت  
 است کر نفس ہوئی اور حیا و عجز اس سے پہلے نامہ شکر سے سرزد ہوئی اور معلوم ہوا کہ پہلی ضر  
 جو اس کی نام نفسی خلاف مصیبت تھی تو یہ دوسری دفعہ حضرت امام موسیٰ کاظم کے نام پر ثبت  
 نفس فرمائی اور ہر دو ایک کچھ پہلی نفس میں خدائے کو (معاذ اللہ) بے پردہ کتب ہو گیا تھا۔  
 علیہ السلام اور بہت روایت ہیں جو اس پر اب کتاب کرنی میں نفس بر صافی سورہ رعد تحت قونہ  
**تَعْلَمُ اللّٰهُ مَا تَشَاءُ** روایت مذکور ہے **وَالْعِیَاشِی عَزَّ وَجَلَّ** انہ قال کان علی بن الحسین  
 یقول لولا آیت فی کتاب اللہ لحدّکم ما دنا الی بوم القیامۃ فقلت لہ منہ آیتہ قال  
**قَوْلُهُ تَعْلَمُ اللّٰهُ مَا تَشَاءُ وَتَشِیْتْ وَتَعِدُّ اَمَّ الْکِتَابِ** اس روایت کے مصنف طبر

سے توبہ کے بھی الحکم من مذکور ہوا کہ کسی میں بھی جانا تھا ادا تھا کیا تھا معصیت نہ تھی وہ کسی  
 بن حنفی سے ہوا کہ روایت کی ہے کہ امام میں احادیث و روایات سے بھی  
 میں آیت ہے کہ تو میں کا وہاں تک سرے کی مٹکی جبر دیا میں نے یہ چاہا کہ کسی آیت ہی مرزا  
 میں بظاہر محمد بن ہشام سے تہذیب چاہا ہے کہ یہ ہے اور اس کی اس سے اصل ہے

۱۲ + + + + +  
 ۱۱ + + + + +  
 ۱۰ + + + + +  
 ۹ + + + + +  
 ۸ + + + + +  
 ۷ + + + + +  
 ۶ + + + + +  
 ۵ + + + + +  
 ۴ + + + + +  
 ۳ + + + + +  
 ۲ + + + + +  
 ۱ + + + + +



اور بدامین ناؤں کے خلاف مصلحت ہوتی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ میں بیان اتمام ہوتا ہے  
 و بس غرض کہ بد نسخ پر دلائل و متبائن میں نہیں اتحاد نہیں قولہ اسکو مفصل تحریر فرما کر سمجھانے  
 تاکہ جواب گذارش ہو اقول ہم مفصل گزارش کر کے بخوبی سمجھا دیا ہے جواب عنایت  
 ہو۔ قال النہایہ۔ قولہ۔ اور زمان قدرت میں کیا حکم ہوگا۔ اقول  
 وہی جو زمان قدرت موت میں ہوتا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه  
 یہ جواب محل بحث و مائل ہے کیونکہ قرة الرسل کے معنی حسب تفسیر صاحب تفسیر صانع  
 فتوہ الارسال اور انقطاع الوحی کے ہیں جس سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں رسالت بند ہو جاوے  
 اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہماری فاضل نے جو قرة امامت کے قریب رسالت پر قیاس کیا وہ قیاس  
 قیاس مع الفارق اور غلط ہے کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالیٰ شانہ کی طرف سے  
 حفظ اور بقا کا وعدہ نہیں تھا یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ دس دین کی تعبیر کر دیتی تھی  
 اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتی تھی بعد اسکی جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تھا تو اسکی تجدید  
 کرتا تھا اور جو کچھ اس میں خرابیاں ہوتی تھیں رفع فرماتا تھا کوئی مستقل شریعت جدا گانہ دیگر  
 بھیجا جاتا تھا جب ہماری نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کا وہ العرب و الجمجم مبعوث  
 ہوئی اور خداوند تعالیٰ شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اسکی حفظ و ضبط  
 کا وعدہ فرمایا اور تمام ادیان پر دین اسلام کی غلبہ کا فردہ سنایا تو اس سے صاف معلوم  
 ہوتا ہے کہ اس شریعت میں تغیر و امتحان نہ ہوگا اور اسکی کتاب محفوظ رہے گی تو اگر ایسی شریعت میں  
 قوت واقع ہو چکا واقع ہونا کچھ ضرر رسان نہیں ہے تو اسکو ایسی شرائع کی قدرت رسالت پر قیاس  
 کرنا جو سندرس ہو چکی ہو اور نہ اسکی کتاب باقی ہو اور نہ اسکی احکام اپنی حال پر ثابت  
 رہیں ہون سخت بدیہی غلط ہے قطع نظر اس سے کہ قرة کا واقع ہونا ہی خود وجوب  
 طاعت کے خلاف ہی گویا اگر نبی مبعوث فرمادی یا آمدہ منصوص فرمادی تو معاذ اللہ  
 آپ کو نزدیک خدا تعالیٰ خود تارک واجب الامام ہوگا تن کے شانہ عما یصفون اور ظاہر ہے

کہ قضیہ موجبہ میں وجود موضوع کی ضرورت ہے تو اگرچہ حضرات شیعہ خلاف کتاب اللہ  
 و شواہد صحیحہ ایک خبر واحد کی وجہ سے جو خود ہی جناب امیر سے روایت کرتے ہیں  
 لا یخلوا الارض من قائم لله بحجۃ اما ظاہر شہود و اما خالف مغوی زمان فترت کونکر  
 میں لیکن بارہ منزل محیبہ بصفات ثناء اذرت کہ قبول فرمایا مگر قیاس میں غلطی کہائی سو خیر ہم اسکو بھی  
 سمجھتے ہیں۔ قال الفاضل المحیب۔ قولہ لا یخلو تحقق امامت نزع و خلع خارج  
 یا نہیں۔ اقول اس سوال سے یہی تعجب ہے جبکہ ہم ثابت کر چکی کہ امت کا کام ہی امام  
 بنانا نہیں ہے بلکہ مخصوص من اللہ و من الرسول ہونا چاہیے تو بعد تحقق امت نزع  
 ختم کے کیا معنی مقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہے بلکہ  
 اس سوال سے جناب کو تعجب ہوگا لیکن شاید تعجب اسوجہ سے ہوگا کہ اپنی خلیفہ دومی جناب  
 امام حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ مصاحبت محفوظ فی اطر اثران تاثر نہ ہوگا اور غریب نہ ہو  
 خود مصوویت امام ثابت کرائی ہیں تو ابھی حالت میں اس سوال سے زیادہ استعجاب ہوگا  
 لیکن جناب اس قصہ مصاحبت کو دیکھیں اور مصاحبت نامہ کو تاریخ کی کتابوں میں پڑھیں  
 تو یہ یہ تعجب جو سوال سے ناشی ہو بھی رفع ہو جائیگا اگرچہ وہ سری حیرت لاحق حال  
 ہو جائیگا اول مصاحبت نامہ کی نقل کرتا ہوں دوسری میز راغبات الدین شیرازی جنکا شیعہ  
 از کثر تاریخ سے ثابت ہے اپنی تاریخ نسیمی حسیب امیر میں جلد دوم صفحہ ۱۲۵ پر مصاحبت  
 نامہ باین الفاظ لکھا ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هَذَا مَا صَالِحٌ عَلَيْهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ  
 اَبِی طَالِبٍ وَمَعُوذِ بْنِ اَبِی سَفِیَانَ مَسْلُوحٌ عَلَیْهِ اَنْ یَّسْلُمَ اِلَیْهِ وَلَا یَقَامُ لِلْمُسْلِمِیْنَ  
 عَلَیْهِ اَنْ یَّعْمَلَ فِیْمَا مَلَکَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَسَنَةِ رَسُولِهِ سِیرَةِ الْخُلَفَاءِ الصَّالِحِیْنَ وَلِیْلِ الْمَعُوذِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سے اللہ کی دین نام سے خالی ہیں ہوتی یا وہ سب سبہ ہوا ہی اور یاد دل دہا جیہا ہوا۔ ۱۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 سہرہ ہر سبہ میں بنی بنی ہوئے سبہ صاحب کی سبہ صحت کہ کہ سبہ صحت کو اس کی ولایت ایک سبہ کہی اس سبہ  
 کا نہیں کتاب اللہ اذرت و انوار سیرت خلفاء صالحین چل گئی اور اس سبہ کہ سبہ۔ ۱۲۔



و ذکا سمجھ لین۔ مان بیان اس قدر باقی رہ گیا کہ حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت  
 امیر معویہ کو تسلیم تو فرمادی۔ لیکن بیعت یوں فرمائی یا نہیں فرمائی سوا اس کو ہم جیسے  
 میں دیکھتے ہیں۔ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت ہی فرمائی بلکہ عبارتہ  
 چون امام ہمارا اہل اسلام بقبضہ اقتدار عالم شام درآمد روزی عمر بن العاص معویہ را  
 گفت کہ حسن را بگو خطبہ خواند و مردان از استغفار می خواہست و خلافت تو آگاہ گرداند و چنان  
 نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از او خطبہ پڑ خواند آمد و خلایق را معلوم خواہد شد کہ او را  
 قابلیت این امر نبوده معویہ نخست از قبول این سخن ابا نموده بالآخر بنا بر بحال عمر بن  
 امیر از امام حسن التماس نمود آنحضرت منس در اسبزدان شستہ در جمعی کہ جمہور اعیان عراق  
 و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمود و فرمود کہ ایہا الناس بہترین ماکب تقوی ست  
 و بدترین جمعی فحوریت و بدستی کہ اگر تم طلب کنید از جا ببقا و جا بسامردی را کہ جد محمد  
 باشد دنیا بیکسی غیر از من و برادر من شاید خدا تعالی شمارد بہایت و او یکدن و بجات بخشید  
 از غوائت و غمارا غریز گردانید بعد از مذلت و بسیار ساخت بعد از قلت و بدستی کہ معویہ  
 بامن نزاع کرد در امری کہ حق من بود پس من برای قطع فتنہ و صلاح امت این ہم را  
 بومی باز گذارستم و ترک محاربه گفتم و بخین خون اہل شام مار و انداختم ہر آئینہ شاکست  
 کشید مرا کہ این امر را بغیر اہل آن و آدم و این حق را در غیر وضعش نہاد و مقصد من صلح  
 امت بود و ان ادری لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین چون سخن بدینجا رسید معویہ  
 بر طاعت شدہ گفت بہت ای ابو محمد غزو دانی و بردانیکہ در کشف انہم قوم شستہ  
 در خطبہ مذکورہ طور است کہ قد بالعد و رات ان حقن الدماء خیر من سفکھا و لم  
 ارد بذلک الا صلاحکم و بقاءکم و ان ادری لعلہ فتنہ لکم و متاع الی حین

۱۵ تحقیق مینی اس سرجیت کر لی ہر ادبیری را می بین یہ آیا کہ چون بیدی سوا کی حفاظت بہتر ہر ادبیر ارادہ اس سے  
 غزنہا خیر خواہی اور فائدہ کے اور کچھ نہیں ہر آدمی میں نہیں ہوتا یہ شاید تمہاری ہی فتنہ اور ایک وقت تک نفع لوٹنا ہو۔ ۱۶

و ازین عبارت چنان استفاد میشود کہ امام حسن با معویہ بیعت نموده و از کتب اہل سنت  
 یہ انیمعنی فہم میشود اما باتفاق علماء امامیہ امام حسن علیہ السلام نہایت بیعت بمعاونہ نداد  
 والعلم عند اللہ المملوہم الرشا - اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جناب امام غزالی امیر  
 معویہ کے ساتھ بیعت ہی فرمائی اور جب کشف الغمہ کی روایت میں بیعت کا واقع  
 ہونا بنفس صریح موجود ہے اور امام قاضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں تو پھر یہ کہتے ہیں امامیہ کا اتفاق  
 ہی جناب امام نے امیر معویہ کے ساتھ بیعت نہیں کی سرسری بیعت اور لغوی **قولہ**  
 یہ بعینہ ایسا سوال ہے کہ کوئی کہے کہ بعد تحقق نبوت نزع و خلع جاری ہے یا نہیں جو جواب  
 اسکا حضرت مجتہدین دہی ہماری طرف سے قبول فرمادین **اقول** یہ بعینہ ایسا  
 سوال ہے کہ جب کسی نے خلع نبوت کسی کافر و فاسق کو بخش ہو اور کسی کافر کے  
 ساتھ بیعت کی ہو اور اسکا رقبہ اطاعت اپنی گردن میں ڈالا ہو اور اگر ایسا نہیں ہوا  
 تو یہ سوال بھی بعینہ ایسا سوال نہیں ہو سکتا لیکن اگر ہماری محبت سب کے نزدیک کسی نہ  
 کسی ہی ایسا واقع ہوا ہو جیسا کہ اولی الامر ان فی غیرہ ہوا تو اسکی جو ابدہ دہی میں نہ ہم  
 بخلاف ما نحن فیہ کے کہ اول حضرات شیعوہ کی حضرت خلیفہ اولؑ نے زمانہ خلافت خلفا  
 ثلاثہ میں خلع کیا اور ہر تہ خلفا رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیعت فرمائی اور یہ بیعت کرنا  
 کی طرح ہو علیٰ ہر سیر دار مدللہ سورہی اپنی ہی امامت کا خلع اور و فیکل  
 امامت کی تسلیم ہی اگرچہ پیسے قبل از وقوع بیعت اہل حل و عقد ہوا لیکن آپکی  
 نزدیک بیعت کی وقوع اور عدم وقوع کو انعقاد خلافت میں کچھ دخل نہیں ہے بعد  
 آپکی حضرت امامہ ثانی رضی اللہ عنہ نے بیعت اہل حل و عقد کے بعد اور باعتبار ہر استقرار خلافت  
 کے بعد امیر معویہ کے ساتھ اس طور مصالحت کی کہ ولایت امور مملکت کے جو خدا  
 اور رسول سے آپکو مفوض و مضمون ہے اپنی ہی جد اکی اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم  
 فرمائی اور خلافت کے کو اس پر گواہ کیا اور اسکی ساتھ بیعت کر لی پس جب ائمہ میں نزع

اور سلع کا وجود پایا جاتا ہی اور انبیاء میں کہیں نہیں پایا گیا تو پھر اس قسم کے جواب  
 دینا اپنی لیاقت اور مادہ قابلیت کو ظاہر کرنا ہے اور دارو گیر اباحت سے جان  
 چھوڑنا جیسا کہ اس بحث میں جو کچھ جواب بعد اختتام شرائط ارشاد ہوئی میں سب کے  
 کیفیت ایسی ہی کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ ہمارے فاضل مجیب کو ان جوابات میں ہم  
 فراتنگ نظر آ رہا ہی اور رہائی نہ نظر ہے و سبب یہ کہ وہاں میں مناص قال الفاضل  
 لمجیب قولہ اور در صورت تخطیہ احد ہما آتا نہ ہو صواب پر سمجھا جائیگا اور کہو  
 خطابہ اقوال - یہ سوال ہی حیرت انگیز ہے جبکہ صحت ثابت ہو جائے درود ما زیادہ شیخ  
 معصوم ثابت ہوں انکو آپس میں تخطیہ کی گیسنی عصمت و خطا یعنی یہ ہرگز آپس میں تخطیہ  
 ممکن نہیں اس قول العبد الفقیر **مولانا محمد امجد علی لا ریب آکبر** یہ سوال  
 حیرت انگیز ہے معلوم ہوتا ہو گا کہ اول سے خلاف عقل نقل آئے کہ عصمت شریعہ  
 بعد اس کے آپکو اس تخطیہ کی جہ منوی ہو ایک ہم نے دوسری ہم کی نسبت فرمایا تو پھر  
 کتب معتبرہ میں موجود ہی پس آپکو یہ سوال حیرت انگیز نہ معلوم ہو تو تعجب ہی جبکہ آپکو یہ  
 اعلیٰ تخریج وقوع تخطیہ کے اطلاع نہیں ہے تو یہی ہم ہی نہ بتا کر نے میں کہ یہ  
 کشف غمہ وغیرہ امیہ نے نقل کیا ہے کہ جب اس صاحب بحث کو خبر جو فیما بین حضرت امام حسن  
 رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی امام حسین رضی اللہ عنہ کو بوجہ  
 آپ یہ خبر حیرت انگیز لگے کہ زبان مبارک نہ کھلا اور فرمایا لَوْ جَوَّزْتُ لَكَ أَنْ تَكُونَ حَافِلًا  
 اب حافل اس عبارت کے معنی نہیں ہاں فرمایا ہو اور سوچی کہ یہ عبارت کس پر منععت چوتھا فعل حسن  
 عنہ پر دلالت کرتی ہے لفظ جواز نف کے معنی خواہ حقیقی ہے یا مجازی بطور اس پر  
 دلالت کرتی ہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا یہ فعل جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک  
 اس درجہ قبیح و شنیع تھا کہ خبر الف کو اس سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ سمجھتی ہیں اور امام حسن  
 رضی اللہ عنہ اس ہی فعل کو اصلاح سے تعبیر فرمادیں تو ظاہر ہی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا

یہ سوال حیرت انگیز ہے

اور کتب صحیح سمجھنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ صریح ہے پس ہم پوچھتے ہیں کہ عصمت اور خطا  
 یعنی چہ۔ علاوہ ازیں اوائل سالہ ہدایہ میں گزر چکا ہے کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیت  
 کی غسل سے ایک ضیف کیسی بقدر ایک رطل کے غسل لیا ہوتا اور سپر جناب امیر نے ہفتہ  
 غیظ و غضب فرمایا کہ مارنے کا قصہ کیا اور عذر استحقاق بیت المال کا پذیرا فرمایا بلکہ تصرف  
 قبل القسمت کو ناجائز فرمایا اور حضرت امام نے جب قدر غسل بیت المال سے لیا تھا تو فوراً  
 جناب امیر نے قسم اول بار او سے خرید کر کے اسے ہفتہ روزہ میں داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ  
 تخطیہ سے پس اب فرمائی کہ عصمت اور خطا یعنی چہ۔ لیجی آپ امکان تخطیہ کے بھی منکر  
 ہتی سمجھتی آپ کو اس کا وقوع ثابت کر دیا۔ ازین شروع اس سالہ میں ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ  
 عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمت استہجن مثل جنین پر وہ  
 نسلیں رحم شدہ النح فرمانا بیان کر آئی ہیں آپ کو یاد ہوگا آپ کو نظر آتا ہے کہ آپ حصا اجاث  
 میں محصور ہو کر مجادما من قصہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو سمجھیں اور الزام اس کو  
 پیش فرمائیں لیکن اتنا خیال رہے کہ اول اس کا تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اس کا ایسی خطا ہونا  
 جس سے ابنیہ معصوم میں غیر مسلم ہے اور بعض محال اگر ابنیہ میں تخطیہ واقع ہو ہی تو چونکہ  
 ابنیہ باتفاق فریقین معصوم میں اور اولیٰ عصمت و لامل قطعیت سے ثابت ہے تو ایسی دلیل  
 تاویل ضرور ہوگی بخلاف ائمہ کی کہ نہ اولیٰ عصمت مسلم لہذا وہ اس پر کوئی دلیل مثبت قائم ہے  
 تو اس کو ابنیہ کی تخطیہ پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قول** مگر ہم حسب مذاق حضرت  
 مجیب عرض کرتے ہیں کہ بغرض محال اگر یہ ثابت ہے ہو تو اسی طرح سمجھا جائیگا جطرح  
 ابنیہ ایک دوسری کا تخطیہ فرماؤں جو جواب حضرت مجیب مان دینا دہی بیان ہے  
 تصور فرماؤں۔ **قول** ہماری فاضل مجیب کو فرض محال کے تکلیف اوٹھانی کی کچھ  
 ضرورت نہیں پہنچتی ایک ہی روایات سے وقوع تخطیہ ثابت کر دیا اب فرمائیں کہ ابنیہ میں  
 کونسا تخطیہ واقع ہوا ہے جو اس تخطیہ کے برابر ہو جس کو مشرک جواب تصور فرما رکھا ہے

علاوہ ازین اسکا دارد ارثوث عصمت ائمہ پر ہی اور اسکو ہم سابق میں بلکہ انہیں تو پہلے  
 محض بناء فاسد سے الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سے اگر اسکو شامل سے دیکھا جائے تو یہ شترک  
 الا لزام ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہو اسی وہ اسطرح ہے کہ امام بالفعل نے  
 امام بالقوہ کا خطبہ فرمایا ہے اور اگر یہی صورت خطبہ کے انبیاء میں فرض کیجادی تو چونکہ  
 عصمت انبیاء قبل البعثہ علی مخصوص سفایر سے مختلف فیہ میں اہل نسبت ہے اسی کہا جاتا ہے کہ  
 ائمہ بنی بفعل کا خطبہ کرنا بنی بالقوہ کی نسبت صحیح ہے۔ اور جب آپ کی حکم کے بموجب ہمتیں  
 جواب کو آپ کی طرف سے ائمہ میں ہی تصور فرمایا تو یہ ثابت ہوا کہ جو خطبہ ائمہ میں واقع ہوا  
 اوس میں امام افضل صواب پر ہوگا اور امام بالقوہ خطا پر تو غسل کے قصد میں جناب امیر مضر علیہ  
 صواب ہے اور معاصی میں جناب امام حسن رضی اللہ عنہ صواب پر ہی۔ یہی بطلان  
 عصمت کو بیان تو خود تسلیم فرمایا قال الفاضل المحبیب۔ تو راہ ازہد عصمت کا  
 تحقق جمیع عمرین ہے یا بعض میں۔ اقول۔ مذہب اہل حق یہ ہے کہ ازہد تا حد عصمت  
 مستحق ہے یقول العبد الفقیر الی مولانا چونکہ عصمت کی نسبت سابقین  
 بیت کچھ بحث ہو چکی ہے جو کافی سی اسلی اور اسکی اعادہ کی قدرت نہیں ہمارے ہر سفیر گزشتہ  
 ہے کہ قطع نظر اس سے کہ ابتدا ازہد صحیح ہے یا نہیں کیونکہ شاید آپ کو معلوم نہیں ہوگا  
 کہ امین ہی باہم اختلاف ہے اسلی کو مذہب اہل حق فرماتے ہیں۔ بحث اثبات عصمت  
 میں جعفر دلائل ذکر فرمائی ہیں اور میں سی کوئی دلیل ہی عصمت ازہد پر دلالت نہیں کرتی  
 کاش اثبات کے وقت ہی یہی دعویٰ محفوظ خاطر سامی ہو تا قال الفاضل المحبیب  
 قولہ۔ جب مخاطب اپنی شرائط کو دلائل کے ساتھ بیان فرمائیگا تو اس پر رد و قدح اور بطرح  
 ہوگی۔ اقول۔ ہنسی آپ کی کتب سے یہ شرائط مل جائیں گی اگر آپ وہ قدح ہی  
 علماء کی کلام و صحابہ کی اقوال پر کر سکتی ہیں تو بسم اللہ کیجی ہمارے طرح فائدہ ہے۔ یقول  
 العبد الفقیر الی مولانا۔ سبحان اللہ یہ ہمارے فاضل محبیب کے

فہم و دانش اور مناظرہ والی ہے کہ اپنی ہستہ لالات کی ابطال کو کلام علماء و اقوال صحابہ پر دقح  
سمجھتی ہیں۔ کیونکہ حضرت اگر آپؐ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یا ارشادات ائمہ یا اقوال صحابہ یا تحقیقات علماء سے غلط استدلال کیا اور اپنی فاسد مدعا پر  
استہادہ کے طور پر غلطاً پیش کیا اور آپؐ کے خصم نے آپکو آپکی غلطی پر متنبہ کیا اور لیکو جہاد  
کہ آپکا استدلال ان دلائل سے غلط ہی اور اذکو آپ کے ثبوت مدعا سے کچھ ساس نہیں اور اس  
دلائل سے ثابت کر دیا تو کیا اس صورت میں آپ یہی فرمائیں گے کہ آپ کے خصم نے کتاب اللہ  
و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنت پر دقح کے اور آپ اسی دہمکی سے ڈرا کہ  
اپنی ہستہ لالات کی ابطال پر دقح کسے باز رکھیں گے۔ قطع نظر اس سے کہ ایسی غلط اور دہمکی بات  
آپکی سی ثبوت نفس و کمال میں مضبوط و قویٰ میں آپ کے خصم کو سرگزشت پر دقح سے باز رکھیں گے  
نہیں اور نہ آپکا خصم کچھ ایسی باتوں پر کان دے گا۔ پس آپکا کہنا کہ یہ طریق کچھ فائدہ نہیں  
بلکہ نقصان ہے۔ چنانچہ جب ہماری رو دقح سے آپکو روز سیاہ و شرم آئیگا تو معلوم ہوگا کہ آپ  
کس قدر ضرر رساں ہر قال الفاضل المحیب۔ قولہ۔ سر بہت جناب نے دعویٰ کیا کہ  
یہ مدعا بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے اور دلی و دلیل فرامین قرآنی تو دعویٰ بلا دلیل کے و اس طرح  
لا نسلم پر جواب ہی بلکہ لانسلم کے ہی حاجت نہیں کہونکہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر مقبول ہے  
ان دلائل جواب کے دہم پر آئندہ اپنی دلائل کے ساتھ منظر میں۔ اقول۔ اگرچہ اسکی جواب  
میں ہی کچھ گزارش ہوتا اور اسقدر شروع میں عرض کیا گیا ہے مگر چونکہ کوئی مطلب کے بات نہیں  
میں صرف ہیئت گزارش ہے کہ ہم نے انکار شاد کی تمہیل کر دی اب ہم حسب وعدہ منتظر ہیں  
میں قول العبد الفقیر الی مولانا ہم ہی اسجگہ صرف اسقدر گزارش کافی سمجھتی  
ہیں کہ ہم نے اپنا وعدہ وفا کیا اور آپ کے استدلال کا مدلل جواب آپکو دلائل کے ساتھ گزار  
کر کے آپکا انتظار رفع کر دیا اب ہم حسب وعدہ انصاف کی منتظر ہیں۔ قال الفاضل  
المحبیب۔ قولہ۔ یہ نہ اجمالاً مختصراً اسقدر گزارش ہے کہ جن شرط کی نسبت

دعویٰ فرمایا ہے کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہیں اذکر کذب خود کلام امیر المومنین علی  
 رضی اللہ عنہ ہی جسکو شریف رضی نے بیج البلاغۃ میں ذکر کیا ہے۔ وانما الشوری  
 للمهاجرین والالضار فان جمعوا علی رجل وسموا ما کان ذلک للہ  
 لمخصاً بقدر الحاجة۔ اقول۔ الحمد للہ کہ شرائط ثلثہ اداں دلائل عقلیہ و نقلیہ سے  
 جو آپ کی سی علمائے اپنی کتب معتبرہ دینیہ میں لکھی ہیں ثابت کی گئی ہیں **قول**  
 الفقیر لے مولانا بجلول اللہ وقوتہ شرائط ثلثہ کی ثبوت کو اداں دلائل عقلیہ  
 و نقلیہ سے جو ہماری علمائے اپنی کتب معتبرہ دینیہ میں لکھی ہیں بالکل زبردست کا اہتمام  
 کر آئی ہیں اس سے بخوبی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شرائط خلاف عقل و نقل تسلیم  
 کر رکھی ہیں نہ اذکر عقلی ساعدہ ہر اذکر نقل ہو یہ ہے **قول** آپ جو یہ تقلید اپنی  
 خاتم المحدثین کے کہ وہ حضرت اپنی خوش فہمی سے اس قول جناب امیر المومنین علیہ السلام  
 کو مذبذب ان شرائط کا سمجھتی ہیں یہ قول نقل کیا ہے اسکا ہی جواب سنیں **قول**  
 شاید ہماری عجیب سبب کچھ ملہم یا محدث ہونے کی ہی مدعی ہیں۔ اگرچہ خاتم المحدثین  
 رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ہمارا فخر ہی لیکن علوم نہیں اسجد ہمارے عجیب کس دلیل سے  
 تقلید سمجھ چکی عادت ہو گئی ہے کہ ہر گاہ کسی کوئی دلیل پیش کی خیال کر لیا کہ تحفہ  
 سے نقل کی ہوگی گو آپ کی کتابیں بہت میسر آتی ہیں لیکن خداوند تعالیٰ کو فضل ہے بعض  
 کتابیں اس عاجز کو میرا آگئی ہیں مجسمہ اذکر بیج البلاغۃ اور اسکی شروح میں ہیں  
 ہنسی جو کچھ عرض کیا تھا تحفہ سے نقل نہیں کیا تھا بلکہ بیج البلاغۃ سے مخصاً عرض کیا تھا باقی رہا خوش  
 فہمی سوا اس بحث میں انشاء اللہ نقل بخوبی درج ہو جائیگا کہ آپ کی اداں اداں کی  
 خوش فہمی ہے جنہوں نے اس کلام کو دلیل الزامی قرار دیا ہے یا خاتم المحدثین  
 کی خوش فہمی ہے کہ ادبہوں نے اسکو دلیل تحقیقی ٹھہرایا ہے **قول**  
 اول ہم اس روایت کو جسکو تخیس آپ نے فرمائی ہے تحفہ سے نقل کرتے ہیں آپ کو خاتم المحدثین

تخفہ میں یہ تحریر فرماتے ہیں۔ منہما ما اوردہ الرضی فی نہج البلاغۃ عن امیر المؤمنین  
فی کتاب کتبہ الی معاویۃ وهو اما بعد فان بیعتی یا معاویۃ لزمک  
وانت بالشام فانه بائعہ القوم الذین بايعوا ابابکر وعمر و عثمان علی  
ما بايعوهم علیہ فلم یکن للشاہد ان یجتادلوا للعائب ان یردوا المنا  
الشوری للمہاجرین والا تضار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اما ما کان لک  
رہی فان خرج منهم خارج بطعن او بدعت ردوہ الی ما خرج منه فان ابی قائلوہ علی  
اتباعہ غیر سبیل المؤمنین ولا لہ اللہ ما تولى واصلاہ ختم وساءت مصیرا۔ اُتی  
اب اسکا جو اب سینی یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے بیعت  
بفورا اتفاق و خلافت نہیں کی بلکہ اسکی برہم کرنے کی تدبیر میں فرماتے وہی چنانچہ اتر کھفا  
کی عبارت جو قصداً اوراق بیت جناب سیدہ علیہا السلام میں نقل ہوئی ہے اس پر شاید  
اور بعد میں جو بیعت فرمائی وہ یہی بخوشی نہیں کی چنانچہ بروایت بخاری بلکہ صحیحین شیشواہ  
وحیات جناب سیدہ بیعت نہیں کی اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں وکان لیعلیٰ  
من الناس وجہ حیات فاطمہ فلما توفیت استنکر علی وجہ الناس فالتمس  
مصالحتہ الی بکر و مباہلہ ہیں اگر اس خط سے جو جناب امیر نے معاویہ کی طرف تحریر فرمایا وہی  
خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہو اور جناب امیر علیہ السلام اسکی معتقد ہوں تو لازم آئی  
کہ معاذا اللہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق و امام مطلق سے تاششواہ متخوف رہی  
ہوں اور یہی برحق خلیفہ کے خلافت و امامت برہم کرنے کی یہی مشورہ کرتے رہے ہوں  
حالانکہ کتاب اللہ میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ  
مِنْكُمْ وحديث رسول اللہ میں مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً  
موجود ہے اور جناب امیر علیہ السلام کے شان اس سے ارفع ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ  
خط بطور الزام معاویہ کو تحریر فرمایا ہے۔ چونکہ معاویہ خلفا سابقین کو برحق خلیفہ جانتا تھا

اور انکا سی حکم کردہ تھا اسلیں جناب امیر نے اسے چھوٹ ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے  
 یہ الفاظ انہ بالیغہ القوم الذین یأبوا ابابکر وعمر و عثمان علیہما السلام اہم اس پر  
 راس کرتے ہیں اگر یہ یہ تحقیق ہوتا تو اسکر لکھنی کی کیا ضرورت تھی اور خصوصاً وہ  
 فقرہ جو آپ کو غلام محمد بن اپنی تحریر سے پہلے سمجھ رہی تھی یعنی لزمنک وانت بالشام  
 انہی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ وہ اب بخیر نہیں ہے کہ اپنی سلمت کو بیان کر کے  
 ختم نہ کرانی بات لازم کریں۔ **اقول** ہم نے منبر اجمالی طور پر جناب امیر کا  
 زمانہ جو بنام امیر نام تحریر فرمایا تھا بجز تھکد بکثرت اللہ کے ہی اور فی الحقیقت  
 یہ حال اس قدر نزوع نہ اسب سے کہ غرض سے گذرے دست کیا تھا جواب اور جناب  
 اسے تحقیق ہوتے ہی تو انکار کیا اور الزامی ہونا وہ کمال سیر فرمایا گویا اس پر کون سیر کر لیا  
 کہ اگر یہ کہ وہ جناب امیر منی اللہ عنہ ہی بطور کفین کے صادر ہوئی ہو تو شدہ اظہار نہ بلکہ  
 نام صدور فروغ مذہب نبی کے باطل اور زور داشتات بالیغ ہوا دستور امیر کے  
 اس ان نگاہ یہ ہے سے فیصلہ دے گا۔ اب ہم یہ لازم ہے کہ دست خط کی اترا ہی ہو نیکی  
 اہل انہ سن سن سن سن سن اس کر کے دکھلا دیں اور ثابت کر دیں کہ یہ خطبہ انہی  
 طور پر تحریر نہیں ہوا بلکہ واقعی تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے۔ پس غرض ہو کہ جب ہم  
 خطبہ کو چھوٹ نہیں اور انکی مضامین میں غور و تامل کی نظر سے دیکھتے ہیں تو عام خطبہ میں اقل  
 سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہیں پاتی ہیں جو اسکر الزامی ہونے پر دلالت کرے ہوا  
 مناسب ہوا ہو کہ اول عام خط کی نقل شرح ابن بیثم بحرانی سے کیا دی اور بعد اسکر اسکی  
 جملہ ثبات کیا جاوی کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے اس خطبہ کی شرح میں جسکا  
 شروع یہ ہے۔ ومن کلامہ علیہ السلام وقد اشار الیہ اصحابہ بالاستعداد بحرب  
 اہل الشام بعد ارسل الی معویۃ بن جندب رضی اللہ عنہما۔ **بشام** ابن بیثم تحریر فرمایا ہے

خطبہ جو سیدنا امیر نے فرمایا ہے وہی ہے جو ان کا  
 خطبہ ہے جس کا شروع یہ ہے۔

یہ آپ اس کلام میں بھی لکھی گئی ہیں اس کی رائی کی یہ ہے کہ ہونا شروع ہوا ہے اس کے ساتھ ہی

ثم كتب معاوية بعد فان بيعتني بالمدينة لزمته وانت بالشام لانه بالبغي القوم  
الذين بايعوا ابا بكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهدين اختيار  
ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمولى بعز والاختصار اذا حتمت على رجل <sup>فمنه</sup>  
امام ما كان ذلك لله رضى فان خرج من امرهم خارج لطعن او رغبة رده الى ما خرج  
منه فان ابى قاتل على اتباعه غير سبيل المؤمنين وولاة الله ما تولى ويصليهم  
جهنم وساءت مصيرا وان هلك والزبير بالعمالي ثم نقضنا بيعته فكان نقضها كركها  
فجاهدتها على ذلك حتى جاء الحق وظهر امر الله وهم كارهون فادخل فيما دخل  
فيه المسلمون فان احب الامور لك فيك العافية الا ان تعرض للبلاء فان تعرضت  
فانتك واستعنت بالله عليك وقد اكرمت في قتلة عثمان فادخل فيما دخل فيه الناس  
ثم حاكموا القوم احمالك واباهم على كتاب الله فاما لك التي تريد فماخذ عنة  
الصبي عن النبي لعمرى وان نظرت بعقلك دون هواك ليتجدنى ابو قريش من دم  
عثمان - واعلم انك من الطلقاء الذين لا يتحلى لهم الخلافة ولا يتعرض فيهم الشورى  
وقد ارسلت جرير بن عبد الله وهو من اهل الايمان والجمرة فبايع ولا قوة الا بالله <sup>انت</sup>

عادل منصف اول اس نام خط کی عبارت کو اجائی نظر سے دیکھی کوئی جملہ یا کوئی حرف غیر  
اس خط کو لازمی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ خط  
الزامی نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ خبر فی حقیقت حکایت ہوتے ہی اور اس کا محکم عنہ یا تو  
حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد متکلم بلکہ اعتقاد متکلم کا محکم عنہ ہونا ہی اسی وجہ سے معتبر ہے کہ متکلم  
اپنی اعتقاد کو مطابق واقع کر سکتا ہے یہ ہے وجہ ہی کہ صدق و کذب کا مدار جہود کے  
نزدیک بقیہ بعد تمام بقیہ واقع ہوا ہے پس جب کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھ ملکر کرے گا تو سامع مجبوراً  
خبر کے یہ سمجھے گا کہ متکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور بقدر سمجھنے  
میں کسی قرینہ حاشیہ یا مفنیہ کا محتاج نہ ہوگا اور ظاہر ہی کہ متنازع الی الفہم دلیل حقیقت کی ہے  
لفظ مودع کی اطلاق کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ مناسق الی الفہم ہوگا اور اس کو حقیقی  
سمجھا جائیگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھ جادین کے اور محتاج سمجھنے میں قرینہ کی طرف  
ہوگا اور اس کو حقیقت نہیں کہا جائیگا بلکہ اس کو محاذ کشی کہ تو اب اس خط کی معنوں  
کو حقیقی سمجھا جائیگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگی اور سبب تبادلہ الفہم  
ہونے کو کسی قرینہ کی محتاج نہ ہوگی اور سمجھا جائیگا کہ جناب میر رضی اللہ عنہ حال واقع کی  
حکایت فرما رہے ہیں۔ اور اگر اس کو لازمی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور  
الزام کے حکایت حال اعتقاد جنی طبع کے فرما رہے ہیں تو یہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول  
ہوگی اور سبب عدم تبادلہ الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاوے گا  
تو اپنی حقیقت سے تجاوز ہو کر اس سے محمول ہوگا ورنہ نہیں۔ اب تفصیل نظر سے اہل فہم  
والصاف ہر ایک جملہ کی معنوں کو بطور ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی  
قرینہ پایا جاتا ہے جس سے اس کا لازمی ہونا سمجھا جاسکے یا نہیں اور توضیح یہ کہ قرینہ خارجیہ جو  
کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہو رہا ہے جو عام طور پر تبادلہ الفہم ہو  
بہر شخص اور اس سے سمجھا جاسکی کہ یہ کلام صرف عن اظہر ہر اور اعلم فیہ میں ہے قرینہ

مفقود ہر ادجلی نسبت اور عامیہ ہر بلا و میل ہر اور غیر مسلم اور اہل جملہ بلاد باغی المقوم الذین  
 دایعوا ابابکر و عمر و عثمان علیہما السلام علیہما السلام علیہما السلام علیہما السلام علیہما السلام علیہما السلام  
 واقع کہ حکایت ہر اور اپنی محکم عنہ کے مطابق ہی اور یہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح و  
 کیونکہ بن لوگوں نے خلفاء ثلاثہ سے بیعت کی تھی اور اہل حل و عقد ہی انہوں ہی سے  
 حضرت سر پہی جیت کی۔ دوسرے جملہ فلاہین التاھذات یختارونہا لذلک ثابت ہے  
 ہر اس جہا میں کوئی قرینہ دلالت نہیں کرتا کہ بر خلاف واقع کے صرف بخاک  
 اعتقاد پر مدار کا کام ہر اور اس معنی فاذا اعتد کہ لیس للشاھدان یختارونہا من ارجح  
 کوئی قرینہ موجود نہیں تو یہ جملہ اس فرض خدات متبادر تھا ہر محمول ہو گا بلکہ اپنی ہی حقیقت  
 پر جو متبادر لے القہم عنہما تقرینہ ہوتا ہی محمول ہو گا اور وہ یہ کہ جیت اہل حل و عقد کی  
 صورت میں باعتبار واقع و غرض الامر کے نہ شاید اختیار کر سکتا ہر نہ غائب کر سکتا ہر جب  
 بیعت اہل عقد کی واقع ہوئی تو پھر سیکوچون ہر کی گنجائش نہ ہی تیسرے جملہ و انما الشرا  
 للہما جہین کا اضافہ ہر اس جہا میں ہی کوئی قرینہ نہیں جو اس کے الزامی ہونے پر دلالت  
 کرے بلکہ اگر اس عبارت میں قائل کیا جاوی تو صراحتہ ثابت ہوتا ہی کہ اس سے مراد  
 حقیقت ہے اور الزام نہیں کیونکہ لفظ انما غلبہ حصر کو ہر جسکی معنی یہ ہوتی کہ شوری نہ  
 نہما جہین و انصار ہی میں منحصر ہر اور کسی دوسری کو او میں داخل نہیں تو گو یا ضمنا اس جگہ  
 یہ ثابت کیا کہ مخاطب کو جو طقار میں سے شوری میں ہی چہ داخل نہیں تو خلاف  
 سستی کیونکہ ہو سکتا ہر اور اس حصر کے بموجب یہ تقریر اسی وقت صحیح ہو سکتی ہی جبکہ اسکو  
 حقیقت محمول کیا جاوے اور اگر اسکو الزام پر حمل کیا جاوی تو باطل ہی کیونکہ امیر معاویہ اہل  
 امر کے قائل نہیں کہ شوری منحصر ہر جہین و انصار میں ہر۔ بلکہ انکی نزدیک شوری میں  
 تمام مسلمین کے داخل ہر چنانچہ اس خط کے جواب میں جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت میں  
 بھیجا ہر اور اس کی ظاہری اور اس خط کو ہم اسیدہ نقل کریں گے۔ اس جگہ کچھ بے موقع



نہیں ہو کیونکہ جس میں کلمہ علاوہ اجماع کے بغیر قطعی پر ہوا وہیں شک و شبہ کو دخل  
 نہیں ہو سکتا اور غرضی کہ اجماع غیر سبیل کے مذمت حق تھا لے ثانیہ نے بطور الزام  
 ہمیں فرمائی بلکہ ہمیں تحقیق فرمائی ہے کہ اس آیت شریفہ سی کیو الزام نہیں دیا بلکہ  
 واقع اور نفس الامر کے اعتبار سے فرمایا ہے پس جناب امیر اس آیت شریفہ کو اسی قسم کے  
 اپنی مدعا کی ثبوت میں پیش فرمایا تو کیونکر ممکن ہے کہ اس کو الزام محمول کیا جا کیونکہ اگر  
 اس کو الزام محمول کیا جاویں تو یہ ثابت ہو گا کہ جناب امیر اس آیت شریفہ کے معنیوں  
 منکر ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ پس اس سبب سے مثل مدعی دلی کے دھم ہو گیا کہ یہ ہم  
 نامہ تحقیق واقع پر مبنی ہے اور حضرت علماء شیعہ کی خوش فہمی ہے کہ اس کلام کو الزام محمول  
 کر کے اس کو معنوی تحریف فرمائے ہیں اور نہ کریں تو کیا کریں مریج دیکھتی ہیں کہ مذہب  
 تشیع کی بیچ مدعا داد کھڑی جاتی ہے اس لیے آیتہ پانچ مارے ہیں تو اس تمام عبارت میں  
 باوجود اس قدر ربط و تظویل کے باوجود اس قدر وضاحت و فراست و دانش دکھایا ہے کہ ایک حرف بھی  
 ایسا تحریر نہ فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ دونوں قرینہ کے  
 ہر کو الزام پر حمل نہیں کیا جاسکتا بلکہ جہد ربط کیا اور جہد ربط جہد ثانی اونی اس امر کا ثبوت  
 قوی ہوتا گیا کہ اس عبارت کی بنا تحقیق پر ہی الزام ہرگز ممکن نہیں ہے اگر اب بھی اس کو  
 الزام ہی محمول کیا جاویں تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت  
 نویسی کا کچھ بھی سلیقہ نہیں تھا اور کچھ یہ بھی خبر نہیں تھی کہ کس معنیوں کا یہ قرینہ کو جہد  
 ہے اور کونسی معنی قرینہ کی تفسیر میں علاوہ اس کی جو عبارت کہ اس کے بعد اس خط کو شایع نے بڑا  
 جس کو حضرت صنی صاحبنا قلم کر دی ہے جس کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں وہ بھی دلالت کرتے ہیں  
 کہ مقصود الزام نہیں وہ جہد یہ ہیں۔ وان طلحہ والزمیر بالبیانی ثم نقضاً بیعتی فکان  
 نقضها کما د تھا فجا حد تھا جب حقیقت خلافت دلیل اجماعی نصی سے ثابت فرما چکر  
 اس کے نبی ہذا سے ہیں کہ طلحہ اور زمیر نے سعیت خلافت جو دلائل حجت سے ثابت تھی

توڑی اور یہ نقص مثل سود کے ہے کیونکہ گویا انکار رضائے سہمی ایسی ہی ہوئی ہو کہ کیا تو اس کے  
 معلوم ہو کہ اس میں جو کچھ فرمایا ہے وہ تحقیق تھا الزام نہیں تھا اور اس کے بعد فرمائی ہیں  
 ما دخل فيما دخل فيه المسلمون فان احب الامور اني فيك العافية  
 بہرگز را میر معویہ کو اتباع سبیل المؤمنین کی تاکید فرماتے ہیں کہ جمیع میں مسلمان و غیر مسلمی  
 تو ہی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہے اور اس میں عافیت ہے اور مجھ کو پسند ہے وہی امر ہے کہ جس میں  
 عافیت ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس کو مسلمان اختیار کرے وہ حق ہوگا اور اس میں  
 عافیت دین منظور ہوگی تو وہ امر جس کو کبر اور اہل اسلام نے کیا اور اہل حل و عقد نے نہ نہ  
 کیا وہ کیونکہ حق ہوگا۔ پس اس عبارت نے بالہدایت ثابت کر دیا کہ تمام دریں میں  
 تحقیق وہی الزامی نہیں ہے کہ بعد آخر خط میں تحریر فرمائے ہیں واعلم انك من الهدى  
 الذين لا يتخلل لهم المخلافة ولا يتعرض لهم الشور۔ اس عبارت کے  
 بالکل صریح ہے کہ یہ الزام نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ اعتبار واقعہ نقصان کے خلاف و شوری  
 میں ملنا کو کچھ دخل نہیں خلاف ہی سوا اطلاق کے اور لوگوں میں ہے اور اہل شوری ہی  
 سوائے طائفہ دوسری آدمی میں تو اس سے سمجھا گیا کہ شوری حق ہی نہیں ہے نہ اپنی نہ اللہ کا  
 بھلاں سمجھتا ہے۔ اب اپنی اجد گدازش ہے کہ جو جواب اس خط کا میر معویہ نے تحریر کیا  
 اور جو کچھ اس کا جواب ہے جواب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اس کو شرح سے نقل کرنے میں  
 آپ کو ملاحظہ فرما دیں اور دیکھیں کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ ان تحریرات کا  
 مدار الزام پر نہیں اور یہ دلائل ثابت مجازات محض ہے پرگز نہیں کہ بیان واقعہ تحقیق بنفس  
 فاجابه معوية اما بعد فلعمرك لو بايعك القوم الذين لا اصول وانت برف  
 من دم عثمان كنت كابي بكر وعمر و عثمان ولكنك اغريت بعثمان

۱۔ اس کا جواب لکھا۔ اما بعد جسے چنیون نے بیعت کی ہے اگر وہ بھی بیعت کرتے اور عثمان کے حوالہ سے جو  
 وہ تو یہی مثل ابو بکر و عمر و عثمان کے ہوتا لیکن قسے عثمان پر (جس کی آگ کھڑی ہے اور اس سے بددعا دیکھ کر دیا۔ ۱۲۔)



لائق نہو اور جماعت خلافت کو سرانجام نہ کر سکی تو بیعت اہل حل و عقد سی و شخص خلیفہ  
 نہیں ہو سکتا ہے تو جب اس کا یہ مذہب ہے تو اس کو یہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت  
 ہے کیونکہ ہم سی اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور جس سی اہل حل و عقد نے بیعت کی  
 وہ خلیفہ ہے بالکل پورا اور لغو ہو گا اسلیں کہ معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل و عقد کو  
 بدون وجود صلاحیت کے بالکل لغو و فضول سمجھتا ہے بلکہ اس پوج الزام پر  
 کلامی اور تطویل اور بھی زیادہ بیہودہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اس کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں  
 اور صاحب تحفہ علیہ رحمۃ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کے بعد اس خط کا جو کچھ جواب  
 جناب امیر نے تحریر فرمایا اور اس کو آپ کی حضرت رضی نے بیچ البلاغۃ میں نقل کیا ہے  
 لیکن انہی پر عات شریفہ کے موافق حضرت رضی نے دسہین کمی دیشی فرمائی اور سبب  
 اس کا آپ جانتی ہی ہیں کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط میں ایسا تصرف  
 کیوں فرماتے ہیں اور کس واسطی ان کی تحریف کرتے ہیں اسلیں ہم اصل خط شرح ابن سنیہم  
 سے نقل کرتے ہیں اور بعد اس کی ساری نے جو کچھ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کر رہے  
 فلکتاب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المومنین الی معویۃ بن صفیاء بعد فائدہ  
 اتانی کتابک کتاب امر لیس لہ بمرہدیہ ولا فایدہ بر شدہ قد دعی الہو  
 فاحابہ وقادہ الضلال فابعہ فہجرا غطا و ضل خابطا ان قال زعمت انما اشد  
 علی بیعتک و کنت اصرا من المہاجرین اور دت کما اور دوا و اصدرت کما اصدرت

۱۔ جناب امیر نے اس کا جواب لکھا اللہ کے بندہ امیر المومنین علی کبریٰ سے۔ معویہ بن صفیاء بعد فائدہ  
 یاں برا خط آیا اسکی جس کا خط ہوا کہ اسکی بیانی میں جو راہ دکھلا دی اور کہیں چہ والات جو سیہ ہارستہ جلاو  
 خواہش میں نے اس کو بلایا اور سنی اسکی اجابت کی اور اگر اسی کے اس کو کہیں چہ ہوا اسی اس کا اتباع کیا پس  
 یہودہ بکھڑا پس کی اور خط میں گرا ہوا یہاں تک کہ فرمایا نوئے ٹان کیا کہ تیری بیعت کو میری ساتھ  
 مجھ رو دیا۔ میں ہی ایک شخص مجھ جبرین میں ہی ہوں وادہ سوا بن جطوح وہ دارد موئے اور دنا  
 جس میں جو ملے ۱۲۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَجْمَعَهُمْ عَلَى ضَلَالٍ وَلِيُضِلَّهُمْ بَعْضٌ وَأَمَّا مَا صِرَتْ بَيْنَ أَهْلِ الثَّامِ وَأَهْلِ  
 الْبَصْرَةِ وَبَيْنَ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ فَلَعْنَةُ مَا آخَرَ فِي ذَلِكَ إِلَّا وَاحِدًا لَمْ يَجِدْ  
 لَأَيْتَنِي فِيهَا النَّظَرُ لَا يَتَأَنَّفُ فِيهَا الْحَيَاةَ وَالْخَارِجَ مِنْهَا طَاعِنٌ وَالْمَرْوَةَ فِيهَا مَدِينٌ  
 اس خط سے جیسی کچھ خرابی مصیبت نہ شیع پر واقع ہوئی ہے بے پایاں اور خارج از  
 بیان ہے اور جو کچھ فوائد و منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں ان کا حصہ و احاطہ خارج از  
 محیط امکان ہے لہذا بخوف الطناب حوالہ اذعان صافیہ الوالا بصائر البصائر کے صرف  
 اس بحث کے شعلے استدر بیان کرتے ہیں کہ یہ خط صریح دلیل ہے کہ جو کچھ مضامین  
 پہلے خط میں مرفوع تھے جنکی نسبت الزامی ہو نیکا دعویٰ کیا گیا تھا وہ سب تحقیقی تھے  
 اور الزامی ہونا ان کا بالکل باطل ہے پس صریح ہو کہ جناب امیر نے اپنی پہلے خط میں  
 جس میں بحث واقع ہو رہی ہے جو کچھ تحریر فرمایا تھا امیر معویہ نے اس کے جواب میں  
 اس کے مضامین میں سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو کنایتہ غیر مستلزم رکھا اور بتے  
 سور کو تسلیم کیا جناب امیر نے دلیل اول یہ تحریر فرمائی تھی کہ میری خلافت اہل حل عقد  
 کی بیعت سے کہ جنکی بیعت سے ابو بکر و عمر و عثمان کی یہی خلافت ثابت ہوئی تھی  
 واقع ہوئی چونکہ اس خلافت کی حقیقت جو بیعت اہل حل عقد سے واقع ہو عند اللہ  
 وعند المؤمنین واقعی اور نفس الامری ہے ایسی اس میں نہ حاضر کو بدل بدل کا اختیار  
 نہ غائب کو رد کی گنجائش اور اہل شوریٰ صرف مجاہدین و انصار ہیں جس کو وہ امام

لے اور اللہ نے ان کو گمراہی پر اکھٹا نہیں کرے گا اور ان کو اندہ ہی ہیں میں مستعد نہیں فرمایا گیا  
 اور جو کہ فرائی اہل شام اور اہل بصرہ میں اور طلحہ و زبیر اور اپنے بن فریق کیا ہے۔ پس میری زندگانی کی  
 قسم اس میں صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک بیعت ہی نہ اس میں مکرر نظر ہو سکتی ہے لہذا شری سہری اختیار  
 ہو سکتا ہے اس میں سے کھنٹی والا معنی کرنے والا ہی اور اس میں توقف کرتی والا مداحین ہے

بنائیں اور سپردہ اکہٹ ہو جائیں وہی خدا کی نزدیک ہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے  
اسکے جواب میں اس امر کو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سے اہل حل عقد کے بیعت کی ہر  
اور جوہر مہاجرین و انصار نے جنہوں نے خلفائے ثلاثہ سے بھی بیعت کی اور انہوں ہی نے  
آپ کو خلیفہ بنایا گویا امیر معاویہ نے قیاس کے شعری کو تسلیم کیا لیکن کبر کے قیاس کو  
نمانا اور اسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہ غلط ہے کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار  
بیعت کر لیں وہ امام برحق ہے بلکہ اگر وہ شخص جس سے اہل حل عقد بیعت کریں صلاحیت خلافت  
نہیں ہے تو وہ بیعت اہل حل عقد سے خلیفہ نہیں ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہیں  
رکھتے کیونکہ مہاجرین و انصار کا سرخجام نہیں کر سکتے اور قوی سے ضعیف کا حق نہیں دلا سکتے بلکہ  
بلکہ یہ برحق کے خون میں شرب ہوئی کہ انکی مدد نہ کی یہاں تک کہ بغاوت نے انکو شہید  
کر دیا پس اگر تم میں صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صالح للخلافت ابوبکر و عمر و عثمان  
تھے ایسی ہی تم بھی ہوتے تو بیعت اہل حل عقد تکو بھی غیب سے اور باعث انفاق و خلافت  
ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صالح للخلافت نہیں تو تمکو بیعت اہل حل عقد  
کے پیغمبر نہیں اور نہ اولی بیعت سے تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کو منعقد  
ہو سکتی ہے اگر تم مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو میں تمہاری ساتھ ہرگز قتال نہ کرتا  
جب تم جو رہے ہو کسی تو اب خلافت تم میں سے نکل گئی اس کے جواب میں جو کچھ جناب امیر نے  
تحریر فرمایا وہ قابل دیکھنے کے ہیں حضرات تبعہ خصوصاً ہماری عجیب بسبب بخور ملاحظہ فرمائیں  
حاصل جواب یہ ہے کہ تیری کتاب پوچھی کسی شخص کے کتاب کو اسکی پس منہل ہادی نہ کوئی فائدہ  
رہتا ہے ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہو کر بیوہ کوئی کی اور خطبہ کے ساتھ ساتھ ہانوماری جو  
معاملہ شہادت عثمان میں ذکر آیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور نسبت اور نسبت کا سبب  
سمجھا اور قیاس میں برتری اور خلافت کے وزین کیا گیا ہوا ہے عقلی و ضلال اور موثر  
گوئی اور خطبہ سے کہ کیا کہیں بھی مہاجرین و انصار سے اس سے عین عین سے دار و دیوار کیا

میں ہی وارد ہوا۔ اور جیسی وہ صادر ہوئی میں ہی صادر ہوا اور خدا تعالیٰ کے اذکو یعنی  
 مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کریگا۔ اور سبکو اندہی بن میں مبتلا نہیں فرمائیگا۔ صلیبیہ  
 کہ بموجب اقتراض کے اگر میں صالح للخلافت ہوں اور بدون میری صلاحیت کی اس حال  
 و عقد نے میرے ساتھ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل صل و عقد وجوہ مہاجرین و اعیان  
 انصار گمراہی پر ہوں کہ غیر صالح للخلافت کو خلیفہ بنا دیا اور مہاجرین و انصار کا گمراہی  
 پر مجتمع ہونا محال ہے کیونکہ مذاق کے ہرگز اذکو گمراہی پر مجتمع نہیں فرمائیگا اور نہ اذکو حق گمراہ  
 نامینا کریگا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ مہاجرین و انصار نے میری ساتھ بیعت کر  
 تو میں صالح للخلافت ہوں ورنہ لازم آدی کہ تمام مہاجرین و انصار گمراہی پر مجتمع ہوں اور  
 یہ محال ہے اور ثبوت اس سے تیار کا کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ہے اب  
 اس خط کی عبارت میں بانضمام مطلب اس خط کی عاقل منصف قائل فرما ہوا اور سوچی نہ آیا  
 اس سے مقصود قطع نظر قرینہ اور عدم قرینہ کے الزام ہے بالتحقیق۔ اس خط کی عبارت میں  
 مثل روز روشن روشن کر دیا کہ پہلے خط میں جس قدر مضمون شوریٰ متعلق تھا وہ  
 سب تحقیقی ہے اگر الزامی نہیں تھا کیونکہ اگر اس کو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہ  
 جواب بالکل لغو اور بھل ہو جاوے گا۔ ایسی کہ جب امیر معویہ رضی اللہ عنہ بیعت مہاجرین و انصار کو  
 بدون صلاحیت لغو سمجھتی ہیں تو پھر انہیں مہاجرین و انصار کے بیعت سے الزام  
 اپنی صلاحیت متحقق خلافت ثابت کرنا بالکل خلافت عقل ہو گا دوسرا معاملہ جناب میر نے  
 طلحہ وزیر کا تحریر فرمایا ہے کہ انہوں نے بیعت توڑی اور مینی اوسنی جہاد کیا سو اگر  
 تو ہی مخالفت کریگا تو جیسی ہی جہاد کرونگا۔ امیر معویہ نے اس کا جواب لکھا کہ میری  
 اور طلحہ وزیر اور اہل شام اور اہل مصر کے معاملہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی  
 آپ کی حجت طلحہ وزیر اور اہل مصر پر قائم ہے مجھ پر قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ طلحہ وزیر نے  
 آپ کی بیعت کی تھی اور مینی آپ سے بیعت نہیں کی اور اہل مصر نے آپ کا رقبہ اطاعت

اپنی گردنوں میں ڈال لیا تھا اور اہل شام نے نہیں قبول کیا تو آپ کی بیعت و امانت  
 جنہوں نے قبول کیے ان ہی پر لازم ہے نہ ہمیں قبول کی ہی اور نہ ہمیں لازم ہو سکتی ہے  
 جناب امیر نے اس کے جواب میں یہ مضمون لکھا اور قسم کھا کر فرمایا کہ اس میں کچھ فرق نہیں  
 حاضر و غائب سب برابر ہیں کیونکہ ایک بیعت ہے نہ اس میں مکرر سوچ کر کچھ ہو سکتا ہے  
 اور نہ اس میں کوئی اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہو گیا وہ ہو گیا اور میں اپنی بیعت  
 چون و چرا کی کچھ نہیں رہی حاضر و غائب سب پر لازم ہو گیا جو شخص اس میں سے خارج ہو  
 وہ گویا اس میں طاعن ہے اور اس کے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے کہ سبیل المومنین کا مخالف ہے  
 اور جو اس میں متوقف ہو وہ بدین ہے اور یہی ایک قسم کا نفاق ہی شائع فرماتا ہے  
 قوله الخارج منها الخ قسمه من لم يدخل في بيعته الى قسمين لانه اما خارج عنها  
 وهو الطاعن في صحتها ويجب مجاهدته لمخالفته سبيل المومنين وامامهم  
 في ذلك متوقف حكمه انه مداهن وهو نوع من النفاق اي انه انصاف الحق کو ہی ملاحظہ فرمائیے  
 کہ اہل علم کی بیعت کی ثبوت کہ جناب الزام فرما رہی ہیں بالتحقیق اور قسم اور اس کے الزام  
 نہ کرنے پر کہا رہی ہیں بالتحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اس کی کب کو تقسیم کیا ہے  
 اور اگر تحقیق ہے تو منوالہ اور غرض جواب جو آپ کے ان تمام سحر مثل آفتاب نیروز روستن ہو گیا  
 کہ پہلی خط میں حضرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر ہے  
 جس امر کو کناۃ غیر مسلم کہتا ہے یہ ہنہ حضرت فرشتہ کی شوری کو مہاجرین و انصار میں  
 منحصر فرمایا تھا اور فرمایا تھا بطلان کو اس میں کچھ دخل نہیں تو اس کے بعد تم کہیں کناۃ

قوله الخارج منها الخ جو لوگ آپ کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے اور کوئی قسم نہیں لیا کیونکہ باوجود

بیعت کے اس میں کسی کھنٹی والا نہیں اور وہ اس کی صحت میں طعن کرنے والا ہے اس سے مومنین کے پسند کی

مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہے اور ما یجب میں متوقف ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اس میں سے

اور یہ بھی غافل کی ایک قسم ہے ۱۲۔

ایسا کیا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمان بنی ہاشم کو ہارنی حوالہ کرو تو خلافت شوری میں مسلمان ہوگی  
 گویا عموہ اہل اسلام جسکو خلیفہ بنا دین وہی خلیفہ ہو جاوے گا کچھ شخصیں اہل حل و عقد کی نہیں  
 اب اسکو بعد حسب وعدہ جناب امیر کے ٹھونکی تحریف کی سنت جو کچھ الزام حضرت رضی  
 کی طرف شام نے قائم کیا ہے اسکو نقل کہتے ہیں شام اس جواب جواب کی شرح  
 میں جسکا شروع یہ ہے ومنک کتابی الی معویۃ اما بعد فقد اتقیتک عطفہ  
 موصلاً کہتے ہیں فکتب جوابہ من عبد اللہ علی امیر المؤمنین لمعویۃ بن صفار  
 اما بعد فانه اتانی کتابک کتاب امر الی قولہ خابطا ثم یصل بہ ان قال عبت  
 انما افسد علی بیعتک وکنت امرًا من المهاجرین اور دت کما اور دو اواصدہ  
 کما اصدروا و ما کان اللہ یجمعہم ضلال و یضربہم بعصا و اما ما میرت  
 بین اهل الشام و اهل البصرة و بینک و بین طلبة و الزبیر فلعمری ما الامر  
 ذلک الا واحد ثم یصل بہ قولہ لانہا مبعث عامۃ الخ آخر میں شرح کہتا ہے  
 و ما ینبہ علی ہذا ان ہذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول  
 الاول لم یکن فیہ ذکر موغظۃ حتی یذکر ہا فی جوابہ غیر ان المسید  
 اضافہ الی ہذا الکتاب کما ہو عادۃ فی عدم ملحات ذلک و امثال انتہی۔  
 اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا اگر رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ میں عبارت جوابین  
 نہیں تھی اضافہ کر دی اور شرح ہو کہ یہ عبارت جو عیناً نا افسد سے شروع ہو کر پھر ہم  
 بعضی پر ختم ہوئی جو مخالف مذہب کے تھے یہ بھی حدیث فرمادی ہوتا کہ جسکو موقع ہستہ مال کا  
 مانتہ نہ آدمی اسکی بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے۔ جسکا شروع یہ ہے۔

۱۔ اور مجددان مرید میں پر تنبیہ کرنا چاہیے یہ ہے کہ یہ فصل مذکور پہلے خطبہ میں سے نہیں۔ کیونکہ پہلے

خطبہ میں دو خطبہ کا ذکر نہ تھا چنانکہ اسکی جو یہ ہیں اسکا ذکر پہلا مگر یہ۔ سب سے اس خطبہ میں اضافہ کر دیا۔

جیسا کہ انکی وہ ہے کہ سن سہی سورگودہ بت ہیں کرتے۔ - -

ومنہ کتابہ لے معویۃ فاراد قوصا قتل نبینا شرح و سکر شرح میں فراتے ہیں  
 ثم یصل بہ قولہ ولعسر الخ و ہذا خط عجیب من السید رحمہ مع وجود  
 کتبہ فی کثیر من التواریخ اب اب یکہ یحییٰ شرح الکریمت کے نسبت وق ہو ہو کر کیا کیا  
 کچھ فراموشی میں یہ ایک بطور جملہ مترضہ کی تفسیر مخالف کو جملہ دیا ہو یا د کہیں  
 اور کچھ اسی جگہ خاص نہیں بلکہ یہ قطع و برید بہت جگہ ہی اب پر ہم اصل مقصود و کھرب  
 رجوع کرتے ہیں اور گزشتہ کر تے ہیں کہ جناب امیرانی ہمدان بلاغت نظامہ سے واضح  
 و عیان ہو گیا کہ خلفاء راشدین کے بیعت اجماع اہل عمل عقد ہے نہ منعقد ہوئی اور حد و نہ تھے  
 کہ رضوان کے نورانی اور پیر نورانی ڈالا اور شیعہ نے اسے اسے و آخرات کیا بغاوت میں معہ  
 ہو کر مستوجب جہاد ہوا بلکہ جنم کا تحقق ہوا اب فراموشی کہ جناب امیر خلفاء راشدین  
 خلافت کو وقت اگر ہمراہ مہاجرین و انصار کے تھے نہ ہی۔ مقتدا اہل حق کا ہی تو ہوا لہذا  
 اور اگر مہاجرین و انصار سے خارج تھی عاقلانہ تہمت سے ذرا متوجہ کچھ لازم آتا ہی ظاہر  
 و باہر ہی آج کے ہی زبان اسکی ادا کی طاقت کو کچھ ہے اگرچہ بعد اس رضوخ و تبیان کے  
 حاجت نہیں رہی کہ ہم اس خط کا تحقیقی ہونا اور یہی ثابت کریں۔ لیکن تبرعاً حضرت مجیک  
 بنزیر اطمینان کے لیے تھوڑی سی اور یہی کہ اس کے تھے بین و راستہ ہو کر سنیں علاوہ اسکی  
 کہ جو کچھ غیبی بشارت سے نقل کیا گیا اور جگہ ہی جگہ با اوسین مذکور میں اسپر اول دلیل  
 میں کہ حضرات اہل عمل عقد کو تسلیم کرتے تھے اور راست کو اجماع سے منعقد اعتقاد کرتے  
 تھے بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجماع جمیع کا شرط نہیں سمجھتے تھے اول ہم آزاد لغین سے  
 نقل کرتے ہیں۔ ولعسر لن کانت الامامۃ لا یقعہ حتی یخبرہا عامۃ الناس  
 ما فی ذلک مبیل ولكن اهلہا یحکون علی من غاب عنہا ثم لیس الشاہدان یدرج لا للقاء

سید پر سکر سید متصل ہے قولہ و عمری الخ "و یہ سید ع" عجیب قسم کا جملہ ہے یا جو کہ جناب

امیر کے خطوط اکثر تواریخ میں مذکور ہیں۔ - -

از بختار الاوانی اقاتل رجلیں رجلاً ادعی ہا لیسرہ واخضع الذی علیہ  
 ترجمہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن حسن نام دست نیست و قسم نرند گانی  
 من اگر امامست منعقد نشود تا نگاہ حاضر شوند جمیع مردمان منی باشد بانعقاد امامست راضی و  
 بیچ زمان و این جواب انکار معویہ است و اہل شام را بر بیعت آل امام علیہ السلام بنا بر آنکہ  
 اجماع محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت انصارت فرمود باین کلام کہ اجماع باین  
 امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل اوراد غایت دشواری می شمارد بکہ معتبر در انعقاد اجماع  
 اتفاق اہل حل و عقد است از ہن محمد صلی اللہ علیہ وسلم برامری از امور چنانچہ اشارت فرمود  
 بدان ولیکن اہل امامت حکم میکنند بر یککہ غائب است از آن پس از آن نیست مرعافر رضی  
 بچو طلحہ و زبیر کہ از بیعت رجوع نماید و نہ غائب بچو معاویہ کہ اورا برای خویش اختیار سازد و نہ  
 بلفظ اس عبارت کوتاہی کے نظر سے ملاحظہ فرمادین اور اسکی ترجمہ کو جو آپکی زواری نے کیا ہی  
 پڑمین اور ہمین کہ کس صراحت کہ ساتھ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اہل حل و عقد کی جماع کو  
 ثابت فرمایا اور انکو اجماع سے انعقاد امامت کو تسلیم فرمایا اور انعقاد اجماع کے لیے حضور جمیع  
 نسبت عدم شتر اطراف ہر فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور بدہی ہے کہ یہ عبارت  
 الزام نہیں تو وہ خطبہ جوابہ التنازع ہی اور اسکی ہر معنی ہے وہ ہی الزامی نہیں ہو سکتا  
 محمد اللہ و ہمت خود جناب امیر نے اہل حل و عقد کی جماع کی محبت انعقاد خلافت  
 کہ یہی ثابت فرما کر اور ہر جہرین و انصار کے اتفاق پر ترتب رضا را ہی بنا کر خود ہی  
 مذہب شیعہ کو بیخ و بنیاد سے قلع و قمع کر ڈالا۔ دوسری بیج البلاغۃ میں اس خطبہ ہی  
 کا شروع یہ ہے۔ ومنہا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ ما تکرّم بہا  
 اما و کہ خطبہ میں یہ جملہ مذکور ہے و کانت امور اللہ علیکم تود و عنکم بقدر و الیکم ترجع  
 تاریخ ابن ہشتم اپنی مختصر شرح میں اس جملہ کی شرح اس طرح فرماتی ہیں  
 لہ اور اللہ کے کام تمیز دارد ہولے ہی اور ہشی میرے ہی اور قہاری طرف لوشی ہیں۔

قَوْلُهُ كَانَتْ أُمُورُهُ إِلَى قَوْلِهِ تَرْجِعُ أَيْ أَنْكُمْ كُنْتُمْ أَصْلَ الْإِسْلَامِ وَالْأَخْلَاقِ  
 فِيهِ وَهُمْ الْمُهَاجِرُونَ وَابْنُ الصَّامِرِ ابْنُ الْفَرْدَوْسِ كَوْنُهُ فَرَّاسِيٌّ أَوْدِيَّةً  
 وَخَصَّتْ أَيْنِي أَصْحَابُ كُوَاهِلٍ عَقْدُ فَرَّاسِيٍّ مِنْ أَوْدِيَّاتِ كِي تَصْرِحُ بِصِفَاتِ  
 سَلَامَةٍ هُوَ نَاسِيٌّ كَرَامَتِ عَقْدِ هَاجَرِينَ وَابْنُ الصَّامِرِ ابْنُ عَقْدِ هُوَ نَاسِيٌّ  
 تَوَكُّفُ شَرِطُ تَلْثَةٍ بَاطِلٌ هُوَ نَاسِيٌّ تَوَكُّفُ أَصْلُ أَصُولِ دِينَ آجَاوِ اسْتِ هُوَ هَبِي بَاطِلٌ هُوَ أَكْبَرُ  
 نَاسِيٍّ أَصُولِ وَفَرْعِ هَبِي بَاطِلٌ هُوَ گِی اَوْ طَا هَبِي کَرِیہ خطبہ بخطابِ اِیْنِی خَوَاصِّ اِصْحَابِ  
 کِی هَبِي نَوَاسِیْنِ نَاسِیٍّ هُوَ نَاسِیٍّ کَا اِصْحَابِ هُوَ سَلَامَتِ هَبِي اَوْ نَاسِیٍّ کَ گِی نَاسِیٍّ هُوَ  
 هَبِي نَاسِیٍّ هَبِي نَاسِیٍّ هَبِي نَاسِیٍّ هَبِي نَاسِیٍّ هَبِي نَاسِیٍّ هَبِي نَاسِیٍّ هَبِي نَاسِیٍّ  
 اَوْ اَوْ سَلَامَتِ نَاسِیٍّ اَوْ سَلَامَتِ نَاسِیٍّ اَوْ سَلَامَتِ نَاسِیٍّ اَوْ سَلَامَتِ نَاسِیٍّ  
 یَسِی کَرِی هَبِي نَاسِیٍّ نَاسِیٍّ نَاسِیٍّ نَاسِیٍّ نَاسِیٍّ نَاسِیٍّ نَاسِیٍّ نَاسِیٍّ  
 اَطْرَافِیْنِ عَلَی اِصْحَابِ بَکَّابِ اَللّٰهُ اَعَالٰی وَنَسْتِ رَسُوْلَهُ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَمِ  
 وَسِیْرَةِ الْاَخْلَاءِ الصَّالِحِیْنَ وَسِیْرَةِ الْاَخْلَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُهْتَدِیْنَ  
 وَاقْعُ هَبِي اِصْحَابِ اِزَالَةِ الْغِیْبِیْنَ کَ اِصْحَابِ صَبْطِ کِی هَبِي اَوْ دُورِ حَبْلِ اِصْحَابِ  
 مُتَّصِلِ نَاسِیٍّ وَلِیْسِ مَلْعُوْبَةٍ نَاسِیٍّ سَفِیَانِ اَنْ یَعْمَدَ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ  
 بَلْ یُکَوِّزُ الْاَکْثَرُ مِنْ بَعْدِ شَوْشِیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ اِیْنِیْ هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي  
 اَوْ رَحْمَتِ حَقِیْقَتِ اَوْ سَبْعِیْتِ کُوْجُوْطِ مَشُوْرِیْ کَ یَسِیْنِ اِیْنِیْ وَاقْعُ هَبِي نَاسِیٍّ کَ یَسِیْنِ اَوْ جِیْ  
 یَسِیْنِ اَوْ نَاسِیٍّ هَبِي تَوَافُقِ مَبْشُوعِ اَصُوْلِ اَوْ دُورِ بَاطِلِ هَبِي اَوْ نَاسِیٍّ اِیْنِیْ حَقِ ثَابِتِ هَبِي  
 عَلِی ذَاکِ بَعْدِ اِکْمَالِ اسْقَدِ کَ اَرْشِ کَ نَاسِیٍّ هَبِي کَ هَبِي فَاضِلِ مَحْبِیْتِ اِسْ خَطِ کَ اِزَامِیْ  
 بِرَجَبِ اَوْ کَا کُوْنِیْ وَیَسِیْلِ هَبِي نَاسِیٍّ تَوَافُقِ مَبْشُوعِ کَ اَوْ قَرْنِیْ اِزَامِیْ قَرَارِ دِیَا اَوْ حَدِیْثِ نَاسِیٍّ کَ  
 جَوْشِیْرِیْ کَ جَنَابِیْ نَاسِیٍّ اِیْمِ حَیَاتِ فَاطِمَہِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا سَبْعِیْتِ نَاسِیٍّ قَرَامِیْ اِیْنِیْ مُسْتَدَلِ  
 تَمَرِیْ اَوْ خُزْوَیْ اَوْ مَخْضَرِیْ کَا هَبِي اَوْ اَبِ کَ اَرْشِ کَرِیْنِ یَسِیْنِ هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي

اَوْ اَبِ کَ اَرْشِ کَرِیْنِ یَسِیْنِ هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي  
 اَوْ اَبِ کَ اَرْشِ کَرِیْنِ یَسِیْنِ هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي  
 اَوْ اَبِ کَ اَرْشِ کَرِیْنِ یَسِیْنِ هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي  
 اَوْ اَبِ کَ اَرْشِ کَرِیْنِ یَسِیْنِ هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي هَبِي



بیٹے فراتی علاوہ زینت پر سب فراتی روئے جہاں نہ کہنے میں کسی  
روایات شعبہ کے یہ بھی ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے کسی حدیث کے  
اور تخلف فرادین بکشد شش ایک تشریف ہے کہ یہ حدیث صحیحہ و مستندہ  
کا عہد لیا گیا تھا اور عدم منازعہ و منازعتہ کی بنا پر اس کا نہایت شہرت ہو گیا تھا  
اسی بنا پر اسی نازل ہوئی ہے یہ حدیث نہایت معتبرہ ہے اور اس میں نہایت بزرگ و بزرگ  
سابق میں ہم شرح الحج المبلغہ سے کہہ رہے ہیں کہ اس حدیث میں اس کا یہ ہے  
فی امر الخلا ذہ الہ اور یہ حدیث سے کہہ رہے ہیں کہ اس حدیث میں اس کا یہ ہے  
۵۲

یہی ابان بن عیاش عن عبد اللہ بن مسعود عن ابی ہریرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
انہ قال قال ابی بکر ذہنک قال ابی بکر ذہنک قال ابی بکر ذہنک قال ابی بکر ذہنک  
احصت ایذا ضعف ماہ ادا قل عدد ذہنک کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحہ ہے اور اس میں  
طبیعت کے معاذ اللہ توبہ توبہ غضب پر ایسی ہوں و چراغ کی نکتہ امامت اور تہذبات  
ہوئی اور چکر اسی باعث سے یہی دیکھ کر تو باوجود مصیبت کی کیونکر ممکن ہو کہ حکم  
الہی کا خلاف فرادین اور وصیت رسالت پناہی پس نسبت ذہن دین اور تسلیم خلافت میں  
چون و چرا فرادین مان یہ ممکن ہو کہ بعد انتقال حضرت علیؓ علیہ السلام سے خلافت میں  
مستدام ہو ہوں اور بعد اس کی جمع صحف میں قبول ہو ان جسکی نسبت اقلیم ہائے  
کہ جب تک جمع نہیں کر لیں تو یہ صحف میں ہوں ہر روزی علیؓ علیہ السلام  
القمہ باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال

۵۳ غاب امیر سے وہ بیٹا تھا کہ حدیث میں ہے کہ یہ حدیث صحیحہ ہے اور اس میں  
ابن مسعود علیؓ علیہ السلام کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحہ ہے اور اس میں  
جو میر خلیل نے جس کی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیحہ ہے اور اس میں  
متداول ہے ۵۳

یا علی ان القرآن خلاف فراشی فی الصغف والحریر والقرطیس فخذوه  
 و اجمعو ولا تضیعوا کما ضیعت الیہود والموارۃ فالطلق علی فجمعه فی ثوب اصفر  
 ثم ختم علیہ فی بیتہ وقال لا اری اجدی حتی اجمہ قال کان الرجل لیا یتبہ فیخرج الیہ بغیرہ حتی  
 او فہا ہر سہ کہ امیر جمع و تالیف کر لیں ایک متمدن زمانہ چاہیے۔ اس سہ فارغ ہو لی کہ حضرت  
 فاطمہ علی وجہی ازنیار داری مرضی کا ملبس مشنوار و منبلا ہوئی ہو تیار و ان خانہ نوکی وجہ سے  
 سید حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا عقد بیعت میں مآخر رہا پورگا ورنہ بطور منافستہ اور سنا رہ  
 کہ یہ ممکن نہیں کہ آپ بیعت سے مآخر فرمایا ہو بہر حال برخلاف روایات معتدہ اہل سنت کے  
 جو اس خبر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم قیاسی تسلیم کر لیا جائے تو فریقین کے  
 نزدیک ہر روایات خود واجب انما و مل اور معروف عن انظار ہر سہ اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہر  
 کہ ابو بکر صدیق خلیفہ برحق تھے اور ابی بنی انحراف کبیرہ تھا تو بغرض طہارت اہل جناب میر  
 تاویل واجب ہر ادرشیو کے نزدیک اس سہی اظہر سی کیونکہ امام حسوم کا خلاف حکم خدا اور رسول  
 کریم کا حال ہے تو تاویل لایعہ ہوئی باقی رہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال  
 سو شرح فی البدایہ اور تالیفات مجلس سے خوب ہوشن سہ کہ خلفا و مصلی بہ کے نزدیک کسی  
 وجاہت نہیں لیا اسی کا نام وجاہت ہی کہ کوئی دقیقہ تہلیل و تہیین و بے حرستی کا (معاذ اللہ)  
 خاک بہن و ثمن ان آن پاک نژاد۔) اوٹھا نہ کہا تفصیل کی قدر سابق میں مذکور ہو چکی  
 تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب و توہین کے اور  
 کبر کو جلا ڈالا تو وہ اوکمر وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کر سکیں

۱۰ اسی علی قرآن میرے فرشتے بھی صحیفہ اور بشم اور کاغذ میں ہر اس کو لیکر اکٹھا کر بیچو اور صنائع نیکو  
 جملہ بیوی بچے و زات کو صنائع کر دیا پس علی نے اس کو جمع کیا زندہ کبیری میں پیر و سپر ہر گانی اپنے  
 گھر میں اور فرمایا میں تا وقتیکہ اس کو جمع نہ کر لوں چادر نہ پہنوں گا۔ کہ بعض شخص آگے پس آتا ہوتا تو بد  
 چادر آپ اس کی پٹی نکلتی رہے بامک کہ آپ نے اس کو جمع کر لیا۔ ۱۱۔

ثانی اس قدر گزارش کرنا چاہا ہے کہ یہ روایت بخاری کے جسکو ہماری محیب سبب نے  
 اپنی اس کتاب میں لایا ہے وہ دوسری روایت صحیحہ سے معارضہ میں ہے جس میں صاف مذکور ہے  
 کہ حضرت علیؓ نے ابتداء النفاذ و خلافت میں بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور  
 حکم اور بیہقی سے تخریج کی ہے اور الفاظ اور کلمات صواعق سے نقل کرنا ہوں تو بالیقہ  
 اے ہاجرہ و اہل انصار و سعد ابوبکر المنبر و نظر نے وجوہ القوم فلم  
 یزالوا یزید عابہ فجاہ فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم <sup>اردت</sup> ہوا  
 ان تشق عصا المسلمین فقال لا نتریب یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فقام فی العیونہ نظر نے وجوہ القوم فلم یر عیاً فدعا بہ فجاہ فقال قلت ابن عمہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فختہ علی ینتہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال  
 لا تأثر بیا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فابعد او نیز سیکلی قویب دوسری روایت  
 ابن جریر نے صواعق میں نقل کی ہے و اخرج <sup>۱۱</sup> و سی بن عقبہ نے صغریہ و الحاکم  
 و صحیح عن عبد الرحمن بن عوف قال حسب ابوبکر فقال واللہ ما کنت تخریج الاما  
 یوما ولا لیلاہ قط ولا کنت راعبا فیہا ولا سالت اللہ فی سر و علانیۃ ولكن  
 اشفقت من الفتنة وما لی فی الامارة من راحة لقد قلت امرًا عظیمًا

۱۱۔ پھر آپؐ کو ہاجرہ بن ابی اسفہ نے بیعت کی۔ اور ابوبکر منبر پر چڑھ کر جوہ قوم میں منبر کی زیر کر  
 نہ آیا اور سکر ہلا وہ آئی فرمایا میرے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوہ بی گاہ اور بچہ خواری تو نے مسلمانوں کی جماعت کا  
 تقریب کرنا چاہا اسی جہاں اللہ کے جانشین ہوں میں نے بیعت کی پھر وہ قوم میں منبر کی اور علیؓ کو نہ کہا بلایا اللہ کی فرما  
 یعنی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچ کو بیٹا اور بچہ واد تو نے مسلمانوں کی جماعت کا عرق کرنا چاہا کہا اسی خلیفہ رسول اللہ کے ملاقات  
 نہیں پھر بیعت کی ۱۲۔ ۱۳۔ رسی بن عقبہ نے اپنی کتاب میں اور حاکم نے تخریج کی ہے اور بیہقی کے ہر عبد الرحمن  
 بن عوف کے کہا خطبہ بنا ابوبکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم میں ادرت کہ کبھی کسی دن اور کسی رات میں میں  
 اوس میں راغب ہوا اور ہر شبہ و ظاہر سے اسی کے سوال کو ہر لیکن میں فقہ سے ڈرا اور جب کہ ادرت میں کہ  
 رات میں میں ایک غریب گلی میں بیٹھا گیا ہوں۔ ۱۴۔

ہاں اس قدر گزارش کرنا چاہا ہے کہ یہ روایت بخاری کے جسکو ہماری محیب سبب نے اپنی اس کتاب میں لایا ہے وہ دوسری روایت صحیحہ سے معارضہ میں ہے جس میں صاف مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے ابتداء النفاذ و خلافت میں بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور حکم اور بیہقی سے تخریج کی ہے اور الفاظ اور کلمات صواعق سے نقل کرنا ہوں تو بالیقہ اے ہاجرہ و اہل انصار و سعد ابوبکر المنبر و نظر نے وجوہ القوم فلم یزالوا یزید عابہ فجاہ فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ان تشق عصا المسلمین فقال لا نتریب یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام فی العیونہ نظر نے وجوہ القوم فلم یر عیاً فدعا بہ فجاہ فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فختہ علی ینتہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تأثر بیا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فابعد او نیز سیکلی قویب دوسری روایت ابن جریر نے صواعق میں نقل کی ہے و اخرج ۱۱ و سی بن عقبہ نے صغریہ و الحاکم و صحیح عن عبد الرحمن بن عوف قال حسب ابوبکر فقال واللہ ما کنت تخریج الاما یوما ولا لیلاہ قط ولا کنت راعبا فیہا ولا سالت اللہ فی سر و علانیۃ ولكن اشفقت من الفتنة وما لی فی الامارة من راحة لقد قلت امرًا عظیمًا



وجہ مذکورہ سے ابو سعید کے روایت کو حسب قاعدہ حجاب و اعتبار ہوگا تو اب اس صورت میں مرجع نفی بیعت اول کا جو روایت بخاری میں ام المومنین سے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہے کہ آپ کو بیعت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یہ بیعت ہے جس کے بعد کچھ ممالک شکر بخجی نہ رہی ہو چونکہ بیعت اول کے بعد ہی نے کچھ ممالک رہا تھا اور معاملہ مال اور معاملہ مال اور کما ضمیمہ ہو کر اور باعث کشیدگی ہو گیا اور بخجی و تیمارداری حضرت زہرا اور بی بی شہابیہ و سلمہ حاضر رہیں خلیفہ برحق کا سبب ہوا اور اس کی بعد جب آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس بلا کر تفصیلاً معذرت فرمائی اور افضلیت کا اقرار کیا اور بیعت کر لی تو غلبہ نہ رہا ممالک وہ دلت سے با کھ صاف ہو گیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپ نے بیعت فرمائی بہر کیف جہاں تک روایات میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا حال یا تاخر عدم المیتہ و بعد المیتہ خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تھا جو فادح یا مضر تھا جو ہمیں روایت نے اس کو صراحتاً بیان کیا۔ ما غضبنا الا انا لخرنا عن المنصورہ بیت نہایت روایت کیا اور یہاں دیکھا کہ ان لانا فی ہذا لام نصیباً اور یہاں کہ تقریباً سیاق عبارت نہ لام نصیباً سے مراد مشورہ ہی کیونکہ ما قبل اس عبارت کا یہی ہے وحدثنا امیر المومنین علی بن ابی بکر ولا انصار لنادی فضله اللہ بہ اور بعد میں نہ نور سے واستبداد عیناً تو اس عبارت کے قبل و بعد کے لحاظ سے ہرگز یہ معنی معلوم نہیں ہوتے کہ لانا فی نہ لام نصیباً سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ نہ فرماتے ہوں کہ ہم جانتی تھی کہ خلافت ہمارا حق ہے یہ حضرات شیعوں کی خوش فہمی ہے اور روایت مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اس کو شرح بخاری نے بسبب ہم

۱۰ اور لیکن ہم جانتی تھے یہ ہم کو ہی اس میں حصہ ہے ۲۰ ۱۱ اور بیان یہ اور

پر بیان اور اس کی فضیلت کے اٹکا۔ نے کچھ اس پر بغیر حقہ نہیں اس جو نام لکھا ہے - ۱۲ -

استاذہری کی ضعیف کہا ہے اور عدو امت مجرّمہ بین نلبا ہر نال البیستہ وادامہ قیام  
 ۲۔ سبّحہ سکر عن ابی سعید من ناخر بعة ہو وغیرہ من بنی ہاشم الے  
 موت واطہ تہ فضعف قات الہری ہ بسندہ والیضا فالروایۃ الاوئی عن ابی  
 سعید، ہی الموصولہ فیکون اصحاۃ منتہی پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق بیعت  
 خلیفہ اول سے جناب امیر کو بھی انکار نہیں ہوا اور روایت ثانیہ بیعت کو رجوع ہی اور  
 اس سے کہ سند لال ہمارے فاضل مجیب صحیح نہیں ہی اور نہ از کلمی سفیدہ عاتق اس سبب کہ  
 کثیر فرمایا: ۱۰۰ با صی القوم الذین بالیعا ابابکر و عمر و عثمان اسوہ سے ہی  
 کردہ منافقین ہند اند اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق تھی اور بیعت اہل حل و عقد  
 بہ بابت ہوئی نہیں اور جس سے وہ بیعت کرینا اسکی خلافت حق ہی خواہ جس سبب سے ہو اگر  
 اسند لال فرمایا کہ اسکی حقیقت میں سیکو کی طرح کامل نہ تھا اور ہمیشہ دشمنی کا قاعدہ ہی  
 کہ ایسی ہی دلیل سے کہ اسند لال کہہ کر تے ہیں کہ جبکی حقیقت مسئلہ آفتاب نیم روز روشن ہو۔  
 پس یہ دلیل بھی اسکی حقیقت سے مرلب ہی کہ جبکی حقیقت عندہ اند و عندہ غریب  
 مسلم ہی اور فی حقیقت یہ دلیل اسکی وقت نام ہو سکتی ہے بعد لا جواب ہی جبکہ اسکو  
 حقیقی تسلیم کیا ہی اور قدمات حقہ سے کہ رب کلمہ جادی کیونکہ جب واقعہ اور نشانی  
 اسند اند و عندہ الفریقین صحت و حقیقت خلافت کے اجماع اہل حل و عقد سے ثابت ہوئی  
 ہی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بھی حقیقت خلافت اسی طرح اور اسی دلیل سے ہم ثابت  
 کر تے ہیں نہ آپ ہی فرمایا ہی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہی اور امیر معویہ رضی اللہ عنہ کیونکہ اگر وہ  
 نہ ہو سکتی ہیں اگر اسکی جواب میں یہ کہیں کہ صحت و حقیقت خلافت بیعت اہل حل و عقد

لے بیعتی سے کہ ہی کہ جو روایت ابو سعید سے مسلم میں واقع ہوئی ہی موت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک

بیعت جناب امیر دیر بنی ہاشم کی بابت وہ ضعیف ہی کہہ نہ سکتے اور اسکو مسند نہیں کیا اور نیز پہلی روایت

بجواب ہی موصول ہے تو وہ الصبح ہوئی۔ ۱۲۔

اور وقت مترتب ہوتی ہے جبکہ بیعت اہل حل و عقد صراحۃً للخلافت کو واسطی واقع ہو چنانچہ خلفاء  
 ناشیہ کر لیں ہوئے ہوتی اور اگر غیر صراحۃً کے یہی واقع ہوگی جیسا کہ جناب کے یہی ہوتی  
 تو وہ بیعت مثبت ہوگی تو ظاہری کہ یہ تردید بالکل مردود ہے اور اسکا جواب خود جناب امیر  
 نے اب اس خط میں جو اسکی جواب میں لکھا تحریر فرمایا وہ یہ کہ جب خداوند تعالیٰ نے صحت  
 خلافت بیعت اہل حل و عقد پر رکھ دی ہے تو جسکو وہ خلیفہ بنا دینگی اور بانتہا خود جسکو ہند  
 بیعت کرینگے وہ صراحۃً للخلافت ہوگا ایسی اسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالیٰ  
 اذکورہ گزرا کسی پر مجتمع نہیں فرمادینگا اور اگر اذکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صراح  
 للخلافت کے ماتہ پر واقع ہو جائی تو سب گمراہ اور ضال ہو گئی اور تمام ضلالت پر مجتمع  
 ہو گئی اور یہ محال ہے کہ نواہل حل و عقد کا کسی شخص کے بیعت پر شفق ہونا خود اسکی صلاحیت  
 اور اہلیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا نہ امیر معویہ اسکا کچھ  
 جواب دیکھتے ہیں اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی اذہم طرف سے اسکی تردید کیجیے اور اگر اس دلیل کو  
 دلیل الزامی کہا جاوی تو ناقص نہ تمام ہے اور ہرگز مثبت مدعا ہوگی اور اسکی جواب میں  
 جناب امیر ملزم و محجوج ہو جائیگی کیونکہ جب امیر معویہ نے بجواب اسکی اہل حل و عقد کے  
 بیعت پر ترتب کر لیں صلاحیت و عدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب  
 فراموشی الزام تو باطل ہو گیا اب جناب امیر کو مرحلہ ثبوت صلاحیت و اہلیت کا پیش آیا تو  
 اوسکو خود اس بیعت اہل حل و عقد سے ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ واقعی اب نفس الامر یہی نہیں  
 تو دوسری کسی دلیل کی طرف مثل نفس عصمت کو رجوع فرماؤ شیکر اور یہ دلائل ایسی ہیں کہ صد  
 مواقع و مر علی پیش آئی لیکن کسی ظاہر نہیں کی گئیں پس انکا نسبت امیر معویہ کو اذکور  
 البطلان میں آنا ہے کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہ دلائل خلفاۃً ناشیہ کے زمانہ میں کہیں  
 پیش ہوئے ہیں جو آج میرے مقابلہ پیش کیجائے ہیں اور جب انہوں نے تسلیم  
 نہیں کی تو میں کیونکر تسلیم کروں تو آپ ہی فرمائیے کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہے اور اس مرحلہ سے کیونکہ خلاصی ممکن ہے بجز اسکی کہ آپ ملزم و مجبور ہوں اور اگر جواب کوئی امر اسوقت تراشا ہی ہو تو اس جواب کا محوطہ خاطر رکھنا ضرور ہوگا جو اسکی جواب میں خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا۔ اور اس قول میں جواب ہے یہ بسمہ تحریر فرمایا (اور خصوصاً وہ فقرہ جو آپ کے خاتم الحمد میں اپنی تخریر عالمی سے اصل سمجھ گئی میں یعنی لزمنا بالثام الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہ داب تحریر نہیں ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں) معلوم ہیں آپ نے کس حالت میں یہ بسمہ تحریر فرمایا نہ مدعا صحیح ہے نہ دلیل دعویٰ کے مطابق اور اسکی مثبت اب سنی کہ حضرت خاتم الحمد میں عمر کی نسبت الزام تحریر فرمایا کہ وہ بسمہ لزمنا و لزمنا بالثام کو اپنی تخریر عالمی سے اصل سمجھ گئی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہے اور بیان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور میں جواب امیر نے ادا اپنا دعویٰ ذکر فرمایا اور وہ یہ ہے بسمہ ہی یعنی لزمنا و لزمنا بالثام۔ اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس بسمہ مذکور اس اعتبار سے کہ مکتوب میں دخل اصل ہے اور اس اعتبار سے ہی اصل ہے کہ دعویٰ مقصودہ ہے جسکا اثبات مدعی ہی پر حضرت شاہ صاحب کو الزام دینا کہ وہ اپنی تخریر عالمی سے اصل سمجھ گئی اور یہی تحقیق اصل نہیں ہے سر نہ انہی کو قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب اس خط کو نقل فرمایا ہے اور اس پر بحث کی ہے چنانچہ ہماری فاضل مجیب ہی کہ جسجگہ اس خط کو نقل فرماتے ہیں وہاں اس بسمہ کا کچھ نہ لکھا ہے اور نہ اسکی اصالت و عدم اصالت سے فرض فرمایا ہے اور اس بسمہ سے تعرض کر کے کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہے تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات الزامیہ سلمہ خصم سے استدلال فرمایا ہے یا مقدمات حقہ ثابۃ نے نفس الامر سے اور اہل بسمہ کی اصالت و عدم اصالت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق ہے

تخریر عالمی کی نسبت اور اسکی اصل و عدم اصالت کا تعلق

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی اصالت سے تعرض فرمایا اور اگر سو بھی تو اسکی اصالت میں کچھ  
تردد نہیں مدعا حاصل ہوا ہی کرتا ہے۔ پس یہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار ہماری  
فاضل محیی کے خوش فہمی پر ہی تحفہ کے جوابات میں کہیں کچھ مضمون دیکھا ہوگا بے سمجھ ہوگا  
کچھ سے کچھ نقل و ترجمہ کر دیا اسکی بعد یہ لکھنا کہ جب الزامی تحریر ہوتی ہے ردال سے سر  
پر اور دلیات محض سے مدعا کو دلیل کے الزامی تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا علاقہ اسکی لپی  
خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا سلسلہ اور خصم کا غیر مسلمہ اگر اسکا ثبوت صحت  
حقیقت نفس الامری و عند الخصم مطلوب ہوگا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجا دیں ورنہ اگر صرف  
اسکات و الزام خصم مقصود ہوگا تو دلیل الزامی ذکر کیجا دیں گی پس یہ کہنا کہ جب الزامی تحریر  
الزامی ہونے پر ردال سے حضرت کے کمال تبحر علمی پر دل سے مان حضرت کی تبحر علمی سے  
کچھ عیب نہیں کہ اس سلسلہ میں جو لفظ ارتکاب کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا ہوتا تو اس سے  
جناب نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر  
دل سے اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہ داب بکثرت نہیں ہے کہ اپنی سلسلہ کو بیان  
کر کے خصم پر کوئی بات لازم کریں سبحان اللہ یہ دلیل اور ہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً  
مناظرہ والی پر اس طرح دلیل ہے کیونکہ حضرت یہ دلیل جو سلسلہ لزمہ و انت بالکلام کے  
الزام ہونے پر وارد فرماتے ہیں اسکو کیونکہ مثبت ہے ذرا سمجھا ہی تو سہی کاش  
آپ کے ان افادات تازہ کو کوئی مصنف لیب و کبیر اور کمپوٹر کی علم اور فہم اور مناظرہ والی کی داد دی  
اس عبارت سے صاف مستفاد ہوتا ہے کہ جب سلسلہ لزمہ و انت بالکلام کو ہی آپ سلسلہ  
خصم سے سمجھی ہوئی میں حالانکہ یہ مدعا ہی یہ اگر مسلم خصم ہو تو وہ خصم ہی کیونکہ نبی اور  
دلیل کے اسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ہی حضرت یہ دعویٰ ہی جو صرف اپنا  
مسلم ہے اور خصم اسکا منکر ہے اب اس دعویٰ کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہے قطع نظر  
اس سے کہ ہم پوچھتی ہیں اس قول سے کہ یہ داب بکثرت نہیں کہ اپنی سلسلہ سے خصم پر پڑتی

بات لازم کریں (کیا مراد ہی اگر یہ مراد ہی کہ ایسی اقوال سے جو صرف اپنی ہی مسلمات  
 ہیں اور خصم کو تسلیم نہیں کرتا اور واقعہ اور نفس الام کی اعتبار سے مسلمین خصم پر کوئی  
 بات لازم کرنا ادا یہ تحریر نہیں تو صحیح مسلم لیکن یہ ایک مفید نہیں کیونکہ اس دلیل کی  
 نسبت ہم کتاب کہتی ہیں کہ حدیث جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقعہ کے غیر  
 مسلم ہی اور اگر یہ مراد ہی کہ اپنی مسلمات سے گودہ حقہ واقعہ اور مسلمہ خصم ہی کیوں  
 ہوں انکی خصم پر کسی امر کا لازم کرنا خارج از اداب تحریر ہی تو غلط ہی اور اسکی غلطی  
 ایسی بدیہی ہی کہ اوسپر حاجت دلیل پیش کرنیکی ہی نہیں اور ہم اس دلیل کو  
 ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص اہل اسلام میں سے کسی سمان پر قرآن کے آیت  
 پیش کرے یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اوسکو کوئی الزام دایل نہیں  
 کہیگا حالانکہ اوسنی اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دنیا جا رہی ہو نہ کہ واجباً منجیب  
 و غریب ہی جو حضرت کی سحر مسلمی آشکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ  
 دانے کا پورا پورا اندازہ بتاتا ہے **قول** جناب میر علیہ السلام جو کہ حجت خدا تھی  
 خصم پر ایسی حجت ختم فرماتی تھے کہ پھر جواب کا موقع نہ رہی۔ **اقول** اس دلیل کا  
 ایسی حجت ہونا جسکا پھر جواب کا موقع نہ رہی و سبقت ممکن ہو جبکہ اسکو با اتباع  
 اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیا وی اور اوسکا بموجب حضرت امیر کا حجت خدا ہونا  
 ہی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو سب تقریر علمائے شیعہ دلیل الزامی  
 کہتے جاوے تو پھر یہ دلیل ہی تام نہیں ہے جبکہ میر علیہ جواب ہوا حضرت کا حجت  
 خدا ثابت ہونا تو دلائل لازم ہونا ایگنا چنانچہ مفضلنا سم ہی گوارش کر رہے ہیں  
**قول** جیسا کہ بعد الفا و سبعیت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو سبعیت کو رہی ملایا  
 تو اپنے فرما کر تمنی قرابت رسول کے ذریعہ سے ہضار سے خلافت لی ہی اب تم ہی ازمنہ  
 کرد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کون اقرب ہی چونکہ تمنی حق پایا ہی حق دوا



اور خلفاء کے ساتھ معاملہ خلافت میں چون و چرا کرنا سرسہ خلاف حکم الہی و دینیت  
 رسالت پناہی ناجائز اور حرام تھا تو کیونکر ممکن ہو کہ آپ باوجود عصمت و کبریا  
 معصیت کر بولی جہاں پہ آپ کو ایک خطبہ میں جسکا شروع یہ ہے وہی ومنکلام کہ  
 بیعت عثمان فرما میں واللہ ملین یا سلمۃ امیر المؤمنین ولراکب فہا حور اللہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت  
 بالکل غلط اور موضوع و مفترا ہے۔ رایتا جب ہم نفس میں الزام میں داخل کرتے  
 ہیں تو اسکو غلط اور بوجہ ہائے عین اور دیکھنے میں کہ اس دلیل کے ہرگز احتجاج  
 صحیح نہیں ہو سکتا ہے اور نہ کوئی عاقل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجھ سکتا ہے کیونکہ  
 یہ دلیل حضرت نے اپنی حقیقت خلافت کے لیے حسب زعم اولیا سامی فرمائی ہے  
 پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے حقیقت خلافت کی طرح ثابت نہیں ہوئے کیونکہ  
 آپ کو اس قول سے کہ قریش نے شجر کو پکڑا اور شجرہ کو سناٹع کیا یا یہ مراد ہی کہ بعد کیا  
 اور اقرب کو چھوڑ دیا تو اس سے پہلے خلافت متنازعہ نہیں تھی بلکہ اصل ہرگز ثابت  
 نہیں ہوئے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ حضرت عباس عقیل احق بالخلافت میں  
 کیونکہ حضرت علی علیہ السلام سے اقرب البصابت میں اعلام کا درجہ نبی الامم  
 سے مقدم ہے۔ یا یہ مراد ہی کہ سوال کو لیا اور فروع کو چھوڑا تو اس سے بھی واضح ہے کہ  
 جناب امیر المومنین آپ کو فرع ہوئے سے تعمیر فرمائے ہیں حالانکہ ابن العم فروغ  
 میں داخل نہیں اور اگر حقیقت بخلافت فروغ کے یہی ثابت ہوگی تو جناب امین  
 نسبت جناب امیر احق بخلافت ہونگے اور اگر ذریعہ مجازیہ مراد ہی تو قطع نظر اس سے کہ ایسی  
 امور میں مجازیہ کو دخل نہیں اور لفظ شجر اور ثمر اس سے ابا کرتا ہی یہ لازم آتا ہی کہ تہا  
 بن زید احق بخلافت ہوں غرض یہ دلیل کچھ بے ہیک نہیں مہیتی اور کسی کا یہ  
 نہیں ہوتے۔ ایسی وہی دلائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپ کی حجت  
 خدا پرستوں میں قدح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ ہستہ لال کا کچھ ہی نہیں تھا

خامساً ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اہل وقت سقیفہ بنی سائبہ میں اظہار  
 دعویٰ خلافت کے نزدیک میں جو دلیل میں کے تھے جنکو سب کے تسلیم اور قبول میں  
 نہیں کی اور جو متفق علیہ فریقین ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا  
 الاثمۃ من قرین۔ صورت استدلال یہ تھی کہ جب رسول اللہ علیہ السلام کے انصاف  
 امامت کا خاص قرین میں ہونا ثابت ہوا کہ حسن احمد، ربیع بن ہشیم، ذر غصار  
 استحقاق بطل اور ان کا مطالبہ بے محال ہوا اور اس حدیث متفق علیہ شیعہ دالہ سنی  
 یہ ہے کہ جب امامت فریقین میں تقسیم ہو گئی اس میں سے جو قرین متساوی  
 الاثمۃ میں کیونکہ ان کا خاص قرین تخصیص میں ہے نہ میں ہو گئے اور ظاہری  
 کہ خداوند کریم کے نزدیک اس کے عباد میں جو بختہ میں ہے جو زیادہ پرستار ہو سلیبی  
 ان اکرمہ عند اللہ اتقہ۔ ارشاد ہے اور رسول اللہ علیہ السلام کے نزدیک  
 بیاد ہے جو احکام الہی کے زیادہ وسیع ہو خواہ وہ یہو یا علیہ غریبی یا عجمی چنانچہ شرح  
 صحیح البلاغۃ میں آپ ص ۱۰۱ میں ہے ان ولی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وان بعدہ لحمد وان  
 بعد محمد من علیہ اللہ وان قرابت قرابت۔ اس پر اہل خداوند کریم نے  
 حضرت نوح کے فرزند کی نسبت انہ ابس من بعدن فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ  
 ہر قرب کا قرب قرابت نہیں بلکہ اس کی یہی دوسری اوصاف کی ضرورت ہے تو اس سے  
 واضح ہوا کہ اس حدیث میں حضرت نے خاص قرابت سے اس فضل خاص کے ساتھ  
 مخصوص فرمایا کہ الاثمۃ من قرین یہ خصوصیت نفس توقیفی ہے عقل کو اس میں دخل نہیں  
 ہے اور قاعدہ ہے کہ جو لہ شارع علیہ صلوٰۃ و خلاف قیاس ثابت ہوا اس کا تقدیر نہیں  
 ہو سکتا اور شیعہ کے نزدیک تو قیاس سمواً یوان بھی جائز نہیں ہے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ

۱۱ امام دین میں سے ہونگے ۱۲ خدا کے نزدیک۔ م میں سے امام وہی جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ ۱۳

۱۴ امامت میں سے ہونگے ۱۵ اگرچہ اس کی قرابت بعد ہونگے کاشمیں ہو جو خدا کے نزدیک اس کی قرابت نہیں ہو۔ ۱۶

اگر اس حدیث سے انصار کی امت کو رد کیا تو اسی نفس سے رد کیا جو خلاف قیاس میں تفسیر  
ہتی تو اگر جناب امیر نے اس کاوسنکر یہ فرمایا ہو جنحوں بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ حبکہ  
شیعہ کا زعم ہے اور دافع میں ایسا آئے نہیں فرمایا ہو گا تو کہہ با آئے خلاف قیاس نفس  
میں قیاس کیا اور یہ اسی خطا ہے کہ مجتہدین است سے یہی صادر نہیں ہو سکتی آپ شہید  
ناتے معارف اصول میں تشریح فرماتے ہیں القیاس هو الحكم على معلوم بمثل الحكم  
الثابت لمعلوم اخر لا شرک لہم في علم الحكم فموضوع الحكم الثابت بسبب اصلا و  
موضوع الاخر بسبب فرع والمثبرک جامعاً وعلو وحی اما مستنبطہ منصوصہ  
وقد اطلق اصحابنا على منع العمل بالمستنبطۃ الامر بشذو حکے اجماع فیہ  
غیر واحد منهم وتواتر الاخبار بالکذا عن اهل البيت علیہم السلام وبالجملة  
فمنع بعد من ضروریات الدین واما المضمونہ فیہ العمل بها خلاف مہم  
وظاهر المرتضیٰ المنع البصاً علیہ اور نیز اس متفق علیہ نفس سے یہ بات ہی ثابت ہوئی  
بمختصیص ائمہ اثنا عشر کے غلط اور بلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کی طرف  
عموماً نسبت کیا گیا ہو وہ ایسی تمام افراد کو شامل ہوگا اور قبیلہ کی افراد میں سے جس جگہ  
وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے  
بابت نفس فرماتے کہ ائمہ کے ہی واسطی سے تو لائے من قریش کی کیا ضرورت تھی میں  
معلوم ہو کہ وہ نفس محض حضرات کی ترشی ہوئی ہے اور من بہ الزام ایسا وہی الزام ہے  
کہ ہو گیا و لکھ ڈرا سی ہی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب امیر کی طرف منسوب کرنا نہایت  
شنیع ہے جناب اور حضرات شیعہ کو اسی پر کیا کچھ افتقار دنازی ہے اور یہ سیکو لا جواب  
سمجھتے ہیں افسوس کہ ای دفت میں تمام مضمون و صایا حضرت کو فراموش ہو گئی اور یاد آیا  
تو یہ ایک ناقص و لئو سہ لال یاد آنا داعتد و آیا اولی الالاب قولہ اس طرح اس خطا میں  
معوکہ الزاماتاً تحریر فرماتے ہیں کہ نو خلفا رسالہ کے خلاف کو حق جاننا ہے اور ہمارے

عقیدہ ہمارے عقیدہ کے خلاف ہے

و انصار کا شوری حجت سمجھتا ہے میری بیعت ہی تجیر لازم ہے کیونکہ یہ بیعت ہی ان  
 اشخاص نے کی ہے کہ جنہوں نے خلفاء سابقہ کی بیعت کی تھی **اقول** حضرت  
 خطہ کے آخر جملہ کو مطلب کا خلاصہ یہی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بزعم سامی الزام کو او  
 زیادہ تقویت ہوتی۔ آخر کس مصیحت سے ان کی مضمون کو ترک کیا ہے ہم سابقین کے  
 ساتھ گذارش کر آئی ہیں کہ یہ دلیل دلیل الزامی نہیں ہو سکتی اور یہ جو ہماری فاضل  
 محیب اپنی کمال شجراور تدین سے فرما رہی ہیں کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق  
 جانتا تھا اور ہاجرین و انصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہ ہرگز اون الفاظ سے  
 مفہوم نہیں ہوتا اگر اس عبارت کے یہ معنی ہوں تو مصداق مثل المعنی غصے بطن ایشاک کا  
 ہو گا اور کیا ضرورت ہے جو بے ضرورت خلاف اصل ارتکاب حذف کا اختیار کیا جاوے  
 پس صاف اور سیدہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے جو ہم کہتے ہیں کہ جہان نے تحریف فرمایا  
 میری بات پر یہاں میں خلفاء نے بیعت کی ہے اور میں کسی حاضر و غائب کو چون چرا  
 کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ شوری کا استحقاق صرف ہاجرین و انصار ہی کو ہی ہے  
 کسی امر پر مجتمع ہو جاوے اور کیوں کہ انہیں تو یہی خدا کی رضا مندی سے اور اگر  
 کوئی طعن یا بدعت کر کے اس میں سے نکلی اور اس میں لوٹا اور اگر انکار کر کے تو  
 لڑو۔ اور خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ آپ اس مضمون کو بھی مطابق اصل عبارت کہ بھیج  
 اور اپنی مدعا کو بھی مطابق بھیجی اور انصاف سے دیکھیں کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت  
 کہ ہے پھر انہیں کہو کہ دیکھیں کہ الزام ہے یا تحقیق واللہ ہو الموفق **قول** اگر خاتم النبیین  
 یہ فرماتے ہیں کہ وہ یہ ہے کہ بیعت ہاجرین و انصار کے ہرگز برعویہ پوشیدہ  
 بنو ارجوی می شمر د چار حیات حضرت امیر و مجاہدین و کاتب خود ذکر مسکرو  
 انتہی۔ بقدر کجاست۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لازم نہیں کہ ہر آدمی اپنے بقول  
 و فعل میں ہمیشہ معصوم رہے ہو اور اس کے افعال و اقوال میں تناقص نہ ہو بلکہ ان ہوا

صحابہ دنیا کا یہ ہی حال ہے کہ جسمیں اپنا نفع دیکھتے ہیں وہ اختیار کرتے ہیں جب خلفاء  
 ثانی نے خلافت میں اپنا دنیوی فائدہ دیکھا تو انکے صحت و حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا  
 اور جب صحابہ نے اب اسیر علیہ السلام کے صحت خلافت میں وہ فائدہ دنیوی نہ رہی گا منکر  
 یعنی ہو گیا ورنہ اب یہی فرما دیں کہ اگر معویہ خلفائے ثانی کی صحت خلافت پر مہاجرین رضاً  
 کہ بیعت کا قائل تھا تو جنگی خلافت اور کمزور یک کیونکر ادریں دلیل سے ثابت ہوئی تھی کیا  
 معویہ جو جلال المؤمنین اور اہل بیت سے ہی اجماع اہل حل و عقد کو حجت بناتا تھا  
 اور وہ بھی مثل رد افضل نفس عصمت و فضیلت کا قائل تھا یا اس کے نزدیک خلافت کے  
 ادریں عین یقین الیہ بات ہے تب ہی اجماع حجت نہا اور خلیفہ اول کے خلافت  
 جو اجماع سے ثابت ہے اور اہل سنت کا اس پر ہی نازیہ درست نہ رہی **اقول** اگر یہ اس کا جواب  
 ماری علامہ بوقسین ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم میں  
 خط ہوئی اور ایہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا اس لیے بے خوش فہمی کا اظہار  
 ہی واجبات سے ہی پس جس پر کہ امی حضرت میر صاحب سخن فہم جناب پر ختم ہے  
 جواب تو آگے تحریر فرمایا لیکن ہمارے تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سوچی  
 سمجھی ناپائیدار پوچھیں بلکہ دنیا کو منی عقل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر جس  
 کتاب ہو نا ہی شکل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا  
 تاہون اور اس کے بعد آپ کے خوبیان ظاہر ہو جائیں گے۔ حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ  
 سے دلیل نہ الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی  
 دلیل سے اسی لازم ہے کہ اس کے مقامات مسلم عند الخصم ہوں۔ اور میر معویہ کے نزدیک  
 یہ مقامات مسلم ہیں اور اس کا مذہب جو اس کے خطوط سے ہے جو حضرت امیر کی خطوط کی  
 روایت ہے اور امیر و زیدیہ کی کہنا بو نہیں مذکور میں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہی کہ جو سلمان  
 بہت سے کہہ مانتا ہے کہ اس کو سر اسی مکر اس کے اور متفقہ احکام جہاد و کفار و سبائست عطا ہوا

اگر یہ اس کا جواب  
 ماری علامہ بوقسین ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم میں  
 خط ہوئی اور ایہ مضمون اس پر بطور اعتراض بیان فرمایا اس لیے بے خوش فہمی کا اظہار  
 ہی واجبات سے ہی پس جس پر کہ امی حضرت میر صاحب سخن فہم جناب پر ختم ہے  
 جواب تو آگے تحریر فرمایا لیکن ہمارے تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجھا ہوتا ہے سوچی  
 سمجھی ناپائیدار پوچھیں بلکہ دنیا کو منی عقل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر جس  
 کتاب ہو نا ہی شکل عبارت کے کچھ ضرورت نہیں صرف بیان مضمون پر اکتفا  
 تاہون اور اس کے بعد آپ کے خوبیان ظاہر ہو جائیں گے۔ حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ  
 سے دلیل نہ الزامی ہونے کی ابطال میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ دلیل الزامی ہو تو الزامی  
 دلیل سے اسی لازم ہے کہ اس کے مقامات مسلم عند الخصم ہوں۔ اور میر معویہ کے نزدیک  
 یہ مقامات مسلم ہیں اور اس کا مذہب جو اس کے خطوط سے ہے جو حضرت امیر کی خطوط کی  
 روایت ہے اور امیر و زیدیہ کی کہنا بو نہیں مذکور میں ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہی کہ جو سلمان  
 بہت سے کہہ مانتا ہے کہ اس کو سر اسی مکر اس کے اور متفقہ احکام جہاد و کفار و سبائست عطا ہوا

اور تجنیز جو پیش اور سد ثغور پر قادر ہو اور مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور سکر ہاتھ بیعت کر لیں  
 خواہ وہ جماعت اہل منیہ اور مکہ ہوں یا اہل عراق یا ہستم و امام ہے اور جبکہ اندر یہ صفات  
 مذکورہ نہ پائی جائیں اور انہیں قادر نہ ہو اور در سفاک نہ کر سکیں گودا ہما جبرین اولین سے ہو  
 اور اگرچہ اسکی ہاتھ پر ہما جبرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صلاح اور اہل امامتہ نہیں اور  
 بیعت اہل حل و عقد سے و امام نہیں ہو سکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر موعود  
 کو نزدیک سیواسطی قریح نہیں ہے کہ اسکی زعم میں جناب میں یہ اوصاف مفقود تھی  
 بلکہ علاوہ نقائص اوصاف کی کہ جو خلافت کو لیبی شرائط میں بوجہ اہتمام قتل عثمان رضی اللہ عنہ  
 اور انکے قاتلین کے حمایت کے حضرت کو غیر صالح اور ساعی فی الارض باہنا و گمان کرتا  
 تھا چنانچہ بارہ مجالس و مکاتیب میں اسکا ذکر کیا اور طنز و تعریض کے طور پر خطیہ کیا تو یہ  
 حالت میں جبکہ اسکی نزدیک معاذا اللہ جناب امیر میں شرائط صحت خلافت ہی مفقود  
 ہیں اور آپ اہل اور صالح للخلافت ہی نہیں ہیں تو بیعت ہما جبرین و انصار اسکی نزدیک  
 کیا حقیقت و وقت رکھ سکتی ہے اور یہ بیعت اسکی نزدیک کیونکہ صحیح و درست ہو سکتی  
 ہے اور اس بیعت سے اسکی پیر کو بکار الزام دیا جاسکتا ہے بخلاف خلفائے راشدہ رضی اللہ عنہم کی کہ بھول اللہ  
 و قوتہ ان سب صفات کے ساتھ متصف تھے مرتدین کی قوت و شوکت کو ان ہی ہر ہر  
 عالمی نے خاک میں ملایا کبری و قیصر کے بڑی بڑی سلطنتیں ان ہی کی حسن تدبیر  
 یا بھال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ میں آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع ان  
 ہی کی قوت ایمانی اور نیک نیتی کا ثمرہ ہے اور ان ہی کے نامہ اعمال میں ثبت ہے  
 جناب امیر سیواسطی ہمیشہ حسرت سے فرماتے ہیں ابلیت بقتال اہل القبۃ  
 اور اس سے زیادہ انکی قوت و شوکت بہت و شجاعت حسن تدبیر کی کیا دلیل  
 ہو سکتی ہے کہ انہوں نے امت کو بزور و زبردستی ایسی شخص کے ہاتھ سے غضب  
 کیا جو شجاعت میں کیا اور تدبیر میں لائق اور جرأت میں بے مثل تمام قوم عادی و کونین تھا

ایک لمحہ میں دار الفنا کو پہنچا دیا اور مخصوص من اللہ اور منصوب من الرسول تھا موت و حیات کا  
 یہی اوس کا علم تھا بلکہ اختیار ہی تھی اگر تمام روی زمین آدمی ہی اوس کا مقتدا بن جوں  
 تو کچھ پرواہ کر لے غلامانہ ہتھائی الواقع ایسی شخص سے نہ بروستی غضب کرنا بڑی شجاعت اور  
 عقل کی دلیل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہی کہ عاذا اللہ توبہ توبہ خدا و رسول کی پیروی کر بکمال تاکید  
 و تشدید شیعہ الناس و اعقل الناس کو فرمایا کرتا اب انکی صفت بد میں چون و چرا کچھ نہ کیجوا  
 بولی سے یہی کہی اپنی حق کا نام نہ لیجوا اور اوسنی بیعت یہی کر لینا اور جسطرح گزری تفسیر کے  
 بروہ میں اطاعت و اُمتی سے گھڑنا پس جب انکی اندر یہ کمالات و جوہر تھے تو جب  
 اہل عقل نے اونکو ہتھ پر بیعت کر لی تو معویہ کو اس میں کیا چون و چرا کی گنجائش تھی اور کسی  
 مستدین عاقل کو اس میں چون و چرا نہیں ہو سکتی اب اس پر آچاہیہ فرمایا کہ اگر معویہ  
 صحت خلافت خلفاء پر بیعت نہ کرے اور انصار کا قائل نہ رہے تو اونکو خلافت اوسکو  
 نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تھی (بالکل لغو اور پوچھ ہو گیا منشا و اوس کا یہ تھا  
 کہ مطلب عبارت کا نہیں سمجھ اور بعد اوسکو یہ فرمایا کہ اگر یہی مصمت بغیر فضیلت کا  
 قائل نہ تھا یا اوسکو نزدیک اور شرطین تھی تب یہی ثبوت خلافت باجماع نہ تھا) اوس نے  
 زیادہ لغو اور بیہودہ ہی عبارت تکلف کو سمجھ اوس سے بخوبی واضح ہو کر اوسکو کون التسلیم  
 خلافت جناب امیر سے مانع تھا اور وہ خلفائے ثلاثہ میں موجود ہی یا مفقود نہ اوسکی  
 نزدیک شرط ثلاثہ شرط خلافت تھی نہ کوئی اور شرط تھی بلکہ بیعت اہل اسلام کو مع وجود الایمان  
 و ہما کحیۃ شرط خلافت کہتا تھا جو اوسکی زعم میں جناب امیر میں مفقود تھی اور خلفائے  
 ثلاثہ میں موجود۔ پس برونی اوسکو مذہب کے خلفاء ثلاثہ رضو کی صحت خلافت میں مائل و مؤثر  
 نہیں ہو سکتا رہا یہ الزام کہ امیر معویہ نے جب تک خلفاء ثلاثہ کی خلافت میں اپنا دینی  
 فائدہ دیکھا کہ انکی حقیقت خلافت کا قائل رہا اور جب سمجھا کہ جناب امیر کی خلافت میں  
 وہ فائدہ نہ رہی گا منکر و باغی ہو گیا عجیب و غریب ہو گیا آپ کی نزدیک امیر معویہ یہی شل



اور جواب بجا بقل کیا ہے کما حقہ ہوتی ہے اور ابن ابی الحدید باوجود معتزلی ہونے کے اگرچہ  
 علماء شیعہ کے نزدیک فی الجہاد معتبر ہی نہیں ہیں مگر ابن ہشیم اس کا قول ہرگز قابل احتجاج  
 نہیں ہو سکتا ہے اور اہلسنت پر اس کا قول ردایت سے حجت لانا ہماری فاضل مجیب جیسی مناظرہ  
 دان کا ہی کام ہے غرض آپ شرح ابن ہشیم دیکھ لیجیے آپ کو ابن ابی الحدید کی روایت کی غلطی  
 محسوس ہو جائیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ امیر معاویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہ تحریر لازم ہو  
 تو آپ اپنے دشمن ہوں اور اگر بالفرض سادہ کاغذ ہی چاہیے کہ اسے پیسہ یا تو اس کی ہماری محبت  
 سے یا بہ طلب سمجھنا کہ چونکہ جواب کچھ مذہبی کے اسلیبی سادہ کاغذ لپیٹ کر بھیج دیا  
 اصل خط بھی اگر ممکن ہے کہ اس جو سہ سادہ کاغذ بھیج دیا ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہو جاوے  
 کہ کچھ عایدات حاصل ہیں۔ چونکہ آپ نے جریر کے ہاتھ جو خط بھیج دیا وہ اس میں  
 معیت کو دیکھی کہ ہاتھ سادہ کاغذ اس سے بیکار کے طور پر بھیج دیا تاکہ اس میں کچھ  
 پتہ نہ ہو۔ یا ممکن ہے کہ سادہ پیچھے سے ایسا طرف ہی کہ یہ تحریر قابل جواب  
 ہی نہیں ہو یا یہ آپ اپنے آپ کو اس درمیان اختلاف تو ثابت کریں۔ باقی رہا  
 یہ فرمانا کہ ایسی مجبوری از منی جیست ہی میں ہو سکتی ہے۔ ورنہ اور قسم کا جواب  
 یہ نہیں دیا جیسا کہ موافق دیکھ سکتے ہیں (حضرت کی کمال مناظرہ والی پردہ وال ہے  
 حضرت کا یہ بی اب تک سمجھ نہیں کہ اس تمام دولہ میں کہ کونسی دلیل زیادہ قوی اور معتبر  
 ہوتی ہے۔ حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے واسطے یہ لازم نہیں ہے کہ باعتبار واقعہ  
 اور نفس الامر کے ہی صحیح ہو یا نہ ہو پس اگر اس کی صحت ہو تو صرف بزرگمستدل عند الخصم  
 سے خواہ واقع میں اور عند الخصم غلط ہی کیوں نہ ہو اور ہم اس تحریر کو جو دلیل تحقیقی  
 اور قدمات حقہ سے مرکب کئی ہیں اس سے یہ مراد ہی کہ یہ دلیل عند اللہ حق ہے  
 اور باعتبار واقعہ کے صحیح تو ہر یک سلمان کو اس کا اتباع واجب ہی کیونکہ حقیقت  
 اصول شرع سے ثابت ہو رہا ہے تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور استدلال اور خصم کے

نزدیک مسلم ہوگی اب خیال فرمائی یہ تحقیق یہی ہے جو سب کے مسلم و یا وہ الزام قوی ہے  
 جو صرف خطم کا ہی زعم مسئلہ مسلم ہے۔ اگر بالفرض اس پر ہی امیر کو یہ کی طرف سے آئی ہے  
 اعتراض فرمادین جو ادھون نے کہا ہی سو او کا جواب دہی ہی جو جناب امیر نے تحریر  
 فرمایا کہ جب خدا تعالیٰ نے اتباع سبیل المؤمنین کا حکم فرمایا اور اس کی مخالفت سے ڈرایا  
 اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری ممت اگر ایسی پر مجتمع ہوگی تو اب یہ کہنا  
 کہ سببت اہل حل و عقد کی غیر صالح للامت کے واسطی ہوئی گویا سب کے تفصیل ہے جو جنم  
 لکھنے کے لئے خط و عقد کے شانہ ہی چنانچہ اس کا جواب امیر معویہ کی طرف سے ہمارے لئے نہیں  
 کھدا اور اگر کوئی اس کا جواب ہوگا یہی تو غالباً ابی شرم کا بیجا پہلی جواب دیا تھا جسے  
 تردید ایک مجلس میں کر دی گئی تو اب آپ خیال فرمادین کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجھا جائے  
 امیر معویہ کے اعتراض کا کچھ جواب نہیں ہو سکتا اور جب تک اس کو تحقیقی تسلیم فرمادین  
 اور وقت تک بہ خط و جواب نہیں ہو سکتا لیکن اس کی تحقیقی مودے میں مذہب سے کچھ دور  
 دست بردار ہونا پڑیگی کیونکہ یہ خط قلع اس شیعوں کے لئے بہت اہم ہے۔ **قول**  
 جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ خط اس کے لئے لکھا گیا ہے تو یہ فقرہ انما الشریعۃ فی  
 ہی ہی آگے لکھا تھا لیکن یہ جو فرماتے ہیں کہ باز چشم پوشی مودے میں از طرف جواب  
 کلام کہ زائد ہے۔ الزام بہت آگے لگا اس تحریر سے سخت عجیب ہے جو لکھنے والے نے  
 اس طرح بیان کرنے کا پسینہ رکھا ہے کہ نزدیک اول قدر و منزلت ہو اور یہ بدون تسلط  
 و فکر و پشت طوہر نہیں سکتا۔ **قول** جو کہہ آئے زعم خود ثابت سمجھا تھا کہ یہ  
 الزام لگایا گیا ہے و محض کسب و حیل سے نہ دس پر نہ ہونے جو کہہ لکھا گیا  
 ہے کہ اصل مودے میں اس طرح لکھا ہے کہ اس خط کا الزامی مودے میں ہے و یہ تحقیق  
 ثابت ہے کہ خاتمہ المحمدین کی تحریر سے اگر پہلو سے سخت عجیب بحق عال جو کہہ لکھا گیا  
 ہے کہ یہ خط اس کے لئے لکھا گیا ہے نہ دس پر نہ ہونے جو کہہ لکھا گیا

ہوتی ہیں اور نہیں سمجھتے اگر اس عبارت کو ہی نہ سمجھیں تو کچھ عجیب نہیں اس کلام میں  
 قدر الزام سے جہد زیادہ بسط کیا ہے وہ صاف طور پر اسکی تحقیق ہونے پر دال ہے  
 تو جب اسکی پہلی بڑائی جائیگی جو الزامی ہونے کو باطل کرے گی تو کیونکر مخالف کے نزدیک  
 باعث قدر و منزلت دلیل کے ہونگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ چشم پوشی  
 کرنا اطراف و جوانب کلام کی جو زیادہ قدر الزام سے ہے الزام صرف یہ قدر حاصل  
 ہو سکتا ہے کہ ذکر بیعت فرمادیتی اور باقی عبارت کو قاذو اجتماع علیٰ حل سے آخر  
 تک الزام میں کچھ دخل نہیں ہے ترک کر کے امام معصوم ہمایہ کیوں ہوٹ بولی اور وہ ہی  
 خدا تعالیٰ کے برگزگان لہ رہی ویصلہ جہنم و سائر مصیر کمال نشاط و شہین و تاکید  
 و تکریر کے ساتھ معاذا اللہ غرض کلام کی اطراف و جوانب جو زائد قدر الزام سے ہیں وہ  
 میں جنکو الزام میں کچھ دخل نہیں بلکہ کذب بیجا حاصل در الزام کے مخالف ہیں اور جن میں  
 بسط و نشاط کرنا سرسری اور ناجائز ہی سافوس کہ کلام میں اسقدر بسط و نشاط ہو  
 اور ایک لفظ ہی ایسا نہ فرمادین جو اسکی الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جہد بسط کریں وہ  
 اور اسکی تحقیقی ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جائیگی آپ ہی کو اعتقاد کے بموجب حجت  
 کی یہی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچھ کریں اور زبان سے اسکی خد کچھ ظاہر ہو معاذا اللہ  
 من سورہ نمل قولہ معہذ لہ کلام کو بطور الزام فرمائے مگر واقع میں عین صدق  
 و محض حق ہے اور اسی سے سلطان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت  
 پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہیں ہوا کیونکہ جناب امیر مدینہ بنی ہاشم وغیرہ جہد  
 بن عبادہ نے بیعت نہیں کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر ہی  
 داخل ہے کیونکہ آنحضرت ہی سید مہاجرین بلکہ رئیس المہاجرین ہی فی نفسہ  
 ہماری ہو یہی اس تقریر پر چاہیے کہ شہزادہ ملک خلیفہ اول خلیفہ امام ہونے والے  
 الحمد للہ نعم الحمد للہ کہ اسوقت ہماری فاضل محبت نے اس دلیل کا تحقیقی ہونا

[illegible]

۱۰ قول۔ اے اے اے سی قولہ انشاء اللہ دعویٰ کے حضور ہی اور تو راہ یعنی۔۔۔ سے قتل ہو گیا، یہاں پر اس کے جواب میں  
 دعویٰ ہی تاکہ اس سے اس دعویٰ کے مزدوم کا نسخہ حاصل ہو جائے کیونکہ اس کی مراد یہ ہے کہ منہج ہے، یہی کہی کہ نقد یہ  
 بعد ہی کل میں بالیہ مولانا علیہ السلام نے یہ سب شہید معہم ان نیکو غیر حسن ہا لغوہ لا للنا بظہان یہ وہ۔۔۔ تو متوجہ ہو گا بس لا محض حضرت  
 ارغائب ان بڑے معتمد۔۔۔ ان کے مستلزم ہو گئی کہ معیت و اور عائب کو نادر ہو گا۔۔۔

یہ قولہ وانما الی قولہ تولى تقریر لکبری القیاس وحصہ الشوری والاجماع فی  
 المهاجرین والافصار لانہم اهل الحل والعقد من امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 فاذا اتفقت کلماتہم علی حکم من الاحکام کا اجتماع علی بیعتہ وسمیۃ اساماکان  
 ذلک اجماعاً ورضی اللہ ایضاً لہ وسبیل المؤمنین الذی یتبعا تبعہ فان خالفوا  
 امرہم وخرج عند طعن فہم او ممن اجمعوا علیہ کخلاف معویہ وطلحہ فیہ اقبل عثمان  
 ونحوہ او یتبدع کخلاف اصحاب الجبل ویدعتہم فی نکتہ بیعتہ ردوہ الی ماخرج عندہ فان  
 الی قائلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین حتی یرجع الیہ وولاہ اللہ ما تولى واصلاہ  
 جہنم وساوت مصیرا اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کا تحقیقی ہونا صاف وصریح  
 مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اسکی تحقیقی ہونے  
 پر کسی شاہد وبران کی ضرورت نہیں تو یہ عبارت صرف بطور تنبیہ و تشریح اخیر فقہاء  
 عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق اور  
 محض حق ہونا ثابت ہو تو اس کلام میں ابوبکر و عمر و عثمان کے حقیقت خلافت کو شہادہ  
 اپنی خلافت کے حقیقت پر استدلال کیا گیا اگر انکی خلافت کے سحت حقیقت کسی دلیل  
 سے باطل ہو تو آپ کے خلافت ہی ثابت نہوگی اور اگر انکی خلافتیں حق ہوں گی تو چونکہ یہ خلافت  
 ہی ان ہی پر متفرع اور ان ہی کی قدم بقدم ہے یہ ہی حق ہوگی تو اس کلام کے  
 عین صدق محض حق ہونے کی صورت میں ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کی

۱۱۔ یہ نتیجہ قواعد علم میں سے قولہ ہر اور قولہ اناسی قولہ تولى تکبری قیاس کا تقریر ہے۔ شوری اور اجماع کو مهاجرین  
 اور انصار میں مقرر کیا تو تکبر سے اللہ علیہ وسلم میں وہ ہر اہل حل والعقد ہیں جب وہ متفق ہو کسی حکم پر احکام میں سے  
 مرجع نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو یہ اجماع صحیح اور اللہ کا پسندیدہ اور یقین کیستہ جسکا اتباع واجب ہے ہوگا پھر  
 اگر کوئی انکی امر کی مخالفت کری اور ان میں سے اور پھر ان کے حکم جیسا کہ معویہ نے خلاف کیا اور جناب میں منل عثمان  
 کا بعد یہاں مثل اسکی کوئی شخص نہ عت کر کے نکلے صیاب جس نے خلاف کیا اور عت نکالی تو انکو تو اس جگہ سے  
 نکلے ہیں اور اگر انکا کر کے تو انکو سمجھو کہ سوا اس سررسند کی پیروی کرنے چھانٹک کا اس طرف لڑنے اور ہتھیار چا کر اور کو اللہ  
 کا ہرگز نہ ہوتا ہے اور نتیجہ میں اسکو داخل کرنا اور وہ بری جگہ ہے۔ - ۱۲ -

اولاً ہی اور ثبوت حقیقت خلافت جناب امیر ثانی کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اس حل و عقد کے  
صحت حجت ثابت ہوئی بعد اوس کے صحت حقیقت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اور اس کے بعد  
حضرت کی خلافت کو حقیقت ثابت ہوئی اس پر ہمارے فاضل مجیب کا یہ ارشاد کہ اسی سے  
بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہے کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا  
اجتماع نہیں ہوا البتہ قابل تماشائے منصفان روزگار والو البصار والابصار ہے کیونکہ اس  
قول میں کہاں ہے کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہے  
اور اس کلام میں کس جگہ شرط اجتماع سب سے اہل حل و عقد حقیقت خلافت کو یہی لکھا ہے  
اس میں تو صاف و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ میری ہاتھ پر بیعت اہل لوگوں نے  
کی۔ جنہوں نے ابو بکر و عمر و عثمان کی ہاتھ پر کی تھی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تھے  
اور خواہ وہ بعض تھے اور خواہ وہ سب تھے یا پانچ تھے یا نہر اتھے یا دس ہزار تھے  
جس قدر بھی ان کو بیعت کرنے سے انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیقت خلافت مستحق ہو کر  
خواہ جناب امیر دینی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تھے یا نہیں تھے حضرت امیر نے اس  
قول میں صدق اور محض حق میں یہ تسلیم فرمایا کہ جنہوں نے خلفاء سے بیعت کی وہ  
کوئی تھے اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بھی نہیں تھے کیونکہ معرفت حجت جو شرط ہجرت  
علیٰ من عہد الامامیہ ہی مفقود تھی تاہم ان کا بیعت کرنا موجب حقیقت خلافت تھا پس  
پر دعویٰ عدم ثبوت خلافت خلفاء کو ذکر اس وجہی اور دلیل شرعی حفظت مشیاء و  
غایت عہدک الاشیاء خود اس خط کا یہ جملہ فلم یکن للشاہدان یختار ولا للغائب  
اور شارح کا یہ قول فلیس لمن شہد بیعتہم از یختار غیر من یبعث ولا للغائب  
عنہ ان یردھا اور یہ فرمانا وذلک یستلزم کو یہاں لازماً لمن حضر او غائب

۱۔ اور شخص کو ان کو بیعت میں حاضر ہوا اس کو یہ امر حاصل نہیں ہے کہ اس کی سوا کسی کو اختیار کری  
جس کو ہاتھ اہل حل و عقد نے بیعت کی ہے اور نہ غائب کو حاصل ہے کہ اس کو رد کرے ۲۔  
۳۔ اور یہ حاکم و غائب پر لازم ہونی کو مستلزم ہے ۴۔

بدلتا مطابقتی اس امر کو مثبت ہے کہ بعد ان لوگوں کے جنہوں نے خلف و ثلثہ سے بیعت  
 اپنی کسی غائب کی غیبت اور کسی متخلف کی تخلف اس کو قانع نہیں ہے اور نہ اس کی نفی  
 کو مانع ہے بلکہ جب انہوں نے بیعت کر لے چکا ہو، نکاح صلاحت پر اکٹھا ہونا محال ہے  
 اور سب کا حق سے انکار ہونا ناممکن ہے یہی وہ خلافت راشدہ ہوتی ہے اور سب حاضرین و غائبین  
 پر لازم ہو جاتے ہیں جو عیساط و زبیر و ابیہر و جہیم ان تمام پر باوجود ان کی تخلف کی لازم  
 ہو گئی ہے اس طرح جناب امیر زبیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ پر لازم ہو گئی تھی۔ پس  
 جبکہ حسب اعتراف سامی یہ کلام عین صدق اور محض حق ہوئی اور فی الواقع یہی ہے  
 اور اس سے چوتھے اپنی خوش فہمی سے یہاں ان نداشت خلفاء سمجھا تھا وہ بالبدلتہ نظر  
 ہوا تو اس سے بالاعتدال فرما چکی کہ آپ کے شہادت ثلثہ بلا تمام امت بلکہ تمام اصول و فروع کا  
 کیا حال ہو اس پر یقین پائی یہ پر کیا اور مٹی جیت گئی اور آگاہ کہ جناب امیر کی عترت  
 سے صحت و حقیقت مذہب اہل حق ثابت ہوئی کہ محمد اللہ علیہ وسلم مضمون آیت -  
 هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہر علی الدین کے ساتھ صادق آیا  
 باقی رہا نفس تخلف کی نسبت گذارش ہے کہ جناب امیر حضرت زبیر کے تخلف کے نسبت  
 پہلے مخصصاً عرض ہو چکا ہے۔ سعد بن عبادہ کا بیعت سے تخلف کرنا  
 مرجوح اور ضعیف ہے چنانچہ صواعق اور صدقہ واقع اور منہج کلام وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اور ان میں  
 کچھ ان کے اپنی کبیر شرح منہج البلاغہ میں ان کی طرف نفوذ قیل سے اشارہ کیا ہے و جل  
 سعد بن عبادہ و هو مریض فادخل منزله و قیل انہ یقی ممتنعاً من البیعت حتی مات  
 بخبر انہ فی طریق الشام۔ علاوہ ازیں حسب اقرار سامی اگر بغیر منہج  
 حلیفہ اول چہ ماہ تکست امام بنوں اور بعد چہ ماہ تکست امام بنوں اور خلیفہ برحق

ہو جاوین تو آپ خیال کر لیجی کہ مذہب شیعہ کی مستی حال کے وہ علم تو یہ ہی بہت کم ہے  
 پھر آپکا بعد چہ ماہ کے خلیفہ کو حق تسلیم کرنا خود آپکی حق میں باعتبار آپکی مذہب کے  
 سم ہو گیا۔ اچھا اگر آپکی دین دایمان و عقل و انصاف کے رد ہی خلیفہ اول چہ ماہ تک  
 خلیفہ نہون اور بعد شش ماہ اوپر خلافت ثابت ہوتی ہو تو آپ اسی وقت سے آپکی  
 حقیقت خلافت کے قائل و معتقد ہو جی شش ماہ کے لیے یہ ہم آپ سے کسی چیز سے  
 مان خوب یاد آیا اگر تو ہم کو بھی یہاں سے گزرا رہیں کہ آپ کے اس حکم کو باعتبار واقعہ انفس  
 الامر کے عین صدق و محض حق تسلیم فرما با۔ لیکن آپ کے اس حکم سے یہ کیا فرمایا  
 کہ (بعد کلام گلوبو الزام فرمائی) اگر اس سے یہ مراد ہی کہ یہ کلام نہیں الزامی ہے  
 لیکن باوجود اس پر واقع میں عین صدق اور محض حق ہے تو ظاہر العلماء ان سے  
 کیونکہ دلیل الزامی صرف اس کو ہی کہتی ہیں جو صرف مسلمہ ہو اور بطور محاذات  
 مع خصم ذکر کیا وی اور اگر یہ مراد نہیں ہے تو اسکی ذکر کیا یہ ضرورت تھی اور کیا  
 اس میں فائدہ تھا۔ ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے ہی مقصود ہی ہوتا ہے کہ خصم پر  
 مدعا کو لازم کریں اور آپکا تسلیم کرنا واجب ہو۔ غرض الزام و تحقیق کا جتنا معنی ہے  
 صرف حضرت مجیب کے مناظرہ و ان کی کے ارضاع دین ہے۔ کہم نے یہ مسئلہ صرف آپکو  
 دعویٰ مناظرہ والے کی وجہ سے ذکر کر دیا ہے وہیں۔ قولہ اور نیز یہ مسئلہ  
 میں اس خط سے چند ورق پہلے ایک ضمیمہ موجود ہے جس میں یہ عبارت ہے لایع سم  
 المهاجر علی احد الا بمعرفۃ الحجۃ فمن عرفها واقربھا فہو المهاجر۔ اور ابن ابی  
 لی اگر شرح میں لکھا ہے لا یصح ان یعد الانسان من المهاجرين الا بمعرفۃ امام  
 زمانہ و ہو معنی الا بمعرفۃ الحجۃ فی الارض قال فمعرفة الامام واقربھا  
 فہو مهاجر۔ انتہی۔ جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمان کے بموجب خلیفہ اول کی  
 بیعت کرنے والی مهاجرین ہی نہ رہے کیونکہ اس وقت حجۃ اللہ وامام وقت جناب

امیر علیہ السلام تھی کہ وہ ہوں نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کی ہو سکتی ہے چاہیں  
 تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام دینی ہاشم وغیرہ مہاجرین نہیں تھے **اقول**  
 اس قول میں بوجہ چند بحث ہے۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل تحسین نے شرم و حیا کو  
 بالاسی طاق رکھا کہ رضی شعی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعی کے اقوال سے ہم پر لال  
 فرمایا ہم نے کتب دیم کیا ہے کہ یہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہے ہم ای بوجہ پھر  
 اقوال کو جو باعتبار لغت و اصطلاح کے ہرگز صحیح نہیں کہ جناب امیر کی طرف منسوب  
 کرتے ہیں نائیا ہم نے کہا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ای  
 حجة اللہ اور امام مطلق تھے جنگی نہ پہچاننے سے آدمی مہاجر نہیں رہتا۔ ثالثاً ہم نے ہرگز  
 نہیں کہا ہے کہ ثبوت ہجرت کے پہلی معرفت خلیفہ وقت شرط ہے۔ رابعاً ہم ہرگز  
 نہیں کہتے کہ جناب امیر دینی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہیں تھی خامساً  
 ہم کہتے ہیں کہ اس قول میں امام سے مراد خلیفہ نہیں بلکہ رسول ہی اور اسکی معرفت سے  
 مراد اسپر ایمان لانا ہے یعنی مہاجر انسان اسوقت ہوتا ہے جبکہ رسول پر ایمان لاکر  
 ہجرت کرے ورنہ مہاجر نہیں ہوتا۔ سادساً اگر مہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی ہوتی  
 ہو تو ہم کہتے ہیں کہ حسب مذاق شیعہ خلفاء ثلاثہ اور ادنیٰ معیت کرنے والی سب مہاجرین  
 تھے کیونکہ انکو معرفت حجة اللہ فی الارض حاصل تھی ایسی کہ وہ ہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ السلام سے علیٰ ترغوم الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزار بار موصوفی  
 تھے صریحاً کہ انکے تاکیدات و تشدیدات قارع صراح ہوئی اور یہی نہیں تو ختم غدیر کا  
 خطبہ تو خیر یہاں جواب تک ایسے کہ یہی کتاب بوہین مروی ہے علاوہ ازیں بہت  
 روایتیں مسند کی سہر وال میں کہ صحابہ نے نکست عہد کیا اور چاہا کہ وہیں پشت  
 ڈال دیا خلاصہ یہ کہ اس میں کسی شیعہ کو چون و چرا نہیں ہے کہ صحابہ حضرت امیر کو  
 امام برحق و خلیفہ مطلق جانتے تھے لیکن باوجود امام برحق جانی کے بطمع نفسانہ

مہاجر ہونے کی دوسری معرفت حجت کی شرط نہیں

مستصدی خلافت ہوئی اور حق جناب امیر کا غضب کیا غرض اس ساری گفت گو میں  
 یہ ثابت ہوا کہ علی زعمہم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہچانتی تھی۔ لیکن  
 معاذ اللہ طمع نفسانے کے ماتھے پر لاچار ہو کر مخالفت اختیار کر رکھی تھی پس اس سے ثابت  
 ہوا کہ وہ مہاجرین ہوئی کیونکہ مہاجر ہونے کے جو شرط معرفت امام کی ہی وہ اولین ہائی  
 گئی اور چونکہ مہاجر ہونے کے واسطی صرف معرفت شرط ہے تسلیم و انقیاد کا ہونا اس سے  
 مفہوم نہیں ہوتا اسلیئے عدم انقیاد و تسلیم اور مہاجر ہونے کو مضر اور قاذح نہ ہوئی  
 چنانچہ خداوند تعالیٰ شانہ نے اس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو حاصل ہے جسکو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے یَعْرِفُونَهُ مَلَاَئِكَةُ رَفُوعٍ ابْنَاءُ النَّاسِ وَ  
 تَجِدُوهُمْ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الْفَسْهَمَ فُلُكًا وَ عُلُوًّا اِيْمَانٍ کے تحقیق کے واسطی  
 کافی نہیں فرمایا اور ان میں ہر صرف معرفت ہی ضروری ہی اور وہ تحقیق ہے تو مہاجر  
 ہونا صحابہ کا تحقیق ہوا۔ سائب کا آپ کی صحابہ قبولین ہی جنہوں نے خلف تائید کی  
 بیعت کی اور انکی حکم کے موافق خدمات بجا لائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا نہ یہاں  
 نہ ہی جو جواب دہ طرف سے دیکھا دہی ہماری طرف سے قبول کر لیجیگا مگر باعتبار  
 سختی کہ مہاجر وہی جو ایک جگہ سے چوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شریع  
 میں وہ ہے جو مومن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دار الایمان میں آ کر  
 ستوطن ہو پس معرفت خلیفہ کی ہجرت کے لیے نہ لغو ہے نہ اصطلاحاً تا سقا اگر قیامت  
 کوئی شخص دار الکفر میں ایمان لاوی اور اسکو چوڑ کر دار الاسلام میں توطن اختیار کری  
 تو وہ ہرگز اس وقت بعد غیبت کبریٰ کے امام کی معرفت شیعہ کہ اخصل نحو اس کو  
 ہی حاصل نہیں ہے یہ جابکہ ایک بیچارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو ایسی حالت میں شیعہ ایمان

۱۷ اسکو پہچانتی ہیں جیسا اپنی بیٹوں کو پہچانتی ہیں۔ ۱۸ اور انہوں نے اسکا انکار کیا براہِ مسلم

اور برائی کے اور انکار دلوں نے اسکا یقین کر لیا ہے ۱۹۔

پاک اور پاکیزہ ہجرت کو معتبر کہتے ہیں یا نہیں۔ عائشہؓ بھروسہ رکھ کر اپنے اپنے اپنی عادت  
 قدیمہ کے موافق اس عبارت کے فہم میں ہی خلا کی اور صحیح مطلب نہ سمجھ کر اپنی مختصر  
 شرح ابن سیرینؒ کے لئے کی عبارت اس کے متعین نقل کر کے اصل مطلب غرض کرتا ہوں  
 شیخ مستور کمال الدینؒ کے لئے فرماتے ہیں قوله والہجرة قائمة علی حدھا الاولی  
 لما كانت حقيقة الهجرة ترك منزل الى اخره یکن تحسبها الهجرة الرسول علیہ  
 علیہ وسلم من مكة الى المدينة ومن تبعه من خارجها من حدھا اللغوی واذا کان  
 كذلك کان مراده من بقائه علی حدھا الاول صدق بقائه من خارج البیت والى ثامنه  
 من اهل بیتہ علیہ السلام فی طلب دین اللہ بکصد بقا علی من تبعها جہا الی الرسولؐ ۳  
 وفي معناها ترك الباطل الحق كقوله ومن تبعها جہا فی سبیل اللہ الایة وكقوله  
 صلعم المهاجر من هاجر ما حرم اللہ علیہ والمقصود من الهجرة لیس فی اقتباس  
 الدین وتعرف کیفیة سبیل اللہ وهذا المقصود حاصل من یوم حرم اللہ علیہ  
 لافراق الا لیسوة والامامة ولا مدخل لاحد من هذه البین الی سبیل اللہ فی اخذ  
 الهجرة بمقصود دون مقصد الاخیمہ۔ لکن لفظ الحاجة شایع کی یہ کہ کلام میں  
 طور پر ثالث کرتے ہیں کہ جناب امیر کا مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب  
 ہو جائے اور تحقق ہو جائے کہ بطرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تحقق ہی اب بھی

صلحہ فوج و غیرہ قائمہ علی حدھا الاول۔ یعنی جب حقیقت ہجرت ہی ایک مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان  
 نو اور کچھ ہجرت رسول کے ساتھ ذمہ کرنا جو کسی مدینہ وغیرہ بطرف ہوگی غرض کہ کسی کائناتی والا زمین اور یہ یہ ہی تھا کہ کسی حد تک  
 مانی ہوئی ہو اور اس کے صدق ہو اور یہ جنہوں نے جناب کی طرف اور اللہ کی طرف اللہ کی عین کی عین ہجرت کے بعد اور  
 صدق ہو اور یہ جنہوں نے رسول کی طرف ہجرت کی وہ کسی ہم سنی ہی ہوں کہ چھوڑ کر حق کی طرف ہجرت کرنا چاہتے ہو اور اس میں  
 ہمارے سنی تھے۔ بل فرمائی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے ہر خواہ میری ہجرت کرے اور یہ کہ ہجرت کرے کہ نہ کرے۔  
 اور اللہ کے ارادے کی کیفیت ہو اپنی کے اور یہ مقصود نہیں اور یہ مقصود یہ ہے کہ قائم مقام سے ملے کہ کوئی دوزخ میں ہجرت اور اس میں  
 کوئی نہ ہو اس میں دوزخ کو مسرت ہوئی کی تخصیص میں ذکر نہ ہو اور یہ جو کہ مقصود کیا کہ ہجرت کرے کہ نہ کرے کہ نہ ہو اس میں

متحقق اور ظاہر ہو کر رسول کے زمانہ میں جن لوگوں نے بے ایمان لانے کے دار الکفر کو  
چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو انکو حضرت صلوات  
علیہ وسلم کی معرفت ابرہہ و انقیاد حاصل ہوئی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین ہی  
اسلامی خداوند تعالیٰ نے جا بجا انکو مہاجرین کے نام سے ذکر کر کے شرف فرمایا  
تو جب انکا سہارا ہونا مستحسن ہو گا تو میرا دل ایسی کسی حالت منتظرہ کی ضرورت نہیں  
ہمیں ہی اور نہ اور کوئی موقف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے  
زمانہ میں ہجرت کریں گے انکا یہی موجب اس قول کے اس امام کے موقف ضرور  
ہوگی و بس لیکن اگر نظر دقیق سے دیکھا جادی تو تفصیل اس امر کی کہ معرفت امام موجود  
شرط ہجرت ہے یا نہیں غلط ہے کیونکہ شاید تو شرط نہیں اخبار بکتفی ہو جس نے گذشتہ  
ائمہ میں سے بھی کسیکو پہچان کر بلاکہ بھی ہی کو پہچان کر پست کنی چاہی کہ وہ مہاجر ہو  
اور جملہ ولا یدخل لاحدہ مذہب الا وصفہ نے تخصیص سے الحجۃ المبرکۃ  
دلائل کرتا ہی کہ معرفت لاعلی سبیل تعیین کیلئے ہونی چاہی علاوہ ازیں کیا ضرور  
کہ حجت سے مراد بقلید ابن ابی کبیدہ خلیفہ ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہی جو نبی  
اور خلیفہ سے پہنچا یا اور ایمان کی طرف دعوت کی جو شخص اس حکم خداوندی کو جو انبیاء  
و اولاد سے پہنچا پہنچانی اور ایمان لے کر دار الکفر سے قیام نہ کرے دارالاسلام میں آباد ہو  
وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئمہ اس پر دلائل کرتی ہے ولا یقع ہم الاستقصاء  
على من بلغته الحجة بسبب انما ثبت سے خلیفہ را دینا خود غلط ہے۔ ان حسب اعتبار  
فصل محبت خط انہ با یعنی القوم الذین الخ صعب صدق و محض حق ہے جو مثبت حقیقت  
خلافت خلفائے ثلاثہ سے لو بجا ہی خود امام کو حجت غشوا کر ہی رکھا ہے جسکی نہ پہچانی سے  
مہاجر ہونا باطل ہوتا ہے اور یہ بھی ان شرافت سے کہ جناب امیر نے خلفائے ثلاثہ کو خلفاء  
سے استقصاء کا نام دے کر واقع میں ہونا جسکو محبت پہنچا ہے۔ ۱۲۔

نہیں مانا تو لازم آیا کہ حضرت امیر دینی ہشتم و زبیر وغیرہ مہاجر نہ رہی اور میں ہم عرف  
 امام زمانہ کی دعوت میں زیادہ نہیں توشش شاہ تک حسب عترت فاضل مجیب و اہل  
 ہوئی۔ تعجب یہ ہے کہ مہاجرین ہونے میں تو یہ تصرف کیا لیکن انصار ہونے  
 میں کچھ کیوں نہ تراش گیا۔ تبارح ابن ہشیم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہے  
 معلوم ہوتا ہے کہ اس جملہ میں ہی آپ کو حضرت رکنی نے قطع و برید فرمائی ہے یہ مختصر میں  
 لکھتے ہیں والکلمۃ وما قبلها وما بعدھا و هو قوله یقع اسم الهجرة الی قولہ کلمۃ  
 منقطۃ منقطعۃ اب آپ گزاردیں کہ یہ ملاحظہ فرمایا یہی اور ہی استدلالات ہیں پھر **قوله** جناب  
 امیر عایہ سلام محبت خدا ہستی اسی کلام جامع مانع فرماتے ہستی کہ مخالف کو چون چرا  
 کی نجاشی ہی نہ رہی **اقول** یہ تو حضرات کا محض زبانی دعویٰ ہے دعویٰ ہے  
 جس قدر اسکی ثبوت میں تحریر فرمایدہ فی تحقیقت اس دعویٰ کو تو مثبت نہیں ہاں اسکی  
 نفی کو مثبت ہی چنانچہ جو کچھ بمقام مفصلاً گزاردیں ہو چکا منصف لبیک کے یہی وہ  
 ہی ثانی روانہ ہے۔ **قوله** انا الشوری الخ اصل میں دو ترجمہ میں قانع بیان خلعت  
 خلفار سابقہ ہی اور ظاہر میں اونچے مذہب کے موافق ہے سوامی حجت الہی یہ کہ کیا کام  
 نہیں **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول شیعہ میں حجت الہی اور اسکا نام ہی جو ظاہر  
 میں کچھ اور باطن میں کچھ اور اسکا قول خود جہین ہو یہی حضرت امیر کی کلام میں یہ  
 عجیب ہے جیسا آپ کا ظاہر و باطن یکساں نہ تھا ظاہر میں خلفار سابقہ کے ساتھ خلا و ملا  
 و محبت و الفت رکھتے ہی اور باطن میں خلاف و عداوت اور سیکا اثر کو یا حسب علم  
 حسب لبیب آپ کی کلام میں ہی کہ اسکا ظاہر و باطن کچھ اور ہی ہے لیکن سوامی مخلصین کے لئے  
 کہ دوسرے کو اسکا سمجھنا محال ہے اہل فہم اس تقریر سے اس قول کے لغو اور وہی ہونے  
 کو علامہ یہ ہی سمجھ گئی ہونگی کہ اصول شیعہ بر جناب امیر معاذ اللہ و حاشا عن ذلک

جناب مجیب جواب  
 یہ مختصر میں  
 یہ خطبہ و غیرہ

صفت نفاق میں تمام منافقین سے بڑھ کر تھی اذکار از تو فاش ہی ہو گیا ہوتا لیکن یہ عقدہ کھل کر نہیں سکتا لغو و بابت شدن ذلک۔ ان حضرات دشمن دوست نما اہمیت سے کوئی پوچھی کر اپنی دلیلیات باتوں سے جن سے علاوہ تو میں اہمیت کی خود اپنی عقل و فہم پر دہیہ لگ اور الزام آدمی کیا حاصل ہے اس کے بعد دولت ہماری فاضل مجیب اپنی اون دوا کی صحت سے ثابت ہو رہے ہیں جنہیں تودہ تودہ مناقب شجاعت و شوکت بمقابلہ خلفاء روایت کی جاتے ہیں کیونکہ جب جناب امیر کو یہاں تک اخفا منظور ہوتا اور یہاں تک رعایت فرماتی تھی کہ محض اذکار خوشنودی کے واسطی ایسی کلام فرمائی تھی جو بظاہر اذکار موید ہوا اور نے حقیقت اذکار خلافت کی قانع بیان ہو تو کیونکر ممکن ہے کہ اسے امور جو باعث اناہ و بیجان فتن ہوں بر ملا عمل میں لاویں مگر ہماری فاضل مجیب نے اپنی زبان شریف سے یہاں ہی اس قدر اعتراف فرمایا کہ یہ کلام بظاہر خلفاء و مذہب کے موافق ہے اور اس میں ہمارا مدعا ہے کیونکہ جب ہم کو ظاہر کا ہی مامور اور پابند فرمایا اور یہ کہ ہم نہیں کیا کہ لوگوں کی دل چیر کر دیکھیں تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اعتدال سامی ہماری موید ہے تو ہماری استدلال کے حقیقت کے لیے بس ہی خداوند تعالیٰ کو یہاں ہی ہماری یہی یہی آپ کی حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور واضح رہے کہ ظاہر میں اس خط کا خلفاء کی مذہب کے موید ہونا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کو دلیل تحقیقی قرار دیا جاوے اور عدم وجدان اجماع سے بطلان خلافت پر حجت لایا جاوے اور اگر اس کو دلیل الزامی قرار دیں جیسا کہ علماء شیعہ نے تو ہم فرما کر کہا ہے تو پھر بظاہر موید ہونا ہی غلط ہوگا تو اس صورت میں آجے اس کو تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمایا و الحمد للہ۔ باقی رہا اس قول کا نے حقیقت قانع بیان خلافت خلفاء ہونا سو بحول اللہ کے وقوتہ بخوبی ہم اس کا قلع بیان کر چکے ہیں ضرورت اعاذہ نہیں قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور دوسری جگہ مذکور ہے۔ وانه لا بد للناس من

امیر باد فاجر بعمل فی امرئ المؤمن و یستمتع فیہا الکافر۔ اقول۔ حضرت  
 اہل سنت کے فہم و عقل پر تعجب ہر اصل مطلب کو نہیں سمجھتے فحوائی کلام کو نہیں  
 دیکھتی یا قبل و بعد کا کچھ خیال نہیں کرتے جہاں لفظ امیر و غیرہ دیکھا اور فوراً سند الزام  
 نقل کر دیا اور اپنی زعم میں اہل حق کو جواب دیدیا آدمی کو کچھ تو عقل و علم سے ہی کلمہ سنا  
 چاہیہ انصاف بالائی طاعت شہور ہی بقول العجب الفقیر الی مولانا  
 اسکی جواب میں ہم اور کچھ نہیں صرف اسقدر باد بگزارش کرتے ہیں کہ اہل علم و انصاف  
 فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروعاً سمونا اور ہماری اور ہماری فاضل  
 مجیب کے تقریرات کا خصوصاً سوا نہ کر کے دیکھیں اور جو کچھ امر و اجبی انصاف سے دیکھیں  
 سمجھیں اور فرماویں۔ **قول** اب ذرا انصاف فرماویں کہ اگر آپکا یہ تو ہم صحیح ہو  
 تو اس پر لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط  
 امامت نہ تھی کیونکہ آپکی عرض اس نقل کرنے سے یہ ہر کہ انجناب نے فرمایا ہی کہ آدمیوں کو  
 امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہیں پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت  
 امامت کیون صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر موصوم  
 نہیں اگر یہ بات درست ہی تو باوجود ادعائی تک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت  
 کو قید کو وقت نصب ہی کیوں نہ ہو کیوں لگائی میں جہاں آپکی خاتم المحدثین بختہ میں کرواتے  
 ہیں آری وقت نصب باید کہ ترکیب کیا ہر مصر بر صغیر نہایت کہ معنی عدالت بہت  
**اقول** مناظرہ دانان روزگار و ارباب قانون توجیہ دستہ مال کہاں میں جو ہماری  
 فاضل مجیب کے ادعائی مناظرہ دانی کا تا شا و یکہ ہیں کہ حضرت کو اپنی منصب کا بھی  
 ہوش نہیں رہا نہ دے ابھال نہ لڑ امامت کے لیے الزاماً بیع البلاغت کی ایک عبارت

۱۔ اور یہ کہ ضرور ہے کہ لوگوں کے لیے امیر خواہ نیک ہو یا فاجر مومن اور کسی مارت میں غسل کرے

اور کافر اس میں فائدہ اور ہش۔ ۱۱۔

نقل کے تہی جس سے صاف متحقق ہوتا ہے کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف  
 عدالت ہی شرط نہیں ہے کیونکہ فاسق و فاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزرگ شیعہ ضروری  
 تسلیم فرمائی اور فرماتے ہیں واللہ لا بد للہ من ان یرید و فاجر اس کے جواب میں ہمارے حضرت  
 فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہیں (کہ اگر آپ کا یہ توہم صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ  
 جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہ ہو) میں کہتا ہوں کہ یہ توہم  
 نہیں بلکہ وہی مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ بزرگ شیعہ جناب امیر کی  
 نزدیک عدالت ہی شرط امامت نہیں پس اس کا لزوم آپ کی مخالف کف و مضری نہ ہو اور  
 آپ ہی اس کے جواب دہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپ کا ہمو ڈرانا یہ آپ کی مناظرہ دے اور کمال عقل  
 و فہم کی دلیل ہے۔ ہماری خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا مہنت الزام  
 دینا کہ جب ہم یہی مدعی شکامیت ہو تو یہ الزام درباب تعارض عدالت ہمارے  
 ہی مخالف ہے اور زیادہ عقل و فہم سامی کا اندازہ بتاتا ہے کیونکہ جب یہ لزوم محض بیجا  
 کی عبارت سے ہے تو اس سے اصل حق کو الزام دینا سرسری خلاف عقل ہے ہم کب کہتی ہیں  
 کہ جو آپ رضی صاحب نے نقل کیا ہے وہ صحیح ہے اقول اگر فرمایا کہ ہماری الزام یہ روایت  
 پیش ہے جو اعتراض سپر ہو گا اور اس کے جواب دہ شیعہ میں نہ مہنت اقول یہ  
 توصیف واضح تھا کہ یہ الزام عرض کیا گیا ہے پہلی میں اس حشو و تطویل سے کیا فائدہ رہا  
 ہاں اس کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ پہلے تو بزرگ خود جواب لکھا اور اس کے بعد منہ ہوا  
 اور انکے کہلی تو کلام ہوا کہ یہ جواب تو کچھ ہی نہیں ہے کیونکہ خصم الزام دہی رہا ہے  
 تو اس کو اس طرح پیرا سوا اس کی کیفیت ہی آئندہ ملاحظہ ہو۔ **قولہ** کہ جواب  
 میں گذارش ہے کہ اول تو کتاب بیجا بلاغت ثقات مہنت شل و شجیہ تقنازلہ و بیجا  
 لاہوری دگا فردنی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقول** سبحان  
 ثقات مہنت کے اعتراف سے بیجا بلاغت کا کلام جناب امیر ہونا اب ضروری ثابت

مجمع البیان فی تفسیر القرآن  
تفسیر ابن کثیر  
تفسیر ابن کثیر

واینگو حالانکہ ہم نے پہلے فاضل شجر ابن شیم شارح مجمع البیان کے اعتراف سے ثابت کر دیا کہ  
کہ اوہمیں جاہل حضرت رضی صاحب کے طرف سے خط و ضبط، حذف و محاق و نحو اثبات ہر  
پس کیونکہ ممکن ہے کہ اہل سنت جو کلام حق و باطل کے امتیاز کے لیے نقاد و معیار میں آسکو  
خاص کلام جناب امیر کاتب سلیم کر لیں اہل سنت کے ہواں حدیث کا عام قاعدہ ہے  
کہ جس روایت کے سلسلہ سند میں کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اس کو صحیح نہیں  
سمجھتے پس مجمع البیان کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحب کے ہی  
اوسکو کیونکہ کلام جناب امیر کاتب سلیم کر لیں گے۔ علیٰ خصوصیت میں سند جگہ اس کے عقیدہ قاعدہ  
کی طرف دعوت پائی جاتے ہیں۔ مان نیچہ لہذا غلط کو جناب امیر کی ایسی کلام سمجھیں تو  
کچھ یہ نہیں جیسا کہ نورات و تحفیل کو جو آب ہود و نصاریٰ کے پاس سے یا بعد  
توریت کے نبی کلام خداوند تعالیٰ کی سمجھتی ہیں۔ اور آگاہ یہ کہ یہ کلام سمجھتے ہیں کہ  
قولہ ثانیاً اہل سنت کے اور کیا ہو نہیں یہ کلام جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہی  
چنانچہ شہرستان نے کتاب تل غل ترجمہ خارج حکمیہ میں لکھا ہے ولما سمع امیر المؤمنین  
علی رضی اللہ عنہ ہذا الکلام قال کلام عدل یزاد لہا جورا لہا یقولون الا ماردہ و  
لا بد من امارة برة او فاجرة اور دشوین فی آیات اطیعوا اللہ والرسول الخ یہ عبارت  
لکھی ہے اخرج البیہقی عن علی بن ابی طالب قال لا یصلح الناس الا میر بر او فاجرة  
اور اس کے وجہ سے بیان فرمائی ہے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے آگاہ یہ کہ یہ کلام  
ملاحظہ فرمائیں ثانیاً اہل سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے ہی نقل کی ہے چنانچہ کنز العمال کے کتاب الامارۃ حروف الالف میں تحریر ہے لا بد للثانی  
من الامارة برة او فاجرة فاما البرۃ فمعدل فی القسم وتقسیم بینکما الموتیہ واما الفاجرة  
فینبتل فیہا المؤمن والامارة خیر من المہرج قبل یا رسول اللہ وما المہرج قال الفصل و  
الکذب طبع عن ابن مسعود۔ اتنی اب فرمائی کہ اگر کوئی ان روایتوں سے دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام جناب سول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجار کے امارت و حاکم  
 جائز فرمائی اور تم عدالت کی قید کو وقت نصب ہی ہو کیوں لگاتی ہو تو آپ کیا  
 جواب فرمائیں گے کیونکہ یہاں باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہے بحمد جو جواب  
 اب عدالت کے شرط قائم رکھنی کے واسطے فرماتے ہیں وہی بیماری طرف سے عصمت  
 میں قبول فرمائیں۔ **اقول** اللہ حمد ہر چیز کہ خاطر منجھو است آمد انہیں  
 پردہ تقدیر پدید ہو بہ ن تو ہماری فاضل محیب نے اپنی شرط عصمت کو خود اپنی ہاتھ  
 جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس جمال کے یہ ہے کہ اس جگہ امارت برہ اور فاجرہ ہماری روٹیاں  
 سے ثابت کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جیسا عصمت کی سفاکی ہے ویسا ہی عدالت کی  
 مخالف ہے جو معتقد علیہ السنہ ہے پس جو جواب عدالت کی طرف سے السنہ دیوں  
 وہی جواب سنہ کی طرف سے عصمت کے بارہ میں قبول فرمادیں۔ اس کے معلوم ہوا کہ وہی  
 جواب ہماری فاضل محیب کو عصمت کے باہین تسلیم ہو گا خواہ اس جواب اسے عصمت  
 باقی رہی یا نہ رہی۔ پس واضح ہو کہ جو مذہب اہل سنت کا استشرط عدالت کی نسبت ہے۔  
 اسکو یہ روایات ہرگز مخالف نہیں ہیں اول روایات کے الفاظ میں تامل کرنا چاہیے اور  
 یہ مذہب السنہ کو سمجھ کر اسکی مطابقت کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر  
 ہے کہ امارت ضرور ہی خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور وقت  
 ضرورت و احتیاج اگر امیر برہ ہو سکے تو فاجر ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنی غلبہ  
 و استیلا کی وجہ سے امیر ہو گیا یا اہل حل و عقد نے کسی بر کو امیر بنایا تھا اور بعد امارت کے  
 وہ فاجر ہو گیا اور جو پیشہ ہو گیا تو ایسی وقت میں اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاوے گا  
 کیونکہ اس کے رفع میں نازہ قتل و قتال متضمن افتاد نفوس تغل ہو گا جو پسند نہیں  
 امارت کے مفاسد کے اشد ہے۔ بحمد اس وقت اس امارت کو لا بہت جو لفظ لا بہی  
 مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت میں استشرط عدالت کی

سنہ یا جو مذہب جو جواب ہماری عدالت میں سنہ کی نسبت ہے  
 قبول کرنا چاہیے جو اصل کریم ہے۔

نسبت تامل کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اشتراط عدالت اہل سنت کی نزدیک اور وقت  
 کو ساتھ مخصوص ہے جبکہ اہل حل و عقد باختیار خود اپنے کسی شخص کو امیر بنا دیں اور اگر یہ صورت  
 نہ ہو تو انعقاد امارت کے یہی اشتراط عدالت نہیں ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہے منعقد  
 ہو جائیگی اور انواع زکوٰۃ و عشر و خراج اوسکو ادا کرنے سے ادا ہو جائیگا اوسکی ساتھ  
 ہو کر چھاو چپا دکھلائیگا اوسکی غنائم و اموال نے و سبایا وغیرہ سب حلال ہونگی غرض  
 اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مذہب اہل حق کے درباب اشتراط عدالت  
 منافقین میں اور نہ اہل حق کے نزدیک اشتراط عدالت بالعموم ہے بلکہ ضرورت اور بلا  
 وقت میں شرط عدالت ساقط ہو جاتے ہیں اور امارت غیر عادلہ منعقد ہو جاتے ہیں چنانچہ  
 اشتراط وراثت کے بارہ میں یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ ہی  
 لکھا ہے۔ پس حسب کتاب مجیب جب ہم اس جواب کو جو ہم نے اشتراط عدالت کے بارے میں  
 اہل سنت کی طرف سے دیا ہے حضرت مجیب کی طرف سے قبول کرتے ہیں تو اوسکا حاصل  
 یہ نکلتا ہے کہ ہماری فاضل مجیب بلکہ تمام شیعہ عصمت کو مسئلہ میں اس امر کے معتقد ہیں  
 کہ اشتراط عصمت علی العموم ثابت نہیں بلکہ اگر کوئی شخص منصب خداوندی بلکہ ختمی  
 اہل حل و عقد امام ہو تو وہ معصوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون منصب یا بعیت اختیاری اہل  
 حل و عقد مدعی ریاست ہو اور دارالاسلام پر اپنا تسلط و سبیلہ کرے تو اوسکی امارت  
 باوجود عدم عصمت کے بھی منعقد ہو جائیگی اور باوجود عدم عصمت کے اوسکی امارت منعقد ہوگی  
 اوسکو منصب عمال و قضاات و اخذ جزیہ و خراج و صدقات و قسمت غنائم وغیرہ حلال ہوگی  
 اور ظاہر ہے کہ عصمت کے لیے یہی نفس کی ضرورت ہے جب اشتراط عصمت مرتفع ہو گیا  
 تو نفس بھی مرتفع ہوئی پس حسب ارشاد ابنی فاضل مجیب کے اشتراط عصمت میں اس  
 جواب کو ہم نے اذنی ہوت سے نہایت شکر گزاری کے ساتھ قبول کر لیا اور اگر انہی اس  
 قول پر تقیم فرمائیگا اور اس سے نہیں پھر شکر تو مذہب تشیع سے پھر چکر اور اوسکو باطل اور غلط

تسلیم کو چکے اور نے الواقع وہ مذہب اسی لائق تھا قولہ یہ جواب تو الزامی تھا  
اب بطور حل گوش توجہ سے شیئہ یہ کلام بلاغت نظام خوارج لئام کے مقابلہ میں روا  
لقولہم کہ بارادہ باطل کہتے تھے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ منج البلاغۃ میں اسکا  
عنوان اس طرح مسطور ہے ومن کلامہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع  
علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بها الباطل نعم لاحکم  
الا للہ ولكن هؤلاء یقولون لا امرأۃ وانه لا بد للناس  
من امیر بر او فاجرا الخ جناب امیر نے جب اسکا یہ قول لاحکم الا للہ سنا  
تو فرمایا کہ یہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مرا ولی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنی ہی نہیں  
سمجھی اور باطل منسے سمجھ کر گمان کیا ہے کہ حکمران کی متابعت درکار نہیں اسکے جواب میں  
فرمایا لا بد للناس من غرض اس سے یہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت نبی  
نوع اسکے کام تمام نہیں ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد و فساد ہوتا ہے اور  
جان و مالون کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جلی یہ بات ہے کہ بدون امیر کو نہ  
نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہیں کر سکتا اور مطلق امارت اسکا انکار بدی امر کا انکار ہے چنانچہ یہ  
ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبدالمدین وہب کو اپنا امیر کر لیا اور بدون امیر اور  
کام منظم نہو اپنا نچو ابن ابی الحدید لکھا هو انہم کانوا فی بدو امرہم یقولون ینذہبون  
الیہ اندہ لا حاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امرہم  
عبداللہ وھب الراسی انتہی قول اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہیں ذرا گوش  
توجہ سے شیئہ کہ شیعہ کے نزدیک حسن و قبح عقلی میں عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ  
حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبح ہے چونکہ آپ کو اسکا اعتراف ہی کہ شروع  
رسالہ میں اہل حق پر حسن و قبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلئے  
حاجت نقل روایات و تفسیر کات تلایفہ نہیں ہے اب ہم مطلق امارت کو دیکھتے ہیں تو ہر عقل

ارشاد جناب امیر مابعد علیہ السلام میں امیر بر او فاجرا  
بظاہر عصمت کی تصریح ہے۔

نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے اور چونکہ انسان مدنی طبع ہی اس کے امور کا ہدف نام  
 و اجتماع بدون شرکت نہیں ہونے کے ممکن نہیں اور شرکت و اجتماع بوجہ اختلاف طبائع  
 منہج بفساد ہی تو سیاست لابدی ہی جو بدون امارت حاصل نہیں ہو سکتی تو امارت  
 خواہ جائزہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لابد اور ضروری ہے اور واجب عقلاً اقسام حسن میں  
 داخل ہے بلکہ اقسام حسن میں ہی اعلیٰ قسم ہے کیونکہ اس کی اقسام میں سے مندوب و غیر  
 ہی ہیں پس جہاں امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہو لی اور حسن میں ہی اعلیٰ درجہ کے  
 یعنی واجب ہوتی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور حرام نہیں  
 ہو سکتی اور نہ حکم شرع بقا کے حکم عقل کے جو بد ہی ہے حسب اصول قوم سموع ہو سکتا ہے  
 ہاں یہ بھی چاہئے کہ مرتبہ تشکیک کہ بہت گنجائش ہے تو اس کی اعتبار سے یہ ممکن  
 ہے کہ فیما بین ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت  
 فاجرہ سے اولیٰ و اعلیٰ ہو چنانچہ عقل اس کے استحقاق کے یہی بالبدلت شہادت دیتی ہے  
 جس کا کسی عاقل کو انکار نہیں اور اگر فاضل مجیب پاؤں کو کسی مذہب کو یہ شبہ ہو کہ امام  
 برحق کے ہوتی امام جائزہ کے ضرورت اور اس کا لابدی ہونا غیر مسلم ہے اور جب ضروری  
 نہ ہوئی تو قبیح ہوتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس صورت میں بلکہ عبارت خطبہ کے  
 لغو اور بطل ہو جائیگا کیونکہ ہم پوچھتی ہیں امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی  
 یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہی تو دعا حاصل اور اس کی ضرورت سے انکار باطل اور اگر غیر ضروری  
 ہے تو خطبہ میں مطلق امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور کذب ہوا اور نیز اس کی  
 ضرورت کا الہی اعتراف اگر چاہیں اور اس کی منافع ہو گا دوسری یہ کہ امام کے غیبت میں  
 علیٰ اختلاف ہر چہ غیبت کبریٰ کے حاصل ہو تو اس وقت بدلتہ عباد امام برحق کی سبقت  
 کر سکتے ہیں عاقل نہیں اور اس کو کسی تدبیر و حیاء سے حاصل نہیں کر سکتے چنانچہ اس طرح  
 اس میں وہ نہ ہیں بلکہ یہ کہ امام مومنین کا امامان ایران و غیر مقلدہ میں امارت الہی

لابدی ہی کہ ہوں اور حکمت قلیل ہی گزارنا دشوار ہی تو اگر مارت فاجرہ کی ایسی وقت  
 میں ہی ضرورت ہوگی تو کہ وقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق مارت سیاست کچھ  
 ضرورت نہیں علاوہ ازمین اگر بالفرض نام ہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی جیلد ویر  
 سے کوئی نگو اپنی طرف راجع کر لے اور میرین جاوے۔ اور نہ مارت پر ایسا استحکام پیدا کری  
 کہ اگر اسکی غل کا نام ہی لیا جاوے تو یہ جان فتن و ثوران حوادث میں اسکا نہیں  
 ہوں تو یہی وقت میں کوئی سلیم عقل اسکی ضروری ہونیکا انکار نہیں کر سکتا تو جب مارت  
 مسئلہ عقلاً لابدی اور حسن ہوتی تو لا محالہ شرعاً ہی حسن ہونی کیونکہ برخلاف حکم عقل  
 شرعاً قبیح نہیں ہو سکتی اور جب عقلاً لابدی اور حسن ہوتی تو کم از کم اتنا تو ضروری ہوگا  
 کہ ضرورت کی وقت میں منعقد ہو جاوے اور شرعاً عقلاً اوسے حکام است کی جاری  
 ہوں اور جہاں و قسمت غنائم وغیرہ میں اسکا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اسکی اطاعت  
 واجب ہو اور رسوم اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا ہی اس بارہ  
 میں یہ ہے کہ ایسی مارتیں ضرورۃً منعقد ہو جائے ہیں اور شرعاً اسکا حکام مارت جاری  
 ہونی میں اور انکی اطاعت واجب ہوگی اور اگر خود ان ہی انفاذ میں جو انھیں پہنچانے  
 میں ہیں نال کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہی کہ جناب میر نے اس کے لئے کلام اللہ میں  
 اور بروا جہ فرمایا اسلام کا دین میں ایک رہا حالانکہ انسانی ضرورت ایسی ہی مارت سلمہ  
 اور کافورہ دونوں پر ہیں بسبب سیاست اس سے خارج ہوتے ہیں کافورہ ہی میں حاصل ہوتی ہے  
 اور نظام و اجتماع و دفع فساد و فساد و جیسے اس سے تصور ہی سے ہی تصور ہی باوجود  
 اسکی حضرت امیر نے کافورہ نہیں فرمایا کیونکہ کافورہ کے است کی طرح صحیح نہیں ہے  
 و لا یجوز علیہ لکھا وہ علی المومنین سبیلہا شاد و اور سلمہ کے است کو فاجر  
 ضرورۃً منعقد ہو جائے ہی اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر  
 ہی بخلاف مذہب شیعہ کے کہ انکی نزدیک کسی مورخ است کیسا ہی متفق و موافق گارنکہ

اور اگر اسکی غل کا نام ہی لیا جاوے تو یہ جان فتن و ثوران حوادث میں اسکا نہیں ہوں تو یہی وقت میں کوئی سلیم عقل اسکی ضروری ہونیکا انکار نہیں کر سکتا تو جب مارت مسئلہ عقلاً لابدی اور حسن ہوتی تو لا محالہ شرعاً ہی حسن ہونی کیونکہ برخلاف حکم عقل شرعاً قبیح نہیں ہو سکتی اور جب عقلاً لابدی اور حسن ہوتی تو کم از کم اتنا تو ضروری ہوگا کہ ضرورت کی وقت میں منعقد ہو جاوے اور شرعاً عقلاً اوسے حکام است کی جاری ہوں اور جہاں و قسمت غنائم وغیرہ میں اسکا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اسکی اطاعت واجب ہو اور رسوم اولی الامر میں شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا ہی اس بارہ میں یہ ہے کہ ایسی مارتیں ضرورۃً منعقد ہو جائے ہیں اور شرعاً اسکا حکام مارت جاری ہونی میں اور انکی اطاعت واجب ہوگی اور اگر خود ان ہی انفاذ میں جو انھیں پہنچانے میں ہیں نال کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہی کہ جناب میر نے اس کے لئے کلام اللہ میں اور بروا جہ فرمایا اسلام کا دین میں ایک رہا حالانکہ انسانی ضرورت ایسی ہی مارت سلمہ اور کافورہ دونوں پر ہیں بسبب سیاست اس سے خارج ہوتے ہیں کافورہ ہی میں حاصل ہوتی ہے اور نظام و اجتماع و دفع فساد و فساد و جیسے اس سے تصور ہی سے ہی تصور ہی باوجود اسکی حضرت امیر نے کافورہ نہیں فرمایا کیونکہ کافورہ کے است کی طرح صحیح نہیں ہے و لا یجوز علیہ لکھا وہ علی المومنین سبیلہا شاد و اور سلمہ کے است کو فاجر ضرورۃً منعقد ہو جائے ہی اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر ہی بخلاف مذہب شیعہ کے کہ انکی نزدیک کسی مورخ است کیسا ہی متفق و موافق گارنکہ

قرشی فاطمی حسنی حسینی ہو اسکی امامت علاوہ ایہہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہیں اور کیسے  
 ہی ضرورت کے وقت میں ہو منعقد نہیں ہو سکتی سوائے ایہہ اثنا عشر کے کوئی شخص  
 واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے ساتھ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سبایا و اموال  
 کفار کہ اسکی جہاد سے حاصل ہوں نہ وہ حلال ہیں اسلئے خفیہ و غیرہ وغیرہ کی  
 بابت علما شیعہ متبذاتے تشویش ہیں بہر حال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہ مذہب  
 حضرت م کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے  
 بطوان عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اس کے سمجھنے کے لئے ہی عقل بنیا چاہئے۔  
 وباللہ التوفیق قولہ بالجہاد اس قول سے جناب امیر کی غرض یہ ہے کہ انسان  
 کو باعتبار اسکے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہیں نیک ہو یا فاجر اس سے یہ قیاس  
 نہیں کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نائب رسول سے مراد ہے وہ بھی فاجر ہو سکیں  
 یہ کلام بلاغت نظام جناب امیر لغیش انسان کے بیان میں ہے نہ حکم شریعت میں  
 اقول ہمارا مدعا بھی اسی غرض سے جو جناب امیر رض کی اس کلام سے حاصل  
 ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت میں سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم عصمت  
 کے بھی منعقد ہوئی تو آپ کا دعویٰ عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا  
 خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہونا اس کے ہم ہی معتقد ہیں بیشک فاسق و فاجر خلیفہ  
 راشد نہوگا لیکن یہ کہ مستلزم نہیں کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان میں  
 مراتب کثیرہ ہیں اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہونا اس کو مستلزم ہے کہ غیر راشد امام با امامت عامہ  
 نہو سکے ممکن ہے کہ علی سبیل التنزل ضرورہ اسکی امامت منعقد ہو جائے اور اس سے منافع دینی  
 و دنیوی حاصل ہوں اور کچھ نہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہوگی غرض  
 انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد  
 اگرچہ پیش انسان کے بیان میں ہو لیکن تاہم مستلزم حکم تشریع کو ہوگا اور تشریع اس امر کی

جو بروئے عقل انسان کو لازم و مستحکم ہے مخالف عقل نہی کی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ  
تشریع اسکے خلاف واقع نہیں ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی  
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہوں ابن بابویہ قمی نے خصال میں روایت  
کی ہے عنہ <sup>۱</sup> عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثة یدخلہم اللہ الجنة بغیر حساب  
وثلثة یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنة بغیر حساب  
فامام عادل و تاجر صدوق و شیخ افی عمرہ طاعة اللہ عزوجل و اما  
الثلثة الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فامام جائر  
و تاجر کذب و شیخ زنا اس روایت سے صاف واضح ہے کہ آئین جزا و سزا کو عدل  
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کو فصل خصومات وغیرہ میں پیش آتے ہیں منوط و مربوط فرمایا گیا  
اور اصل بناء فساد یعنی انعقاد امامت جائزہ کی نسبت کچھ نہیں فرمایا اول واجب تھا کہ اسکی  
نسبت عدم انعقاد بیان فرماتے اور لوگوں کو ہدایت کرتے کہ اوسے نزع و خلع کرادیں اور امام  
جائز پر خروج کریں جب یہ نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائزہ جیسی کچھ تھی ضرورہ منعقد  
تو ہو گئی اب اوسکے مفاسد سے جو آئندہ محتمل ہیں کہ امام جائزہ سے صادر ہوں اوسکو تخویف  
و ترہیب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہاں  
کہیں لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اوسکے معنی لغوی لینے پر تیار ہو گئے  
اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر ہے یا امامت عامہ نہ یا امامت  
خاصہ را شد لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنی اصطلاحی شرعی  
میں حقیقہ شریعہ ہے اور عدول حقیقت سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ ہو جائز نہیں ہے کہ قیاساً

امام ابو عبد اللہ رحمہ سے مروی فرمایا تین شخص ہیں جنکو اللہ تعالیٰ بلا حساب جنت میں داخل کرے گا اور  
تین ہیں جنکو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا جنکو جنت میں بلا حساب داخل کرے گا وہ ایک امام عادل و دوسرا سچا سادہ اگر  
تیسرا بڑا جسنے اپنی عمر بھلاعت میں نہا کر دی ہو اور جنکو دوزخ میں بلا حساب داخل کرے گا وہ امام ظالم اور جھوٹا سادہ اگر وہ سادہ

خصوص اپنی ظواہر ہی مجسموں ہوتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل دو لفظ امام  
 عادل اور امام جائز واقع ہیں پس ان دو لفظوں سے یا ہر دو جب کہ معنی لغوی مراد ہیں اور یہ  
 باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صاف ہو علاوہ ازمین جو طہارین  
 و خطا رکھ عادل گزری ہیں جبکہ اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ نوشیروان و عمر  
 بن خطاب رضی اللہ عنہ و عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب پر خلاف مرعوم امامیہ  
 اس و عدلی کی سخن ہونگی اور اگر ایک جگہ معنی مطلق اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد ہی جائیں  
 تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جو دو قرینہ جو صاف عن بحقیقت ہو غیر مسلم ہو علاوہ ازمین تقابل  
 صحیح نہیں ہو گا بلکہ خود تقابل قرینہ ہے اور اس امر پر دال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہونگی  
 وہی ثانی کے ہونگی اور تقابل کے مطابق کسی کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں گریگا بلکہ عمل  
 ہو جائیگا تو اب متعین ہو اگر ہر دو جب کہ معنی مطلق ہی مراد ہیں۔ چونکہ اور کوئی محتمل ہے  
 نہیں اور میں ہر دو جب کہ معنی مطلق ہی ہونے پر بوجہ الفقا و خلافت ائمہ جو کہ جو کچھ صحبت  
 و آفت مذکور شیعہ پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اطناب ہوتا جاتا ہے  
 ایسی ہم اس کو شرح و بسط کو کسی دوسری وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قول** اور اگر  
 معاذ اللہ یہ بات جائز ہوتی تو فراموشی کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت  
 کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئی بلکہ اصلی بات یہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چارہ ہیں  
 امام معصوم کو جب رعایا برابری کی امور میں ممکن نہیں اور اس سے منازعت کر کے اس کو  
 اصلی مقام سے طاعت کر میں تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی حصول انتظام امور کے  
 لیے گودہ کیسا ہی ہو امیر و حاکم سے گزیر نہیں **اقول** کیونکہ حضرت اور اگر معاذ اللہ  
 یہ بات جائز ہوتی تو اول اللہ تعالیٰ کیونکہ خلفائے ثلاثہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی  
 اور کیوں اور مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کر کے ہنگامہ کارزار گرم نہ کرنے  
 یہاں تک کہ یا اپنی حق کو پہنچتی یا مثل جناب امام ثالث کے شہادت چکھتی

اور نیز اگر معاذ اللہ یہ بات جائز نہ ہوتے تو کیوں جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر مومنین  
 خلافت تسلیم کر دیتی اور کیوں اس سے بیعت کر لیتے اور باوجود غم و غم و غم کیوں  
 جدال و قتال نہ کر کے یا اپنی حق کو پاٹتے۔ یاد رہے شہادت پر چوتھے اور پانچویں  
 اس شعر کے ہوتے بیعت و رشادید دست رد بر دین و شرعت و طلب بران  
 ع حفظت شیا و غابت عنک اشیار۔ افسوس کہ آپ کو ایک امام ثالث کا یہی  
 قصہ یاد رہا اور امام اول و ثانی کا فراموش ہو گیا یہی ہم ہی آپ کو یاد دلا دیا کہ لا ینفک  
 مثل خبیر علاوہ ازین جبکہ دلائل و بنیات واضحہ سی اس بات کا ضرورہ جائز نہ ہوا  
 بہنہ حساب اصول امامیہ ثابت کر دیا تو اب اس کی ہی جواب دہ اہل تشیع ہی ہوں گے  
 معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہماری فاضل مجیب نے عدم انعقاد بیعت امام جائز کی  
 نسبت بیان فرمائی ہے یہی کہ معاذ اللہ اگر امامت جائزہ منعقد ہوتے تو امام  
 حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہ ہوتے اور جب اوہوں نے بیعت  
 نفرمائی اور یہاں تک لڑے کہ شہید ہو گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید پر امامت  
 جائزہ تھی صحیح ہوئی تو کوئی امامت جائزہ منعقد نہ ہوگی عدم انفصل نہ ہوا۔ نہیں  
 عرض کرتا ہی کہ خود اس دلیل سے بالید امت یہ امر ثابت ہو کہ امامت میں جیسا منشا  
 کرنا امام معصوم کا دلیل اور قرینہ اس کے بطلان اور عدم انعقاد کا ہی اسطرح تسلیم  
 امامت اور مناقشہ نہ کرنا دلیل اس کی صحت کی ہے علی الخصوص اسی حالت میں ترک  
 مناقشہ کرنا کہ حالت علم عجز اور خوف کی ہو۔ اب ہم امام کی حالات کو رد باب تسلیم  
 خلافت کو نظر تفصیل سے دیکھتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے زمانہ خلفائے راشدہ  
 میں انوکھے خلافت نہ کو تسلیم کیا اور یہ تسلیم انقیاد و سبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہیں تھا  
 بلکہ ان کے ساتھ تھا کہ یہ خلافتیں مطابق رضائے خداوندہ و ذات کے شانہ واقع تھیں چنانچہ ہمارے  
 آپ کے اذان و خطبوں میں جو نیم البلاغہ ہیں شریفہ رضی نے جمع کی ہیں بصرۃ درجہ

وہ خطبہ یہ ہے ومن کلام لدلما عرفوا علی سبغہ عثمان لقل علمتم الحق بها  
من غیرہ واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی  
خاصۃ التماسا لاجہ ذلک وفضلہ وزہدا فیما تافستموہ من ترخرفہ  
وزہرجہ۔ اے خطبہ سے مسئلہ آفتاب روشن ہے  
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے حقیقت الخلفاء کے جسکا مدار حسب فرعون، امیہ و جود  
نص و عصمت و افضلیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدا نے پاک کی کھا  
فرمایا کہ میں جب تک مسلمانوں کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور و ظلم  
نہوگا اور سوقت تک خلافت کو تسلیم کر دنگا اور اوسمیں چون و چرا نہ کرونگا تو اس سے صاف  
جو آپ کا نشانہ ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے اوپر اس خلافت میں جور ہوا اور انکی  
حق تلفی ہوئی تو اسوقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا جائیے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے  
مذہب تشیع پر کیسی کچھ آفت و بلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے بغیر زمانہ خلافت  
اوسمیں مناقشہ اور منافہ نہیں فرمایا اور کچھ چون و چرا نہیں کی اور پہلی دونوں خلافتوں  
میں جنت کا ہی نام نہیں لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم رکھا اور یہ تسلیم کچھ عجز اور بیچارگی اور حقیر  
کے وجہ سے تھی کیونکہ اگر عجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ما سلمت امور المسلمین  
ولم یکن الخ بالکل سہل ہو جائیگا بلکہ یہ سکوت و تسلیم حقہ خلافت کی وجہ سے تھا اور اس وجہ  
تھا کہ خدا اور رسول کی طرف سے حکم سکوت و تسلیم تھا چنانچہ فاضل بھائی نے اپنی شرح  
میں دو سر جگہ لکھا ہے وانہ کان معہودا علیہ ان لا ینزع فی امر الخلافۃ پھر اگر

میں آپ کی کلام کے جبکہ لوگوں نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ میں بہت  
دوسرے کسی شخص کے حق بالامامت ہوں اسکی قسم میں تسلیم کر دنگا جب مسلمانوں کے امور سلا  
رہینگے اور اوسمیں بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اسکے اجرا اور بزرگی کی طلب کے لئے اور  
جسکی زینت اور خوش آئندگی میں تمنی رغبت کی ہے اوسمیں بے رغبتی کے سبب سے۔ ۱۲

ان خلافتوں میں کسی پر چور ہونا تو ضرور جناب امیر مناشہ فرماتے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ اور وقت  
 تک خلافت تسلیم کر جب تک کسی پر چور نہ ہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناشہ کی وجہ  
 سے ثابت ہو کہ یہ خلافتیں منعقد تھیں بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا جو چاہے تو وہ  
 تو وہ روایات تضمن کیں ظاہر جو رکے جو خلفاء کے ہاتھوں اہمیت نظر پر اسے  
 مقبولین پر ہوئے بشعادت جناب امیر کے کذب و زور و اقترا و بیتان میں چنانچہ  
 یہم شرح کبیر ابن میثم سے منحصلاً حدیثات عثمان رضی نقل کرتے ہیں۔ واما الاحداث  
 انتقولة عنده المشهورة منها عشرة الآولى توبة اموال المسلمين من ليس اهلا من  
 العناق مراعاة للقرابة دون حرمة الاسلام كالوليد بن عتبة وسعيد بن العاص  
 وعبد الله بن السرح - الثانية رده للمحكم بن ابي اعاص - الثالثة انه كان  
 يوشراهم بالاموال العظيمة الرابعة احمى احمى الخامسة انه  
 اعطى من بيت مال الصدقة المقاتلة وغيرها السادسة انه ضرب عبد الله بن  
 مسعود السابعة انه جمع الناس على قراءة زيد بن ثابت واحرق المصاحف الثامنة  
 اقدم على عماد بن باسر بالضرب الذ سعة اقدم على ابي اذر حتى تقاه الى الزندة  
 العاشرة تعطيل الحد الواجب على عبيد الله بن عمر فانه قد آل الله بان ساء انتداب  
 ان احداث كوركيس شخص سميت بركنيد اعدنا تبا فكل اور جو میں بعض انہیں  
 عمر سموا حقوق اہل ہلا و پر چور و تعدی سے اور سب سے زیادہ کبریا صلی علیہ وسلم سے شریعت  
 و ذات خاص کے متعلق انہیں کے کوئی زمین نہ تھی کہ فیہ ہوا فتح انہی و قوت میں فتح داتا تو  
 ضرورت کہ حضرت مناشہ فرماتے اور جب آپ نے تسلیم میں آخر تک پہنچا تو

اور یہ عتین منقول دستہ نہیں ہے اور میں اول ہاتھوں سے منقول سبب ایک قرابت کی بدولت دستہ ہستم  
 اسلمین پر متولی کر دیا امید بن عقبہ اور سعید بن عاص و بنی القدر بن ج و بنی حنظلہ بن ابی اسیر بن لویا لیسر بن  
 انہی کو لکھا کہ انہی کے حق مخصوص کرتے ہیں وہی انہی کو پہنچا دینا چاہیے انہی کو پہنچا دینا چاہیے انہی کو پہنچا دینا چاہیے  
 قرآن پر کھٹا کرے باقی مصحف کو دینا یا انہی میں سے کوئی نہ دے تو انہی کو دینا چاہیے انہی کو دینا چاہیے انہی کو دینا چاہیے

نہیں صرف یہ معلوم ہوا کہ یہ احداثات محض اودن جیسی حضرات کے محدودہ و مختصر عہد میں جو انھوں نے  
 واقعہ ہائے ان دنوں کو نہ پر کتنی ہیئت کیا تھا اور نئے الواقعہ ایسی کذاب بات کے پادشاہ  
 ایسی ہیئت چاہیے اور شائع بنائے کہ اسے سب کا بقدر انصاف کیا اور بعد بیان احداثات  
 کے یہ لکھا وفد اجاب الناصرین لثمان عثمان عہدہ الاحداثات باجوبہ  
 مستحسنة وھی مذکور فی المطول ابیہر علی کفر رجوع کرتے ہیں اور گزشتہ کرتے  
 ہیں کہ ابن میثم بولے دوسری خطبہ کے ترجمہ میں جس کا عنوان یہ ہے - ومنکلام  
 الامام ارید قبل الامیعة بعد قتل عثمان دعوی والتمسوغیری الخ فرماتے ہیں  
 قولہ وان ترکتمو فی ما ناکد کما حدکم وعلی اسمعکم واطو علم لمن ولیمو امرکم ای  
 کہتے کا حد کوئی سلطانہ کا حد نہیں بل اجیے اکون اطو حکم لای بقوة علمہ لوجوب  
 طاعت الانام - خدا کی سی کوئی ناقص منصف ان مضمون حدیث کو دیکھ کر جناب امیر  
 مہر بقرہ و اعتدات ابیہر کس رضاعت کے ساتھ زیادہ ہی میں کہ جس کو چوڑ کر جس کو غم نام  
 نما لو بن ہی تم میں کا ایک ہوں جیسی تم پر اطاعت واجب ہوگی دہی سی بحیر ہی واجب  
 ہوگی بلکہ امید ہے کہ میں نسبت تمہاری زیادہ وسیع و فراخ تر ہوں کیونکہ جب امام  
 واجب الاطاعت ہوں تو میں ادا ہی واجب میں زیادہ سعی ہونگا جیسی کہ اطاعت امام  
 کو وجوب کا علم اگر سب سے زیادہ تھا اب فرمائی کہ اگر امامت منقذہ ہی نہیں ہوئی  
 تو وجوب اطاعت اور وہ ہی امام منصوص و معصوم منقرض من الطاعت پر کیا اور امام معصوم  
 کی اطاعت میں مثل عوام کے ہونے کو کیا معنی بیان ہی فرما دیجیگا کہ حضرت نے بغیر

اس اور یقین ان پر عہد کر عثمان کے حلقہوں نے عہد مسدود جواب ہی میں جو بڑی بڑی کناہوں میں مذکور ہیں  
 قولہ وان ترکتمو فی ما ناکد کما حدکم وعلی اسمعکم واطو علم لمن ولیمو امرکم ای  
 والا ہوں جس کو غم دہی لای نہاد جی میں غم میں کا ایک جیسا ہوں مہاری امیر کی فرمان برداری میں ملکات میں اور  
 تم ہوں، وسیع ہوں یعنی سب کا کہ اگر امام طاعت کی وجوب قوی علم ہے۔

بیان کیا ہے کہ شریعی حجتان اللہ فہم انصاف ہر می فاضل محیب پر پس ختم ہر چکا جاتا  
 امیر کے اس ارشاد نے ہر شہر اور ہر ملک میں عقیدت و امانیت کا بڑی بیخ و بن سے استیصال  
 کر دیا اور بھارت ثابت کر دیا کہ اہل حل و عقد جسکو امام بنوین وہی امام سے اور واجب الامت  
 اور ظاہر ہے کہ حسب احوال امامیہ دھیان امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ  
 نہیں ہے بلکہ جو امامت کہ غیر مصوص و مصوص کے واسطے ثابت ہوگی کانٹا سن کان وہ امامت  
 فاجرہ ہو گئے کیونکہ امام مصوص کا حق اس میں غائب ہو گیا اور حجاب امیر اپنے ارشاد میں  
 امامت اور اس کے موصوفات دو متوالین تصور فرمایا ہے لہذا لکن اس میں سیر یا فاجرہ اور سیر یا  
 امامت کے بعد امامت بارہ راشدہ خلافت عالمہ ہوتی اور امامت فاجرہ امامت حاکمہ ہوتی  
 اس طرح امیر یا خلیفہ راشد و امام عادل ہوگا اور فاجرہ یا موصی یا موصی ہوگا امامت  
 فاضل بجا آئے کو ہی حکم مقرر کرتے ہیں وہ اس حقیقت کا بخیر خبر ہیں کہ نزع میں دیا گئے ہیں  
 و مایوں ذلک ان اکثر الخلق متفقین علی ان امرایہ بنو امیہ بنو امیہ بنو امیہ بنو امیہ  
 رجائون اولئذ کہ عثمان و عمر بن عبد العزیز اور حبیب بن عبد مناف تو بنو امیہ بنو امیہ بنو امیہ  
 امامت بارہ ہوتی جو امامت راشدہ کے راجع ہے ہر عصر میں غیہ بد شہر راشدہ فاضل یا موصی ہوتی  
 اگرچہ اس عرصہ میں کسی قدر طول ہو گیا ہے مگر اس قدر اور گزشتہ ہے کہ امامت مصلحت کے  
 خواہ عادی ہو یا جائزہ آپ ہی اس قدر ضروری ہونے کے قابل ہیں کہ دنیاوی مصالح  
 عباد کے اسکی ساتھ منوط و مربوط ہیں بدون اسکی انتظام ممکن نہیں ہے اور اسکی حالت  
 یہ ہے کہ اگر اسکی نزع و خلع کا نام ہی لیا جادہ تو اس میں ایسی ایسی نو آفرین و کاشف  
 ہونا یقینی ہے کہ جسمیں بحیثیت دین و دنیا کے ضرر و نقصان ہے اور دین کے حثیت کر  
 ہی جب ہم نظر کرتے ہیں تو اس میں بسبب ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہو

امام اور اس میں سے جو اسکا تائید کرتا ہے یہ ہے کہ اکثر مخلص ہر متفق ہیں کہ امیر بنو امیہ بنو امیہ بنو امیہ

شخص کا پیش غنا و رسم بن عبد العزیز کے فاجرہ ہے۔ ۱۱۔

تو خاص ان کی ذوات کو دھلی ہے اور جبکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء مساکم دین و اہل شریعت  
 اسلام میں مشغول ہیں تو ان کی فسق و فجور سے اسلام میں ضرر کا اندیشہ نہیں چنانچہ خود فاضل  
 بخرائے اپنی شرح میں اس کی بھی شہادت دیتی ہیں و ما یؤید ذلک ان اکثر الخلق  
 متفقون علی ان اراہ بنی امیہ کا تو اخبار اعدا رحلین او ثلثہ کعثمان و عمر بن  
 عبدالعزیز و کان الفی یجمع بہم والبلاد تفتح فی ایاہم و الثغور الاسلامیہ  
 محروستہ والسبل امنہ والقوی ماخوذہا لضعیف ولم یضر حقہم شیئاً فی تلك  
 الامور پس جب فخر کے است میں یہ امور مثل ثغور و بنار قناطر و جنوبیہ و غیرہ فتح  
 بلدان و قلاع و جمع فی دامن طرق و فصل مضومات علی الحق ہوتے ہیں تو ان کی فجور سے  
 اسلام میں کوئی ضرر شدید نہ پہنچا تو ان کی امامت کو وہ فاجر ہی کہی باعتبار دنیا کے  
 تو حسب اعتراف فاضل مجیب لایہی ہے لیکن باعتبار دین کے یہی اس کی مسافح  
 اس کی مضامین سے بہت زیادہ ہیں تو ایسی ضرورت کی حالت میں جبکہ وہ لایہی ہوا اور اس سے  
 گزیر نہ ہو بروی عقل مہرگز جائز نہیں کہ اس کو غیر منفقہ کہا جاوے اور اس کے ساتھ جہاد کو  
 ناجائز اور اس کے لئے کو حرام اور اس کی اطاعت کو جو امور موافق شرع میں ہو معصیت اور  
 ناجائز قرار دیا جاوے سبب انک نہ ایمان عظیم موجب بروی عقل اس کا واجب ہونا  
 ثابت ہوا تو حسب قاعدہ امامیہ اگر شرع سے اس کی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو  
 لازم آوی کہ معاذ اللہ اتقانے قبیح کا حکم کیا اور ترک مسلح و لطف فرمایا کیونکہ اس وقت صلح  
 و لطف یہی بہتر ہے کہ اس کی جواز و خصیت انعقاد کا ضرورت حکم دیا جاتا ہے شائد عن  
 ذلک علواً کبیرا پس اس تمام گفت گو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطبہ میں حکم قبضہ کی

۱۔ اور جس سے اس کی جو آئی تائید کرتا ہے یہ ہے کہ اکثر متفق ہیں کہ امام بنی امیہ بخود دین و عقیدہ و فہم

عثمان اور عمر بن عبدالعزیز فاجر تھے اور ان کی سبب اس حال فہمیت جمع ہوتے تھے اور امام بنی امیہ میں فہم ہوتی تھی اور اس کے  
 کہاں محفوظ تھی اور پھر ان میں ہی اور قوی ضعیف کے حق کے عموماً بکرا جاتا تھا اور ان کے جوئے اس میں کچھ نقصان نہیں پہنچا پاتا تھا۔

نہیں فرمایا بلکہ حکم شرعی پر ہی فرمایا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عصمت امامت کو  
 شرط نہیں۔ معنیٰ جب ہم ان ہی الفاظ میں قائل کرتے ہیں اور قطع نفرو دوسری قرائن  
 و عبارات سے جو اد پر بیان کر آئی ہیں دیکھتے ہیں تو بدانتہا سمجھ میں آتا ہے کہ عصمت امامت کے  
 یہی شرط نہیں کیونکہ جناب امیر شریعت حضرت زین العابدین علیہ السلام ایک ہو گیا امام فاجر ہو گا سلمنا  
 فاجر کے امامت ناجائز اور غیر منقذہ ہے لیکن امامت ہر ذریعہ کے تو ضرور جائز و راشد ہی کیونکہ  
 خدان و نوسے جائز نہیں اور ظاہر ہے کہ نیک کے واسطے یہ ہی کچھ لازم نہیں ہے کہ وہ معصوم  
 ہو تو مطلق برکے امامت جائز و منقذہ ہوتی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہے تو اگر بالفرض  
 فاجر کے امامت صحیح نہ ہو تاہم سارا مسئلہ لال اس عبارت سے بے غبار ہے اور اس عبارت سے  
 بطلان عصمت کا شمس فی انفس النہار کسبہ اللہ علی ذلک اس بحث کے تفصیل  
 میں ہوا اور یہی گنجائش ہے اور مصداق میں ذہن میں ہیں لیکن خوف تطویل اجازت نہیں  
 دیتی اگر موقع ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع پر عرض کریں گے یا باقی صحبت ہوتے  
 قول جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کے مثال یہ ہے کہ لایہ الناس من قوت اور قوت  
 عام ہے حلال اور حرام سی اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہیں دیتی مگر انسان کو قوت لایہ ہے اگر وہ  
 حلال سے چل کر شرع کی پابندی کے ہو اور اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اس طرح  
 امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرعیہ لایہ شرعیہ عقلیہ ثابت ہیں اگر اپنی امام کی اطاعت  
 کوین اور اس کو امام نہیں تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہیں کسی نہ  
 کیونکہ ضرور حاکم دامیر کریں گے جیسا کہ خوارج نیام نے باوجود انکار زبانی سے آخر حاکم کیا  
 قول اس موقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو تقصیر  
 علیہ قرار دیا یہ یعنی ہماری مدعا کی موید ہے اور فاضل مجیب اس کو نقل میں مصداق مثال مشہور  
 کا لائحہ عن جتفہ بطلانہ کے ہیں تفصیل اس مجال کے یہ ہے کہ امام مطلق کا لایہ ہی  
 ہونا جناب امیر کی مشہاد سے اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہے کہ لوگوں کو

امامت فاجرہ و غیرہ میں بیان کرنا مقصود ہے۔  
 کہندہ ہی۔

وہی امام لایا ہی نیک ہو اگر نیک میسر ہو سکے تو فاجر ہی ضروری کیونکہ احدهما مع کزیر  
 اور جب اسکا لایا ہونا ثابت ہو الا جاری اور ضرورت کدقت میں اسکا انقضا بطور  
 خصت بلکہ حسب وایات امید اسکے صحت اور اسکا جواز انقضا بطور وجوب غریب کے  
 ہو گا کیونکہ تفسیر علیہ اسکا قوت ہے کہ لایا نہ اس میں قوت میں حلال کان و حرام پس اگر  
 انسان کو قوت حلال میسر نہ ہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو بے شہادت نفس فریم  
 قرآنی جو چند جگہ کلام مجید میں ارشاد ہے متادل حرام اسکی ایسی خصوصیات ہیں ایسا کہ فَمِنْ أَضْطَرٍّ  
 فَمِنْ أَضْطَرٍّ وَلَا تَأْتِيهِمْ - فَمِنْ أَضْطَرٍّ فِي تَحْصِصِ غَيْرِ مَتَجَانِبٍ لَا تَمُرُّ  
 فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ بلکہ حسب تفسیر روایات شیعہ ایسی حالت میں اوپر فرمیں کہ حرام کو  
 قوت بنا دی اور اگر کوئی حرام سمجھ کر ترک کیا اور مر گیا تو کافر کیونکہ حق تعالیٰ نے جس کو  
 اسکی حق حلال فرما دیا تھا اسکو اپنی حرام سمجھ تفسیر سافہ میں تحت تفسیر قوله تعالى  
 فَمِنْ أَضْطَرٍّ روایت لکھی ہے اسی پر گفتا کرتا ہوں فی الفقہ عز الصلح فیہ من  
 اضطر الی المیت والدّم ولحم الخنزیر فلم یأکل شیاً من ذلک حتی یموت فهو  
 کافر تا ب ہم ای حکم کو جو تفسیر علیہ میں موجود ہے تفسیر امت میں جاری کرتے ہیں یہ حال ہے  
 وکذلک من اضطر الی الامارۃ الفاجرة فلم یقبلها ولم ینقد لها حتی مات  
 فهو کافر - یعنی اگر کوئی شخص امارت فاجرہ کی طرف مضطر ہو اور اسکو حرام سمجھ کر اسکا مصلح  
 و منفاد نہ ہو اور مانے پہنچے کہ مر جاوے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے  
 اسکی لیے حلال فرما دیا اسکو اپنی حرام سمجھا اور بقا بلکہ خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا

۱۔ پرچہ شخص مضطر نہ بے حکمی کرتا ہے نہ زنادی نہ کفر نہ بین ۱۱۔ پرچہ شخص لاچار ہو ہو کہ میں نہ نہ پر  
 و بین وہ نہ نہ بخشی و ابی ہر بان - ۱۲۔ فقیہ میں امام متا سے مروی ہے جو مرد اور خواتین فخر پر کے گونہ کیان  
 مضطر ہو اور انکے کو نہ کہاوی - پہنچے کہ وہ مر جاوے وہ کافر ہے - ۱۳۔ بطریق جو است فاجرہ کیلئے  
 مضطر ہو اور اسکو قتل نہ کری اور مصلح نہ ہو بینکے کہ وہ مر جاوے کافر ہے - ۱۴۔

تو اس سے صاف ثابت ہو کہ ضرورت و اضطرار کے وقت میں شرعیتنا دل قوت حکم  
 رخصت و اجازت دیتی ہے بلکہ فرض فرماتی ہے اور اس کے تارک منکر کو کافر کہتی ہے تو اونی  
 جب یہی حالت میں قوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کہا اور اگر حلال کے ہتھار  
 و تلاش میں رہا اور نہ کوئی کیا تو اس سے مخالفت شریعت کے اور کافر الیہ ظاہر ہے کہ حکم  
 امامت بہ نسبت اکل کے اگر وہ اہم ہے تو امامت کی اضطرار کے صورت میں اس کا نکالنا یا لاو  
 منجانب سے ہو گا ہر عمارتی محیب کا یہ ارشاد کہ اگر وہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے بخیر  
 میں سر غلط ہے نہ اس کا یہ ہے کہ آپ کو با ائمہ او عائلی ائمہ دانے اپنی گہر کے ہی خبر  
 نہیں ہے۔ ائمہ اللہ کہ جو مثال آئے اپنے مدعا کے ثبوت میں ہیں کہ تہود ہی  
 اس کے مذہب اور خود جناب پر متقلب ہو گئی ائمہ اللہ اولاً و آخر اولیٰ ہر دبا طما۔  
 قال الفاضل المحیب قولہ۔ اگر شک ہو تو بیج الباقی نکال کہ دیکھ لیجی اور نص  
 سے فرمائی کہ آپ کا دعویٰ سچا ہے یا امیر المؤمنین رفو کا ارشاد سچا ہے۔ اقول۔ یہ شک  
 یہ بیج الباقی میں ہے اور جناب امیر علیہ السلام کا یہ ارشاد سر نہر شاد عین صدق و محض  
 حق ہے مگر آپ اس کا مطلب نہیں سمجھ رہے کہ گستاخی معاف کلمہ میرا دہا الباطل کا ضمن ہے  
 صادق ہے بقول العرب الفقیر الی مولانا الغنی جب یہ ارشاد جناب  
 امیر جو بیج الباقی میں منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور یہی بدلائل و ضوابط  
 کر دیا کہ اس کا مطلب یہی ہے جو ہم سمجھ رہے ہیں کہ آپ نے سمجھا تھا وہ غلط اور آپ کی  
 اصول کے برخلاف تھا تو انصاف سے فرمائی کہ کلمہ حق اید بہا الباطل کس پر صادق آیا  
 اور اس کا مصداق کون ہوا چنانچہ اگر اس گزارش کو بروی عقل و انصاف ملاحظہ فرمائیں گے  
 تو آپ کو بھی ہر بخوبی تصدیق ہو جائیگی۔ قولہ اور چونکہ ہمارا دعویٰ جناب امیر  
 رسول خدا و میرا ائمہ علیہم السلام کے اقوال سے مقتبس ہے بیشک سچا ہے اقول  
 بیشک آپ کا دعویٰ آپ کے زعم میں اقوال جناب امیر و رسول خدا و ائمہ علیہم السلام سے مقتبس ہے

ہوگا لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپ کا اقتباس صحیح ہو بلکہ نہ بحقیقت آپ کا  
 اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اس طرح ہر ایک فرقہ کے دعویٰ  
 اقتباس کو مخالفین واقع سمجھا جاوے تو خواجہ جی کہتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ خدا و رسول خدا  
 کا ارشاد است ہم متنبس ہے بلکہ یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تمام اہل ملین ہو کہتے ہیں کہ ہمارا  
 دعویٰ خدا و رسول ہے کلام سے متنبس ہے یہ معلوم نہیں کہ جناب کا کوئی شکیہ کرتے ہیں  
 کیونکہ انکار ہے پس جو جناب اپنی انکار کے دلائل دلیل قرار دے رہے ہیں وہی دلیل بیان  
 بھی سمجھ لیں۔ مان جناب میر صاحب اپنے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہم پر  
 اعتراض فرمایا تھا کہ ہم نے اپنی تبلیغ میں جو فقہ ہم آل کے صلاۃ و سلام میں احباب پر کی تھی  
 تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار مذہب اہلسنت کے  
 تقدیم صحابہ کے آل پر دینی چاہی اور جو اسکی بہرہ ہے اگر آپ کے نزدیک تقدیم فی الذکر  
 مستلزم تقدیم فی المرتبہ کو ہی پس سب سے بڑا مسئلہ جو آتا ہے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا  
 کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے برتر حیثیت المرتبہ افضل میں جیسا کہ یہ تقدیم  
 حسب زعم عامی مقتضی ہے اگرچہ آپ کی بہت سی روایات سے مستفیض ہوتا ہے کہ جناب  
 امیر جیسا تاہم اپنی اسے حسب اعتقاد شیخہ افضل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے بھی افضل ہیں لیکن چونکہ زبانی طور پر خاص حضرت کی نسبت سے انکار کیا ہے  
 اور عبارات میں مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اس لیے دریافت کر لیا گیا  
 قول اللہ اور عائشا کہ ہمارا دعویٰ ابوہریرہ و عائشہ ہیں کسی قسم کی مخالفت ہو مرد بجا کی  
 خود رہیں **اقول** یہ صرف جناب کا زعم ہے ورنہ واقع میں جناب امیر کے  
 ارشاد و روایات دعویٰ میں سب سے متناقص و مخالف ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد  
 ضرورہ مطلق نارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپ کا دعویٰ اسکی عدم صحت کو مقتضی  
 پس عائشا بکا کہ اگر دعویٰ ابوہریرہ و عائشہ کے ارشاد میں باہم توافق ہو فیضین کا

اجتماع باتفاق وحدت ثانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد میں کوچہ نہ نہیں  
ہو نہ ان اپکا دعویٰ باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعویٰ صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا  
پس ہر دو بیانی خود درست کی طرح نہیں ہو سکتے۔ قول کہ آپ عقل سے علم نہ لیتے  
سے کام لیں اقول بھول اللہ نفس نہ سنی تو اسے عقل و علم انصاف خدا ادا تو  
کام لیا ہوتا مگر افسوس کہ آپ نے اس عمل نہ فرمایا اور ستائشی عارف آیت انا مہدٰی الناس  
یا لیلٰی و تلتون الفکر کا مضمون اس جگہ صادق آیا اور ہم اب ہی بیکر گزاری ہیں  
عالم میں اور جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ اپنی علم و عقل و انصاف سے کام لیکر عرض کرتے ہیں  
اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ جناب کو یہی توفیق عطا فرمادی آمین اللہم آمین رہنا فتح  
بینا دین قومنا بحق وانت شیر الفاتحین قال الفاضل حبیب - قولہ - اس کے بعد فرمایا  
کہ حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے کہ کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا اگر اس  
کلام کے موافق ہے تو جہاں بالوافق اور اگر مخالف ہے تو کس کو حق کہیگا اور کس کو باطل کہیگا  
باب ما دینہ دہے - اقول کلام بلاغت نظم جناب امیر علیہ السلام کے معنی  
اور اصلی مراد عرض ہوئی آپکا شبہ رفع کیا گیا اور اپنی دعویٰ شرائط ثلاثہ کو انہی ہی علمائے  
مستند کی کلام سے ثابت کر دیا یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی  
جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اس سے اصلی غرض جو کچہ آپ نے سمجھی ہے  
وہ جناب کے مضمون پر ہی منحصر ہے صحت اور قیامت کو جو کچہ ساس نہیں اور اس  
کلام سے معنی نہ کہ وہ کو اصلی غرض سمجھنا قبیلہ توجیہ القول بالابریضی بہ قائمہ سے ہے اور شرط  
ثلاثہ کا ابطال تو ایسا جالی بدیہی ہے کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں رہ سکتا علی الخصوص  
جناب کے جسد ثبوت لکھا تو نہایت ہی بوجہ ہے نہ کہ نے جو کچہ اس پر گذارش  
کیا ہے اگر اس کو بغیر انصاف ملاحظہ فرمائیگی اور انصاف بخود رکھیں گے تو خود ہی یوں  
اور اگر بعد ملاحظہ عرض بندہ پر بھی دلیلیں شہادت خطور کریں تو ہم پر بھی حقیرانہ

حاضرین و اللہ جل و علاہ **قول** آپ جانتی ہیں کہ جو عمر بنی سوال میں دریافت کیا ہے وہ ہمیں ہی چھین اور اس سے غرض انکی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ہیلرح بحث میں طوطا ہو یا اور آپ اکثر اصن و شبہات کرتے ہیں اور اصل سوال کے جواب ہی سہج جاہلین **قول** جب ہمیں جناب امیرضا کی ارشادات مسلمہ سامی سے آپکی شرائط اور مسئلہ کا ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہمیں کرتے تھے آپ پر یہی منتقل ہوا اور آپ ہی اور کا جواب دینا لازم ہوا پیر اگر ہمیں آپ سے دریافت کیا کہ حضرت کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیوں کہہ رہے ہیں اور اگر آپ اعتراضات و شبہات سے ڈرتے ہیں اور طوالت پسند نہیں فرماتے تو قصہ مختصر بھی اور زبانی پہنچا گفتگو کریم جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہمیں آپکی شرائط کا ابطال مثل آفتاب نمبر دروازہ کر دیا اور مسئلہ امامت مسلمہ سامی باطل ہو گیا تو ہم کو آپ کے سوال کے جواب ہی کی کیا ضرورت رہی اور جواب دہی سے بچنی کی کیا حاجت اگرچہ ہم کو مناسب یہ تھا کہ ہم آپکی سوال کا جواب اس وقت لکھتے کہ جب آپ اپنی مسلمہ امامت کو اور اسکی شرائط و ثلثہ کو باطل ثابت فرماتے حالانکہ اس وقت تک جس قدر دلائل مثبت و ثلثہ تحریر فرمائے ہیں وہ دلائل اور شرائط کو آپ کے اصول پر ہی ثابت نہیں کرتے اور خصم کے اصول پر تو اسکا ثبوت از قبیل محالات ہی لیکن ہم انشاء اللہ تعالیٰ حسب فرمایش ابیاس خاطر سامی خلف ثلثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت میں پہنچا پیش کرینگے تاکہ آپ کو بھی حسرت اعتراضات باقی نہ رہ جاوے فانتظروا ولا تلکونوا من المستعجلین **قول** اگرچہ ہم اس سوال کا جواب بھی مفصل و مدلل دے سکتے ہیں اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ آپکو بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچھ انصاف و غور کریں گے تو سمجھ جائیگا کہ ہمارا یہ دعویٰ زبانی ہی نہیں ہے یہ جواب جو لکھا گیا ہے نمونہ ہے مگر اس وقت صرف خیال مذکورہ بالا سمجھ اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہیں جانتی **قول** جس قدر جناب نے

تحریر فرمایا ہے وہ بے شبہ نمونہ ہی جس سے بخوبی آپ کے مناظرہ دانے اور پایہ علم معلوم ہو سکتا  
 ہیں یہی وجہ ہوئی کہ جب اس سپہ سالار نے آپ کو علم و فہم کا اندازہ کر لیا تو آپ کے جواب  
 کی یہی بکری است قلم اٹھایا اور تمام دلائل کو فجعلناھلضیقا کا نام لے کر بغیر ہرگز کا مصدق  
 کر دیا بلکہ اس تحریر کو قابل جواب اور نہ جواب سامی کو اس حقیقت سے لائق خطاب سمجھا جاتا ہے  
 یہی وجہ ہے کہ آپ کے تحریر کا دوسری حضرات نے جواب تحریر فرمایا جس سے دماغ سامی  
 بہہ سمایا کہ بچوں کی گریز نیست اگر وہ حضرات پہلو تہی نفرماتے تو جواب کو یہ حوصلہ  
 کہہ ہی نہوا پس معنی جہانتک انصاف سے دیکھا اور غور کیا مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ  
 اپنی ضروریات دین اور اصول مذہب کو ہی ثابت نہیں کر سکتی تو آپ کا یہ دعویٰ محض  
 زبانی اور تقلیدی ہے جس قدر مواقع آئی کہ حسین آپ کے بہت کچھ زور لگا یا جب لنگر  
 ہی آپ سے کچھ نہو سکا تو اور کونسا موقع ہے کہ حسین آپ کچھ کر کے دکھلا دینگے آپ  
 کسی صحت سے اور کسی خیال سے جواب میں تغلل کبھی اور جان بچائی لیکن جب کہہ ہی  
 آپ کچھ فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ایسی شکنجہ اجاث میں کہنچی جائیگی کہ راہ فرار تک ہوگی  
 الان حرب اللہ ہم المفلحون والیٰ جندنا لہم الغالبون۔ **قول** آپ کے ارشاد  
 کو ہم نے تعمیل کر دی اب آپ براہ مہربانی ہماری ہی عرض قبول فرما دین **اقول**  
 آپ نے تو کیا ہماری گذارش قبول فرماؤ اور کیا قبول فرما سکتے تھے لیکن ہم آپ کے حکم کی  
 تعمیل کرتے ہیں اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل تحقیقہ بالزائیدہ و غلبہ  
 و تقلیہ ثابت کرتے ہیں ذرا تھوڑی دیر کے یہی انصاف دوست ہو کر سنیں اور یہی  
 اختیار ہی کہ چاہی دشمن انصاف ہو کر ہر منبر کے نو پر خاک افشانی کریں جب ہم نے  
 بیکر نمونہ سے آپ کی ذخیرہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے تو ہماری نظر میں آپ کو اعتراضات  
 طنین و باب سے زیادہ وقت نہیں رہتا ہر قسم ذیلاک و اجلب علیہا رچلاک و خیلاک  
 آپ بیشک دل کہو لگا اعتراضات قدیم و جدید و طریق و کلیہ جس قدر ہو سکتی ہیں فراموش

جست اثبات خلافت خلفائے رضی اللہ عنہم

و جس طرح کہ اس رسالہ میں جس قدر دلائل اکہم مواقع مختلفہ میں لکھوائے ہیں اور غیر بہت دلائل  
 ایسی ہیں جو خلافت خافہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہیں  
 چنانچہ بعض جگہ ہم نے اس طرف اشارہ ہی کر دیا ہے لیکن چونکہ ہماری فاضل مجیب کے فرائض  
 یہ سمجھ رہے ہیں کہ بحث اثبات خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو سلی ہی ہم حسب  
 ارشاد سامی اس بحث کو مستقل طور پر لکھنے کے لیے اودھوتے ہیں پس سنی کہ علم اول  
 معاملات فیما بین جناب امیر ثلاثہ کو دیتے ہیں اور سوچتی ہیں تو اول مرحلہ آپ کے  
 باہمی محبت و عداوت کا ہے اہلسنت کہتی ہیں کہ یہ حضرات باہم یک دلی و دل شیر و شکر  
 تھے نہایت محبت و الفت تھے افتد اور تواضع و تعظیم رکھتے تھے اولیٰ شہ مضائل  
 و محامد بیان فرماتے ہیں ہر ایک دوسری کا خیر خواہ دلی تھا۔ اور اگر مقتضای بشریت  
 کہی کہ سنی رسالہ میں دستخانہ شکر بخجی ہو چکا ہے تو وہ زائل ہو جاتے تھے اور اسکو قوت میں  
 سرگزوار نہ ہوتا تھا اور کبھی ختم نہیں ہو جاتا حقیقت خلافت چتا و ہواشی ہوتا تھا جو انکی مراتب عالیہ کو کم  
 نہ کرتا تھا۔ حضرات شیعو فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ انکو کمال عداوت تھی بلکہ  
 تمام اہلبیت نبوت کے ساتھ یہی حال تھا آپ کا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی  
 دقیقہ تکلیف رسان اور تضلیل کا اڈھا نہیں رکھا یہاں تک کہ قتل کا ہی قصد کیا تو لامحالہ  
 کو ہی اونی ویسی ہی بغض و عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخدوم دل پر بار انصاف تھی  
 ایسا ہی ہمیشہ تقیہ کے پردہ میں انکو ساتھ خلا و ملا رکھتے تھے تقیہ کے طور پر کہی کہی  
 انکو تعزین بھی فرماتی تھی اور خلفا ثلاثہ ہی زمانہ سازی کے طور پر انکو اپنی شامل رکھتے تھے  
 اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب ہم کتاب  
 کو دیکھتے ہیں اور روایات و دافعات میں نازل کرتے ہیں تو دعویٰ اہل سنت کا حق اور دعویٰ  
 سنیہ کا باطل پاتے ہیں۔ انا آیات پس اولاً خداوند علام الغیوب صحابہ کو خیر امت  
 ارشاد فرماتا ہے اور ظاہر ہی کہ اسکا مخاطب یہی ہے چنانچہ ہمیں ہیں جنکو حضرات شیعو کرام

جناب امیر ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے باہمی محبت و عداوت کا بیان

سمجھتی ہیں بلکہ خطاب تمام صحابیوں میں وقت ذوال آیت کو عام کر پس اگر یہ موزوں تھا  
 اوسے فرضا صادر ہونے تک صلوٰۃ کا حکم نہ تھا شیعہ دعویٰ فرماتے ہیں تو صحابیہ خبر است نہیں  
 بلکہ ثابت ہو کر باوجود حدیث مجزی دیکھنے کے اور اب اس سال ختم صحبت بنو علی شایع ہو  
 تک یہی اعمال شیعہ کے ہوئی۔ ثانیاً موقع مدح و امتنان میں ارشاد فرمایا تو خود اذیت  
 اَبَدًا لَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَالْفَائِزِينَ قُلُوْهُمْ لَوْ اَتَقَفْتَ فِي الْاَرْضِ لَاحْمَدًا مَا  
 يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ وَلَكَرَّ اللَّهُ اَلْفَ بَيْنَهُمْ اِذَا رَجَعْتَ بِحَبِثِ نَزَلِ اِيْهِ اَيْتِ مَخْصُوصِ اَنْصَارِ سَوِيْكَانِ  
 قاعده العبرة لعموم اللفظ لا لمخصوص الاسباب تو صحابی کو عام ہے اور کمال مدح ہوتا ہے  
 کو ہی زیادہ مناسب اور سپاہیان بھی ہیں ہے علاوہ ازین عقل سلیم کب یقین کرتے ہیں  
 کہ خداوند تعالیٰ انصار کے نوکندہ و پیرو کو رسول کے اعانت کے واسطے نکالے اور فرشتے میں  
 جو ہم اس قدر رب نہ تھے وہی کسی خد دل کرنے کے واسطے بعض مہر دوست کے آئے ہیں جو  
 بنی ایک نہایت عظیم و جب خدا تعالیٰ نے باہم ان کو دلو نہیں الفت ڈال دی تو اسے یہ نہیں  
 کہ ان رات اور صفات جلالیہ کے ان کو دلو نہیں کا من تھی جو وقت نصب فطانت  
 برومی کارائی سر اس خد اوند تعالیٰ کو چھٹا ہے اور سب عظمہ کمال الدین بن ہشیم کے  
 شرح نہج البلاغہ میں صحبت سجدہ کی بارہ میں جو یہ لکھا ہے قدم مشرقت بعد الحمد  
 وکان یحسد سعد بن جبادۃ الیصل الیہ هذا الایمۃ قابل ما یخیر من دنیا و دنیا  
 حق تعالیٰ شہ سورہ حجرات میں واما سے اَوْفَعَالِ اَزِیْزٍ فَسَعٰ اِنِّیْ اَنْزَلْتُ  
 الْحِمَّةَ حَمِیۃَ الْحَاہِلِیۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیۃً عَلَی رُسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیۡنَ وَالزَّوْجَاۡتِ  
 کَلِمَۃً اَلْفَوْیٰ وَکَاوَاۡحِقَ بِہَا وَاَحْلَاہَا وَکَانَ اللّٰهُ یُکَلِّ شَیْءًا عَلَیۡہَا۔ اس آیت شریف

اس آیت میں خود رو دیا اپنی مددگاروں میں اور ان میں سے غن و مال کی توجہ کرنا جو کہ ہر کسی دنیا میں ہو سکتا ہے اس آیت میں  
 اور میں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لفظ کو ہم کہی ہے ہر ایک خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لفظ کو ہم کہی ہے ہر ایک خاص ہے کہ  
 دوسرا یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ کو ہم کہی ہے ہر ایک خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لفظ کو ہم کہی ہے ہر ایک خاص ہے کہ  
 اور اس آیت میں لفظ کو ہم کہی ہے ہر ایک خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لفظ کو ہم کہی ہے ہر ایک خاص ہے کہ

خداوند تعالیٰ نے مدح صحابہ اس طرح فرمائی کہ جب کفار نے حمیت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے  
رسول پر اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور کلہو تقویٰ انکو لازم کر دیا اور وہ اس کے ساتھ احق اور  
اسکو اولیٰ تھی اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتھ  
مدح بھی تو اوہنیں حمیت جاہلیہ موجود ہو۔ غایتہ کہ شش خضرت شیعہ کی ان بظنوں  
میں یہ ہے کہ یہ کہیں کہ عموماً ان بظنوں کے مخصوص نامہ میں یا بعض مقبولین صحابہ میں  
چونکہ ایسی احتمالات جو ناشی عن غیر دلیل ہر ایک نفس میں پیدا ہو سکتی ہیں اور خارج ہی  
بمقتبلہ یہ ہے احتمال پیدا کر سکتی ہیں اور خود بظنوں کے عموماً انکو رد کرتے ہیں  
بہذا ہمکو انکو ابطال کطیوف توجہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ امار وایات پس اولاً شیخ  
ابن بابویہ متی لمقب بصدوق مخصال میں روایت کرتے ہیں حدیثنا ابی و محمد بن الحسن  
بن احمد بن الولید بن محمد بن یحییٰ العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدیثنا سعد بن عبد  
الرحمن بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقیب عن  
الحرب بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاز ابو بکر وعمر رضی اللہ  
عنہما عنہم الی امیر المؤمنین علیہ السلام حین دفن قاطمة علیہا السلام فی حدیث  
طویل قال لہما فیہ اماما ذکرتا الی لم اشہد کما اشہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
فانہ قال لا یری لی عورتے غیرک الا ذہب بصر فقل کن لا و ذی کما بہ انتی فہما الحاجتہ  
اس حدیث کو دیکھی اور آخر جسد کو ملاحظہ فرمائی اس سے کہ قد مجتہد شیخین کے ساتھ شجر  
ہوئے ہی اور کیسی الفت شکستہ ہی جناب امیر کو یہ گوارا نہوا کہ انکو بیانی جاتے ہی  
سے ابن بابویہ نے بسند خود امام ابو عبد اللہ سے روایت کی ہے فرمایا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما امیر المؤمنین رضی اللہ  
عنہما فاطمہ کو دفن کیا۔ طویل حدیث میں۔ اس میں چند بے ادن و دوسری فرمایا تین یہ ذکر کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو تجھ کو کھینچ کر دیکھا اور اس کو دیکھا کہ میری بدن پہناتی کو بجز تیری کوئی نہ دیکھی گا مگر یہ کہ اس کو دیکھا  
جانی دیکھ کر تعجب نہیں ہوتا بلکہ اسکی اذیت و پہچان۔

اگر با ہم عداوت ہوتے اور تخمین نے حق خلافت منصب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی منبع  
 عداوت نکالنی کا اور اپنی حق کے لیے کانہیں ہما شیخین کو حضرت کے بھتیخ غسل میں دینا  
 خواہش کے موافق شریک کر لیتی اور جب وہ نابینا ہو جاتے تو اسوقت اپنا  
 بصورت حاصل کر لیتے نہ شکر کشی کے نوبت آتی نہ جدال و قتال کا ہنگام ہوتا کہ  
 کسی حیلہ و تدبیر کے ہی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو دل معیت کر لیتی  
 مادہ ہوئی تھی اب بھی وہی معیت کر لیتی اور وہ بارہ آدمی جہنوں نے فرمایا ہوتا کہ وہ بڑا  
 منہری اور دینا چاہی اور خلافت سوائی جناب امیر کے اور کسی کا حق نہیں چنانچہ مطابق  
 روایت صدوق کے سب بر ملا جا کر خلافت میں ابو بکر سے جگہ لے لی اور برابر اکابر  
 اسوقت سب موجود تھے جب زاحم سیدان صنادید تھے ہر کسی کو سوائی جناب امیر کے  
 کیون مقدم ہونے دیتی اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اسکی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے  
 اسیر ہم اصل روایت فضال سے نقل کرتے ہیں الذین انکروا علی ابی بکر  
 جلوسہ فی الخلافۃ اثنا عشر عن زید بن وہب قال کان انکروا علی ابی بکر  
 جلوسہ فی الخلافۃ و تقدمہ علیہ علی بن ابیطالب علیہ السلام اثنا عشر رجلاً من  
 المهاجرین و الانصار کان من المهاجرین خالد بن سعید بن العاص و المقداد  
 بن الاسود و ابی بن کعب و عمار بن یاسر و ابو ذر الغفاری و سلمان الفارسی  
 و عبد اللہ بن مسعود و بریدہ بن الحارث و کان من الانصار خزيمة بن ثابت  
 ذو الشہادین و سهل بن حنیف و ابو ایوب الانصاری و ابوالمہدی

۱۰ زید بن وہب روایت ہی کہتی ہیں کہ جن لوگوں نے ابو بکر پر سند خدمت پر پیشی دے علی بن ابی طالب  
 پر سبقت کرنے کے ماہین انکار کیا تھا بارہ آدمی مهاجرین و انصار سی تھے (مہاجرین میں سی خالد بن سعید بن العاص و مقداد  
 بن اسود۔ ابی بن کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابو ذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ عبد اللہ بن مسعود و بریدہ سلمی تھے اور انصار میں سے  
 خزيمة بن ثابت۔ ذو الشہادین۔ سهل بن حنیف۔ ابو ایوب انصاری۔ ابوالمہدی ۱۲۔

ابن التيهان وغيرهم فلما صعد المنبر تشاوروا بدينهم في امره فقال هلا فانيه  
فتنزله عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله قال اخرون ان فعلتم ذلك انقم  
على انفسكم فقال الله عز وجل ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة ولكن  
امضوا انما الى علي بن ابي طالب عليه السلام لتشيروا نستطلع امره فاتوا  
عليه عليه السلام فقالوا يا امير المؤمنين ضيقت نفسك وتركت حقانت اولي  
وقد اردنا ان نأتي الرجل فتنزله عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله فان الحق  
حقك وانت اولي بالامر منه فكهنا ان ننزله دون منا وتركت فقال لهم  
عليه السلام لو فعلتم ذلك ما كستم الا حرا بالهم ولا كنتم كالكل  
في العين وكالمخ في العين وكالمخ في الزاد وقد انفقت عليه الامة التاكر  
لقول نبيها والكاذبة على ربه اعز وجل ولقد شاورت في ذلك اهل بيتي  
فابوا الا السكوت لما يعلمون من وغرصد والقوم ونقضهم لله عز وجل  
ولا اهل بيت بنيه عليهم السلام يطلبون بارات الجاهلية والله لو فعلتم  
ذلك لشهدوا سيوفهم مستعدين للحرب والقتال كما فعلوا ذلك حتى قهر

ابن التيهان وغيره ہے۔ جب ابو بکر منبر پر چڑھیں تو انہوں نے باہم اور کسی معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا  
کہ چونکہ یہ لوگ اسکو حضرت کے منبر سے اُتار دیں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر تم ایسا کر دو گے تو تم لوگ اپنی جانوں پر  
امانت کر دو گی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اپنی اتھوں کو پاکی میں نہ ڈالو لیکن چلو علی بن ابی طالب سے مشورہ کریں اور ان  
امر دریافت کریں علی رضی اللہ عنہ پاس آئی اور کہنے لگی امیر المؤمنین تو نے اپنی نفس کو ضائع کر دیا اور تھے اپنی اوس من کو جکا  
تو زیادہ مستحق تھا چھوڑ دیا اور ہم چاہتی ہیں کہ اس شخص کے پاس جا کر اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اُتار دیں  
کیونکہ یہ من تیرا حق ہے اور تیرا کما زیادہ مستحق ہے۔ نسبت اسکی اور ہمیں تا پسند سمجھا کہ اسکو بدین غیر حق مشورہ کرنا اور علی  
علی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ایسا کر دو گے تو تم لوگ اپنے بچے پر لڑائی کے اور کچھ نہو گی اور تم اپنے بچے کی جیسا کہ اللہ میں سرمد اور کھانہ میں  
اور یقین امت اپنی جی کے قول کو چھوڑ دینا چاہی اور اپنی بددعا پر چھوٹ بولنا اور اپنے متفق ہو گئی اور اس میں میں اپنی اپنی  
نہو کیا تو بجز سکوت کی کچھ نہا کیونکہ قوم کے دونوں کینوں اور اللہ تعالیٰ سے اور اس میں میں جی کے ساتھ دشمنی کو جانتی ہوں کہ چاہت  
کو بددعا میں نہا کیونکہ اسکی قسم تم پر بادلوں کی تودہ لڑائی کے دشمنی سے ہو کر تواریں کہیں نہ ہو گئی اور انہوں نے ایسا کیا یہاں تک کہ مجھ کو تھوڑا

و غلبونی علی نفسی و لیونونی و قالوا لی بایع و الا قتلناک فلما اجد حیلۃ الا ان  
ادفع القوم عن نفسي و ذلك انی فکرت قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یا علی  
ان القوم نقصوا امرک و استبدوا بعباد و نکت و غصبونی فیک فعلیک بالصبر  
حتی یزال اللہ الامر الا و انهم سیغدرون بک لا محالة فلا تجعل لهم  
سبیلا الی اذلالک و سفک دمک فان الامۃ ستغدر بک بعدی  
کذا لک اخبرنی جبریل علیہ السلام عن نبی تبارک و تعالیٰ لکن امیر الرجل  
فاخبروه بما سمعتم من نبی کریم علیہ السلام لا فی المشبهۃ فی امره لیکون  
ذلك اعظم الحجة علیه و ابلغ في عقوبته اذا ان ربه و قد عصی نبیه و خالف  
امره قال فانطلقوا حتی حقوا بمنزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یوم الجمعة فقال  
المهاجرون و الانصار ان الله عزوجل بدأ بکم فی القرآن فقال لقد تآب  
الله علی النبی و النما جریتن و انصار فیکم بدأ لکان اول من بدأ و قام  
خالد بن سعید بن العاص با دلائل بنی امیة فقال یا ابا بکر اتق الله فقد  
علمت ما تقدم لعلی بنی طالب من رسول الله صلی الله علیه و آله لا تغفلن

۱۰ مغلوب کیا میری نفس پر اور مجھ کو نرم کیا اور کہا کہ بیت کر لے ورنہ ہم تجھ کو مار ڈالیں گے پس میں بچ بیگی کوئی جیل نہ پایا کہ نرم کو  
اپنی نفس سے دفع کروں اور وہ یہ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں فکر کیا کہ اسی علی قوم نے تیرا سر توڑ دیا اور بدن  
تیری اور سپر تفل ہو گئی اور تیری باہرین تیری نافرمانی کی تو تجھ کو میرا لازم سی ہیں تاکہ کو اللہ اپنا ارزاں کری خبر دار بہ لوگ  
میری بعد عز و تیری ساتھ عذر کریں گے تو انکی ایسی کوئی راہ اپنی دلیل سننے اور خون بہانی کی طرقت نکھو کہ بتا کہ است میری بہ  
قد ذکر گئے مجھ کو جبریل نے پروردگار تعالیٰ سے اس طرح خبر دی ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچھ اپنی بنی  
علیہ السلام سے سنا ہوا دیکھو جانا و یقینی طور پر اسکی امر میں تاکہ یہ اور سپر جیکر وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اسکی مخالفت  
کر کے اسکی کسٹ آگیا بڑی محبت اور ابلغ نے العقوبت ہو کہا پس وہ چلی بیاتنگ کہ حضرت کی گہر کو جھو کے دن گہر کیا  
انصار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلی تم کو ذکر کیا ہی اور فرمایا انما تاب اللہ علی النبی و النما جریتن و الانصار تو تمہارا  
ہی پہلی ذکر کیا ہے پس بنی اول امیہ کی اور بنی امیہ پر ناز کر کے اور تھا خالد بن سعید بن العاص نے کہا اسی ابو بکر خدا  
ڈر تو جانتا ہے جو کچھ بنی بن ابی طالب کے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گزر چکا ہے کیا تو نہیں جانتا ۱۲

رسول الله صلى الله عليه وآله قال لنا ونحن محتوشون في يوم بني قريظة وقد اقبل  
على الجبال منا ذوى قد يقال يا معشر المهاجرين والانصار اوصيكم بوصية فاحفظوها  
واني مود اليكم امرافا قبلوه الا ان عليا اميركم من بعدك وخليفة فيكم اوصاني  
بذلك رب وانكر ان لم تحفظوا وصيتي فيروا ذروه وتنصروه اختلفتم في احكامكم  
وانظرب عليكم امر دينكم وولي عليكم الامر شراركم الا وان اهل بيتي هم الوارثون  
من بعدي واذا قاتلتموني بامر مني اللهم فمن حفظ منهم وصيتي فاحشرهم في زمري  
واجعل لهم من مراقبتي نصيبا يدرك نور الاخرة اللهم ومن اسأخلافتي في  
اهل بيتي فاحشرهم الجنة التي عرضها السموات والارض فقال عمر بن الخطاب اسكت  
يا خالد فلست من اهل السورى ولا ممن يرضى بقوله فقال خالد بل انت اسكت يا ابن  
الخطاب فوالله انك لتعلم انك تنطق بغير لسانك ولتعصم بغير اركانك وان  
قريبيا لتعلم انك الامها حسبا واقلها ادبا واحملها ذكر اوقاها من الله عز وجل  
رسولك وانك لحيان عند الحرب تجل في الجذب بشمر العنصر مالك في قرين  
مفتخر ومسله خاله فجلس ثم قام ابو ذر رحمة الله عليه الخ الحديث الطويل —

رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حكى عن النبي قريظة كرون مجتمع بني باري بڑی مرتبہ والے کو کوئی طرف منوجہ ہو کر فرمایا ای بھائی  
دفعہ مار کی پست میں تلو ایک وصیت کرتا ہوں لو سکو یاد رکھو اور میں نکو ایک امر بتاؤں تا ہوں اسکو قبول کرو۔ دیکھو علی  
بن ابی طالب میری بعد تہا امیر اور میرا جانشین تم میں ہے۔ مجھ کو میری پروردگار نے یہ وصیت فرمائی ہے اے امیر  
اگر میری وصیت کو یاد رکھو گے اور اسکی مدد کرو گے تو اپنی احکام میں مختلف ہوگی اور میری وصیت کا امیر منظر  
ہوگا اور تمہاری شجہ گ تہہ حاکم ہوگی۔ دیکھو میری اہل بیت ہی میری بھی وارث ہیں اور میری امت کے امیر کے برابر  
رہیں گے اے ابی جو لوگ میری وصیت یاد رکھیں اور انکا میری گروہ میں جنت فرما اور انکو میری طاقت کا حصہ عطا فرما جس سے  
تو ذت کا نور حاصل ہو اور جو اہل بیت میں میری بڑی جانشینی کرے۔ اسکو جنت سے محروم فرما جسکی حدائی  
آسمان زمین میں عسمرین خطاب بولا اسی خالہ جب رہ تو نہ اہل ثوری سیکے ہے اور نہ لوہین سہر جکا قول پسندیدہ ہو اور  
خالہ نہ جواب دیا بلکہ نہیں سہر رہ اسی ابن خطاب خالہ کی قسم تو جانتا ہی کہ تو بغیر اپنی زبان کے بولتا ہی اور بغیر اپنی ارکان کے  
پناہ پکڑتا ہے خدائی قسم قریش جانتی ہیں کہ تو زیادہ طاقت کی قابل ہے حسب میں اور کم ہی ادب میں اور گناہم ذکر میں خدا کا  
رسول سے اور انہی رشتہ زنت ہر دو خط میں بغیر ہے قریش میں میری بیوی کوئی خیر نہیں اور اسکو اسکی اسونے روک لیا اور یہ لکھا

اس طرح زبانے حضرت صدوق شیعہ کے ہر ایک اپنی اپنی بولیاں بولی۔ اس حدیث میں  
 جو کچھ خیال کیا گیا ہے وہ ایسا نہیں ہے اور اگر استخراج کو حوالہ اذمان صافیہ اذکیا کر کے جسکے ہم درجے  
 ہیں اور سکو کہہ رہے ہیں، روایت سابقہ میں صریح لالت و اصحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو  
 شیخین کے ساتھ گمراہی محبت الفت تھی اور کسی قسم کی عداوت و دشمنی نہیں تھی نہ خلافت کو  
 اپنا ہی خاص حق سمجھتے تھے اور نہ شیخین کو غاصب خلافت سمجھتے تھے ورنہ اس سے بہتر خلافت  
 ایسی کاکوئی موقع نہ تھا کہ بدون شہر سیوف و ثوران فتن بہولت مارتے آتی تھی۔ ثانیاً حضرت  
 شیعہ کے صدوق نے فضائل میں روایت فرمائی ہے حدیثنا احمد بن جعفر الہمدانی  
 رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ہشام بن  
 سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
 اثنا عشر الفاً ثمانیۃ الف من المدینۃ والافان من غیر المدینۃ والافان من الطلقاء  
 لم یوفیم قدری ولا مرجی ولا حریر ولا معزلی ولا صاحب رای کالوایہ کون  
 البیل والہناو یقولون اقتض ارواحنا قبل ان ناکل الخبز الحمیم  
 اس روایت میں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے لئے مدینہ میں بارہ ہزار تھے اب ہم چہتی ہیں  
 کہ جو وقت بیت سقیفہ آئے وہاں خلافت غصب ہوئی اور وقت بیت حضرت کہاں تشریف  
 رکھتے تھے کیا سعادۃ شدید حضرت بھی اہل مدینہ میں تھے جو بعد وفات رسول کائنات سے  
 علیہ وسلم کے مرتد ہو گئے تھے اور سوامی ابو ذر اور سلمان اور عمار اور مقداد کے روت سی کوئی نہیں بچتا  
 بلکہ سوامی مقداد کے کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جسکو شک ہو ا ہوا اور اسکا دل میں کچھ شبہ نہ ہو  
 پس اگر یہ مرتدین میں سے ہیں تو یہ طویل عرض مناقب و محامد باکل لغو و بیجا ہو گا جب انہوں نے  
 امام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت و تائید کی تو انکی تمام اعمال صالحہ جط و باطل  
 ہو گئی اور غصب خلافت کی اوزار انکی ظہور و قباب پر ہی اگر یہ لوگ امام بحق کو مخذول  
 نہ کرنے اور انکی اعانت و تائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیوں متجاوز ہوتا تو جب امام





وَاِنَّا كُنَّا نَقَاتِلُ بِالْبَصْرِ وَالْمَعُونَةِ - انتہی جناب امیر کما سر کلام سے جس قدر خوبیاں اس  
 میں حاصل ہوئی اس قدر دلائل ثبوت حقیقت خلافت خلفا رضی اللہ عنہ کے لیے پیدا ہوئے  
 ان کی بیان تفصیلی کے لیے تو ایک دفتر چاہیے یہ رسالہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا یہاں  
 اس قدر گزارش کرنا ہی کہ اس کلام سے اندازہ کر لیا جائے کہ فیما بین جناب امیر و جناب فاروق  
 کس درجہ تہ و ورطہ مضبوط تھا اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جناب امیر نے اس وقت کے اسلام کو  
 بزرگ شیعہ خواہ وہ ارتداد تھا یا طغیان اور خواہ سنو کہ بتایا عصیان وہ دین فراموشی کے حکم  
 غلبہ کا تمام اویان پر خداوند کریم نے اپنی سول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا اور  
 غایت رسالتی ہوا الَّذِي ارْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ لِدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ  
 وَكَوْكَرَهُ الْمُنْشِرَ لِكُوفٍ ارشاد ہوا تھا اور اس دین کو اس دین سے تعبیر فرماتے ہیں  
 جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تھا اور اس دین کو جس پر خلفا رہے اور جسکی  
 تائید و تقویت کرتے تھے جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اس وقت کو اس اسلام  
 کو خواہ معاذ اللہ مرتد نہ ہو یا کافر اور خواہ ناکشیں و مارتیں اور محاصرت و ناصبین عداوت اہل بیت پر  
 یا فوجیہ اللہ اور خدا کا لشکر فرمایا اور فرمایا کہ ہم خداوند تعالیٰ کے وعدہ کو مستطین یعنی اسکا  
 یہ ہے کہ جو خداوند تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ تمام یہ ہے جسکی شرح چند جگہ  
 تشریح کی ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلٰتِ لِيَسْتَخْلِفُوْهُمْ فَاَوْفَوْا  
 بِهِنَّ مَا اٰمَنُوْا بِهِمْ وَلِيُكْمِلَ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِيْ تَقْبَلُوْنَ لَهُمْ وَلِيُبَدِّلَنَّهُمْ  
 مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اٰمَنًا لِّعِبَادِ وَفِيْ لَا يَشْرُكُوْنَ بِشَيْءٍ مِنْ كُفْرٍ بَعْدَ ذَلِكَ  
 فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور جناب امیر نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اپنی وعدہ کو جو ہم سے کیا

سے وعدہ کیا اللہ نے جو دگر تمہیں سے یوں لائی دینی ایک کام البتہ چھپی حاکم کر کیا انکو زمین میں جیسا  
 حاکم کیا تھا اور وہی اگلے دن کو اور جابجا انکی ایسی انتہا دین جو سیدہ کر دیا انکو واسطی اور دیگا انکی ڈر کے بی بی میں سیرینہ

اکثر تیرا یہ نہ لریجے یہ ایک یاد اور جانا سکری مری جس سے پہنچے سو، لوگ میں نافرمان - ۱۲ -

ضرور پورا فرمایا گیا اور اپنی لشکر کو جو یہ موجود ہی بے شک مظہر منصور کر چکا تھا پھر بطرح خباب  
 امیر نے فرمایا تھا اور اس کے مطابق واقع ہوا خداوند تعالیٰ نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتھوں  
 تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے  
 دین برافضی کو تکمیل دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو امن سے بدل دیا دو سلطنتیں عظیم  
 کسریٰ و قیصر کے جو پہلو میں تھیں جن کا سخت خوف تھا اور ہر وقت کھٹکا رہتا تھا پامال  
 ہو گئی اور اہل اسلام کے قبضہ و تصرف میں آئی اسلام کے نور نے شرق و غرب میں اطراف کثافت  
 عالم کو منور کر دیا اور ظلمت کفر و دور ہو گئی پس یہ سب کچھ اگر خداستہا ہی راستہ کا ثمرہ  
 نہیں ہے تو کیا ہے اور اس کی بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیام بالا فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم شہید  
 ہو گئی تو یہ اجتماع ہرگز نہ ہو سکیگا اور اس کی بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنی حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانہ میں کثرت فوج و سپاہ پر نہیں لڑتے تھے بلکہ خداوند تعالیٰ کی امداد و اعانت  
 کفار سے لڑتے تھے اور اب یہی چونا یہی حالت یہی وہی اسلام کے سپاہ یہی حکم خداوند  
 تعالیٰ نے ملائکہ سے امداد فرمائی ہے اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہے۔ وہی اعلان کلمۃ اللہ اور جہاد  
 مقصود ہے۔ تو یہ اب کیون خداوند تعالیٰ کی نصرت کے بہرہ و برکت پر قتال کیا جاوی پس جو  
 کچھ حضرت امیر نے اچھا فرمایا عاقل منصف اس میں غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے  
 اور ان کی خلافت کے کس قدر تعریف و توصیف بیان فرمائی اور کس قدر ان کی حقانیت کو  
 بدلائل ثابت فرمایا اور طرفہ یہ ہے کہ اس کے مقل ہی حضرت شریف رضی جیسی عالی  
 شعی میں۔ بلکہ سب کا خوف اظہار و تہلیل سے روزہ ہم انہی تصدیق کے لیے تمام کمال ائمہ  
 کمال الدین بھرانے کی شرح سے جو اس کے متعلق ہے نقل کرتے اب یہی جنکو تفصیل کا نشان  
 ہو وہ علامہ بھرانے کی شرح کبیر کو مطالعہ فرمادیں۔ رابعاً فصیح البلاغۃ کی اور خط  
 کی شرح میں جس کا عنوان یہ ہے دمن کے کتاب المعویہ فاراد قو منافع  
 بیننا الخ علامہ ابن ہشیم بھرانے خط کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو آپ شریف صاحب

نہج البلاغۃ میں حذف فرمائی۔ وہی نذرہ و ذکر ان اجتنبہ لہ من المسلمین اعواما

ایدھم بہ فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان

فضلہم فی الاسلام کما زعمت والضعیم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق و الخلیفۃ

الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکاتہا فی الاسلام لعظیم وان المصاب

بہا لخرج فی الاسلام شدید یوحما اللہ وجزاہما باحق اہلہا۔ انتہی

سبب جناب امیر کی اس کلام کو تباہ دیکھی اور سوچی کہ جناب شیخین کے مقابل و مناقب

کس وجہ تاکید شدید کے ساتھ کس کس پر کیا فرمائی اور فرمایا کہ جس کو اپنی عمر و زندگی کی قسم

عقین شیخین کا مرتبہ اسلام میں بہت عظمت والا ہی اب اس جملہ کو دیکھنا چاہیے کہ

حضرت رضی اللہ عنہ نے مزید تاکید کے غرض سے تمام اقسام تاکید کی اس جملہ میں ختم

فرمادی اور اس جملہ کو قسم کے ساتھ اور جملہ اسمیہ کی ساتھ اور ان کے ساتھ اور لغم کے ساتھ

کہا کہ کیا نہ منکرین کو گنجائش انکار کی کسی راہ سے باقی نہ رہی جمیع جہات سے انکار کا راستہ

مسدود ہو جائے اور فرمایا کہ ان کا انتقال اسلام میں سخت زخم می خدائے دونوں پر رحم

فرمائی اور ان کو نیک کاموں کی اذکار و خیرات عطا فرمادی جنہاں کرنا چاہیے جناب امیر شیخین کے

انتقال کو ہر دم میں سخت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف اور ان

کو تہہ ہوں جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں اور مصدراہن اعمال کے ہوں جنہ حضرات شیعہ می

ہیں تو جناب امیر کا یہ ارشاد سراسر کہ نب ہوگا اور ان کا انتقال سرگرم اسلام میں زخم نہ سمجھا جائیگا

بلکہ ان کا وجود اسلام میں زخم نہ ہوگا۔ لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہے

نواب سوار جو کچھ حضرات شیعہ فرماتے ہیں وہ عقلیں کے مخالف ہے اور غلطی اور

جو کچھ اہل سنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق تقلید کے ہے خاصا جناب امیر نے اپنی

حد خبر دی ام کلثوم (جو حضرت فاطمہؑ کے بطن مبارک سے تھیں) کا نکاح حضرت

عمرؓ کے ساتھ فرمایا جو کمال اتحد و محبت کو دیکھ دینا ہے اگر حضرت فاروقؓ میں

عمرؓ کے ساتھ فرمایا جو کمال اتحد و محبت کو دیکھ دینا ہے اگر حضرت فاروقؓ میں



من الحجارة مثلك يا ابيكومثل ابراهيم اذ قال فممن تبعني فانه مني ومن عصاني  
 فانك غفور رحيم ومثلك يا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تدن علي الارض من  
 الكافرين ديارا انك ان تدنهم يضلوا عبادك ولا يلدوا الا فاجرا كفار ثم  
 قال ان شئتم قتلتهم وان شئتم فادتهم ويستشهد منكم بعدتهم قالوا بل ياخذ  
 الله انفسهم بعد نعمها حد كما قال صلى الله عليه وسلم حضرت صلى الله عليه وسلم  
 کو اس ارشاد سے دیکھا جا رہی ہے شیخین کا مرتبہ کس قدر عظیم و جلیل ثابت ہوتا ہے جب شہادت  
 سید الانبیاء و الرسل علوم مرتبہ شیخین کا یہ تک پوچھا کہ اپنی ذاتی اوصاف میں اولوالعزم  
 رسل کے ساتھ تشبہ حال ہوا تو پھر اس کے بعد کو نفسی فضیلت ہوتی رہے گی۔ اور شیخین کے اوصاف  
 و کمالات و کمالات نفسانی اس قدر رفیع المنزلت ہوئی اور ان کا اسلام میں یہ مرتبہ ہوا  
 تو اس سے قیاس کر لیا جا رہی ہے کہ ان کو المہیت نبوت کے ساتھ کیا تعلق ہوگا اور ان میں سے کون کون  
 کے ساتھ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل باور کر سکتا ہے کہ جن کی کمالات و کمالات نبوت کے ساتھ  
 مشابہ ہوں وہ منافق و فاجر ہوں یا وہ غاصب خلافت ہوں یا وہ المہیت کے  
 نوحمین و تدلیل کریں اگر وہ فی الواقع ایسی ہوں تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپ کے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے تو ان حضرات کا  
 یہی منافق و غاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جس میں شیخین کو نبی کا تمغہ  
 عطا فرمایا مطلق مشہور و فہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اس ساری حد تک کہ ان میں  
 اس امر پر افسوس دلیل ہے کہ حضرات خلفاء کو جناب رسالت میں کمال قرب حاصل تھا اور  
 بمنزلہ وزیرین کی تھی کہ آپ جس ارشاد و شان و کرامت امور میں ان سے مشورہ لیتی تھی پس  
 جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قرب منزلت حاصل ہوا ان کو بدی  
 کے ساتھ یاد کرنا اور دشمن المہیت نبوت عقائد کرنا کس قدر اسلامی طریقہ سے عجیب و  
 نفوذ باللہ من ذلک ثامنہ تفسیر مجمع البیان میں سورہ الدلیل کے تفسیر میں

اور اس کے  
 سورہ میں  
 ۱۰۰

تحت قوله تعالى وَسَيَجْزِيهَا الْكَثِيفَ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى لَهَا هِيَ  
 وعن ابن الزبير ان الآية نزلت في اسبى بكر لانه استرى المالك الدين  
 اسلموا مثل بلال وعامر بن فهير وغيرهما فاعتقهم والاولى ان يكون  
 الايات محمولة على عمومها في كل من يعطى حق الله من ماله وكل من ينفع  
 حقه سبحانه تعالى آيات بنيات من مجسم البيان سے نقل کیا ہے قال اللہ تبارک  
 وتعالى وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْصِّدْقِ يَدْعُونَ بِنَا وَلَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ قِيلَ الَّذِي  
 جَاءُوا بِالصِّدْقِ رَحِمَهُ اللَّهُ صَدَقَ الْوَكِيلُ عزاء العالیہ الکلبنی شہر گرب حضرت ام المؤمنین عائشہ  
 رضی اللہ عنہا کے برائے نازل ہوئی اور منجملہ اون لوگوں جنہوں نے انکے بائیں کلام کی ہستی  
 سطح بن اٹا ہے ہستی تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسکی پاداش میں اوس نفقہ کو جو سطح پر کیا کرتے  
 ہستی مذکور دیا تو اوس میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا يَأْتِلْ أُولُو الْفَضْلِ  
 مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ  
 لِيَعْمَدُوا لِيَصْفَوْا أَلَا تَجِدُونَ أَنَّ يَعْزِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اس آیت شریفہ  
 میں حق تعالیٰ نے ابو بکر صدیق کو اولو الفضل ہونے سے تشریف بخشی اور خلعت نصبت  
 عطا فرمایا منتہا ہی حد وہ حضرت صدوق کا جو ان ہر سہ آیات کے جواب میں ہے  
 قائل میں صلواہم اہل فہم و اولہم ہے ہر کوئی طویل مانع ہے ورنہ انکی رسالہ امامت سے وہ جواب  
 نقل کرتے اور اہل فہم و اولہم کے رد و پیش کرتے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہا۔ تو  
 انشاء اللہ تعالیٰ کے غرض کر نیک غرض بحول اللہ و قوتہ شہادت کتاب اللہ  
 سے اور ارشادات رسول اللہ سے اور افادات ائمہ سے مثل روز روشن واضح ہوا  
 کہ جناب شیعین رضی اللہ عنہما خدا اور رسول خدا کی نزول کے قریب اور صاحب مرتبہ  
 اور مراجع عالیہ ہستی اور اہلبیت کے ساتھ با محبت و تصحیح رکھتی ہستی چنانچہ حسب نقل  
 مولانا مولوی سید علی حسنة اللہ علیہ السلام مولانا باقر مجلسی جبارین فرماتے ہیں

در ترجمہ کتب و تفسیر

در ترجمہ کتب و تفسیر

در ترجمہ کتب و تفسیر

رحبا بامیر نے بارہ قسم شرعی کہا کہ میری زمین کوئی عداوت، غبار و طالع  
 شیعین کے نسبت نہیں ہے تو حقد راؤنگی مناقب و نقائص ان کے لئے ائمہ و اہل بیت  
 وہ نفس نامہ کی اور مطابق واقع کے ہیں نتیجہ پر ریزہ ریزہ بیان ہو گئی اور یہ بھی ثابت  
 ہوا کہ جو چھہ قبائل و زمام سے حضرات شیعہ ائمہ انہما نئی پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ  
 سب رضا و رضا ان کے نزدیک اور دین اسلام سے خروج ہے پس حسب خلاف و غیر خلاف  
 عنہم کے نقائص مناقب و علوم و ہنر و ادب، الرسول اللہ، حبیب و وصی، باہم نصیبیت سے  
 ساتھ ثابت ہو چکا جو بطور اثبات خلافت کے لیے ہتھیار دے جسے تحقیق میں ثابت  
 خلافت کے لیے برہان موفیق اور مزید قوت و تائید دہی تو اس بات پر ثبوت نصبت خلافت  
 خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب سنت و اقوال ائمہ سے مختصر بیان کرتے ہیں  
 لیکہ چونکہ ہماری فاضل محبت کے نزدیک ان کی عقل سب پر قاضی و حاکم ہے اس لیے ہم اول  
 دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہیں جس سے مشن یہی اہل بیت حقیقت خلافت ہو جائے  
 پس اس پر جو کام است مشن نبوت کو اصول دین میں سے ہے اور تالی نبوت جو حسن و قبح  
 خاصہ اور خواص ہمہ کے ساتھ نبوت مخصوص و متصف ہے اور انہیں اوصاف و خواص  
 کی ساتھ است ہی متصف ہی یہی وجہ ہے کہ عصمت و نبوتیت و صفہ شریعت  
 نبوت ہی تو شرط است ہی ہے چنانچہ مسمو ماتہ امامیہ لو اس پر اتفاق ہے اور خصوصاً  
 ہماری فاضل محبت کے شروع جو ب میں ہے اعتراف فرمایا ہے و فرمایا ہے (اور ان  
 ہر شے شرط کی دلائل کے نسبت اگرچہ ہر شے گندار سن کوئی نہیں کہ نسبت است تالی مرتبہ  
 نبوت ہی اور نیابت نبی سے عداوت ہے پس جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہیں وہی عصمت  
 یا پیغمبر سے عصمت ائمہ پر دال ہونگی) اور نیز اس پر مطلق امام و نبی میں کچھ فرق نہیں  
 تاہم احکام میں متحد ہیں اگر فرق ہے تو صرف اہم نبوت اور نزول وحی میں فرق ہے جو  
 چنانچہ ایک شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجاہد سلسلہ یونین میں تقریباً ذکر

دلائل اثبات خلافت حضرت امام علی



اور دوسری نزول وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثمالث ابنیہار کے ساتھ مختص ہے ائمہ میں  
 نہیں پایا جاتا ہے لیکن حضرت شہید ثمالث کا یہ زعم باطل ہے کیونکہ ائمہ کو خصوصاً جناب امیر کو  
 آخر محدث تو فرما ہی ہیں اور محدث سب غیر محمد بن یعقوب الحکیمی ہی کا نام ہے  
 کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اس کا آواز سن لیکن اس کی حثہ کو نہ دیکھی پس اگر ان کا نام وحی  
 نہیں ہے تو یہاں بھی راجع اس کے الاطلاق ہے اور نزاع لفظی غرض میں ہر کیفیت  
 یہ وہ وصف ایسی میں کہ جن میں ابنیہار سوائی ائمہ کے منفرد ہیں۔ اور حسب اتحاد و اشترک  
 فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہہ ہی میں کہ محمد اور صفائی کے ایک یہ بھی وصف  
 ہے کہ ابنیہار کا یہ عادت اللہ جاری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں بیعتی نبوت کا چھوٹا دعویٰ  
 کرنیوالا ہرگز اپنی دعویٰ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہے بمقابلہ معجزات نبوی کے اور اگر  
 سب استدراجات منقلب اور منقلب ہو جاتے ہیں نبوت کا چھوٹا دعویٰ کرنیوالا ہمیشہ  
 انجام کار خدوال اور مقہور ہوتا ہے اور ہرگز فروغ نہیں پا سکتا حضرت آدم علیہ السلام سے  
 آج تک کوئی نظیر ایسی نہیں پایا کہ کسی شخص پر بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا چھوٹا دعویٰ  
 کیا ہو اور وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہو ہو سیکر کذاب اور سوداگری اور تباہی وغیرہ کے  
 قصص و حکایات تاریخ کے واقف و غیر محقق نہیں اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالیٰ بمقابلہ  
 اپنی نبی مرسل کے چھوٹی دعویٰ کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو محض تمہیں ہی خداوند  
 تعالیٰ شانہ سورہ مومن میں ارشاد فرماتا ہے **وَإِنْ تَكْذِبُوا فَعَلَيْكُمْ كَذِبُكُمْ إِنَّكُمْ أَنْتُمْ صَادِقَاتٌ**  
**يُصْبِحُ بَعْضُ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ لَا يَكْفُرُونَ إِلَّا لِيُصْطَفَىٰ لِبَعْضٍ مِنْهُمْ هَؤُلَاءِ يَسْتَفْتُونَكَ كَذِبًا**  
 جس کا محال یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ چھوٹی سرف کے رہنمائی بنیات اور معجزات کی طرف  
 نہیں کرتا کہ نبوت کا چھوٹا دعویٰ کر کے کامیاب ہو جاوے تو اس پر معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ

سے اگر وہ چھوٹا ہو گا تو ہر گز اس پر اس کا چھوٹا اور اگر وہ سچا ہو گا تو ہر گز کوئی وعدہ چھوڑتا ہے بیشک اللہ نہیں

دیکھتا اس کو جو حدیثی کفر ہے والا چھوٹا۔ ۱۰۰

دعویٰ کذب نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر یہ دعویٰ کذب ہوتا تو یہ معجزات سحری اور نبیاتی  
 فی ہر نہ ہوتے اور خدائے ان پر قدرت نہ دیتا۔ صاحب میر صافی سحر تفسیر میں لکھتے ہیں  
 قیل احتجاج ثالث ذو وجہین احدہما اند لوکان مسرفاً کذا ابالما ہداه  
 اللہ الی البیانات ولما عنده بتلك المعجزات اوجب نبوت اس صنف کو ساتھ  
 متصف ہر اور نبی کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ تہنی ہمیشہ مخدول ہوتا ہے تو چونکہ  
 امامت ہی جمیع اوصاف ہمہ میں نبوت کے ساتھ متحدہ ہی اور قاصد میں اسکی مشارک ہے  
 تو امامت ہی لامحالہ اس صفت کے ساتھ متصف ہوگی اور امام کے ساتھ ہی یہی عادت  
 اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نہایت رسول اور امامت کا چھوٹا دعویٰ کرے وہ ہرگز اپنی  
 دعویٰ میں کامیاب نہ ہوگا اور مخدول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہ ہو تو قطع نظر ان مفاسد بشمار  
 اور قبائح غیر متناہی کے جو اس تکمیل سے لازم آتی ہیں ہستہ کرنے الارصاف اور اتحاد  
 فی خواص جو نبوت کے ساتھ ہی وہ فوت ہو جاوے گا تو ضرور ہوا کہ امامت کو یہی یہ  
 وصف لازم ہوا اور امام میں یہی خاصہ پایا جاویں بعد اسکی ہم جنابے سالتاب معلوات اللہ  
 علیہ وسلم کے خلفاء میں بموجب اس قاعدہ کے تامل کی طرہ سے دیکھتی ہیں بعد اس امر کے کہ ہم  
 رضائے سب غرض شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ بعد جنابے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق  
 اور خلیفہ راشد جناب امیر مہدیؑ تو بدلتے ہیں ہر پلٹ پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ اگر جناب امیر  
 بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوں تو جو لوگ بالمقابل کذباً  
 و عدواناً مدعی خلافت ہوئے وہ مخدول و مہرود ہوں اور انکی خلافت ہرگز مسلم نہ رہی  
 بلکہ انکا انجام خواری و خرابی و تباہی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات میں نظر کرتے  
 ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اور قصہ غفلت و کبتی میں اور وہ یہ کہ بعد وفات جناب سرور

۱۵ کہتے ہیں کہ یہ تیسرا مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی نے صرف کذب ہوا تو اللہ تعالیٰ اسکو نبی نہ کہنے  
 بہت نکرتا اور ان معجزات سے اسکو تعویذ نہ دیتا۔ ۱۲۔

فانیات علیہ علیٰ آلہ افضل امتیاست و استیلائے جناب انبیاء کے سامنی اور اگرچہ جنگ میں نہیں شخص  
 یکو بعد و گاری مدعی خلافت ہوئی اور راست کما دعویٰ کیا اول دشمن سے جو بکر صدیق  
 ہیں۔ دوسرے عمر بن خطاب۔ تیسری عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم ہیں و حال  
 سے خالی نہیں کہ یا یہ تینوں حضرات اپنی دعویٰ میں کاذب تھے یا صادق اگر کاذب  
 تھے تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوں۔ بلکہ فتنہ داں ہوتے۔ لیکن ہم  
 درویش دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی دعویٰ راست ہیں پس کما سبب ہوئی کہ امام جعفر بھی  
 فوج مسلحہ لے کر اور انہوں نے اپنی اس دعویٰ کی تصدیق اس وقت کے نمایان ترقی  
 کر کے اسی طرح دکھائی کہ اپنی دعویٰ کو بیکار و بران کو دیا اور خداوند تعالیٰ نے انکو وہ  
 قدرت دی کہ دنیوی اور دنیاوی ترقیات میں اپنی رسوائی کا جارہ ہوئی تفصیل اس  
 یہ کہ اسلام کے دو طبقے ہیں۔ ایک جہت پر ترقیات اور دوسری جہت پر ترقیات  
 ترقی ترقیات ہیں۔ اور اس صورت سے کہ زمانہ شریعت کا شروع در وراج جو حدود  
 و قصاص جاری ہوں۔ اس میں کتاب و حد و کفر و کفر کا نیکوٹار ہوں اور  
 کلمہ اللہ ہی اعلیٰ صداقت و علیٰ شعائر اسلام کا زور و شور ہو اور خلافت القیاس اور ترقیات  
 جہت دنیاویہ کے یہ صورت ہے کہ علماء ان دولت کے ہمارے اسلام میں شریعت پر مبنی ہو کہ  
 فرانس اراقی اہل اسلام ہوں۔ سب طبقے باجائز اسلام و ترقی و ترقیات اور ترقیات  
 و ترقیات اہل اسلام کے کثرت قبض و تربت میں ہوں و غیر ذاک۔ اب ہم نے پہلی  
 حالت میں نہ کہ جو زمانہ خلافت راشدہ میں ہوئی غریب و سحر و جہت میں تو صحت کے ساتھ  
 کہ اس وقت کے دو نوع حالتوں کی ترقی زمانہ خلافت راشدہ میں اوج تھا۔ پہلی جو ترقی ترقی  
 ہم دعویٰ خلافت کو ساتھ وجود خلافت میں ہو کر رہے ہیں تو تین طرح سے۔ پہلی یہ  
 اول یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان خلفاء کو اپنی سی گویا تمام عالم میں شعائر اسلام کو  
 پہلایا اور دین اسلام کو اولیٰ و زبور سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار کو نشانہ ہو کر کلمہ آئندہ ہی العلیا کا صدق ان ہی خلافت و مکاتبت اور ان ہی کے  
 سعی کا نتیجہ ہی غرض جو اصلی غرض اس سال اسل و نصب خلفا سی ہی کہ دین اسلام کو  
 شیوع و رواج ہو جو بلی خلفائے ثلاثہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا۔ اور خداوند تعالیٰ نے  
 ان کو ان مہمات کے تکمیل عطا فرمائی اگر یہ حضرات اپنی دعویٰ خلافت میں کامیاب  
 ہوتی تو ممکن نہ ہوتا کہ وہ بمقام خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعویٰ میں کامیاب ہوتے  
 اور حق تعالیٰ ان کو مقاصد خلافت کے حصول تکمیل دیتا۔ دوسری یہ کہ اسلام  
 کی شوق دنیاوی کے ترقی ہی خلفاء کے ذریعہ کمال کو پہنچ گئی اور خزانہ کسری  
 و قیصر جن کا وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے کہوڑ  
 کو وقت فرحت و ایسا ط کے ساتھ فرمایا تھا ان ہی خلافتوں کی بدولت اہل اسلام کے  
 ہاتھ آئی بلکہ ہر چار طرف سے اسوال ٹوٹ پڑی اور خزانہ کے موندہ کہولی گئی اگرچہ صرف  
 دنیاوی ترقی حقیقت کی غمناک دلیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوند  
 کو متضمن ہے جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز بالضمائم ترقی دنیوی البتہ قطعاً ثابت حقیقت  
 خلافت کی دلیل ہو سکتی ہے۔ تیسرے یہ کہ ان کا زمانہ خلافت میں ان کو خلافتوں کو  
 تمام تاحسی داد الی نے ابا بکر عزیز او ذل و ذلیل سب نے حق تسلیم کر لیا جس سے  
 ہمارا مدعا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو وہ قدرت و تمکین دی کہ تمام حوزہ اسلام ان کی مطیع  
 و سحر و منقاد ہو گیا اور یہ سحر و نقیاد اور یہ بجا آوری دیکھو اس مہمات خلافت آخرت  
 کی شان تکمیل اللہ تعالیٰ ہی بلکہ الی یوم القیمہ جماعت عامہ اسلام جن کو شائین نیچر البلاغت  
 میں ہے وان ید الله علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الساذجن الناس للشیطان  
 اور سواد اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جکی شائین ہی فالزمو السواد الاعظم سوا

۱۵ ہیشک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تفریق باہمی سے بچاؤ کیونکہ جدا ہونے والا اور ہمیں سے

چند می تشیعین کے حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ کے معتقد اور قائل رہیں گے پس اس سے زیادہ خداوند تعالیٰ کے کی طرف سے اور کیا تمکین و عطا و قدرت ہو سکتی ہے تو اس سے مثل افتاب کے ظاہر و باہر ہوا کہ یہ حضرات خلفائے اپنی و دعویٰ خلافت میں ایسی صادق تھے تو اس سے زیادہ کسی کو جھٹل نہیں ہوا ان امام غائب کے لیے دعویٰ کیا جاتا ہے اور مثل یہ بیہیت اولیہ کی ثابت ہوا کہ یہ دعویٰ جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام باقر علیہ السلام اور ابوبکر علیہ السلام و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت تھے کہ حق جناب امیر کا ہے و غصب کر کے مستحق خلافت ہو گئی کذاب اور باطل اور لغو اور لاطح ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام باقر علیہ السلام یا امیر ہوتے اور خلفاء محض جائز و غاصب اور چھوٹی مدعی خلافت بمقابلہ خلیفہ برحق ہوتے تو اگر گزراہی دعویٰ میں کامیاب نہ ہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت میں جاری ہوتی ہے ان مدعیان خلافت میں بھی جاری ہوتی تو اس سے مثل افتاب نیروز ثابت ہوا کہ حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد تھے۔ اب مجھ کو یہ خیال ہوتا ہے کہ بعض کم فہم سوچ رہے ہیں کہ اولاد کے مقتدا و دلیل کے پوری طور پر دشمن نشین ہوتی شاید یہ اعتراض کریں کہ بہت سی ملوک و سلاطین امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے ایسی ہیں کہ جن کو خداوند تعالیٰ بمقتدا ائمہ کے کامیاب فرمایا اور ان کو تمکین دی اور صدقات و ارضاء و انکساری و کوشش سے مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سے اولاد بھی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہیے حالانکہ وہ سب حسن باتفاق و رفقین خلفاء راشدین میں سے نہیں ہیں۔ تو اس کا جواب اولیہ یہ ہے کہ اس دلیل کے مقتدا و مبنی صرف مذہب و مذهب پر ہی اگر یہاں ہزاروں ہوں تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہے اس کا جواب بھی وہی دیوین حکم کتب کہتے ہیں کہ نبوت و امامت تشرک فی الادعاء و انحصار میں ہم کتب قائل ہیں کہ امام قائم مقتدا ہم نبی النعم۔ اور جب یہ مقتدا و مبنی ہم میں تو جو ادنیٰ پر ایسا ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پر نہ ہم

ثانیاً سنن لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعد خلفاء کے ترقیات اسلامی ہر وجہیت دنیوی اور دینی  
میں کامل طور پر کسی کو تکمیل نہیں ہوئی اور اگر قدرت تکمیل ہوئی ہے تو صرف دنیاوی  
ترقی میں جو مقاصد سلطنت میں ہوئی ہے اور دنیوی ترقی جو اہم مقاصد خلافت میں ہو  
ہرگز محسوس نہیں ہوئی اسکو ہی ہم بحول اللہ تقالے وقوتہ آپکی کتب معتبرہ میں ثابت کر سکتے  
ہیں علامہ کمال الدین ابن ہشیم بخاری نے بیج البلاغہ کی اپنی شرح کبیر سنی بمصباح الکلمین  
میں اس خطبہ کی شرح میں جب کا عنوان یہ ہے دمن کے کلام لہ ۴ فی بیغہ عثمان لہذا  
علمتم انی احق بہا من غیرہ واللہ لا ملین ما سلمت امور المسلمین ولم  
یکن فیہ اجور الا علی خاصۃ الخ فواتے ہیں فان قلت السؤال من وجهین  
الاول ما وجہ منافستہ فی هذا الامر الخ الثاني کیف سلمہما عند خوف  
الفتنہ ولم یسلم لمعویۃ ولطلحہ والزبیر مع قیام الفتنہ فی حربہم قلت الجواب  
عن الاول ان الخ وعن الثاني ان الفرق بین الخلفاء اللثۃ و بین معویۃ  
اقامہ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہی المختصاً۔ ثانیاً  
ہم گذارش کرتے ہیں کہ مدعی امامت کو کامیابی کے لیے اپنی دعویٰ امامت میں جیسی ترقیات  
اسلامیہ کے ہر دوشق کے ضرورت ہی اسطرح یہ بھی ضرور ہیں کہ جماعت عامہ امامت محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم اور اسکو خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہوں اور سوا اعظم امت محمدی علیہ  
الہ وسلم تسلیم کر لیا ہو تاکہ اس جماعت کا اتفاق پیر اللہ ہی اور حکمرانین  
وماکان اللہ لیجمعہم ضلالہ و یضربہم بحسم فرماتے ہیں اس خلافت کے

۱۔ اگر تو اعتراض کری سوال دو وجہ سے ہی اول تو یہ کہ امامت میں آپ کی رعیت کی کیا وجہ ہے۔ الخ۔  
دوسری یہ کہ بیان تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کر لیا اور معویہ اور طلحہ و زبیر کے لیے باوجود قیام فتنہ کی تسلیم نہ کیا  
میں کہتا ہوں پہلے اعتراض کا جواب یہ ہی الخ اور دوسری کا جواب یہ ہی کہ خلفاء اللہ میں اور معویہ میں اللہ کے حکم کے  
قائم کر رہیں اور اسکی امر دینی کے مقتضی کی موافق عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے۔ ۱۲۔

حقیقت کی دلیل ہو جاوی پس جبکہ سلاطین اسلام گذری ہیں انکو کسینی خلیفہ راشدین  
 تسلیم کیا نہ انکو سوا و اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود ہی مدعی خلافت  
 نہیں ہو گئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت میں غلطی ہوئی بعد اسکر آخر اپنی ملوک  
 اسلامی میں ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اولیٰ یہ دلیل منقوض نہیں ہو سکتی۔ اب  
 دلائل نقلیہ میں بھی دلیل پکا حق سچا نہ و تعالے سورہ نور میں اسوقت کے مومنین کو  
 خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہی۔ وعد الله الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات  
 لیستخلفنہم فی الارض لما استخلف الذین من قبلہم لیملکنہم انہم الذین انقضیٰ علیہم  
 من بعد خوفہم امنا لعلہم لا یشرکون لی شیا ومن کفر بعد ذلک  
 فاولئک ہم الفاسقون حاصل یہ ہر کہ خدا تعالے نے ان لوگوں کو ساتھ تم میں سی  
 جو ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کی ہیں وعدہ فرماتا ہی کہ انکو بیشک میں میں خلیفہ بنا دوں گا  
 جیسا اولیٰ پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا یا اور اللہ تعالیٰ انکو میری اوس دین کو جو پسندیدہ ہے  
 انکو واسطیٰ در بے شبہ انکو خوف کو امن سی بدل دیا میری بہشت کرے گی اگر سیکو میری ساتھ  
 شریک نہ کریں اور اسکی جہنم میں اس نعمت کو ناشکری کے پس وہی فاسق ہیں اس آیت  
 شریفہ سی چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہ کہ حق تعالیٰ بعض مومنین حاضرین عند نزول اللہ کو  
 ساتھ یہ وعدہ فرمایا من اگر تعضیہ ہو تو ظاہری اور اگر بیانیہ ہی تو اوائل میں بیانیہ ضمیر  
 مخاطب محذور و داخل نہیں ہوتا ہے اسلئے اسلئے نفع میں دیکھا ہوگا کہ من تعضیہ کی علامت صحت وضع  
 لفظ الذی کی اسکی جگہ ہی اور ظاہری کہ اسجگہ لفظ الذی نہیں داخل ہو سکتا اور اگر تکلف  
 بتا دیں بعید ہو گیا بیانیہ کہا جاوی تاہم غیاطیین کے استخلاف سے بعض کا استخلاف مراد ہے  
 اور چونکہ اسکا نفع تمام کو شامل ہوتا ہی پہلی سب پر اطلاق کیا گیا عرف میں شائع ہے جب  
 کسی قوم میں سلطنت ہوتی ہے تو بادجو دیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہی لیکن تمام قوم کے  
 سلطنت کہلاتی ہے کیونکہ اسکا نفع ان سب کے طرف عائد و راجع ہوتا ہی اور فی الجملہ

خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی دوسری جگہ آیت جو مذکور

وہ ہی حاکم ہوتی ہیں اب آپ کیا دیکھتے ہیں اولیٰ اولیٰ گوری کیسی حکومت کرتے ہیں  
 اور اپنی حکومت و سلطنت سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر من بغضیہ کے آپ بطل کے در پی ہوں  
 اور تبیین ثابت کریں تو حضرات شیعہ اس آیت سے امام مہدیؑ کا اختلاف مراد لیتی ہیں  
 وہ باطل ہوگا جو جواب اس کی طرف سے دیوین وہی ہماری طرف سے ہی قبول فرماویں ہر حاضرین  
 عند نزول آیت الہی خاصۃً مآذین کہ مولیٰ بن شیعہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطب  
 شافعیہ کے یہی موضوع ہے وہ حاضرین کے ساتھ ہی مخصوص ہوتی ہے آپ کی علامہ شہید ثانی معلوم  
 الاصول میں صفعۃ پر فرماتے ہیں۔ وما وضع الخطاب المشافہۃ کویا ایھا  
 الناس و یا ایھا الذین امنوا لایم بصیغۃ من تاخر عن نص الخطاب و انما یثبت  
 حکمہ لہم بذلیل اخر و هو قول اصحابنا و اکثر اهل الخلاف۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عبارت  
 موضوع ثمت نہ ہے تو حاضرین کے ساتھ مخصوص ہوگی دوسری یہ کہ خداوند تعالیٰ وعدہ فرمایا  
 کہ میں سے بعض کو خلیفہ بناؤں گا اور اس وجہ سے کسی خداوند تعالیٰ کی وعدہ میں بہار اور خلف محال ہے  
 لامی ایہ وعدہ واقع ہوگا ورنہ خلف وعدہ لازم آئیگا۔ جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو  
 خود محال ہے اب وقوع اختلاف موعود کی دو مثال ہیں اول یہ کہ وعدہ اختلاف سے  
 یہ مراد ہو کہ ہم نفس بالاختلاف کریں گے اور جب بعض بالاختلاف فرماویں تو وعدہ پورا ہو گیا  
 دوسری یہ کہ موعود یہ ہے کہ ہم خلیفہ بناؤں گا اور نفس اختلاف واقع کریں گے لیکن  
 احتمال اول پر جوہر باطل ہے اور لا معنی اختلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے  
 کہ امر بالشیء میں نہیں اور نفس بالاختلاف نہیں ہے اختلاف نہیں تو اس صورت میں  
 لازم آتا ہے کہ وعدہ تکبیر فرماویں اور یہی کچھ اور یہی خلف وعدہ ہی۔ ان بعض جگہ

لے اور جو الفاظ خطب شافعیہ کے یہی موضوع میں مثل یا ایھا الناس یا ایھا الذین امنوا کے اپنی بیوقوفانہ

اذکوت میں نہیں ہوتے۔ جو زائد خطبہ چھپی میں اور اس کا حکم اذکریٰ حرف دوسری دلیل سے ثابت

ہوتا ہے اور ہماری تمجید کا اور انشراح مذکور کا یہی قول ہی ہے۔

مجازاً بقرائن خارجیہ بتخلاف نفس بالاختلاف ہی مراد ہوتا ہی اور یہ اصل کو کچھ معارض  
 نہیں۔ ثانیاً بعد اختلاف کی جو امور کہ حق تعالیٰ شانہ نے بمنزلہ نتائج و ثمرات اختلاف  
 کی بیان فرمائی ہیں مثلاً تکلیف دین مرضی کے اور تبدیل خوف کے اسن کردہ بدستہ مستلزم  
 کہ وعدہ اختلاف ہی مراد نفس بتخلاف ہی نہ نفس باختلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرعاً  
 حل الاختلاف اور وقت ضروری ہی جبکہ وعدہ نفس اختلاف ہو اور اگر نفس باختلاف  
 ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نفس بتخلاف و وقوع نفس بتخلاف ہی  
 مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس بتخلاف پر ترتیب میں کیونکر مستلزم ہوگی کیونکہ اگر  
 حق تعالیٰ اختلاف پر نفس فرمادی تو یہ ضرور نہیں کہ وہ واقع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد  
 اور کونائین اور اس پر عمل نہ کریں چنانچہ حسب مرسوم شیعیہ ایسا واقع ہو تو بہ ترتیب ان اثرات  
 و نتائج کا کیونکر ہو سکتا ہی اور ظاہری کر یہ ثمرات و نتائج ہی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ  
 دینن لازم آیا اور یہ محال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہے۔ ثالثاً حق تعالیٰ  
 شانہ نے اس سے بعد کو اس فعل کے ساتھ تشبیہی ہی جو گذشتہ لوگوں میں پہلے ہو چکا  
 اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں صرف نفس باختلاف نہیں تھا بلکہ نفس بتخلاف تھا  
 تفسیر صافی میں ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم  
 فی الارض لیجعلنہم خلفاء بعد نبیکم ماکا استخلف الذین من قبلہم  
 یعنی وصاۃ الانبیاء بعدہم تو اس تشبیہی صاف ثابت ہوا کہ وقوع  
 نفس بتخلاف مراد ہی۔ رابعاً حضرات شیعیہ اسی آیت کو امام مہدی کے بتخلاف مجہول  
 فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس بتخلاف اور اسکی

۱۔ وعدہ اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائی اور نیک کام کی بہتہ خلیفہ بنایگا اور انکو ملک میں رہنے  
 بنایگا اور انکو خلیفہ تمہاری بنی کے چھپی "جیسا تمہارا گلی لوگوں کو خلیفہ بنایا رو یعنی انبیاء  
 اور صیبا کو اور انکا جانشین کیا"۔

نتائج کو نہیں تو یہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت وغیرہ شکوک کی ثبوت میں ناقص و ناتمام ہوگی۔ خاتم سلسلہ نفس بالاختلاف ہی مراد ہے لیکن لائق کہ نفس سی وہی نفس مراد ہے کہ جس خصوصیت کو ساتھ اور ہیئت کذائیہ سی حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ نفس سے مراد نفس حلی ہو یا خفی کسی ہیئت کی ساتھ اور کسی طریقہ کو ساتھ ہو چنانچہ امامت خلفائے ثلاثہ کی خلافت کے لیے نفس کے قائل میں آئے ازالہ اختلاف کا مطالعہ فرمایا ہے اور اس پر خوبا یہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی وعدہ مکین دین رضی اور تبدیل امن بعد خوف میں کوئی احتمال نہیں اور اسکی وقوع میں موعودہ لہم کے یہی کچھ شک و تردید نہیں جو تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ نفس ہے تاہم مستحسن وعدہ اختلاف کو ہی اور اسکا وقوع لازم و متحتم ہے۔ تیسری بات یہ کہ اس اختلاف سے مراد وقوع سلطنت جاہلہ جیسی فساق و فجار یا کفار و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت دریاہ راستہ امامت سلطنت حقہ ہے جو اجرائی شرائع دین و احیاء و شخائر اسلام کے لیے ہو اور جس سے عالم میں احیاء و رسم اسلام پایا جاویں اور اس پر جوہ چند دلالت کرتے ہیں اول یہ کہ جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام مہدی کے اختلاف پر قبول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن رقیعی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ والقسم نزلی القائم من آل محمد والجمع المروئی من اهل البيت انما في المهدی من آل محمد قال وروی العیاشی باسنادہ عن علی بن الحسین انه قرأ الآية وقال هم والله سيقنا اهل البيت لفعل

۱۔ تفسیر سی میں ہے کہ یہ آیت قائم آل محمد (امام مہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی اور تفسیر مجمع میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب میں آئی ہے اور عیاشی نے اپنی ہناد کے ساتھ امام زین العابدین سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ خدا کی قسم یہ محمدیہ امت کی شیعہ ہیں۔ ۱۲۔

ذلک علی یدی رجل منا وهو مهدی هذه الامة وهو الذی قال رسول اللہ  
 لو لم یبق من الدنیا الا یوم یطول اللہ ذلک الیوم حتی یموت رجل من عترتی  
 یمس یلا الارض عدلاً وقسطاً کما ملئت ظلماً وجوراً قال روى مثل ذلک  
 عن ابی جعفر والی عبد اللہ وفي الکمال عن الصادق فی قصة نوح وذكر  
 انتظار المؤمنین من فوقه الفرج حتی یرا هم الاستخلاف والتکلیف قال  
 وکذلک القائل فانه تمتد ايام غیبه لیمرج الحق عن محضه ویصفوا الایمان من  
 الکذاب یرتد ادکل من کانت طبیعتہ خبیثه من الشیعہ الذین یخشی علیهم النفاق  
 اذا احسوا بالاستخلاف والتکلیف بهم والامر المنتشر فی عهد القائم الی  
 غیر ذلک من الروایات توطن ہر کس کہ او کلمی خلافت تو حضرات شیعیہ کے نزدیک  
 مخصوصہ راشدہ ہی تو اگر اس آیت سے تجدید حق مراد ہی نہیں اور خلافت راشدہ  
 پر یہ آیت دال ہی نہیں تو اس کا نزول امر مہربانی کے لیے جبکہ خلافت راشدہ ہی نہ ہو  
 ہو سکتا ہے اور یہ سب آیات جنہیں نزول آیت امام غائب عن البصائر کے لفظاً  
 کیسی بیان کیا گیا ہے اور عہد ہی کیا گیا ہے اس تجدید موعود ہی مراد استخلاف

۱۔ یہ وعدہ ہم نینسی ایک شخص کے ہاتھ پر پور ہوگا اور وہ اس است کہ تمہاری ہوگا اور وہ وہ جسکی نبی رسول اللہ  
نی فرمایا اگر دنیا سے بجز ایک دن کے باقی نہ رہے تو خدا تعالیٰ اس کو بطول کرے گی یہاں تک کہ ایک شخص میری عمر سے  
حاکم ہوگا میرے ہم نام ہوگا جیسا میں نے مسلم و جوری پر ہوگا یہ صریح عدل و انصاف سے ہوگا یہاں اور یہی  
روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہے۔ اور کہنا کہ امام صادق سے نوح کے قصہ میں ہی مومنین کا  
ادب کی قوم میں سے کسی کٹائیں گے تھا کا ذکر کیا جاتا تھا کہ اگر ان کو اختلاف ہو گئیں تو کہلا یا فرمایا اور یہ صریح قائم ہی  
کہ ادب کی خبیث کا زمانہ دراز ہوگا مگر خدا تعالیٰ جن ظاہر و جہاد کی اور ایمان کدوت سے صاف ہو جاویں اور شیعوں میں  
سے جنہر نفاق کا خوف ہے ہر ایک کے ارتداد کے ساتھ جسکی خبیث مٹی ہے جب اختلاف ہو گئیں اور انکی لیے  
دیکھیں گے اور امر پہلایا موقوف کے زمانہ میں ہوگا۔ ۱۱۔

امام مہدی ہی سب لغو و لا طائل ہو جائیگی تو ثابت ہوا کہ مراد اختلاف میں اختلاف حق اور جہالت  
و امارت حق ہے اور اس میں یہ بھی ثابت ہوا کہ بعض روایات میں جو حضرات شیعہ ائمہ سی  
نقل کرتے ہیں کہ مراد اختلاف میں اختلاف و تمکین ہے علم و سلسلہ کذب و افسار ہی یہ  
صافی میں نقل کیا ہے و فی الکافی عن الصادق انہ سئل عن هذه الآية فقال هم  
الائمة و عن الباقر و لقد قال الله في كتابه لولاية الامر من بعد محمد خاصة  
وعد الله الذين امنوا منكم الی قوله فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ يقول ۛ اختلاف  
لعلم و دینی و عبادتی بعد نبیکم کا اختلاف و صاۃ ادم من بعد ہستے  
یبعث النبی الذی یدیر بعد و ننی لا یشرکون بی شیاً يقول بعد و ننی بلایا  
لا بنی بعد محمد فمن قال غیر ذلک فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ فقد مکن  
ولاية الامر بعد محمد العلم و نحن هم فاسقون فان صدقنا کما فاقروا و ما  
انتم لبعایا علین اور وہ اسکی یہی کہ اولی اختلاف جو عقیدہ بعد فی الارض ہوا ایک اعلان  
جب تک سلطنت اور تسلط ظاہری فی الارض حاصل نہ ہو نہیں ہو سکتا دوسری یہ کہ  
کلمات آئمہ و حکومت ظاہری کو مستلزم ہو رہی ہیں کہ انکا حصول بدون سلطنت  
ظاہری کے صرف اختلاف فی علم ممکن نہیں ہے علاوہ ازیں مخالف اون روایات  
جو سابقاً گذارش ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت کا نزول امام مہدی کے حق  
میں ہی اور اس اختلاف سے اختلاف امام مہدی مراد ہی ہوا جس کے یہ حضرات نہ خدا

۱۔ کافی میں امام صادق سی مروی ہے اور کئی کہنی آیت سی بوجہ فرو باد ائمہ میں اور امام باقر سی مروی ہے و یحییٰ  
عنہ تعالیٰ کہنی کتابین بعد محمد علی بن عبد اللہ کے خاص الامون کے یہی فرمایا۔ و عد الله الذین امنوا منکم انکم فی کتاب  
قرآنکم کہ خلیفہ بناؤ گامین تکو اپنی علم اور دین اور عبادت کو دینی مہتار ہی بنی کے بعد جیسا خلیفہ بنا با آدم کے  
اور ہوا کہ کوادکی چھی بیات تک کہ اس کے بعد اپنی مبعوث ہو۔ میری عبادت کریں گے اور سیکو میرا شریک  
نہ کریں گے فرمایا میری ایمان کے ساتھ پرستش کرو گی محمد بن عبد اللہ علیہ السلام کے چھی کوئی نبی نہیں ہے جو ہلکی ہو کہو  
وہ فاسق ہیں یحییٰ تمکین ہی دلایہ اگر کو محمد علی بن عبد اللہ کے علم میں اور وہ ہم میں ہیں پس ہم ہی ہوا کہ ہم سی سچ کہیں گے ہر

رسول سرشاری ہیں نہ انکے سی حیا و شرم فرماتے ہیں اور جو دل چاہتا ہی جس میں اپنی مخلصی  
 و نجات کی ابحاث علماء کی صورت دیکھتے ہیں خدا و رسول و ائمہ پر اقتداء باندھتے ہیں دوسری  
 یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس وعدہ کو مومنین عالمین جہاں کائنات کی ساتھ فرمایا ہے اور  
 قاعدہ ہے کہ حکم سے اشتقاق علیہ ماخذ یہ دلیل ہو تا ہے تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور غایت  
 صلاح و عمل اس اختلاف موعود کے علت واقع ہے اور نہایت بدیہی ہے کہ جس موعود  
 خداوندی کا موقوف علیہ در حکم علت ایمان و اعمال صالحہ ہوگی وہ امر خیر اور حق اور شایع  
 محسن ہوگا اور خداوند تعالیٰ کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب اختلاف کو  
 بھی حق تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ منوط و مربوط فرمایا ہے تو یہ اختلاف  
 اختلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل و علا شانہ ہوگا۔ تیسری یہ کہ حق تعالیٰ شانہ  
 نے اس آیت شریفہ میں حرف اختلاف ہی کا تو وعدہ نہیں فرمایا کہ اس کو سلطنت کے  
 اور پیغمبر کے رسول کے ساتھ ہو بلکہ اس کی ساتھ یہی وعدہ فرمایا کہ اس کی ساتھ میں  
 ہم اس دین کی ہی تکمیل اور تکمیلی کریں گے جو دین کہ ہماری نزدیک مرضی اور پسندیدہ  
 ہے اور یہ وعدہ فرمایا کہ ہم انکی خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے اس  
 کو ساتھ بدل دیں گے اب ان وعدہ و نسی صاف ظاہر ہے کہ اختلاف کو ان فوائد کو مستوجب ہوگا  
 قطعاً خداوند تعالیٰ جارہ ہوگی اس کے بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب اختلاف پر وہ غیبی  
 شہادہات پر جلوہ گر ہوگا اور اس کی ثمرات و نتائج کمال تکمیل دین اور زوال خوف اور حصول  
 امن و عافیت میں سیوع پذیر ہوگی تو کونکے عیسیٰ عبادت میں مشغول ہوگی اور سیکو  
 میری شریک بنیں گے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جس میں نبوت  
 کمال پر مدح اور شایع ہوگی اور بدیہی ہے کہ جو خلافت اس کو متضمن و مشتمل ہوگی  
 وہ راستہ اور حقہ ہوگی۔ اس کی بعد ارشاد ہوا کہ ومن بعد ذلک فاولئک  
 هم الفاسقون یعنی اجداس نعمت عظمیٰ کے جو شخص اس کا لظن کرین پس وہ ہی

قاسم میں ظاہر کر حق تعالیٰ شانہ نے اس سے انکار و کفران اور اسپر پور میں  
 طغیان کو کمال فتنے سے تعبیر فرمایا جس سے اس کا بڑی غمت اور کمال احسان  
 خداوندی ہونا مفہوم ہوتا ہی ایسی ہی موقع امتنان میں اس کو بیان فرمایا پس اگر یہ  
 خلافت محض سلطنت اور خلافت جائزہ ہو تو اس کا انکار تو بیجا ہی خود عند شیعہ و اہل بیت  
 اور اس کی نفی کے تدبیر لازم و متحتم میں چہ جائیکہ خداوند تعالیٰ اس کو موقع امتنان میں  
 بیان فرمادی اور اس کا انکار کو فتنے سے تعبیر فرمادی تو اس سے صریح طور پر یہ معلوم ہوتا  
 کہ جب یہ اختلاف ہوتا ہے پند یہ جناب باری ہی کہ اس کو موقع احسان و امتنان  
 میں بیان فرمایا اور اس کی انکار کو فتنے کے ساتھ تعبیر فرمایا تو وہ اختلاف کمال حقیقت و شدت  
 کی ساتھ متصف ہوگا۔ چوتھی یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس اختلاف کو اپنی ذات  
 پاک کی طرف منسوب فرمایا ہے کہ ہم خلیفہ بناؤ نیکی اور ہم تمکین دینگے اور ہم بت پرستی و خوف کو  
 امن کے ساتھ کریں گے اور جب اس کے شغل خود خداوند کریم ہو اور اس کا ذمہ دار ہو  
 پھر اس نے جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جائزہ ہی تو یہ غسل خداوند تعالیٰ  
 کا قبیح ہوا تعالیٰ عن ذلک علو البیرا پس علیٰ مذہب شیعہ صدور قییم نسبت جناب  
 باری لازم آیا و محال تو معلوم ہوا کہ یہ اختلاف سلطنت و خلافت جائزہ ہونے کی بدولت  
 حق و خلافت راشد ہوگی۔ علامہ طوسی بخبرہ میں لکھتی ہیں واستغناء و علیہ یاد  
 علی انتفاء القیم عزالہ اس کی بعد گزارش ہی کہ جب خداوند تعالیٰ نے خلیفہ بنا کر  
 وعدہ فرمایا تو لامحالہ یہ وعدہ واقع ہونیوالا ہی اب باقی رہا یہ امر کہ یہ وعدہ کس زمانہ میں  
 واقع ہوا اور موعود ہم اس وعدہ کی کون ہیں اور یہ خطاب کس کو ہے سو اس میں میں متماثل  
 ہیں ولا رابع لب باتفاق الفریقین۔ احتمال اول یہ ہے کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ  
 سے اور اس کی بے پردائی اور اس کا علم اس کی افعال سے بڑائی کے دور ہونے پر دلالت  
 کرتے ہیں۔ - ۱۳ -

حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام تسخیر مکہ میں ہوا اور اختلاف سے مراد  
 اختلاف مومنین کا ہی بجائے کفار کے اور موعود الہم اور مومنین میں جو اوس وقت  
 موجود تھے اور ان ہی کو خطاب ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ اسکی موعود الہم حضرت امام مہدی  
 رضی اللہ عنہ اور انکے اتباع میں اور یہ وعدہ ان ہی کے زمانہ خلافت میں پورا ہوا گا  
 تیسرا احتمال یہ ہے کہ یہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الایۃ کو ہی اور اسکی موعود الہم  
 خلفاء اربعہ میں رضی اللہ عنہم در یہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کے زمانہ خلافت میں پورا ہو چکا ہے  
 اور خداوند تعالیٰ نے بعد وفات جناب سالتاب صلی اللہ علیہ وسلم اسکی جگہ خلفاء  
 اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان سے پہلے لوگوں میں جہالت تک ہم غور کرتے ہیں اور اپنی ایمان داری  
 سے تامل کرتے ہیں تو یہاں دونوں احتمالوں کو غلط پاتے ہیں اور تیسری احتمال کو مستعین کہتی  
 ہیں اگرچہ ابطال احتمال اول پر کسی کو پہچان چند ان تجسم استدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ  
 مفسرین محدثین شیعہ نے اسکو امام مہدی پر مسمول کر کے اور اسکی نزول کا سورہ متعین کر کے  
 خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکنجہ انظار غلطی است میں گرفتار  
 ہو کر میدان فرار تنگ دیکھتے ہیں تو ایسی بوج احتمال اور وہی تو ہمیں پیش کرنے لگتے  
 ہیں ایسی مناسب ہی کہ مختصراً اس احتمال کے ابطال کی طرف ہی اشارہ کیا جاوی اور ضمتاً  
 و تبعاً اسکا ابطال ہی حصر اثبات میں لایا جاوی پس منہج ہو کر ہر دو احتمالات کا  
 بطلان ایسا کوشش ہو رہی ہے اگر زلات میں تامل کیا جاوی تو انکا بطلان بے تکلف فہم  
 میں آسکتا ہے احتمال اول کے ابطال کے لیے پس یہی وجہ کافی ہیں کہ اولاً حق تعالیٰ  
 شانہ نے یہ وعدہ مومنین کے ساتھ فرمایا ہے۔ اگر مراد اس سے تسخیر مکہ ہوتا تو یہ وعدہ حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا اور بجا مومنین ہی اس میں داخل ہوتے مانتا یہ کہ خداوند  
 تعالیٰ نے تسخیر مکہ کو بصورت رویا کی دکھلادیا تھا اور چونکہ انبیاء کے خواب ہی  
 دی جاتی ہے تو ایسی اوسکا وقوع قطعی تھا ہی جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الْرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِثْنًا اَللَّهُ  
 اٰمِنِينَ مُخْلِفِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ اور نیز اوسکو فتح کے ساتھ بغیر ہتھیار  
 وَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا۔ اور اِذَا جَاَزَا نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۔ تو اس سے بہتر  
 فوق سلیم صاف سمجھ میں آتا ہی کہ یہ واقعہ دوسری۔ ثانی ممکن ہو کہ اس آیت کا  
 نزول بعد فتح مکہ کے ہو۔ رابعاً سنا کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کی ہی تاہم  
 عند شیعہ فتح مکہ پر حمل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عدہ اختلاف کو اذین  
 امنو و عملوا صلحت کے ساتھ تنقید کرنا بجز فیض خود ہم کے اہل ایمان و صلاح کو  
 ساتھ کرنا بالکل لغو ہوگا۔ اور قریب الذین امنو و عملوا صلحت کی سربراہ فصول ہو گی کیونکہ  
 حسب تصریحات قوم یہ امر بخوبی ثابت ہی کہ بعد کفار مکہ کے اختلاف حبسہ کا ملین  
 فی الایمان اور عالمین صالحات کو نصیب ہوا اور اس سے زیادہ اذن صحابہ کو نصیب ہوا  
 کہ بزرگ شیعہ بدتر از کفار تہی لغو و بائد من ذلک اور اگر سب مومنین اور عالمین صالحات  
 تہی تو احباب اوفاق ہم ہی یہ ہے کہ ہستی میں محتسب ممکن نہیں کہ اس آیت کا مورد  
 فتح مکہ ہو سکی کیونکہ اس آیت میں بعد اختلاف کی جو دو صفتیں ذکر فرمائی ہیں ان کا  
 مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہیں ہو سکتا اولاً اِشَادَہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ اؤنکر لیبی دین  
 پسندیدہ کو ممکن اور اسخ کر گیا اور دوسری فرمایا کہ اؤنکر مطلق خوف کو امن سے  
 بدل گیا اور امن نام حاصل ہو جائیگا اور یہ دونوں فتح مکہ کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوئی  
 کیونکہ جب دو سلطانین عظیمہ کسری و قیسری جو بالکل مخالف اسلام کے تہی پہلو پہلو  
 لگی ہو تھیں جنکو خاہری قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ میں اہل اسلام کو  
 کچھ نسبت نہ تھی تو ایسی دشمنوں کی صف میں جب تک وہ مغلوب نہ ہوں اور اؤنکر شوکت  
 و عظمت نہ ٹوٹی کیونکہ کہا جاسکتا ہی کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہو گیا اور خوف  
 امن سے بدل کر امن نام حاصل ہو گیا بلکہ نام عرب میں ہی اسلام شائع نہیں ہوا تھا

بلکہ علیٰ رحمہم حضرت کرامیہ اب اکثر منافقین و کفار و فساق تھی تو ایسی حالت میں کیونکر ہو سکتا ہے  
 دین اور امن نام حاصل ہو سکتا ہے تو اس سے بڑا شہدہ معلوم ہوا کہ اس آیت کا مورد نسخ  
 نہ نہیں ہو سکتا۔ شاید بجائے ہماری فاضل مخاطب کو یہ شبہ واقع ہو کہ حق تعالیٰ نے  
 فتح مکہ کے بیان میں ہی فرماتا ہے امنین مخلوقیں ہو سکر و مقصرین نہ لائنہا فوج سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ ایسا نسخ مکہ میں امن حاصل ہو گیا اور خوف زائل ہو گیا تو اس صورت میں  
 مصداق ولید لہم من بعد خوفہم امننا کا یہی واقعہ فتح مکہ ہو گا جو اب اس  
 شبہ کا یہی کہ یہ شبہ عدم تدبیر اطراف و جوانب کلام اور نظم کے ماقبل و مابعد میں غور  
 نہ کرنے سے ناشی ہوا ہے ورنہ اسے تحقیق امن اور امن فرق از میں و آسمان کا ہے  
 کیونکہ آیت سورہ فتح میں اس طرح واقع سے لندخلن المسجد الحرام انشاء اللہ  
 امنین مخلوقیں ہو سکر و مقصرین نہ لائنہا فوج سے مصداق واضح ہے کہ اس جگہ امن و  
 خوف دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو خوف تمکو دخول مسجد  
 کی دقت کفار کہ سیب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہونا وہ خوف  
 تمکو دخول مسجد حرام کے دقت ہو گا اور اس خوف سے تم امن ہو گی نہ یہ مراد ہے کہ تمکو  
 اس وقت امن نام اور عدم خوف کامل حاصل ہو جائیگا یہ کہ تو سر ہر واقع کے اور عقل کے  
 خلاف ہے جب تک دو سلطنتیں مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہیں ہرگز خوف  
 زائل نہیں ہو سکتا اور امن نام حاصل نہیں ہو سکتا تو تقریبہ سیاق نظم ماقبل میں آنے  
 والے سے مفہوم ہو سکتا ہے کہ اس جگہ امن و عدم خوف سے مراد یہی جو کفار کہ سے حاصل  
 ہوا اور آیت سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے۔ لیستختلفنہم فی الارض ولما یکن  
 لہم ینہم الذی ارتضیٰ لہم ولیدلنہم بعد ذلک امننا انفسہم کے سیاق سے بڑا شہدہ واضح ہے  
 کہ حق تعالیٰ نے شانہ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو جانشین فرمایا جسکی سبب سے  
 تمہارا دین تمام اویان پر غالب ہو گا اور یہودی دین کو مستقر و متکثر نہ فرمایا اور حقیقت

کفو کفار کی شوکت ہر سب ٹوٹ جائیگا اور نگہ خوف کے ہلی امن میں سلسلہ از زانی فرمایا  
 جسکو توڑی سی ہی نہیں ہو وہ اس نظم کے سیاق سے اور اطراف و جوانب میں تدبیر  
 کرنے سے سمجھ سکتا ہی کہ اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ شانہ نے حصول امن اور  
 زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہے: "و امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت  
 کسریٰ و قیصر کے ہو گا چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی طرف اشارہ فرمایا  
 و سبیلک ملک امتی و روی منہا پس کوم ہوا کہ یہ حصول امن در زوال خوف و دہرہ  
 اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اسکو دیکھیں کہ کسکی تو اس موعود کا منتہی کہ پر  
 حاصل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان ہی نظم کلام سے صاف واضح ہے کیونکہ  
 اولاً حق تعالیٰ شانہ نے یہ وعدہ الدین امنوا کہ تم فرمائی جو حقیقہ جمع ہو اور باعتبار معنی حقیقی جمع کہ  
 کلمہ اس کے معنی میں فرما ہونا لابدی تا کہ معنی حقیقی جمع صاف و امین صاحب الموصول کے لکھا ہو  
 فائدہ اقل مراتب صیغۃ الجمع الثلاثۃ علی الاصح و قبل اقلھا انسان  
 بہر کیف اقل مراتب صیغۃ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہیں پس اگر ایک فرد بہ  
 محمول کیا جاوے گا تو معنی مجازی پر مجموعہ ہو گا اور حال علی الحجاز جب تک حمل علی حقیقہ  
 مستند ہو جائز نہیں ہے اور بیان کوئی قرینہ قائم نہیں ہے کہ جو معنی حقیقی سے صاف  
 ہو صیرورت الی الحجاز کو مقتضی ہو تو اسکا حاصل کرنا امام مہدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد ہیں  
 جائز ہوا تا نیا یہ وعدہ حق تعالیٰ شانہ نے حاضرین عند نزول المائتہ کے ساتھ فرمایا  
 چنانچہ ارشاد: وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنہم یعنی خدا نے  
 وعدہ فرمایا ہے تم میں بعض اداں لوگوں کو کہ لی جو مومنین اور عاملین صالحات میں کہ انکو  
 اپنی رسول کا جانشین و خلیفہ بناوے گا تو یہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابقین میں معاملہ سے  
 گذارش ہو چکا ہے و ما وضع لخطاب المشافہۃ لایع بصیغۃ من یا خیر عن من الخطاب

اور یہی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سخصین میں اور انکی خلافت کے محل کرنے پر نہ کوئی دلیل دالت کرتی ہے تو یہ آیت انکی خلافت پر حسب قاعدہ معمول معین ہو سکتی  
تالشاً خداوند کریم جل علائہ لے اس اختلاف کو اس اختلاف کے ساتھ تشبیہی ہی  
جو انبیاء سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیاء کے انکی خلفاء انکی جانشین  
ہوتی تھی اور انکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقی ماندہ نبوت حق تعالیٰ کے انکی  
ماہیوں پر پوری فرمانا تھا اور ظاہر ہے کہ جب انبیاء سابقین کے جانشین انکی ج  
خلیفہ ہوتے تھے اور مہات خلافت کو سر انجام فرماتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
کو بعد حضرت یوشع انکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو خلافت انکی بعد گذرنی دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ مستلزم نقصان مرتبہ  
رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نسبت انبیاء سابقین کے تشبیہ ناقص و ناممکن ہوگی  
کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت دشنہ ممکن ہوئی اور آخر تک انکی  
دفعہ کا علیہ السلام حالانکہ انبیاء سابقین کے خلفاء انکی بعد ہی ممکن گئی تھی تو اس سے بدتر  
معلوم ہوتا ہے کہ انکی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت نسبت انبیاء گذشتہ کے کم ہی اگر اس  
کا پنج سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور اسی رسول کا جو فضل الہی ہو تمام زمانہ امتداد  
نبوت میں بعد دی چند سال کے واپسی ایک خلیفہ کو نمکین عطا ہوئی اور باقی تمام زمانہ انکی  
و شقاق و کفر و فسق سے مملو رہے تو وہ اختلاف کہا وقت رکھ سکتا ہے اور ان انبیاء کے  
کیونکہ کم ملے ہو سکتا ہے کہ جبکہ خلفاء و ادعیاء انکی متتابع پیدا ہوئی اور وقتاً فوقتاً بحمدہ  
دین اور حیاتی شریعت کرتے رہی اور یہ تشبیہ کیونکہ تشبیہ نام ہو سکتی ہی اور باقی بقعہ  
جب انکی نمکین ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ خائف و محتفی رہی وہ خود بین سے قطع  
ہو گئی کیونکہ انکا وجود و عدم برابر ہو گیا تو اس تشبیہ صحافت بدلتہ ثابت ہوا کہ اس  
اختلاف سے اختلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ اختلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ السلام کے متعلق متنازع ہوا اور خدا تعالیٰ نے اس کو تسلط اور تمکین عطا فرمایا اور اس سے  
 عالم میں دین شیوع پذیر ہوا اور وہ استخلاف و بخت خلافت خلفاء اربعہ کے اور کوئی نہیں  
 اور اس کی اہمیت و قرب پر وہ روایت ہی دلالت کرتے ہیں جو صفاتی میں یہی آیت کے  
 تفسیر میں مذکور ہے۔ و فی الجوامع عن النبی علیہ السلام قال نزدیکیت لی بالارض  
 فاریت مشارقھا و مغاربھا و صیبلغ ملک امتی لازوی لے منها اچھے نحو کی  
 چوٹے چوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ میں مستقبل قریب کا فائدہ دیتا ہی جس سے  
 معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام شائع ہوئے والا ہی اور یہ تمام مشارق و مغارب  
 زمین کے جو حضرت کو دکھائی گئی ہیں وہ عنقریب مملکت اسلام کہیں داخل ہوگی  
 اور دوسری روایت جو صفاتی میں مروی ہے وہ یہی ہے کہ گویا مسدق ہی قال ودوی  
 المقداد عنہ انه قال لا یبقی علی الارض بیت مدر ولا دیار الا ادخلہ اللہ  
 الاسلام بغیر یزید ذل ذلیل امان بغیرہم اللہ فیجعلہم من ابلیس و اما ازید لہم فی کل  
 لعلو ملک شیعہ ہی اس آیت کا امام مہدی کی نسبت جس کے نام صحیح نہوا۔ رابعاً حق تعالیٰ  
 شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کی ارشاد فرماتا ہے ومن کفر بعد  
 ذلک فاولئک سقوہم عذاباً عظیماً اس نعمت کے جو لوگ اسکی ناشکری کریں گے وہ جہنم  
 میں اس سے اشارہ اس طرف ہے کہ بعد حصول استخلاف بعض اہل ایمان و صلح میں اچھا  
 اسی ضمن میں عند نزول الایۃ جنگی تعداد جمع تک پونچھکی اور تمکین و استقرار میں اور  
 بعد تبہ خوف از اس اس نعمت کا کفران واقع ہو گا تو خداوند تعالیٰ شانہ نے

اس تفسیر جامع میں نبی علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرمایا سیئٹی گئی میری اپنی زمین اور اسکی مشرق و مغرب  
 کنہ دکھلا دیا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک طائک پونچھک جاتک میری اپنی سیئٹی گیا ہے۔ ۱۰  
 روایت کی ہے کہ فرمایا میں پہلے ہی گھر میں اور اندرون گاہی دیکھتا ہوں کہ اسلام کا داخل کرے گا کسی بڑی فزیت کی تہ  
 با کسی بڑی فزیت کی تہ با کسی بڑی فزیت کی تہ با کسی بڑی فزیت کی تہ با کسی بڑی فزیت کی تہ

بطور تحلیف اور بصورت تحذیر کے اون لوگوں کی وصف کی خبر دی کہ جو مصداق اس کفرانِ نعمت کی  
ہونگے اور چونکہ خلافت امام مہدی میں اس طرح نہیں پایا جائیگا۔ تو اس واسطیٰ اس آیت کو  
خلافت مہدی پر محمول نہیں کر سکتی اور ظاہر ہی کہ یہ کفرانِ خبریہ زمانہ خلفاء اربعہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جس طرح جناب رب العزت غراسمہ نے خبر دی تھی کہ اول اختلاف  
ہوگا۔ پھر تکلیف دین اور تبدیلِ خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کی طرف ایسا فرمایا تب اس طرح  
واقع ہوا اول اختلاف ہو کر تکلیف دین اور تبدیلِ خوف واقع ہوئی بعد اس کے کفرانِ نعمت کا  
قاتلین عثمان رضی اللہ عنہم واقع ہوا تو اس سے بدایت ثابت ہوا کہ مصداق  
اس آیت کا خلافت مہدی وہ نہیں ہو سکتی بلکہ خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم پر خاصاً  
ہم کو اس پر ان دلائل کے بیان کرنا کی کچھ ضرورت نہیں کہ یہ آیت سوائے خلافتِ خلفاء  
اربعہ کو کسی دوسری خلافت پر محمول نہیں کیونکہ جناب سیر رضی اللہ عنہ خود اسکا فیصلہ فرمادیا اور اسکا  
تفسیر جکا دیا آپ نے فرمادیا کہ اس مع عدہ کا زمانہ وہی ہے جو خلافتِ خلفاء کا زمانہ ہے اور  
اسکی موعود اہم ہی حضراتِ خلفاء رضی اللہ عنہم میں کیونکہ وہ مصداق تمام اوصافِ نبوت اور  
فی آیات کے ہیں اور طرفہ یہ کہ اسکا شریف رضی اللہ عنہ علیہ السلام نے نقل فرمایا ہے چنانچہ بعض  
ہم وہ خطبہ شرح پنج البیان سے نقل کرتے ہیں اور جو چند جگہ شارح ابن ہشیم نے اپنی شرح میں  
اس آیت کو طرف اشارہ کیا ہے اسکو نقل کرینگے خطبہ یہی ہے ومن کل کلامہ وقد  
انتشارہ عمر بن الخطاب فی الشیوخ لقتال الفرس بنفسہ من ہذا الامر لہم یکن نصرہ  
ولاخذ لاند بکثرة ولا یقلۃ وھو دین اللہ الذی اظھر وجہہ الذی اعد  
وامدہ حتی بلغ ما ینزع وطلع حیث طلع ونحز علی موعود من اللہ واللہ متفق علیہ  
واما وجہہ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخیر ما یجمعہ ویضمہ فان  
انقطعت النظام تفرق وذهب شریعتہم یجد افیک ابد او العرب الیوم وان  
کانوا قلیلاً فھم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدراجی

نقد خلافت ہے۔  
جب ان کا بیان میر و عدہ اختلاف کرے اور ان کا وقت خلافت نہ ہو

بالعرب واصلاهم دونك نارا لحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت  
عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون مائع وراك من العوراء  
اليك مما بين يديك ان الاما جمات ينظروا اليك غذا يقولوا هذا اصل العرب  
فاذا اقتطعتوه استرحتم فيكون ذلك اشد لقلبهم عليك وطعمهم  
فيك فاما ما ذكرت من سيد القوم قتال المسلمين فان الله سبحانه هو  
اكرم بسيرهم منك وهو اقدر على تعبهم منك. واما ما ذكرت من عدد دهم فانهم  
يكنون قتال فيما مضى بالكثرة وانما كان قتال بالنصر والمعينه انتصر. اگر چه اس را بشا و  
سوی محبوبی شمار فوایدی مثل میوه بین یکدیگر بسبب خونت طولانی نسبی اعراض و اغماض کرده  
پای به مالک حرت جگر هم در پی می بین بجوئے کرتے ہیں وہ یہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ  
میں زمانہ مبہول موعود آیت سر پاداشت کہ زمانہ نلقا کا قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ  
میں فرمایا جس کا غلبہ موعود ہی اور اس شکر کو وہ شکر فرمایا جو اللہ کا شکر ہی اگرچہ اس  
جسبہ پر ہی یہ مضمون واضح ہے لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہ مدعا اشکار  
طوریہ ثابت ہوتا ہے۔ پہلی ہم جو کچھ تارح ابن میثم اس خطبہ کے شرح میں تحریر فرماتے  
میں لکھتے ہیں وَقَوْلُهُ اِنَّ هَذَا اَمْرٌ اِلَى قَوْلِهِ لِلْاجْتِمَاعِ صَدْرًا لِّهَلَاكِنِي عَلَيْهِ  
الْمَرَايَ فَقَدْ رَفِئَهُ اَوْ لَا اِنْ هَذَا اَلْاَمْرُ اِى اَمْرَ الْاِسْلَامِ لَيْسَ نَصْرُهُ بَكْرَةً وَلَا  
خَذْلُ كَيْفَلَةٍ وَبِنَه عَلَى صَدَقِ هَذَا الدَّعْوَى بَانَهُ دِينَ اللّٰهِ الَّذِى اَظْهَرَهُ وَجَنُودَهُ  
هِيَ جَبْدُهُ الَّذِى اَعَدَّهُ وَاَمَدَّهُ مِنَ الْمَلَايِكَةِ وَالنَّاسِ حَتَّى بَلَغَ هَذَا الْمَبْلَغَ

لے قول ابن زلامری قولہ للاجتماع تک کلام کا صدر ہی تاکہ سپہ راہی قائم کری۔ نو پہلی یہ ثابت کیا  
کہ اس امر یعنی اسلام کی تسخیر کچھ کثرت پر ہی اور نہ اسکی شکست کچھ قلت پر ہی اور اس دعویٰ کے صدق  
پر اسطرح متنبہ کیا کہ وہ اللہ کا دین ہی جسکو نہ لب کیا اور اسکی شکست نہ لگا کہ جسکو تیار کیا اور جسکی شکست  
اور آدمیوں کی۔ اکی یہاں تک کہ اس مرتبہ میں پوچھا اور شہر ذکی کنہ روئین نکلا۔ ۱۲۔

وطلع في اقل البلاد حيث طلع ثم وعدنا بموعد هو انصروا لخلبة الاستسلام  
 في الارض كما قال وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفهم  
 في الارض كما استخلف الذين من قبلهم الآية وكل وعد من الله فهو منجز لعدم  
 بخلف في جزه وقوله فامر جنده يجره يجره النتيجة اذ من جملة وعده نصر جنده  
 وحده هم المؤمنون فالمؤمنون منصورون على كل حال سواء كانوا قليلين  
 او كثيرين ثم شبه مكان القيم بمكان الخيط من العقد وحده التشبيه هو قوله  
 يجمع ويضم الى قوله ابداء آخر شرح ما في جو نهايت طویل عرض می اور اس خطبہ  
 شرح کی آخر میں پیر تحریر فرمایا <sup>۵۱</sup> واما ما ذكرت من عدد هم الخ فهو ان عمر ذکر كثرة القوم  
 وعدد هم فاجابة بتدكير قال المسلمين صدر الاسلام فانه كان من غير كثرة و  
 اما كان نصر الله ومعونه فينبغي ان يكون الحال بالان كذا لك فهو يجرى مجرى  
 التمثيل كما اشارنا اليه في الشورة الاولى وعد الله تعالى المسلمين بالاستخلاف  
 في الارض وتمكين دينهم الذي ارتضى لهم وتبديلهم بخوفهم اما كما هو مقتضى  
 الاية بقدر الحاجة اس خطبة کے الفاظ سے اس شہادت و بیان شامع شہادت حقیقت  
 خلافت ایسا بیان ہی کہ جس کی بیان کا حاجت نہیں سلام و ازین دوسرے خطبہ جو منج البلا  
 میں منقول ہے۔ ومن كلام له وقد شاوره عمر في الخروج الى غزو الروم بنفسه

سے پیر ہم ہی وعدہ فرمایا اور سخاورد علیہ اس کا میں جاشین کرنا ہی چنانچہ فرمایا وعدہ الله الذين امنوا منكم وعملوا  
 الصالحات ليستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم الآية اور الله کا جو وعدہ ہے وہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ اس کی خبر میں خلا  
 نہیں ہو سکتا اور قول فامر جنده نتیجہ کے نام مستعمل ہو کیونکہ منجسہ اس کی وعدہ کے اپنی شکر کی مدد ہی اور اس کا  
 لشکر سوس ہین تو میں ہر حال منہ میں خواہ ہوڑی ہوں یا بہت پیرالم کم مرتبہ کوڑی کہو یا کہ شہید دی اور شہید  
 قولا عیدہ یضمی ہی قولا ابداء کہ ۵۲۔ قولا اما ما ذكرت من عدد هم الخ وہ یہی کہ عمر تو کم کثرت قولا ابداء کہ کہتا تو پیر  
 صدر اسلام میں مسلمانوں کا کہ ایک اور کچھ ایک اور کثرت نہیں بتا بلکہ قرآن کی مدد پر بتا تو اب یہی حال ہونا ہی ہے تو قیام

وعدہ الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم الآية اور الله کا جو وعدہ ہے وہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ اس کی خبر میں خلا نہیں ہو سکتا اور قول فامر جنده نتیجہ کے نام مستعمل ہو کیونکہ منجسہ اس کی وعدہ کے اپنی شکر کی مدد ہی اور اس کا لشکر سوس ہین تو میں ہر حال منہ میں خواہ ہوڑی ہوں یا بہت پیرالم کم مرتبہ کوڑی کہو یا کہ شہید دی اور شہید قولا عیدہ یضمی ہی قولا ابداء کہ ۵۲۔ قولا اما ما ذكرت من عدد هم الخ وہ یہی کہ عمر تو کم کثرت قولا ابداء کہ کہتا تو پیر صدر اسلام میں مسلمانوں کا کہ ایک اور کچھ ایک اور کثرت نہیں بتا بلکہ قرآن کی مدد پر بتا تو اب یہی حال ہونا ہی ہے تو قیام

قد توکل الله لا اهل هذا الدين باعرازا الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم  
 قليل لا يتصرفون ومنعهم وهم قليل لا يمنعون حتى لا يموت انك مني نسر الى هذا  
 العد وبنفسك فقلهم قنك لا يكن للمسلمين كانه دون اقص بلادهم ليس  
 بعدك مرجع يرجعون اليه فابعد اليهم رجلا مجربا واحضرمعه اهل البلاد والنسب  
 فان اظهر الله قد لك ما تحب وان كان الاخرى كنت ردو الناس ومثابة  
 للمسلمين بكم شرح من شرح ابن ميثم فرماتے ہیں۔ قوله وقد توکل الله الى قوله لا يموت  
 صدر لهذه النصيحة والراي فيه على وجه التوکل على الله والاستناد اليه  
 هذا الامر وخلاصتها انه ضمن اقامه دينه واعزاز حوزة اهل وكنى بالعورة عن  
 هتك السر في النساء ويحتمل ان يكون استعارة لما يظن عليهم من الذل والفقر  
 لو اصابوا فضمن ذلك سبحانه ستر ذلك بافاضته نصر عليهم وهذا الحكم من قول  
 تعالى وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف  
 الذين من قبلهم ولهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من قبلهم  
 انما انتی بقدر الحاجة اس سے صاف ظاہر ہے کہ صدق اس آیت کا زمانہ خلفاء و خلیفہ  
 نہیں ہیں اور اس وعدہ کے سوا کوئی خلفاء و خلیفہ نہیں اور انجا اس وعدہ کا زمانہ خلفاء و خلیفہ میں  
 اور مثل آیت کے نیم فور روشن ہے کہ جب اب امیر خلافت خلفاء کو حق اعتقاد فرماتے تھے  
 کہ قولہ قد توکل الله سے تو دلایموت تک اس ای نصیحت کا صدر ہی حسین اللہ پر توکل کرنے اور اس  
 عرف سپہ سالار کے چہنہ فرمایا ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کے قائم رکھنی اور دین کو کھلی  
 دین کا ضامن ہو اس کی بظہورت کی تہ عورت کی پر دگی کو نہایہ کیا اور احتمال ہے کہ یہ اس کی سی ہتھارہ جو عزت  
 و سختی ان کی پوشی کے اگر مغلوب ہوں تو خدا تعالیٰ اس کی پر دہ پوشی کا ضامن ہوا۔ اپنی بدو کے بھیجے کی تہ  
 اور یہ کہ قولہ وعد الله انکم عملوا الصالحات لیستخلفنکم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم دیکھیں  
 ہم دینہم الذین ارتضیٰ ہم ولیدلہم من قبلہم انما سے اخذ ہے ۱۲

اور آپ کو یقین تھا کہ جو کچھ وعدہ خداوند تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ تکمیل میں اور تبدیل میں  
 اور حفظ و حمایت اور غالبہ مصیبت کی فرما کی میں اور سب کے انجام کا وقت یہی رہا  
 خلفاء کا ہے اور جو کچھ مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کے خلاف مہدویہ پر حملہ کر کے  
 کی کوشش کی ہے وہ بالکل سبکی خالی ہے اور جس قدر توہمات لاطالہ اس آیت کے  
 خلاف مہدویہ پر کرنے میں کی ہیں وہ سب کو باہنثور ہو گئیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوا  
 کہ وہ سب تو وہ تو وہ روایات جو جناب امیر سی درباب گایت غضب خلافت خلفاء کی  
 نسبت کے گئیں ہیں وہ سب محض افتراء و اختلاق ہیں۔ اور خلافت خلفاء  
 امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہے اور حضرات خلفاء امام برحق اور خلیفہ راشد ہیں جناب  
 امیر کے اس ارشاد سے کام شکوک و شبہات و غلبان و احتمالات رفع ہو گئی اور محمد اللہ  
 علی ذلک دلیل ثالث ثبوت حقیقت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم پر وہ خط ہی  
 جو سابق میں بھی منجی البلاغتہ اور اسکی شرح سے بغیر سیر نقل کیا گیا ہے اہم بعد  
 فان بیعتی بالمدينة لزمانك وانت بالسنام لامة بايعني القوم الذين بايعوا ابا بكر  
 وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهدان خيار ولا للغائب ان يرد  
 وانما الشورى للمهاجرين والا نصار فاذا اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان  
 ذلك لله رضى فان خرج من امرهم خارج بطعن اربعة ردود الى ما خرج منه  
 فان ابى قاتلوه على اتباعه غير سبيل المؤمنين وولاة الله ما تولى وليصله جهنم  
 وساءت مصيرا وان طمروا الزبير بايعاني ثم نقضوا بيعة فكان نقضها كرمها  
 فجاهدتها على ذلك حتى جاز الحق وظهر امر الله وهم كارهون فادخلها فدخل  
 فيه المسلمون فان احب الامور لك فيك العاقبة الا ان تعرض للبلاء فان كثر  
 قاتلك واستغنت بالله عليك وقد اكرت في قتله عثمان فادخل فيها دخل  
 فيه الناس ثم حاكموا القوم الى احوالك واياهم على كتاب الله فاما تلك التي تريد

خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کی ثبوت حقیقت کی تفسیر و دلیل پر ابیاد و ثابت ہے۔

حذ عن الصبي من اللبن ولعنه وان نظرت بعقلك دون هواك لتجد  
 ابو قرين من دم عثمان واعلم انك من الطلقاء الذين لا يتصل بهم الخلافة  
 ولا يتعرف فيهم الثوري وقد ارسلت اليك جريد بن عبد الله وهو من اهل  
 الايمان والهجرة فبالع ولا قوة الا بالله اسلم ستمون حقيت خلافت خلفائهم  
 مثل آفتاب کے روشن ہی۔ اور غایتہ کوشش علماء شیعہ کے اسکر تاویل میں یہ ہے کہ اسکو دلیل  
 کہ اپنی مذہب کے جان بچا ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسی ہی دایمی اور پرج تاویلات بلکہ تحریفات  
 سے ناموس مذہب گیر و دار علماء اسی مضمون ناموں نہیں رہ سکتا ع کف محلست  
 کہ ہر کتب وریا گرد + چونکہ ہم بوجواللہ وقوتہ اس دلیل کے تحقیقی ہوگا اثبات اور الزامی ہوگا  
 ابطال سابقین عنقریب کرانی ہیں۔ ایسی حاجت اعادہ و ضرورت تطویل بحث نہیں  
 دیکھیں دلیل رابع ہم البلاغت میں ایک خط آپ شریف رضی نے اپنی عادت  
 شریفہ کی موافق کلام طویل سے منقظاً نقل کیا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ ومن کلام  
 لا یجری مجری الخطبة فقمت بالمرحین فسلوا الم اس خطبہ کو خاتمہ کی عبارت  
 یہ ہے فنظرت فی امری فاذا اطاعته قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی  
 عنق لغیرک عاقل ان جسم کو کو ظر غور سی بکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا ثبات  
 کری اب سنی شارح ابن تیمیہ اس سے واضح تر اور صاف فرمایا ہے میں اور کلمات نقل  
 کرتا ہوں فوجلا فنظرت فی امری فیہ احتمالان احدهما قال بعض  
 الشارحین انه مقطوع من کلام یدکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان معہ ودا الیہ ان لا ینزع فی امر الخلاف فہل ان

بیان حقیقت خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۱۵ مینی اپنی امر میں سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سابق ہر چلی تھی اور غیر کا سباق میر  
 میں تھا ۱۶ تو رفتہ رفتہ ن امری الخ امین ہو احتمال میں ایک تریہ ہی کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہ  
 اس کلام میں سے مقطوع ہی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کی بھی حال اور یہ کہ آپ ہی  
 عہد لیا گیا کہتے کہ امر خلافت میں جہگڑا نہ کریں - ۱۲ -

حاصل بالرفق والا فلیس بقوله فنظرت فی امره فاذا طاعنی سبقت  
بیعتی ای طاعنی لرسول الله صلی الله علیه وسلم فیما امرت به من ترک القتال <sup>سبقت</sup>  
بیعتی للقوم فلا سبیل لے الامتناع منها وقوله واذا الميثاق فی محققه لغیرہ  
اسے ميثاق رسول الله صلی الله علیه وسلم وعہدہ الی بعدم الميثاق وقيل  
الميثاق ما لزم من بیعة الی بکرب بعد ایقاعها ای فاذا سيق القوم قد انزل  
فلم تمکن الخافقه بعد الاحتمال الثاني ان <sup>یكون</sup> ذلك فی تضجیر  
ونبر من نقل اعباء الخلافه وتکلف مدارات الناس علی اختلافی هو  
ویكون المعنی الی نظرت فاذا طاعة الخلق واتفقتم علی قد سبقت بیعتهم  
واذا امینا فہم قد جاز فی غنقہ فلم اجد بدا من القیام بامرهم ولم یسجن عند  
الله الا التہوض بامرهم اور دیگر اثر میں لکھا واول الشہابین الشارحین عاقل خباب  
اسیر کی کلام میں تامل کری اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کری اور دیکھیں کہ خلافت صدیقیہ کا  
ثبوت حقیقت اس کلام سے کس منہج و راحت و ظہور و بدایت کے ساتھ ہو رہا ہے منہج  
اور کو مختصر مگر عرض کرتا ہی کہ شارح کے بیان سے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام دوسرے کلام سے  
مقطوع ہے جس میں اپنودہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا کہ  
ہم عمرارت جو شارح نے بڑھائی ہے روانہ کان معہود الیہ ان لا ینازع فیہا

۱۔ ہا اگر نرمی سے محسوس ہو جائے مباد نہ بازوین بیان فرما رہی ہیں پس آپکا ارشاد (کہ میں اپنی  
امر میں سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سی سبقت کر چکے تھے) یعنی میری طاعت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترک قتال کے باب میں میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو اب  
اوس سے باز رہنی کی طرف رستہ نہیں ہے اور آپکا ارشاد (اور ناگاہ اخیر کا ميثاق میری گردن  
میں تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ميثاق اور عہد عدم سنازعیت میں اور بعض کہتے ہیں کہ ميثاق وہ ابو بکر کی بیعت  
تھی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہو گئی تھی نیز قوم کا ميثاق جب کو لازم ہو گیا تو بعد اسکی مجسّم مخالفت نہ ہو سکتی اور  
امثل میری کہ یہ آپکا ارشاد ہوا کہ خلافت کی بدستور شک اور نیز لیری میں اور لوگوں کی عداوت کی تحف میں باوجود  
اختلاف ہونے کے ہم اور میری بیعت کی کیا لگا کہ میری طاعت کرنا اور پھر اتفاق کرنا اور میری سبقت سے

اور اگر نرمی سے محسوس ہو جائے مباد نہ بازوین بیان فرما رہی ہیں پس آپکا ارشاد (کہ میں اپنی امر میں سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سی سبقت کر چکے تھے) یعنی میری طاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ترک قتال کے باب میں میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہو چکی تو اب اوس سے باز رہنی کی طرف رستہ نہیں ہے اور آپکا ارشاد (اور ناگاہ اخیر کا ميثاق میری گردن میں تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ميثاق اور عہد عدم سنازعیت میں اور بعض کہتے ہیں کہ ميثاق وہ ابو بکر کی بیعت تھی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہو گئی تھی نیز قوم کا ميثاق جب کو لازم ہو گیا تو بعد اسکی مجسّم مخالفت نہ ہو سکتی اور امثل میری کہ یہ آپکا ارشاد ہوا کہ خلافت کی بدستور شک اور نیز لیری میں اور لوگوں کی عداوت کی تحف میں باوجود اختلاف ہونے کے ہم اور میری بیعت کی کیا لگا کہ میری طاعت کرنا اور پھر اتفاق کرنا اور میری سبقت سے

الخلافة بل ان حصل له بالرفق والا فليمسك ولالت کرتے ہی کہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور سلوک تھا کہ بعد وفات شریف کے خلافت اہل کمال  
ہو گئے اور چونکہ اس وقت اہمیت و صلاحیت خلافت چند اشخاص میں دائر تھی جنہیں  
جناب امیر ہی اس وصف الہیہ للخلافت میں شریک تھے اور حسب تصریح علامہ ابن سیرین  
کو شرح خطبہ شفقہ میں ثابت ہے کہ حضرت امیر کو استشراف الی الخلافت تھا اور دوسرے  
بیت جگہ سے ہی شرح پنج البلاغت میں یہ ثابت ہے چنانچہ وقت معیت حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی احق بہا من غیرے اور شارح  
اسم شرح میں بطور اعتراض و جواب کے لکھا ہے فان قلت السؤال من وجهین الاول  
ما وجه منافستہ فی هذا الامر مع انہ منصب متعلق بامور الدنیا و لا  
مع ما اشتهر من الزهد فیہا والاعراض عنہا و دفعہا و رفضہا قلت الجواب  
عن الاول ان منصب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منصباً دنیائاً و  
ان کان متعلقاً باصلاح احوال الدنیا لکن لا لکونہا دنیائاً بل لانہا  
مضار الاخرة وضررہا الخ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر رغبت و استشراف  
الامارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بعد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسری  
حاصل ہو تو سنا زعنا کرنا کیونکہ جسکو حاصل ہو گی وہ اہل مخالفت ہو گا اور جسیہ غیر اہل مخالفت  
کو ایسی ہرگز تسلیم نہ کریں گے پس جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اسکو سنا  
سنا زعت ممنوع ہوئی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا لقد علمتم انی احق بہا من غیرے

لے اس جگہ اعتراض دو ہے پہلی یہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق اصلاح امور دینیہ ہے اور انچاہی  
زید اور اعراض اور ترک مشہور ہے۔ پیرا دسین اگر رغبت کی کیا وجہ ہے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سنا  
منصب اگرچہ احوال دنیا کو اصلاح کے متعلق ہے تاہم منصب دنیادی نہیں ہو سکتا اور نہ متعلق دنیا و دنیا  
جنسیت دنیادی ہو سکتا نہیں ہے بلکہ اس شخصیت سے کردہ آخرت کی کمینہ کے جگہ ہے۔ ۱۲۔

والله لا سلمن ما سلمت امور المسلمين شارح کچھ شرح میں کہتا ہے و فیہ اشارۃ الی  
ان غرضہ من المناقشۃ فی هذا الامر هو صلاح حال المسلمين واستقامت  
امورہم وسلامتہم عن الفتن وقد کان لہم ممن ملف من الخلفاء  
استقامۃ امر الخ ماقال۔ تو ان کے خلافت کو اسی شرط کے ساتھ تسلیم کیا کہ جو  
شرط خلافت راشدہ کو ہی گویا یہ فرمایا کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کروں گا اور نہیں  
اور اگر مطلقاً عدم مناعت کا عہد لیا گیا ہے تو یہ آپ کا ارشاد و ماؤ اللہ ہے اسے لغو  
ہوگا اور خلافت بدعت رسول کے ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے زمانہ خلافت میں مناعت  
و مناقشہ نہیں فرمایا اور امیر موعود کے ساتھ منازعہ فرمائی اور یقیناً کچھ خوف نہ فرمایا۔ اور  
مطلقاً عدم منازعہ مہود ہی تو آپ کا یہ مناقشہ امیر موعود کے ساتھ منازعہ خلاف  
مہود ہی اور باعث ثوران فتن تو اگر خوف فتن کی وجہ سے خلافت کے ساتھ ترک مناعت  
کی تو یہ ان ظاہر وقوع فتن بہت تو وعدہ ہوا کہ آپ نے عدم منازعت ہی وجہ سے نہیں  
فرمائی کہ وہ خلافتیں راشدہ نہیں و غیرت کا ارشاد ہی عدم منازعت کی بابت گواہ ہے  
اسی شرط کے ساتھ ہے کہ اگر مسلمان سیاست میں تو عدم مناعت مہود ہی یعنی اگر  
خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت مہود ہی حاصل ہوگی یہی استثنائ کی وجہ سے عہد  
منازعہ لیا گیا ہے اور اصل یہی کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشدہ ہوگی اور اس کے ساتھ منازعت  
نہی اور اس کی نفی کے تدبیر لیتا بلکہ تمہاری یہی اگر اس کے حصول باریق ہو سکے تو فہما  
کیونکہ مجسمہ صحابین للخلافت کو ایک آپ ہی میں اور اگر حصول اس کا باریق ہو اور اصل  
حل و عقد آپ سے بیعت نامین بلکہ کسی دوسری بیعت کر لین تو اس پر منازعت سے باز  
رہنا چاہی اور اس عبارت سے یہی صریح استفادہ ہی کہ اس وقت تک خلافت حاصل

۱۔ اور اسمین اہل بیت انارہ ہو۔ آپ کی نوا میں خلافت میں رعیت سے مسلمانوں کے حال کی درستی اور ان کی ہانوں کی  
ستقامت اور ان کی فتنہ سنی سلامتی ہی اور گذشتہ خلفاء کی یہی استقامت اور درستی امر کی حاصل ہو۔ ۱۱۔

جناب امیر کو نہیں ہوا تب ظاہری کہ ضمیر حاصل کے امر خلافت کی طرف راجع ہی اور یہ مسئلہ  
 مدخل ان شرطیہ کا ہے جو باعتبار اپنی اصل و نفع کی شکوک پر داخل ہوتا ہے معنی یہ ہوئی  
 کہ اگر تمہاری یہی حصول امر خلافت سببیت ہوگی تو فیہا اور اگر حصول نہ ہو۔ تو  
 سنا زعمت سے باز رہنا چاہیے غرض حصول امر خلافت حضرت کی یہی شکوک ہی اور یہ خوف  
 اس پر ہی کہ اگر رعیت اہل حل و عقد کے آپ کے ساتھ واقع ہوگی تو حصول خلافت ہوگا  
 ورنہ نہیں تو اس سے صحت منصبیت ثابت نہ ہوتی جناب بظاہر ہوگی اور حصول امر خلافت  
 وارد رعیت اہل حل و عقد پر ہو خیر بعد ایک جملہ متفرقہ متجاوز بیان میں مذکور ہوا کہ  
 مقصود یہ ہے کہ اس عبارت سے بظاہر عبارت خطبہ ثانیہ و ثلثہ کا اسلمن و اسلمت  
 امور المسلمین مثلاً آفتاب روشن ہے کہ بعد مدو نہ نہ صرف اسوہ سے تھا کہ جو خلافت  
 واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور امامت حقہ ہوگی اور اس کی ثبوت سے جو آفت کہ مذکور ہے ہم پر واقع  
 ہوئی بے پایان اور اس کا بیان خارج از حد امکان ہو اس کی وجہ دوسرا جس کا جو جناب امیر  
 کی کلام میں ہے نہج البلاغہ میں مذکور ہے یہی فقرات نے امرے فاذا اطلعت قد  
 سبقت بیعتی یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معنی اپنی امر میں  
 کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاقت میری بیعت سے سبقت کر چکی تھی جس سبب کی ترکیب  
 ملاحظہ فرمائیے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی میں مصدر مضاف ظرف یا مستظہر ہو رہا ہے اور  
 اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ مصدر مضاف الی المفعول ہو اور اس کا فاعل مخاطب ہو  
 اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر مضاف الی لفظ ہو اور مفعول مخاطب ہو احتمال اول چند وجوہ کو  
 بظاہر ہے اولاً یہ کہ صاف ہے کہ مفعول خود قلیں میں چہ تھے سائل خود میں تھے اور یہی شرح  
 تھائی میں ہی وقد یضرب فی المصباح الی المفعول سواء کان مفعولاً یا

بہ کہیں مصدر مفعول صرف مفعول بہ صرف یا مفعول ثانوی کے نسبت

او طرفاً او مفعولاً علی علی قلة بالنسبة الى الفاعل اور رضی شرح کا فیه مفعولاً علی علی لکھا  
 واما ایضاً فان الی المفعول اذا قامت القرينة علی کونه مفعولاً اما بحی نالیم له  
 منصوب حملاً علی المحل نحو عجبته ضرب نید الکریما و بحی الفاعل بعده صرح  
 بقوله ۱۰ امن رسم دارمربع ومصیف لعینیک من الثون وکیف اوبقرینة  
 معنویہ نحو عجبته اکل الخبز۔ توجب یہ دلیل ہے تو اسکو کثیر الاستعمال پر ضرورت و غیر  
 بلا قرینہ تنجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہ کہ حسب تخریج شارح جب اس کلام کو اوس حال کے  
 بیان پر محمول کیا جاوی جو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بالکل واقع  
 کی اور سیاق کلام کے مخالف ہو گا کیونکہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سبقت  
 علی عہد الناس لہ علی البیت واقع ہوئی ہے نہیں اور حذف مثل عند اللہ وغیرہ تسلیم کرنا  
 خود خلاف ظاہر و خلاف اصل ہی۔ ثالثاً ظاہر ہے کہ یہ کلام بطور تحکک صادر ہوئی اور  
 وہی ہی کہ اضافۃ الی المفعول کی صورت میں بحث و محذور کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب کے  
 مطاع ہونے میں جسک طرف خواہش استثنائت تھا کیا تحسیر لاحق ہو سکتا ہی مان جبکہ  
 اضافت الی الفاعل ہو امد آب مطیع ہوں تو اذ سوفت تحسیر کا اظہار زیبا اور شایان ہر  
 رابعاً۔ اگر اس عبارت کو جناب امیر کے اوس سر پر محمول کیا جاوی جو مدلول احتمال ماننے کا ہے  
 کہ آپ نے اپنی زمانہ خلافت میں اعبار خلافت کے نقل سے دلتنگ ہو کر یہ فرمایا تو یہ پوچھ  
 اوس ہی زیادہ وہی ہی میں شامین شہر نہیں پس بوجہ نہ کورہ ثابت ہوا کہ لفظ طاعتی  
 اور بیعتی میں اضافت مصدر کے الی الفاعل ہے اور اضافت الی المفعول نہیں ہے چنانچہ  
 شارح ابن تیمیہ بھی یہی کا قائل ہوا ہے کہ مصدر مضاف الی الفاعل ہے اور مفعول مضاف الی نہیں  
 لہ جبکہ اسکی لفظوں میں یہ پترینہ قائم ہو یا کوئی اوسکا تابع منصوب محلاً علی محل نہ آجائی جیسا کہ  
 ضرب نید الکریم یا فاعل و کرب بعد مریم واقع ہو جائی جیسا قول شاعر میں یا کوئی قرینہ معنویہ ہو جیسا  
 عجبنی اکل الخبز ۱۱۔

اب گفتگو اس میں کر دو نومعد ذمہ لے لی مفعول کہا مخدوف ہی سو اس میں تو ہمارا اور شارح ابن  
 میثم کا اتفاق ہے جو لفظ معنی کا مفعول مخدوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا اطاعتے قد  
 سبقت بیعتہ للقوم فلا سبیل لے الا متنازع منہا اور ہم بھی یہی کہتی ہیں کہ جب  
 بیعت اہل طاعن عقد ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ لکھتا ہے اور امام برحق ہو گئی تو عموماً  
 حاضر و غائب کو اور اسکو کہ جسنی حیت کے ہی ازجسنی نہیں کی ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ  
 عنہ کی اطاعت واجب لازم ہو گئی تو اسکو آپ فرما رہے ہیں کہ سینی اپنے امر میں فکر کیا  
 تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کروں میرا  
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا ہے صرف ہاری اور شارح  
 ابن میثم کے درمیان میں درباب اظہار نقہ یہ مفعول لفظی معنی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب  
 کول قول لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صاف لفظ ابابکر نہیں کہتا اور طاعن ہر ہی کہ مراد شارح  
 کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جملہ آئمہ کے شرح میں بھی اگر یہ لفظ قوم کا فرمایا  
 لیکن ابو بکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بعترحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد  
 ابو بکر ہیں کیونکہ مسلم قوم کے بیت کی کچھ معنی نہیں اگر تخلصی تو بیعت ابو بکر کی ہی  
 اور شارح ہی یہ معذور ہی ابو بکر کا نام کیونکہ لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال  
 ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو بکر اب لفظ لکھا جو نیز لہ نام کہنی کے ہی لیکن لفظ  
 طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فی جملہ اختلاف ہے شارح  
 صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہ کہ لاتی میں فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم فیما امر نے بہ من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا طاعتی لابی بکر  
 لاجل الفقاد خلافتہ ولکنہ اماماً حقیقاً اور تقدیر یہ ہے لیکن ہمارے تقدیر صحیح ہے  
 اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا  
 کی ہی اذامفا جاتیہ نکارکتا ہی ایسی کہ اذامفا جاتیہ کا مدلول تو یہ ہی کہ وہ

اب گفتگو اس میں کر دو نومعد ذمہ لے لی مفعول کہا مخدوف ہی سو اس میں تو ہمارا اور شارح ابن میثم کا اتفاق ہے جو لفظ معنی کا مفعول مخدوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا اطاعتے قد سبقت بیعتہ للقوم فلا سبیل لے الا متنازع منہا اور ہم بھی یہی کہتی ہیں کہ جب بیعت اہل طاعن عقد ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہ لکھتا ہے اور امام برحق ہو گئی تو عموماً حاضر و غائب کو اور اسکو کہ جسنی حیت کے ہی ازجسنی نہیں کی ہی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اطاعت واجب لازم ہو گئی تو اسکو آپ فرما رہے ہیں کہ سینی اپنے امر میں فکر کیا تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کروں میرا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا ہے صرف ہاری اور شارح ابن میثم کے درمیان میں درباب اظہار نقہ یہ مفعول لفظی معنی اس قدر فرق ہے کہ شارح صاحب کول قول لفظ قوم کا فرماتے ہیں اور صاف لفظ ابابکر نہیں کہتا اور طاعن ہر ہی کہ مراد شارح کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جملہ آئمہ کے شرح میں بھی اگر یہ لفظ قوم کا فرمایا لیکن ابو بکر کا نام نامی بھی لیا جس سے بعترحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد ابو بکر ہیں کیونکہ مسلم قوم کے بیت کی کچھ معنی نہیں اگر تخلصی تو بیعت ابو بکر کی ہی اور شارح ہی یہ معذور ہی ابو بکر کا نام کیونکہ لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استیصال ہوا جاتا ہے لیکن تاہم جو بکر اب لفظ لکھا جو نیز لہ نام کہنی کے ہی لیکن لفظ طاعتی کے مفعول میں ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فی جملہ اختلاف ہے شارح صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہ کہ لاتی میں فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما امر نے بہ من ترک القتال اور ہم یہ کہتی ہیں فاذا طاعتی لابی بکر لاجل الفقاد خلافتہ ولکنہ اماماً حقیقاً اور تقدیر یہ ہے لیکن ہمارے تقدیر صحیح ہے اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہے کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا کی ہی اذامفا جاتیہ نکارکتا ہی ایسی کہ اذامفا جاتیہ کا مدلول تو یہ ہی کہ وہ

جملہ جو مدخل اذاکا ہی اوسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بقیت  
 اور فحشہ ہوا کرتا ہی ایسا ہی اوسکو مفاہاتہ کہتی ہیں شرح جامی میں بھی یہی حال قاجا  
 الامر مفاہاتہ من قولہم فحشہ فجارہ بالضم والمد اذا القنیہ وانت لا تشر  
 خرجت فاذا السبع واقف اسکی مثال سائل نخوین مذکور ہی اوس سے بخوبی یہی مدعا  
 فہم میں آسکتا ہی اب ہم ماخن فیہ میں اسکو دیکھتی ہیں تو بوجہ تقدیر شارح کے حصول  
 مضمون جملہ کا جو مدخل اذاکا ہی مفاہاتہ صادق نہیں آتا کیونکہ نہایت بدیسی ہی  
 جس امر کی نسبت خداوند تعالیٰ نے بیطرفانہ احکام بتا کید نازل ہوئی ہوں اور رسول علیہ  
 الصلوٰۃ والسلام نے اوسکی بابت عہود و وثقہ اور موثوق ہو کہ ایسی ہوں وصیت ہے  
 بایمان کشہادات لکھا گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص ہی مطلب کے لیے نازل  
 ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حزر جان موجود ہو تو ایسی حالت میں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی  
 عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا مذلول یا موثق ہو کہ وہ ہی  
 بقیت اور فحشہ ہو فہل ہذا الا کذب صراح و میں بواج ان بوجہ ہمارے تقدیر  
 کلام کے بہتہ حصول مضمون جملہ پر فحشہ اور بقیت ہو یا صحیح اور درست صادق  
 آتا ہی کیونکہ دفعۃً بیعت ال حل و عقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہو گئی اور ایک  
 عام و خاص پر اوسکی اطاعت لازم ہو گئی تو جناب امیر نے اوسکی نسبت فرمایا کہ تمہاری  
 اپنی امر میں سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکر کو جو فراہم شدہ نہیں ہے اپنی بیعت کرنے سے  
 بھی پہلی اپنی اوپر لازم پایا پس اس صورت میں یہ تقدیر اذامفاہاتہ کو نہایت چسپا  
 اور اوسکی ساتھ نہایت مربوط ہی اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاہات کے  
 ہوتا ہی۔ علاوہ ازیں جسکو فہم کلام کا ذوق صحیح ہے وہ سمجھ سکتی ہیں کہ اسکا ہر حصہ

سلک بوائی میں قاجا داتا گنج بخش کا خذوۃ ان بوجہ فحشہ فجارہ بالضم والمد مذنب تو اوس سے ملے اور

مضاف فی علی کطرف جو بیہا متحد ہو اور وہ ضمیر متکلم کی ہر واقع میں واجب رہتی نہ ہو بلکہ  
 میں کہ دونوں وجوب اطاعت کو مقتضی میں اور متحد آنے الفاعل میں کہ دونوں کا فاعل  
 متکلم ہے تو اسکو مناسب اور بہان بھی ہے کہ مفعول بجز دونوں کا متحد ہو اور  
 امر جاری کی تقدیر کی صورت میں ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا  
 کہ تقدیر کلام بھی ہے فاذا طاعتے لابی بکوفہ سبقت بیعتے لہ اور عامہ سی کہ لزوم  
 وجوب اطاعت بدو ان صحت حقیقت خلافت تصور نہیں تو اس سے ثابت ہو کہ جب  
 ایسے کسی نے ایک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الیہ ثابت ہو وہ بطلان  
 قطع نظر اس سے اگر ہم صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کر لیں تاہم اسکا تاں بھی وجوب لزوم  
 طاعت ابی بکر رضی اللہ عنہ شارح کی تقدیر بھی ہے فاذا طاعتے لرسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 علیہ وسلم سائر فی ترا المذازعۃ والصال اور غایت پر کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی ہر فاذا طاعتے لرسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی طاعت ابی بکر اور نہایت بدیہی کے فاذا طاعتی  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی طاعت ابی بکر اور فاذا طاعتے لابی بکر  
 کلام اور الیک ہم پس اس تقدیر میں بھی جاری اور شارح کی تقدیر میں صرف لفظی فرق ہوا  
 اور علت معنی کے اتنی وہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فی ابوبکر کی اطاعت کو بارہ میں محض بوجہ صحت عدم نوران فتن تھی یا یہ کہ یہ اطاعت  
 بوجہ حقیقت خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عقلی سو اسکو معہ عون اللہ تعالیٰ  
 ابھی بسمہ سابقہ کی شرح میں بیان کر چکے ہیں کہ جناب میر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور غایت  
 مکر صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اسکا قیسر جملہ جو آخر میں  
 مذکور ہیں سے فاذا الملتاق فی عنقی لغیرہا یہ بسمہ ثبوت حقیقت خلافت میں

۱۰ اجانب پیری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی ابوبکر کے فرمانبرداری میں ۱۰۰۰

پیری فرمانبرداری ابوبکر کے لیے ۱۱۔

گو یا نفس مرحوم علی و شارح بھی اس جملہ کی شرح میں انکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہے شارح  
ابن ہشیم اسکی شرح میں فرماتے ہیں قولہ واذا الميثاق في عنقك لتغيرك اميئنا  
رسول الله صلى الله عليه وسلم وحمد الى لعدم المشاقرة وقبل الميثاق  
ما لم يمس من بيعته ابى بكون بعد ايقاعها اى فاذا اميثاق القوم قد لزمتي فلم  
يكن في المخالفة بعدہ شارح نے اس جملہ کی دو تفسیریں لکھی ہیں اور دو معنی بیان کیے  
ہیں پہلے یہی صحیح ہے کہ اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کیے وہ سراسر ہماری  
مدعا کی ہیئت میں اور قانع اس تشیع کیونکہ لزوم بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ بجز اسکی  
ممکن نہیں کہ اوکے خلافت حقہ راشد ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بخرام  
برحق کے واجب اطاعت نہیں اور جو شخص غضباً وعدواناً منقسم خلافت ہو اسکی  
اطاعت اسکی اعانت اور اسکی حمایت حرام ہے اور اسکی اطاعت کرنے والے آثم  
اور تکبر حرام کے اور اسکا خدا ن وان واجب ہے۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی  
بیعت جناب امیر پر لازم ہو گئی اور عید لزوم نبض رسول تھا۔ اور بدون خلافت رشد  
ہونے کی لزوم ہو نہیں سکتا تھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت خلافت حقہ  
اور امامت ارشدہ اقصیٰ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جناب امیرؓ اسوقت نہ خلیفہ تھے  
اور نہ امام تھے اور جس شرط ثلاثہ عصمت نفس و نصیبت ہی بالکل باطل ہو گئی اور خود آپؐ علامہ  
ابن ہشیم بلکہ شریف رضی بلکہ خود جناب امیرؓ نے ان دو جملوں میں مذہب تشیع کا استیصال  
کر دیا علیؓ کے مخصوص لفظ بعد ايقاعها جو شارح نے بڑھایا ہے جس قدرت اطمینان کا تا شاہد کہ ہمارا  
شارح نے تو یہ قید جس غرض سے لگائی ہے وہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے لیکن وہ بالکل لغو اور

سے اور ناگاہ غیر کا بیٹن یہ ہے کہ وہ میں تھا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و ميثاق دم  
من زعمہ میں اور جن کہتے ہیں ميثاق وہ ہے جو ابو بکر کی بیعت کا ميثاق اور ذکر واقع کرنے کی بعد آپؐ کو لازم  
ہو گیا یعنی قوم کا ميثاق مجبوراً لازم ہو گیا اور بعد اسکو مجبوراً مخالفت ہو سکی ۱۲۔

باطل ہے اگر ہماری محیب لبیب اور سکر در پی ہوئی تو ہم انشاء اللہ نقالے بدل لائل اور سکر بطلان  
 ثابت کر دیکھا نہیں کہ حق یہ ہے کہ یہ جملہ ہماری نہایت مفید مدعا ہی اور ہماری نہایت  
 کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی یہی واذا امینا نتیجہ ہے پس کے بعد ایقاع القوم  
 آیا ہاے عنقے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معیت کے انقار کا دار مدار معیت  
 اصل محل عقد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جواول معنی بیان فرمایا ہیں  
 وہ غلط ہیں چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے بحث سے اذکا بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہے علاوہ  
 اس کے جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذا صاف جاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہ لفظ اس سے  
 کہ اس جملہ کے لمبی مقدرو محذوف کی کچھ ضرورت نہیں اور ہر سے کہ حذف و تقدیر کا  
 ارتکاب اسی جگہ کیا جاتا ہے جگہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہیں ہو سکتی  
 حذف خلاف اصل ہے اور یہ جملہ بجمع اجزاء المذکورہ نام ہی محتاج کسی خبر کی نہ نہایت  
 کا نہیں ہے کیونکہ اس جملہ کے اصل عبارت اس طرح ہے فاذا امینا القوم الخیر فی عنقے  
 اور یہ خود جملہ نام ہے جو اپنی نامی میں محتاج کسی جز کا نہیں بخبر اس کے خبر ظرف ستقر  
 جو محتاج متعلق کا ہے سو اس کے تقدیر خارج از بحث ہے پس اس عبارت میں جو تقدیر نام خیر کے  
 کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہے تو اس صورت میں معنی صاف واضح  
 ہیں کہ مبینی اپنی امر میں نہ کر گیا ناگاہ میثاق غیر کا میری گردن میں تھا اور پہلے شام  
 کی تفریح سے محسوس ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہے جس سے مراد ابوبکر بن امیہ ہیں اور بیان  
 حذف مضاف الیہ یعنی لفظ اول کا بطلان ثابت کیا گیا اور اس کے معنی یہ ہوئی فاذا امینا  
 الی جکر من لزوم بیعتہ بعد ایقاع القوم آیا ہاے عنقے فلزم یکتی الخ لفظ  
 بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گئی اور دونوں حملی با ہم خوب  
 لگتا ناگاہ ابوبکر کا میثاق اس کے معیت کے لزوم میں بعد واقع کرنے قوم کے اس کے میری گردن  
 میں نہایت کجی مخالفت ہو سکتی ہے۔

مترجہ ہو گئی اور ازاں مفاہیم کے بھی مناسب ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد  
 وفات کو بیان حال کے ساتھ بھی نہایت چسپان ہو گیا اور حاصل عبارت یہ ہوا  
 فطرت نے امرے فاذا طاعته لابی بکر قد سبقت بیعتہ لہ واذا میثاق الغیر  
 وھو ابوبکر من لندم بقیہ وجوب طاعته علینا بعد ایفاء القوم ایاھا فی  
 عنقہ فلا سبیل الی الامتناع منها ولا یمکنی مخالفتھا۔ علاوہ ازیں اگر شارح  
 کی اس تقریر کو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو بھی ہماری مدعا کی منافی نہیں جیسا کہ پہلے  
 جملہ کے مقدم میں گذارش ہو چکا ہے بلکہ ہماری مدعا کے موید ہے کیونکہ میثاق رسول اللہ  
 وعہدہ الے بعد المشاۃ کا حاصل اور میثاق رسول اللہ فی لزوم بیعتہ  
 ابی بکر وطلاعتہ کا حاصل ایک ہی ہے بمعنی۔ میثاق الے بکر فی لزوم بیعتہ واطاعتہ  
 کا ہے بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و میثاق کا اور زیادہ سوکہ ہو گیا اور نیز  
 دعویٰ اسی مبنیہ و برہان ہوا کہ بعد از خود جناب امیرؓ کی اعتراف اور ان کی جناب  
 رضی کے نقل اور جناب شارح ابن ہشیم کی شرح سے صحت و حقیقت خلافت خلفائے  
 ہوائی اور جھگڑا جکا۔ بیعت کی لطف جو غیر پردہ کہو لے ہجاو وہ جو سرچھپا  
 ہو لے دلیل خاص۔ شریف رضی نے بھی البلاغت میں ایک خطبہ نقل کیا ہے جس میں نام  
 وہ مناقب و صفات بیان فرمائی ہیں جن کا صدق و یقین کے سوا ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا  
 شخص یہ خطبہ بھی ہو و من کلکلام اللہ ﷺ بلاء فلان فلقد قوم الاولاد و دوا  
 الحمد اقام السنہ و خلف الفتنہ و ذب نفی الثوب قبل الحیب صاب خیر  
 و سبق سرھا دی الی اللہ طاعته و اتقاہ بخیر رجل و ترکھم فی طرق منسعبہ

۱۵ فلان شخص کے آدائش خدا کے بھی ای خدا کی قسم اسنی بھی کو سیدنا کیا اور یاری کا علاج کیا اور سب  
 برپا کیا اور سنہ بھی چھوڑا اور پاکہ امن بے عیب کیا خلافت کی بیداری کو پیچا اور برائی سے گزر گیا خدا کا واسطہ  
 دین تقویٰ رکھا اور لوگوں کو بچہ رہنمائی چھوڑ کر گمراہی کر گیا اور زمین گمراہہ باب ہو کر اور پتہ نہ ہونے کی وجہ سے گمراہ ہو گیا

بہت تعجب خلافت خلفائے راشدہ اور ابوبکر و عمر و عثمان و علی

لا یمتدی فیہا الفضال ولا یقتضی المعتدی۔ انتہی بندہ کمتر من عرض  
 کرتا ہے کہ مدوح ان اوصاف مدائح کی یا ابو بکر میں پھر چارجل ثالث لیکن جائز نہیں  
 کہ مراد چارجل ثالث ہو کیونکہ جو چارجل ثالث کہ مراد ہے یا ابو بکر دوسرے پہلے ہی یا چھپی  
 ظاہر ہے کہ چھپی بخیر عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمان  
 مراد نہیں اور نہ کوئی اسکا قاتل ہوا تو لامحالہ یہ مدوح وہ چارجل ہو گا جو ابو بکر دوسرے پہلے  
 زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہا اور اسی زمانہ میں وفات پا گیا لیکن  
 چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہ توصیف کسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے زمانہ میں ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب عبادہ و جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوئے تھے تو تمام روحی خداوندی سر انجام پاتے ہیں  
 اور جو جناب امیر بھی موجود ہیں بفضلہ تعالیٰ آپ کو بوجہ قرب منزلت رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم امر کے رفق و رفیق ہیں دست اندازی ہے اور بفضلہ تعالیٰ اسوقت آپ  
 محذو ل و تکرار بھی نہیں ہیں تو ایسی حالت میں کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہوں نہ بالقوہ خلیفہ  
 راشد ہو ایسی اوصاف کے ساتھ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطی ایوں سرسبز کذب  
 و خلاف واقع ہے علاوہ ازیں ثانیاً اس خطبہ کی الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ  
 اصحاب خیر و سبب شریکی ضمیر میں خلافت کی طرف راجع ہیں شارح ابن ہشیم فرماتے  
 ہیں والضمیر فی خیرھا و شرھا للخلافة و ابن لم یجہا نکرھا الکوفھا  
 معمودۃ او لتقدم ذکرھا۔ انتہی۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف  
 ان صفات کا ہے اسنی خلافت کو یا ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات  
 خلافت سر انجام کر کے تمام برائیوں سے بچا اور تمام خوبیوں کو سمیٹ کر اپنی ہمت  
 لگایا پس یہ شخص بخیر حضرت ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے اور کوئی نہیں ہوا تو اس  
 متعین ہوا کہ وہ چارجل جو موصوف ان صفات کا ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ یا عمر رضی اللہ عنہ

کوئی نہیں ہو سکتا۔ ثالث اگر سوای ان دونوں کی کوئی تیسری نوا کے قطب صاحب  
راوندی اور آپ فراوین تو بھی وہ کون ہے اور اور اوس کا نام تو لین بہ بلا جو  
ایسا نمودار شخص ہو اور جس کے ایسی اوصاف ہوں عقل سلیم تسلیم کرتے ہے  
کہ وہ ایسا مجھول لاکسم جسم عفا صفت ہو کہ جسکو کوئی بھی نہ پہچانے اور کئی مرتبے  
کہ حضرت امیر جو اوس کا نام نہیں ذکر فرمایا تو اوس کی وجہ یہی ہو گی کہ بوجہ اوس کی شہرت  
کہ اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے معنی سمجھا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا  
کیا اور جب کوئی آپکا اور اگر راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف  
نہیں سلوم ہوتا تو شخص یہ تخیل و وسوسہ ہی اور اگر قطب صاحب کے مکاشفہ کی غلطی ہو  
اگر بعد ازاں ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہو جاتا تو زمین و آسمان کو باہم ملا دیتی  
اور کیسا کچھ غل شوزہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ بجز ابو بکر و عمر کے تیسرا شخص موصوف  
ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے۔ آج کل کھنڈا کچھ اسی موقع پر منحصر نہیں ہی بلکہ جناب  
امیر نے بعض اور مواقع میں ہی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اسکی  
تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ہی جناب امیر تعریف و توصیف  
انہیں کی فرما رہی ہیں نہ شخص ثالث کی جیسا کہ آپ قطب صاحب نے تو ہم فرمایا چنانچہ  
جواب خط امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہیں جسکو علامہ ابن سہیم نے اپنی شرح  
کبیرین نقل کیا ہے و ذکرہ ان الله اجتبى له من المسلمين اهلوانا ایدہم  
وکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان فضلہم فی الاسلام  
کما برعت والضحہم لله ولرسولہ الخلیفہ الصدیق و خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق

ولعسر ان مکانهما فی الاسلام لعظیم ان المصائب بهما فی الاسلام بحرج  
 شدید یجہا اللہ وجہا یا حسن ما عملنا انتہی بقدر الحاجۃ اور یہ  
 عبارت اس خطبہ کے شرح میں مذکور ہے جس کا عنوان یہ ہے ومن کتابہ الی۔  
 فاراد قوما قتل ندنا الخ اس تعریف میں حضرت نے قسم کیا کہ شیخین کے فرامی جسکو  
 حضرت رضی نے خط میں سے نکال ڈالا ہے۔ دو جملہ ایسی جامع ذکر فرامی میں جو انصاف  
 عشرہ کورہ سابقہ کو مع شی زیادہ جامع ہیں پس ایسی ہم ان دو جملوں کو مضمون سے کواوں  
 خطبہ کے مضمون سے اور اس مدح و توصیف کو اس مدح و توصیف سے مقابلہ کر کے  
 دیکھتے ہیں اور موازنہ کرتے ہیں پس اس خط میں پہلا جملہ اس خط کا ان مکانهما فی الاسلام  
 لعظیم اور دوسرا جملہ - وان المصائب بهما فی الاسلام بحرج شدید ہر طائر کو ہر  
 شخص کے علم مخصوص غلبہ کے دو جان میں ایک یہ کہ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ جو اپنی ذاتی  
 امور میں ہو مثل تقویٰ و صلاح اعمال و ادا ای طاعات و عبادات بجا آوری حقوق اللہ میں ہو کہ  
 دوسرا یہ کہ اس کا معاملہ عباد کے ساتھ اور ان کے حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہو کہ جانی یا  
 فرامی دو جملوں میں دو ناموں کو جمع فرمایا اور دو حقوق کے ادا کرنے کی نسبت یہی  
 مدح و توصیف فرامی جو اعلیٰ درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہے پہلا جملہ ان مکانهما  
 فی الاسلام لعظیم اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم  
 علم سبیل التکمل اکتہ میں کہ اس سے مراد ان کو عظمت مکانی نے فی الاسلام صرف بتایا  
 بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقویٰ ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ ان کریم عندہ تعظم انکم اور  
 دوسرا جملہ ان المصائب بهما فی الاسلام بحرج شدید بجا آوری کو مدح باعتبار کمال  
 بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہاں تک کہ ان پر مصائب موت کا واقع

ہونا یعنی اذکار و فرائض پر پورا اسلام میں سخت زخمی یا یوں کہی کہ ہر خلیفہ کے دو تین مہینے  
 میں ایک زمانہ حیات کے کہ جو اپنی زمانہ حیات میں خیرات و حسنات کا حقوق اللہ اور  
 حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری یہ کہ بعد اذکار و فرائض کے امت میں اسکی  
 وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور ہر ایک فقہان سے امت کو کیسا صدمہ پہنچا پس ہر ایک کے پسلا  
 جملہ زمانہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واشتگاف بیان کر رہے  
 جسکا حاصل یہ ہے کہ ادنیٰ ایسی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو انکو باعث غنیمت و مقربہ کے  
 عند اللہ بنائے ہو گئی اور دوسرے جملہ واقعات بعد وفات کو بھار کر کہہ رہا ہے کہ اذکار و فرائض  
 کو سب سے اسلام کو سخت زخم پہنچ گیا ہے چنانچہ شاید دسویں ہجری عیان چہر بیان  
 کہ شیخین کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پہنچا جو پھر سمدل نہوا اب ہم ان  
 دو جملوں کو مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتوں کو اوصاف عشرہ سابقہ سے مقابلہ و موازنہ  
 کر کے دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوصاف عشرہ میں سے پہلا وصف خلق اللہ  
 کو احواج اور حاجی کو سیدنا کرنا اور دوسرا وصف اپنی مواعظ بانہ کے ساتھ امر ص  
 نفسا نہی عباد کا معالجہ اور مداوا کرنا۔ تیسرا وصف سنت بنوی کا قائم کرنا جبکہ اس سے  
 مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہاں وصف دینا سے قلیل العیب اخصت ہونا  
 یعنی معاصی و تقلید کے ساتھ جان فطرت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہے کہ معصوم نہ تھی آہوا  
 وصف خداوند تعالیٰ کے پوری طور پر بندگی بجالانا تو ان وصف اتفاق کرنا خدا  
 تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ اور اسکی حقوق کو اسکی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہ  
 چہاں اوصاف گویا اس جملہ کے شرح اور تفصیل میں جو اس خط میں اول مذکور ہوا یعنی  
 ان مکاتیب کا ہمارے الاسلام عظیم جو مجملہ ان سب صفوں کا جامع ہے اور تیسرا وصف  
 اگر اس سے مراد یہ ہے کہ سنت بنوی کا لوگوں میں جاری کرنا اور لوگوں کو اسکا پابند کرنا  
 اور عامل بالسنۃ بنانا اور چوہا و صف نسنہ کو چھپی ہوڑنا پانچواں وصف دنیا سے

پاک صاف لوگوں کو مذمتوں سے اپنی حقوق کی نسبت جانا سنا تو ان کی خلافت کے بعد اپنی  
 عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اور اس کی شروری یعنی فتن اور خونریزی سے محفوظ رہنا  
 و سوان ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ جہالتوں کی پیچیدہ رستوں میں گمراہ  
 ہو گئی ہوں کہ جن میں گمراہ کو راہ یا بے دشوار ہو اور راہ یا ب کو اپنی راہ یا بی پر پورا اعتماد ہو  
 یہ پانچوں وصف متعلق حقوق العباد کے ہیں اور گویا شرح جملہ ان المصائب طمانیہ  
 الاسلام لبحر شہید کی ہیں بلکہ چوتھا اور سوان وصف تو گویا اس سہل کا نام  
 اور مردوف ہی ہے چنانچہ ظاہر ہے معنی بخوف ثطول اجمالاً ذکر کر دیا ہے اور تفصیلاً بیان کیا  
 وصف کو جدا گانہ اور اس کی شرح کر کے جملہ کے اندر داخل کر کے نہیں بیان کیا اگر ایسا  
 کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوتی اور اہل فہم خود سبب لیں سبب جہم اور صاف عشرہ مذکورہ سابقہ  
 دونوں جملوں کو ساتھ باعتبار دو سہری دونوں احتمالوں کو مقابلہ کرتے ہیں اور واضح ہو رہا ہے  
 کہ جملہ اولی اس خط کا ان مکالمات المدوح کے اور ان اعمال سنہ کی جو اپنی زمانہ حیات  
 میں کیا اور می حقوق اللہ یا حقوق العباد کی ہو گویا تصویر کشی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ  
 ان المصائب طمانیہ اور حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہے جو مدوح کے وفات کے  
 بعد پیش آئی اور ان مدعوں کو خبر دی رہا ہے جنکی سبب سے مدوحین کے انتقال کے  
 بعد اسلام زخمی اور مجروح ہو گیا اور یہی دونوں امر ہیں کہ جنکی شرح اور تفصیل اور صاف عشرہ  
 میں مذکور ہے چنانچہ پہلا وصف اور دوسرا تفسیر اور پانچواں اور چھٹا اور ساتواں اور ہوا  
 اور نو ان سبب اولی کے شرح ہے جنہیں اور سنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ مدوح  
 اپنی زمانہ حیات میں کیا اور می حقوق اللہ یا حقوق العباد کی کر کے عظمت مرتبہ خدا تعالیٰ  
 کو نزدیک پیدا کر کے لیکھا اور چوتھا اور سوان وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہے اور پانچواں  
 اور چھٹا و سبب بیان ہے کہ جو وفات مدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پہنچی  
 غرض یہ تفصیل اور یہ اجمال با ہم پوری طور پر بیان میں تو اس تقریر سے ثابت ہوا

کہ مدح و ثنا کسی شہری شخص کے نہیں بلکہ یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب  
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی۔ خاصاً علامہ ابن میثم نے بھی اسکو ترجیح دی ہے کہ موصوف  
 ان اوصاف کا یا ابو بکرؓ ہے یا عمرؓ بلکہ انہی میں جھگڑت ابو بکرؓ کو نسبت جناب عمرؓ  
 کی ترجیح دیتا ہے ہم علامہ کی کلام دیکھی شرح کتب سیرت نقل کرتے ہیں اہل عقل و انصاف  
 لا ڤظفرائین والمنقول ان المراد بفلان عمر وعز القطب الراوندی انه انصار لاد  
 بعض الصحابة فمن الرسول صلى الله عليه وآله وسلم من مات قبل وقوع  
 الفتن وانتشارها وقال ابن ابي الحديد ان ظاهراً لا محضاً المذكورة والكلام  
 يدل على انه اراد رجلاً ولي امر الخلافة قبل لقوله قوم الاود وداوى العمد  
 ولم يدع عثمان لوقوعه في الفتنة وتبعها بسببه ولا ابا بكر لقصر مدة خلافته  
 وبعد حمده عن الفتن وكان الاظهر انه اراد عمر واقول ان اراد تلافياً  
 شبه من ارادته لعمر لما ذكره في خلافة عمر وذمها به في خطبتها المعروفة  
 بالثقيفة كما سبقت الاشارة اليها انتهى بقدر الحاجة اس عبارت سے  
 صاف ظاہر ہے کہ شارح کے نزدیک لفظ فلان سے سوائی ابو بکرؓ کے شخص ثابت کیا  
 مراد ہونا مرجح ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمرؓ میں قطب کا ذکر

۱۔ اور بقول بیہی کہ مراد لفظ فلان سے عمر بن خطاب ہی اور قطب راوندی سے منقول ہے کہ حرف معن  
 صحابہ رضوانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فتنوں کی واقع ہوئے اور پہلی ہی پیشتر انتقال کر گیا مراد کیا ہے اور ابن ابی کثیر نے  
 کہا کہ ظاہراً صاف اس پر دل میں کہ وہ شخص مراد ہے جو آپؐ پہلے ام خلافت کا متولی ہو بسبب اس قول کے کہجی کو سبب  
 کیا اور چاری کا علاج کیا۔ اور عثمانؓ کو مراد نہیں ہے کیونکہ وہ فتوین پر اور ذکر سبب فتنی سے اور ابو بکرؓ  
 ہی بسبب کی مدت خلافت اور سبب اور ہونے زمانہ خلافت کے فتن سے مراد نہیں ہے گو کہا باخبر یہ ہے  
 کہ عمر بن خطابؓ کے مراد کہا مامد میں کہت ہوں ابو بکرؓ کو آپؐ کا مراد کہنا نسبت عمر کے زیادہ مستیحین ہے کیونکہ خطبہ  
 شریف میں خلاف عمر کی نسبت کی ہے چنانچہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا۔ ۱۱۔

قول قس کیا ہے اور اسکے بعد ابن ابی الحدید کے قول حسب عقلی ہو نہ طلبان قول راندی کا  
 ثابت کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ قطب راندی کا قول فحوائی عبارت کے سر  
 مخالف اور بیان کیا گیا ہے کہ اظہر یہی ہے کہ مراد حضرت حسین پر شارح خود کہتا ہے  
 کہ شبہ بحق یہ ہے کہ مراد ابو بکر صدیق ہیں پس شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید متفق ہیں  
 کہ شخص ثالث مراد نہیں اور تیسرے شخص مصداق ان اوصاف کا نہیں ہو سکتا ہے یہ محض ایک قطب  
 صاحب کے دیکھنا تالی یا قصور کا شہ ہے کہ نہ عبارت کو دیکھتے ہیں نہ اس کے مضمون کو سمجھتے  
 ہیں اور اپنی توجہ یہی چلے جائے ہیں خواہ الفاظ سے پیدا ہوا ہو یا غور و فکر سے اس سے کیا بحث  
 خدا تعالیٰ کے اوکو اس ایمان داری اور دیانت کے جزا دیوی ہو ہی کی رع خار یعنی عدی  
 بن جاتم الخ۔ ہماری غرض یہ ہے کہ موصوف ان اوصاف کا یا دیگر میں سے کسی سے مراد یہ ثابت  
 ہو گیا اور یہی ہے کہ جو شخص موصوف ان اوصاف کا ہو گا وہ خلیفہ راشد اور امام مرجع ہو گا  
 نہ ظالم و غاصب نہ فاسق و فاجر کیونکہ امام بانی اور فطحا اتفاق نہ ہو مراد نہیں بلکہ سلاطین و امراء ہیں  
 تعلق عقود و تہمین یا خلفائے راشدین مراد ہے کہ ان اوصاف کی میں لکھیں یا مائتہ عشرین سے کوئی ہزار ہین سے ہزار ہین مراد  
 ہوئی اور خلیفہ راشد ہو ثابت ہوا اب ہم ان اوصاف کا علیہ کی غرض موصوف تفسیر شرح کے گہری میں وقت و صاف  
 بامور احدھا تقویہ للاود وھو کناۃ عز تقویہ لاھو جاج الخلق عن سبیل  
 اللہ الی الاستقامۃ فیہا التمسک مدا و اتہ للعد واستعار لفظ العمد للاراض  
 النفسانیتہ باعتبار استلزامہ للاذی کالعمد و وصف المدا و اتہ لعل  
 تلك الامراض بالمواعظ البالغہ والزواجر القارۃ العقلیۃ والفعلیۃ الثالث اقامۃ  
 لہ اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھ اسکو موصوف کیا اول اس کا کجی کو سبھا کرنا اور یہ کہنا یہ ہے اس سے کہ ادنیٰ خلق کی  
 امت کی نسبت سے استقامت اور ہمواری کی طرف سبھا گیا۔ دوسری اس کا بیماری کا علاج کرنا اور غلطی کو  
 اراض نفسانیہ کے لیے چونکہ وہ ہی مثل سبکی تکلیف کے مستلزم ہے ہتھارہ کیا اور پوری نصیحتوں اور عری و بکینوں کو لیا  
 نصیحت کے ساتھ اراض کے معنی کو کہنا اور اس کے ساتھ وصف کیا۔ ۱۲۔

للسنة ولزومها الرابع تخليفه للفتنة اى موته قبلها ووجه كون ذلك محال  
هو اعتبار عدم وقوعها بسببه في زمنه بحسن تدبيره الخامس ذهابه تقى الثوب  
واستعار لفظ الثوب لعرضه ونفاه بسلامته عن دنس المذام السادس  
قله عيوبه السابع اصابته خيرا وسبق شرها والضمير في الموضعين يشبه  
ان يرجع الى المعهود مما هو فيه من الخلافة اى اصاب ما فيها من الخير المطلق  
وهو العدل واقامة دين الله الذي به يكون الثواب الجزيل في الآخرة والشرف  
الجليل في الدنيا وسبق شرها اى مات قبل وقوع الفتنة فيها وسفك الدماء  
لاجلها الثامن اولوه الى الله طاعته التاسع اتقاه له بحقد اى ادى حقه خوفا من  
عقوبته العاشر رحيله الى الآخرة تاركا للناس عبده في طرق متشعبة من الجبال  
لا يهتدى فيها من فضل عن سبيل الله ولا يستيقن المهتدى في سبيل الله  
انه على سبيله لاختلاف طرق الضلال وكثرة المخالف له اليها والوافي قوله و  
تركهم للحال - عاقل منصف ان اوصاف عالمين ذكرى اور كيهي جو محمد بن ابي بکر ودر بن شير ودر کت  
بن صالح همي باجو کي طيبت في زمانه من اذير بهرسي خيال کي کي مده و صاف مجموعه بخير خليفه راشد کي

سنة تيسر اسکا سنت قائم کرنا اور اس پر قائم رہنا - چوتھی فتنة کا بھی چوڑنا ہے فتنة سے پہلے بھانا  
اور یہ اس وجہ سے اسکی مدح ہے کہ اسکی حسن تدبیر سے اس میں فتنی واقع ہوئی - پانچویں اسکا پاکہ ہن جانا اور ثوب کو  
اسکی آبرو کی بڑھانے کا اور ثوب کی پاکگی کو اسکی سلاست رہنی مذمت و ملامت کی سبب کھیل سے استعارہ کیا - چھٹی اسکی  
عجیب کا کہ ہونا - ساتویں خلافت کو بھائی کا ہونا اور اسکی برائی کو محفوظ رہنا اور غیر اشرار کی مشابہت میں ہر خلافت کے  
راجے پر جو عہد ہے یعنی خلافت سے جو چیز مطلوب ہے اور وہ عدل کہنا اور اللہ کا حق قائم کرنا جس سے عہد بدلتا آخرت میں اور بڑی  
بڑی دنیا میں حال بولی ہو وہ سنی پالیا اور خلافت کی شریعی یعنی فتنة کی واقع ہونے سے پہلے اور فتنة پر خون دینے کی ہمت  
وفات پا گیا آئین اور اسکا اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کو اور انرا زمین اسکا تقویٰ کرنا جو کہ حق تقویٰ کا یعنی اسکی مذمت و  
سزا کا حق اور اسکا دسویں اسکا لوگوں کو اپنی بھیجی حالت کو پرانہ رہنے میں جہنم نہ اسکا کدواہ سے کدواہ پہلی اور دہراہ پہلی

اور یہ اس وجہ سے اسکی مدح ہے کہ اسکی حسن تدبیر سے اس میں فتنی واقع ہوئی - پانچویں اسکا پاکہ ہن جانا اور ثوب کو اسکی آبرو کی بڑھانے کا اور ثوب کی پاکگی کو اسکی سلاست رہنی مذمت و ملامت کی سبب کھیل سے استعارہ کیا - چھٹی اسکی عجیب کا کہ ہونا - ساتویں خلافت کو بھائی کا ہونا اور اسکی برائی کو محفوظ رہنا اور غیر اشرار کی مشابہت میں ہر خلافت کے راجے پر جو عہد ہے یعنی خلافت سے جو چیز مطلوب ہے اور وہ عدل کہنا اور اللہ کا حق قائم کرنا جس سے عہد بدلتا آخرت میں اور بڑی بڑی دنیا میں حال بولی ہو وہ سنی پالیا اور خلافت کی شریعی یعنی فتنة کی واقع ہونے سے پہلے اور فتنة پر خون دینے کی ہمت وفات پا گیا آئین اور اسکا اللہ تعالیٰ کی طاعت و بندگی کو اور انرا زمین اسکا تقویٰ کرنا جو کہ حق تقویٰ کا یعنی اسکی مذمت و سزا کا حق اور اسکا دسویں اسکا لوگوں کو اپنی بھیجی حالت کو پرانہ رہنے میں جہنم نہ اسکا کدواہ سے کدواہ پہلی اور دہراہ پہلی

کسی میں پائی جاسکتی ہیں حاشا وکلا اور خلفا میں سے جب ایک کو یہی خلافت ثابت ہوگئی تو سب کا  
 ثابت ہوگئی تو اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء خلیفہ راشد تھے اور یہی مدعا تھا اور یہ تعین قوا قطعی  
 راوندی کے جوگی گئی یہی بشرط تسلیم اس امر کی ہر راوندی کا مدعا یہ ہے کہ مراد چل سے وہ چل  
 ہے کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور وہی زمانہ میں قبل از وقوع فتن و فسادات  
 پاکیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمن مصنفوں مذکورہ نقل کے ہے اور اس سے صرف  
 اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ مراد ایک صحابی ہے جو وقوع اور انتشار فتن سے پہلے فوت  
 ہو گیا اور یہی عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ مراد چل سے کوئی شخص  
 ثالث سوامی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہ عبارت صاف دلالت کرتے ہیں  
 کہ مراد ابو بکر ہے یا عمرؓ کیونکہ اولاً وہ شخص جو موصوف ان صفات کا سو یہ ممکن نہیں  
 کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صدر ان اوصاف کا ہو سکی۔ اور ثانیاً  
 من مات قبل وقوع الفتن وانتشارها ہرگز اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ زمانہ حیات  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اوسنی وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف معلوم  
 ہوتا ہے کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زندہ رہا۔ مان وقوع  
 اور انتشار فتن سے پہلے حیات کر گیا اور ایسا شخص سچا ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے  
 اور کوئی دوسرا نہیں۔ ابن ابی الحدید سے علامہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہے  
 کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ خلافت شیخین مغشوب فتن سے بالکل پاک اور صاف  
 ہے زمانہ فتن بعد وفات جناب فاروق شروع ہوا ہے پس حضرات شیخین پر منون  
 عبارت راوندی۔ انما اراد بعض الصحابة في زمن رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم من مات قبل وقوع الفتن وانتشارها بخوبی صادق آتا ہے اور  
 اس عبارت سے محسوس ہوتا ہے کہ راوندی کے نزدیک ہی مراد چل سے یا ابو بکر میں  
 یا عمرؓ کی صاف نام نہیں لیتا اور نام لے تو کیونکر لے اوسکو اپنی مذہب کے

ہجرت خست نہیں رہی کہ خود اپنی ہاتھوں سے اپنی مذہب کا استیصال کری۔ پس جس شخص  
 بقول قطب الانقلاب شیعہ و علامہ ابن میثم دابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مرید ابو بکر میں  
 بسم الحمد لله علی وضوح الحق و فوض الما بطل اب وہ جواب ہی  
 ضروری چاہیے حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب میں فرمائے ہیں۔ جواب  
 اول یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ مدح اون لوگوں کی و بجوئی و اصلاح کے لیے فرمائے ہو کہ جو  
 سحت و فحشیت خلافت شیخین کے معتقد تھے اور بدیہی ہے کہ یہ جواب نہایت دہائی  
 ہے کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ یہ مدح و بجوئی کے طور پر فرمائی تھی لیکن ہم یہ کہتے  
 ہیں کہ یہ مدح مطابق واقع و نفس الامر کے تھی یا نہ تھی اگر مطابق واقع نہ تھی۔ تو  
 سب از اللہ اپنی دیکھو و بجوئی کے واسطی قسم کیا کر دس جھوٹ بولی اور جھوٹ  
 و فریب کے ساتھ لوگوں کا راضی کرنا چاہا اور خدا تعالیٰ کے کی ناراضی کے ساتھ لوگوں کا راضی  
 چاہی اور اس جھوٹ کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ لوگ شیخین کے مدح و ثنا حضرت کے  
 زمانہ خلافت کے بارہ میں سکرانہ حقیقت خلافت کے معتقد ہوں اور زیادہ گمراہی  
 میں پڑیں پھر اگر بقول ابن میثم کے اگر آپ کو ایسا ہی جھوٹ بول کر کام نکالنا تھا تو  
 بمقابلہ میر معریہ کے بیصرح کیوں جھوٹ بول کر کام نہ نکالا۔ و مان لو اسیر معریہ کی ہمت  
 اور اپنی مدح میں فرماتے ہیں کہ وہ فریب کرنا ہے اور ہم دعا اور فریب نہیں کرتے  
 پس آئیں ہی حضرات شیعہ کے دلائل و متک پر کہ اگر پروردہ میں کیا کیا خوبیاں حضرت  
 تھے کیسے منسوب فرمائے ہیں اور اگر یہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت  
 ہو۔ یہ جواب بتو اور باطل ہے۔ دوسرے جواب اس کا یہ فرمائے ہیں کہ یہ مدح بطور  
 طنز و تہیہ و ثنائت اور اولیٰ و بیخ کے تھی باین معنی کہ بعد اس شخص کے جو ان صفات  
 کے ساتھ نہ تھے نہ خدا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی افتادہ کے ساتھ متصف تھا  
 ایسی کہ خلافت عثمانی میں قیامت نہ آوے اور انہوں نے سب سال کو بجا صرف کیا جسکو

سبب سے اداں پر ہوا ہوا یہ جواب بھی دیا ہی ضعیف اور راہی ہر جیسا کہ پہلا جواب تھا  
 کیونکہ آئین ہی وہی کلام ہے کہ جو اس جواب میں کی گئی ہے علاوہ اس کے اہل انصاف  
 نظر انصاف سے دیکھیں کہ اس کلام میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو کہ جو وطن و تعزین یا  
 توجہ پر دلالت کرتا ہو۔ جہذا یہ سب ڈھکوسلہ گھڑا ہوا ہے کیونکہ جواب میرے خدائی قسم  
 کہا کر فرمایا تھا کہ واللہ لاشک من ماسلمت اور المسلمین لم یکن فیہا جور الا علی صحتہ  
 ظاہر ہے کہ اپنے باوجود اس جو رسم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعہ اپنی میں جو طاعت ہے  
 ہر حالت ہوئی اور عاصی۔ علاوہ ازیں یہ جواب خود ہماری سیدھی اور صاف دلالت  
 کرتا ہے کہ اور جبل سے قطعاً یا ابو بکر رضی اللہ عنہ میں عیسیٰ رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و تعزین  
 جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو فی نسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہ کہا  
 گیا کہ فلان خلیفہ تو ان محامد و اوصاف کے ساتھ متصف تھا اور یہ خلیفہ اداں اور صاف  
 ہے متصف نہیں اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بخیر ابو بکر و عمر کی نہیں ہوا کہ وہ ان لوگوں  
 کے ساتھ متصف ہو اور اگر واقع میں وہ خلیفہ جسکی نسبت عثمان کو تعزین کی گئی ہو  
 ایسا نہ تو وطن و تعزین کے غلط ہونے کی علاوہ عثمان اور ان کے اولیاء کہہ سکتی ہیں  
 کہ اپنے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف ہا بن صفات ہو آپ خود معتقد  
 نہیں ہیں کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جو ہر قسم کے اہل انصاف ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ  
 طرح وصفت و ثناء و منقبت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہی عیسیٰ رضی اللہ عنہ کی اور واقعی اور نفس الامری ہی اور جب یہ  
 ثابت ہوا تو حقیقت خلافت کا ثبوت اسکو گویا فرع ہے وہ ہی ثابت ہوئی باقی اسکو  
 بحث اور جھگڑا کی نیکی جبکہ ہماری فاضل مجھے بہت کچھ جوش و خروش فرمایا ہے۔  
 دلیل سادہ اس کے کہ امام الائمہ امام کلینی نے فروع کلینی میں باب میں بحسب علیہ الجہاد و من لا  
 یحب میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے۔ جسکو خاتم التکمیلین مولانا مولوی حیدر علی  
 رحمۃ اللہ علیہ نے اذالۃ الغنیمین میں نقل کیا ہے چونکہ وہ حدیث مشہور خلافت خلفاء

بہت حقیقت طاعت حضرت علیؑ کی ہے

ثلثہ رضا اسلامی ہم بھی اس حدیث کو ازاتہ تعین سے نقل کرتے ہیں علی بن ابی اہیمر  
 عن ابیہ عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمیر الزبیری عن  
 ابی عبد اللہ قال قلت لآخری عن الدعاء الی اللہ والجمہاد فی سبیلہ اہو بقوا  
 لا یجمل الا لہم ولا یقوم الا من کان منہم ام اہو مباح لكل من وحد اللہ  
 عزوجل وامن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ومن کان کذا قلہ ازید عن  
 الی اللہ عزوجل والی طاعتہ وان یجاہد فی سبیلہ فقال ذلک بقوم یجمل  
 الا لہم ولا یقوم ذلک ان من کان منہم قلت من اولک قال من قام بشرائط  
 اللہ عزوجل فی القتال والجمہاد علی المجاہدین فہو الماذون لہ فی الدعاء الی اللہ عزوجل  
 ومن لم یکن قائما بشرائط اللہ عزوجل فی الجمہاد علی المجاہدین فلیس بآذون لہ  
 فی الجمہاد ولا الدعاء الی اللہ حتی یحکم اللہ فی نفسہ ما اخذ اللہ علیہ من شرائط الجمہاد  
 قلت فینہ یرحمک اللہ ربنا قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتابہ لا یخیر فی الدعاء الی اللہ ولا فی الجمہاد  
 ذلک لہم درجات یعرف بعضها بعضا ویستدل ببعضہا علی بعض قاضی

۱۔ ابو عمیر زبیری امام ابو عبد اللہ سے روایت کرتا ہے کہ ابیہ نے کہا میں نے کیا حضرت مجاہد کی طرف پہنچی اور ان سے کہا میں  
 جمہاد کرنے کی خبر دیکھی گیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بخیر اذکی کسی دوسرے کو حلال نہیں ہے اور اس کو  
 بخیر اذکی کوئی دوسرا برہان نہیں کر سکتا یا وہ ہر ایک شخص کو جو وحدت الہی کا قائل اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا معرفت ہو مباح ہے کہ اللہ کے اور اس کی زندگی کی طرف بلائی اور اس کو اس میں جمہاد کرے فرمایا یہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے  
 کہ بخیر اذکی کسی کو حلال نہیں اور سوای ان کو اس کو اور کوئی برہان نہیں کر سکتا۔ یعنی عرض کیا وہ کون لوگ ہیں فرمایا جو شخص اللہ کے  
 شرائط کے ساتھ قتال جمہاد میں مجاہدین ہوتا ہے۔ وہ اللہ عزوجل کی طرف دعوت کا ہے۔ اور جو ان شرائط  
 کی ساتھ جو مجاہدین ہوں پر جمہاد میں میں قائم ہو۔ تو وہ جمہاد کا اور خدا کی طرف دعوت کا مجاہد  
 نہیں ہے تا وقتیکہ اللہ اس کی نفس میں شرائط جمہاد کا جو اس پر مقرر کی ہیں حکم کرے۔ میں نے عرض  
 کیا۔ تو بیان فرمائی خدا آپ پر رحمت فرمائی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی طرف  
 دعوت کی خبر دی اور اس کو بیان کیا۔ اور انگریزی اس کی درجہ مقرر کیے جنہیں بعض کو بعض سے  
 جائیں اور بعض پر بعض سے استدلال کریں پس خبر دی ۱۲۔

تَبَارَكَ وَتَعَالَى اَوَّلُ مَنْ دَعَا اِلَى نَفْسِهِ فَدَعَا اِلَى طَلْعَتِهِ وَاتَّبَعَ اَمْرَهُ فَبَدَأَ  
 نَفْسَهُ فَقَالَ وَاللّٰهُ يَدْعُو اِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنِيشًا اِلَى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ  
 ثُمَّ نَبِيٌّ بِرَسُولِهِ فَقَالَ ادْعُ اِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ  
 بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ لَعَلَّكَ بِالْقُرْآنِ وَلَمْ يَكُنْ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ عِزَّوَجَلَّ مِنْ خَالِفٍ اَمْرًا لِلّٰهِ  
 يَدْعُو اِلَيْهِ لِغَيْرِ مَا اَمَرَ فِي كِتَابِهِ وَالَّذِينَ اَمَرَ لَا تَدْعُو اِلَا بِالْبُرْهَانِ وَقَالَ فِي نَبِيِّهِ صَلَّيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَيْسَ اِلَيْهِ صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمِ يَقُولُ اَدْعُوهُمْ اِلَى الدِّعَاءِ اِلَيْهِ بِكِتَابِهِ اَيْضًا فَقَالَ  
 اِنَّ هَذَا الْقُرْآنُ يَهْدِيكَ اِلَى هُوَ اقْوَمُ اِمْرٍ يَدْعُو وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ ذَكَرَ مِنْ اَذْنِ الدَّارِ الْعَبْدِ  
 وَبَعْدَ رِسْوَلِهِ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ طَائِفَةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ  
 عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ثُمَّ اخْبَرَ عَنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَمَنْ فِيهَا وَانْهَآ  
 مَزْدُشِيْرَ اِبْرَاهِيمَ وَمَزْدَنَابِيْعَ اِسْمَاعِيلَ مِنْ سَكَانِ الْحَرَمِ مَنْ لَمْ يَعْبُدْ وَاعِيْلَ اللّٰهِ قَطُّ اَلَّذِينَ وَجَّهَتْ  
 لَهُمْ لِدَعْوَةِ دَعْوَةِ اِبْرَاهِيمَ اِسْمَاعِيلَ مِنْ اَهْلِ الْمَسْجِدِ اَلَّذِينَ اخْبَرَ عَنْهُمْ فِي كِتَابِهِ اَنَّهُمْ اَذْهَبَ عَنْهُمْ اَلْحَسَنُ  
 وَطَهَّرَ تَطْهِيرًا اَلَّذِينَ وَصَفْنَاهُمْ قَبْلَ هَذَا فِي صِفَةِ اَللّٰهِ اِبْرَاهِيمَ اَلَّذِينَ عَنْهَا هُمُ اَللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تَوَلَّاهُمْ

۱۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلی اپنی دعوت کو اور اپنی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلایا پہلی اپنی  
 آپ کو رکھا اور فرمایا (اللہ جنت کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سید ہی راہ دکھاتا ہے) دوسری اپنی رسول کو  
 مقرر کیا اور فرمایا (اپنی پروردگار کی رستہ کی طرف دانائی اور اپنی نصیحت کے ساتھ بلا اور دانسی جیسے گناہی  
 طریقہ سے) یعنی قرآن کے ساتھ اور جو اللہ کے حکم کا مخالف ہو اور قرآنی حکم کو سوا اور کفر بلاتی تو وہ اللہ کی طرف سے ہی  
 اور دین سے امر کو بخیر اور سکی دعوت نہیں کہی تے اور اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے باب میں فرمایا (اور بیشک سید ہی راہ دکھاتا ہے  
 یعنی بلاتا ہے) پر تیسری اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (یہ قرآن حکم کی طرف راہ دکھلاتا ہے) یعنی بلاتا ہے اور  
 سنا ہے پر پڑھاؤ کر کیا جس کو اپنی اور اپنی رسول اور اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہے اور فرمایا (تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو  
 چاہی جو پہلانی کی طرف بلائیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور یہ لوگ فلاح یاب ہیں پھر اس امت کی خبر دی کہ یہ لوگ  
 اور یہ ابراہیم و اسماعیل کے اولاد و حرم کے رہنے والے ہونے سے جنہوں نے خدا کی سوا کوئی کسی عبادت نہیں کی اور جن کو یہی پریم و سچا  
 کی دعا واجب ہوئی تو ان مسجد دارین میں سے جسکی خبر اپنی کتاب میں دی ہے کہ اور اپنی ہی دور کر کے ان کو خوب پاک کر دیا اور ان کو  
 اس کی پہلی وصف بیان کیا ابراہیم کے امت کے صفت ہیں اور جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی اس قول میں ادعو اس کے بعد ۱۲۔

إِلَى اللَّهِ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ وَمَنْ يَتَّبِعْهُ يَكُنْ مِنَ الْآمِنِينَ عَلَى الْإِيمَانِ بِهِ وَالتَّصَدِيقِ لَهُ  
وَبِمَا جَاءَ بِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ الْأَمَةِ الَّتِي بَعَثَ فِيهَا وَمِنْهَا وَإِلَيْهَا قَبْلَ  
الْحَقِّ مَنْ لَمْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ قَطُّ وَلَمْ يَلِيسْ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ وَهُوَ الشَّرِكُ ثُمَّ ذَكَرَ  
اتِّبَاعَ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَاتِّبَاعَ هَذِهِ الْأَمَةِ الَّتِي وَصَفَهَا  
فِي كِتَابِهِ بِالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَجَعَلَهَا دَاعِيَةً إِلَى دَارِ الْإِيمَانِ  
فِي الدُّعَاءِ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّتِي حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ  
ثُمَّ وَصَفَ اتِّبَاعَ نَبِيِّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ حَسْبُكَ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِي  
مَعَهُ اسْتِزَادَ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَةً يَبْتِغِيهِمْ تَزَاهُمْ لَوْ أَنَّ سَجْدًا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا  
مِنْ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سَيَأْتِيهِمْ فِي وَجْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ  
مَثَلُهُمْ فِي التَّوَرَاتِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ وَقَالَ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ  
النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ  
رَبَّنَا آتِنَا نُورَنَا وَاعْفُ رَعَايَاكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ يَعْنِي أُولَئِكَ

۱۔ علی صیرۃ امام حسن یعنی۔ مراد کہا ہے یعنی سب سے پہلی جنہوں نے حضرت کی پیروی کی آپ پر ایمان لانے  
اور آپ کی تصدیق کرنی میں اور جو آپ کے احوال کے پاس سے لائی اور امت کی طرف سے ہوتی جن کو قبول کیا اور کبھی شک نہ کیا  
نہ کیا اور اپنی جان کے خطر کو جو شرک سے پیدا ہوا ہے صبر و تحمل کے ساتھ کیا اور امت کی اتباع جبکہ اپنی کتاب میں  
اور معروف اور نبی میں اس کے ساتھ وہ وہاں اور ان کی طرف بلائی اور ان کو دعوت کا اذن فرمایا اور کہا (ای نبی تجھ کو  
اور تیری پیروی کرنے والے مومنین کا میں ہر مومنین اپنی نبی کے پیروی کرنے والا نکاح و صف بیان کیا اور فرمایا (محمد اللہ کا  
رسول ہے جو اس کی صاحب میں کا فزون پر سخت اور آسمان زمین تو ان کو رکوع سجدہ کرتے ہوئی دیکھتا ہے اور اس کے  
بند سے فضل اور رحمت ان کو ان کے علائقین اور ان کی پیروی پر سجدہ کے نشان ہیں یہاں تک کہ مثل ہی توہات میں اور ان  
بجیل میں) اور فرمایا (جس دن خدا کا ارشاد ہو گا اور ان کو جو اس کی ساتھ ایمان لائے اور ان کا خدا ان کی ہستی یا یقین نہ دے گا  
ہو گا کہینگر ای رب ہدی پورا کر ہماری ای ہمارا نور اور بخش بکے تو ہر شی پر قدرت والا ہے ۱۲۔

المؤمنین فقال قد افلح المؤمنون ثم حلاهم ووصفهم کیدا یطمع  
 فی اللحاق بهم الامن کان منهم فقال فیما حلاهم ووصفهم الذین کفر  
 فی صلواتهم خاشعوت والذین کفر عن اللغو معرضون الی قوله  
 تعالی اولئک هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون  
 ثم حلاهم ووصفهم کیدا یطمع فی اللحاق بهم الامن کان منهم فقال  
 فیما حلاهم به ووصفهم وقال فی وصفهم وحلیتهم ایضا الذین کادعون  
 مع الله الہا اخر الاية ثم اخبر انہ اشتری من هؤلاء المؤمنین ومن کان  
 علی منافع صفتهم انفسهم واموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل  
 الله فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقا فی التورۃ والانجیل والقرآن  
 ثم ذکر وفائهم لبعہدہ ومبايعتہ فقال ومن اوفی بعهده من الله  
 فاستبشر ببعیدکم الذین یاعتریہ وذلک هو الفوز العظیم فلما نزل  
 هذه الاية ان الله اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم

یعنی یہ مؤمنین اور وہ (بیعت کا یہاں ہوئی بیان دے) پیر اور انکو زینت بخشی اور انکا وصف کیا تاکہ  
 بجز انکی جو ادین سے ہو اور انین ملنے کے جمع کر کے تو انکی زینت اور وصف میں فرمایا (جو اپنی ناز میں خوش کرتے  
 ہیں اور جو یہود کے سر عوض میں - الی قولہ تعالیٰ - یہی داریت ہیں جو جنت فردوس کے وارث ہوں گے بیعت اسمین  
 یعنی (پیر اور انکو زینت بخشی اور وصف کیا تاکہ بجز انکی جو ادین سے ہو اور انین ملنے کی طمع کر کے تو انکی وصف اور حلیہ میں فرمایا  
 (جو انین بچارتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسری جہود کو الا یہ) پیر خبر دی کہ اسنی ان مؤمنوں سی اور جو انکی صفت  
 پر ہیں اور انکے جانوں اور مالوں کو اسکی عوض میں کہ انکی لی جنت ہوگی اللہ کے راہ میں رہیں ہیں  
 مارین اور میں اللہ کا سچا دین ہے - تو رات اور انجیل اور قرآن میں پیر انکی عہد کے پورا کر نیکا - اور  
 بیعت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے تو نورد ہو تمہاری بیعت کا جو دشمنی کی ہے اور  
 یہ بیعت کا یہاں ہے) - ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم  
 الجنة - ۱۲ -

الْجَنَّةُ قَامَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَرَبَيْتَكَ الرَّجُلُ  
يَأْخُذُ سَيْفَهُ فَيَقَاتِلُ حَتَّى يَقْتُلَ الْإِنْسَانَ يَقْتَرِفُ مِنْ هَذِهِ الْحَارِمِ أَشْهيدَهُ فَنَزَلَ  
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ  
السَّاجِدُونَ الْأَمِيرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ  
لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ فَفُصِّلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَجَاهِدِينَ  
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ هَذِهِ صِفَتُهُمْ وَحُلِيَّتُهُمْ بِالشَّهَادَةِ وَالْجَنَّةِ سَوَاءٌ  
التَّائِبُونَ مِنَ الذَّنْبِ الْعَابِدُونَ لِلَّهِ الَّذِينَ لَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا يَشْرِكُونَ  
بِهِ شَيْئًا الْحَامِدُونَ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ عَلَى كُلِّ حَالٍ فِي السُّدَّةِ وَالرَّخَاءِ الْمُسْلِمُونَ  
وَهُمُ الصَّائِمُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الَّذِينَ يَؤُوطُونَ عَلَى الصَّلَوَاتِ  
الْخَمْسِ الْحَافِظُونَ بِهَا وَالْحَافِظُونَ عَلَيْهَا بِرُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا فِي الْخُشُوعِ  
فِيهَا وَفِي أَوْقَاتِهَا الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ بَعْدَ ذَلِكَ وَالْعَامِلُونَ بِهِ وَالنَّاهُونَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْمُتَمَرِّضِينَ عَنْهُ قَالَ فَيَشْرِكُ مَقْتُلٌ وَهُوَ قَاتِلٌ بِهَذِهِ الشَّرْطِ بِالشَّاهِدِ

صلی نازل ہوئی تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چرت اور عرض کیا یا نبی اللہ تبارک و تعالیٰ ایک شخص ہے  
جو ایسی تباہی سیکڑتا ہے اور مقتول ہوتا ہے لیکن وہ حرام کا منکر گنہگار ہے کیا وہ شہید ہے تو اللہ نے  
نار فرمایا اگر وہ کر نیوالے بندگی کر نیوالے شکر کر نیوالے روزہ رکھنیوالے رکوع کر نیوالے سجدہ کر نیوالے پہلے  
کا حکم کر نیوالے برائی سے روکنیوالے اللہ کی مدد کے نگہبانی کر نیوالے اور بخیر دی ایمان لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
فرمایا یہ بنی اہل ایمان والوں کی جنگ ہے صفت اور یہ ثبوت ہے شہادت اور جنت کے ساتھ تفسیر  
نہالی اور تباہی گناہوں سے تو یہ کر نیوالے جو سوائے خدا کے کسی عبادت نہیں کرتے اور کسی کو  
اور کسی شریک نہیں کرتے شکر کر نیوالے جو ہر حال سختی و نرمی میں شکر کرتے ہیں روزہ رکھنیوالے  
رکعت سجدہ کر نیوالے جو پانچوں نمازوں میں دست کرتے ہیں اور دیگر رکوع سجود کے اور دیگر خشوع اور اذاعت  
کے نگہداشت کرتے والوں میں بہت اہل پہلے باتوں کا حکم کر نیوالے اور خود دوسرے پر عمل کر نیوالے اور برائی سے روکنیوالے  
اور خود نماز اور اللہ کے فرمایا پس خوشخبری سنا جو ان شرطوں کو ساتھ قائم ہو کر مقتول ہو شہادت ۱۲۔

والجنة ثم اخبر تبارك وتعالى انه لم يامر بالقتال الا احياب هذا النزول  
فقال عز وجل اذ ان الذين يقاتلون بالفسق ظلموا وان الله يظفرهم  
امتي الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا الله فذلك  
ان جميع ما بين السماء والارض لله عز وجل ورسوله ولا يتبعه من  
المؤمنين من اهل هذه الصفة فيما كان من الانبياء في ايدي المشركين و  
الكفار والظلمة والفساد من اهل الخرافة لرسول الله صلى الله عليه  
وسلم والمولى عن طاعتها مما كان في ايديهم ظلموا وفي المؤمنين من  
اهل هذه الصفات وغلبوهم عليه ما افاء الله على رسوله وهو خاتمهم  
افاء الله عليهم ورضاه اليهم وانما معنى ايفى كلما صار الى المشركين يخرج  
ما قد كان عليه وفيه فارجع الى مكانه من قول او فعل فقد فاء مثل  
قول الله عز وجل فان فاء فان الله غفور رحيم واي رجوعا ثم قال وان  
عزموا الطلاق فان الله سميع عليم وقال ان طائفتان من المؤمنين

۱۵ اور جنت پر خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ اپنی بھینسوں والوں کی سی کوتاہی کم نہیں فرما یا پھر خدا ہی عز وجل نے فرمایا۔  
راؤن دبا گیا اور کچھ ایسے جنسی لوگ اُڑتے ہیں اس سبب سے کہ اونپر ظلم ہوا ہی اور اللہ انکو اور بقادر ہے جو ہوگا۔  
کھا لگی اپنی بھینس نہی ناحق لیکن یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پرو دگا۔ اللہ ہے اور یہ سلیبی کہ تمام جو کچھ آسمان اور زمین  
میں ہو اللہ تعالیٰ اور انکو معلوم اور اسکی پیروی کرنے والے مومنوں کا ہی جنکو یہ معفت ہی تو جو کچھ دنیا  
میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں اور اوسکی فرمانوں شریکین اور کافروں اور ظالم اور فاجر و فاسق  
قبضہ میں ہے اوسمیں اس صفت کے ایمان والوں پر ظلم کیا ہے اور انپر غلبہ کر کے ایسا۔ جو کچھ اللہ نے اپنی دلیل کو  
بطور حق کے و بادہ اذکا حق ہے کہ اللہ نے اونپر لوٹایا اور انکو حق نے کہ سنی ہر وہ شی جو شرکوں کو طرف  
چل جائے پر لوٹ آئی جس حال پر تھی۔ تو جو چیز ایسے مکان پر لوٹ آئی تو اسکی ایسی نفی فار ہے  
چنانچہ اللہ عز وجل کا قول ان فار افان اللہ غفور رحیم۔ یعنی اگر او میں پر فرمایا۔ فان عزموا الطلاق  
فان الله سميع عليم اور فرمایا۔ وان طائفتان من المؤمنين ۱۲۔

اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احديهما على الاخرى فقاتلوا التي تبتغى  
حتى تقى الى امر الله اى ترجع فان قاتت اى رجعت فاصلحوا بينهما بالعدل  
واقسطوا ان الله يحب المقسطين يعنى بقوله نفى ترجع فذلك الدليل على  
ان الفى كل راجع الى مكان قد كان عليه اوفيه ويقال للشمس اذا زالت قد قابت  
الشمس حين تفي الفى عند رجوع الشمس الى زوالها وكذلك ما افاء الله على المؤمنين  
من الحى كفار فافاء حق المؤمنين رجعت اليهم بعد ظلمهم اياهم  
وذلك قوله اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا ما كان المؤمنين احق به  
منهم وانما اذن المؤمنين الذين قاصوا بشرائط الايمان التى وصفها واذلك  
انه لا يكون ما دوننا فى القتال حتى يكون مظلوما ولا يكون مظلوما حتى يكون  
مومنا ولا يكون مومنا حتى يكون قابلا بشرائط الايمان التى شرط  
الله عز وجل على المؤمنين والمجاهدين فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز وجل  
كان مومنا واذ كان مومنا كان مظلوما واذ كان مظلوما كان مومنا والجهم

۵۳۲ اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احديهما على الاخرى فقاتلوا التي تبتغى حتى تقى الى امر الله - ينى لو تى فان  
قأت - ينى لو تى فاصلحوا بينهما بالعدل وانتهوا ان الله يحب المقسطين - نور و تقى سے یہ ہے کہ لو تى  
توبہ دلیل ہے کہ توبہ شے ہے جو اپنی پیچھے ہٹنے میں لوٹ آتی ہے اور یہ کہ کبھی یہ توبہ شے ہوتی ہے کہ توبہ شے  
جیکہ آفتاب کے نازل کی طرف روٹنے کے وقت سایہ پڑتی ہے اور یہ کہ کبھی یہ توبہ شے ہوتی ہے کہ توبہ شے بطور نے کی  
دلوں پر وہ صرف مومن کا حق ہے جو ان کی طرف بعد کفر کے ظلم کے اوپر واپس آگیا۔ اور یہ کہ توبہ شے کا قول ہے  
(اذن دیا گیا اور ان کو جس کی کفار لڑتے ہیں سب اس کو از سر نو تسلیم ہوا ہے) مومن بہ نسبت ان کو زیادہ حق دار  
ہیں تھی اور صرف ان مومن کو اذن دیا گیا ہے جو ایمان کے شرائط کے ساتھ مستحق جنگا ہم میان کہ حکم  
اور یہ سب اس لیے کہ اذن دینے القتال نہیں ہونا یہاں تک کہ ظلم ہوا اور ظلم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ مومن  
ہوا اور مومن نہیں ہونا یہاں تک کہ ایمان کے اذن شرائط کے ساتھ ظلم ہو جو اللہ نے مومن اور مجاہد کے ساتھ  
شرط کی ہے جس جب زمین اللہ تعالیٰ کے شرعیں پوری ہوگی تو مومن ہوگا اور جب مومن ہوگا ظلم ہوگا  
اور جب ظلم ہوگا مومن نے الجہاد ہوگا۔ ۱۲۔

بقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم  
 اقتدير الآية وان لم يكن مستكملاً بشرائط الايمان فهو ظاهر ممن ينبغي  
 وجب جهاده حتى يتوب وليس مشله ما دوننا في الجهاد والدعاء الى الله  
 عز وجل لانه ليس من المومنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما  
 نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين  
 الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم اهل لهم جهادهم لظلمهم  
 اياهم واذن لهم في القتال اقلت في هذه الآية نزلت في المهاجرين بظلم مشركي  
 اهل مكة بهم فما بالهم في قتال كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل  
 العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لسمو  
 يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل  
 لان الاذن ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل  
 مكة لاجل اخرجهم اياهم من ديارهم واسوالهم بغير حق وذلكات الآية انما

سبب قول عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم اقتدير الآية۔ اذ انما استكمل لان  
 کی شرط نہ تو مشکل نہ تو وہ ظالم ہے اور سپر بہاد کو واجب ہے یہاں تک کہ توبہ کری اور ایسا شخص جہاد کرنے اور  
 اللہ کو طرف ملانی میں ہا دون نہیں کیونکہ وہ دون مومن مسلمانوں میں سے نہیں ہے جنگ جہاد کا اذن ہوا جو جب  
 آیت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا۔ اذن مجاہدین کے باب میں جنگ اہل مکہ نے اذکر سہرون اور مونسین کا  
 دیا تھا۔ وہی توبہ ظلم کفار کے اذکر جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی مینی عرض کیا یہ تو مجاہدین  
 میں بسبب ظلم مشرکین کا ہے نازل ہوئی پہر کسری و قیصر وغیر مشرکین قبائل عرب پر نازل ہوئی کا کیا حال ہو پایا اگر  
 اہل مکہ کی نرا کی کا اذن ہوتا تو پہر کسری اور قیصر کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل مکہ پر نازل ہوئی کہ وہ نہیں کیونکہ ظلم کرنے والا  
 اذکر غیر مومن اور انکو صرف اہل مکہ کے قتال کا اذن تھا جنہوں نے اذکر مشرکین اذکر مونسین اور مونسین کا ظلم  
 کیا تھا اور اگر اس نسبت سے ۱۲۔

عنت المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الآية مرافقة الغرض من  
بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فضا مرفوعا  
عن الناس بعد هو اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس  
مكافئتك ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظنوا من جهدين ظلمهم اهل  
مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله تعالى لهم  
في ذلك وظلمهم كسرى وقيصرو من كان دونهم من قبائل العرب والجم  
بما كان في اديهم مما كان المومنون حق بهم منهم فقد قاتلوهم باذن  
الله عز وجل لهم في ذلك وبجاء هذه الآية لقاتل مومنون اكل زهات وانما اذن  
الله عز وجل للمومنين الذين قاموا بما وصف الله عز وجل من الشروط التي  
شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرطا  
فهو مومن وهو مظلوم وما ذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان  
على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين ولعين ما ذون له في القتال

۱۰ من مهاجرين ہی مراد ہوں جنہر اہل مکہ نے ظلم کیا تو پچھلو جسے اس آیت کا مدعا ہے مرفوع ہو جائیگا  
اون ظالمون اور مظلومین سے کوئی باقی نہ رہی اور ان کے بعد یہ خبر مل ہی اوٹھ جائے گی کہ ظالم اور مظلوم کوئی  
باقی نہ رہی اور ایسا نہیں ہو تو نے گمان کیا اور بیان کیا لیکن مهاجرين دو طرح سے مظلوم ہیں ایک یہ کہ  
تو ان کو گھروں اور مالوں سے نکال کر ظلم کیا تو ان کی خدا کی اذن کے ساتھ لڑے اور کسری و قیصر وغیرہ قبائل عرب نے  
اسے قید کرنے میں ظلم کیا جو مومنوں کا حق تھا انہی ہی خدا کے عزوجل کے اجازت سے لڑے اور اس میں  
جنت کے ساتھ ہر زمانہ کے مومن لڑیں گے اور اللہ نے مسلمانوں کو اجازت دی ہے جو اللہ کے اور رسول  
کے ساتھ قائم ہوں جو اللہ نے مومنوں کو ایمان اور جہاد میں کہ میں اور جو ان شرائط کے ساتھ قائم ہو وہ مومن اور ظالم  
اور ما ذون نے الجہاد ہی اسی سبب اور جو اگر خلاف ہو وہ مومن نہیں ظالم ہے اور نہ اس کو قتال کا اذن ہے

ولا بالنتی عن المنکر والامر بالمعروف لانه ليس من اهل ذلك ولا ما ذون  
 له في الدعاء الى الله عز وجل لانه ليس مجاهد امثله وامر به عانه ولا يكون مجاهدا  
 من قدام المومنون بجهاد ه او خطر الجهاد عليه ومنعه منه ولا يكون داعيا  
 الى الله عز وجل من امر به دعاء مثله الى التوبة والحق والامر بالمعروف والنتی عن  
 المنکر ولا الامر بالمعروف من قدام ان يوربه ولا ينهی عن المنکر من قد  
 امر ان ينهی عنه فمن كانت قد تمت فيه شرائط الله عز وجل التي وصف  
 بها اهلها من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وهو مظلوم فهو ما ذون  
 في الجهاد كما اذن لهم لان حكم الله عز وجل في الاولين والاخرين وقرآن  
 عليهم سوا الا من علة او حادث يكون والا ولون والاخرون الصانع  
 منع الحوادث شركاء والفرائض عليهم واحدة يسال الاخرون من اهل القران  
 عما يسال عنه الا ولون ويحاسبون عما يحاسبون ومن لم يكن على صفة  
 من اذن له في الجهاد من المومنين وليس من اهل الجهاد ليس باذن له فيه

اور نہ بیلائی کی حکم اور پھر سے رد کنی کے اور سکما جائز ہے کیونکہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدا کے  
 عز وجل کی طرف بلانے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگوں میں سے جن سے جہاد کرنے اور جنگ خدا کے طرف  
 بلانے کا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہیں ہو سکتا جسکو جہاد کا مومنوں کو حکم ہو یا لوسکو جہاد ممنوع ہو اور  
 شخص خدا کی طرف داعی نہیں ہو سکتا جسکو توبہ اور حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانی کا  
 حکم ہو اور وہ شخص بیلائی کا حکم نہیں کر سکتا جسکو بیلائی کے حکم کے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہیں  
 کر سکتا جسکو خود باز رہنے کا حکم ہو اور جس شخص میں اللہ کے شرائط پوری ہوں جنگ کر کے صحابہ نبی صلوٰۃ  
 علیہ وسلم کی وصف فرمایا اور وہ منقطع ہوں نہ تودہ باذن نے الجہاد ہے جیسے انکو اذن تھا کہ اللہ کا حکم اور ذکر  
 فرائض میں پہلے اور پچھلے برابر میں مگر یہ کہ کوئی غلبت یا حادثہ پیش آوی اور پہلے اور پچھلی ہی حوادث کے منع  
 میں شریک ہیں اور فرائض میں متحد ہیں جن فرائض سے پہلے پوچھی جاتے ہیں پچھلی ہی سوال کی جائیگی  
 اور جب پہلوئی صاحب ہوگا پچھلوئی ہی ہوگا اور جو شخص ذکر صفت پر نہیں مومنوں کی جنگ جہاد کی اجازت ہے تودہ

حتیٰ یعنی بامشرط اللہ عزوجل علیہ فاذا تکاملت فیہ شرائط اللہ عزوجل علی  
المومنین والمجاهدين فهو من المأذونين لهم في الجهاد فليستق اللہ عزوجل  
ولا يغتر بالاماني التي نهى الله عزوجل عنها من هذه الاحاديث الكاذبة  
على الله التي يكذب بها القرآن ويشيع بدونها ومن حملها وروايتها ولا يقدم  
على الله عزوجل شيئا لا يقدر بها فانه ليس وراء المتعرض للقتل في سبيل الله  
مترلة يوتي الله من قبلها وهي غاية الا حال في عظم قدرها فليحكم امرء  
لنفسه وليرها لتأب الله عزوجل ويعرضها عليه فانه لا احد اعرف بالمرء  
من نفسه فان وجدها قايمة بامشرط الله عليه في الجهاد فليقدم على الجهاد  
وان عليه تقصير ان يصلحها وليقمها على ما فرض الله عليها من الجهاد ثم يقدم  
بها وهي طاهرة مطهرة من كل دنس يحول بينها وبين جهادها كقول  
لمن اراد الجهاد وهو على خلاف ما وصفتنا من شرائط الله عزوجل على  
المومنين والمجاهدين لا يجاهدوا ولكن نقول قد علمنا كرم امشرط الله عزوجل

۱۔ یہاں تک کہ اللہ کے شرط کو پورا کریں جس میں اللہ کی شرائط جو مومنوں اور مجاہدین پر ہیں پوری ہوں  
تو وہ انہیں سب ہی جنگجو حیوان کا اذن ہے تو بندہ خدا سے ڈرتی اور ان جہول باتوں کو اسیدوں منہ سے سمجھ کر  
قرآن جھٹلاتا ہے اور جس سے اسے کچھ اڑھانے والوں سے اور جسکی روایت سے بیزار ہوتا ہی فریب نہ  
کہادی اور اللہ عزوجل ہمشبہ کے ساتھ پیش قدمی ٹکری کیونکہ اللہ کے راہ میں قرض کرنے کی سوا  
کوئی مرتبہ نہیں ہے کہ اس سے پہلے اللہ دیوی اور داسیدوں کی منتہا ہی اپنی قدر کی عظمت میں۔ پس  
چاہی کہ کتاب اللہ کو اپنی نفس کے جیسی کہ بناوی اور اس پر پیش کرکے چونکہ اپنی آپ کو اپنی نفس سے زیادہ کوئی  
پہچانتی والا نہیں اگر اپنی نفس کو اللہ کی اشرطوں پر قائم بادی نو جہاد پر پیش نہ می کری اور اگر کوتاہی  
سمجھی تو اسکی اصلاح کری اور یوں اشرطوں پر قائم کری جو اللہ نے جہاد میں مقرر کئے ہیں پھر میل کھیل سے جو  
ادسین اور جہاد میں حائل ہوتا ہاں صاف ہو کر پیش قدمی کری۔ جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کرنا لے اوں اور اللہ  
پر نہیں ہیں جو مومنین مجاہدین کے ہیں ہم انکو یہ نہیں کہتی کہ وہ جہاد نہ کریں لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمیں  
تکوں کے جہاد دیا ہی جو اللہ نے ۱۲۔

عَلَى أَهْلِ الْجِهَادِ الَّذِينَ بَايَعَهُمْ وَاشْتَرَوْا مِنْهُمْ الْقُرْمَ وَأَمْوَالَهُمْ بِالْجَنَانِ فَصَلِّ  
أَمْرًا مَا عِلْمٌ مِنْ نَفْسِهِ مِنْ تَقْصِيرٍ عَنْ ذَلِكَ وَلِيَعْرِضَهَا عَلَى شَرِئِطِ اللَّهِ فَإِنْ رَأَى أَنَّهُ  
وَفِيهَا وَتَكَامَلَتْ فِيهِ فَإِنَّهُ مِنْ أَذْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجِهَادِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ  
مُجَاهِدًا عَلَى مَا فِيهِ مِنَ الْأَصْرَارِ عَلَى الْمَوَاصِي وَتَحَارُمِ الْأَقْدَامِ عَلَى الْجِهَادِ بِالْتَجَبُّدِ وَالْعَمَلِ  
وَالْقَدَرِ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالْجَهْلِ وَالرَّوَايَاتِ الْكَادِبَةِ فَلَقَدْ عَمِيَ جَاهِلُ الْوَقْتِ

فَمَنْ فَعَلَ هَذَا الْفِعْلَ أَنْ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَمْنَعُ هَذَا الدِّينَ بِأَقْوَامٍ لَا خَلْقَ لَهُمْ يَلْبِغُ  
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَمْرًا لِيَجِدَ رَأْيَ بَيْتٍ مِنْهُمْ فَقَدْ بَيَّنَّ دُكْرًا وَلَا عَذْرَ لَكُمْ أَجْدَادِ الْبَيِّنَاتِ  
فِي الْجَهْلِ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ حَسْبُنَا اللَّهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَالْيَهُ الْمَصِيرَ اسْمُيْ بِفَرْقِهِ  
اسمِ صِدْقِ كَيْ عِبَارَتِ سَهْلِ مَحْمُودِ تَرْجُمَهُ دِيْمَانِ صَلَّاسِ مَطْلَبِ نَهْدِيْنِ مَرْزُومِيْ نَحْوَتِ طَوَلِ  
تَرْجُمَهُ دُرِّ مَطْلَبِ سِيَانِ كَرْنَا تَرْكِ كَرْدِ بَا طَرْ سِلْ سِيْ هَمِ تَرْجُمَهُ دُرِّ مَطْلَبِ نَهْدِيْنِ لَكَهْتِيْ سَكِيْنِ جَنِيْ نَقْوَدِ  
جَوْدِ بَانْتَهِ اسْمِ صِدْقِ مَحْمُودِ سَحْ مَحْمُودِ سَحْ مَحْمُودِ سَحْ مَحْمُودِ سَحْ مَحْمُودِ سَحْ مَحْمُودِ  
اسْمِ لَالِ كَرْ سَمِيْنِ سِيْ دَا فَعِ مَحْمُودِ رَادِيْ كَهْتَا سِيْ كَهْتَا سِيْ كَهْتَا سِيْ كَهْتَا سِيْ كَهْتَا سِيْ كَهْتَا  
سَحْ مَحْمُودِ كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا  
كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا كَرْنَا

سَلَامٌ دُنِ اہلِ حَاجِ سِیْرَتِ طَرِیْقِیْ ہے جنکی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیں یا دمی اپنی نفس میں اس  
جو کوئی بھی بیکجی اوسکی اصلاح کری اللہ سکو اللہ کے شرائط پر پیش کری پیرا دیکھی کہ وہ دسہین پوری ہو گئی  
میں تودہ نہیں ہے جنکو جہاد کا اذن ہو اور اگر باوجود معاصی اور حراموں پر اصرار کے اوجیضا اور اندہی بن  
کی ساتھ جہاد پر اقدام کے اور نادانی اور جھوٹے روایتوں کی ساتھ اللہ عزوجل پر عینِ ندمی کی اسکو  
غمانی کہ مجاہد ہو جس کو اپنی زندگی کی قسم جو یہ کام کرے اسکو باہینِ حدیث دار ہوئی ہو (تحقیق نہتہ  
عزوجل اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھ مدد کرتا ہے جنکو آخرت میں حصہ نہیں ہے پس آدمی کو چاہیے کہ خدا  
سے ڈری اور خوف کری کہ انہیں بھی ہو۔ بہت سی دہلیز بیان کر دیا ہے اور بعد بیان کے جہل میں ہتھاری لیا  
کچھ غدر نہیں دلا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ حَسْبُنَا اللَّهُ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا وَالْيَهُ الْمَصِيرَ ۱۳ —

وہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ اس کی شریعت میں جو لوگ جمع شرائط ہوں وہی مافدون نے الجہاد  
 ہونے کی معنی عرض کیا بیان کیجئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس کے درجات مقرر فرمائی ہیں اور درجہ بدرجہ  
 بیان فرماتا کہ آخر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مومنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہ  
 لوگ صدق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار  
 رحماء بینہم الایۃ کو بہین ہو پڑا تو ان کو اوصاف مذکورہ آیت قد اظہم المومنین الذین  
 ہم فی صلوٰتہم یسألون الایۃ کے ساتھ متصف فرمایا کہ اوہیں بحقوق کے طمع نہ کریں  
 مگر جو انہیں ہی ہو پڑا تو ان کا وصف آیت والذین لا ینعون مع اللہ الیٰھا لآخر کے ساتھ  
 بیان کیا یہ خبر دی کہ خدا تعالیٰ نے ان کو مالوں اور جانوں کو حبست کے بغیر پیدا کیا راہ  
 خدا میں مارین اور مرین جب یہ آیت نازل ہوئی ان اللہ انہری من المومنین  
 انفسہم الایۃ تو ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ایک شخص اس پر تاواریس کر رہا ہے کہ یہ  
 یہاں تک کہ مقتول ہو جائے کیا وہ شہید ہے تو یہ آیت نازل ہوئی التائبون  
 العابدون الحامدون الایۃ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا شروع  
 شہادت اور جنت کا اور سکوہی جو ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو کر مقتول ہو پڑا تو  
 تعالیٰ نے خبر دی کہ خدا نے کسی کو قتال کا امر نہیں کیا مگر جو لوگ کہ ان شرائط کے ساتھ  
 متصف ہوں چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون بانفسہم ظلموا الایۃ اور یہ اس لیے  
 کہ تمام شیاہ ما بین لہما والارض خدا و رسول کی اور ان مومنین میں جو ان اوصاف کے ساتھ  
 موصوف ہوں پس جو کچھ کفار کے قبضہ میں ہو وہ سب مومنین موصوفین بالصفۃ  
 کا ہی لیکن کفر نے مومنین پر ظلم کیا اور اوہیں غالب ہو گئی اور جب منظر سلوم ہوئی  
 تو مافدون نے الجہاد ہوئی اور ظلم نہیں ہوتا جب تک کہ مومن نہ ہو اور مومن  
 اور سقت ہو گا جب شرائط مذکورہ کے ساتھ متصف ہو۔ پس جو شخص شرائط  
 مذکورہ کے ساتھ متصف ہو گا مومن ہو گا اور جو مومن ہو گا منظر سلوم ہو گا اور جو منظر سلوم ہو گا

مانوں نے الجہاد ہوگا بیل قولہ تاملے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا واللہ  
 جب یہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنگو کفار مکہ لے آؤنگے گہرو لسنی نکال دیا ہوا  
 تو آؤنگے لیے سبب آؤنگی مسلموں کے جہاد حلال ہوا۔ معنی ہومن کیا کہ یہ آیت مہاجرین  
 کو لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ آؤنپہر اہل مکہ نے ظلم کیا تھا پھر کیا وجہ ہے کہ کسری و قیصر  
 آؤسواؤنگے مشرکین عرب سے کیوں لڑے نہ آؤہنوں نے ظلم کیا نہ گہرو لسنی نکالا۔ فرمایا  
 کہ اگر آؤن باقتال خاص سبب مسلم اہل مکہ کے ہو تو پھر واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال  
 کی کوئی سبیل نہیں اور یہ فرض قتال سے لوگو لسنی آؤٹھ جائی لیکن اس طرح نہیں جیسا  
 تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم و طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہ ہے کہ مومنین کو آؤنگے  
 گہرو لسنی نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اس طور سے کہ جو کچھ آؤنگے قبض و تصرف میں ہے  
 وہ مومنین کا حق ہے پھر کفار ظلمنا غالب ہو گئی تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق  
 مومنین نے کسری و قیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اس طرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے  
 دلیل سے کفار کے ساتھ مقاتلہ کر چکی ہیں اس حدیث سے بلاالت وحاش ثابت ہوئی ہے  
 کہ جن لوگوں نے کسری و قیصر سے جہاد کیا وہ مآذون نے الجہاد تھی اور وہ خلفائے  
 رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جب وہ مآذون نے الجہاد تھی تو مسلموں کو اس کا مظلوم  
 مسمی اور مظلوم نہیں ہو سکتا جب تک مومن کامل ہوں تو ثابت ہوا کہ مومن کامل بھی  
 اور جب مومن بھی تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط و اوصاف مذکورہ بھی کہ رسول کی  
 رفتار و مصائب میں کفار ریحخت مومنین کے ساتھ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندی  
 میں اس کی فہم و رضوان کے طالب آؤنگی خلوص ارادت میں عبادت کی وجہ خداوند  
 تعالیٰ کے لئے کتب مقدسہ تورات و انجیل میں آؤنگی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا  
 اور لسنی وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور پھر دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمسا رہی آخرت میں بھی اس کا نتیجہ آؤنگو یہ ملیگا کہ

نواز دیا آگے آگے جلو میں ہوگا اور انبیاء کی ساتھ جنت میں داخل ہونگی۔ اور نیز فلاح باب  
 کامل الایمان خاشعون نے بصلواتہ بیہودگی محتجب اور عرض زکوٰۃ دینی والی عقیف  
 امانت کے ادا کرنے والی عہد کی پورا کرنے والی اپنی سچ شہنا و تونہ پر قائم اور ان حضرات  
 بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس کی میرا میں پایا ہو گناہوں کی توبہ کرنے والے  
 خدائی وعدہ لاشعرب کی پرستش کرنے والی ہر ایک حال میں خدائے کی حمد کرنے والے  
 روزہ رکھنے والے۔ نماز نواؤں کی ایفاد پر پوری طور پر ادا کرنے والے لوگوں کو  
 معرفت کا حکم کرنے والی اور آپ بجالانے والے مستکرم روکنی والے اور خود با  
 ہمنی والی۔ اور خدائی وعدہ کی محقق کرنے والے پس یہ صفات میں جنکو درج سے  
 حق تعالیٰ نے مومنین کے جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلی خرید لیا خدا کر راہ میں لڑنے  
 تو مایہین اور میں خدا کا چار وعدہ ہر تورات اور انجیل و قرآن میں جس نے خدا کے ساتھ اپنا  
 عہد پورا کیا خوش ہوا اپنی بیع کے ساتھ اور یہ بری کام پالی ہر پس یہ اوصاف میں جنکو ساتھ  
 وہ مہاجرین متصف ہیں جنکو کفار نے گمراہی کا ل یا ادا دین اوصاف کے ساتھ وہ مہاجرین  
 موصوف میں جنہوں نے باجاست نامہ خداوندی۔ اذن للذین یقاتلون الآية کسری  
 وقیمہ کے ساتھ جہاد کیا اور اسی اپنا حق واپس لیا پس اگر معاذ اللہ یہ حضرات جنکو شہادت  
 امام جعفر صادق رضی جو مہور باظہار ماہو بحق تہی یہ اوصاف میں کا قریب فتن ہوں  
 اور حسب خلافت مقصومی اور مذکور فاطمی ہوں یا محرف قرآن اور محرق بیت اللہ  
 ہوں یا ہیبت کی تذلیل کریں یا معاذ اللہ نبات کو غصب کریں یا جناب فاطمی کو  
 صمد مغرب پہنچا دیں جس سے اسقاط محسن ہو کر مردود فات پادین یا صحابہ مقبول کو زہر کو  
 اور تذلیل توہین کریں اے یزیدک من الاقترات تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ امام  
 جعفر صادق رضی نے جو کچھ فرمایا وہ جھوٹ ہے اور اس باب میں آپ جہول ہوں اور یہ  
 محال ہے تو ثابت ہو اگر کچھ مباحی اوصاف مذکورہ کے ساتھ قطعاً یقیناً

متصف ہو اور ثابت ہوا کہ خدا و رسول کے نزدیک صاحب مرتبہ فوجہ اور مدارج عالیہ ہستی  
اور ذمہ امامت حقہ اور خلافت ریشہ تھی و اسے اللہ علی ذلک اور نیز اس سے بالبدانہ اور کا  
بھی سلطان ہو گیا جو آپ کی علامہ رضی نے بھی البلاغتہ میں مہاجر ہونے کے لیے موت  
حجت یعنی امام کی شرط کی ہے۔ دلیل صحیح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ایام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام صحابہ کبار مہاجرین و انصار و سوقت حاضر و موجود ہی  
مسجد نبوی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جابجا پیشوا کی نماز سقر نہ پایا اور تمام  
حاضرین پر ناست نماز میں شہد م کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر اوصاف استحقاق امامت میں  
فضیلت اور تقدم کہتی تھی چنانچہ حسب تقریر خاتم المشکلیں مولانا مولوی حمید علی زعمی نے  
درجہ نے علین اگر مولای مجلسی وغیرہ نے بکار وغیرہ میں اسکی روایات نقل فرما کر  
جواب دی ہیں قطع نظر اس سے اگر نجیب البیب کو اسکا انکار ہی تو فرما دیں کہ حضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ استیلا اور مرض میں جو شب جمعہ سیکر فجر و شنبہ تک ممتد رہا  
جبکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخراک دوبارہ کے مسجد میں نہیں تشریف لے جا سکے کون  
امام ہوا اور کسی نماز پڑھائی ظاہر ہے کہ بلا اجازت تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپ نے  
کیونکہ امام مقرر فرمایا ہوگا اور امر صلوٰۃ کو مہل نہیں چھوڑا ہوگا تو آپ کے کسکو نماز لی  
امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں ہے کہ یاد نہ ہو۔ قرب وفات کا واقعہ ہر جان اگر بعض  
روایات شیخ نے منظر حفظ مذہب اس کی لسان یا ساسی فرمائی ہو تو کچھ تعجب نہیں لیکن  
اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیے وہ اس قصہ کو کونکہ بیان کرتے ہیں غیاث الدین بن ہمام الدین ایمر  
صاحب حبس ایرانی کتاب میں لکھتا ہے نفیست کہ ایام بیماری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
درمیں در وقت ادائی سلق یک نوبت مسجد شریف پر وہ تشریف لائے امامت جا آوردی  
اما در آخر اوقات مرض ستر روز میردن منتولست آمد دوران ایام بموجب اشارت

بہر حجت خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ

صلی اللہ علیہ وسلم المرءین ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلافت ہو۔ اس طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ نے  
 بھی تصریح کر دی ہے اس سے انکار گویا آفتاب کوشت خاک سے پوشیدہ کرنا ہی اور محض عناد  
 و تکابر ہی ہیں باوجود اس کے کہ آپ پر واقعہ غصب خلافت منکشف تھا اور جانتی تھی کہ  
 بعد ازاں یہ لوگ خلافت رضوی غصب کرینگے تو ایسی حالت میں کہ سب اکابر مہاجرین  
 و اعیان انصار موجود ہوں اور آپ کا ہر وقت رحلت قریب ہو ایسا فعل کہ ناجو مویہ انکار ثبوت  
 حقیقت خلافت کو ہو بلکہ ناسخ لفظ خلافت رضوی ہو تب حسب روایات شیوہ موجب  
 کمال استعجاب لواللہ ابابہ ہر ادل تو خود ایسی شخص کہ اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر  
 فرمانا جو محض عشق و عاشقی کی وجہ سے کہ چور کر نکلا ہو اور صرف ظاہر میں ہر کلمہ کو ہو حالانکہ  
 سورہ براءت وغیرہ نازل ہو چکی تھی دین کی نگہیں ہو چکی تھی ماکان اللہ لیدر المومنین  
 علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کا وعدہ پورا ہو چکا تھا اور حضرت کو  
 ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الانیاء و الکر  
 میں جبریت خیر اور تجب انگریز پر غصب خلافت کے کھشکے لئے اور زیادہ قابل حرمانی  
 و تجب کر دیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن اصول پر یہ لازم ہے تو تحقیق وہ  
 اصول ہر موضوع و مقرر اور مخالف دین اسلام میں اور فی الواقع حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو آخر وقت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہی نہیں  
 تھی کہ ان کی خلافت کی طرف انما جو قریب تنصیف کے ہی ہو جادوی چنانچہ سقیفہ بنی سائدہ  
 میں مجسمہ دلائل کے ایک دلیل یہ بھی پیش کی گئی تھی جس کو انصار نے برسر و چشم قبول  
 کر لیا چنانچہ کتب اہل سنت میں مذکور ہے اور جب انصار نے اس کو قبول کر لیا اور کچھ روو  
 قاح و چون چہ نہیں کی تو اور اس کو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور معلوم ہوا کہ انہیں  
 امامت کبریٰ کے لئے تو طبیعہ و تمہید تھی ہم اس وقت اس قدر قلیل سے ایک تفرقا کرتے ہیں  
 بعد اس کے اگر ہماری فاضل مجتہدین کچھ ہمیں اہل اسلام فرمائی تو انشاء اللہ تعالیٰ مفصل

گزارش کریں گے وکیل نامہ من حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور باظهار حق  
 ہوں اور قیام و نگو جائیز نہ تھا بلکہ حسب وصیت نامہ انکو جہد حکم تھا۔ حدث الناس و انہم  
 ولا تخافن الا الله والنشر علوم اہل بیت و صدق ایاہک الصالحین  
 فانک فی حرد و امان اور ہرگز غلط فہمی کی پاسداری نہ فرماتے ہوں شیخین رضی اللہ عنہ  
 کو حقین فرماتے ہیں ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق و مانا علیہما  
 رحمۃ اللہ یوم القیامہ۔ نقل عن کاشف ارباب عقول ابن عباسؓ کہ کو ملا خط کریں انہیں کہ یہ کلام  
 نبوت حقیقت خلافت شیخین کے لیے نفس صریح ہے چونکہ جناب امام جعفر کو حکم تھا۔ و صدق اباہ  
 الصالحین پس بموجب احکام کے آئیے یہ کلمات ارشاد فرمائی جو صدق کلام جناب امیر  
 جناب امام حسن رضی اللہ عنہما میں چنانچہ ہم سابق میں کیسے قدر گزارش کی جگہ میں بیان بطریق  
 کو اس قدر گزارش ہے کہ پہلے معروض ہو چکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا  
 ولعلکم ان مکاتھما فی الاسلام لعظیمات المصائب لہما فی الاسلام  
 لمحج شد یدیرحمہما اللہ جزاہما باحسن ما عملوا اب ہم نفس جعفر کی اس کلام کی  
 مطابق کرتے ہیں اور اسکو تصدیق اور سہ کرتے ہیں چاہے وہ شیخین کے لیے نامستحق  
 کا ثابت ہونا متضمن ثبوت عدل اور نسط کو ہے اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ حق پرستی اور یہ  
 گویا شرح ان مکاتھما فی الاسلام لعظیمات المصائب لہما فی الاسلام بوجہ شدید  
 کو ہے اور اس سے پوری تصدیق اور ان دونوں کو جملہ نکر ہوتی ہے۔ بعد اوسکی فعلیہما  
 رحمۃ اللہ یوم القیامہ علیہم چہ ما جزاہما باحسن ما عملوا غایر ہو کہ بالکل  
 ہم تنہا ہیں ہمیں کچھ حاجت بیان ہی نہیں ہے علاوہ ازیں خطبہ شد بلا و فلان  
 کو یہی مصدق ہے علی مخصوص فلقد قدم الود و دوی العمد اصابعہما

لے لوگوں کو نہ حدیث بیان کر اور انکو فتویٰ دے اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہمیت کے  
 علوم کو پھیلا اور اپنی بابا صاحبین کے تصدیق کر و حفاظت اور ان میں ہی - ۱۲ -

بہت حقیقت ظاہر ہے کہ حضرت جعفر علیہ السلام نے یہ کلام فرمایا ہے

وسبق شہادت کی ہما امامان عادلان قاسطان کا فاعل الحق گویا ہم معنی  
 اور ارف میں اور گویا جناب امام صادق نے بنی امیہ کی کلام کے شرع فراموشی اور جناب امیر کے  
 اس کلام میں جو حمد و عاتق نہیں لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستند و قطعی حجتہ اللہ بوم العتیمہ۔  
 کو میں اس طرح جناب امام صادق نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق فرمائی  
 کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت امیر مویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی اور باہم  
 صلح نامہ تحریر ہوا تھا تو اول شرط یہ تحریر ہوئی تھی بسم اللہ ولا یتا المسلمین  
 علیٰ اربعہ من بینہم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء  
 الراشدین۔ اور یہی ہے کہ حضرت امام حسنؑ سے پہلے خلفاء راشدین بحر خلفاء اربعہ کے اور کوئی  
 نہیں جب انکو ارشاد فرمایا اور انکی پیروی کا حکم فرمایا تو وہ اگر فی الواقع امام برحق اور خلیفہ  
 راشد ہوں تو امام معصوم کے کلام میں کذب لازم آوے گی تو معلوم ہوا کہ وہ فی الواقع خلفاء راشدین  
 اور ائمہ برحق تھے اور جو چھ اوہوں نے کیا وہ عدل و قسط تھا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ  
 فرمادی کہ تصدیق فرمائی اور اپنی اس کلام میں حضرت امام حسنؑ کے ارشاد کی گویا صلح کر دی تو اب  
 مطابقت وصیت نامہ کہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پر پوری طور سے صادق آیا۔ وصدق اباءک  
 الصالحین اور بدلتی اپنے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی ابا و صالحین کے پوری تصدیق  
 فرمائی۔ اور علامہ ابن جوزی چونکہ حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے اہل حق تھے اور تقیہ جائز نہ تھی  
 ایسی جو کچھ ظاہری طور پر اپنے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچھ یہ من خفیہ طور پر دیکر  
 خلافت بیان کرتا وہ مستند لفظ و معنی کے نہایت لغو اور پوچ ہے اور کتب میں منضم کیا جاتا ہے  
 وہ حضرات کا ایجاد و اختراع محبت ہوگا چنانچہ تبصرہ بعض علمائے شیعہ کے بعض کی نسبت یہ امر  
 ثابت ہو یا تو مجلس نے صدوق کی نسبت ایک حدیث میں یہ امر فرمایا ہے وانما فعل  
 ذلک لیسوا فی اہل العدا۔ خود شریف رضی نے جناب امیر کے کلام میں کیا کیا کچھ  
 اتہام کی ہی کردہ تحریفات یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ گئی ہیں ایسی حالت میں یہ

زیادتیوں کو کیونکر غلط یقین تک پہنچا دی جو بہ اعتبار لفظ و معنی کے غلط ہوں بہ اعتبار حالت  
 قابل کے غلط ہوں بہ اعتبار ناسخ و فسخ کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ اور کلمہ صدق پر شاہد ہو  
 ایسی زیادتیوں کو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیوہ کا یہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی ہیں  
 رومی اس حدیث کا کہتا ہے۔ فلما انصرف الہ اس قال لہ رجل من خاصۃ یا ابن  
 رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی ابی بکر وعمر فقال نعم ہما اما ما اہل المنا  
 کما قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَا اٰیٰتِہُمْ اَشْوَکَ اِلٰی النَّارِ واما العادلان  
 فلعدو لہم عن الحق کقولہ تعالیٰ وَالَّذِیْ کَفَرُوْا وَابْرٰہِیْمَ یَعْدُوْکَ واما  
 القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا اَنۡتَ اَبۡسَطُوْکَ فَکَاۡتِبِ الْحَقَّ مَحَلۡبًا  
 والمراد من الحق الذی کہ اذا سئلین عما یدعی ہوا براہو منین حدیث  
 ازبیا وخصباحتہ والمراد من موثقہما علیہ انہما ادا علیہ عداۃ من غیر ذلک  
 عن ذلک والمراد من رحمۃ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ العالمین وسبکون  
 خصا لہما ساخطا علیہما فتقما عنہما یوم الدین انتہی۔ اور انش بنیات سے  
 کو حور و شمع و فرامی ہو ملائے فرادین و جذبات شیعہ سے و تمام و حسن و حسن و بی بیان  
 کو داوین اس بحث میں سمجھتے ہیں کہ چاروں میں اس شخص سے غیبی بیان آرا سکو ہی رسول کیا جاوے  
 پوری طور پر عقیدہ ہو کہ انہی کے ہاں اللہ علیہم السلام کے ہوتے ہیں لیکن اگر اس میں  
 ہے جب تک جلی ہی تو ایک شخص نہ ہو۔ اور اس میں سے پوچھا کہ ایسا رسول اللہ کے فرزند بھی اس سے محبت  
 جو انہی ابوبکر و عمر کے حق میں فرمایا۔ فرمایا۔ ان دو روز جو نکر اسم میں۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرمایا اور جسے  
 ان کو نام نہ پایا کہ کیوں بلاست میں۔ اور کہ وہ علی بن ابیہ عن سے عدول کرنے اور پیرنے کر سب سے  
 قورق کے (جنہوں نے کفر کیا ہے)۔ اور یہ کہ قاسط بن سبک یقین اللہ تعالیٰ  
 فرمایا کہ قاسط اطلسم و زنج کا ایندھن میں نہ جس سے اس پر غالب نہی اور اس میں ہوا اور اس کا حق  
 اور اس پر زنی کبیر مرزا پریدہ و سیدہ کے اوپر اعدوت پر اور خدا سے رسول اللہ میں کہ رحمت العالمین میں اللہ

اور ان میں سے ایک شخص نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے  
 اور اس کے ساتھ ساتھ ہی رہتا ہے۔

روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جاوی تو اس صورت میں ابابصالحین کے تصدیق ہونے کی بلکہ تکذیب ہوگی  
اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرنے ہیں گو ہماری گذارش سابقہ سے اس کی تکذیب بخوبی  
ہو چکی ہے اور علماء کے مخصوص اس زیادتی کی روایت کو جھوٹا کرنے میں صریح ہو کر اولاً جملہ  
دعویٰ ان کا نہ ماننے الاسلام العظیم الخ اور کلام - عند بلاد فلان صریح اس کی اور اس کی روایت کے  
تکذیب کرتے ہیں - ثانیاً مدار بجزانی سے جو جواب اس اعتراض کا دیا ہے کیف سلم سہنام  
یسلم لمعویہ وطلحہ والبریر مع قیام القنۃ سے جرحم - اردو یہ ہے - اثنائے ان الفرق میں اختلاف  
اثنائے دین معویہ سے قائم حد و - اللہ و اہل مقتضی اور امرہ دنو اسید ظاہر - اس سے صریح  
ثابت ہوتا ہے کہ راوی جو علاء لان فاسطان کے معنی بجزان ظاہر کے گہری میں شخص دوع ہر  
کیونکہ خلفائے کاحد و ثلثہ کو قائم کرنا اور بموجب دامر دنو اسی خداوندی کے عمل کرنا یہ ایسا طرہ  
کہ جسکا شیوہ کو بھی اعتراض ہر کسی کے عدل انصاف استیقام سے کہ حد و دائرہ کو قائم کیا جاوے  
اور بموجب اے اردو اسی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور حق پر ہونا ہی اسی پر منحصر ہے اور تحقیق دعا  
فسیہما حمۃ اللہ یوم القیم - کا ہی اسی پر گویا ہوتا ہے اور جب یہ وصف شخص میں حسب  
اقرار علامہ بجزانی پائی جائے میں اور ہم جانتی ہیں کہ شیوہ میں کسی کو بجز خاص  
وقت کے اسکا انکار نہیں اور بجزانے کو جھوٹا نہیں سمجھتے تو معدوم ہوا کہ حضرت امام نے جو کچھ  
فرمایا وہ اپنی ظاہر پر محمول ہے اور راوی جو اس کے بعد میں بترتیب فرمائی وہ کذب و رادع ہے  
- ثانیاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور داسع تر عرض کرتے ہیں جس سے پوری تکذیب اس  
زیادت اور اس کی روایت کی ہو جاوی - نہج ابلاغت میں ایک خطبہ مذکور ہے جسکا عنوان یہ ہے  
واللہ لا سلم ما سلمت امن المسلمین ولم یکن فیہا جولا علی صحت الخ یہ خطبہ  
صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تھی کہ اس میں بیعت خود پڑے  
اور بلاست میں کسی پر جو رد و ظلم و زیادتی ہو چنانچہ آخر خلافت خلفائے اب جناب نے اس  
تسلیم کو قائم رکھا اور کوئی امر ایسا واقع نہیں ہوا جس سے جناب امیر کو گنجائش مناقشہ نہ ملے

بل چنانچه شارح ہائے شریعت کی تصدیق فرماتے ہیں اور یہی تفسیر بہترین قولہ واللہ لا یسلم  
 ما سلمت امور المسلمین ای لا تریک المناقض فی هذا الامر ما سلمت امور  
 المسلمین من الفتن وفيه اشارة الى ان غرضه من المناقضه في هذا  
 الامر هو صلاح حال المسلمین واستقامه امورهم وسلامتهم عن الفتن  
 وقد کان لهم من سلف من الخلفاء اس سبب ثلاث طوائف بابت ہی خلافت خلفائے راشدین  
 علیہم السلام جو کہ بوقت پہلے ایک چارویں اور تیسری یعنی ائمہ علیہم السلام ہوا امامان عادلان  
 قاسطان کا نام علی الحق وصادق علیہ فعیلہما رحمۃ اللہ یدم العیۃ کی ہیں اور واضح ہے  
 بعد ازاں جو کچھ میں تلف لکھنا منع کیا وہ اس لئے کہ یہ دروغ و اور حجاب میرے علم کی کلام  
 اور کجانی کی ترویج سے روکا جائے۔ چنانچہ سابقہ المتکلمین مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا  
 اخباری کی جواب میں یہ عبارت نقل فرماتے ہیں اگر اہل بدعت اور فاسقین سے روکا جائے  
 مروجہ اللامیہ از خلافت گوشت پر میرے مفسرین علیہ السلام اور ذیہ علم اللہ علیہ السلام کے  
 بیعت خذیرہ غضب کی دیگر چند اقسام وال برع و منہ بدہ اما باہینہ بزر و خوار طریقہ حائزہ سناہینہ  
 باہل بیت عین اغراض اکریم باتفاق و یقین بود و اجداد صحابہ وسلم بجز افاضان و ذرکت کلامیہ و یہ  
 موجود ہوتا تھا قدح و کشت و نشان است بالہ و نزد مامیہ زبان برہنہ شدہ و نہ و باہل بیت  
 نصب العین خاطر خود مامیہ شدہ۔ دیکھئے فاضل اخباری سے تصریح کہ یہ تہذیب سنہ ۱۰۰۰ کے خلفائے راشدین کا طریقہ  
 معاشرت اہل بیت کی ساتھ عین اغراض اکریم باتفاق و یقین شیعہ اہل سنت کو تھا اور جہاں سے اہل اسلام  
 کو مامیہ نزدیک ہی آدھتا نہیں دیا تھا اور باہل بیت سے تین کو ہفت اپنی دلی انگلیوں کی سانسی کہتی تھی  
 بس حکم بخلاف فاضل اخباری یہاں صاف ہیں انکو نسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی کہ  
 و دروغ ہے اور یہ جو فاضل اخباری نے بعض اعمال معہ دودہ کی نسبت ذکر کیا یہ بھی حجاب امیر کی  
 تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات کا کذب و افتراء بھی چنانچہ محمد باقر گدایش کرچکے اور یہی  
 گدایش لکھا ہے کہ جناب امیر کا تسلیم خلافت کو مسترد و رد کیا گیا ہے و باہل بیت کے ساتھ

پیرائے سیم پر آخر تک قائم رہنا اور چون چہ انکارنا لون افعال کو جو کتب کلامیہ اور سیر میں موجود ہیں مثل  
 کتابت سبیت و نقص عمدہ غضب مذکور وغیرہ سب کو ثابت کرتا ہے کہ موضوعہ و مضمرہ میں کیونکہ ہوا شیعہ  
 کوئی فعل ایسا سرزد نہیں ہوا جس کا اثر خاص جناب امیر کے ذات یا برکات تک محدود ہو بلکہ جو عمل صلا  
 ہو جسکو حضرات شیعہ سر میں طعن قدح میں بیان کرتے ہیں وہ علاوہ جناب امیر کے دوسری  
 حقوق پر ہی موثر ہے مثلاً غضب خلافت یہ ایسا فعل ہے کہ اس سے زیادہ دنیوی اور دنیوی حقوق  
 اہل اسلام کو کوئی چیز ضرر رسان نہیں ہے چنانچہ خود ظاہر و بدیہی ہے غضب مذکور خاص حق  
 جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ آئندہ تمام بنی فاطمہ کا تھا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا  
 نقصان چند روز جناب امیر ہی سے علی بن ابی القیاس پس اگر انکا وقوع صحیح ہو تو معبود  
 جناب امیر نے جو کچھ واقعہ سلسلہ باسکت استور سلیمین الخ - فرمایا وہ جھوٹ تھا اور اگر  
 وہ سچ تھا تو ان اسو کا وقوع کذب ہے لیکن ہم کہتے ہیں جناب امیر کا ارشاد ہی تھا وہ مرکز کذب  
 نہیں لیکن یہ مورخص اذن جیسی لوگوں کا تراشی ہوئی ہیں جو لاعلم و ملعون ائمہ بنی جنکریونہ  
 پر کتھیشاب کرتے تھے جنکی مراحۃ ائمہ تکذیب فرماتے تھے جو ائمہ پر افتراء و بہتان باندھتے  
 تھے پس انکا تکذیب کر دیا البتہ فرین قیاس ہے - غرض یہ لائل اس زیادتی مختصر کی بخوبی تکذیب  
 کرتے ہیں اور علاوہ انکا اور بھی دلائل غلط ہیں اس زیادتی اور اسکی ردات کے تکذیب کرتے ہیں  
 مگر منہ بخیاں تھول اہل ذریعہ اس خیال سے کہ ہر شخص جسکو ذرا ہی عقل و ذہن سے علم انصاف سے  
 حصہ ملا ہو گا وہ مجرور و بیکہنی اسنادی کی بدانتہا یقین کر سکتا ہے کہ یہ محض بناوٹ اور جھوٹ  
 ہے اور کی استغاب کو ترک کر دیا یہ دلیل قاطعہ جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب  
 ضم خلافت فرمایا اور میر جو یہ سے مصاحبت کر کے اذکوت سلیم فرمائی اور صلح نامہ لکھا گیا جو علما  
 تاریخ نے نقل کیا ہے اور ہم سابق میں اسکی نقل کر چکے ہیں کہ اس میں چند شرائط قرار پائی تھی  
 چنانچہ اول شرط یہ تھی کہ کتاب و سنت و سیرت خلفا راشدین پر عمل کری دوری  
 شرط یہ تھی کہ میر جو یہ کو یہ استحقاق نہیں ہے کہ اپنی بعد بسیکو خلیفہ مقرر کری بلکہ بعد اسکی

بہت حد تک خلافت خلفہ طائیف کی نہیں ہیں۔

خلافت شوریٰ کی طور پر بین المسلمین ہوگی چنانچہ عبارت صلح نامہ کی یہ ہے بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم ہذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن ابی طالب ومعویتہ بن  
 ابی سفیان صالحہ علیہ ان یسلم الیہ ولایہ امر المسلمین علی ان یجعل  
 فیہم بکتاب اللہ تعالیٰ وسنتہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ  
 الخلفاء الصالحین ولیس لمعویتہ بن علی سفیان از یجعل الی احد من  
 بعدہ بل یكون الامر من بعدہ شورئاً بین المسلمین انتہی بقدر  
 یہ دو نو شرطیں بدلتے ہیں جو ہماری مدعا کی مثبت ہیں اور مول شیعہ کو سب سے زیادہ  
 ہر پہلی شرط میں بدلات مطالبتی ہماری دعوئی کا ثبوت موجود ہے امیر معاویہؓ کا یہ فرمایا کہ  
 خلفاء صحابین پر عمل کرے اب فرمائی کہ خلفاء صحابین کون ہیں جنکو جناب امام صحابین  
 یا راشدین سے تعبیر فرمائے ہیں اس سے پہلے بجز خلفاء رابعہ کے اور کوئی خلیفہ نہیں آتا  
 تو بجز اس کے خلفاء صحابین سے خلفاء رابعہ مراد ہوا اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء صحابین  
 اور بیعت ہو سکتے ہیں جبکہ ان کی امامت حلقہ اور خلافت ارشدہ ہونہ امارت فاجرہ تو یہ شرط  
 چند جوہ سے مثبت مدعا سے اول یہ کہ جناب امام علیہ السلام نے ان کو خلفاء صحابین سے  
 اگر نے الواقع وہ خلفاء صحابین میں تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صحابین  
 نہیں ہیں تو معاذ اللہ امام معصوم نے جوٹ بولا دوسری یہ کہ کتاب سنت کے ساتھ ان کی  
 سیرت کو پہلی ہمواں بہا مشروط قرار دیا جس سے صحت معلوم ہونا ہے کہ ان کی سیرت اتباع سے  
 میں یہاں تک رسوخ ہے کہ جو اس کا اتباع کریگا۔ نے بحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا  
 اور انہوں نے یہاں تک اجرائی شعا شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال میں  
 یہاں تک ملحوظ خاطر رکھا کہ جو شخص ان کا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت  
 سے جدا ہوگا اور یہ سب لازم ہوگا کہ وہ خلف راشدین تہی اور ان کی خلافت خلافت  
 ارشدہ تہی۔ تیسری یہ کہ جناب امام حسنؓ نے ویرت خلفاء صحابین سے یہاں تک

یہ تھا، رجبہ کو شامل کر کے حسینؑ کا بیٹا نیز جناب خلفہ راشدہ برابر شریک ہیں اور مرکز حکومت کے  
 ساتھ ساتھ ان کے چاہنے والے بھی ہیں اور بدین اختیار و اقتدار فوق کے سب سے سیرت کے اتباع کو شرط  
 قرار دیا جس سے صحاف معلوم ہوتا ہے کہ نزدیکی و صمیمیت میں جیسے کہ فی الواقع جناب امیر تہی و بی بی  
 عائشہؓ راشدہ تھیں اور جیسے کہ اتباع سے سیرت جناب امیرؓ کا پسندیدہ تھا ویسی ہی اتباع سے سیرت خلفہ راشدہ  
 راشدہ سے پسندیدہ تھا اور یہ عین مدعا ہے کہ ہم اور یہاں ہر کسی کے لیے وقت تقیہ کا نہیں اور  
 تقیہ ہی ایمان کا پیشی ہے اور کثرت سے مذکور کا ہی ذکر کرنا کافی تھا یہ جو آپ کے بڑا یا اس سے  
 عزیز ہے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ واقعی ہے اور دوسرے تیار شدہ ہیں ہماری مدعا کو  
 ثابت کرنے کے لیے دوسری آیتیں ہیں جن کی از محذور ابن ابی سفیان کو حدیث نہیں ہے کہ امیرؓ بعد  
 کے بعد علیؓ سے بیاد ہی بکا اور خداوند کا بیان ہے میں بلور شورہ کے ہو گا اس شرط میں خود  
 آیتیں ہیں کہ اس سے ظہور ہو گا سند میں جیسے کہ مقبول و صحیح کرتی ہے اور اس سے  
 ثابت ہوتا ہے کہ جو خداوند بلور شورہ کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور اس پر اہل علم و عقہ متفق  
 ہو چکے ہیں وہ امام تہی ہے اس سے صحیح حدیث خلافت خلفہ راشدہ ثابت ہوتی اور یہ  
 ہوا کہ حضرات شیوہ نے نص کو شرط امامت قرار دی رکھا ہے یہ باطل ہے دلیل  
 کا شریعہ رسانی نے نبیؐ کے اتباع بلاغت میں ایک خطہ نقل کیا ہے جو صراحتاً مثبت مذہب الحق  
 و باطل علیٰ نبیؐ سے ہے اور اس کو شرح نیم اہل سنت سے نقل کرتے ہیں جو کچھ شارح اور کسی شرح  
 پر تحریر ہے وہ سب سنی مدعا کا ثبوت میں اور اس کو ہی نقل کرتے ہیں و منکلام کہ لما  
 قال علیؓ الہیۃ بعد قتل عثمان دعوتی و التمسوا غیری فانما  
 معہ خلیفۃ من اولادہ و جودہ و اولادہ لا تقوم لہ القلوب ولا یثبت علیہ العقول  
 و انما الہیۃ فانما ہذا امامت و الحجۃ قد تکررت و اعلموا انی ازجبتکم رکبت  
 بکم ما اعلموہ لہ اسناد فی قول النقیل و عتب العاتب و ان تمکتون  
 فانما کا مکتوب علیہ امیرؓ و اطوعکم لمن ولیتموہ امرکم و انا لکم وزیرا خیرکم

منہ اصیرا۔ انہی عامل منصف اس کلام کو خط کری اور اس کا مطلب سمجھ کر خصوصاً بہرہ مند  
 آخرین قول ان تکتون من سے ارشاد فرمایا ہے کہ جو یہ جہل میں اور ہر ایک جمہور میں کہا گیا ہے  
 ہے یہاں سجدہ جواباً یہ لئے ارشاد فرمایا ہے کہ ہے۔ فان تکتون فاننا کام  
 یعنی اگر تم مجھ کو چھوڑ دو اور مجھ سے حیت کرو تو میں تم میں کا ایک جیسا ہوں میں بہرہ  
 اطاعت نامہ جب سے واسطیٰ مجھ پر ہی وجہ ہے کہ میں کرشمہ سے حیت کروں میں وہ جب  
 الاطاعت ہوں اور اگر کہہ دیا کہ وہ تو یہ میں تہمید سے اس میں ہر گاہ کہ معنی آوری سے ہوتی  
 وہ میں جو خود الفاظ سابق سے سننا یہ میں اور نہ اس میں اس میں اس میں اس میں اس میں  
 وینا ہم اور غالباً حضرت فاضل مجتبائی اور خلیفہ درمناہی اور ذیاب سے رشتہ ہے  
 اس کلام سے کوئی حکمت بھی نہیں بیان ہوا لہذا یہ ہر صورت میں خود فراموشی سے  
 فرمائی پس اس کا جواب میں ہے کہ اس کے سبب سے یہ بتا دینے والے سے یہاں  
 یہ گزشتہ میں کہ یہ تو حضرات کو اس کے سبب سے کہ یہاں یہاں سے یہاں سے یہاں سے  
 عوام کے ہونا صرف اس وجہ سے ہی کہ یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے  
 انہی خوف و تران فتنہ میں ہے وجہ ہے وجہ ہے وجہ ہے وجہ ہے وجہ ہے وجہ ہے  
 درجہ سے حیت کی ہے اس لئے منظور فرمائی اور اس جو اس قوت و شہادت سے  
 کی ہو اس طرح و نقد و خلف دینی حالانکہ خلف کچھ باز نہ جا چکا ہے اس لئے  
 حکومت و عدم مناقشہ بوجہ خوف فتنہ ہیث رہا ہے اور یہاں یہی فتنہ کے خوف سے  
 بہارتا دواتے ہیں کہ اگر تم مجھ کو ترک کرو تو میں تمہاری میں سے ایک کی ہو گا  
 اور ظاہر امتہاری شریک حال ہو گا پر کیا وجہ ہے یا میرے جو یہ مناقشہ کیا اور چھوڑ  
 کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی ہے جواباً نام ثانی کی طرح صاحت کر لینی اور خلافت سلیم  
 کر کے مطیع بن جاتی نہ تو کوئی جگہ ایسا ہوتا اور نہ کوئی فتنہ ایسا ہے سب اگر آپ  
 مثل ابن سیم سیرت کا جیگر چھوڑ بیگی تو پہلے یہ خیال فرمیں کہ افسوس کیا ہے نام

ثانی کو بھینے سوچی جو لاکھوں مسلمانوں کو دین دنیا کی بربادی اپنی ہاتھ سے فرمائی اور اگر یہ  
 فراموش کیجے بقا باخوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ ہوتا تو ہم گذشتہ کتب کی ہدایت  
 افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غلط ضروری امر کے لیے ہزار مسلمانوں کی جانیں ضائع  
 کر انہیں تو معلوم ہوا کہ غرض ظاہری حالت ہی کو نہیں بیان کیا بلکہ حکم شرعی ہی بیان  
 فرمایا غصہ ازین اس صورت میں جملہ لاحقہ اولہ کی ترقی صحیح ہوگی پھر ابن ہشتم کی  
 سنج چکا و ہم جملہ آئندہ کی شرح میں نقل کریں گے۔ بانصریح اس کی کتب سے اور نیز ترک  
 بیعت اور عدم ترک کے حالات کا امتیاز سب سے زیادہ حصول شیعہ پر لغو اور بطلان جو اس  
 ہماری قتل حبیب کا ہر ذمہ اس سبب کی تاویل میں محض لغو اور لاطائل ہو گا دوسرا جملہ  
 جناب امیر نے یہ فرمایا۔ وعلیٰ سماعہ واطو علم من وشیوہ امرکم گو یا جملہ سابقہ  
 بطور ترقی فرمائے ہیں اور شاید میں تم سے زیادہ اس کی حکم کا شناسی والا اور اس حکم کا  
 مطیع ہوں جس کو تم اپنے امر کا دالی بناؤ اور ابنا امام تہار دو۔ اب ہم پوچھتی ہیں کہ جناب  
 امیر کی زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے۔ جو لوگ ایسی ہیں کہ جنہوں نے  
 ان کے خلف کو جگہ اول محل عفتہ نے خلفا بنایا ہے امام جعفر سمجھ رہا ہے۔ تو وہ  
 تو اپنی غلطی کی وجہ سے سبقت دے رہے ہیں لیکن جناب امیر نے یہی اگر ان کو امام پر حق  
 اور بیعت کا اعتقاد کر کہا ہے تو وہی المراد اور اگر ان کے ظلم و غاصب اور ظالم و ناٹ  
 سمجھ رہا ہے تو پھر کیا وجہ ہے؟ اپنی سمع و اطاعت کو بنیاد قرار دے زیادہ فرماتے  
 ہیں کہ یہ بات یہ کہ سماعہ واطو علم من وشیوہ امرکم جو بنظر مصالحت وقت بیان فتن  
 کے خوف سے اختیار کی گئی، ضروریات سے بے ضرورت اور قد ضرورت سے مستحضر نہیں ہوتے  
 ہیں اگر ضرورت اخلاقی کی گئی ہوتی تو وہ اس سے بے ضرورت ہوتے جس سے ضرورت وقت رفع ہو جاتے  
 یہ سنہ زمانہ ان پوچھ کر جب وہ غم نہ ہونے والی امر بناؤ گی میں اس کا اعتبار ہی بنیاد زیادہ مطیع  
 ہونگا تو یہ زیادتی سمع و اطاعت کی بجز اس کے ممکن نہیں کہ آچے جس شخص کو

جسکو اہل حل و عقد نے امام بنا یا ہر شرعاً واجب الطاعت سمجھ کر کہا ہو اور جب آپ بروی حکم شرع  
 واجب الطاعت اعتقاد کرنا تو بے شک نسبت دوسرے کو آپ زیادہ اتیان موبوین کرم  
 ہوگا اور یہ بھی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب الطاعت ہونا اور جناب امیر کا اوسکی مطیع ہونا بدون  
 اسکو ممکن نہیں ہے کہ بروی شرع اوسکی است و خلافت صحیح منعقد ہو۔ چنانچہ ہم اس میں عاکی  
 ثبوت میں سلسلہ بحرانی کی عبارت کو اوسکی شرح سے نقل کرتے ہیں اہل فہم و انصاف  
 ملاحظہ فرمادیں قولہ و از آنست کہ تو ای کنت کا حد کہ فی الطاعة  
 لامیرکم بل علی اکون اسمعکم و اطوعکم لہ ای لقوة علمہ بوجوب طاعة  
 الامام و انما قال علی لانه علی تقدیر ان یولوا احد ایخالف امر الله  
 لا یسکون اطوعہم لہ بل اعصاہم و احتمال تولیتہم لمنک کذلک تابع  
 فاحتمال طاعنہ لہ قائم فحسن ايراد لعل انتہی بقدر الحاجة بحرانی صاحب کی عبارت  
 اور انکا تصریح قابل ملاحظہ اولو ہا ہر سر وہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کا اسمع و اطوع ہونا اسوجہ سے  
 کہ آپ حکم شرعی جو طاعت امام کے اعلم ہیں اور آپ جانتی ہیں کہ امام کے طاعت بروی حکم  
 شرع واجب ہے اور طاعت ہر ہی کہ امامت ثابت ہے کہ شرعاً منعقد نہوا اور امام بروی شریعت امام  
 صحیح ہو واجب الطاعت نہیں ہو سکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل و عقد جسکو  
 امام بناوین وہ شخص عنہ اللہ امام اور واجب الطاعت ہے اور جناب امیر ہی اوسکو  
 واجب الطاعت اعتقاد فرماتے ہیں اور جب شرعاً امام اور واجب الطاعت ہوا تو آپ کیوں نہیں  
 اوسکو اسم سمجھ کر لیکن شرع بحرانی نے اس قدر قید اور لگائی کہ یہ حکم عام نہیں بلکہ لفظ لعل  
 سے یہ بات پیدا ہوئی ہے کہ احتمال ہے اہل حل و عقد ایسی شخص کو امام بناوین کہ جو مخالف  
 امر اللہ کے ہو تو اسوقت آپ اطوع نہ ہو گے بلکہ زیادہ مخالف اور نا فرمان ہو گے اگرچہ بحرانی  
 یہ نہ مانا غلط ہے کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے تکذیب و تغلیط خود جناب امیر بجواب  
 امیر معویہ کے فرما چکے امیر معویہ نے کہا کہ اوس خط کے جواب میں حسین اپنے امیر معویہ سے

سبب۔ طلب کی وجہ سے ایک بڑا ہاتھ سا گرمی ہاتھ برادری لوگوں نے بیعت کی جو بیعت کی وجہ سے  
 وہ لوگوں کے ہاتھ بیعت کی تھی تو تم کو ایک قبول کرو۔ لکھا تھا۔ کہ اگر آپ سی مثل اب کو دیکھ کر  
 ہوئے تو اپنی خلافت میں اہل حل و عقد سے صحیح ہوتی اور میں آپ سے ہرگز نہ لڑنا لیکن جب  
 مثل اب بڑے سے نہیں بلکہ حد و قضا میں جاری نہیں کر سکتی یا فاطمہ بن عثمان۔ کے حامی میں  
 نواسہ حالت میں بیعت اہل حل و عقد۔ و اگر خلافت منع نہیں ہو سکتی اور اس میں وعدہ خطا کی  
 جواب میں شخص سے خدفت کے جوہات خلافت کو سر بخا ہم میں کر سکتا و سکی جواب میں  
 جناب میرے خیر فرمایا و رعیت انما افسد علی بعد اب خطیبت فی عثمان  
 کنت امر اس المعاجریں اور دت کما اور د و اصد دت کما اصد مر د و  
 ما کما۔ لکھتے ہیں دندلا و یفریم بعدے کمال جواب یہ کہ نہ جو مجاہد خدماں قتل  
 عثمان کا لگتا ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد  
 و خطا کی بوجہ اہل حل و عقد نے بیعت خلافت کے گویا بالکل غلط اور فوجی کہہ دیکھ میں یہی ایک  
 ریل میں ہار میں بن کر ہوں جواب میں اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد  
 وہ یہ کہ اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد  
 اگر اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد  
 جو بیعت میں ہوں اور سب سے حق کی اندھی ہوں اور بیعت میں ہوں اور سب سے حق کی اندھی ہوں  
 کہ بیعت اہل حل و عقد کی ہے۔ اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد نے بیعت کی تھی وہ یہ کہ اہل حل و عقد  
 جو بیعت میں ہوں اور سب سے حق کی اندھی ہوں اور بیعت میں ہوں اور سب سے حق کی اندھی ہوں  
 اور جناب امیر کا جواب یہ ہے کہ اس کو مذکور کیا گیا ہے کہ اس کو علی سبیل التشریح کرتے  
 میں اور کہیں میں کہ چاہا اسی ایام کو وہ جب اہل حل و عقد کو اور جب اس کو اہل حل و عقد  
 امام بن اور وہ دہائی سے اور تشریح میں بیعت میں خلافت مراشد کی تھی اور خدایں سی  
 نور میں جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور انہیں خلافت میں بیعت میں خلافت مراشد کی تھی اور خدایں سی

جناب امیر زمانہ خلافت خلفا راشدین اسمع واطوع رہی کہی کسی قسم کی چون چڑھن کی  
 باوجود کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کا شمار ان غنیہا ہی میں کیا خوش دنار  
 ہوئیں ان کی حالت قسح و تنجین شل صفر پر وہ نشتر شدہ و خائنین زمانہ اگر خیر الخ الی آخر  
 الکفریات فرامی کیا مجمع ہوا جوین و انصارین جا کر واہ یلا و ذرا و دندان کے  
 گھر آکر جو خوش نہ آیا۔ بروایت صدوق لکن شیعہ میں چالیس آدمی اپنے گیارہ ہجرت میں ہوا  
 سہو آپ سی ابتدا خلافت صدیقی ہیں درخواست کی کہ ہم ابو بکر کو مسند خلافت سے  
 اوتار دیں آپ نے منظور نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابو سفیان کے درمیان سعت کو  
 قبول فرمایا۔ قسم قسم کی آیتیں اچھوتھیں چیلین اس طرح صرح لی نہ سلطان نہیں سمجھ  
 لیکن سمع و طاعت کی عذرہ الوفی کو مانتے تھے یا پس جب باوجود ان باتوں کی  
 اپنے کہی چون چڑھائی تو اسے زیادہ تو اس سمع و اطوع ہو سکتی کہ چونکہ امام کے واسطے  
 ہونیکا آپ کو شہادت بھائی قوی علم نہا ارجب نام بھی خدا کا لے کے حکم سی کہ جب  
 ہو تو اسکی اطاعت سی انحراف گویا خدا کی حکم سے انحراف ہی جو عصیت سی طرح  
 اس سے ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیرت خلفا راشدین کی مثل سیرت ملوک  
 و سلاطین جائزہ کے نہیں ہے بلکہ ترویج محاکم دین اور حیا شعار اسلام میں سرگرمی  
 اور پیشہ پاس شرع شریف لطف العین اور نہ نظرت طر کہنی رہتی۔ تو دیکھنا سی خلفا  
 کو مطلق اسمع واطوع ہونے کی توجہ کی ہوگی۔ بہر کیف خلفا راشد کے زمانہ میں کہیں حکم  
 کی مطیع و منقاد رہی اور آئین کے کیڑے بید نہا و ست حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
 فرمایا کہ تم جسکو امام بنا لو میں اسکا شیخ و منقذ ہو گا اور بعد ثابت ہو گیا کہ ان کی  
 زیادتی اطاعت نہ تھا و چونکہ آپ وہ جو سب غلامان ہونے کے سبب ہونے  
 و شیعہ نہ تھا پس کونسی زور و شجاعت میں تھے اور ان کے ساتھ نہ تھا نہ ان کی  
 بروی حسد شرع مطیع ہوئے۔ تو آپ کی امامت نہ ہو تھی بلکہ ان کی امامت تھی

اہمیت ثابت ہوئی اور اس سے یہی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جسکی امامت کو اہل حل و عقد تسلیم کر لیں اور متفق ہو کر اہل حل و عقد جسکو امام بنالیں اور خلفائے ثلاثہ کو اہل حل و عقد نے امام برحق تسلیم کر لیا ہے اور انکو امام بنالیا ہے تو وہ واجب الطاعت اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہوتا ہے۔ تیسرا جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا۔ یعنی تمہاری میری ذریعہ ہوں یہ بہتر ہے اس سے کہ میں تمہارا امیر ہوں حاصل یہ ہے کہ میری مارت کو تمہاری میری وزارت بہتر اور خیر ہے اور ظاہری کہ جس مارت کے آپ وزیر و شیر اور جن املاک آپ عین ظہیر ہو گئے وہ مارت ہی خیر ہوگی اور یہی ہے کہ خلافت تہاشی سابقہ میں جناب امیر وزیر و شیر معی بہت مہمات میں آپ سی شورہ لیا جاتا تھا اور آپ کے شورہ پھسل کیا جاتا تھا تو وہ خلافتیں جنکو آپ وزیر تھے وہ حق اور خیر ہوتی باقی رہا یہ امر کہ یہ خبر تیرے کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری دنیاوی سہولت حال کی طرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی دنیاوی امور کے سب کے طرف عائد ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہیں اور احتمال ثانی نے بروی و لائل صحیح و مستقیم ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ظاہری سہولت حال کہ جس میں دین دنیا کا نقصان ہوا وہ سب پر خیر کا اطلاق کیسے صحیح نہیں ہو سکتا امامت دین و دنیا کی امامت عامہ ہے جسکو ساتھ دین اور دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہے اور امام نمبر نہ بنی کے ہر امامت کے احوال دینی اور دنیاوی کے اصلاح کرتا ہے لیکن تیسرے سہولت خود شارع علیہ صلوٰۃ و السلام کو مدبر ہے اسوۂ مطہرہ کی شان میں۔ غزیر علیہ غنیم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکوالیسر ولا یزید بکوالعسر۔ اور فرماتا ہے وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ پس جب شارع کو سب سہولت مد نظر ہو تو اسکو کون انکار کر سکتا ہے ان امامت کا طبع ہو جادی کہ جو کچھ اذکر مرضی ہو وہ کرے یہ بہت اگر پہلی کسی امام نے کیا ہوتا تو اسوقت جناب کو اسکا فرمانا شاہان ہوتا اور جب کسی امام نے

ایسا نہیں کیا اور نہ لوگ اس کی عادی تھی ہمیشہ امام اپنی رائی و مشورہ سے سرکجام مہمات کرتے رہے تو ایسی حالت میں آپکا بھار شاد و مرت سہولت حال کی طرف راجع نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں مطلق خبر سے بلا قرینہ فرد ناقص بلکہ انقص مرادینا یہ خود خلافت قاعدہ عرف اور غلط ہے تعجب ہی کہ امام مخصوص من عقد منصوب من الرسول بالفعل ہو اور وہ کہی اپنی حق کا نام نہ لی اور اگر لوگ اس کو چاہیں تو مدخت اور عقل فراوی اور نہ مادی کر میری وزارت تمہاری ایسی بہتر ہے امارت بہ قدر بہتر نہیں۔ خبر۔ دعوتی والتسوا غیریے تک مضائقہ نہ تھا لیکن یہ سر منصوصیت خلافت کو باطل کر رہا ہو اور ثابت کرتا ہو کہ انعقاد خلافت بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہے چنانچہ ان جملوں سے پیدا جملہ صریح دلیل ہے واعلموا ان اجبتکم لکیت بکم ما علموہ ولما صنع الی قولہ القائل وعتب العاتب اسمین آپ نے اجابت کو ضمیر تکلم کی طرف منسوب فرمایا ہے یعنی اگر تمہاری متمسکے اجابت کر لوں گا تو پھر کو اپنی رائی چھوڑاؤ اور تم سے اپنی علم کے موافق کام لوں گا تو آپ نے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا کہ تو مسلم ہو اگر جب آپ اہل حل و عقد کی التماس کو قبول فرماؤں گے خلیفہ بالفعل ام سیوت ہوں گے کیونکہ انعقاد طرفین کے ایجاب و قبول و رضا و تسلیم سے ہوتا ہے تو مسلم ہو اگر آپ بالفعل امام و خلیفہ نہ تھے ورنہ خلیفہ کو جو خدا قائلے کی طرف سے مقرر ہوا اجابت کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ان جہتیکم کو یہ سنی نہیں رکھتا اگر اجمال امر خلافت اسوجہ سے نہ تھا کہ امت کے طرف سے اجابت و تسلیم من کوتاہی ہے تو پھر ان اجبتو نے فرماننا سب تھا یعنی تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کر دو گے۔ انھ۔ پس اس سے صراحت یہ ہے کہ دیا کہ دار مدار انعقاد خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہی اور جناب امیر مرکز خلیفہ مخصوص نہ تھے جیسا کہ حضرات شیوہ کا و عادی پس حاصل مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا یہ ہے کہ آپ کو مسلم ہونا کہ ابتداء زمانہ خلافت نبوت میں کار ہادی نمایان اور سلامی ترقیا بنی پان ہوئے والی ہیں تو عجب نہیں کہ کہی آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہ کام میری

مانتے ہیں کہ یہ اور یہ حسنات میری نامہ اعمال میں درج ہیں لیکن چونکہ یہ امر مقرر نہ تھا  
 اور اس کے نام کے لیے کاربہ و ازان قضا و قدر نے اہل لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپ کا دست نوشتہ  
 ایک اصول سے کہتا رہا ہے کہ یہاں نہ عثمان رضی اللہ عنہ آپ کو معلوم ہوا کہ زمانہ خلافت نبوت  
 قرب الاختتام ہو چکا اور ترقیات اسلام کا شباب بڑھ چکی کے ساتھ تبدل ہو گیا۔ اب یہ ہم  
 خانہ خشکی کی گرم بازاری ہو گئی تو یہی آپ کے بیعت کے قبول کرنے میں تھقل و تسویف  
 مرقانی اور یہ الفاظ معانی صحیح طور پر اس سے نکال کر ثابت کرتے ہیں، فانما استقبلون  
 امرالہ وجوہ وایوان لا یقوم لہ القلوب ولا تثبت لہ العقول وان الاتفاق  
 نہ نامہ تھا و الحجۃ فذکرت چنانچہ پہلی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شور و  
 فتن سے پاک نہ ہوا یہاں تک کہ زمانہ خلافت نبوت منقرض ہو گیا اور ملک عفو و غرض کے نبوت  
 آئی بغیر سترت کو ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ اتبلیت لبقال اہل عقبہ۔ غرض ہمارے  
 تکی طلب ترک کیا غرض اور اس کی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جس کے ہم اثبات کے مد پی  
 میں فی ثبوت حقیقت خلافت خلفائے ثلاثہ وہ بحول اللہ و قوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہو رہا ہے  
 حاوی عشر۔ امام ابو الفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اغالی میں روایت کی ہے کہ  
 عن ابن الاثیر الاکبر قال جاء یوسفیان الی علی بن ابیطالب فقال یا ابا الحسن  
 ساد ل هذا الامر فی اضعف قریش و اقلها فواللہ ان شئت لاملانہا علیہم  
 حیلًا ویرحلان فقال علی بن ابیطالب طال ما عادت اللہ ورسولہ و المسلمین فافہم  
 ذلک شیعہ انا و جدنا ابابکر لہما اھلہ۔ اس روایت سے ثبوت حقیقت خلافت صدیقی

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ

عن ابن الاثیر۔ سے مروی ہے کہ ابو سفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اے ابو الحسن  
 اس وقت کا کیا حال ہے کہ تین تین سے صلیبیں لٹکیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر تو جا ہی تو میں میدان  
 ہار دیتا ہوں۔ اور علی بن ابی طالب نے فرمایا تو میرے اللہ کا اور رسول کے اور منوں کا دشمن رہا اور یہاں  
 انکو جو غصہ ہے وہی ہے جس کی بنا پر یہ خلافت کے لیے بڑھ چکے ہیں۔ ۱۲۔

بدنالت مطاعی ثابت ہوتا ہے اور دوسری خلافتیں ایسی جو کہ اس پر تصریح نہیں تو جب اس کی  
 حقیقت ثابت ہوئی تو اور دیکھی ہی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شک و شبہ نہ رہتا  
 مگر ان - اس قدر گزرا کہ اس سے کہ جناب اگر صاحب اعانی ابو الفرج علی بن حسین صفہانی  
 کو عدم اعتبار کا قضیہ پیش کرینگے تو ہم ان کو آپ کی روایت کی حالات اور آپ کے علماء کے  
 تحقیقات عرض کر کے متنبہ کریں گے کہ اس صورت میں آپ کی صحاح کی خیر نہیں  
 اور غالب روایات قابل اخراج ہونگی جبکہ معمول ہوا اور معتد علیہا اعتبار فرما رکھا ہے چونکہ  
 اس بحث میں سیفہ راطنہ ب ہو گیا ہے اس لیے کہ جو سب سے ختم کر گئے ہیں اور اقوال آئندہ کا  
 جواب لکھ رہے ہیں - **قول** جبکہ ہم نے اپنی شرائط مذکورہ کے تحت معتد ہونے سے  
 مدلل ثابت کر دیا اور چھٹا اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت ہو گیا اور کچھ آپ کے اقوال آئندہ  
 ثابت کیا جائیگا تو اب فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا  
 اس باب میں کیا ارشاد فرمایا - **اقول** دعویٰ اشیات شرائط ثابتہ بدلیل  
 محض سیدنا خلیل سے ناشی نہ ہو سکتا تھا کہ کسی کلمہ شہید ثلثہ دلائل سے ثابت کر کے درجہ  
 فی الحقیقت ان کا ثبوت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت و خلافت ہوں ان کا  
 ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہے چنانچہ آپ کی روایت کے جواب میں گزرا ہے کہ جو یہ اور ہم  
 المومات ہونا جو بایہ بار دیگر زبان پر بھی ملے ہوتا ہے کہ ترکہ و اپنی عداوت قدیمہ کی  
 موافق یہی یاد نہیں کہ اس سلسلہ میں امتنا زعم فیہ کیا ہے چنانچہ ہم آئندہ فوہین  
 جمہور آپ کے اس بحث کی ہر گز اس خدمت کی نیکی اور حب سے ہر گز ٹٹلنے کا آپ سے فرج نہیں  
 ہوسکے تو یہ سوال آپ کا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس میں  
 کیا ارشاد فرمایا ہے موقع ہے ان یہ موقع ہماری سوال کا ہے کہ جب اللہ جل جلالہ  
 تو فرمائی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب میں کیا ارشاد فرمایا  
 ہے **قول** اگر اس کا جواب ہے تو وجہاً بالوافق الخ جب اس

کلام کو اصلی معنی بیان کی گئی اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھتی تھی وہ ہرگز اسکا مطلب نہیں تھا  
 شبہ رفع ہو گیا جو کچھ جناب سالت تھے اس باب میں فرمایا ہوگا ظاہری کہ ہمیں اور اس  
 کلام میں کچھ فرق نہ ہوگا اور ہرگز مخالفت نہ ہوگی اور ہر دو ارشاد بجا ہی خود حق و درست ہونے کے  
**قول** جو اللہ وقوتہ سے ثابت کرانی میں کہ جو معنی آپ نے اس کلام کے میں سمجھتی تھی وہ  
 غلط تھی اور نہ کلام بلکہ دوسری دوسری کلام میں کسی قدر تاخیر ہوید تھی پس اس تحقیق سے محقق ہو چکا ہو  
 کہ اس اصلی معنی اور واقعی مطلب ہی تھا کہ جو ہم پہنچتی ہیں علامہ انیس کی طرح اگر اصول سے رفع نہ  
 نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں جو کچھ فرمایا وہ اسکی ہرگز نفی  
 نہیں ہوگا **قول** کہ جب ہر کہ باب تاویل کے کس دلیل سے مسدود کر دیا ہو حالانکہ یہ سنی  
 وہ عرض ہوئی میں جو اصل و واقعی میں دینہ اگر تاویل کی جاتی تو تاویل کی بہت گنجائش تھی کہ  
 باب تاویل نہایت وسیع ہے **قول** جن دلائل سے ہمیں باب تاویل کو سبک نہ کیا ہو  
 وہ دلائل وہ جن سے ہم نے آپ کی معانی کو باطل کیا ہو اور سابق میں مذکور ہو چکا میں اور میں  
 یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہ معنی جو آپ نے بیان فرمائی ہیں محض خیالی ہیں اور واقعی ایسی معانی کو  
 تاویل نہیں کہا جاتا بلکہ یہ تحریف معنوی سے پس جس سبب عبارت بجز ایک معنی کلیسی دوسری  
 معنی کو محتمل ہی نہ ہو اور نہ بجز ایک معنی موضوع کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی قرینہ  
 قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قوانین دلالت کرتی ہوں تو ایسی حالت میں باب تاویل مسدود  
 ہو کر رہا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل واسع ہے یہ استخراج کرنا کہ حرکت جاری ہو سکتی ہے یہ حضرت کی علم  
 فضل پر زیادہ ہے بلکہ اگر ایسی ہی تاویل واسع تو خصوصاً میں مثل اللہ العباد محمد بنیاد غیر میں  
 تو تاویل کی محبت ہو کہ باوجود اس خطیہ غدیر میں کنت مولا کو نص میرے اختلاف میں سمجھتی ہیں اور  
 قابل تاویل نہیں سمجھتی معلوم نہیں میں کس دلیل سے باب تاویل مسدود فرمایا پس باب تاویل کے وسعت اگر  
 متفہم نہیں کہ جسکے جاری ہو سکی **قال الفاضل** بحسب **قول** - باقی رہا -  
 اہست سے یہ سوال کہ خلافت از کون نزدیک اردین میں - منہج سو اولیٰ اعلیٰ کچھ ضرورت نہیں

کیونکہ جب امر امت کو مع او سکی شرائط کے بدلائل ثابت فرمادینگے تو اس کا اہم الہامات ہونا ہی ثابت  
 ہو جائیگا اہلسنت کچھ ہی کہا کریں بقابل دلائل معتبرہ کے ان کا قول کو فیکر معتبر ہوگا۔ اقول جبکہ  
 بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اہلسنت و شیعہ میں امر خلافت ہے پھر جیسا کہ ثابت کیا  
 گیا کہ نزدیک بھی ہو امین معظم اختلاف کا ہر وہ بھی بالآخر منجر بحجت امت ہی ہوتا ہے تو آپ  
 سوال کی شد ضرورت تھی کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل شرعیہ میں عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا  
 تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ ہوگا جو طرفین ایک دوسری کو کہتی  
 ہیں **یقول العبد الفقیر الی مولانا العفی اہل انصاف و بحیث**  
 ہم نے کہا عرض کیا تھا اور ہماری محبت سب اس کے جواب میں کیا فرما رہے ہیں پھر جو کچھ فرمایا ہے اس کی  
 دلیل عامہ کو یہ سانس رہتی ہے یا نہیں یہ محض حضرت کی سخن منہی ہے آپ نے سوال کیا تھا کہ امت  
 امر دین سے یا نہیں اگر سی تو اصول سے ہے یا فروع سے اس پر ہم نے عرض کیا تھا  
 کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں ہے کیونکہ جب مسئلہ امت مع او سکی شرائط کے بدلائل آپ  
 ثابت فرمادینگے تو اس مسئلہ کا امر دین میں سے ہونا بھی ثابت ہو جائیگا اور اصول سے ہونا بھی  
 ثابت ہو جائیگا اس کے جواب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب فیما بین اہلسنت و شیعہ بہت بڑا اختلاف  
 امر امت میں ہے اور آپ کی نزدیک ہے معظم خلافیات راجع بحجت امت ہے تو اس سوال کی شد  
 ضرورت تھی اور اس کے دلیل عامہ ارشاد ہوئے کہ ہے کیونکہ جب تک وہ امر علم الہامات اور مسائل  
 شرعیہ میں عمدہ مسئلہ ثابت ہوگا تب تک یہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہ ہوگا پس اس  
 تقریر سے ہماری اعتراض کمال کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سے کیونکہ ربط ہوا ظاہر ہے کہ جب  
 یہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہے اور جب تک اس کا اہم الہامات ہونا ثابت نہ ہوگا تب تک  
 یہ اختلاف موجب ضلالت نہ ہوگا تو اس سے صرف یہ بات ثابت ہوئی کہ اس کے اور اس کی شرائط  
 کی اثبات کی ضرورت ہے جب وہ مع اپنی شرائط کی دلائل سے ثابت ہوگا تو اس وقت یہ  
 اختلاف موجب ضلالت ہی ثابت ہو جائیگا پس اس کے مع او سکی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہے

یہ سوال کی اور بندہ نے ہی عرض کیا تھا کہ اس سوال کی کچھ ضرورت نہیں تھی آج کے  
 محسن دعویٰ بلاویں فرمایا دلائل سے انکو ثابت فرمادیں دین میں اور اصول میں ہی ہونا  
 خود ثابت ہو جائیگا تو اس عبارت سے ہماری اعتراض کے تقویت ہوئی نہ ہماری اعتراض کا  
 جواب اور اس سے کچھ بھی واضح ہو گیا کہ مدعا تو اشد ضروری ہونا سوال کا تھا اور دلیل سے اشد  
 ضروری ہونا اثبات امر خلافت کا مع او اسکا ثبوت کے ثابت ہوا۔ رہا اثبات امر خلافت  
 مع او اسکی شرائط کے سوا اسکی بحث گزر چکی۔ اہل الصاف ملائمہ فرامین سارہ الصاف سے  
 بول رہے ہیں اور بحث اہم المہات ہونی کی غرض یہ آتی ہے او اسکی منتظرین **قول**  
 محمد بن احمد بن ابی امامت کو مع او اسکی شرائط کے بدل ثابت کر دیا **اقول** جن دلائل سے  
 آپ نے امامت کو مع او اسکی شرائط بنعم خود مدلل ثابت فرمایا ہے اور دلائل کی کیفیت دیکھنا  
 بندہ بخوبی واضح کر چکا ہے اور بحوالہ اللہ ثابت کر چکا ہے کہ یہ دلائل ایسی وہی ہاں ضعیف  
 ہیں کہ اگر ممکن نہیں کہ قیامت تک ہی ثبوت مدعا ہو سکے **قول** صاحب سرائفہ انھما  
 سے نقل ہے کہ میں اور کلین ہی لفظ یعنی اہم المہات بلکہ اس سے بڑھ کر مثل اسکی کہ اگر تختہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم تقریب عباد بان فریضہ نمونہ کن ادا می یا جب نکر و ما باشد حاشا من ذلک  
 جو کہ یہاں اس آیت دانی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ موجود  
 آپ ان عبارت کو نظر فرمائیے صاف سے معلوم فرمادیں۔ **اقول** آپ کی اس تقریر سے  
 اور نیز تقریرات سابقہ و لاحقہ سے عیسو م ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت وشیعہ مسئلہ است کو  
 اہم المہات ہوئی بارہ میں تناسل ہوئی اور آپ کی اس مسئلہ میں اختلاف ظاہر ہو چکا ہے اس میں  
 آپ ہی نہیں سمجھ کر اصل مانع النزاع کیا ہے اور کس چیز میں نزاع و خلاف ہے۔ آپ کو خواہی کلام کو  
 مستخرج ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم المہات ہونے اور ہونی کو مانع النزاع سمجھ رہے ہوئے  
 ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ نزاع اسکی ضرورت اور ہمیشہ میں ہے اسلی اہل سنت کی کتابوں میں  
 جسکا لفظ ہمیشہ یا اسکو ہم معنی ملے یا وہی ثبوت مدعا کیلئے بنعم خود رض ہو حالانکہ یہ

اہلسنت اور شیعہ میں اختلاف کہ اہم المہات ہونے کی نسبت  
 یا نزاع کی کیفیت۔

خیال بالکل غلط اور سرخرو کیونکہ جس شخص سے حکام مخصوص شریعہ کا تتبع کیا ہی وہ سمجھ سکتا ہے کہ ہم  
 اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو ستائیم نہیں کہ وہ اصول میں ہی ہو۔ ممکن بلکہ بہت حکم ایسی  
 میں جو فرعی عملی میں اور نہایت اہم اور ضروری میں کیا آئے نزدیک صومہ بسلق اہم ضروری  
 نہیں کیا آپ انکو نیز باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے۔ اسلئے بہت شے  
 کچھ ہی منحصر نہیں ہو کہ وہ اصول ہی میں ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسکی اہمیت بوجہ وجوب اور  
 الثبوت ہونی کے ہو چنانچہ امتیان بانظر البصر در اجتناب عن المحرمات اسکی سی شائد عدل  
 کافی میں اور نیز ممکن ہے کہ اہمیت حکم کی باواسطہ اور بامستقیم کسی دوسری ضروری امر کی ہو ہو  
 دسٹل کو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مقدمۃ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا  
 چنانچہ مہنی جو لفظ اہم الہیات کا لکھا ہو وہ اسی اعتبار سے لکھا ہی اور یہ اسریاق عبارت سے بخوبی  
 ظاہر ہے اور ہر شخص اسکو سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ وہم سے کام لے پس یہ ضرور نہیں کہ جو بردہ  
 شریع اہم ہو وہ اصول میں ہی داخل ہو مان بہ ضرور ہو کہ جو امر اصول میں میں ہو گا وہ ضرور  
 اہم اور ضروری ہو گا پس ہم مسئلہ است کو اہم اور ضروری کہتی ہیں لیکن اصل میں یہ نہیں سمجھتے  
 اور حضرات شیعہ اسکو اصول دین میں داخل کرتے ہیں تو منشا نزاع فیما بین اہل سنت و شیعہ  
 امر خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہے۔ ایسی ہماری ہمت بلکہ میں  
 وہ دلائل پیش کر لیا جنکا مدلول صرف اہمیت خلافت ہو بالکل دامیات اور پوچ میں جنکا منشاء  
 یہ ہے کہ مسئلہ النزاع کو یہ نہیں سمجھا اور نہ تعین محل نزاع کا اسکو معلوم ہوا۔ نہ وہ دلائل اس  
 قابل میں کہ ہم اسکو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل یہ کہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہل  
 و شیعہ مسئلہ خلافت میں یہی اصل سنت کہتی ہیں کہ عباد پر واجب ہو کہ یکو اپنا خلیفہ بنا دیں اور وہ ہم  
 مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک ہمیں عباد کو کچھ دخل نہیں ہو بلکہ کہتی ہیں کہ خدا پر واجب ہو  
 کہ وہ خلیفہ دامام کو مقرر فرمادی المسنت کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہو تو اسکا  
 وجوب بسلق اور عمل کے ہو ایسی فرعی عملی ہوا۔ پس عتب بدہنت کے اسکا ابطال کے لیے وہ

دلیل قاطع اب ہوگی جو اس سلسلہ کے فروغی ہونے کو باطل کہہ کر اور ہولی ہونا ثابت کری اور پھر یہی  
 کہ جو دلیل ازادہ مخفاسی نقل کی ہو وہ سب گم فیدہ مدعایہ نہیں ہے کیونکہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے  
 کہ خلافت فریضہ مکتومہ ہے جس اور یہ سلسلہ اس کی ہولی ہونے کو سب گم فیدہ مدعایہ نہیں بلکہ کلام سے ثابت ہے  
 کہ فریضہ مکتومہ ہی عباد پر ہی اور ان کے عمل کے متعلق ہے تو اس سے یہی اسکافروغی علی ہونا ثابت  
 ہونا ہولی میں ہی ہونا۔ دہا آیت وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ مگر تہلال اس سے عا پر  
 اس سے ہی زیادہ لغو ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام واجب و محرم  
 و مذہب و ملت و کرامت اور علی بن القیاس قصص و امثال و متشابہات وغیرہ سے نازل ہو  
 اور جن کی نسبت حکم ہے کہ عباد کو پوچھا و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے کہ ان سے  
 تبلیغ فرمادیں اور کسی میں خلل نہ کو تا ہی نہ فرمادیں خواہ وہ اہم اور فردی مثل انص کے ہوں یا نہ  
 پھر اگر بغرض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان میں سے کسی امر کی تبلیغ میں خلل آوے  
 خواہ وہ امر فردیات دین سے ہو یا نہ تو یہی تبلیغ رسالت میں کوتاہی ہوگی اور مضمون آیت  
 وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ صادق آویگا۔ پس اس آیت شریفہ کی اثبات اہم یہ ہے کہ  
 لانا سلسلہ لا طائل ہے پس ان عبارت کو ہماری فاضل محبت بغور ملاحظہ فرمائیں اور عقل و بصاف سے حکم  
 معند انہرید جتنا طر اور یہی ثبوت ہے کہ جن صحابہ کرام کے آپ فضیلت کی عقیدہ میں آوی  
 مخطہ اختلاف کا ان کو مضائل کو ہی عقیدہ کرتے ہیں وہ ہی اس کو ایسا اہم الہامات سمجھتے تھے کہ یہ  
 کائنات و موجودات کی نشا اظہر بدون تہیز و تکفین کی ہو یہی امداد کی طرف اپنی  
 صحابہ کرام توجہ ہی نہ تھی اور عقیدہ نبی مساعدہ میں ثانی نے دل کو خلیفہ بنا ہی دیا اب فرمایا  
 کہ اس میں یہ جلدی و عجبت کہ اس محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اور عظمت اظہار  
 کی ہمدی و مروت پر دال ہے اور خلافت کے اہم الہامات ہونی کی غرض سے کہی یا کسی اور غرض سے  
 مفصل ارشاد ہوا اور یہ حال کل کتب احادیث و تاریخ و سیر میں درج ہے اور زمین تو  
 تاریخ انہوت کو ہی ملاحظہ فرمادیں اس میں عجیب نہ یہ ہی لفظ یعنی اہم الہامات تحریر ہے

**اقول** اس مسئلہ میں یہی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے استثنائے غرضیہ کو جو  
 اثبات مطلوب ہے اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اس کو بول گئی اور صرف  
 لفظ اہم لہجات کو چسپی ہوئی اور یہ نہ سمجھا کہ مایہ النزاع کیا ہے اور اگر یہ ثابت ہو گیا تو اس سے  
 خصم کا کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم فہم پر اور شاہ اش اس حیا و شرم کو ستیفہ نبی علیہ  
 رحمۃ اللہ جو آئے مسئلہ میں بالکل لا طائل رہا ہے کیونکہ غایت مائے الباب اگر اس سے  
 لازم آتا ہے تو یہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امرین خود میں میں سے جو ہر باہم  
 متعارض پیش آئی ایک امر کو جو زیادہ اہم تھا دوسری پر مستحکم فرمایا۔ پس اس سے خبر آئی  
 کہ یہ ثابت ہو کہ امر خلافت اہم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سوا اس کا کوئی منکر  
 نہیں ہے جس قدر فی الضم واجبات علمی میں وہ سب اپنی اپنی مرتبہ میں اہم اور ضروری ہیں اس سے  
 نزاع آئیں کہ امر خلافت اصول میں ہے یا فرع میں ہے پس اس دلیل کی صحت ثابت ہے  
 کہ امر خلافت اصول میں ہے نہ فرع میں ہے کیونکہ جو لوگ شریک بیت صفہ  
 بنی ساعدہ تھے وہ سب علی الخصوص خلیفہ اول خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب امر خلافت کو  
 منوط بعمل است اعتقاد کرتے تھے تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہ واجب اولیٰ نزدیک  
 داخل فروعات تھا۔ رہا یہ امر کہ امر خلافت کا یہ تمام تخیرو تکفین نفس اطہر واقعہ سے حاصل  
 علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تھا یہ خود ظاہر ہے کہ امر خلافت ایسا مقدمہ ہے کہ اس پر احکام  
 بنادین اسلام اور تقاضا میں موقوف تھا اگر اس میں تزلزل آتا تو خدا خواستہ تمام دین  
 ہی درہم برہم ہو جاتا اور تخیرو تکفین کی تاخیر سے کوئی خرابی لازم نہ آتی تھی اور ہمیشہ قائلہ  
 کہ ہم لامرین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر تخیل یہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت  
 خلفائے رضی اللہ عنہم میں اس خوف سے کہ اگر میں امر خلافت کا مطالبہ کروں اور وہیں منہ  
 کردن تو یہ تمام لوگ جو بظاہر کلمہ گو اور بیاطن کا فر میں ظاہری اسلام میں ہی پر جاد و شکر  
 اور تسبیح و تہلیل پڑھ رہے ہوں مگر امر خلافت کا مطالبہ فرمایا اور اس کو ترک کیا اور جہاد و شکر

توحید و نبوت کو اصول دین میں ہوتا ہے اور سکوئی ڈال دیا تو گویا جناب امیر مزیں اللہ عنہ نے موافق  
اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول اعلان کر مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو بنیاد اصول دین کے اہم الہیات  
مجہد تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ کیا نزدیک کفر و نفاق اصل اصول دین سے اہم اور ضروری تھا  
غرض باللہ من ذلک۔ اور یہ طعن کسی بغض نفسانہ کی تعبیر نہیں بلکہ کثرت متوجہ نبوی  
اس کا جواب ہم ابحاث سابقہ میں مفصل گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں۔ پس اگر اہم  
النبوة وغیرہ میں خلافت کو نسبت لفظ اہم الہیات درج ہو تو وہ ہماری مرکز مخالفت نہیں ہے  
اور نہ ہماری محبت کے مفید مدعا بلکہ وہ اسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہیں  
**قولہ** شرح عقاید نسفی میں یہ عبارت موجود ہے ولان الامة قد جعلوا  
اہم المهمات بعد وفات النبی عم نصب الامام حتی قدموا علی الدفن  
ولذا بعد موت کل امام ولان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ اخر  
شرح عقاید نسفی تو شاید اصل سنت میں کتب درسیہ میں ہے اور حضرت مجیب کا رد اہل بنی خاندان سے  
کہ یہ کتاب سے بظاہر ہی ہوگی یہی ہے کہ حضرت امامت کو اہم الہیات نہیں سمجھتے۔ **اقول**  
عبرت منقولہ شرح عقاید نسفی سے ہستہ لال کا فشار یہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل محبت کو  
واقع ہو گئی ہے کہ بابہ التنازع کو فراموش فرادیا ہے اور لفظ اہم الہیات کے چمکی ہوئی میں خیر  
یہ لفظ ملک فوط خوشی سے جامہ سے باہر ہو گئی اور انہیں اندک کر کے برتھو جو بھی لقل  
کر دیا اور سمجھ کر میدان مار لیا یہ اس فہم پر کس قدر دعویٰ اور کیا کچھ ناز و نفرت اس عبارت  
میں بجا ہے کہ لفظ اہم الہیات مذکور ہے جو مفید مدعا نہیں اور کونسا لفظ جس سے ثابت  
ہوتا ہے کہ امامت اصول دین میں ہے۔ اور پہلے گذارش ہو چکا ہے کہ لفظ اہم الہیات  
ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہ کلم اصول میں ہے اور فروع میں سے نہیں  
شرح عقاید بیشک درسی کتاب ہے لیکن انکو کچھ مفید نہیں بلکہ اس نشارتہ ہدال کا سطر تو اگر آیت قرآ  
ہی ہو تو یہی ثبوت مدعا محال ہے۔ پس اگر آپ ہماری امر امامت کو اہم الہیات

نہ سمجھنے سے تعجب فراوان تو کچھ تعجب نہیں لیکن تعجب یہ کہ خود ہی سوال فرما دین لڑائی  
 نزدیک خلافت امیر دین میں سے ہر با نہیں شق اول میں اصول میں سے بڑا ذریعہ  
 (۵) اور خود ہی ہوا عادیں یا ہولا دیون قولہ جو سر واقعہ میں اہم ہی وہ کسی کے  
 ماننی نہ ماننی پر محض نہیں اہم اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہے کہ خود ہی کہا  
 امر کو اہم المہات کہتے ہیں بلکہ اسکا ایسا ہونا بہ لائق ثابت کرتے ہیں اور با اہمہ ختم  
 مفت بد میں اسکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہیں **اقول** بے شبہ جو امر واقعہ میں اہم  
 ہے اسکو کوئی ماننے یا نہ ماننے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہ مراد ہے اور خداوند  
 بے استبار و خل اصول ہونے کے اہم ہے تو یہ سب غلط ہے سو قاتل اپنے اسکا ثبوت  
 کو یہی نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو دقتیہ بلا دلیل کہہ دیتے ہیں  
 کیجا دی۔ اور اگر اہمیت خلافت اس طرح ملحوظ ہے ہر طرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہیں  
 تو اسکا کوئی منکر نہیں پس یہ اہل سنت کا حال نہیں ہے جسے سپر آگاہ تعجب ہے  
 یہ صرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہے کہ اہم ہونے اور اصول میں  
 ہونے میں امتیاز نہیں کیا کہ اتنی اور با ہم تفریق نہیں سمجھتے اہل سنت کے نزدیک اہمیت  
 وغیر اہمیت باعتبار محض مراتب و کتب ہے لیکن اہل سنت کی حالت عجیبہ قابل دیکھنے ہے  
 ہے کہ خود ہی اسکو اہم المہات اور اصول دین میں سے کہتے ہیں اور خود ہی فرماتے ہیں کہ انہوں نے  
 کچھ خلافت کا نام ہی نہیں لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو مانی نبوت ہے  
 ایک کا ذریعہ منافق کو اپنے زعم میں خد یا ان مذاہبی عجاب **قولہ** جب ہمیں اسکو  
 اہم المہات ملن ثابت کرو یا تو اب پہلی ہی قوال کے موافق اہل سنت کچھ ہی کہا کریں یہ امر  
 اہم المہات ہی ہے ہر مقام بدلائل معتبرہ مذکورہ بالا کا قول معتبر نہیں **اقول** بے شک اگر آپ  
 بدلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول میں ہونا ثابت کر دیتے تو اہل سنت کا قول  
 میں بے شک و شبہ نہ رہتا کہ جو کچھ معتبر ہوتا ہے وہ ماننا چاہیے اسکا ثبوت کا امر خداوند

اصول دین میں جو محال ہو جب تک آپ کو سلاف بزرگوار و نسی تو یہ ثابت ہو ہی نہیں سکتا تو آپ  
 کیا ثابت کرنا اور جسکو آپ نے اپنی زعم میں اثبات سمجھا اور کون کون سے حکم کر ہی چکے ہیں کہ یہ  
 آپ کی خوش فہمی کا ثبوت ہے **قال الغضائری** بحسب قول مہذب اختلاف اہل سنت کے  
 نزدیک فروع دین کے ہے چنانچہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے  
 ازالۃ الغم میں تصریح کی ہے۔ اقول اگر واقعی اختلاف فروع دین کے ہے تو منکر ترتیب  
 خلافت ضال گمراہ کیوں ہے حالانکہ مسائل فروعیہ میں ائمہ اربعہ المسنن میں اختلاف  
 کثیر ہے اور باہمہ جادون برحق میں کوئی ایک دوسری کو مبتدع و ضال نہیں کہتا  
**يقول العبد الفقير الى مولاه العن** ہکو اپنی مجلس کی خوش فہمی پر  
 کمال انوس ہو کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کون سے مسائل و احکام میں جملہ انکار سے  
 مستحق تکفیر و تخیل ہوتا ہو اور یہ سمجھ کر کوئی منکر فروع کو مطلقاً ضال نہیں  
 کہنا سکتا بلکہ صرف اوس وقت تکفیر و تخیل کیجا دیکر جب انکار اصول دین کا ہو گا۔  
 حالانکہ یہ انحصار بالکل غلط اور باطل ہے کیا یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہو کہ ان کے لئے فروع کا  
 انکار سے مثل وضو و نیم کے مستحق تکفیر و تخیل کی ہو سکتا ہو حاصل ہے کہ ضروریات دین کا انکار  
 خواہ فروع ہو کیوں نہوں مستوجب تکفیر نہ ہو گا چنانچہ خود یہ بھی کہ اگر مسئلہ ترتیب خلافت  
 باوجودیکہ فروع میں سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہے ایسی اسکا  
 منکر ہی مستوجب تخیل ہو پس استحقاق تخیل منکر مسئلہ کی اصول دین میں سے ہو پھر  
 دلالت نہیں کرتا علاوہ انکہ وہ مسائل حنین اجتہاد کو سامع ہو اور ایک نوع کا خفا یا اشکال  
 یا اجمال اور کم خصوص و دلائل میں پایا جاتا ہو اور محتملات ناشیہ عن دلیل کی اوہین گنجائش  
 ہو تو ایسی اختلافات موجب حرجت میں اور یہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تخیل کے نہیں ہیں  
 چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت میں جہدہ اختلافات میں وہ اسی قسم کے ہیں اور جب یہ اختلافات  
 موجب توسع و رحمت ہیں چنانچہ ارشاد ہو اختلاف امتی رحمۃ تو یہ اختلافات

ظہور کر کسی شخص کی نہ نہ ہو گا اجمال

مستحق تفسیر کے نہیں ہو سکتا یہ سب انہی اس کا ثبوت پر اپنی معتبر کتاب بحوالہ اصول شیعہ ثانی ص ۱۰۰  
 ریل لاکرین بحث چہرہ دومین ص ۱۳۰ پر تحریر فرماتے ہیں اتفاق الجہود من المسلمین  
 علی ان المصیب من المجتہدین المتماثلین فی العقلیات التی وقع التکلیف بہا  
 واحد وان الاختلاف فیہ اکثر لان اللہ تعالیٰ کلف فیہا بالعلم ونصب علیہ دلیلًا فالخط  
 نہ معتبر فیہ فی الجہود وخالفت ذلک سذوذ من اهل الخلاف وهو مکان من  
 الضعف واما الذکر امام الشریعتان کان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضاً  
 واحد والمختل فیہ بعد ذلک ان کانت ہما یفتقر الی النظر والاجتہاد فالواجب  
 فی المجتہد استقراغ الواسع فیہا ولا اثم علیہ حیث قد قطعاً بغیر  
 خلاف الذہاب۔ پس اپنی شیعہ ثانی کی شہادت کو طوطی فراموشی اور اپنے  
 استدلال کو کبھی کبھار تو شیعہ ثانی کی کہیں اپنے استدلال کو فراموش کرنا باقی رہ گیا کہ تا فرق شیعہ و کربلا  
 جو چہرہ و ان پڑھینے کا زب و کتابا حدیثی خصوصاً فرق شیعہ و اہل بیت جو کبھی در باب امامت  
 اختلاف ہے اور شیعہ ثانی نے جو چہرہ و ان پڑھینے کی ہماری فاضل جیب فراموش تو ہے۔ قطع نظر اس سے  
 آپ کا کہہ دیا کہ شیعہ ثانی جو چہرہ و ان پڑھینے اور فرق شیعہ و کربلا کے حکم کے اوپر خود بخود  
 اختلاف ہے اور شیعہ ثانی نے جو چہرہ و ان پڑھینے اور فرق شیعہ و کربلا کے حکم کے اوپر خود بخود

کے جہود میں شیعہ ثانی میں اختلاف ہے اور شیعہ ثانی میں اختلاف ہے اور شیعہ ثانی میں اختلاف ہے  
 واقع ہوئی ہو کہ یہ سب سب اب ہے اور دوسرا فرق ہے اور گنہگار کیونکہ مذکور ہے ان میں علم کی تکلیف  
 دی ہے اور جو اس علم کی ہے۔ سب میں غلطی اور کالی کو نامی کرنے والا ہے تو اس کو ذمہ ہر باقی رہ گیا اور ان  
 میں اختلاف ہے۔ ہر نوگون نے خلاف کیا ہے اور وہ ضعف کے نہایت مرتبہ میں ہے اور لیکن  
 احکام شعیب اگر ان پر کوئی قطعی دلیل ہو تو اس میں ہی ایک ہی مصیب ہے۔ اور غلطی  
 سذوذ نہیں اور اگر وہ ان احکام میں ہی جو جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہیں تو مجتہد پر انہیں  
 کوشش کا خیال کرنا ہے اور یہ وہ خلاف کے جو قابل ستار ہو اس وقت اس پر یقیناً گناہ نہیں ہے۔ ۱۵۔

کہ میں لکھ چکا ہوں جو صریح ضروریات دین کے منکر تھی اور اصول دین میں جمہور فرق اسلامیہ کے مخالف  
 تھے اور خداوند تعالیٰ شانہ عمال بقولوں علو اکبر کی جسم کے قابل تھے اور کلمہ نسبت مفصل ارشاد  
 فرمائی۔ اچھا فرق شیعہ اور فرق امامیہ کو اور ان کے اختلافات کو رہی دو جناب امامین ہمامین  
 ثانی و ثالث در باب تسلیم خلافت امیر معویہ جو اختلاف ہوا اگر یہ مسئلہ اصول دین میں سے ہے  
 اور اصولی اختلاف مستوجب تفصیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کسی تکفیر و تفصیل کیجیگا  
 نیز امام رابع شیعہ اور محمد بن حنفیہ میں باہم امامت میں اختلاف ہوا اگر ایک شخص امامین سے  
 اپنی امامت کا مدعی اور دوسری کو امامت کا منکر ہو تو فرمائی کہ اپنی قاعدہ کے موجب  
 کسی تکفیر و تفصیل کیجیگا اور کسی مبتدع اور ضال کہیگا اور جو کچھ اختلاف کہ فروعات میں ہے  
 اس کا ذکر کیا کر دے قول اس فروعی مسئلہ کے لیے ان کی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے  
 بیت پر تھکنے والوں کو کہ اوہیں جناب امیر علیہ السلام میں ہاشم اور ان کی عشرہ مبشرہ میں زیر  
 ہی تھے کہ ہر جگہ کی دہلی کیوں دی ادا ان حضرات کا کچھ پاس ایسی مذکیوں کی کیا نہ دے  
 اختلاف میں اس تشدد کے کیا معنی **اقول** اگر فروعی اختلاف اگر نزدیک مستوجب  
 تشدد نہیں ہے تو جناب امیر جناب امام حسینؑ پر اور ان کے بیت المال سے بقدر ایک محل کے  
 لینے پر کیوں اس قدر تشدد اور غضب فرمایا اور کیوں ان کو مارنے کا قصد کیا اور ان کا پاس لپیٹ  
 کیوں کیا اب یہی فرمائی کہ فروعی اختلاف میں اس قدر تشدد کے کیا معنی۔ اور نیز جبکہ شیعہ  
 بنو شیعہ مخالفین کے ڈر سے گہر میں دیک کر بیٹھ گئے اور اپنی حقوق و مذک و غیرہ کا نام  
 لے لیا اور جناب معصومہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت کی (بروایات قوم و اہل بیت  
 علیہم السلام) کیا کچھ تذلیل و توہین کی اور کیسی سی کلمات ناملائمہ و متفکر فرمائی پس اگر  
 فروعات مستوجب تشدد نہیں ہوتے تو آپ نے جناب امیر کی یہی کیوں تذلیل و توہین  
 صرف فروعات کر لی فرمائی اور کیوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت اہل بیت  
 اور ان کی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچھ پاس نہ کرنا فروعات میں

فروعی اختلافات پر بنی تشدد ہو سکتا ہے۔

اس قدر تشدد کر کیا معنی۔ اسی ہی ایک طرف کہ جناب ابن عثمینی واقعہ الناس ابن عباس  
جس کے بشہادت روایات قوم بیت المال بعد سے کچھ مال لیکر آج بھی اور جناب میر کو اس امر کی  
اطلاع ہو اور آج ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو پنج البدایہ میں درج ہے اور ہم بحاث  
سابقہ میں اس کو نقل کر آئے ہیں اور میں یہاں تک لکھا۔ فان لم تفعل شرنا مکتبی اللہ  
لا عذرک اللہ فیک دکھتر بند بسیف پس اگر فردعی اختلاف مستوجب  
تشدد نہیں تو جناب میر نے فروعات میں کیوں اس قدر تشدد کیا اور کیوں پاس دیا کچھ  
لکھا اور یہاں تک فرمایا کہ اگر حسن حسین ایسا کام کرتے تو میں اولیٰ ہی مصائب نکرنا اور پھر  
کو اذکر مظلوم سے دور کرتا پس اگر فردعی اختلاف مستوجب تشدد نہیں ہوتا تو اگر اس تشدد کو  
کیا معنی اور اس کی علاوہ جناب میر نے اپنی اعمال پر فروعات میں تشددات فرمائی وہ یہی ایک  
نزدیک ظلم اور ناحق ہونگے۔ قطع نظر اس سے یہ سب یہ بھی ایک ہی نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص  
نہیں اور سیاست و تغیر کا عمل سب ظلم ہے اور ناجائز کیونکہ یہ لم یوریا بالتفاق و غرض میں ان روایات  
میں یہ تشدد جائز نہیں ہے تو یہ بھی جائز ہونگے پس اگر اہل قاعدہ نے شریعت کا ایک بہت  
بڑا حصہ ہی منہدم کر دیا اور بنیاد اسلام کو ہی گرا دیا۔ آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس  
اور برا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپ نے نام ائمہ منظرہ دانی اور موافق و مخالف کی کتابوں کی  
اور اق گردانی میں نگہ داری ہے علی الخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازبر ہوگا پھر اس پر یہ حال ہے  
اب مختصر گذارش ہے کہ مختصر میں جواب نصہ اوراق بیت سفید طبعہ کو ضمن میں لکھا ہے  
کہ جناب فاروق کا یہ قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے کہ مستنبط ہی کثرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کو حق میں عیب و تحزین فرمایا تھا حالانکہ جماعت  
فروعات میں یا وجہ ہے یا سنت ہو کہ وہ پس اس کی ترک کے وجہ سے جب آپ نے وعید اوراق  
صادر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعات میں ہی تاکید تشدید جاری ہوتے ہی اگر آپ کو  
من حدیث کسی کچھ ہی مس ہوتا تو قصد احکام اس قسم کی ہم ہو چلتی مثلاً چند ہی ہرگز

کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوات کو کفر سے تعبیر نہ کیا بغیر جو کی رخصت کو  
 یہودیت و ظہرانیہ تعبیر فرمایا۔ جس طرح اکی نسبت انہام تھا کہ اسنی آگلی لوٹھی کے ساتھ  
 زنا کی ہے حضرت علیؓ کو ایک قتل کا حکم نہ دیا۔ آپ نے فرمایا لو ان فاطمہ بنت محمد مرت  
 (اماذا اللہ من ذلک) نقطعت بما علیہ القیاس با مبالغہ صدہ ایسی واقعات  
 فریقین کی کتابوں میں نکلیں جو اس امر پر دلچسپی دے دیں مگر کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات میں تہذیبات و تشہیدات فرمائے ہیں۔ پس انکو  
 یا اصول دین میں داخل سمجھو یا اپنی قول سے رجوع کجی اور غافل ہو جینی کہ یہ الزام غلط تھا اور وہ  
 فروعات میں تشہیدات شرعاً وارد ہوئی ہیں تہذیب اسوقت مجتہد و محول عند اشد پرہیز گفتا  
 کیا در نہ اگر یہ ہی ہماری جناب محی طیب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بہت خبریات  
 فریقین کی کتابوں میں نکال دیکھو **قول** فروعاتی مسائل سے حامل موت جائیہ سے نہیں  
 رہتا ہے حالانکہ یہ حدیث ومن لم یرہ امام زمانہ فقد مات میتہ جاہلیہ متفق علیہ  
 سے حامل امام زمانہ موت جائیہ سے مراد ہے اگر یہ بات ہو کہ حامل مسائل فروعیہ کا یہ حال ہو  
 تو انکو خفا شدہ بعض مسائل نہیں جانتی تھی حتیٰ کہ بعض الفاظ قرآنی کے معنی سے آگاہ نہ ہو  
 انکی کیا حال ہوگا۔ **اقول** اس استدلال میں بوجہ چند بحث ہے۔ اول قرآن میں ثابت کو  
 البسنت کو مذہب پر صحت ثابت کرنا چاہی۔ دوسری یہ کہ یہ ثابت کرنا چاہی کہ سب کلمات  
 امام و مراد خلیفہ ہی ہو ہم کثرت میں ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کنائے ہو جائے جو اطلاق  
 نفی امام کا کتاب اور نبی پر کتاب اللہ میں وارد ہے۔ تیسری یہ کہ جب است پھر نزدیک  
 اصول دین میں ہے اور اصول دین کی اثبات کو یہی دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات سے ہے  
 اور یہ خبر بحدیث صحیحہ خبر دین سے اور ظنی تو اس سے اصول دین کی اثبات ممنوع ہے چوتھی  
 یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہیں سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کف کو  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ایشاد فرمایا یقرؤنکم انی یعرفونکم

حدیث میں یہ خبر ہے کہ امام زمانہ کی معرفت انکشافات کے بعد ہوتی ہے۔

اِنْسَانُ لَهْمُ اور بدو جو اس کمال معرفت کے لوگوں میں تحقق ایمان کے لیے کافی اور معتبر نہیں ہو کر  
 تو امام کے حق میں یہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان مراد ہو  
 یا وجوب طاعت اول باطل ہے کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں جس جگہ ایمان مذکور  
 فرمایا ہے یا ایمان بالہد ہے یا ایمان بالرسول یا ایمان بالکتاب یا ایمان بالمعاد کی جگہ ایمان بالہد  
 نہیں فرمایا اگر ایمان ہی داخل اعتقاد یا تہوتی تو کہیں تو خداوند کریم تعالیٰ کے شانہ پر  
 کتاب میں مذکور فرمانا اور جب کسی جگہ اس کے نسبت ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ  
 اصلی و اعتقادی نہیں ہے تو فرعی عملی ہو چنانچہ کتاب اللہ میں دوسری اشیاء یعنی طاعت  
 ذکر فرمایا اور وہ بھی اس طرح پر اعمال و قصات و نواب علماء کو شامل ہے اور ظاہر حکم وجوب طاعت  
 امیر کا خود فریاضت ہے اور متعلق بافعال عبادت ہے تو معلوم ہوا کہ معرفت سے مراد ایمان  
 تو نہیں ہے اگر کسی تو اہل غفلت سے کہو کہ خداوند تعالیٰ نے ایمان بالانہ کی تکلیف نہیں دی  
 بلکہ اذکار طاعت کو مامور بہ فرمایا تو اس حدیث کے اس صورت میں یہ معنی ہو کر من لہ یطع  
 امام نہ مانہ فقد مات میتہ جاہلیتہ اور یہ معلوم ہے سوچنا ہے کہ حکم وجوب طاعت  
 فروغ میں ہے تو یہ نیز لادون فروعات کو ہو گا جنکی نہایت تاکیدات و تہذیب کے روایات  
 میں مذکور ہیں مثلاً ترک صلوٰۃ سے کفر کے ساتھ تحریف مذکور ہو ترک حج سے موت و جہنم  
 و نصرت سے ڈرایا ہے ترک تقیہ کو جس طرح دین میں تعبیر کیا گیا ترک شہد کو خروج ہائے نبوت سے  
 بیان کیا گیا ہے حالانکہ اوہن سے کوئی مسئلہ اصحاب اعتقادی نہیں سب فریاضت میں نہ ہو  
 اس مسئلہ فرعی میں ہی تغلیط و تشدید کے طور پر اپنے یہ ارشاد فرمایا۔ اس وجہ سے کہ بہت سے  
 واصلین و واجبات کا موقوف علیہ ہے بلکہ اجرائی شرائع اسلام و شفا و دین اس پر منحصر ہیں  
 اگر اس میں خلل ہو تو تمام دین میں برہمی پیدا ہوگی اس پر اس طرح اشیاء جناب میر نے بھی  
 سکوت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرعی جو موقوف علیہ تمام دین کا موجب زیادہ مستحق  
 ہو کہ اس کو ترک داخل سے عظیم شدیدہ لہذا واجب غلیظہ کے ساتھ عباد کو ڈرایا جاوے

پس اس کو ہماری محیب کا خلافت کے اصلی عقیدہ ہی ہونے پر دلیل لانا اور خوش فہمی کا یہی  
 ثبوت ہے۔ پانچویں محل طعن و استدلال میں موت جاہلیہ سے کیا مراد ہے اگر موت علی الکفر مراد ہے  
 تو غلط ہے اس کا ثبوت دیکھی اور اگر موت جاہلیہ کے ساتھ تشبیہ مراد ہے کہ جیسی زمانہ جاہلیہ  
 میں لوگ خود سر ملتے تھے اور اونکا کوئی امام عام نہیں ہوتا تھا ایسی ہی یہ شخص ہے جو امام زمانہ  
 کو نہ جانے اور اس کا منقہ و نہو خود سر مثل ہوتا زمانہ جاہلیہ کی مرگیا تو کوئی وجہ صحت طعن  
 و استدلال کی نہیں ہے۔ باقی رہا خلفائے رضی اللہ عنہم کے نسبت طعن کہ بعض مسائل  
 بخانتی تھی اونکا کیا حال ہوگا سوال تو اس طعن کی بناء پر فاسد ہے کیونکہ اول یہ ثابت  
 کرنا چاہی کہ ہماری نزدیک جمیع مسائل جزیئہ کا علم شرط ہے و ورنہ شرط افتاء و احکام یہ ثابت  
 نہیں تو پھر یہ طعن محض غبار فاسد علی الفاسد ہے دوسرے یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ بعض مسائل جناب  
 امیر بھی بخانتی تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلویا حالانکہ شریعت میں نہائی  
 اوراق نہیں ہے اور نیز جناب امیر نے مظہر کو بھی جلویا اور جناب امیر نے عثمان دجولہ پر حد  
 جاری فرمائی سن لایخصر میں ہے و رہا ابوالیوب غنیم بنی عتبہ عبداللہ علیہ السلام  
 قال انک ان کتاب علیؑ انہ کان یضرب بالسوط و ینصف السوط و ینصفہ  
 فی الحد و اذا اتی بسلام او حلاۃ لم یدسرا کا و لم یدسکن یعطل  
 حد امن حد و داللہ۔ حالانکہ رفع القلم عن ثلثہ صریح حدیث متفق علیہ ہے  
 اور نیز جناب امیر نے حد سرقہ محاف کردی۔ سن لایخصر میں ہے و جاء رجل الی امیر  
 المؤمنین علیہ السلام فاقرب بالسرقة فقال لہ امیر المؤمنین انقرأ عنیامن  
 کتاب اللہ عزوجل قال نعم سورة البقرہ فقال قد و هبت یدک بسورة البقرہ انک لا تدری

جناب امیر بھی بعض مسائل بخانتی تھے

سے امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا حضرت علیؑ کی کتاب میں تھا کہ آپ پوری کوری سے اور وہی کوری اور بعض کوری سے  
 یعنی حد و میں مار تے تھے جب کوئی نابالغ لڑکا یا لڑکی آتے تھے اور اللہ کے حد کو سطل نہیں کرتے تھے۔  
 کہ ایک شخص امیر المؤمنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اس سے جناب نے سنوایا کیا تو کہہ فرمایا یہی پڑا ہوا ہے  
 کہا ان سورۃ بقرہ نہ دیا تو مجھ کو میرا ہتھ سوزا بقرہ کے بدولت بخش دیا۔ ۱۲۔

حدود میں یہ نہ شد و تھا کہ صبیان پر جاری کیجانی تھی اور مطلق نہیں کیے تھے یا ہم کہ عقل  
بالغ پر جاری نظر مانے اور مطلق فرمائی اور خلافت شرع ایک قاعدہ گذر دیا کہ جب تک حیاتیہ  
اقرار کرے تو امام کو اخذ و عفو کا اختیار ہے لیکن جب بنیہ قائم ہو تو امام کو عفو کا اختیار نہیں  
علاوہ ازیں آپ امام ابو جعفر سے من ما یحضر من اسی قسم کی روایت ہے ورنہ المصلی  
عن محمد بن مسلم عن جعفر علیہ السلام قال سالت عن الصبی یسرق قال  
ان کان له سبع سنین او اقل وقع عنه فان عاد بعد السبع قطعت بنا من او

حتی یدمی فان عاد قطع منه اسفل من بنانه فان عاد بعد ذلک وقد بلغ تسع سنین  
قطعت یدہ ولا یضع حد من حدود اللہ۔ اور پہلی شرح محمد سوم ہو چکا اور

حدود کا صبیان مرفوعین سنہم تقلم برخلاف شرع ہے اور علیہ ولا یضع حد من حدود اللہ وغیرہ  
سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ محض سیاست اور تعزیر نہیں تھی بلکہ القیاس اور حدیث مسائل  
میں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا علم نہ تھا پس جو حال خیابا میر و دوسری ائمہ کا ہو گا وہی

خلفائے ثلاثہ کا ہو گا **قولہ** آپ زعم من خیابا میر علیہ السلام عدم ارباب اختیار سے و  
نہ تمین ان کی کیفیت ہوگی **اقول** ان کی بھی جاری نزدیک کو ہی کیفیت ہوگی جو کہ  
جناب امیر و دیگر ائمہ کی ہوگی اور جو کہ خلفائے ثلاثہ کی ہوگی۔ **قولہ** اسکا اہم الہامات ہونا ثابت

کیا کیا ہے اگر یہ فروغی مسئلہ ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکر نسبت ایسی الفاظ بخیر  
فرماتی جو عبا ترین موجودین **اقول** یہ تکرار بیفائدہ و عنقریب یہ اند لال ابھی گذر

چکا ہے اور اسکا جواب ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ عبادت مرکز اس حد کی اہلی ہوئے پر  
دلیل نہیں ہو سکتی یہ محض حضرت کے خوش فہمی و دس **قولہ** اگر ابن مسعود علیہ السلام

سے محمد بن مسلم امام ابو جعفر سے روایت کرتا ہے کہ اپنی اپنی لڑکی سے پوچھا جو چوری کرے فرمایا اگر سات برس تک  
ہو اس سے حد دفع کیا ہی۔ پھر اگر بعد سات برس کے پھر کرے تو وارسی پوریاں کاٹی یا جیسے جائین جہانک کہ  
خون آلودہ ہو جائیں اگر پھر بھی کرے تو وارسی چھپے سر کاٹا جائے پھر اگر دوبارہ جیسے ہو کر پھر بھی کرے تو اس کا  
مانہہ کاٹا جاویں لہذا کے حدود میں کسی حد کو منہ نہ لکھا جاویں۔ ۱۲۔

صحابی اسکو ایسا اہم اور ضروری سمجھتی تھی کہ بڑی تک کی بیعت کر لے اور خلع و بیعت نہایت  
 منع ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب فتن باب اذا قال غلب قوم شیبا و جمیع مسند کتب  
 الا باق باب من فرق اہل مسلمین و ہو مجتمع کو ملاحظہ فرمائی **اقول** یہ نہایت ہی اہم  
 و مستدعی خوش فہمی موجود ہے کہ ضرورت مطلقہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہنا سمجھتے ہیں  
 حالانکہ بعد بدانتہ غلطی چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت سرگزستہ مسلمین کو  
 بدین ہے بلکہ صد افروغات ہی ضروری اور لادبی ہیں اور یہ جب ہے کہ ہم تسلیم کریں  
 کہ ابن عمر نے یزید سے بیعت نہ صرف عذر دی سمجھ کر کی تھی ورنہ ہم کہتی ہیں کہ اول یہ انتہائی  
 سناہم وقوع بیعت ابن عمر کو نہیں میں اگر کو ہی تو ممکن ہے کہ بکراہت بخوف سب  
 نفوس و نہیب اموال وغیرہ مفاسد کی ہوا و خلع و بیعت سے ہی ہو سکتا ہے منع آئی ہوا  
 پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے باطل ہے آخر جناب امیر دو بیکر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی تو خندق  
 تہ کے ساتھ بیعت کی تھی جناب عقیل حضرت امیر کو چوڑ کر امیر سعوہ کی خدمت میں جا کر  
 جناب امام حسن نے امیر سعوہ سے بیعت فرمائی محمد بن حنفیہ یزید کو مطیع ہو گئی اور بیعت کر لی  
 عرض بہر طیف ابن عمر یا کسی عذر دی سمجھتی ہے اس سناہ کو اصل اعتقاد ہی اعتقاد  
 کرنا سر بہ خط ہی اور سو فہم سے ناشی ہی **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتی  
 تھی کہ ایک رات بدون امام رہنا جائز نہ تھی تہم حتیٰ کہ وقت شب حجاج کے گھر پر تشریف  
 لائی تاکہ بیعت عبد الملک بن مروان فرمادیں۔ چنانچہ ابن ابی العدیہ شرح تہم  
 و صاحب حیوۃ الحیوان وغیرہ یہ لکھتے ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمر طرق علی حجاج  
 یاہ لیلایا لیسالیع لعبد الملک کیلا بیعت ثلاث اللیلۃ بلا امام لانہ روی عن  
 النبی انہ قال من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاهلیة خلاصہ مطلب اسکا یہ لکھا گیا  
 اور بعض کتب میں یہ ہے کہ حجاج نے بیعت کے لیے اپنا پیر ٹھہرایا کہ ہاتھ خالی نہیں ہے  
**اقول** بعد تسلیم صحت روایت مقتضایا اس روایت کا یہ ہوگا کہ ابن عمر رضی اللہ

بدون امام کے ایک رات ہی گزارنا جائز بناتے تھے جیسا کہ ہمارے فاضل مجیب سمجھا محاورہ بت  
 ضروری سمجھتے تھے لیکن اس کی نتیجہ نکالنا کہ ابن عمر کے ضروری سمجھنے سے امامت اصولین میں  
 سے ہو جائیگا محض غلط ہے کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اوسکا ضروری ہونا ہی ثابت نہیں  
 ہوتا چہ جائیکہ اوسکا اصول میں سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متورعین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سن کو  
 بھی التزام کے ساتھ ضروری طور پر مثل واجبات کے ادا کیا کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الواقع ضروری  
 نہیں ہوتے پس ابن عمر کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو موجب خلافت کا ضروری ہونا ہی مفہوم نہیں ہوتا  
 اور خاتمانے الباب بعد رد و قبح اگر بطور تنزل تسلیم کر لیں تو اچھا اس طرح ثابت ہوا کہ بیعت امام ابن عمر کے  
 نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سے تھی لیکن اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ خلافت مسائل صلیہ  
 اعتقادیہ میں سے ہو یہ تو اوسوقت ثابت ہوگا جب ضروری ہونا مسائل صلیہ اعتقادیہ میں مندرجات ہو جائیگا  
 اور مسائل فرعیہ علیہ سے ضرورت مرفوع ہو جائیگی اور یہ محال جو قطع نظر اس روایت کے الفاظ خود اس  
 قصد کو مؤید نہیں ہو کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو صراحتہ ترتب موت جاہلیہ کا عدم معرفت امام پر  
 ہے تو اس حدیث کے الفاظ سے معرفت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سے یا مراد معرفت ہی  
 یا ایمان ہے اور یہ دونو صحیح نہیں پہر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت  
 نفساً ثابت محاورہ وجوب عقد بیعت بشرط تسلیم فوری نہیں ہے کہ بدون اوسکے ایک رات ہی گذرے  
 چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمر نے اس حدیث کا یہ فعل اس حدیث سے مستنبط  
 نہیں ہو سکتا تو نفس اس روایت میں ایک علت قاعدہ موجود ہے علاوہ اذین بخاری کی بھی صحیح اس قصد کی  
 کذب محدث نامہ سعد حدثنا یحییٰ عن سفیان حدثنا عبد اللہ ابن دینار قال شہدت ابن  
 عمر حیث اجتمع الناس علی عبد الملک کتب انی اقر بالسمع والطاعة لعبد الله عبد الملک  
 امیر المومنین علی سنة الله وسنة رسول الله ما استطعت وان بنی قداقر و امثل ذلك  
 عبد اللہ ابن دینار نے کہا کہ جب لوگ عبد الملک کی خلافت پر مجتمع ہوئے میں ابن عمر کے پاس  
 حاضر ہوا اوس نے کہا کہ میں بعد از اپنی استطاعت اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المومنین عبد الملک کے  
 حکم سن کر اطاعت کر لیا اقرار کرتا ہوں اور میری بیٹوں نے بھی اقرار کیا ہے۔

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی نیز یہ کہ مثل روایت نجیب البیہ کے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمرؓ حجاج کے گہر پر رات کے وقت بیعت کے واسطے گئے ہوں اور اس وقت پانچ پہلایا ہوا اور اس روایت بخاری سے یہ بھی واضح ہے کہ ابن عمرؓ کی خطی بیعت عبد الملک کے ساتھ ابتدا خلافت میں نہیں ہوئی بلکہ بعد اجتماع و رفع خلاف اس واقع ہوئی اور جب تک خلاف رفع نہ ہوا کسی سے بیعت نہیں کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علیؓ و امیر مروجہ کے بعد میں ہی ان کا یہی طریقہ رہا۔ رہا یہ طعن کہ حجاج نے بیعت کو لٹو یا نوپیدا دیا اگر حجاج برہمن ہے تو اس نے بعد ہا مسلمانوں کو بیگناہ قتل کیا وہ کیا کچھ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمرؓ سے تو یہ بھی بجا ہے کیونکہ اس میں ابن عمرؓ کا کیا تصور ہے جناب امیر کو ابن عمرؓ نے شہید کیا جناب امام حسینؓ کو نیز یون نے شہرت شہادت چکھایا تو کیا اس سے ان کے شان میں خلل آگیا اس لئے اگر حجاج نے بیعت کی واسطے پانچ لٹو یا تو اس سے ابن عمرؓ کا نقصان نہیں ہوتا ہاں حجاج کے ثبوت پر دلالت واضح ہوتی ہے اس قول اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہل سنت فروعی کہتے ہیں مگر سب کتب اعتقاد یہ کلام میں ہی ذکر کرتے ہیں چنانچہ شرح مناقب امیر متنبہ ہو کر یہ تحریر فرماتے ہیں کہ انما ذکرنا ہا فی علم الکلام تا سیما من قبلنا اذ قد حرت عادۃ المتکلمین بد کرھا فی اوخر کتبہم للفقہ المذکور فی صدر الکتاب اس عذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ ائمہ اربعہؓ سے وہ رکر کے علماء یقین کے ذمہ لگانا ہے وہ فائدہ جسکا حوالہ صدر کتاب بردیا ہے یہ ہے وایضا

وان كانت من فروع الدين الا انها الحق باصوله وفعالها فان اهل البدع وصونا للائمة المجتہدین عن مطاعنہم کیلا یفنی بالقاصر ہذا لے سوء اعتقاد فیہم۔ یہ کلام بھی کچھ مفید نہیں کیونکہ وہ حال سے خالی نہیں یا تو مسئلہ امامت معرفت و اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں اگر تعلق نہیں رکھتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد ایسے ملک سے ہے کہ اس سے عقائد وینیہ ثابت کر میں کیوں ہے۔ اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حرد و شرائط و فضیلت امام و غیر فضلیت ان ائمہ و یا طعن سوء اعتقاد ائمہ میں علوم کے قسم سے ہے ذرا ان افعال جوارح کو قسم سے یہ

مسئلہ کو فروغی کہنا کس لئے ہے شاید یہی وجہ ہے کہ شارح نے اس کو جیبہ و تاویل پر اعتماد نہ کر کے تقلید اسلاف کا عندر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہ ہتدال بھی مثل اور ہتدالائے کس ہمارے مجیب بسبب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے نہیں ہیں ایک کہ فیما بین اہل سنت و شیعہ کے وہ اس نزاع و اختلاف کو کہ اہلسنت امامت کو فروغ میں سے کہتے ہیں اور شیعہ اصول میں قرار دیتے ہیں کیا ہے اگرچہ بات آپ کو معلوم ہوتی تو ہرگز ہتدالائے ہمارے مقابلہ میں تحریر نہ فرماتے اگرچہ کسی قدر پہلے ہی عرض کر دیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیان ہی ظاہر کریں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کی آپ کے ہتدالات بے اصل و بے بنیاد ہیں پس واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وہ مسائل عملیہ ہیں جنکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ مسائل اعتقادیہ ہیں جنکا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہیں اور فقہین کے مذاہب کو اوس میں خیال کرتے ہیں تو علمائے شیعہ نے اُسکو اعتقادات میں دخل کیا ہے اور عمل عباد کو اوس میں کچھ دخل نہیں دیا اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ فروغ میں سے ہے کیونکہ اسکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہے پس اور یہ ہی جاننا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتے ہیں لیکن بحسب قوت و ضعف ثبوت کو اُنکا اعتقاد و وجوب و مذہب و اباحت و حرمت و کراہت علی قدر نیاز لیا لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہیں اور اعتقادی ہونا اُنکا بائع اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وہ مسائل فروغ سے خارج نہیں ہوتے اور اصول اعتقادات میں داخل نہیں کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات و معاملات فقہیات باتفاق فقہین عملیات ہیں اور کوئی اُنکو علم کلام میں داخل نہیں کرتا مگر باوجود اسکے ہر ایک حکم کا اپنے اپنے مرتبہ کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ میں اور اعتقاد خلاف میں اوس قدر خرابی و برائی ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ و صوم میں لزوم کفر ہے و علی ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ میں کوئی دلیل تک کہ اوس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھ تعلق نہیں اور اُسکے ایتان میں عمل عباد کو کچھ دخل نہیں اور وہ محض اعتقادی ہے مفید نہ ہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرماوین

یہ مسئلہ امامت کے متعلق ہے اور اس کا جواب امامت کے متعلق ہے

کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہ استدلال کس قدر راہی اور ضعیف بلکہ باطل ہو گیا اس استدلال کا مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ مستقیم الہنت و مسئلہ امامت کو علم کلام میں جو عبارت مسائل اعتقاد سے ہے ذکر کیا ہے تو یہ مسئلہ اس امر کو ہے کہ یہ مسئلہ ہی اعتقادی ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ منشاء اختلاف بین الفرقین کیا ہے وہ بیان صادق آتا ہے یا نہیں آتا اور یہ خیال نہیں فرماتے کہ ذکر کرنا مسئلہ اس امر کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جدا گانہ ہو چنانچہ خود شائع موافق و اس علت کو ظاہر کر دیا اور بالفرض اگر کوئی ہی علت نہوتی تاہم جب منشاء اختلاف قائم تھا اور یہ اجتہاد الہنت نے امامت کے ایتان کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالتصریح اس مسئلہ کو فروغی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تھی کیونکہ جب تک بناء اختلاف قائم ہے اس وقت تک اس مسئلہ کو صرف اسوجہ سے کہ علم کلام میں ذکر کیا گیا ہے اعتقادی قرار دینا بے غلط تھا اور منشاء اختلاف سراسر کو کذب ہی رہا دلیل اس امر کی کہ یہ مسئلہ فروغی علی ہے اہلی اعتقادی نہیں ہے یہ ہے کہ خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب مجید میں احکام صلیہ اعتقادیہ کو جو متفق علیہا بین الفرقین اعلیہ اعتقادیہ ہیں مثل توحید و نبوت و معاد و جاہل بعبادت مختلفہ و عنوانات شتہ بیان فرمایا کہ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہ ہے اور تمام احتمالات کے عرق کو متماصل کر دیا اور مسئلہ امامت کو کیسے جگہ ہی واضح اور مشاہور پر بیان فرمایا صرف ایک جگہ اولوالامر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے محامل کو ہے چنانچہ فریقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازیں اطاعت خود متعلق باعمال عباد اگر یہ مسئلہ صلی متعلق باعتقاد عباد ہوتا تو خداوند کریم تعالیٰ شانہ اپنی کتاب میں مثل در اعتقاد یا کے اسکو ہی کیون ذکر فرماتا اور بزعم شیعہ اپنے اس فرض سے کیون سبکدوش ہوتا اور ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ شانہ عجز سے تو مسنہ ہے پس جب اسکا ذکر کہیں نہیں فرمایا اور یہ مسئلہ اس قبل سے نہیں کہ عقل اسکی اور اک میں مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حسن و قبح شرعی ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر فرمانا احوال فریقین پر صریح دلیل ہو کہ یہ مسئلہ

مسئلہ امامت و فرعی جو اول

اصلی اعتقادی نہیں ہے اور اگر یہ نہیں تو اصول تشیعہ پر لازم آتا ہے کہ مواذ اللہ خداوند تعالیٰ  
 شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب محض اور فی الحقیقت اب تک تکمیل نہیں ہوئی  
 سبحانہ و تعالیٰ علو اکبر ایگر یہ کہ برو عقول حاکمہ خداوند تعالیٰ شانہ کو ہی موبالتقیہ کریں تو البتہ  
 اس اشکال عضال ہی شاید کچھ مختصری ممکن ہو علاوہ اسکے اثبات کے لئے اور ہی دلائل ہیں لیکن  
 خوف تملویل اور عجلت وقت ہکواؤ کے بیان کی اجازت نہیں تھی اب ہم اصل بحث کی طرف پہنچ رہے ہیں  
 کرتے ہیں جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کو مسئلہ امامت فروع دین میں سے ہے  
 اور تعلق باعمال عبادی ہے تو مستحکمین نے اگر اسکو کتب کلامیہ میں ذکر کیا ہے اور ملحق  
 بالاعتقادات کیا ہے تو لامحالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح موصوفی نے  
 اسکو بیان کیا کہ اپنے اسلاف کی پیروی کر کے امامت کو علم کلام میں ذکر کیا ہے  
 اور انہوں نے اسوجہ سے علم کلام میں اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدع و اہواؤ کی خرافات  
 ائمہ دین اور خلفاء راشدین مہدیین سے دفع کریں پس آپس ہمارے فاضل مجیب جو یہ فرماتے  
 ہیں کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مال اسکا یہ ہے کہ اعراض کو اپنے سے دور کر کے علماء سنیین  
 کے ذمہ لگایا ہے یہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہ عذر اوسوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر میں  
 صرف تعالید سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اسکی علت ہی بیان کی اور  
 کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو ملحق بالاعتقادات کر کے علم  
 کلام میں ذکر کیا ہے تو اب اس عذر میں کوئی ضعف باقی نہیں رہا اسکے بعد ہماری فاضل  
 مجیب جو اس علت کی نسبت اعراض فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ کلام ہی مفید نہیں  
 ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہیں ہے تو الحاق بالاعتقادات کیوں سے  
 اور اگر تعلق ہے چنانچہ اسکے حدود و شرائط و حسن اعتقاد و سودا اعتقاد کے ملاحظہ سے  
 ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہیں نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے سراسر پوچ و نحو ہے اور پوچ  
 چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دوشق قرار دیئے ہیں کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہیں یہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ وہ اصلی اعتقادی ہو خواہ فروعی عملی ایسا نہیں ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے ہو بقدر مسائل دینیہ ہیں اور سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ ہے (۲) شوق اول جس میں یہ دعویٰ ہے کہ اگر وہ تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھ نہیں ہے تو الحاق کیوں ہے بدیہی بطلان سے کیونکہ الحاق غالباً ایسی ہی جگہ مستقل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھ شامل کیا جائے شاید آپ کو ملحق برابری اور ملحق بنجاسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ ذکر اس معنویں کثیر الاستعمال سے تو مسئلہ امامت فی حد ذاتہ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیوں ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف و ذکر کی ہے اگر یہ مسئلہ اصلی اعتقادی ہوتا تو پیر الحاق کے کچھ معنی نہ تھے (۳) ہم اس شوق کو اختیار کرتے ہیں اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہیں جو شارح مواقف نے بیان کی ہے آپ اوپر اعتراض فرمائیے بعد اؤ اسکے فرمائیے کہ یہ کلام مفید نہیں جب تک آپ اسکو بطلان میں آپکا یہ فرمانا کہ یہ کلام مفید نہیں آپکو کچھ مفید نہیں ہے (۴) شوق ثانی کا بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ بقدر مسائل دینیہ فرعیہ عملیہ ہیں اور انکی معرفت حدود و شرائط و اعتقاد و فضیلت و وجوب وغیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال جو ارجح کے قسم سے ہیں اور مسائل کو بھی فروعی کہنا کسلنے اور کو بھی اعتقادات میں داخل کیجئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب علم و فضل کا یہ حال ہے کہ جو شے فی الجملہ از قسم علوم ہو اسکو بھی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہیں اور اعتقادات میں داخل کرتے ہیں۔ حالانکہ تمام مسائل فقہیہ معرفت اور علم میں داخل ہیں اگر زیادہ نہیں تو کیا آپ نے علم الفقہ ہی کہہ ہی نہیں سنا ہو گا اور یہ بھی بخانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پر معلوم نہیں اسکو اعتقادات میں کیوں نہیں داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبی فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادات سے ہی ہو

بلکہ مسائل اعتقادیہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد و عباد کے ساتھ ہو ورنہ عملیہ ہونگے  
تو انکا تعلق فی الجہد اعتقاد قلبیہ کے ساتھ ہی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات نہوں پس شوق  
ثانی سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلہ اعتقادیہ  
ہونگے خض غلط ہے پس اس توجیہ میں جو تکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلامیہ  
میں ذکر کرنے کے بارہ میں فرمائی ہے کسی قسم کا وہن و ضعف نہیں اور یہ اعتراضات <sup>تضعیف</sup>  
ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہیں۔ ہاں استقدر ضرور ہے کہ یہ توجیہ و تاویل شرح طلب  
جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہ واقع ہوا ہو پس شرح اوسکی یہ ہے کہ تکلمین کا منصبی کام یہ ہے کہ وہ  
اپنی اعتقادات کو دلائل و ثبوت ثابت کریں اور مخالفین کے اعتقادات کو دلائل و ثبوت کو بطلان  
باطل کریں اور انکا جواب دیویں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعوں کو نزدیک  
داخل اعتقادات محو اور اہل سنت اوسکو داخل فروع اعتقاد کرتے ہیں اور جب شیعوں کو نزدیک  
اعتقادات میں سے ہے تو لامحالہ تکلمین شیعہ اوسکو اور اوسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ میں  
ذکر کریں گے۔ اہل سنت اگر اوسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ میں ذکر نہ کریں تو اس  
مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اوسکی دلائل کا جواب کیونکر دیویں اور ائمہ متہدین کی  
سطاعن مخالفین سے کیونکر صیانت و حمایت کریں اور اس اپنے منصبی کام سے کیونکر سبکد  
ہوں اور اگر ذکر کریں تو لازم آتا ہے کہ علم کلام میں جو عبارت مسائل اصلہ اعتقادیہ سے  
فروع میں بحث ہو اور یہ بھی بظاہر ہے الجملہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہ نہایت بدیہ  
ہے کہ علوم میں تبعاً اور سطراداً اون اشیاء کو ذکر کرتے ہیں جو اون علوم اور انکے  
اغراض سے بالکل بیگانہ اور مصلحتی ہوتے ہیں اگر آپ تامل کریں گے تو علوم میں ایسے  
بہت مسائل معلوم ہونگے دور بخانیہ چھوٹے چھوٹے رسائل منطق میں ابتدا و بحث  
الفاظ لکھتے ہیں اور پھر عذر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو  
تعلق نہیں ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہم نے ذکر کیا ہے اور اس

یہ لازم نہیں آتا کہ بحث الفاظ و اخل اصول مقاصد منطق ہو جائے اور کوئی شخص جو توفیق سے بیوقوف بھی یہ اعتراف نہیں کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ و اخل اصول منطق ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہی ملحق بالکلام ہے جو ایک وجہ خاص سے کلام میں ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز نہیں سمجھا جاتا کہ وہ اخل اصول ہو اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے **قولہ** اگرچہ اسباب میں اور بھی گفتگو ہو سکتی ہے مگر نظر اقتصار میں کیا جاتا ہے اقول جس قدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کی جاتی اور جس قدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی ہی یا اس سے کم درجہ ہوتی پر معلوم نہیں کہ آپ نے ایسی گفتگو میں کیا فائدہ سمجھ رکھا جو بخراسکے کہ چند ماہ واقفون کے نزدیک وقعت ہو اور یہ سمجھیں کہ ہمارے مولانا وسیدنا نے کس قدر طول طویل جواب لکھ دیا اور کس قدر مضامین کا جو ش ہے لیکن علماء کے نزدیک تو ایسی لغو باتیں آپ کی تحقیق کی باعث ہیں آئندہ جناب کو اختیار ہے **قولہ** صرف استقدر گزارش ہے گستاخی معاف اور عاغے علم یہ کہ امتحان لینے کو موجود اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد میں مشرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور ان کے حوالہ کی کوئی حاجت اقول امتحان لینے کی درخواست سے ہرگز اور عاغے کمال علم نہیں سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہے۔ یہ حضرت کے کمال علم کی جوبلی ہے غایت سے غایت یہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہے یہ دعویٰ کہ اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ و ظاہر ہے کہ جہنم لکھا تھا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے جسکا خود آپ کو اعتراف ہے لیکن اوسمین جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تھا اوسکی نسبت یہ طعن ہے یہ کہنا

اب تک یہ معلوم نہیں کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی جھوٹ ہوا یا نہیں کیا مسئلہ کا  
 علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقاید کا حوالہ دیا جاوے تو جب مسلم ہو ورنہ ہوا اگر اسکا ثبوت  
 آپ کسی دلیل سے کر سکتے ہیں تو بسم اللہ لایے۔ حضرت مسئلہ کے لئے ہمو لا محالہ تقلید کی  
 ضرورت نہ تھی کہ متکلمین میں سے کسی کی تقلید کرتے۔ پس جسکو ہم اس محبت کا خاتمہ تسلیم  
 سمجھتے ہیں اگر کوئی مسئلہ ہم سے نقل کر دیا تو کیا خلاف قاعدہ کیا اور اس سے  
 کیونکر لازم آیا کہ ہمو اس مسئلہ کا علم نہیں۔ پس بخمد حضرت کی خوش فہمیوں کے ایک  
 اور یہ بھی سہی سہی عین ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے و گرفتار افاضل المجیب قد  
 اور کتاب اللہ میں اسکی نسبت وعد خیریت ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 اسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنکی قدرت ترک تصریح تک پہنچی ہے  
 اسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی اقول لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکھا ہے  
 بخوبی پڑھا نہیں گیا معلوم نہیں کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریعت ہے تحریر فرمایا  
 یا خیریت جو بمقابلہ کلیت ہے لکھا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی بنے  
 یہ لفظ خیریت بخائے معجزہ منقوطہ بنقطہ من فوق و بعد یامی منقوطہ بنقطتین من تحت  
 و بعد ہار او مہلتہ بمقابلہ شریعت لکھا ہے قولہ بر حال ہر دو احتمال کا جواب گذارش  
 ہے اگر خیریت بمعنی نیکی ہے تو حضرت مجیب نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہ کون موقع  
 تھا کیونکہ غرض اس خلافت سے اصطلاحی ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی  
 نسبت لفظ خیریت لکھنے کے کیا معنی نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی اقول یہ اعتراض  
 سراسر خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ قاعدہ معقولین اگر یہ موقع لفظ خیریت کا نہیں ہے اور  
 یہاں خیریت صادق نہیں آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اسکی نفیض ہے اسکا موقع  
 ہوگا اور وہ صادق ایسی استحالہ ارتفاع نقیضین تو لازم آئیگا کہ خلافت راشدہ عدم  
 خیریت کے ساتھ جامع ہو اور یہ خلاف ہے کیونکہ یہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ جامع

نیرت اور مباین شریعت ہی تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہ ہی موقع ہو اور بیان خیریت صادق آتی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اسجگہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے ہم کو اپنے فاضل مجیب کو ادعا و کمال علم سے نہایت تعجب ہو کہ وہ ہم پر ایسا اعتراض فرماتے ہیں باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ جن پر ایسے مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں کتاب اللہ اور اقوال ائمہ میں بھی بہت موجود ہیں چنانچہ ارشاد ہے وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلَّا أَمَّ امَّنَا لَكُمْ۔ ظاہر ہے کہ دابہ اوسی کو کہتے ہیں جو ماید بعلی الارض ہو چنانچہ ابتدائی چھوٹے چھوٹے رسائل میں اسکو منقول عرفی کی مثال میں لکھا ہے پھر علی الارض کی قید آپ کے نزدیک کون موقع تھا اور طائر وہی ہے جو جان میں سے پرواز کرے پھر بطیر بجناحیہ کا لفظ آپ کے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول۔ پھر حافظہ خدا کی جناب میں عرض کیجئے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہو کہ ان الفاظ کا یہ کون موقع تھا اب تو زمین پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دونوں بازوؤں سے اوڑا ہی کرتا ہے پھر ان الفاظ کے فرمائیے کی کیا معنی پھر جو کچھ اوسکا جواب ملے اوسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے بھی قبول ہو۔ علاوہ ازیں وہ خلافت جو مانع فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہائے فاضل مخاطب جائزہ سمجھتے ہیں یعنی خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سب کو اوسکی رشد و غیرت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تھا کہ جناب کو متنبہ کر دین کہ جس خلافت کو ہم رشد و خیریت کے معتقد ہیں وہ خلافت وہ جو جسکی خیریت کا وعدہ کتاب اللہ میں ہو چکا آپ کا اوسکو جائزہ سمجھنا مخالف کتاب اللہ کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کس قدر بوزوں اور

۵۱ اور ان میں کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرند جو اوڑتا ہے اپنے دونوں بازوؤں سے

غیر کردہ ہیں تم ہیے ۱۲۔

بجائے خود سے قولہ اور چونکہ اسکے تعین بالقادر بانی و وحی یزدانی بذریعہ رسول  
 علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالہ الخفا کے عبارت منقولہ سے ظاہر ہے پہرہ کی نسبت  
 کتاب الدین وعدہ خیریت کے کیا معنی اقول چونکہ اسکی تعین بالقادر بانی و وحی  
 یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالہ الخفا سے واضح ہے۔  
 اور وہ خیر محض ہوگی ایسا کہ کتاب الدین اسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح و فلاح  
 کی خبر دی اگر وہ غصب و عدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اس وقت اسکی خیریت کی اجا  
 کی کچھ معنی نہ تھی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اس وقت اسکی خیریت کا اخبار واقعی  
 نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پر یہ فرمانا کہ پہرہ کی نسبت کتاب الدین وعدہ خیریت  
 کے کیا معنی گنجائش نہیں رکھتا اور اسکی کچھ معنی نہیں۔ آپ اسکو سوچیے بہت موٹی بات ہے  
 قیاس اور اگر جرئت بقابلہ کلیت مراد ہے تب ہی سمجھ میں نہیں آتا کہ اسجانہ تعالیٰ  
 ایسی اہم الہیات کی جرئت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام  
 مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہیں حالانکہ اور احکام مفصل و شرح  
 ارشاد ہوں اقول یہ شق محض ہمارے فاضل عجیب کی حدت ذہن و تیزی و کاست  
 ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہ ہی خیال کرنا چاہیئے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کیونکر  
 اور کس معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفات و تاویلات اس لفظ کو اطلاق  
 کو اسجگہ بنایا ہی گیا تو پہرہ کتاب الدین اسکی جرئت کا وعدہ کہاں مذکور ہے  
 اور کلیت سے کیونکر اعراض سے خلافت کی جرئت کے وعدہ کا قرآن شریف میں  
 وجود تو اس وقت صادق آئے کہ خلافت مطلقہ کلیہ میں سے ایک فرد خاص کا وعدہ  
 مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ اسکا فرد خاص جزئی نہیں پایا جائیگا مگر جب تک کہ اسکا فرد  
 مذکور نہ ہو اور اس کے طرف اضافہ کر کے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف میں  
 ایسی خلافت کیسجگہ مذکور نہیں اور نہ کہیں ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب الدین خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کی کچھ معنی نہیں رہا یہ کہ اسے بحانہ و تعالے نے ایسی اہم المہمات کی کلیت سے اعراض فرمایا جسکی ساتھ تمام مصالح امت وابستہ ہیں یہ وہ اعتراض ہے کہ اگر آپ تامل فرمائیں گے تو معلوم کریں گے کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے انہی کتاب میں مسئلہ خلافت کو کلیتہً یا جزئیتہً اور اسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمائیے کس جگہ اور کس سورۃ میں بیان فرمایا ہے اور اگر نہیں فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا مثل اور فروع و اصول کے لطف تھا جو بزعم آپکے خداوند تعالے شانہ عن ذلک پر واجب تھا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل من اور تمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا اور ہمارے نزدیک جب اسکا خود خداوند تعالے متکفل ہو گیا اور اسکے ایتاح کا وعدہ فرمایا تو بعد اسکے پر کسی بیان کی حاجت نہ رہی معذرا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد میں حق تعالے شانہ پر کوئی چیز واجب نہیں اسکی ذات پاک اسکو کوئی چیز اس پر واجب ہو مندرجہ و مبرا ہے اور اسکی شان یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید ہے اور نیز مسئلہ خلافت اصول میں سے ہی نہیں ہے جسکا ثبوت کتاب الدین پر موقوف و منحصر ہو تو ہم پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا قولہ حضرت مجیب جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اس میں غور و تامل سے کام نہیں لیا اور مطلقاً لغوی معنی میں تمیز نہیں فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائیں گے تو اسکا جواب ہی تفصیل سے گزارش کیا جاوے گا اجمالاً اسی قدر کافی ہے اقول ہمارے سمجھ میں نہیں آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہیں اصطلاحی و لغوی وعدہ اصطلاحی و لغوی کیا مفصل ارشاد فرمائیں ہم اسکا ذکر مختصراً و لائیل اثبات خلافت میں کر چکے ہیں اور تفصیلی جواب کے منتظر ہیں قال الفاضل المجیب۔ قولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مدت بیان فرمائی الخ اقول شاید اس مدت سے خلافت سنی سالہ حضرت مجیب کی مراد ہوگی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ سنی سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال میں ختم نہیں ہو گئی کہ بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں چھوڑا کہ اس مدت میں کامل ہو گیا لفظ العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہمارے فاضل مجیب نے اس حدیث کے مقدوح اور غیر معتبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی ہے عجیب و غریب ہی فرماتے ہیں کہ قید سنی سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حضرت بیان واقعہ اور اخبار نفس الامر میں ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل جس طرح واقعہ ہو نیا لا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالقاء ربانی و وحی یزدانی اس کی خبر دیدی کہ خلافت علی مہناج النبوة اس زمانہ تک متدد و متصل رہی اور بعد اسکے منقطع ہو جائیگی پھر یہ فرمانا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مرام سی ناشی ہے اسکے بعد یہ اعتراض کہ اس مدت میں امت ختم نہیں ہو گئی جو بعد میں خلافت کی ضرورت نہ رہی پس یہی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہیں کہ اس مدت میں امت ختم ہو گئی اور ہم نے کب کہا ہے کہ خلافت نبوت کی ضرورت نہیں رہی لیکن ہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور اس کو اختیار ہے جو چاہتا ہے کرامت جب سبحانہ تعالیٰ نے چاہا خلافت علی مہناج النبوة رہی اور جب اوس نے چاہا منقطع ہو گئی اور عجب نہیں کہ یہ قتل خلیفہ ثالث کو پاداش اور اس کا وبال ہو پھر یہ کہنا کہ امت ختم نہیں ہوئی یا ضرورت باقی نہیں رہی سراسر لاطائل ہے۔ علاوہ ازیں اگر ہم اپنے فاضل مخاطب کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہیں تو دوازدہ کی قید کی بھی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اولاً جب اونکو تکلیف نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہو گیا اور تکلیف دینا ہی ایک قسم کا لطف تھا جو واجب تھا اوس کو ہی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ وجود امام سے بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے امام کے جو محض عفا صفت ہو جس تک

حدیث اخذ نہ ہوئی نہ انوں کی حیثیت ازبیر اعتراض کا جواب

کوئی نہ پہنچ سکے نہ اُسکو کوئی دریافت کر سکے نہ وہی کے ہاتھ آسکے کیا ضرورت  
پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اسوجہ سے کہ امت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو گئی یا اسوجہ  
سے کہ امامت کی ضرورت نہیں رہے یا کسی اور وجہ سے جسکا اور اک خارج از عقول  
پہ اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اُسکا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلا کے  
نزویک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا جو عقل کل سے محال معلوم  
ہوتا ہے پہ اس کے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہیں  
چھوڑا جو اس مدت میں کامل ہو گیا یہ اُن دونوں سے طرفہ تماشہ ہے کہ کہتے ہیں کہ معاویہ اللہ  
حضرت نے دین ناقص چھوڑا جسکی اس مدت میں تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی منہاج النبوة  
کہتے ہیں جسکے صاف یہ معنی ہیں کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور  
اُن قوانین کو جو حضرت نے جو حی ربانی معہ فرمائے تھے اور اُن طرق کو جنہ حضرت شریع  
الہیہ کی بجا آوری میں چلتے تھے اپنا امام سمجھتے رہے معہذا باوجود اسکے کہ دین میں کوئی  
کمی و کوتاہی باقی نہیں رہی تھی اور ہمہ جہات تمام و کمال اُسکا ہو چکا تھا یہ وعدہ  
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع  
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ  
ہوئی تھی اور ابھی تک حیر عدم میں تھی وہ سب خلفاء حقہ و راشدہ کی سعی و کوشش  
سے برسر کار آئی اور اُن وعدوں کے حصول میں خلفاء راشدین رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا جارجہ اور وہ انکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایان حضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہوئیں اور گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں  
سے ظاہر ہوئیں یہ بعد اسکے جب لوگوں نے اس نعمت عظمیٰ اور عنایت کبرے کی ناشکری  
کی اور دو خلیفہ ظالم شہید کئے گئے اور اوپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالیٰ بحکم  
ذٰلِكَ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَاِنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَمٍ لِّلْعَبِيدِ بِمَقْصُودٍ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

لَزَيْكُ مُعْتَرِكٌ نِعْمَةُ النِّعَمِ عَلَى قَوْمٍ مَعْنَى يُغَيِّرُ مَا بِالْقِسْمِ۔ اپنی اس نعمت کو اڑھایا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہے پس اس کا ظاہر ہوا کہ جب مہمات خلافت علی وجہ الکمال اس خلافت کے زمانہ میں حاصل ہوئی تو یہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے مقصود سرانجام ان مہمات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہ لازم آتا ہے کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کیواسطی امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطی ائمہ معصوم ہوئے اور اس کی بصراحت و بدایت لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں ہیں اور آپ کا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ کہ نبی کے ہوتے ہیں مثل عصمت و نفوس و فضیلت وغیرہ کے جب کئی ثابت کئے تو گویا ائمہ کی نبوت کو معنی بدعی ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تماشائی کرتے ہیں لیکن یہ ایک محض لغوبات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا جسیر جاہا اطلاق کیا جسیر جاہا نہ اطلاق کیا اس اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہیں رفع ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحتہ غلط جب حدیث کے قائل ہیں تو لا محالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو ہے پر اعتقاد فضیلت ائمہ کا تمام انبیاء و رسل اولو العزم و غیر اولو العزم پر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود مشترک نے الاوصاف کے بدایت ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم السلام کا ائمہ کے مراتب پر حد کرنا اور انکی امامت کو انکار کی مصیبتوں میں مبتلا ہونا اور ائمہ کے واسطے جناب دین و عا کر کے معیار سے ہائی پائنا غایت تقرب جناب الہی کی دلیل جو درجہ نبوت سے کم نہیں بلکہ کہیں بڑیکر ہے۔ علاوہ ان سب باتوں کے بڑی دلیل ہے کہ ائمہ کا قول کتاب سنت کا نسخ اعتقاد کرتے ہیں جو بدایتہ ائمہ کے ثبوت نبوت اور حضرت کی ختم رسالت کو بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی

جو اوسین نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو ناقص نہ ہوڑا تھا جسکی زمانہ ائمہ میں تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہے کہ بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا حضرت کے زمانہ میں ہونا حضرات شیعہ نے اعتقاد کر رکھا ہے وہ اپنی اصول کی ناواقفگی کے وجہ سے یہ قول صحیح معینہ و خود حضرات اہلسنت یہ حدیث بیان کر کے مشکل میں پڑ گئے اور اس حدیث کی بعد کی خلافت کی رشاوت کو ہی قائل ہیں چنانچہ شرح عقاید نسفی میں بعد ذکر اس حدیث کو شارح لکھتا ہے و هذا مشکل لان الحل والعقد من الامت قد كانوا متفقین علی خلافة الخلفاء العباسیة وبعض المروانیة کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافة الكاملة التي لا یتوبها شیء من المخالفة ومیل عن المتابعة یكون ثلاثین سنة وبعدها قد یكون وقد لا یكون۔ انتہی اقول یہ ہمارے فاضل مجیب کی منظرہ دانی ہے کہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہل سنت مشکل میں پڑ گئے حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علماء اہل سنت کو اشکال اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہیں۔ آپکی احادیث پر صد ہا اعتراضات وارد ہوتے ہیں اور محدثین اور شارح بیان کرتے ہیں شرح نہج البلاغۃ میں جناب امیر کے اقوال سے نہایت کتنے اعتراضات شارح لکھتا ہے اور باوجود اسکے کہ کوئی نہیں سمجھتا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے اور نہیں تو جلد اول بجا لائے باقر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائیں کہ صفحہ ۱۱۱ پر ایک آیت طویلہ مالی صدوق سے نقل کرتے ہیں جسکو بعض محلے یہ ہیں فلما اصبیح قال له الملك ان مکانک لنزہة قال لیت لربنا بهیمة فلو کان لربنا حمارا لرعیناه فی هذا الموضع فان هذ الحشیث یضیع علانہ علی ہکلی شرح لقا کر بعد کہتے ہیں و فی الخبر اشکال من ان ظاہرہ کو زالعابد قائل بالجمہ ہونا استحاقہ للثواب مطلقاً و ظاہر الخبر کو نہ معہذا العقیدۃ الفاسدۃ مستحق للثواب

۱۔ صبح سوئی تو اوسکو ملنے کہا کہ تیری جگہ تو نہایت ستر ہے کہنی لگا کا ش بہار رب کا چوبایا ہوتا اگر ہا ہی رب کا گدا ہوتا تو ہم اسکو سجدہ جراتے کیونکہ یہ کہ اس ضائع ہوتی ہے اس خیرین نکال ہی اس سے کہ اسکا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ عابد جسم کا قائل تھا اور یہ مطلقاً استحقاق ثواب کے منافی ہے اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ یہ شخص بسبب کمی عقل اور بیوقوفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے۔

لقلہ عقلہ و بلا بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کر کے فرماتے ہیں و علی القادیر کا یہ  
 امام زین العابدین تکلف تام نے الکلام وال التزام فساد بعض الاصول المقر  
 نے الکلام اب اسکو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں اور جو شوق دل چاہا اختیار کریں  
 ہمارا اوس میں مدعا حاصل ہے۔ علاوہ ازیں شارح و مبین جواب ہے جو شارح کی رائے میں  
 معتد تھا لکھ دیا اور اشکال مرتفع ہو گیا قولہ آپ کے پیروستگیر صاحب غنیۃ الطالبین  
 میں صرف تفسیر پر ہی اکتفا نہیں فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے  
 حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہیں اقول آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا  
 مطلب با غلط سمجھے مقصود وہو کہ وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کریں اپنا مدعا ثابت  
 کرتے ہیں حضرت پیروستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل میں تحریر فرماتے ہیں و یعتقد  
 اهل السنة ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین و افضلہم اهل القرۃ الذین  
 شہدوہ و امنوا بہ و صدقوہ باعوا و باعوا قلوبہن بدینہ و فدوہ  
 بانفسہن و اموالہن و عزوہ و لضرہ و افضل اهل القرن اهل الحدیثۃ  
 الذین باعوا بیعة الرضوان فہم الف و اربع مائۃ رجل و افضلہم اهل بدہم  
 ثلث مائۃ و ثلاث عشر رجلا عدد اصحاب طالوت و افضلہم اربعون اھل دار  
 الخبر ان الذین مکلوا بعر بن الخطاب و افضلہم العشرة الذین شہد لہم النبی  
 بالجنۃ وہم ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف

۱۵ اہل سنت اعتقاد کرتے ہیں کہ امت محمد کی تمام امتوں کو بہتر ہے اور ان میں افضل اُس قرن والے ہیں جنہوں نے حضرت کو کیا  
 اور آپ پر ایمان لایا اور تصدیق کی اور بیعت کی اور آپ کے سخاوت اور اپنی جانوں اور مالوں کو آپ پر قربان کیا اور انکی اطاعت  
 و اطاعت کی اور اُس قرن والوں میں افضل حدیث کے ہیں جنہوں نے بیعت رضوان کی اور وہ چودہ سو مرد ہیں اور ان میں افضل بدر کے ہیں اور وہ ہیں  
 و وہ ہیں ماکلا کے کہنے کے برابر اور ان میں افضل چالیس آدمی ہیں ماکلا خیر ان کے جو عمر بن خطاب کے ساتھ ہوئے اور ان میں افضل وہ ہیں  
 جنہوں نے نبی کو جنت کی شہادت دی اور وہ ہیں ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و الزبیر و عبد الرحمن بن عوف و یحییٰ و سعید و ابو سعید بن الخیر

جواب آپ کی کہ غنیۃ الطالبین میں اس عبارت کا کوئی حصہ نہیں لکھا گیا۔

ومعد وسعيد وابوعبيدة بن الجراح وفضل هؤلاء العشرة ابرار الخلفاء  
الراشدون الاربعة الاخيار وفضل الاربعة ابوبكر ثم  
عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله تعالى عنهم ولهم الاربعة الخلافة لعبد  
صلى الله عليه وسلم ثلثون سنة ولى منها ابو بكر سنتين وشيئا وعمر  
وعثمان اثنا عشر وعلي ستا ثم ولها معاوية تسع عشر سنة وكان قبل ذلك  
ولاة عمر الامانة على اهل الشام عشرين سنة ثم ابراهيم بن عبد الله  
بكر ثم فرات بن - ثم خلافة معاوية بن ابي سفيان ثمانية وخمسة  
بعده موت علي وبعد خلع الحسن نفسه عن الخلافة وتسليمها لمعاوية لوائه  
الحزب ومصلحة عامة تحققت له وهي حقن دماء المسلمين وتحقيق قول  
النبي في الحزب لئن هذا سيد ليصلح الله تعالى به بين فئتين عظيمتين فوجبت  
امامته لعقد الحسن له في عام عام الجماعة لا ارتفاع الخلاف بين  
الجميع واتباع الكل لمعاوية لانه لم يكن هناك منازع ثالث  
في الخلافة وخلافته مذكورة في قول النبي وهو ما رو عن النبي انه قال تدور

سنة اوان فتنه ابرار من افضل چاروں خلفائے دین ہیں بعد ان چاروں میں فضل ابو بکر ثم عمر ثم عثمان پر علی ہیں اور ان چاروں  
کی خلافت بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس برس ہیں عیین ابو بکر دس اور کچھ زیادہ متولی خلافت ہوئی اور عمر دس برس اور عثمان بارہ برس  
اور علی چہر برس پر بعد اس کو معاویہ انیس برس کے متولی ہوا اور اس پہلے اس کو عمر نے امیر شام پر متولی کیا تھا میں برس ۱۲۔

۱۳۔ معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت بعد وفات علی اور بعد جد لکن امام حسنؑ کے اپنی نفس کو خلافت سے اور سپرد کرنے خلافت کو امیر معاویہ  
بسیار اچھے جو حضرت شیخ سوچی اور بسبب تحقیق ارشاد نبی ص کے حسنؑ کے بارہ میں کہ یہ میرا فرزند ہے اور اللہ کا ایک حبیب و دوست  
جماعتوں میں اصلاح کر لگائے اور صحیح ہے پس اس کی امامت امام حسنؑ رضی اللہ عنہ کے عقد کرنے سے اس کو لئے لازم ہو گئی پس اس کو بیکانہ  
امام بنامہ رکھا گیا اس کے خلاف نہ کیا اور سب معاویہ رضی اللہ عنہ کے تابع ہو گئے کیونکہ اس وقت کوئی تیسرا شخص خلافت میں چہرہ نہ کر سکتا  
والا باقی نہ رہا اور اس کی خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قول میں مذکور ہے اور وہ وہ جو حضرت مروی ہوا کہ اپنے فرمایا یہ تیس یا چھتیس ۱۲۔

الاسلام خمساً وثلاثين سنة اوستا وثلاثين سنة اوسبعا وثلاثين والمراد  
بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدین والحنس المسنین الفاضلة  
عن الثلاثین فی من جملة خلافة معویة الی تمام تسعة عشر سنة و  
شہود لان الثلاثین مکتب علیٰ کما بدینا اب اہل انصاف اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیے  
اور دیکھیں کہ ہمارے فاضل محبوب کا دعویٰ کہ حضرت پیروستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ  
راشد فرمایا ہے غلط صحیح یا محم میں کہتا ہوں کہ ہمارے فاضل محبوب کا دعویٰ بالکل غلط ہے  
حضرت پیروستگیرؓ کی جگہ حضرت امیر معویہ کو خلفاء راشدین میں نہیں شمار کیا اور کسی جگہ  
خلیفہ راشد نہیں لکھا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور  
وجہ اسکی اول یہ ہے کہ پہلی عبارت میں صرف خلفاء الیہ ہی کو خلفاء راشدین لکھا ہے  
حضرت امیر معویہ کی خلافت کا ہی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اس خلافت کو خلافت راشدہ  
لکھا اور نہ امیر معویہ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معویہ کو خلیفہ  
راشد نہیں لکھا دوسری یہ کہ حدیث الخلافة لکھتے ہیں سنتہ ثم یكون ملکا  
کے موافق اس کا مصداق خلافت خلفاء الیہ کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث  
میں لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت سے پہلے کے بعد جو خلافت امیر معویہ کو ذکر  
فرمایا اور اس سے اس کو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہیں بلکہ  
خلافت بعثی ملک و سلطنت ہے۔ تیسری یہ کہ امیر معویہ کی خلافت کی نسبت  
لکھا کہ اس کا ثبوت وصحت اس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسن  
نے خلافت تفویض فرمائی تھی اور ظاہر ہے پہلے اس سے اپنی اجتہادی خطا کی وجہ سے

۱۵ سنیس برس اسلام کی چکی چلیکی اور اس حدیث میں رحمت مراد دین کی قوت ہے اور پانچ  
سال جو تیس سال سے زائد ہیں وہ مجدد خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ تیس برس اور کچھ مہینے پورے ہوؤ تک  
کیونکہ تیس برس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پورے ہو گئے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہیں ۱۲۔

جو بسبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقع ہوئی تھی بغاۃ میں سی تھے جناب  
 امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت تفویض فرمادی علیؑ لیکن اسی حالت میں ان کو خلافت راشدہ  
 نہیں کہہ سکتے چوتھی یہ کہ خلافت حضرت معویہؓ کو مصداق حدیث تدور رخی الاسلام کا  
 قرار دیا اور اس کی تفسیر میں لکھا کہ مراد رخی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت  
 و شوکت اسلامی بمقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تھی کیونکہ امراء کا ایک شخص پر مجتمع تھا  
 لیکن یہ مستلزم اس امر کو نہیں ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بھی ہو غایت  
 سے غایت یہ ہے کہ سلطنتوں میں عمدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت  
 امیر معویہؓ مراد خلافت راشدہ نہیں چنانچہ محشی نے بھی اس کی تصریح کی ہے قولہ رضی اللہ  
 عنہ اما خلافة معوية رضي الله عنه الخ المراد منة الامامة لا الخلافة التي كانت  
 للخلفاء الراشدين الاربعة لانها خلافة النبوة  
 كما قاله قاضی وغیرہ من المحدثین كما نقله  
 الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم رہا یہ کہ اطلاق لفظ خلافت  
 یا خلیفہ کا امیر معویہؓ کے حق میں اول تو سلطنت ہی بسبب واجب الطاعت ہونے کو  
 اہل سنت کے نزدیک خلافت میں داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دونوں میں  
 ایک خلافت خاصہ سری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت ملک سلطنت ہی تو اطلاق  
 خلافت کا سپریم جمیع ہوا علاوہ ازیں خلافت مطلقہ دونوں میں ایک خلافت نبوت  
 اور دوسری امارت و سلطنت ہیں اون دونوں میں تشکیک ہی اور ہر دو کی شک  
 ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول قوت و شوکت و حصول مہمات خلافت و اتباع  
 بنویہ علی وجہ الاکملیہ اور باعتبار ثوران عدوہ ان فتن بعض افراد خلافت خاصہ کے

اما خلافت معویہ الخ خلافت مراد امامت ہے نہ وہ خلافت جو چاروں خلفاء راشدین کو حاصل تھی کیونکہ وہ خلافت نبوت تھی

جیسا کہ میں قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم میں نقل کیا ہے ۱۲۔

بہ نسبت بعض کے اکمل و کامل و ضعیف و قوی کا تفاوت رکھتے ہیں خود خلفاء میں فضیلت  
 علی ترتیب الخلافت واقع ہونا ثبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت و سلطنت کے  
 صدق میں اپنے افراد پر حسب قدر تشکیک جو وہ محتاج بیان نہیں جو ایسی واضح اور ظاہر ہے  
 کہ اس کے اثبات کی دلیل سے کچھ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ نوع ثانی کا فرد علی  
 نوع اول فرد سافل کے ساتھ بادی النظر میں ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان  
 دو نون فردوں کے بجز ایک باریک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہیں ہے اس لئے کہ  
 خلافت کی بنیاد و اصولوں پر ہے اول اتباع سیرت بنویہ صلے اللہ علیہ وسلم  
 دوسری انتظام و دفع اور سرانجام مہات لیکن محض خلافت کے لئے اصل اول کو  
 بہ نسبت اصل ثانی کے مزید ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے اور ثانی کو پہلے الجملہ  
 مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہوتا وہ فوت ہوا اور رسول کو لئے  
 مجاز و عد ہائے خداوندی میں جارح نہ بنی۔ افراد عالیہ خلافت میں دو نواصلوں کا  
 تحقق اکمل وجہ سے ہوگا اور افراد سافلہ میں اصل اول علی وجہ الکمال ہوگی اور  
 اصل ثانی میں فی الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل  
 اول کی وجہ سے ہے کہ او میں مرتبہ کمال سے علی حسب مراتب انحطاط ہوگا اگرچہ اصل ثانی  
 علی وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہیں کہ افراد سافلہ  
 خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑھ کر ہوں لیکن اصل اول میں التہ کمی ہوگی۔ توجہ باعتبار  
 احد الاصلین کے مزید ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وہ کمی بھی ایسی بدیہی  
 اور بین کمی نہ ہو جس کا امتیاز ہر شخص کر کے تو لا محالہ بادی النظر میں ہر دو نوع میں کمی  
 افراد سافلہ و عالیہ میں ایک لحوق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ  
 کی وجہ سے مجازاً افراد علی سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو مجموعہ خلاف نبوت  
 کو ہو تو کیا بجا کیا اور اس پر کیا طعن ہے یہاں یہ کہ اگر آپ حضرت پیر و مستگیر علی

قول سے استدلال فرماتے ہیں و خلافتہ مذکورۃ فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ  
استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ اس میں بلکہ کسی روایت سے اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا  
مستحق نہیں ہیں آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ راشد فرمایا  
ہے سراسر غلط اور کذب و عداوہ اگر دوسرا کذب اور دھوکہ دہی یہ ہے کہ تحریر فرماتی  
ہیں اس حدیث کی مدت مختلف بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں حالانکہ یہ شخص غلط ہے  
کیونکہ لفظ اس کا مرجع یہ ہے حدیث ثنوں سنت ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں خلیفہ  
حضرت پیر دستگیر نے کہیں ذکر نہیں فرمایا یہ حدیث ہرگز اپنی مدت سے متجاوز نہیں  
اور وہ حدیث جس میں زیادتی مذکور ہے اس سے جدا گانہ اور وہ بالکل دوسری  
حدیث ہے اور اس کا مدلول و ماسدق علیہ کچھ اور ہی چیز ہے **قولہ** اور نیز اگر یہ حدیث  
صحیح ہو تو وہ دو از وہ خلیفے جنکی بشارت اکثر احادیث میں ہے کیسے ہونگے انھوں  
میں ہم اس حدیث کو الفاظ کو جو بشارت دو از وہ امام میں بطریق تہ وار ہوئی ہے حاصل  
ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہیں بعد اسکے اپنے فاضل مخاطب کو متبانیگے کہ دو از وہ امام  
کیسے تھے اول حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر  
ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل  
کے جواب میں فرمایا۔ نعم عهد الینا نبیا صلی اللہ علیہ وآلہ ان یکون بعدہ اثنا عشر  
خلیفۃ بعدہ نقباء بنی اسرائیل۔ دوسری روایت جابر بن عبد اللہ  
رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے الفاظ  
مختلفہ وار ہوئی ہے **عز** جابر بن سمیرہ قال کنت مع ابی عند النبی صلی اللہ علیہ  
وآلہ قال فسمعتہ یقول یکون بعدہ اثنا عشر امیرا ثم

روایات بشارت دو از وہ امام۔

۱۱۔ ہاں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا کہ بعد انکو بارہ خلیفہ ہونگے جن میں سے پہلے کے تینوں کی تعداد کے موافق ۱۲  
۱۲۔ جابر بن سمیرہ صحابی ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت کو سنا کہ فرمایا کہ تم میرے بعد بارہ امیر ہونگے

انھنے صوتہ فقلت لابی ما الذی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ قال کلہم من قریش  
وعز الشیخ عن جابر بن سمرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ لا یزال ہذا  
الدین عن ابنی امیہ بن مہر بن علی من ناواہم الی اثنی عشر قال ثم قال کلہم من قریش  
الناسر قال فقلت لابی اولابی ما کلہم اصمیتہا الناصر قال کلہم من قریش  
وعز جابر بن سمرة قال قال النبی صلی اللہ علیہ والہ لا یزال ہذا الامۃ مستقیمۃا  
ظاہرۃ علی عدوہا حتی بمضی اثنا عشر خلیفۃ کلہم من قریش فاسئد فی منزلی  
قلت ثم یكون ماذا قال الہج۔ وفی روایۃ عن جابر لا یزال ہذا الامۃ مستقیمۃا  
امرہا ظاہرۃ علی عدوہا۔ وفی روایۃ عن عامر بن سعد قال کتبت الی جابر بن  
سمرة مع غلامی رافع اخبرنی بشی سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فکتب  
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ یقول جمعة عشیة رجم الاسلام لا یزال الدین  
قائم حتی تقوم الساعة ویکوز علیکم اثنی عشر خلیفۃ کلہم من قریش تیری رتو اشرح برکی شی  
عز شہر الہک قال فی الکتاب ہذا الامم فیم اثنا عشر فاذا وقت لعدو طغوا ولفوا وکان ستمینہم

۱۵۔ پہر کہہ آہستہ فرمایا میں نے اپنے باپ پوچھا حضرت نے کیا فرمایا کہا سب قریش سے ہو گئے جابر بن عمر سے مروی ہو کہا فرمایا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفوں پر فخر رہے گا بارہ خلیفوں تک پہنچے گا ایک کلمہ فرمایا  
جو لوگوں کی ہونے لگی کہتے تھے تو میں نے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا کونسا کلمہ ہے جو لوگوں نے جھگڑتے تھے کیا کہا سب قریش سے ہو گئے اور جابر بن  
عمر سے مروی ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امت ہمیشہ اپنے امین مستقیم اپنی دشمن پر غالب رہے گی یہاں تک کہ بارہ خلیفہ گذریں  
جو سب قریش سے ہو گئے پہر میں نے اپنی گھر پر حاضر ہو کر عرض کیا پہر کیا ہو گا فرمایا قتل۔ اور ایک روایت میں جابر سے ہے ہمیشہ اس امت کا  
امر درست رہے گا اور اپنی دشمن پر غالب رہے گی اور ایک روایت میں حاضر بن محمد ہے کہ میں نے جابر بن عمر کے پاس اپنی غلام رافع کے  
ہاتھ لکھو یہاں کہ جھگڑتے تھے جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس کہو جابر میں لکھا کہ میں نے حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا  
کہ ہذا سننا جسکی شام کو اسلی سنگ سا ہوا فنا کر تے ہمیشہ یہ دین برابر ہو گا قیامت تک اور تیسرے بارہ خلیفہ ہو گئے سب قریش سے ہو گئے  
شیخ برکی سے ہر کتاب میں کہا ہے کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہیں جن کی تعداد پوری ہو جائے گی تو سب قریش اور بنو ہاشم کی طرف سے ہوں گے

چوتھی روایت عزابہ بن جراح قال کان ابو الخالد جاراً فسمعہ يقول ويخلف علياً من هذه الامة  
لا تهل حتى يكون فيها اثنا عشر خليفة كلهم يعمل بالهدى ودين الحق يا بنو بن روا  
عز سفيان بن برد بن محمول انه قيل له ان النبي صلى الله عليه واله قال يكون علي  
اثنا عشر خليفة قال نعم وذكر لفظة اخرى عن معمر بن سميع وهب بن منبه يقول يكون  
اثنا عشر خليفة ثم يكون الهرج ثم يكون كذا چٹھی روایت عن عمر البکائی عن زکعب  
الاحبار قال في الخلفاء هم اثني عشر اذا كان عند القضاة ثم واتي طبقة صلح  
عند الله ثم العمر كذلك وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا  
الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين  
من قبلهم وكذلك فعل الله بنی اسرائیل وليس بعز بن ان  
يجمع هذه الامة يوماً ونهف يوم وازيد بن عمار باب كالف سنة مما تعدون  
وروي صحيح مسلم بن حبيب بن رواتين وروى باب اثنى عشر واروي هوني بن وه تقيماً ان روي  
بين من بعض المطابقين ليكن غالباً ابو داود وروى في لفظ كلهم يجمع عليه الامة

ابن جریر سے مروی ہے کہا ابو خالد میرا ہمراہ تھا میں اس سے سنا تم کہا کرتا تھا کہ یہ امت ہاک نہوگی  
اثنی عشر بارہ خلیفہ ہونگے مگر سب ہدایت اور دین حق پر عمل کریں گے۔ سفيان بن برد بن محمول سے  
روایت ہے کہ اس شخص نے کہا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میری بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہاں۔ اس سے  
لفظاً ذکر کیا۔ مگر سے مگر نے اس سے جسے وہب بن منبہ سے سنا تھا تھا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے پر قتل ہو گا  
یہ ہو گا مگر وہب کا کعب احبار روایت کرتا ہے اس سے کہا کہ وہ بارہ ہیں اور جب ان کو گزرنے کا وقت قریب ہو گا  
اور طبقہ صالحہ عبد اللہ آئیگا تو ان کی عمر میں زیادتی ہو گی اسی طرح وعدہ کیا ہے اللہ ان کو جو ایمان لائے اور انکے  
کام کیے کہ ان کو ملک میں جانشین کرے گا جیسا کہ تھے پہلے ان کو اسی طرح اللہ بنی اسرائیل کو ساتھ کیا  
اور اللہ پر کچھ دشوار نہیں کہ اس امت کو ایک دن یا آدھن جمع کر دے اور ایک تیری رب کے نزدیک  
مثلی ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ سب گذارش یہ ہے کہ جس روایت میں تعقید خلافت کی مثلثوں پرستہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے وہ خلافت نبوت صریح علی الاتصال استقدر زمانہ تک تمتد یہی چنانچہ بعض روایات میں صریح خلافت نبوت وارد ہوا اور نیز اس قسم کے الفاظ سے ہی ارشاد ہوا ہے **انھذا کلام ربنا نبوة ورحمة لہم خلافتہ ورحمة لہم** غرض اس قسم کی روایات سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خلافت جسکی مدت تیس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت و رحمت اور وہ روایت جو بشارت دوازوہ امام میں وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاتصال ہو یا بانقطاع کیونکہ جب قدر اوصاف دوازوہ ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اُن سب کا حاصل یہ ہے کہ اُس خلافت کو قوت شہادت ہوگی اور اوس میں اضطراب و نزول و وقوع فتن نہوگا وہ اپنے اعدا پر غالب رہے گی اور بمقابلہ اُس کے کفار مغلوب و مشکوس ہونگے اور امت او نیز مجتمع ہوگی اور یہ اوصاف کچھ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ عوارض عامہ ہیں جو خلافت کے دونوں نوع میں پائے جاسکتے ہیں خلافت خاصہ ہی ان کے ساتھ متصف ہو سکتی ہے اور امارت و سلطنت کو بھی ان صفات سے حظ و نصیب ہو پس ان دونوں روایتوں میں کسی قسم کا تعارض نہیں ہے ہاں یہ بات باقی رہ گئی کہ قمری کے بعض روایات میں جو یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کلمہ ہم عمل بالہدے دین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلیان میں ڈالین اور یہ خیال فرمائیں کہ یہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہ زعم اگر ہو تو بالکل باطل ہے کیونکہ اس وصف میں ہی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اُسکی صدق میں اپنے افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین ہی عالمین بالہد و دین الحق ہیں اور سلاطین میں سے انکو افراد عالیہ اور افراد متوسطہ ہی عالمین بالہد و دین الحق ہیں لیکن ان میں اور اُن میں باعتبار اس وصف کو امتیاز اور فرق ہے خلفاء

راشدین میں اس وصف کا صدق اولے اور اشہر اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسط  
 میں اس پر بعد اور ضعیف مگر لیکن صدق اس وصف کا گوئے الجملہ کم ہے تاہم پایا جاتا ہے  
 بلکہ سلاطین جائزہ جو سلاطین کے افراد و سافلہ میں انہیں ہی نے الجملہ پایا جائیگا اگر وہ  
 کفار کے ساتھ جہاد کریں گے جو باعث تقویت دین مگر لیکن ان افراد کا اس وصف کرنا  
 اتصاف ایسا قلیل ہوگا کہ مگر اس کو کان لم یکن اعتبار کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے  
 خاص یہ وصف ہی مثل دوسرے اوصاف کو عارض عامہ میں سے یہ تو خلافت نبوت  
 اور امارت کو عام ہے اور یہ گزیر مستلزم خلافت خاصہ کو نہیں پس جب یہ امر ثابت ہو گیا  
 کہ وہ یقیناً یہ خلافت خاصہ کے لئے ہی تھی اور یہ بشارت عامہ ہے تو دونوں  
 حدیثوں میں باہم کچھ تعارض و تناقض نہیں رہا سکی تو جہات اور یہی ہو سکتی ہیں لیکن  
 ہم خوف تطبیق اور ٹکڑے کر کے ہیں اب تم کو یہ خیال ہو کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب  
 نے ان روایتوں کو جو بشارت دوازوہ امام میں وارد ہوئی ہیں اپنے مذہب کی تائید اور  
 تقویت میں نقل کیا مگر اور اپنے روایات مذہب کو موافق سمجھا ہے چنانچہ اس کے بعد وہ روایتیں  
 نقل کی ہیں جو اپنے روایات بشارت دوازوہ امام میں منقول ہوئی ہیں اس کے بعد روایات  
 کو بلا رد و انکار قبول کر لیا مگر در شیخ نے جس جگہ مخالفین کے روایات خصال میں نقل  
 کی ہیں وہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوٰۃ العصر عن عبد اللہ  
 بن الاسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کر کے آخر میں لکھتے ہیں قال مصنف هذا الكتاب  
 مرادی بایراد هذا الاخبار الرد على المخالفين لا فهم لا يرون بعد الصلاة  
 وبعد العصر صلوٰۃ فاحببت ان ابن انهم خالفوا رسول الله صلى الله عليه وآله في قوله فاعله  
 پس جب اس جگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہیں ہی روایا جو بشارت دوازوہ

روایات بشارت دوازوہ امام مذہب شیخ کو صحت میں آتی ہیں۔

۱۵ کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ حدیثوں کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ بعد فجر اور  
 عود کے نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے تو میں نے چاہا کہ اس امر کو بیان کر دوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توں فعل میں حلال کیا

امام بن تہمین وار و کین تو معلوم ہوا کہ یہ روایات شیخ کے نزدیک مقبول و معتبر ہیں قطع نہیں  
 اس سے اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہ روایات معتبر نہ ہوں تاہم حسب شہادت امام سادات  
 و امام کاظم معتبر و قابل قبول ہیں کیونکہ ہم معنی اور مشابہ روایات اہل بیت کو ہیں تفسیر صافی  
 میں منقول ہے قال الصادق فی روایتہ من را و فاجر توافق القرآن فخذ به  
 و ما جاء فی روایتہ من را و فاجر يخالف القرآن فلا تأخذ وقال الکاظم اذا جاء  
 الحدیثان المختلفان فقصهما علی کتاب اللہ و علی احادیثنا فان اشبههما فهو  
 حق وان لم یشبهما فهو باطل۔ ان دون روایتوں سے ثابت ہے کہ جو روایت موافق  
 کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہے اور یہ روایات منقولہ  
 صدوق بھی مشابہ اُن روایات کے ہیں جو ائمہ سے وارد ہوئی تو یہ بھی واجب القبول ہوگی  
 اور بعض روایات میں اگرچہ روایات اہل سنت ہیں اور بواسطہ روایات اہل سنت کے منقول ہوئی  
 ہیں لیکن یہ امر قاضی فی الروایۃ ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ ان روایات کو موافق و واروہ  
 امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجھیں گے اور ان روایات کے صدمہ کی مذہب کی بناء کی  
 اہتمام سے صیانت کیونکر کریں گے۔ اور ان روایات کی مذہب تشیع کو چند وجوہ سے  
 صدمہ پہنچتا ہے۔ اول یہ کہ ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت کو زمانہ  
 ائمہ اثنا عشر میں استقامت اور غلبہ علی الاعداد اور ظہور دین اور اصلاح امر میر  
 ہوگا پس اگر ان کو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہ وعدہ اور اجابہ  
 جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ میں برعکس ہو کر اضطراب اسرار اور غلبہ اعداء اور  
 اختفاد دین اور فساد امر حاصل ہوا تھا اعلیٰ عظم کا نام و نشان تک صفحہ گیتی سے گویا محو ہو گیا ائمہ کی

صلیٰ امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ تیرے پاس کسی روایت میں کسی فاجر آدمی سے آوی جو قرآن کے موافق ہو  
 تو اس کو لے اور جو کچھ تیری پاس کسی روایت میں روئے فاجر آدمی سے جو قرآن کے مخالف ہو تو اس کو نہ لے۔ امام کاظم  
 نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثیں آئیں تو اس کو کتاب اللہ اور ہماری حدیثوں سے مقابلہ کریں اگر وہ ان کی مشابہ  
 ہوں تو وہ حق ہے اور اگر اُن کے مشابہ نہ ہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

جیسی حالت رہی وہ محتاج بیان نہیں دوسری یہ کہ یہ غلبہ ہوتا تھا جو زمانہ اثنا عشر  
 میں موجود ہے یہ مختصر اسی زمانہ تک میاؤں کے بعد ہرج و مرج و فساد و ہلاکت میاؤں کے بعد  
 کے ہیں تو حضرت عیسیٰ ہیں اور وہ خود ایمہ سے کم درجہ ہیں تو معلوم نہیں کہ یہ امامت جو ایمہ  
 اثنا عشر میں میاؤں ختم ہو چکی تھی کیا بعد اؤں کے حسب ارشاد فاضل عجیبات محمدی  
 صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ایمہ اثنا عشر کے پر امامت کی ضرورت نہیں رہی یا حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ دین ناقص چھوڑا تھا جو زمانہ ایمہ اثنا عشر میں مکمل ہو گیا  
 تیسری یہ کہ یہ زمانہ مصداق آیت شریفہ و علی الذین امنوا منک کما ہی کہ خداوند  
 تعالیٰ زمانہ بعض ایمہ میں انجا وعد استخلاف و ملکین دین و ازاد خوف و حصول امن فرمایا  
 اور یہ بھی جہد رگلوگیر مذہب تشیع ہے کسی دشمن پر پوشیدہ نہیں قولہ ای شد متلف  
 اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا عجیب کی مناظرہ دانی کے کمال پر دال  
 اقول ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن  
 کے ہو گویا ہی راوی سے ہو واجب القبول ہو گی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ  
 کر چکے تھے کہ یہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت میاؤں روایت جو موافق کتاب اللہ  
 کی ہوئی قابل قبول ہو گی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو  
 اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب ہی گذارش ہوتا البتہ یو نہیں بے دلیل و معجز کرنا ہمارے  
 فاضل عجیب کی کمال مناظرہ دانی پر دلیل سے قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور  
 آیات سے الخ آپ کے علماء کی کلام اور صحابہ کے اقوال و افعال سے اؤں کا اہم المہمات نبوی  
 ہونا ثابت میاؤں یہ تعجب میاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصریح کیوں نفرمائی  
 مسائل روزہ و نماز و غسل و صلوٰۃ تیمم حتیٰ کہ آداب بیت الخلا وغیرہ وغیرہ تک تو صاف  
 مشرح و مفصل بیان فرمائے اس اہم المہمات کو ہی کیوں چستان و پہلے کر دیا  
 کہ اشارہ و کنایہ میں ادا فرمایا یہ غور کیجئے اور انصاف فرمائیے۔ یقول

العبد الفقیر الی مولانا الغنی جب اہلسنت کا اصل مذہب آپ کو معلوم ہو چکا  
 کہ ان کے نزدیک خدا تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم اویسی کی تبلیغ فرماتے ہیں جو ادنیٰ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تو پر یہ  
 اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازیں جب خداوند کریم خود اس کی ابتداء کا متکفل  
 ہو چکا تھا تو پر کچھ ضرورت باقی نہیں رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اس  
 ہیئت کذابی کے ساتھ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعوہ پسند فرماتے ہیں اور ممکن محکم کہ اگر تصریح  
 کے ساتھ اختلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اس وقت بغاوت اور بلوہ اور قتل خلیفہ پیش آتا  
 عجیب نہیں کہ باعث نزول عذاب کا ہوتا اسلیئے امت کی سپرد کیا گیا اور اوصاف و عوارض  
 بتا کر نمبرز کہ تصریح کے کر دیا گیا اور یہ بھی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے  
 مجیب فرمانین کہ جب یہ مسئلہ اہم المہات اور اصول و مقاصد دین میں سے تھا اور خدا  
 تعالیٰ پر واجب تھا کہ اسکو بیان فرما دے اور جو دیکھ ادا کرنے فرما دے کو بیان فرمایا  
 اس اہم المہات کو ہی کیون جیستان و پہلے کر دیا کہ جو کتاب اللہ میں سے کہیں جو جی ہی  
 نہیں جاتی ہو تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بصر و چشم ہے لیکن کچھ آپ ہی غور و  
 انصاف سے حد لیوین قال الفاضل المجیب قولہ۔ یہ بھی امر باعث ہوا کہ اہل سنت میں  
 درباب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہ دعویٰ ہے کہ اہل سنت اس باب  
 میں نص کے قائل نہیں علی الاطلاق صحیح نہیں چنانچہ ملاحظہ صواعق سے یہ  
 معلوم ہو سکتا ہے۔ اقول۔ اگرچہ اس قول کے جواب میں گفتگو ہو سکتی تھی مگر چونکہ  
 چندان مفید نہیں نظر اختصار کچھ عرض نہیں کرتے مگر اسقدر ضرور گزارش ہے  
 کہ آپ کے خاتم المحدثین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم میں فرماتے ہیں۔ زیر کہ خلفا  
 نقلتہ نزول اہل سنت نہ معصوم اندر نہ منصوص علیہ و در افضلیت ہم بحث بسیار است الخ  
 پس اگر آپ کا یہ قول صحیح ہے تو آپ کا خاتم المحدثین کا یہ دعویٰ علی الاطلاق صحیح نہ ہو گا اور

بظاہر الفاظ میں کوئی قید معلوم نہیں ہوتی افسوس کہ آپ کے خاتم المحدثین نے  
 صواعق کا ملاحظہ نہیں فرمایا ورنہ ایسا دعویٰ جسکی آپ بھی تکذیب فرماتے ہیں نہ فرماتے  
 بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی عبارت  
 کے مطلب کو تو آپ نے سمجھا ہی نہیں تھا بندہ کی گزارش کو بھی قبول فرمایا اور یہ سمجھا  
 لیجئے اب پر گزارش کیجائی ہے مگر تحفہ کا ملاحظہ فرمائیں اور سمجھیں مسئلہ منصوبہ امام  
 جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مختلف فیہا ہے اوس میں دیکھنا چاہئے کہ محل نزاع کونسا امر  
 کہ جبکہ اہلسنت منع کرتے ہیں اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہیں چونکہ تحقق نزاع کے لئے  
 ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جس میں نزاع واقع ہو رہی ہے باتحاد الاعتبارات فریقین کے نزدیک  
 ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جسکا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہیں اوسکو حضرات اہلسنت منع  
 کرتے ہیں اور اگر وہ نہ ہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہیں جدا ہوا و جبکہ اہلسنت  
 تسلیم نہیں کرتے ہیں دوسری تو نزاع ہی متحقق نہوگی پس وہ نص جسکو حضرات شیعہ  
 امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہیں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 تصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سبکو جمع کر کے اپنے ارشاد فرمایا ہو کہ اے لوگو  
 فلاں شخص کو تمہاری اوپر میں اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہوں میری بعد وہ میرا خلیفہ  
 اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کیو میں  
 اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیر کہ خلفاء ثلاثہ نزول سنت بمعصوم  
 اندہ منصوب علیہ یعنی منصوب علیہ نص تنازیہ فیہ نہیں ہیں چنانچہ سیاق عبارت سے  
 متبادر ہے الفہم اور بطلق انتفاء نص کو مستلزم نہیں بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص۔  
 جو مثال روز روشن واضح کردی کہ استخلاف کسطرح واقع ہونیوالا ہے بطور اخبار کے  
 جو حال واقع پر دلالت کرے واقعہ جو جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے  
 ساتھ مختص سمجھا خلفاء کو غیر منصوبہ فرمایا اور یہہ باعتبار عرفان قرب الی الفہم ہے اور جن

حضرات نے اخبارات اور بیانات واقعوں کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اس کو ہنر کی تخصیص کے سمجھاؤ نہون نے منصوص کہا اور یہی باعتبار دلالت عقل صحیح اور قرین قیاس ہے اور فی الحقیقت یہ نزاع نہیں ہے کیونکہ مرجع نفی و اثبات کا امر یہ متغایر ترین ہیں فریق اول جسکی نفی کرتا ہے وہ جدا حق اور فریق ثانی جسکو ثابت کرتا ہے وہ امر آخر ہے بہر کیف اہل سنت میں سے کوئی شخص اس امر کا معتقد نہیں ہے کہ خلفاء منصوص اوس شخص کے ساتھ ہیں جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعوں کے ملاقات اتفاق اوس اعتبار سے تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہیں پس تحفہ میں جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی ہے وہ باعتبار اوس شخص کے حق جو اہلسنت و شیعوں میں متنازعہ فیہ ہے اور بندہ نے جو اثبات نفس کا صواعق کے حوالہ سے کیا وہ راجع اوس شخص کی طرف ہے جو متنازعہ فیہ نہیں لیکن چونکہ ہمارے فاضل مجاہد نبی خوش فہمی سے یہ سمجھ گئے کہ تحفہ میں منصوصیت سے بالکل انکار ہے لہٰذا یہ اعتراض فرمایا حالانکہ منہ علی الاطلاق کی قید لگا کر متنبہ بھی کر دیا تھا لیکن متنبہ نہ ہوا اور اس کی یہی ظاہر ہوا کہ سوال میں بھی جو منصوصیت سے انکار تھا وہ علی الاطلاق تھا کیونکہ انصر آیکے نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اسکی نفی کر دی تو کل منتفی ہو گئی پس صاحب تحفہ کا دعویٰ صحیح ہے اور منہ اسکی تکذیب ہرگز نہیں کی افسوس کہ آپ نے نہ تحفہ کا مطلب سمجھا اور نہ ہماری معروض میں تامل فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک بظاہر الفاظ میں کوئی قید نہ ہوا و سوقت تک مضمر نہیں تعجب ہے کہ آپ نے بڑے مناظرہ دان و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائی جسکی صدا حلقہ سے قرآن و حدیث میں تکذیب ہوتی ہے فانہ بالی عنی القوم الذین یأیو ابا بکر الخ میں کیسکہ بظاہر الفاظ میں قید ہے جو اسکو الزامی قرار دیا اور لفظ عندک مثلاً مقدر تجویز فرمایا قل کو فوجا برۃ او حلیہ یا میں بظاہر الفاظ میں کہاں قید ہے علی ہذا القیاس بہت جاہل گنہگار ہیں لیکن

کچھ تو فہم و انصاف سر کام لین قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اور حدیث تمک بائین  
 اور قصد احراق کا ذکر عجیب۔ سبحان اللہ۔ اپنے گہر کی تو خبر لیجئے۔ اقول۔ امور دینی میں  
 حدیث تمک کا ذکر آپ کو کیوں عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہلسنت کے  
 نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لیں اور اوس کو فروعی مسئلہ اور نہایت  
 خفیف سمجھیں تب بھی حدیث تمک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیوں تعجب  
 آتا ہے یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی حدیث تمک کا ذکر اس واسطے  
 عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و  
 تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو  
 اور حدیث پر جب تک عمل ہی نہیں اور خود بھی اوس سے برا حل بعید ہیں تو اس  
 صورت میں بمقتضائے **اَنَامَ لَہِ النَّاسُ بِالْبِرِّ وَتَنَسَوْا الْفِسْکَ** کے ہر ذمی عقل و شعور کو اس کا  
 ذکر عجب معلوم ہوا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کر لگا زبانی و عیون سے تمک  
 نہیں ثابت ہو سکتا حذات شیعہ نے تو مشائخ اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے  
 ساتھ تمک کیا ہے جنگ نامہ اعمال سابق میں مذکور ہو چکی ہیں اگر اسکا نام تمک  
 بائیں ہے تو ایسے تمک کو سلام عرض ہمارا فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہ بھی  
 معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وہ نہایت خفیف ہوتا ہے حالانکہ  
 یہ سراسر غلط ہے فروعیات کو خفیف ہونے کے کیا معنی **قولہ** آخر آپ کے خلفاء مامو  
 نہ تمک ہی رہا نہ تھے **اقول** خلفائے اہل بیت علیہم السلام حکم حدیث بخوم مقتدا اور بموجب آیات  
 اطاعت اولوا الامر تھے اور مطاع اور اولوا الامر کو جس طرح تمک کرنا چاہیے کیا  
**قولہ** اگر میں یہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت عینا مقدمہ خلافت کا ہے پیش  
 آیا آپ کے خلفائے اس باب میں اہل بیت سے کیا تمک کیا تو کون سے تعجب کا  
 محل ہے تعجب اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود اسکا کمال نیداری اس باب میں

تک نہوا در قصد احراق کیا اقول مقدمہ خلافت میں جب اٹھل غم انکا تھک سے نورانی ہوا تو بعد اس کے  
 اوسکا متبع ہے تو یہ سوال کہ خفا نے اس باب میں اہل بیت سے کس تک کیا ہے بل عجیب  
 پہر اگر ہم نے اس پر حشر شیخ کے تمکات ہیبت کے تمام جگا تو ناخوش ہونے کی کوئی بات ہے لیکن ہمیں  
 مقدمہ میں جو بعد وفات سرور کائنات سے پنا مقدمہ پیش آیا سوال کرنے میں کہ یہ ہر حادثہ یہ آیا  
 اور آپ اس واقعات سے غصت ہوئی تو اسوقت تک حضرات شیخ کا وجود ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا  
 اگر اسوقت تک انکو غصت وجہ و عطا موحیہ تھا تو فرمائی کہ اسوقت تک حضرات نے کہا کہ  
 بالیقین فرمایا کہ اسوقت تک آیت <sup>۱</sup>بِأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ  
 وَأَعْلَظْ عَلَيْهِمْ نازل نہیں ہو چکی تھی یا یہ کہ نازل ہو کر پہنچا سوچ کی تھی اور کیا ایٹھا الذین  
 آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ <sup>۲</sup>مگر ہوتے ہی نہیں ہوتا ہوا اور الراء کا وجود  
 نہیں ہوا تھا تو یہ فرمائی کہ انکا وجود اسوقت حادث ہوا ہے۔ رات مقدمہ احراق پس اسکی بابت ہم پہلے  
 ہی گذارش کر چکے ہیں اور اب ہی مختصر انداز میں کرتے ہیں کہ اولاً حضرات شیخ نے نفس احراق کا  
 دعویٰ فرمایا۔ چنانچہ آپکی شیخ محقق طوسی جو بد کے من صدیق میں تحریر فرماتے ہیں <sup>۳</sup>و اندلج  
 الی بیت امیر المؤمنین علیہ السلام لما امتنع من البیعة فاحرم فیہ النار و  
 فاطمة وحمزة منسبت ہام اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بھی یہ دعویٰ فرمایا  
 پہر جب دیکھا کہ یہ کان کی ناو نہیں ہوتی اور بعد میں کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو بھلونے سے اس دعویٰ  
 چھوڑ کر قصد احراق کا دعویٰ کیا اور ان میں سے ہماری فاضل محبت ہی ہیں اور تمک اپنا اوس واسطے  
 قرار دیا جو از آل انصاریں منقول ہے جسکو الفاظ یہ ہیں <sup>۴</sup>وایما للہ ما ذاک بانغی ان اجتمع ہولاء  
 المنصر عندہ ان امرهم ان یحرق علیہم البیت اب عاقل ابن الفاطم من غور کر کے اجتمعات  
 ۱۔ ای نبی کا زدن اور منافقان سے جہاد کرنا نہ سخی کر لیا اسی ایمان والوں کی نذر اور نہ جبر سے نہ قصد کیا کہ  
 ۲۔ امداد میں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر کی طرف جب اسنے بیت سے ہٹا کر کہا ہے ہوا اس  
 ۳۔ انکا دی حالانکہ اوس میں نہ ہو اور نہ ہی عامت کی حاجت ہے ۴۔ اور خدا کا سر یہی حکم کہہ رہے  
 نہیں ہے اگر یہ عامت تیرے پاس ابھی سو گئی ہے میں مگر جاناں کا ادھر حکم کروان ۱۲ - ۱

دعویٰ کو دیکھ کر ان الفاظ ثابت ہوتا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ پر جو قصد احواق جسکو باری  
فاضل مجیب مدعی میں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصد احواق ایک ایسی جگہ کی غرضتہ کو مقتضی ہے جس میں  
کچھ شک و تردد نہ ہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت میں لفظ ماذاک با تعنی مذکور ہے جسکو معنی یہ ہے کہ  
یہ مجبور و کنی والا نہیں ہے جو صریح عدم قصد پر دل ہے اور محض تخویف کو مثبت ہے اور نیز جبکہ لفظ  
ان شرطیہ استعمال ہے جو باعتبار اپنے اصل اوضع کے اسوڑ شک کو محتمل کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور یہ  
بدلتہ قصد و غرض کی منافی ہے۔ علاوہ ازیں اس قسم کی عبارات عرف عام میں محض تبدیلیوں سے  
بولے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور ہرگز قصد اتیاع فعل نہیں ہوتا  
چنانچہ جناب امیر نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بصرہ کا بیت المال لوٹ کر بصرہ حضرت  
شیعہ مکہ آ بیٹھے تھے اور جناب امیر نے انکو ایک عتاب آمیز خط تحریر فرمایا جسکی نقل ہم انج البلاغت  
اوپر کر چکے ہیں اور میں تحریر فرمایا ہے فاتقوا الله وارددوا الى هولا القوم اموالهم فانك  
ان لم تفعل ثم امكنني الله منك لا عذر لك الى الله فيك ولا ضربك ليدقني  
الذي ما ضربت به احدا الا دخل النار ان الفاظ کو ملاحظہ فرمائی کہ یہ الفاظ آپ کی زعم کے ہوتے  
ابن عباس کے قتل کے قصد پر دلالت کرتے ہیں پھر ہم پوچھتے ہیں اگر یہ قصد قتل ہے تو قتل کی کس  
سلسلہ کا الا باحد ثلث النفس بالنفس والثيب الزاني والدارك لدينه جائز ہے یا نہیں  
علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال واپس کیے یا نہیں اگر واپس کر دیے تو خود ابن عباس سے  
جو اسکے جواب میں تحریر کیا اور لکھا کہ بیت المال میں میرا حق اس سے زیادہ اور اسکے مخالف ہے  
اور نیز کہیں واپس نہ ہوا لے گا ثابت ہی نہیں ہوا اور اگر واپس نہیں کیا تو پھر حضرت رضی اللہ عنہ کی  
قدرت ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی اور پھر اس کے ساتھ کہی نہیں گئی تو شیعیان پاک میں کہہ کر  
داخل ہوئی۔ امر صورت میں تو مثل اور صحابہ کی از کو یہی کافر و مرتد فرما سکی ورنہ کم سے کم سب عقبت  
محقق طوسی تجرید میں بخالفوه فسقة و محاربوہ کفر۔ فاسق تو ضرور ہے کہی درندہ اور

صحابہ نے ہی ایسا کیا مقتدر کیا ہے اور یہ ترجیح بلامرج کیوں ہے اور اگر قدرت ہوئی تو یہ جواب دینے  
 اونسکے ساتھ کیا معاملہ فرمایا اپنا قصد پورا کیا یا نہیں اور اپنی قسم میں باز ہوئی یا حانت مفصل  
 اشد و بوقولہ عجب نہیں کہ آپ کو ہی اسکا تعجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچھ جواب دیتے اور یہ  
 ہی وجہ ہے کہ جب آپسے باہم جو دت طبع کچھ جواب نہ بن سکا تو ناخوش ہو کر اٹھا کر کسینہ دینی  
**اقول** افسوس کہ آپ نے ہماری گزارش کو نہ سمجھا ہمنے اجمالاً مختصر ادا کر دی ہے جواب دہا تھا  
 اور لکھا تھا کہ قصد اور طلبہ میں سے ہے جس سے ظاہر ہے کہ ہوتا تھا کہ اداسکا ادراک و شواہد  
 اور جو الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے وہ ہرگز ایقاع پر دلالت نہیں کرتا۔ پس یہ حضرت کی خوش  
 فہمی ہے کہ آپ خیر فرماتے ہیں کہ کچھ جواب نہ دیا اور کچھ جواب نہ بن سکا۔ چنانچہ اس حوالہ میں  
 ہمنے اسکو کیفہ تفصیل کے ساتھ عرض کیا پس اگر آپ اب بھی نہ سمجھیں تو اس میں فرمایا ہے  
 کہ ہارا کیا تصور ہے۔ باقی الفاظ ناظم کا ہم جواب نہیں دیتے۔ **قوله** ہمنے بیشک اپنے  
 گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپ کو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے  
 گہر کی خبر نہیں کیونکہ اگر آپ کا گہر سلاست ہوتا تو اس کے سلاستی ثابت کر کے اور اس سوال کا  
 جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہ تھا۔ **اقول** چونکہ یہ عبارت محض خوش فہمی سے  
 ناشی ہے کہ آپ نے میری تحریر کو سمجھا ہی نہیں اور اسکا جواب خالی از ہر لفظ و ظرافت نہوگا۔ اسے  
 ہم اس عبارت کے جواب میں سکوت کرتے ہیں۔ **قوله** بغرض حال اگر آپ کا یہ وہم صحیح ہی ہو  
 تب بھی آپ ہم جیسے ہو گئی ہر طعن کے کیا معنی **اقول** یہ حضرت کی سنائے دانی ہے  
 جو آپ فرماتے ہیں کہ آپ ہم جیسے ہو گئی ہر طعن کے کیا معنی ورنہ نے بحقیقت جب ہماری کڑواہٹوں  
 صحیح تسلیم کر لیا تو گویا اپنی آپ کو غیر مستحکم بالثقلین تسلیم کر لیا اور نیز برعکس خود ہمو اور ہمارے  
 اکابر و اعظم کو ہی غیر مستحکم سمجھ رکھا تھا تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہ محض برعکس سامی ہے  
 اور طعن کا نہ ازراہ سامی پر نہیں ہے تو یہ فرمانا کہ ہر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہ کہنا  
 کہ آپ ہم جیسے ہو گئی سرسری غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازیں یہ طعن محض آپ کے طعن کی تردید ہو گیا تھا

[illegible]

اللہم انا نعوذ بک من الخور بعد الکور **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہیں اور  
 دن و رات اپنے اسلاف کے مقلدین یہ بات کب گوار کر سکتے ہیں **اقول** بیشک  
 اہل سنت محض احکام خداوندی تعالیٰ شانہ و سنن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و سیرت صحابہ  
 جنہیں اہل بیت ہی شامل ہیں و تابعین لہم باحسان کی لکیر کے فقیر ہیں۔ نہ بجز کتاب اللہ و ذکر  
 پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائی سنت رسول اللہ ان کے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع  
 اور حکوم ان دونوں کا کر رکھا ہے نہ حاکم پر وہ کتاب و سنت کی خلاف یہ بات کیونکر گوارا  
 کر سکتے ہیں **قولہ** اس لیے مجبور تک کتاب اللہ و عمرت رسول اللہ سے تبری و تحاشی کرتے ہیں  
**اقول** یہ ہمارے حضرت حبیب کا فرمانا سر اسر خلاف واقع اور بدانتہا غلط ہے کتاب اللہ کے ساتھ تک  
 حقیقہ و مجازاً و ظہاراً و کفراناً یعنی بفضل اللہ تعالیٰ اہل سنت کا ہی حصہ ہر شہ گمانو کا نومین خدا تعالیٰ  
 فضل سے علماء و حفاظ کلام محبہ موجود ہیں حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اوسکے تابعین سے  
 جنکو عند اللہ کمال قرب و منزلت ہے تبری و تحاشی کرتے ہیں اسکی با و اس میں جہت اونا کریم نے  
 اذکو اس نعمت سے محروم فرمایا اور باوجود مرد و ہو کے اذکو کلام محبہ یاد نہوا اور اپنا قرآن جو اللہ  
 پاس بکری بعد دیگرے چلا آیا وہ خود غار میں رہا میں شیعیاں پاک سے مخفی و مستتر ہے اور اسی پر  
 معافی کو ہی قیاس کر لیجئے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوشہ چین مفسرین و تراجمہنت رہے۔ و ترا  
 تفسیر مجمع البیان طبر سے کو ہی ملاحظہ فرمائیے آری۔ وللاذہن من کاس الکرام نصیب  
 عمرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تک اگرچہ حضرات شیعاں اسکے مدعی ہیں مگر نے حقیقت  
 یہی ہی اہل سنت کو ہی نصیب ہے ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عمرت کو اعمام و عمات اور اذکر  
 اولاد کو اور تمام نبات و زرجات و احفا و کو اپنا مقتدا و پیٹھا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرت  
 شیعہ کے کہ اوتھوں نے سوائی محدودی چند عمرت کے سب کو خلعت کفر و فسوق کے ساتھ  
 تشریف بخش رکھا ہے۔ پس فی الحقیقہ قضیہ منعکس اور عالمہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور  
 کتاب اللہ اور عمرت رسول اللہ سے تبری و تحاشی کرتے ہیں نہ اہل سنت حاکم و تابع

قال الفاضل المحیب۔ قولہ کہ نسک کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کہ جب کا حافظہ خود خداوند  
 حقیقی تعالیٰ عنانہ پر محض اور بیاض عثمانی و آئی قرار دین چنانچہ مسلمات شیعہ سے ہے۔ اقول۔  
 حضرت مجیب کے اس فوٹو سنایت ہی تب ہی باوجود ادعائی عدم فاضل دین پس الیہا ملنا علماء کی  
 شان کے خلاف ہر آیت محض صاحب شہر الکلام و یوہ کی تقلید و بیانی اور اپنے پیشین سے تمام  
 نہ لیا کاش۔ اور انکی ہی کلام کو بغور دیکھا ہوتا مسلمات شیعہ سے تو شاید انہوں نے ہی نہیں لکھا  
 شیعوں کی کتاب میں تو آٹھو نہیں ملتی کاش شہر الکلام و غیہ کو جسکے اتحاد و بہرہ و آب  
 جو آب لکھنؤ بیٹی میں باسکان نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تفسیر و تکریم و تفسیریم و تفسیریم و تفسیریم  
 اہل ایمان ہر حاشا کہ اس میں کچھ بی اختلاف ہو حضرات اہل بیت کا عجیب حال ہے کہ کسی صاحب  
 شہر الکلام فرماتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک یاس عثمانی بیت معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی  
 کلینی صحیح ہے اور دلیل یہ بیان دہاتے ہیں کہ زمان ثقافت شیعہ میں سے سنا بانہا در کہی  
 صاحب تحفہ دعا کرتے ہیں کہ تاریخ ابن قتیبہ نزد شیعوں معتبر تر از قرآن ست۔ اور کوئی دلیل بخیر نہیں  
 فرماتے۔ یہ علماء حضرت اہل بیت سے ناخالص ہے خود شیعوں کی نسبت ایسے افتراء و اتہام اپنی طرف سے  
 منسوب کرتے ہیں و کوئی دلیل نہ بیان نہیں کرتے یا کرتے ہیں تو محض مبنی ہونی بتلاتے ہیں  
 اور کچھ نہیں ثمراتے۔ حیف صد حیف ہماری حضرت مجیب ہی انکی تقلید سے یہ لکھا ہے  
 اگر دیکھی کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا۔ گز نہ لکھتے۔ **سقول العبد الفقیر**  
**مولانا الغنی ابن متبیین** جوہ چند کلام ہے اصل یہ کہ یہ سند بد بیات اولیہ سے ہے  
 چنانچہ ابی و نسخ ہو جائیگا اور بد بیات محتاج دلیل نہیں ہوتی جسکو نہ سب شیعہ کی کچھ ہی  
 واقفیت ہوگی وہ اس مثلہ سی ضرور واقف ہوگا۔ دوسری یہ کہ ہنسے اس سلسلہ میں صاحب شہر الکلام  
 کی تقلید نہیں کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا۔ ثان اگر تعجب و استظہار  
 کوئی روایت صاحب شہر الکلام وغیرہ سے نقل کریں تو مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن یہ مقتضی  
 تقلید کو نہیں ہے پس یہ محض ہمارے عجیب کا زعم و گمان ہے و ب۔ تفسیری یہ کہ

نہایت عجیب و غریب

صاحب مہتمی الکلام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتماد پر جواب لکھنا اگرچہ ہمارا فخر ہے۔ لیکن یہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہمارے فاضل مجیب پر دسح ہو جائیگا کہ میں نے محض تقلید ہی جواب لکھنا یا اپنی تحقیق سے ہی کام لیا ہے۔ معذرا یہ طعن تو اس وقت زیا تھا جبکہ آپ کے مضامین وجوہات آپ کے خانہ زاد و نتیجہ طبیعت ہوتے اور جب آپ ہی محض نقل اپنے بزرگوں کے ہیں اگر میں نے اپنی بزرگوں سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتھی یہ کہ یہ بحث قرآن کی تحریف و عدم تحریف میں ہے ہر پہ ہر پہاری فہم میں نہیں آتا کہ ہماری فاضل مخاطب نے یہ پیدا الفاظ کیوں تحریر فرمائے (کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہے۔ حاشا کہ اس میں کچھ ہی اختلاف تھا) بلکہ تعظیم و تکریم و تقدیم کا کیا ذکر تھا اور اس کے لکھنے سے کیا فائدہ صاف لکھنا چاہتا اگر آپ میان تحریف معتبر نہیں اور باجماع باطل ہے تو لکھنا چاہیے تھا کہ کتاب اللہ کی عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے حاشا کہ اس میں کچھ ہی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان و جواب از زمین۔ کی مثل بیان صادق ہے کہ لغت کو تحریف و عدم تحریف میں ہوا و ثبوت تعظیم و تکریم کا دیوین سبحان اللہ ہماری حضرت فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہ تسلیم عدم تحریف کو نہیں کیونکہ جائز ہے کہ یہ تعظیم و تکریم علی وجہ التقیہ واجب ہو یا اسوجہ سے ہو کہ اس باقی ماندہ میں آخر اکثر اصلی ہے احاق تو کم ہے کیا انتساب ماویہ مجرورہ کی تعظیم و تکریم اجماعی اہل ایمان نہیں ہے کیا ان کی تحقیر و الانت اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ تعظیم و تکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیونکہ انہما ہی ہے امام معصوم تو آیت امہ ہی ارجی من امہ سنکرتہ لیل والانت کی طور پر قرآن یہ ایک دیوین اور لائق الانت سمجھیں اور ہماری فاضل مجیب اور مکر تعظیم و تکریم اہل ایمان کے اجماعی فرما دیں معلوم نہیں امام معصوم کو اہل ایمان میں سے سمجھتے ہیں یا نہیں اور ان کو کون لفت خارق اجماع ہے یا نہیں۔ مگر ان آپ یہ فرما سکتے ہیں کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب نہیں ہے جو سراب سرین راہی میں امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ میں محفوظ ہے۔ معذرا اسلنا کہ تعظیم و تکریم اجماعی ہونے سے مراد یہ ہے کہ عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی میں وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہیں اور اوپر وسیع و وسیع  
 المؤمنین صادق آتا ہے ذرا سکویا دیکھیں گے۔ اس صورت میں اپنے صد علماء شیعہ متقدمین و متاخرین کو  
 بلایمان بنادیا شاہ باس آفرین باد۔ پانچویں صاحب منہجی الکلام اور صاحب تحفہ نے ہی اس بار میں  
 جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہیں چنانچہ بندہ کی گزارش سے کیفہ و واضح ہو جا گا۔ چہٹی یہ کہ بندہ  
 نسبت فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے معلوم نہیں  
 یہاں کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیوں انعام و اعراض فرمایا حالانکہ اسکا موقع محل کتب حدیث  
 و تفسیر میں اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسو اسطے نہیں کیا کہ انہیں تحریف  
 قرآن کا ذکر ہے اور روایات اوسکے ثبوت کے موجود ہیں لیکن تنگیوں نے جب دیکھا کہ خصم بے دہ  
 گنہگار ہوا ہے جس سے بدو انکار رہی شکل ہے اسلئے انہوں نے کہیں انکا تحریف کر دیا اور دیا  
 لو تو جہات لاطائفہ نسخ و تحریف فرمایا ورنہ بعض حکمہ متکلیفین نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعویٰ کیا  
 چنانچہ ہم نقل کریں۔ **قولہ** بہر حال جواب گزارش ہے یہ جو کچھ آپ نے اس قول میں لکھا ہے  
 محض دعوئے بھڑوغ ہے اگر آپکو دعویٰ ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائی یہ آپ نے کہا نہ لکھا کہ میر  
 سلامت شیعہ ہے آپ اپنی دھڑولی میں اگر سچے ہیں تو کوئی چوٹی ہوئی ہی دلیل بیان کیجئے  
 اور جواب سنی۔ **اقول** ای حضرت ہر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور مطابق  
 نفس الامر و واقع کے ہے اوسمیں کذب کو دخل نہیں ہر افسوس یہ ہے کہ آپ نے اپنی کتب حدیث و تفسیر  
 کی خبر نہیں دی اگر آپ ان کتابوں میں سے دیکھتے تو ممکن نہ تھا کہ آپ اس دعویٰ کا انکار فرماتے  
 یہ بھی چوٹی ہوئی نہیں بلکہ ہم سوٹی ہوئے دلائل و انجمن پیش کرتے ہیں براہ عنایت خدا متوجہ ہو کر  
 سنیں۔ احادیث متعددہ جو مختلف انداز سے مروی ہیں اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا متواتر  
 المعنی ہیں اور وہ قطعاً کو پہونچ چکی ہیں وہ عبارت النص و فروع تحریف کو مثبت ہیں  
 اسوقت میرے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکھی ہوئی ہے اس سے بطور شستہ از خود  
 و قطرہ از بشار نقل کرتا ہوں محمد بن رقی المذہب ابن اپنی تفسیر کے مقدمات میں لکھتے ہیں

نسخ قرآن کے متعلق جو کچھ لکھا ہے

المقدمة السادسة في بنذ ما جاء في جمع القرآن وتحريفه وزيادته ونقصه  
وباويل ذلك روى علي بن ابراهيم القمي في تفسيره باسناد عن ابي عبد الله عليه  
السلام قال ان رسول الله صلى الله عليه وآله قال لعلي عليه السلام يا علي ان القرآن  
خلف فراشي في الصحف والحري والقراطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه  
كما ضيعت اليهود التوراة فالطلق علي عليه السلام فجمع في ثوب اصفر فخرم  
عليه في بيته وقال لا ارتدى حتى اجمعه قال كان الرجل ليايته فيخرج اليه لغيره  
حتى جمع وفي رواية الى ذر الغفاري رضى الله عنه انه لما توفي رسول الله صلى الله عليه  
والا جمع علي عليه السلام القرآن وجاء به الى المهاجرين والانصار عرضده عليهم لما  
قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه وآله فلما فتحه ابو بكر خرج في اول صفحة  
فتحها فضالحي اقوم فوثب عمر وقال يا علي اردده فلا حاجة لنا فيه فاحذه علي  
عليه السلام وانصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال له عمران  
عليا جانا بالقرآن وفيه فضايح المهاجرين والانصار وقد اردنا ان نؤلف لنا  
القرآن وتسقط منه ما كان فيه فضيحة وهناك للمهاجرين والانصار فاجابه  
زيد الى ذلك ثم قال فان انا فرغت من القرآن على ما سالتكم واظهره القرآن

الحجامة ما سالتكم بتبيين كبره قرآن کے جمع اور تحریف و زیادہ و نقصان کا بیان آیا ہے اور اس کی تاویل میں علی بن  
ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں ان پر ہناد کے ساتھ ابی عبد اللہ علیہ السلام دایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا ہی  
علی قرآن میری بھونٹے کے چھپی میٹھون اور ریشم اور کاغذ زمین پر لکھو تو ضائع ہو جائے جو طرح ہو وہیں سے تو ان کو ضائع کر دیا اس بات  
کرنے لگے اسکو علی علیہ السلام نے دیکھی میں یہاں تک! اوپر ہر لکائی اسے کہ میں اور کہا اسے فراموشی بہ جا نہیں ہونے کا  
کہا اگر پاس کوئی شخص آتا تھا تو آپ اس کی طرف بدو نہ جادو کے نکلتی تھی یہاں تک آپ اسکو جمع کر چکے۔ اور ابو الغفاری نے روایت میں یہ  
رسول اللہ نے وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا اور مهاجرین و انصار کے پاس لائی اور نہ پیش کیا لیونکہ حضرت نے اسکو اپنی بیعت کی تھی  
جب ابو بکر اسکو کہولا تو پہلی ہی صفحہ میں قوم کی مضامین ظاہر ہوئی تو عمر و جہل برادر کہا ہی علی اسکو اس کا جواب نہیں دے کر  
بہ علی نے اسکو لی لیا اور چھپی تھی پیر زید بن ثابت کو بلایا اور وہ قاری قرآن تھا اسکو عمر نے کہا علی جاری پاس قرآن لایا اور  
ادسین ہا جہل و ہضائے مضامین تھی اور ہم چاہتی ہیں کہ تو ہماری لئے قرآن جمع کری اور حسین ہا جہل و ہضائے مضامین تھی  
ادسین ہا جہل و ہضائے مضامین تھی کہ ہم کہنا کہ جب میں قرآن سے تمہارا سوال کے موافق مانع ہوا اور علی نے جو قرآن جمع کیا ہے اسکو لیا۔

الذی الفہ الیسف بطل کل ما علمتم ثم قال عرفنا الحيلة قال زید انتم اعلم باہ الحيلة  
 فقال عمر ما الحيلة دون نقتله ونستریح منه فدبر فی قتله علی بن خالد بن الولید  
 فلم یقدر علی ذلک وقد مضی شرح ذلک فلما استخلف عمر ہال علیا علیہ السلام  
 ان یدفع الیہم القرآن فیحرقوہ فیا بینہم فقال یا ابا الحسن ان کنت جئت بہ الی ابی  
 فأت بہ الیہا حتی یجتمع علیہ فقال علی علیہ السلام ہیات لیس الی ذلک سبیل  
 اما جئت بہ الی بکر لتقوم الحجۃ علیکم ولا تقولوا یوم القیۃ انا کنا عن ہذا غافلین  
 او تقولوا ما جئنا بہ ان القرآن الذی عندی لا یمسہ الا المطہرون والاوصیاء  
 من ولدک فقال عمر فہل وقت لا ظہارہ معلوم قال علی علیہ السلام نعم اذا قام القائم  
 من ولدک لظہرہ وحمل الناس علیہ فجری السنۃ بہ۔ ملقطاً ما قل نصف ان و نور و اتین  
 تامل فرما ہو کہ اگر حب ارشاد مجیب لبیب قرآن موجود میں تحریف نہیں ہوئی تھی تو جناب امیر کو ہمدرد  
 سعی و کوشش و محنت و مشقت تنہا بلا شرکت امین ہا میں اوٹھانے کی کیا ضرورت تھی اور حضرت صدیق  
 کو پاس بغرض تمام محبت لانی کے کیا معنی اور اوسین قضائے حاکمین و انصاف رکھنا اوس سے بنی ہوا  
 لغو و کذب و زور اور حضرت فاروق کا رد کرنا اور زید بن ثابت کو بلا کر تحریف کا شورہ کرنا اور آپ کو قتل کے  
 خالد کے ہاتھ سے تدبیر کرنا اور پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں مکر اس قصہ کا از سر نو چھیڑنا بالکل واپس  
 اور خرافات ہوا پس جنہوں نے یہ روایت کی اور جو اسکے قائل ہوئی سب ہماری فاضل محبت کے نزدیک  
 دائرہ ایمان سے شاید خارج ہو گئی اگر یہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ عبارت لہذا مثبت وقوع تحریف ہی

اسے تو کہا تھا ہی سب کا رد و ابطال نہ جائیگی عمر نے کہا یہ اسکی تدبیر اور حیلہ کیا ہے زید نے کہا حیلہ کو عم زیادہ جاہو عمر نے کہا بھلا  
 حیلہ کیا ہے کہ ہم اسکو قتل کریں اور رت پائیں تو خالد کے ہاتھ سے علی کے قتل کی تدبیر کی لیکن اسقدر ات نہوئی اور اسکی شرح  
 کہ روچکے پس جب عمر خلیفہ ہوئی تو علی سے مانگا کہ قرآن الکو دیوی تاکہ وہ لوکی ہی با ہم تحریف کریں پس کہا امی ابا حسن اگر تو اسکو  
 ابوبکر کے پاس لایا تھا تو ہماری پاس ہی لانا کہ ہم اوپر مجتمع ہوں علی نے فرمایا وہ بات دور گئی اس کے طرف رستہ نہیں ہے ابوبکر کے  
 پاس صرف ایسی لایا تھا کہ نہر محبت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہہ تیکہ کہ ہم اس سے غافل تھے یا کہ تو اسکو ہماری پاس  
 نہیں لایا تھا جو قرآن میری پاس ہے اسکو مجھ سے نہزنگی اور میری اولاد میں اس کو دینا کے اور کوئی نہیں چھو سکتا عمر نے کہا تو کیا  
 او کے اندھا وقت معلوم ہو علی نے کہا ان میری اولاد میں اس کا قلم (بہی) اور نیگا نو اسکو ظاہر کر گیا اور سپر کو کو نکو بکھینچ کر گھانا دسی تھ

اور باب اسد اہمہ ہمارے محبوب کے دعویٰ کے مذہب ہر اور سنیہ وفی الکما غم محمد بن  
 سلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی الحسن علیہ السلام قال قلت له جعلت فداک  
 اناسمع الايات فی القرآن لیس علی عندنا کما نسمعها ولا نحن ان نقرأها کما بلغنا  
 عنکم فهل نأثم فقال لا اقرؤا کما تعلمتم فیحییئکم من بعدکم لیس علی قول یعنی بہ  
 صحت الامر علیہ السلام وباسناد عن سالم بن سلمة قال قرأ رجل علی ابی عبد اللہ  
 وانا اسمع حروفا من القرآن لیس علی ما یقرأها الناس فقال ابو عبد اللہ کف عن  
 هذه القراءة اقرؤا کما یقرؤ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قرأ کتاب اللہ تع علی  
 حده واخرج المصحف الذی کتبہ علی علیہ السلام وقال اخرج علی علیہ السلام الی  
 الناس حین فرغ منه وکتبہ فقال لهم هذا کتاب اللہ کما انزلہ اللہ علی محمد وقد جمعت  
 بین اللوحین فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لا حاجة لنا فیہ فقال  
 اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم هذا ابدانما کان علی ان اخبرکم حین جمعتہ لقرأہ  
 وباسناده عن البرزنجی قال دفع الی ابو الحسن مصحفاً قال لا تنظر فیہ ففتحتہ  
 وقرأت فیہ لم یکن الذین کفر وفوجدت فیہا اسم سبعین رجلاً من ولش باسماہم  
 واسماء آیاتہم قال فبعث الی البعث الی بالمصحف ونفس العیاشی عن ابی جعفر قال

۱۰۰ -

لے ہانی من بو اسمہ بن سلیمان اور اس کے بعض اصحاب کے بچوں سے روایت ہے کہ ابی ہانی نے کہیں کہیں بعض کلام میں آپ پر قربان بن سہم ایات  
 قرآنے سنتی ہیں ہر نزدیک سطح نہیں ہے سطح ہم سنتی ہیں اور ہم اسی طرح نہیں پڑھ سکتے جو سطح ہر کوئی پڑھ سکتا ہے تو کیا ہم لہذا کہہ سکتے ہیں  
 فرمایا نہیں تم پڑھو سطح تمہاری سیکھا ہے پس تمہاری اس کتاب کو لکھنا چاہیے اس کی سند کے ساتھ سالم بن سلمہ سے روایت کی ہے کہ ابی  
 شخص نے ابو عبد اللہ پر چند حروف مرتبی پڑھے جو لوگوں کے قرات کے ہر ایک میں تھیں اور میں نے دیکھا ابو عبد اللہ نے فرمایا  
 تو اس قرات سے باز رہ اور پڑھ جو سطح لوگ پڑھتے ہیں ہندی کے قائم ہونے تک میں جب قائم ہو گا کتاب اللہ کو اس کی حد پر پڑھاؤ  
 مصحف جو علی نے لکھا تھا لکھا اور کہا علی کو جب اس کو لکھنے سے باز نہ ہوئی تھی تو کوئی طرف نکالنا اور لکھنا اللہ کی کتاب ہے سطح اللہ  
 محمد پر نازل کے اور میں نے اس کو دیکھا میں نے جمع کی یاد نہیں ہے کہ ابیہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے میں نے ان کو لکھا اس کی کچھ حاجت نہیں ہے  
 فرمایا اللہ کے قسم میں نے کبھی تم کو کبھی دیکھا کہ تمہاری طرف یہ تھا کہ جب میں جمع کیا تھا تم کو خبر کر دوں تاکہ تم اس کو پڑھو اور میں نے خدا کے ساتھ  
 بنی روایت کی ہے کہ ابیہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے میں نے ان کو لکھا اس کی کچھ حاجت نہیں ہے

لَعَلَّاهُ زَيْدٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَامَ قَائِمًا قَطُوعًا  
 صَدَقَ الْقُرْآنُ وَفِيهِ عَزَبٌ عَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَوْ قَرَأَ الْقُرْآنَ كَمَا نَزَلَ الْقِسْفَانِ فِيهِ  
 مَسْمُومِينَ وَفِيهِ عَزَبٌ أَنْ فِي الْقُرْآنِ مَاضِي وَمَا يَحْدُثُ وَمَا هُوَ كَأَنَّ كَانَتْ فِيهِ أَسْمَاءُ  
 الرِّجَالِ فَالْقَيْتُ وَأَنَا اسْمُ الْوَاحِدِ مِنْهُ فِي وَجْهِهِ لَا يَحْصِي يَعْرِفُ ذَلِكَ الْوَصَاةُ وَفِيهِ  
 عِنْدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ طُرِحَ مِنْهُ آيٌ كَثِيرَةٌ وَلَمْ يَزِدْ فِيهِ الْأَحْوُفُ وَ  
 قَدْ أَخْطَأَتْ بِهِ الْكُتُبَةُ وَتَوَهَّمَتُهَا الرِّجَالُ وَرَوَى الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الطَّبْرَسِيُّ طَابَ  
 ثَرَاهُ فِي كِتَابِ الْاجْتِهَادِ فِي جُمْلَةِ اجْتِهَادِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ  
 أَنْ طَلَعَتْ قَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جُمْلَةٍ مَسَالِيهِ عَنْهُ يَا أَبَا الْحَسَنِ أَرِيدُ أَنْ أَسْتَلِكَ عَنْهُ  
 رَأْيَكَ خَرَجْتُ بِثَوْبٍ مَخْتُومٍ فَقُلْتُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَلْمُ أَرْزُلُ مُتَغَلِّبًا بِرَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِغَسَلٍ وَكَفْنِهِ وَدَفْنِهِ ثُمَّ اسْتَعْلَتْ بِكِتَابِ اللَّهِ حَتَّى جُمِعَتْ  
 فَهَذَا كِتَابُ اللَّهِ عِنْدِي مَجْمُوعًا لَمْ يَسْقُطْ عَنْهُ حَرْفٌ وَاحِدٌ وَلَمْ أَرِ ذَلِكَ الَّذِي كُتِبَتْ  
 وَالْفَتْ وَقَدْ رَأَيْتُ عَمْرُوتَ إِلَيْكَ أَنْ بَعَثْتُ بِهِ إِلَى قَابِلَتٍ أَنْ تَفْعَلَ فِدَا عَمْرٍو النَّاسُ  
 فَاذْ شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى آتِيَةٍ كُتِبَ هَاوَانُ لَمْ يَشُدَّ عَلَيْهَا غَيْرُ بَعْلٍ وَاحِدٍ رَجَاهَا فَلَمْ  
 يَكُفْ فَقَالَ عَمْرٍو أَنَا أَسْمَعُ أَنَّهُ قَدْ قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَوْمٌ كَانُوا يَقْرَأُونَ قُرْآنًا لَا يَقْرَأُ

لَعَلَّاهُ زَيْدٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَامَ قَائِمًا قَطُوعًا  
 صَدَقَ الْقُرْآنُ وَفِيهِ عَزَبٌ عَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَوْ قَرَأَ الْقُرْآنَ كَمَا نَزَلَ الْقِسْفَانِ فِيهِ  
 مَسْمُومِينَ وَفِيهِ عَزَبٌ أَنْ فِي الْقُرْآنِ مَاضِي وَمَا يَحْدُثُ وَمَا هُوَ كَأَنَّ كَانَتْ فِيهِ أَسْمَاءُ  
 الرِّجَالِ فَالْقَيْتُ وَأَنَا اسْمُ الْوَاحِدِ مِنْهُ فِي وَجْهِهِ لَا يَحْصِي يَعْرِفُ ذَلِكَ الْوَصَاةُ وَفِيهِ  
 عِنْدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ طُرِحَ مِنْهُ آيٌ كَثِيرَةٌ وَلَمْ يَزِدْ فِيهِ الْأَحْوُفُ وَ  
 قَدْ أَخْطَأَتْ بِهِ الْكُتُبَةُ وَتَوَهَّمَتُهَا الرِّجَالُ وَرَوَى الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الطَّبْرَسِيُّ طَابَ  
 ثَرَاهُ فِي كِتَابِ الْاجْتِهَادِ فِي جُمْلَةِ اجْتِهَادِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ  
 أَنْ طَلَعَتْ قَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جُمْلَةٍ مَسَالِيهِ عَنْهُ يَا أَبَا الْحَسَنِ أَرِيدُ أَنْ أَسْتَلِكَ عَنْهُ  
 رَأْيَكَ خَرَجْتُ بِثَوْبٍ مَخْتُومٍ فَقُلْتُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَلْمُ أَرْزُلُ مُتَغَلِّبًا بِرَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِغَسَلٍ وَكَفْنِهِ وَدَفْنِهِ ثُمَّ اسْتَعْلَتْ بِكِتَابِ اللَّهِ حَتَّى جُمِعَتْ  
 فَهَذَا كِتَابُ اللَّهِ عِنْدِي مَجْمُوعًا لَمْ يَسْقُطْ عَنْهُ حَرْفٌ وَاحِدٌ وَلَمْ أَرِ ذَلِكَ الَّذِي كُتِبَتْ  
 وَالْفَتْ وَقَدْ رَأَيْتُ عَمْرُوتَ إِلَيْكَ أَنْ بَعَثْتُ بِهِ إِلَى قَابِلَتٍ أَنْ تَفْعَلَ فِدَا عَمْرٍو النَّاسُ  
 فَاذْ شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى آتِيَةٍ كُتِبَ هَاوَانُ لَمْ يَشُدَّ عَلَيْهَا غَيْرُ بَعْلٍ وَاحِدٍ رَجَاهَا فَلَمْ  
 يَكُفْ فَقَالَ عَمْرٍو أَنَا أَسْمَعُ أَنَّهُ قَدْ قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَوْمٌ كَانُوا يَقْرَأُونَ قُرْآنًا لَا يَقْرَأُ

لَعَلَّاهُ زَيْدٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَامَ قَائِمًا قَطُوعًا  
 صَدَقَ الْقُرْآنُ وَفِيهِ عَزَبٌ عَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَوْ قَرَأَ الْقُرْآنَ كَمَا نَزَلَ الْقِسْفَانِ فِيهِ  
 مَسْمُومِينَ وَفِيهِ عَزَبٌ أَنْ فِي الْقُرْآنِ مَاضِي وَمَا يَحْدُثُ وَمَا هُوَ كَأَنَّ كَانَتْ فِيهِ أَسْمَاءُ  
 الرِّجَالِ فَالْقَيْتُ وَأَنَا اسْمُ الْوَاحِدِ مِنْهُ فِي وَجْهِهِ لَا يَحْصِي يَعْرِفُ ذَلِكَ الْوَصَاةُ وَفِيهِ  
 عِنْدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ الْقُرْآنَ قَدْ طُرِحَ مِنْهُ آيٌ كَثِيرَةٌ وَلَمْ يَزِدْ فِيهِ الْأَحْوُفُ وَ  
 قَدْ أَخْطَأَتْ بِهِ الْكُتُبَةُ وَتَوَهَّمَتُهَا الرِّجَالُ وَرَوَى الشَّيْخُ أَحْمَدُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الطَّبْرَسِيُّ طَابَ  
 ثَرَاهُ فِي كِتَابِ الْاجْتِهَادِ فِي جُمْلَةِ اجْتِهَادِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ  
 أَنْ طَلَعَتْ قَالَ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جُمْلَةٍ مَسَالِيهِ عَنْهُ يَا أَبَا الْحَسَنِ أَرِيدُ أَنْ أَسْتَلِكَ عَنْهُ  
 رَأْيَكَ خَرَجْتُ بِثَوْبٍ مَخْتُومٍ فَقُلْتُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَلْمُ أَرْزُلُ مُتَغَلِّبًا بِرَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِغَسَلٍ وَكَفْنِهِ وَدَفْنِهِ ثُمَّ اسْتَعْلَتْ بِكِتَابِ اللَّهِ حَتَّى جُمِعَتْ  
 فَهَذَا كِتَابُ اللَّهِ عِنْدِي مَجْمُوعًا لَمْ يَسْقُطْ عَنْهُ حَرْفٌ وَاحِدٌ وَلَمْ أَرِ ذَلِكَ الَّذِي كُتِبَتْ  
 وَالْفَتْ وَقَدْ رَأَيْتُ عَمْرُوتَ إِلَيْكَ أَنْ بَعَثْتُ بِهِ إِلَى قَابِلَتٍ أَنْ تَفْعَلَ فِدَا عَمْرٍو النَّاسُ  
 فَاذْ شَهِدَ رَجُلَانِ عَلَى آتِيَةٍ كُتِبَ هَاوَانُ لَمْ يَشُدَّ عَلَيْهَا غَيْرُ بَعْلٍ وَاحِدٍ رَجَاهَا فَلَمْ  
 يَكُفْ فَقَالَ عَمْرٍو أَنَا أَسْمَعُ أَنَّهُ قَدْ قُتِلَ يَوْمَ الْيَمَامَةِ قَوْمٌ كَانُوا يَقْرَأُونَ قُرْآنًا لَا يَقْرَأُ

غیر ہم نقد ذهب وقد جئت شاة الى صحيفة وكتاب يكتون فاكلتها وذهبت  
 ما فيها والكتاب يومئذ عثمان وسمعت عمر واصحابه الذين الفوا ما كتبوا على عهد  
 عمر و عثمان يقولون ان الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة وان النور سيف  
 ومائة آية والحج تسعون ومائة آية فما هذا وما يمنعك يرحمك الله ان تخرج كتاب الله  
 الى الناس وقد عهد عثمان حين اخذ ما الف عمر فجمع له الكتاب وحمل الناس على قراءة  
 واحدة فمن قرأ مصحف في ابن كعب بن مسعود واحرقها بالنار فقال له علي يا طلحة  
 ان كل آية انزلها الله عز وجل على محمد صلى الله عليه وآله عنك باملاء رسول  
 الله وخط يدي وتاويل كل آية انزلها الله علي محمد صلى الله عليه وآله وكل  
 حلال وحرام او حد او حكم او شيء يحتاج اليه الامة الى يوم القيمة مكتوب باملاء  
 رسول الله صلى الله عليه وآله وخط يدي حتى ارش الخديش ان طلحة كل شيء من صغير وكبير من  
 او عام كان ويكون في يوم القيمة فهو عندك مكتوب قال نعم وسوى ذلك ان  
 رسول الله صلى الله عليه وآله استر في مرضه مفاتيح الف باب من العلم بفتح كل باب  
 الف باب ولو ان الامة منذ قبض رسول الله اتبعوني واطاعوني لاكلوا من فوقهم  
 ومن تحت ارجلهم وساق الحديث الخ وقال في احتجاجه على الزندقي ان الله جاء

اے جسے سو کوئی قاری نہ تھا مغفل سر پہ من نور ان جامدارا بخش صحیفہ کے طرف بکری کے آگیا کہ اللہ ہی نبی اور اس کے ہمراہی اور کچھ  
 اوسین تھا جامدارا اور عثمان اور وقت کا ب ہا دینی عمر سے اور اس کے اصحاب جنہوں نے جمع کیا تھا جو بچہ لکھا تھا عمر کے  
 زمانہ میں اور عثمان کے زمانہ میں ساتھ کہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر تھے اور نور ایک درجن تین نبی اور عمر ایک سو نو تین تین  
 توبہ کیا ہی اور چند دیگر صحت کری جگہوں مانع اس سے کہ کتاب اللہ کو کوئی حرف نکالی اور تحفین عثمان جہت کہ کیا ہے جبکہ لیا  
 جو کچھ سر جمع کیا تھا پس اس کے یہ نسخہ بنوا لکھا کیا اور لوگوں کو ایک قرات پر پڑھنے کی بجائے بن کتب مد بن مسعود کا  
 مصحف پہاڑ والا اور آگ میں جلادیا اور مسطور علی نے جواب دیا اور طلحہ تحفین آیت جو اللہ عز وجل نے محمد پر نازل کی ہے سر پر  
 رسول اللہ کی لکھوائی ہوئی اور میرے مائتہ کی لکھی ہوئی اور ریت کی ماویں جس کو اللہ تعالیٰ نے محمد پر نازل کیا ہے یہ ایک حلال باد پر مائتہ  
 باسکم یا کوئی جسکی قیامت تک اس حجاج ہو رسول اللہ کی لکھوائے ہوئی دہرہ مائتہ کی لکھی ہوئی ہے ہر وقت لکھی گئی  
 طلحہ نے کہا ہر نبی جو نبی بڑی خاص با عام گزشتہ ہائے مائتہ قیامت اب وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہے ہر نبی نے  
 اسے سوا کہ رسول اللہ نے اپنی مرض میں نزار باب کے علم سے کجیاں ہر شیعہ عطا فرمیں میں حسن سے سراب نہ لیا کہ لکھا  
 اور ریت جب کہ رسول اللہ نے وفات پائی ہے ہر اصحاب اور میری بیوی کرتے تو اپنی اور مرد و بانو کے عجیب سے کہائے اور حیات

(نہایت کثرت اور بی جا حجاج میں ایک نہایت کثرت)

الیہ مستدلایہ من القرآن متشابه محتاج الی التاویل وکان من سوالہ الی  
اجد اللہ قد شہرہ فوات انبیاء بقولہ وعصی آدم ربہ فغوی وتکذیبہ فوحاہ لما قال ان  
ابنی من اہلی بقولہ انه لیس من اہلک وبوصفہ ابراہیم بانہ عبد کو کبارہ وحرہ  
قمر اور مرقہ شمس اور بقولہ فی یوسف ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا انہا برہان ربہ  
وتہجینہ موحیت قال رب ارنی الطرایک قال لن ترانی الا یہ وبعثہ  
داؤد جبریل ومیکائیل حیث تسکوا الحرب الی اخر القصة ولجسہ یونس فی  
بطن الحوت حیث ذهب مغاضبا مذتبا واطہر خطا الانبیاء وذلہم ثروری  
اسما من اغتر وافتن خلقہ بفضل واصل فکے عز اسمائکم فی قولہ ویوم یعصی الظالم

علی یدہ یقول بالیتنہ اتخذت مع الرسول سبیلا یا ویلتی لہم اتخذ فلا یحلیلہ  
لقد اصلنہ عز الذکر بعد اذ جارفی من ہذا الظالم الذی لہم ید کر من ہ  
ما ذکر من اسماء الانبیاء۔ آخر سوال تک اسکا جواب نقل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ سوال و جواب کے  
عباقورین قدر حاجت سے زیادہ طول تھا اسلئے مختصراً بحدت واسقاط نقل کے کیئے جواب کے  
عبارت جو مثبت و عا ہے یہ ہے۔ فقال امیر المؤمنین واما ہفوات الانبیاء  
وما یندہ اللہ فی کتابہ ووفوع الکناۃ عن اسماء من اجترم اعظم مما احترمتہ

سے جو چند آیات متشابهات قرآنی کے ساتھ جو تاویل کے محتاج تھے۔ سہل ہو کر آیا تھا فرمایا اور اوروں کے سوال سے یہ تھا کہ ان  
پانچوں آیتوں کے انبیاء کے ہفوات شہور کیے اپنی قول کے ساتھ (اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی پس گمراہ ہوا)  
اور نوح کے تکذیب کے ساتھ جب اس نے کہا اے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اے پروردگار میرے اہل سے نہیں ہے)  
اور ابراہیم کے اس امر کے وصف کے ساتھ کہ اس نے کہی ستاروں کی پرستش کی اور کہی چاند کی اور کہی سورج کی اور اسے قول کے ساتھ  
یوسف کے معاملہ میں (تحقیق بقولہ کہ زینا نے یوسف کا اور یوسف نے زینا کا اگر وہ اسے رب کی دلیل نہ دیتا) اور موسیٰ  
برائے کے ساتھ جب کہا اے رب دیکھا مجھ کو دیکھو میں تیری طرف سے ہوں اور اب میرے نہیں دیکھو (اور جبریل سکائیل کو  
داؤد کی طرف بھیجے کے ساتھ جب وہ محراب پر چڑھا آئے آخر نصرت اور بوس کو چھپی کے پیٹ میں قید کر کے رہے  
جسکے عضد تک لنگھار ہو کر چلا گیا۔ اور اس کی خطائیں اور غزنین ظاہر کیں بہر تو یہ کیا انکی انہوں میں جنہوں نے قریب پہنچا  
اور قریب میں الا انکی مخالفت کو پس مگر وہ ہوا اور گمراہ کیا اور کناۃ اس کے ہا کو ذکر کیا اپنے قول میں (جسکے کا بکا عالم اپنے ہاتھ کو بکا  
اور کاش بنائیں رسول کے ساتھ رہنے اسی انہوں کاش نہ بنائیں فلاں شخص کو دوست شخص غافل کر دیا مجھ کو دے یہ کہ آدمی میرے  
پاس) پس یہ ظالم کن ہو جکا نام نہیں ذکر کیا جسکے امینا کا نام ذکر کیا الخ سہل پس فرمایا امیر المؤمنین علیؑ لیکن انبیاء کے مخالفان اور جو کچھ

الانبياء من شهد الكتاب بظلمهم فان ذلك من ادل الدلائل على  
 حكمت الله الباهرة وقدره القاهرة وعزة الظاهرة لانه علم ان براهين  
 انبيائه تكبر في صدورهم وان منهم من يتخذ بعضهم الها كما ان من  
 النصارى في ابراهيم قد ذكرها دلالة على تخلفهم من الكمال الذي  
 تفرد به عز وجل لم تسمع قوله في صفة عيسى حيث قال فيه وامه كانا  
 يا كلان الطعام يغنيان من كل الطعام كان له ثقل فهو بيد مآد عته  
 النصارى لابن حريم ولم يكن عز اسماء الانبياء تجبر او تغزى ابل تعريفا لاهل  
 الاستبصار والاكناية عز اسماء ذوى الجراير العظيمة من المناهقين في  
 القرآن التي ليست من فعلتها وانها من فعل المغيرين والمبدلين الذين  
 جعلوا القرآن عصيين واعتاضوا الدنيا من الدين وقد بين الله تعالى قصص  
 المغيرين بقوله الذين يكتبون في الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله  
 ليشروا به ثمنا قليلا ويقولوا وان منهم لفرقا يلون السنتهم بالكتاب يقولون  
 اذ يبيتون ما لا يرضه من القول بعد فقد الرسول ما يعيمون به اود باطلام  
 حسب فلتة اليهود والنصارى بعد فقد موسى وعيسى من تغير التوراة والاول

الحديث ذكر ان انبياء ارجم كيا جلك ظلمهم في كتاب الله شابه في تحقيق بيته دلائل من الله في روشن حكمت و غالب قدرت كبريائه  
 الله جانتا اها كاد انبياء كى دلائل ادى انونى ولونين بزرى بونى اور ادين سے بعض كو سجد نمايى جيسى نصارى سے ابن  
 برهم باين ہا پس انكو سيلے ذكر كيا مكر اوكى تخلف پراوس كمال سے جسكے ساتھ اللہ عز وجل منفرد ہى دلائل ہو كيا تو نے نبين سنا  
 اوكى قول عيسى كے وصف ميں اوكى ان كے بارہ ميں فرمايا (دونو كہا ما كہاتے تھے) جسے جو كہا يگا اوكى كا غل ہوگا  
 اور جسكے غل ہوگا وہ جب ہر اوس سے جو نصارى نے ابن برهم ميں دعوى كيا ہے اور انبياء كے اسماء سے براہ تكبر اور  
 بڑا كى كنايہ نبين كيا بلكا اہل استبصار كے جملانے كے واسطے۔ بڑے كنگار سنا فقير كے ناموٹے كنايہ قرآن ميں اللہ تعالے كے  
 قول سے نبين بلكا بى خريف و تبديل كرنو الوتے غل سے ہر جنون نے قرآن كو بارہ بارہ كہا اور جو من بن كيا كولا اور اللہ تعالے كے  
 حوضين كے قطعے بيان كر ديے اپنے قول كے ساتھ۔ الذين يبيتون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله مع اور انى  
 قول كے ساتھ وان ستم لغريقا يلوون ستمم بالكتاب اور اپنے قول كے ساتھ۔ اذ يبيتون ما لا يرضه من القول  
 سول كے دعوات كے بيچے جس سے اپنے باطل كے كجى كو سید اكرين جيسا كہ يهود نصارى سے نے بعد دعوات  
 موسے اور عيسے كے دعوات اور انجيل كے تغير ۱۰۔

و تحریف الکلم عن مواضعه و بقوله يريدون ان يطفوا نور الله بافواههم  
 و يا بى الله الا ان يتم نوره يعني انهم اثبتوا في الكتاب ما لم يقبله الله  
 على الخلقه فاعلم الله على قلوبهم تركوا فيه ما دل على ما احدثوه فيه و حرقوا  
 منه و بين عزافهم و تبليسهم و كتمان ما علموه منه و لذلك قال لهم  
 لا تبسسون الحق بالباطل و تكتمون الحق و ضرب مثلهم بقوله فاما الزبد  
 فبذهب جفا و اما ما ينفع الناس فيمكث الارض فالزبد في هذا الموضع كلام  
 الملحدين الذين اثبتوه في القران فهو ليضحل و يبطل و يتلاشه عند التحصيل  
 و الذي ينفع الناس منه فالنزيل الحقيقى الله لا ياتيه الباطل من بين يديه  
 ولا من خلفه و القلوب تقبله و الارض في هذا الموضع هي محل العلم و قراره ليس  
 يسوع مع عموم التقيّة النصيح باسماء المبدلين ولا الزيادة في آياته على ما اثبتوا  
 من تلقائهم في الكتاب بل في ذلك من تقوية حجج اهل النعطيل و الكفر و الملل  
 المنخرقة عن قبلتنا و ابطال هذا العلم الظاهر الذي قد استكان له الموافق  
 و المخالف بوقوع الاسطلاح على الايمان لهم و الرضا بهم و لان اهل الباطل في  
 القديم و الحديث اكثر عدد من اهل الحق و لان الصبر على الامة الامر مفروض

۱۰ او کلمات کی تحریف اون کے مواضع سے کہے اور اپنے قول کے ساتھ یريدون ان يطفوا نور الله بافواههم دہا بی اللہ الا ان يتم نوره  
 یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ادھنون نے کتاب میں جا دیا تاکہ مخلوق پر سبس کرین پس اللہ نے ان کے لوگوں کو اندھ کر دیا یہاں تک کہ  
 اور بسن جو نور باوجود دلائل کرے دہر جو ادھنون نے احداث کیا ہے وہیں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اور کلمہ ستیان اور ہمیں کو  
 اور ان کو چھپانے کو جو قرآن سے جانتی تھی اور سوا سطرے اور کو فرمایا زبون حق کو باطل کے ساتھ رلانے جو ادھنون کو چھپاتے ہو  
 اور ان کے مثل بیان کی اپنے قول کے ساتھ - فاما الزبد فذهب جفا و اما ما ينفع الناس فيمكث الارض فالزبد في هذا الموضع  
 کلام ہے جس کو قرآن میں ٹرٹا مابین مضحک اور باطل اور زائل ہو جائیگی محض کے وقت اور ہمیں جو لوگوں کو مانع ہے وہ نزل حقیقی ہے جس کے شاخ و سیاط  
 آئسٹا ہنر چھپی ہو کر دل اور سکو قبول کر سکتے ہیں اور اس کے بعد علی علم اور قرار علم ہے اور باوجود عموم تقيّة کے تحریف کر گئے والہی نام کی تحریف  
 اور آئینہ میں زبانی جو کچھ ادھنون نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں اہل تعطیل اور کفر اور ان  
 مذہبوں کی ایسی کچھ جو ہمارے قبلہ سے پہرے ہوئی ہیں تنویر ہے اور اس ظاہر علی علم کا ابطال ہے جس کو موافق و مخالف نے تسلیم کر لیا ہے  
 انہی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ رہنا سندی پر اسطلاح واقع ہوئے کے ساتھ اور ایسی کہ اہل باطل ہمیشہ تہاد میں اہل حق سے زیادہ ہیں

۱۰

لَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لَنَبِيٍّ فَاصِرٍ كَمَا صَبَرُوا بِالْعِزِّ مِنَ الرِّسْلِ وَإِجَابَهُ مُثْلَ ذَلِكَ  
 عَلَى أَوْلِيَاءِهِ وَأَهْلٍ طَاعَتِهِ يَقُولُهُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَمَنْ  
 مِنْ هَذَا الْجَوَابِ عَنْ هَذَا الْمَوْضِعِ مَا سَمِعْتُ فَإِنْ شَرِيعَةُ التَّقِيَّةِ تَحْتَاطُ بِالتَّحْرِجِ بِالْكَثْرِ  
 ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَهُ مِنَ الْخَطِّ ابْنِ الدَّالِّ عَلَى تَجْنِيسِ النَّبِيِّ وَالْإِزْرَاعِ بِهِ  
 وَالتَّائِيْبِ لِمَعَ مَا أَظْهَرَهُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي كِتَابِهِ مِنْ تَفْصِيلِ آيَاهُ عَلَى سَائِرِ أَنْبِيَائِهِ  
 فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ لِكُلِّ نَبِيٍّ صِدْقًا وَمِنْ الْمَشْرِكِ كَيْدٌ كَمَا قَالَ فِي كِتَابِهِ وَحُجَّتُ  
 مِنْ لَدُنِّي نَبِيًّا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عِنْدَ رَبِّكَ عَظِيمُ مَحَنَتِهِ بَعْدَ وَهِّ الذِّى عَادَ مِنْهُ إِلَيْهِ  
 فِي حَالِ شِقَاقِهِ وَتَفَاقُهُ كُلِّ إِذَى وَمُسْقَاةٍ لِدَفْعِ بَنُوتهِ وَتَكْذِيبِهِ آيَاهُ وَسَعِيهِ مَكَارِهِ  
 وَتَقْضَرُ كُلُّ مَا أُرْمَى وَاجْتِهَادًا مِنْ حَالِهِ عَلَى كُفْرِهِ وَرِعَادِهِ وَتَفَاقُهُ وَالْحَادِثِ فِي  
 الْبَطَالِ دَعْوَاهُ وَتَغْيِيرِ مِلَّتِهِ وَمُخَالَفَةِ مَنَّتِهِ وَلَمْ يَرِشْتًا أَبْلَغَ فِي تَمَامِ كَيْدِهِ مِنْ تَقْرِيمِ  
 عَنْ مَوَالِيَتِ وَصِيَّتِهِ وَإِجَاشَتِهِمْ مِنْهُ وَصَدْمَتِهِمْ عَنْهُ وَاعْزَازِهِمْ بَعْدَ وَتِهِ وَالْقَصْدِ  
 لَتَغْيِيرِ الْكِتَابَةِ الْكَذَّابَةِ بِوَاسِقَاتِ مَا فِيهِ مِنْ فَضْلِ ذَوِي الْفَضْلِ وَكُفْرِ ذَوِي الْكُفْرِ مِنْهُ  
 وَمِنْ وَاقِعِهِ عَلَى ظِلْمِهِ وَبَغْيِهِ وَشُرْكِهِ وَلَقَدْ عَلِمَ اللَّهُ ذَلِكَ مِنْهُمْ فَقَالَ الَّذِينَ يَلْمِزُونَ  
 فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا وَقَالَ يَبْتَذِرونَ آيَاتِ اللَّهِ وَكَلَامَ اللَّهِ وَلَقَدْ حَفِظُوا الْكِتَابَ

۱- چنانچه امامت سے انبیاء نبی کو دیا گیا اس پر کبریا اور انور سے رسولوں اور اس طرح اس کا جواب دیا اور اس طاعت پر بیعت قبول  
 اللہ تعالیٰ (البتہ تحقیق تمہاری نبی رسول میں اچھی پیروی تھی) پس اس جواب سے اس موضع میں جو کچھ تو لے لیا کافی ہے کیونکہ تقیہ کا شرع  
 ہوتا اس سے زیادہ تصریح سے مدعا ہی پر یہ سلام ہے دیا اور جو کچھ تو اس خطاب کا ذکر کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اللہ تعالیٰ اور سرزنش  
 پر دلالت کرتا ہے باوجود اسکے جو ظاہر کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کے فضیلت سے تمام انبیاء پر تحقیق اللہ عزوجل نے ہر نبی کے  
 یہی شکر میں سے دشمن کیلئے ہیں جیسا کہ کتاب میں فرمایا ہے اور ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو بزرگی کے سوا حق اللہ عزوجل کے نزدیک  
 اس طرح اس کے محنت کے بڑائی اس کے دشمن کے ساتھ جو اس کے اسکی طرف ہٹ ہے اس کے خفاق اور خلاف کے حال میں ہر تکلیف  
 اور سختی اسکی نبوت کو دفع کرنے اور اس کے ٹھہلانے اور اس کے براہوں میں کوشش کرنے اور اس کے مضبوطی اسکی ہوتی ہے تو نبی کے لیے اس کے  
 اپنی کفر اور عناد اور خفاق اور بے دینی پر اس کے دعویٰ کے ابطال اور اس کے مت کو تغیر اور اسکی صفت کے مخالفت اور اس کو موجد کر دیا اور اسکی  
 اس کے مکر کے پورے ہونے میں اس کے اور جو اسکی ظلم اور بغاوت اور شرک میں اس سے سوائے ہوتی اسکی کے اور نبی سے لوگوں کو نفرت  
 دلانے اور اس سے توحش کرنے اور روکنے اور اسکی عداوت براہ کو ٹھہر گانے اور اس کے قرآن سے جسکو وہ ملکہ آیا تھا بطل ہونے  
 قصد کرنے اور اس میں سے ہنگامی اور فوری بڑی اور کفار کے کفر کو ساتھ کرنے سے زیادہ نہیں کہیں اور یہ اللہ ہی کا نام ہے کہ لیا تھا پس فرمایا۔

کملہ مستمل علی التاویل والتنزیل والمحکم والمتشابه والناسخ والمنسوخ  
لم یقط منه حرف الف ولا لام فلما وقفوا علی ما بینہ اللہ من اسماء ال  
الحق والباطل وان ذلک انظر بقصر ما عقدوه قالوا الاحاجۃ لنا فیہ نحن مستفتون

عنه بما عندنا واذ لک قال فنبذوه وراء طهورهم واستروا به ثمنا قليلا  
فبئس ما یشترون ثم دفعهم الاضطرار یورود المسائل علیہم مما لا یعلمون  
تاویلہ لجمعه وتالیفہ وتضمنہ من تلقائهم ما یقیمون بہ دعائم کفرهم فضج  
منادیم من کاز عند شیء من القرآن فلیأتنا به وکلوا تالیفہ ونظر  
الہ بعض من واقفہم علی معادلات اولیاء اللہ علیہم السلام فالغہ علی خیارہم  
وما یدل التامل علی اختلاف تمیزہم واقترائہم وتکوامہ ما قدروا انہ لہم  
وهو علیہم وزاد وافیہ ما ظہر تناکرہ وتنافرہ وعلم اللہ ان ذلک یظہر ویبین  
فقال ذلک مبلغہم من العلم وانکشف لاهل الاستبصار عوارہم واقترائہم  
والذی بدئ فی الکتاب من الاراء علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فریۃ المحدثین  
ولذلک قال یقولون منکر من القول وزور او یدکر جل ذکرہ لنبیہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ ما یحدثہ عدوہ فی کتابہ من بعدہ بقولہما ارسلنا

یا  
مؤمنین  
ان  
تدعون  
الفرق  
فی  
الکتاب  
فلا  
تدعون  
الفرق  
فی  
الکتاب

التاویل والتنزیل والمحکم والمتشابه والناسخ والمنسوخ چنانچہ جس سے ایک حرف الف اولام ہی سا قط نہیں ہوا تھا اور کچھ پاس حاضر کیا گیا پس جب وہ پھر اپنے  
اہل حق اور باطل کو نام بنام بیان فرمایا دقت برقی اور سمجھی کہ اگر یہ ظاہر ہوا تو جو کچھ ہم نے بتا دیا ہے ٹوٹ جائیگا تو کہنے لگے کہ کھو اسکی  
حاجت نہیں ہے اور سبب دیکھ جو عاری پاس ہے ہم اس سے بے پروا میں اور سببی فرمایا (پس ہنیک یا او سکوا اپنی شہوت کچھ  
او بے اسکی بے قیمت ہوئی پس برہی جو کچھ وہ خریدتے ہیں) پھر انکو ایسی مسائل کے وار ہوئے جسکی تاویل نہیں جانتی تھی۔  
قرآن کے جمع کرنے اور اکٹھا کرنے کا وقت اور وہیں بڑے کھرب جس سے اپنے کفر کے ستون قائم رکھیں مضطر کیا پس وہ کامیابی چلایا کہ  
جس نے پاس قرآن میں کا کچھ سودہ ملایا پس کچھ اور اسکی نظم و تالیف کو ایسی شخص کے سپرد کیا جو اولیاء اللہ کے دشمنی پر اور کچھ موافق تھا  
پس وہی قرآن کو جمع کیا اور کچھ غبار کے موافق جو حالت کرتا اور وہیں تامل کرنا وہی اختلاف تیز اور قرا پر اور چور دیا اور وہیں سے جسکو نافع تھا  
تھا حال کردہ اور کچھ سے خبر نہ تھا اور بارہ کیا اور وہیں جسکا وہیں اور تینا فرمایا ہے اور اللہ نے جان لیا کہ یہ ظاہر ہو جائیگا پس فرمایا یہ دیکھ  
پہنچنے کی جگہ ہے (اس سے) اور کچھ اہل تنبیہ کے لیے اور کچھ عیب اور قرا اور جو کچھ کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شفقت کو  
ظاہر بارہ محدثین کا انفرار ہے اور اسے فرمایا (کتبے میں بری بات اور چوٹ) اور اللہ تعالیٰ اپنی نبی سے اسکی بابت جو اسکا ذکر  
اسکی کتاب میں اور اسے چھپے چھپا کر لیا اپنی اس قول کے ساتھ ذکر فرماتا ہے۔ اور نہیں بھیجا منے۔ ۱۲۔

مَقبَلاتٍ من رسول ولا نبی الا اذا تمنی الفی الشیطان فی امنیته فینسخ الله  
ما یلقى الشیطان ثم یحکم الله ایاته یعنی انه ما من شیء تمنی مفارقة ما یعانیه من  
نفاق قومہ وعقوقہم والانتقال عنہم الی دار الاقامۃ الا الفی الشیطان لمعرض  
بعداوتہ عند فقدہ فی الکتاب الذی انزل علیہ ذمہ والقدح فیہ والطعن  
علیہ فینسخ الله ذلک فی قلوب المؤمنین فلا یقبلہ ولا یصفی الیہ غمہ یملوہ المنافقین  
ولجاہلین فیحکم الله ایاہم <sup>تصحیح</sup> اولیائہ من الضلال والعدوان ومشایعہ  
اہل الکفر والطغیان الذکر یرضی الله ان یجعلہم کالانعام حتی قال لہم اضل سبیل  
فافہم هذا واعمل بہ وقال فی هذا الحدیث بعد ان بین تاویل بعض المتشابہات  
وانما جعل الله تبارک وتعالی فی کتابہ ہذہ الرموز التی لا یعلما غیر انبیائہ و  
یحجہ فی ارضہ لعلہ ما یحدثہ فی کتابہ المبدلون من اسقاط اسماء حججہ منہ  
تلبیسہم ذلک علی الامۃ لبعینوہم باطلہم فانبت فیہ الرموز واعلمی قلوبہم  
والبصارہم لما علیہم فی ترکھا وتول غیرھا من الخطاب الدال علی ما احد ثوہ  
فیہ وجعل اهل الکتاب المقیمین بہ والعاملین بظاہرہ وباطنہ من شجرۃ اصلہا

سے شجرہ کوئی رسول اور کوئی نبی تاجیب متنا کرنا سہاں دیتا ہے شیطان اسکی روز دہین پس نسخ کرتا ہے اذہار کو جو ڈالتا ہے  
شیطان بترک کرنا ہے مثلاً اپنی آیات کو کہنے کوئی بنی نہیں ہے جو متنا کرنا ہو مغایرت اسکی جو رہنما ہوتا ہے اپنی  
دوم کے نفاق اور اونکی نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کی طرف اور نئے انتقال کرنا طرہ ذال دنا ہے شیطان جو اسکی  
ہمسائی کے تصریح کرنا والا ہے اسکی وفات کے وقت اس کتاب میں جو اوپر اتری ہے اسکی مذمت اور قدح اور آواز  
یعنی کو پس اللہ تعالیٰ اسکو مومنین کے دل میں منسوخ کرنا ہے وہ اسکو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جاہلوں کو دلوں  
سوا اسکی دین نہ ہو نہیں ہونی اور مضبوط فرماتا ہے اپنی آیات کو اس طرح کہ چاہتا ہے اپنے دوستوں کو گمراہی اور زیادہ کرنے سے  
اور ان کفر و کستی کے سوا حق سے جیلے لے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہی پسند کیا کہ اوںکو مثل جو باپونگی کرے بلکہ فرمایا ردہ اوق اسکی  
زیادہ گمراہ میں پس اسکو جب سمجھ سہ اور پھر عمل کر اور فرمایا علیہ السلام نے اس حالت میں بدائے کی بیان کیا بعض متاہات  
کی مادیل کہ اوںکو تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہ روز مخلوق اسکی اور اسکی دنیا اور اسکی جہنم کے سوا جو اسکی زمین میں  
میں کوئی نہیں جانتا صرف اچھے کیں کر وہ اسکا واقف تھا جو تحریف کرنے والے اسکی جھوٹکی نامہ باتوں کے  
اور دست پر اسکو خطا کر کے جہت کر چکے ناؤ اور اسکی باطل پر ممانعت کرے پس اسلیئے اور میں سوز رکھ دیتی اور انکو وہاں اور  
آپ کو نگو انہما کر دیا اسلیئے کہ اوں پر اسکی اور اسکی غیر کے چہرے میں خطاب ہے جو انکی زبان میں احاطہ کرنے پر دل ہے  
اور کتب کتاب دے اوںکو قائم کرنے والے اسکی ظاہر و باطن چل کرنے والے اسکی ذوق پر سبیل جبر ثابت ہے اور۔

ثابت و فرعہا فی السماء تو نے اکھا کل چیز باذن ربہا ای یظہر مثل هذا العلم  
 المحتملة فی الوقت بعد الوقت وجعل عدائہا اهل الشجرة الملعونة الذین حاولوا  
 اطفاء نور الله یا فواہم فابی الله الا ان یتم نوره ولو علم المنا فقون لعنہم الله  
 ما علیہم من ترك هذه الایات التی بینت لک تاویلہا لا سقطوها مع ما سقطوا  
 منہ ولكن الله تبارک اسمہ ما فی حکمہ بایحباب الحجۃ علی خلقہ کما قال فلله الحجة الباقیۃ  
 انعم البصار ہم وجعل علی قلوبہم الکنة عن تامل ذلک فتروہ بحالہ وجبوا عن  
 تالید الملبس بابطالہ فالسعد استہون علیہ والاستقیاء یعون عنہ ومن لم  
 یجعل الله لہ نورا فمالہ من نور ثم ان الله جل ذکرہ بسعة رحمۃ ورافتہ لخلقہ وعلوہ  
 بما یحدثہ المبدلون من تغییر کتابہ قسم کلامہ ثلثة اقسام فجعل قسما منہ یعرفہ  
 العالم والجاہل وقسما لا یعرفہ الا من صفادہنہ ولطفیجہ وصریح تمیزہ ممن  
 شرح الله صدرہ للاسلام وقسما لا یعرفہ الا الله وامناؤہ المراسخون فی العلم و  
 انما فعل ذلک لتلایدی اهل الباطل من المستولین علی میراث رسول الله صلی الله  
 علیہ والہ من علم الکتاب ما لم یجعلہ الله لہم ولیفودہم الا صراط الایمان

لے اور اسکی شاخ آسمان میں ہے ہر وقت اپنا پس دیا ہے اپنے بدمذکار کے حکم سے یعنی ظاہر ہوتا ہے یہ علم محتمل وقتاً فوقتاً  
 اور اس کے دشمن شجرہ ملعونہ والو نکو ثہرا یا جہنوں نے اللہ کے نور کو اپنے سونہوں سے بھانے کا قصد کیا۔ بس اللہ  
 نہ مانا بجز اس کے کہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگر منافقین بعین اوس نقصان کو جو اون پر ان آیات کے چوڑنے سے جگے میری لے  
 میں نے تاویل بیان کی ہے لازم آتا ہے جانتے نواون کے ساتھ جنکو قرآن میں سے نکال دیا ہے الگو ہی نکال ڈالنے لیکر  
 اللہ تعالیٰ کا حکم اپنی مخلوق پر حجت لازم کر نیکا جاری ہے چنانچہ فرمایا (اللہ کے لیے پوری حجت ہے) اور کئی نام لکھ کر ڈانک دیا اور  
 اوکو دلوں پر پردہ ڈال دیا اس میں نامل کرنے سے پس اسکو اپنی حال پر چوڑ دیا اور اپنی ابطال کے ساتھ نفس کے تاکید کرنے سے  
 روکی گئے پس نیک بخت اور سیر منہ ہوئے ہیں اور بد بخت اوس سے اندھی ہوتے ہیں اور جبکہ لے خدا نے نور نہیں کیا پس اسکو لیے  
 کچھ نور نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سبب رحمت اور اپنی مخلوق کے ساتھ ہر بانی کے اوسبب جانتی کے اسکو جو تعریف کر فوا لے  
 احداث کر شک اور اسکی کتاب کے تغیر سے اپنی کلام تو میں قسم پر منقسم کیا ایک قسم اوس میں سے وہ کی جبکو عالم اور جاہل سمجھیں اور ایک قسم  
 کہ جبکو بجز اسکو جبکا ذہن صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہو اور میں سے جبکا اللہ نے اسلام کے لیے سینہ کھول دیا ہے  
 نہیں سمجھ سکتا اور ایک قسم وہ ہے جبکو بجز اللہ تعالیٰ اور اس کے امانت دار راہبین نے اعلیٰ کے دوسر کوئی نہیں سمجھ  
 سکتا اور یہاں سے کہا تا کہ اہل باطل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میراث علم پرستی ہو گئی ہیں اور کا دعویٰ کریں  
 جسکو اللہ نے اوتے لیے نہیں کیا ہے۔ ۱۴۔

لن والاه امرهم فاستكبروا عن طاعتنا وافتراء على الله عز وجل واغتراب  
 بكثرة من ظاهروهم وعاوونهم وعاندهم جل اسمهم ورسوله فاما علمه المجاهد العالم  
 من فضل رسول الله <sup>الله فقول</sup> كتاب الله سبحانه من يطع الرسول فقد اطاع الله  
 وقوله ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه  
 وسلموا تسليما ولهذه الاية ظاهرو باطن فالظاهر قوله صلوا عليه والباطن قوله  
 وسلموا تسليما اي سلموا لمن وصاه واستخلفه عليكم فضله وما عهد به اليه تسليما في  
 هذا مما اخبرتك انه لا يعلم تاويله الا من لطف حبه وصفاد همة وصرح تميزه  
 وكك قوله سلام على ال يسين لان الله سمي النبي صلى الله عليه واله بهذا  
 الاسم حيث قال يس والقران الحكيم انك لمن المرسلين لعلمه بانهم يسقطون  
 قول سلام على محمد كما سقطوا غيره وما زال رسول الله يتالفهم ويفرأهم ويحلبهم  
 عن يمينه وشماله حتى اذن الله عز وجل له في ابعادهم بقوله واجهرهم هجر اجمعين  
 وبقوله فما للذين كفروا قبلك مهطعين عن اليمين وعن الشمال عزين اجمع  
 كل امرئ منهم ان يدخل جنة نعيم كلاً انا خلقناهم مما يعلمون قال واما ظهور

السلامة تاكراذكو اپنی دلی امر کے فرمانبرداری کی طرف جسکی طاعت پر سبب بڑا کے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء کے اور اپنی  
 دگاردن اور عاونون اور عاونوں کے دشمنی کی کثرت پر دہوکہ کھانے تکبر کیا ہے خطر اکبھی۔ لیکن وہ جسکو عالم اور  
 جلیل رسول اللہ کی فضیلت کتاب اللہ سے سمجھ سکے وہ قول اللہ سبحانہ من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ اور قول ان الله  
 وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے پس ظاہر  
 قول صلوا عليه اور باطن قول وسلموا تسليما ہے یعنی تسلیم کرو اسکے لیے جسکو تم پر وصی اور خلیفہ بنایا ہے اسکی بزرگی کو اور جو کچھ اسکی  
 طرف جہود کیا ہے تسلیم کرنا اور پیدا دل سے ہر جسکی میں نے تجکو خبر دی کہ اسکی تادیل بخدا و سچے حکماء میں صحابہ  
 اور حسن لطیف اور تیز فہم جو نہیں جان سکتا۔ اور اس طرح قول سلام علی آل یاسین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 اس نام کے ساتھ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا یس والقران حکیم انک لمن المرسلین اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ وہ سلام علی  
 کو نکال دینگے جس طرح دوسرے اسموں کو نکال دالا اور ہمیشہ رسول اللہ انکی تالیف کرتے رہے اور مغرب  
 بناتے رہے اور اپنے دشمنی بائین بٹلاتے یہی بیان تک کہ اپنی قول کے ساتھ داعی محمد عرجیلا اور اپنے  
 اس قول سے فاللذین کفروا قبلك مهطعين عن اليمين وعن الشمال عزين اجمع کل امرئ منهم ان يدخل جنة نعيم کلاً  
 انا خلقناهم مما یعلمون۔ اس کے دور کرنے کا اذن۔ فرمایا اور اس قول کے ۱۲۔

علیٰ منکر قوله فان ختم الا تقطوا فی الیتمی فانکھو اما طاب لکم من النساء لیس  
 یسبہ القسط فی الیتمی نکاح النساء ولا کل النساء ایما ما ہو مما قدمت ذکرہ من اسقاط  
 المنافقین من القرآن و بین القول فی الیتمی بین نکاح النساء من الخطایب بالقصص  
 اکثر من ثلث القرآن و هذا وما اشبهه مما ظهرت حوادث المنفقین فیہ لاهل النظر  
 و التأمل و وجد المعطلون و اهل الملل المخالفة للإسلام ما غالی القبح فی القرآن  
 ولو شرت لکل ما اسقط و حرف و بدل مما یجہل ہذا الجری لطل و ظهر و ما  
 خطرہ النقبة الطہارہ من مناقب الاولیاء و مثالب الاعداء انتہی یہاں تک جھوٹا  
 نقل کی گئیے اونہی اجمالاً بدلت طاعتی قرآن نمیدین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اسکے بعد کچھ روایات وہی نقل  
 کر دین جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتوں اور آیتوں میں تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہو اگرچہ  
 بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ ہی موجود ہے جس میں مفصل ہر ایک سورۃ کو تخمیناً سن اولہ الی آخرہ  
 ورجع میں یکجا علاوہ معمولی سورتوں کے دو سورتیں ایک سورۃ النورین اور دوسری الولایہ جو تمامہ  
 قرآن میں سے نکال ڈالی گئے اور ابن شہر آشوب نے یہ کتاب المثالب میں لکھیں ہیں اس میں  
 تمامہ مذکورین اور ہم مفصل عرض کر سکتے ہیں چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اس طرح ہر کسب اللہ

تفصیلی طور پر تشریح تحریف کا واقع ہونا اور اس کا نقل ہونا۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَكَانُوا لِلدِّينِ حَافِظِينَ

لے لے رہا ہونے پر تیری اطلاع فان ختم الا تقطوا فی الیتمی فانکھو اما طاب لکم من النساء اور قسط  
 نے ایسا ہی طور تو تلی نکاح سے شایستہ نہیں کہتا اور نہ سب عورتیں تیمم میں ہیں وہ اس قسم سے ہر  
 جسکو قرآن میں سے مخالفین کے نکال دینے کا پہلے ذکر کر چکا ہوں اور درمیان بنیامی کے باب میں قول کے  
 اور درمیان نکاح عورتوں کے غائب اور قصور نہ تھائی قرآن سے زیادہ ہر اور یہ اور جو اسکو شاید ہی اس قسم سے  
 جس میں منافقین کے احکامات اہل نظر اہل تامل کے لیے ظاہر ہو گئی اور اہل باطل اور اسلام کے مخالف دین والوں نے  
 قرآن میں اعتراض کر نیکارستہ پایا اور اگر میں تمام وہ بیان کر دین جو نکال لگیا ہے اور تحریف و تبیل کیا گیا  
 جو اسکے قائم مقام ہے تو طول ہوا اور جگہ اظہار کو دستوں کے مناقب اور دشمنوں کے مناقب سے  
 نقبہ باز کہنا ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ ۱۲۔

ابائے و تجد انکم عذاب يوم عظيم توبن بعضها من بعض وانا السميع العليم  
 ان الدين يوفون لعهد الله ورسوله في الهم جنات نعيم و الذين يكفرون من  
 بعد ما امنوا بنقضهم ميثاقهم وما عاهد هم الرسول عليه يقذون في الحميم  
 ظلموا انفسهم وعصوا الوصي اولئك يسقون من حميم الى الخرافا اور سورۃ  
 الولایہ کے ابتدائی فقرات یہ ہیں **بسم الله الرحمن الرحيم** یا ایہا الذین  
 امنوا امنوا بالنبی واکو الذین یعتنا ھلید یا انکم صراط مستقیم منی و دے  
 بعضہا من بعض وانا العليم الخبیر الذین یوفون یعہد اللہ لہم جنات النعیم  
 الخ الخ الم فوات لیکن چونکہ اندیشہ تطویل و استہسان اور بچہ دہی ہے اس لیے صرف اسی قدر قلیل  
 اکتفا کرتا ہوں جو صاحب صافی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور جو روایات تفسیر صافی سے نقل  
 ہو چکی ہیں مفسر صاحب بد نقل روایات لکھتے ہیں اقول المستفاد من مجموع هذه الاحادیث  
 وغیرہ حاضر الروایات من طریق اهل البيت علیہم السلام ان القرآن الذی  
 بین اظہرنا لیس بتمامہ کما انزل علی محمد بل منہ ما هو خلاف ما انزل اللہ و منہ  
 ما هو مغیرہ و انه قد حذف عنہ اشياء کثیرة منها اسم علی علیہ السلام فی  
 کثیر من المواضع ومنها لفظة ال محمد غیر مرة ومنها اسماء المنافقین فی مواضع واما  
 غیر ذلک و انه لیس ایضاً علی الترتیب المرص عند اللہ و عند رسولہ ویر قال علی  
 ابن ابراہیم قال فی تفسیرہ واما ما کان خلاف ما انزل اللہ فهو قوله تع کنتم خیر امت  
 لہ من کہتا ہوں کہ ان احادیث سے اور سوائی انکی اور روایات سے جو بطریق اہل بیت مروی ہیں یہ  
 حاصل ہوا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے یہ پورا نہیں جطرح کلمہ ہر نازل ہوا تھا بلکہ اس میں وہ  
 جو مخالف ہے اسکی جو محدث نے نازل کیا اور اس میں تحریف تغیر کیا ہوا ہے اور اس میں سے بہت سی اشیا نکالی گئی ہیں  
 علی کا نام بہت جگہ سے نکالا گیا۔ لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقین کے نام اپنی جگہ سے نکالی گئے وغیرہ وغیرہ  
 اور یہ خدا و رسول کے پسندیدہ ترتیب پر نہیں + علی بن ابراہیم نے اپنے تفسیر میں کہا ہے اور لیکن جو  
 خلاف نزول کے ہیں وہ قولہ تع کنتم خیر امت لہ۔



البک من ربک فی علی فان لم تفعل فما بآفت رسالته وقوله ان الذین کفروا  
 وظلموا آل محمد حقهم لم یکن الله لیغفر لهم وقوله وسیعلم الذین ظلموا آل محمد  
 حقهم منقلب ینقلبون وقوله تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فخرات الموت ومثله  
 کثیر نذکرہ فی مواضع قل واما التقدیم والتاخیر فان آية عدة النساء الناسخة  
 التي اربعة اشهر وعشر قدمت <sup>على</sup> المنسوخة التي هی سنة وكان یجب ان یقر المنسوخة  
 التي نزلت قبل ثم الناسخة التي بعد وقوله افمن کان علی بینه من ربه ویتلوه <sup>هد</sup> شا  
 منه ومن قبل کتاب موسی امانا ورحمة وانما هو ویتلوه شاهد ومنه امانا  
 ورحمة ومن قبل کتاب موسی وقوله وما هی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا و  
 انما هو نحی و نموت لان الدهریة لم یقربها بالبعث بعد الموت وانما قالوا نحی و  
 نموت فقد موافقا علی حروف ومثله کثیر قال واما الایات التي هی فی سورة وقامها  
 فی سورة اخرى فقوله موسی تسجد لولن الذی هو ادنی بالذی هو خیر اهبطوا مض  
فانکم ما سادتم فقالوا یا موسی ان فیها قوم ماجبارین وانا ان ندخلها حنة  
 یخرجوا منها فان خیر جوا منها فانادوا خلون ولفظ الایة فی سورة البقرة ونصها  
 البک من ربک فی علی من لم تفعل فما بآفت رسالته اور قوله تعالی ان الذین کفروا وظلموا آل محمد حقهم ای  
 منقلب ینقلبون اور قوله تعالی تری الذین ظلموا آل محمد حقهم فی غمرات الموت۔ اور مثل اسکی ہیٹ ہی او سکوا و اسکی  
 جگہ ذکر کر سکی اور لیکن تقدیم اور تاخیر پس غریق غور تو ملی عدت دس دن چار مہینی کے آیت جو ناسخہ ہی آیت منسوخہ  
 پر مقدم کی گئی ہے جسین سال ہر عدت ہی اور واجب تھا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی پڑھی جائے پھر  
 ناسخہ ہوتے جو پڑھی ہے اور قوله تعالی افمن کان علی بینه من ربه ویتلوه شاہد من قبل کتاب موسی امانا  
 ورحمة و حقیقت میں اسطرح ہے ویتلوه شاہد منہ امانا ورحمة من قبل کتاب موسی اور قوله تعالی وما ہی الا حیوتنا  
 الدنیا نموت ونحی اور حقیقت میں اسطرح ہوتا نحی و نموت۔ کیونکہ دہریوں نے سرے کچھ اونہنی کا اقرار نہیں کیا تھا  
 اور صرف وہ کہتے تھے کہ ہم زندہ رہیں گے اور جانیگے پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کر دیا اور اسکی مثل ہیٹ  
 فرمایا اور وہ آئین جو خود ایک سورۃ میں واقع ہیں اور او کا نام نہ دوسری سورۃ میں ہی پس حضرت موسی کا قول  
 الشہد لولن الذی ہوا دنی بالذی ہو خیر سیہوا سحر فان یلمہ سالتم اسکی جواب میں بنی اسرائیل نے کہا یا موسی  
 ان فیہا قوم ماجبارین وانا لن ندہم انتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانادوا خلون۔ اور ہی آیت سورۃ البقرہ اور ای ۱۱۔

۱۵؎ سورۃ المائدہ و قولہما کتبہما فی علی علیہ بکرۃ و اصیلا فرخ اللہ علیہم  
 و ما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بيمينک اذا الارقاب المبطون  
 فنصف الایۃ فی سورۃ الفرقان و نصفہا فی سورۃ العنکبوت و مثلہ کثرت انہی  
 کلامہ علاوہ این تفسیر آیات میں اس قسم کے بیت روایتیں ذکر کی ہیں تفسیر سورہ نمل میں ہے و فی الکافۃ  
 عند (عز الصادق) انہ قراء ان تكون ائمة ہی ان کی من ائمتکم فقیل اما قراءہا  
 امۃ ہی اربی من امۃ او ما بیدہ فطرحہا سورۃ واقعہ میں ہر القمۃ عن الصادق انہ قراء  
 و طلع منضود قال بعضہ لے بعد فی الجمع و ت العامة عن علی انہ قراء و حل عند  
 و طلع منضود فقال ما شان الطلح اما هو و طلع کقولہ و نخل طلع ہاھضم فقیل لہ الا  
 تغیرہ فقال ان القرآن لا یماج الیوم ولا یحرک و رواہ عنہ ابنہ الحسن بن فیس بن سعد  
 و رواہ اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد اللہ و طلع منضود قال لا و طلع منضود  
 علاوہ انک صدد روایات ہیں جو اثبات تحریف و ابطال مدعایجب پر ادل ہیں۔ اور جب قدر روایات  
 و احادیث ثبوت تحریف میں صاحب صفائی نے بیان کی ہیں اور ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اگر وہ پھر تفصیل سے  
 بحث کیجائے تو خوف تطویل و سنگینہ ہے۔ بلکہ یہ رسالہ شرح مطالب کو ہی مشتمل نہیں ہے اس لیے صرف  
 اسی قدر گزارش پر کفایت کی جاتی ہے کہ روایات مذکورہ سب سے روشن تحریف کا واقع ہونا اصول شیعہ  
 بتواتر قطعاً ثابت ہوا۔ اور فاضل مجیب کا دعویٰ کہ کتاب اللہ کی تحریف و تحکیم و تقسیم جماعی اہل ایمان پر

۱۶؎ آیت سورہ مائدہ میں ہر اور قولہ تعالیٰ کتبہما فی علی علیہ بکرۃ و اصیلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اوپر رو کر دیا و ما کنت  
 تتلو من قبلہ من کتاب ولا تحطہ بيمينک اذا الارقاب المبطون۔ آدمی آیت سورہ فرقان میں ہر اور آدمی سورہ  
 عنکبوت میں ہر اور اس جیسا بیت ہے۔ ۱۷؎ اور کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ آیت سورہ فرقان۔ ان تكون  
 ائمة ہی از کے من المثلیم کہینی عرض کیا کہ ہم تو اس طرح پڑھتے ہیں۔ امۃ ہی اربی من امۃ تو اپنی اپنے گاہر سے مشابہ  
 کر کے اس کو ڈال دیا۔ قمری نے صادق سے روایت کیا ہے و طلع منضود۔ ایک دوسری کے طرف مائل۔  
 مجمع میں ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آیت کے معنی پڑھا و طلع منضود آیت فرمایا  
 طلع کل حال ہے یہ تو صرف و طلع ہے جیسا قولہ تعالیٰ و نخل طلع ہاھضم کہینی عرض کیا کہ ہر آپ اس کو بل نہیں ہتی  
 فرمایا اب قرآن بلا یا جائے اور نبی دیا جاسکتا ہے اور اس کو آپ سے روایت کیا ہے کہ فرزند حسن نے اور فیس بن سعد نے  
 اور ہمارے اصحاب نے اس کو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ میں ابو عبد اللہ سے کہنا و طلع منضود فرمایا نہیں و طلع منضود

جس میں بغیر سیاق عبارت یہ ہر دوسرے کے مدغم تحریف قرآن اجماعی اہل شیعہ ہی باطل ہوا اور ظاہر ہے  
 کہ اجماع کا انعقاد کسی حکم پر جب تک کہ پہلے اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو اور اس کے لیے کوئی  
 اصل نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہوں تو اس صورت میں خلاف  
 دلائل قطعیہ کے انعقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہوگا تو وہ ایسا ہوگا جیسا نصاریٰ کا اجماع  
 اسپر کہ عیسیٰ بن مریم ابن اللہ ہیں۔ اور ہرگز یہ اجماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائیگا اور اگر ان روایات کو  
 جو عنوانات مختلفہ کے ساتھ مختلف ائمہ سے مختلف روایات نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ  
 اور افتراء اور بہتان سمجھا جاوے تو یہ کذب و افتراء کی طرف منسوب ہوگا جناب ائمہ باوجود عصمت کے  
 بطور تقیہ چوٹ فرما سکتے ہیں لیکن ان روایات میں تقیہ کی گنجائش نہیں بلکہ ان کا انہماک خلاف  
 تقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالف ہی تو ایسی حالت میں یہ کذب ائمہ کی طرف کیونکہ نسبت  
 کیا جائے اگر تقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افتراء سے انہیں کے پاک و امن کو  
 ملوث نہ فرماتے۔ اور روایات اگر ایک دو ہوتی یا ضعیف و مجاہل و کذاب و ضائع ہوتی تو بے مضامین  
 نہ تھا کہ یہ کذب انہیں کے نامہ اعمال میں سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر القاد نے روایات  
 کی ہے علی الخصوص انہیں سے آپ کریم اللہ علیہ السلام محمد بن یعقوب الکلینی اور اسکے استاد علی بن  
 ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین میں تخریج کی ہے اور کوئی روایت معارض  
 ان کی پائی نہیں جاتی جسکی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول تقیہ پر ہوگی  
 تو ایسی صورت میں کذب روایات ہرگز قرین قیاس نہیں بلکہ باہتہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روایت عدول  
 و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا و سید طرح روایت کر دیا پس اگر آپ ان روایات کو جو ماننا بنائے یہی  
 بعید از انصاف ہے اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہیں رہا جو چوٹ کا بہتہ ہو کہ یہ تمام روایات نے  
 عن آخر ہم خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے بعض عبادت اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہو کر اپنی اسلام  
 میں یہ ختم ڈالا اور یہ افتراء اور بہتان باندھا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھوں آپ برباد  
 کر دیا اور آیت شریفہ کا مضمون صادق و پایہ یونہی باطل و باطل و ابدی المومنین قاعدا

یا اولی البصار اور کا قائل ہونا عین تسنن ہے۔ غرض روایات مذکورہ سے کلام تحریف میں تحریف کا  
 خلفار و صحابہ کی طرف سے واقع ہونا متواتر المعنی ثابت ہو گیا اب اسکے بعد مگر کچھ ضرورت نہیں تھی کہ ہم  
 فاضل مخیط کے دعوے کے ابطال کے لیے یہ ثابت کریں کہ اکابر و اعظم متعین کاذب ہیں کہ وہ ان  
 شریف میں تحریف مونی اور بعض متاخرین نے یہی تصریح کی ہے اور ایسی قرآن مجید کو اپنے مقابلہ  
 میں قابل حجت و استدلال نہیں سمجھا ہے کیونکہ جب ایک امر امہ سے متواتر المعنی ثابت ہو گیا  
 اور اوہ میں کسی قسم سے نہ تفتیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو ایسی امر کا انکار نے بحقیقت امام  
 امہ کا انکار ہے جسکو شامہ ہماری فاضل مخیط کفر و احماد اعتقاد فرماتے ہوں گے لیکن چونکہ ہماری  
 حضرت مخیط کو اس طرف نفی شدائد الوصف ہے اور نہایت مبالغہ کے ساتھ اسکا انکار ہے  
 ایسے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نقل مذہب بیان کر کے قوت و ترجیح اصول و قواعد شیعہ  
 اختیار کریں پس اسکی ایسے ہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہیں ہے اسی تفسیر معانی کا مقدمہ  
 سا وہ آخر سے ملاحظہ فرما دیں۔ ۵۰ لکھنؤ میں۔ واما اعتقاد مشتائنا رحمہم اللہ فی ذلک  
 فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی طاب ثراہ انہ کان یعتقد التحریف  
 والنقصان فی القرآن لانه روی وایت فی هذا المعنی کتابہ الکافی ولم یعرض لفتح فیہا مع  
 انہ ذکر فی اول الکتاب انہ یثق بما رواہ فیہ وكذلك استاده علی بن ابراہیم القمی فان  
 تفسیرہ مملومند ولہ غلو فیہ وكذلك الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس سرہ فانہ لایضا  
 نسج علی منوالہ کتابا لا یتحتاج اما الشیخ ابو علی الطبرسی فانہ قائل فی مجمع بیان الزوائد  
 سے اور لیکن بس بارہمین جلد شیعہ رحمہم اللہ کا اعتقاد پس ظاہر محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ ان میں توفیق و نقصان کا  
 معتقد تھا کیونکہ اسی اس باب میں اپنی کتاب میں بہت سی روایتیں وایت کی ہیں اور اوہ میں قبح سے تعرض نہیں کیا باوجودیکہ وہی  
 شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ ان دایتوں پر جو اسمین دایت گزری ہیں اتمام کرتا ہے اور اس طرح اسکا استاد علی بن ابراہیم  
 قمی اسکی تفسیر اس سے بہرہ رہی ہوئی ہے اور اسکو اس میں نہایت غلو ہے اور اس طرح شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی قمی سے مراد ہے  
 کتاب مجمع معنی ونبی و ذکر منوال پر مبنی ہے لیکن شیخ ابو علی طبرسی پس اس مجمع البیان میں کہا ہے ۱۲۔

لے غلو و تفتیہ و احماد اعتقاد

فہم جمع علی بطلانہ واما نقصان فیہ فقد روی جماعۃ من اصحابنا وقوم من حوثۃ  
 العامة ان فی القرآن تغیرا ونقصانا والصیح من مذهب اصحابنا خلافاً وہو الذی  
 نصرہ المرتضیٰ وہ واستوفی الکلام فیہ غایۃ الاستیعاف فی جواب المسائل الطرابلسیۃ و ذکر  
 فی مواضع العلم بصدقة نقل القرآن کالعلم بالبلدان والحوادث الکبار والوقائع  
 العظام والکتب المشہورۃ واشتعار العرب المسطورة فان العنايۃ اشتدت والدواء  
 توفرت علی نقلہ وحراسنہ وبلغت حد المربلغۃ فیما ذکرنا لان القرآن معجز النبوة  
 وما خذ العلوم الشرعیۃ والاحکام الدینیۃ و علماء المسلمین قد بلغوا فی حفظہ  
 وحما العنايۃ عرفتوا کلتی اختلاف فیہ من اعرابہ وقراءتہ وحروفہ وایاتہ فکیف یجوز  
 ان ینکون مغیرا او منقوصا مع العنايۃ الصادقة والضبط الشدید وقال البنا  
 قدس اللہ روحہ العلم بتفصیل القرآن وابعا ضہ فی صدقۃ نقلہ کالعلم بجملة وجہ  
 دلالتہ مجرے ما علم ضرورۃ من الکتب المصنفة لکتاب سیبویہ والمرنی فان اهل العنايۃ  
 بهذا الشأن یعلمون من تفصیلہا ما یعلمونہ من جملتها حتی لو ان مدخلا دخل فی کتاب  
 سیبویہ باباً فی التولیس من الکتب لعرف ومیز وعلم انہا ملحق ولیس من الکتب

لے کہ قرآن میں زیادتی کا باطل ہونا تو متفق علیہ ہے لیکن کسی کا ہونا پس ہمارے اصحاب میں سے اب جماعت اندیشو یہ عاریتہ ایک قسم  
 روایت کیا ہے کہ قرآن میں تغیر اور کمی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اس خلاف ہے اور یہی نفسی شے ہی نہایت کی ہے  
 اور جواب مسائل طرابلسی میں کلام کو ثابت درجہ ہینفا پر منجیا یا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل نے صحت کا علم مثل علم نہایت  
 اور بڑے بڑے حوادث اور قانع اور مشہور کتابوں اور عرب کے لکھی ہوئی شہر کی ہے پس تحقیق اسکی نقل و حفاظت پر توجہ زیادہ اور  
 دافین اور اس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ اسوزد کوہ اسے کو نہیں پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم سرعبہ اور احکام دینیہ کا  
 ماخذ ہے اور علماء اہل اسلام اسکی حفظ و حمایت میں عایت درجہ کو پہنچ چکے ہیں تاکہ اسکی ہر ایک شے مختلف فیہ کو اعواب و ریت  
 اور حروف اور آیات کو بچان لیا نہ ہو و اس سببی توجہ اور نہایت ضبط کی کیونکہ ممکن ہے کہ بدلہ لایا یا کم کیا ہو اور نیز نفسی  
 قدس روحہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل اور خبر اور کلام صحت نقل میں اسکی مجموعہ کے برابر ہے اور یہ منبر لایا ہے جو کتب مصنفین  
 بدایت معلوم مثل سیبویہ اور نہرنے کی کتاب کیونکہ اس فن کے توجہ والے جعفر اور اسکی جملے کو جانتی ہیں اور بعد از اس تفصیل  
 واقف ہیں ہر ایک کہ لکھ کوئی شخص نحو کا کوئی ایسا باب کتاب میں بڑا دے جو اس میں ہوتو صاف بیجا یا جاگتا اور جہاہوگا  
 اور علوم ہوگا کہ یہ ملحق ہے اور اصل کتاب میں سے نہیں ہے۔ ۱۲۔



المعیرین للخلایفة لثبوتهم ما یضاد رایهم وهو اعم والتغیر فیہ ان وقع ذات واقع  
 قبل انتشارہ فی البلدان واستقرارہ علی ما ہو علیہ الآن والضبط الندیان  
 کا زبیر دیکھو کہ فلاں فی بینہما بل لقال ان یقول انہ ما بتغیر فی نفسہ وانما  
 التغیر فی ما بہم ایاہ وتلفظہم بہ فانہم ما حرفوا الا عند نسخہم من الاصل و  
 الاصل علی ما ہو علیہ عند اہلہ وہم العلماء بہ فما ہو عند العلماء انیس  
 محرف وانما المحرف ما اظہر ولا یباہیہم واما کونہ مجموعا فی عہد النبی علی ما ہو  
 علیہ الآن فلم یتبیت وکیف کان مجموعا وانما کان یترک لجموعا وکان لا یتم الا جماع  
 عمرہ واما درسد وختہ فانما کانوا یدسون وینتھون وکان عندہم صحتہ  
 لانقامہ۔ اس کے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کر کے اس کا ابطال و تغلیط کرتا ہے  
 اس لیے اس کو یہی نقل کر دیا تاکہ ہمارے فاضل محیی الدین حسرت نہ رہ جاوے۔ وقال شیخنا  
 الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ ثراہ فی  
 اعتقادہ اعتقاد ما ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبیہ ہو ما بین ان فتین  
 وما فی ایدی الناس لیس اس کے شر میں مذکور قال ومن نسب الینا انقول انہ

اسے مخالفت کے اوٹھنی والوں کے مفسر قرآن کے تحریف پر وہ اسی دافرتی کہونکہ قرآن اور کراچی اور خواہش کے مخالف و متضاد  
 اور اگر اوہیں تحریف واقع ہوئی ہے تو شہر دینین پہلے اور جس ترتیب پر اسے۔ اس پر مستقر ہونے سے پیشتر واقع ہوئی  
 اور ضبط شدیدی صرف اس کے بعد ہی تھا تو اس میں باہم کچھ منافات نہیں ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نفس قرآن  
 میں کچھ تغیر نہیں ہوا تغیر صرف اس کے لکھنے میں اور پڑھنے میں ہوا ہے۔ کیونکہ اوہوں نے یہ تحریف اصل سے نقل کرنے کے  
 وقت اس میں کی ہے اور اصل جیسا تھا ویسا ہی اس کی اس کے پاس موجود ہے اور وہ علماء میں توجہ علماء کے پاس ہے وہ  
 خوف نہیں ہے خوف صرف وہ ہے جو اوہوں نے اپنے ہمارے کے یہ ظاہر کیا۔ اور اس کے موافق جیسا اب یہ رسول صلی اللہ  
 علیہ وآلہ کے عہد میں مجموعہ ہوا ثابت نہیں ہوا اور اس وقت کیونکہ مجموعہ ہوا ہے مگر وہی کڑے سے ہرگز نازل ہوا تھا اور  
 حضرت کی عمر شریف کے نام ہوئے نہ نام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اس وقت ہوا کہ اس کا پاس تھا نہ تھا کہ  
 اسے اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ ثراہ نے اپنے اعتقادات میں کہا ہے ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن  
 جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے وہی ہو نہیں اور لوگوں کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ نہیں اور جو ہمارے  
 طرف نسبت کرے کہ ہم قائل ہیں۔



لأنه لا يجوز أن يأمرنا بالتمسك بما لا نقدر على التمسك به كما أن أهل البيت  
من يجب اتباع قوله حاصل في كل وقت وإذا كان الموجد مبينا مجمعا على صحة  
فتبغى أن يتشغل بتفسيره وبيان معانيه وتول ما سواه مما تنقل كركه علامه صاحب  
تفسير صافي نے اسکی ہی تالیف و تردید کر دی اور فرمایا اقول بکفی وجود کل عصر وجود  
جميعا كما انزل الله محفوظا عند اهل وجود ما احتجنا اليه من عندنا وان لم  
نقدر على التمسك كما ان الامام كذلك فان الثقلين ميان في ذلك وهل هذا  
هو المراد من كلام الشيخ واما قوله ومن يجب اتباع قوله فالمراد بالبعيد  
بكله مهم فانه في زمان غيبتهم قائم مقامهم لقولهم عليه السلام انظر الى  
من كان منكم قد روى حديثنا ونظر في حلالنا وحرامنا وعرف  
احكامنا فاجعله بينكم حاكما فاني قد جعلته عليكم حاكما الحديث انتهى كلامه  
بنده گذارش کرتا ہے کہ آپ کے شیخ صدوق اور شیخ مرتضیٰ اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف  
قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجع مذہب نشیع سے لکھا ہے باعتبار قواعد شرعیہ سلسلہ آپ کے  
بالکل غلط ہے قطع نظر ان دلائل سے جو کہ ان مذہب کے بطلان میں صاحب صافی نے ذکر کی ہیں  
او یہی بہت دلائل اس کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں۔ سینی۔ جعفر دروایات صحاح و حسان و قوم  
تجوہد پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ ہر ایک ادین سے خبر احاد اور ظنی ہے لیکن جب اس کے قند  
شکر کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر القعد اور اوائے نے مختلف المہ سے روایت کیا ہے

۱۔ کیونکہ ثقلین ہند ہوا یہے چیز کے تمک کا حکم کرین جلی تمک پر ہکو قدرت ہو چنانچہ البیت اور حکم قول کا اتباع  
واجب ہے ہر وقت حاصل ہے اور جب وجود قرآن کے صحت شفق علیہ ہو تو اسکی تفسیر اور بیان سنا میں مشغول ہونا اور اسکی  
ماہر اگر ترک کرنا لائق ہے۔ ۲۔ میں کہتا ہوں کہ ہر زمانہ میں اسکی وجود کی لیے تمام جیسا خدا نازل فرمایا اسکی  
اہل کے پاس موجود ہونا اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس وجود ہونا کافی ہے اگرچہ ہکو باقی بر قدرت ہو  
چنانچہ امام ہی سبط ہے کیونکہ ثقلین اس باب میں برابر ہیں اور شاید کلام شیخ سے یہی مراد ہو۔ اور قول اسکا دین  
بجب اتباع قول۔ مراد اس سے اسکی کلام کا بعیر ہے کیونکہ وہ ادنی غیبت کے زمانہ میں یافق اس کے قول کے اسکی قائم  
مقام ہے۔ ہم میں سے جس نے ہماری حدیث روایت کے اور ہماری حلال اور حرام نفی اور ہماری احکام کو پہچانا اسکو

صدق از شیخی بنیہ و توفیق بنیہ و قواعده شیخیہ و بیہ علامہ

و کتبہ اور اسکو اپنا حکم بنا دینا ہے اسکو تفسیر حکم بنا دینا۔ آخر حدیث تک ہے۔

تو یہ متواتر المعنی ہو کر درجہ قطعیہ کو پہنچ چکا ہے اور مثل اذروایات کے جنکو علماء طائفہ نے متواتر المعنی تسلیم کر لیا ہے ہو گیا ہے علامہ شبیب ثنائی نے معالم اصول میں فرماتے ہیں قد تكثر الاخبار في الوقائع ويختلف كمن يشتمل كل واحد منها على معنى مشترك بينهما بجهة التقنين والالتزام فيحصل العلم بذلك القدر المشترك وليس في المتواتر من جهة المعنى وذلك كوقائع امير المؤمنين في حروب من قتله غزاة بدر كن او فعد في احد كذا الى غير ذلك بانه يدل بالالتزام على شجاعته وقد تواتر ذلك منه وان كان لا يبلغ منه من تلك الخبريات درجة القطع - تنہید ثنائی کی اس شہادت سے صریح استفاد ہوتا ہے کہ اخبار کثیرہ میں معنی مشترک اگرچہ وہ بحقیقہ تضمن الاتسار مہلول روایات ہوتا ہے متواتر المعنی ہو کر مفید قطعہ کو ہو گا پس اگر روایات کثیرہ میں معنی مشترک مہلول روایات باعتبار مطابقت ہو گا تو وہ ادنیٰ یہ ہے کہ متواتر اللفظ ہو در نہ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ متواتر المعنی ہو گا۔ اب اگر وقوع تحریف کی روایات کثیرہ کو متبع کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ و سند احاد ہی بلکہ سب سے مفید تواتر کو ہے اور ثبوت وقائع امیر المؤمنین سے اسکا ثبوت بدرجہ لازم ہے تو وقوع تحریف کا تواتر بالا ولایت ثابت ہو ا کیونکہ وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اسکے تواتر کے قرائن قاطعہ ہی دلالت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بعد انتقال جناب رسول اللہ ﷺ علیہ السلام کے بنا بر اصول مسلمہ تشیع تمام صحابہ الحبیب سے خوف ہو گئے اور انکے حقوق غصب کر کے خود خلفا بن بیٹھے تو اس صورت میں اپنے نزدیک خلافت کر لیے جس قدر کریں تہور اسے پہر یہی ظاہر ہے کہ قرآن کے جمع و تالیف بطور خود ادھون نے ہی کر دی اور الحبیب سے کبکوا و میں شامل نہیں کیا بلکہ جناب امیر اسی لیے اپنا قرآن علیحدہ جمع کیا تو ان قرائن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسکی جمع و تالیف کے وقت ضرور خرابی کے گئی ہو گی تو اس سے

۱۰۰۰ مافات میں کبھی احادیث کثیرہ ہوتے ہیں اور باہم مختلف ہوتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک پر معنی پر چوبہا تقمیل الاتسار کے مشترک ہوتا ہے متضمن ہوتے ہیں تو اس قدر مشترک کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسکا نام متواتر من جہۃ المعنی ہے اور یہ جیسا امیر المؤمنین کے حروب کے واقعات کہ جنگ میں فلان فلان نے نا تو کو قتل کیا اور جنگ میں فلان کام کیا غیر ذلک تو یہ الاتسار آگے شجاعت پر دلالت کرتا ہے اور یہ متواتر ہے اگرچہ ان جزئیات میں سرکئی بھی نہیں ہے

ثابت ہوا کہ قرآن میں تحریف کا واقع ہونا متواتر اور یقینی ہے جس کا انکار آپ جانتے ہیں کہ کیا حکم کہتا ہے  
 پس آپ کے شیخ صدوق اور تفسیر اور طوسی نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل التفات  
 اہل دین و دیانت میں شیعین نہیں ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپ کے ثقہ الاسلام کلینی اور دیگر استاد  
 صاحب الامام نے فرمایا ہے۔ سنا کہ یہ روایات احادیث صحیحہ میں کہتے ہیں کہ جبکہ خبر واحد موید  
 بالقرآن ہو تو اس وقت علی الاصح مفید علم یقین کو ہوتی ہے۔ اپنی شہادت ماننے کی شہادت یقینی  
 وخبر الواحد ہوا لم يبلغ حد التواتر سواء كثرت روايته او قلت وليس سائرا فائدة  
 العلم بنفسه نعم قد يفيد به بالنظام القامین الیہ ویزعم قوم انه لا يفيد وان تضمنت  
 الیہ القرائن والا صحیح الاول۔ پس اگر اسکو متواتر نہ مانیں تو یہی باوجود اخبار واحد ہونے کے  
 بالنظام قرائن مفید قطع کو ہے تو یہی مثل متواتر کے ہوا اور اسکا انکار مثل انکار متواترات کے  
 سمجھا جائیگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہ ہوگا۔ دوسری یہ کہ مرتضیٰ کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے  
 اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کر کے تصریح کی ہے وہ یہ کہ سید مرتضیٰ مع  
 ہوا ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہیں ہے اور اپنے کمال دانشمندی سے قائل ہوا ہے کہ باری  
 مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت میں حالانکہ سید کا یہ خیال بالکل غلط اور پوچ تھا شہید ثانی نے  
 مع الاموال میں لکھا ہے قال العلامة فی النہایۃ اما الامامیۃ فالأخباریون منهم لم یجولوا  
 فی اصول الدین فروعہ الا علی اخبار الاحاد والمرویۃ عن الأئمة والاصولیون منهم کالجلی حضرت  
 الطوسی وغیرہ واقفوا علی قول خبر الواحد ولم ینکروہ مگر المرتضیٰ واتباعہ بشہتہ قد حصلت

اس اور خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک پہنچ نہ سکا راوی اور کسی بہت ہوں یا تہوڑی اور یقین کا فائدہ دینا پختہ اسکا  
 کام نہیں ہوں اس کے ساتھ قرائن کے انضمام سے کبھی یقین کا فائدہ دیتا ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باوجود  
 شمول قرائن کے بھی یقین کا فائدہ نہیں دیتے اور اول قسم تر ہے ۱۲۔ علامہ نے نہایت  
 میں کہا ہے کہ امامیہ میں سے اخباریوں نے تو اپنے اصول اور فروع دین میں  
 بہت اخبار احاد کے جو انہ سے مروی ہیں اور کسی پر اعتماد نہیں کیا اور ان میں سے  
 اصولی مثل ابو جعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے میں انکی موافق ہو گئی اور خبر  
 مرتضیٰ اور اس کے اتباع کے اور کسی اسکا انکار نہیں کیا اور یہ سبب ایک شبہ کے تھا۔  
 جو انہ نے نہایت ۱۲۔

لہم وقد حکى المحقق عن الشيخ سلوك هذا الطريق في الاحتجاج بعمل بالاحكام المروية  
عن لا تمتنع منظر اعليه فادعي الاجماع على ذلك اس هر صاف ثابت ہے کہ سید مرتضیٰ کا  
روایات اور وہ نسبت انکار صریح اور سکی غلطی ہے اور اگر گئے ہیں اسکے تعلیظ و تردید میں چار صفحہ  
کو قدر صرف کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ما نحن فیہ میں ہی دفعہ تخریف سے انکار اور سے غلط سے  
ناشی ہے کیونکہ جبکہ اپنی دلیل میں انکار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا استدلال قرار دیتے ہیں  
اور یہ نہیں بیان کرتے کہ ان روایات میں کسوجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذاب  
وضاع در میان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے۔ اور عبارات منقولہ سے ظاہر ہے  
کہ ابو علی طبری کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپ کے سید مرتضیٰ کے ہے اور وہ ہی  
بنیاد فاسد علی الفاسد کے قبیحہ سے ابو علی طبری ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصره المراسم تفسر اور  
طوسی صاحب ہی فرماتے ہیں وهو الذي نصره المراسم تفسر اور جو کچھ دلائل ذکر کرتے ہیں وہ قطع نظر اس سے  
کہ معارض روایات قطعیہ کو میں تسلیم اور لا طائل میں کہ ادلتے تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بدامنه غلط  
معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ مفسر صاحب صفائی نے انکو دو جملوں میں باطل کر دیا یہ اور دلائل کو قطعیت  
و یقینیت سمجھنا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے۔ یہی آپ کو صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ  
کلینی اور دیگر اوسناد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہیں اور انکو جو ثابناں ہیں دلیل کوئی نہیں بیان فرما  
بدون دلیل دعویٰ فرما رہے ہیں دعویٰ بلا دلیل آپ ہی جانتی ہیں مردود ہے یہ مقابلہ قائلین تخریف کے  
جبکہ دعویٰ مع بنیہ و برہان کے ہے بالکل نوجوہا جائیگا۔ اگر صدوق صاحب نے خلاف ائمہ اپنی غلطی سے  
کوئی خاص قصیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہیں تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجھا جائیگا یہ ہر طرفہ تاشیہ  
کہ یہ ہی آپ کے صدوق صاحب فضائل میں جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کر رہے ہیں ایک  
بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے انوالیہود کو خطاب کر کے فرمائی اوسمیں حضرت عیسیٰ کے وفات کے

سے اور محض نے شیخ سے احتجاج میں اس رستہ پر چلنا ائمہ کی احادیث مردود پر عمل کرنے کے سبب ہر  
اقتضار کے حکایت کیا ہے اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔

قصہ میں مذکور ہے۔ حملت علی الصبر وفاتہ بلزوم الصمت والاشتغال جائز من جنہ فی تفسیرہ و  
 وتذنیہ الصلوۃ علیہ ووضوہ فی خیر وجمع کتاب اللہ وحمدہ الخلقہ لا یسئلونہ  
 بادر مدعہ وھاجز فرہ کوئی حضرت کے اولیا کسی پوچھی کہ جب کتاب اللہ شائع ذائع تھی اور اس میں  
 اندیشہ تحریف نہ تھا تو آپ کیوں اس قدر غلبت کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اس کے اگر وہ اسکے طالبین  
 تو اس شخص کی رائے کے پاس صندوق تقیہ میں مخفی طور پر بند چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہر صاف و واضح  
 آیا۔ قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ  
 فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳۳) علاوہ اسکے وہ روایات جو وقوع تحریف پر دال ہیں مثبت ہیں  
 اور مسکین تحریف کا دعویٰ محض نفی اور اول تو کوئی روایت اس مدعا کی مثبت پالو نہیں جانتے  
 اگر پائی جائیگی تو وہ بھی نامانی ہوگی اور ظاہر ہے کہ مثبت نامانی پر مقدم ہے تو اسلیں دعویٰ نہیں  
 تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۳۴) ظاہر ہے کہ جقدر روایات مثبت تحریف مروی  
 ہوئی ہیں انہیں احتمال تقیہ بالکل متغیر ہے کیونکہ اس وقت تحریف کیسے نہ ہو نہیں تھا جبکہ روایات  
 وجہ سی تھی ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ خباثت شیخ طوسی اپنے اسناد لال میں حوالہ  
 دیتے ہیں اور ان روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں جو حث علی التلادۃ  
 پر دلالت کرتے ہیں تو یہی غلط ہے کہ وہ اس وجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اوس اصلی  
 قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ سنا کہ یہی قرآن مجید ہے جو اہل سنت کا  
 قرآن ہے لیکن جائز ہے کہ اوس کے نسبت حث اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد  
 ہوگا جب خلفاء کے ساتھ بیعت اور ان کے ساتھ نشست و برخاست اور ان کے موافق خلاف واقع  
 مسئل کا انہماک پایا جاتا ہے جس کے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی مساع نہیں ہے تو اسکا نتیجہ  
 پر عمل ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجب حال ہے کہ اصول دین میں بکرم  
 علی حضرت سلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کو وقت میں اپنے نفس کو سکوت کو لازم کرنے اور جب تک کہ علم فرمایا نہا اجازہ دیا کرتے  
 اور نہ لانے اور خوشہ نگانے اور کفن پہنانے اور آپ پر نماز پڑھنے اور قبر میں رکھنے اور کتاب اللہ کے جمع کرنے اور خلق اللہ کو طواف اوس  
 وعبادت کرنے سے اوس میں مشغول ہونے کے ساتھ صبر پر راغب کیا کہ جس سے کوئی جلدی نہ کرے والا آنسو اور حیا و الا سانس نہ لے نہ

کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ صحابہ کے ساتھ حدودِ عدوت کی وجہ سے پہلے کینی بے سوچی سمجھے  
 کچھ فرمایا اور جب دوسرے حضرات نے دیکھا اور غصہ اچاٹا بہت میں گرفتار ہو کر خواب غفلت سے چوکی نو  
 حواس باختہ ہو کر اور تو کچھ سوچا اپنے بزرگوں کی تلمذ میں کرنے لگے اور یہ سمجھ کر بہت کبھی  
 چوڑنے والے ہیں۔ <sup>میں</sup> دلوں کے گتے بے توجہ مستید ہو کر کوئی آپ کے شیخ صدوق و سید  
 مرتضیٰ وطوسی و طبرسی اور ان کے اتباع سے خصوصاً ہمارے فاضل مجتبیٰ دریافت کرے کہ حضرت  
 جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہو گئی تھے اور تمام صحابہ کو  
 خلفاء اور ان کے اولیاء و اتباع جکا معاذا اللہ ایمان سری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے  
 جنکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف شدید تھی اور وہ کونسی علماء مسلمین تھے جو اس خط و حجت  
 میں غایت مضبوط کو پونہچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوار تھے جنہوں نے یہاں تک کوشش کی کہ قرآن  
 کے اختلافِ اعرابِ قراءات و حروف و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے ہمارے درعایت  
 فرما دیں کہ یہ لوگ کامل الایمان اور ارکانِ دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہ لوگ افاضہ  
 تھے یا اکابر اہل تشیع اور یہ حضرات وہی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے ہو یا کوفے  
 دوسرے جنہوں نے ایسے فتنوں میں قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و صیانت فرمائی  
 پس اگر یہ وہی لوگ ہیں جنکو تم بڑا کہہ کر اپنے ہمال روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو  
 اور سمجھو اور اپنے صنم سے باز آؤ اور یہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تخویف و نسبت فرماتے ہیں  
 لائے ممکن نہ دیکھا۔ حضرت کے کمال تجربہ والے نفس و عوایم کان فرما کر چوڑ گئی اور یہ نصیب نہوا  
 کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مدعی تھے تو وہ جب تھا  
 کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو خیر اب ہم اپنے فاضل مخیط سے جو ان کے اس سلسلہ میں  
 مقلدین دریافت کرتے ہیں کہ آپ ہی ان روایات کے مثل مشہور اگر ہر توانا پرستہ مکنند  
 کچھ فرما دیں اور اس ندامت کا بار صحتی صاحب کی گردن اٹھائیں۔ اب رہا یہ کہ طبرسی اور طوسی

صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے۔ یہ بھی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قمی نے اونکو تسلیم کر لیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوں کا نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس سے بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ تو تحریف کچھ زیادتی میں ہے تو منحصر نہیں بلکہ نقصان ہی تحریف ہی تقدیم و تاخیر ہی تحریف ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو بھی تاہم مفید نہیں مان اس سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کے نزدیک نقصان ثابت ہے لیکن اسکو اپنے اور حشویہ کے روایات پر لٹانا چاہتی ہیں۔ ہکو بڑا افسوس اور نہایت حیرت ہے کہ علی بن ابراہیم قمی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا صاحب اور شاگرد ہو۔ اور اسکی تفسیر ماخوذ امام کے تفسیر سے ہو۔ اسکی روایات کو اپنے وہمیات جملہ سے باطل کرین سچ ہے الغرض توثیق بکلی حشیش حال شیعہ میں سب سے اول حسد و صلوات کے بعد لکھا ہے ولید ہذا رسالۃ معرفۃ مشائخ الشیعۃ علیہم السلام بالرحمۃ منہم التبع علی بن ابراہیم برہان صلا اللہ علیہ وسلم فی ذوال لیلۃ و فی فیض اللہ فی فضل اہل بیت المستخرج من تفسیر امام المذکور انہ

پھر حسد بن یعقوب الکلبینی ہی کچھ مرتبہ میں کم نہیں بلکہ زیادہ ہے غالباً اسکی کتاب کافی امام زمان پر پڑی جا چکے ہیں اور شہادت امام اسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول و ثقات کے روایات کے تعلیل و تصغیف اور تزیید و تزئین کرنا شیعہ سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجع و منظور کے انکار کیا وہ حضرات شیعہ کی خارج ہوئے اور المہنت میں شامل ہونا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہنا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجھ رکھا تھا اور جس پر مدار شیعہ تھا اونکی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جنکو ارکان دین سمجھتے تھے اور اونکی حق میں یہ اعتقاد کرتے تھے کہ لولہم لا قطعت اماں اللہ انہ

اونکی برائی کے گویا قائل ہوئی تو اس صورت میں تمام شیعہ درجہ و برہم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل میں

بعد حسد و صلوات کے یہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت میں ہے خدا اوںکو اپنی رحمت کی مانند ڈالے اور اونکی سجدہ اونکی شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا بار بزرگیوں والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فضل اہل بیت میں جو امام مذکور کی تفسیر سے اختلاف کی گئی ہے۔

طول ہے اسلیں اوسکو فہم اوکیا پرچوڑتے ہیں۔ غرض اکابر شیعہ منکرین تحریف نے انکار تو کیا مگر یہ بھی  
 یہ کہلایا ہی اپنی ہے یا تو پیر پڑتے ہی۔ ہماری اس تمام بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلام محمدین  
 تحریف واقع ہونا بنا بر مذہب تشیع راجح اور منصور ہے اور جو لوگ اسکا قائل ہوتے ہیں انہوں نے راجح  
 اور منصور کو اختیار کیا ہے بلکہ فی حقیقت مذہب تشیع اور نہج ختم کیا ہے اور جن لوگوں نے اسے انکار کیا  
 وہ خلاف مذہب تشیع کے ہیں اور وہ مجبور کر اس غلطی میں پڑے ہیں جب راہ فراموش دیکھا تو اسکو اختیار کیا  
 چنانچہ ہماری فاصلہ مخاطب نے ہی چونکہ مذہب کے کتاب میں نہیں دیکھ کر صرف مناظرہ کے لئے ہونے پر متوقف  
 رہ کر اسلیں بے سوچے سمجھے اونکی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہوا کہ جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا محرف ہونا  
 مسلمات شیعہ ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا۔ کیونکہ جب اکابر شیعہ نے مثل کلینی اور  
 دیگر کے اسکو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کر لیا تو اوپر مسلمات شیعہ ہونا صدق آگیا اگر بعض نے  
 اسکو یہ نہ کیا ہو علیٰ محض جس جگہ تحریف کا قول سند و لائن فاطمہ شریعہ کی طرف ہوا اور بنا بر کلام  
 مخالف۔ نائل قاطع محض توہمات سے ناشی ہوا اور لغو اور لاطائل تو اسوقت اسکا مسلمات شیعہ  
 ہونا بالبدہانت ثابت ہوگا۔ پس ہمارے مخاطب کا انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہبیت  
 پر فیضیہ تھا لے۔ اقلیت نہیں رکھتے نہ ضمیمہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی  
 ثابت اور وہ انہیں نہ کرنا سراسر باطل ہے اگر آپ اور آپ کے صدوق و مرضی یہ چاہیں کہ چند خرافات  
 میں جنہ اور بطل کو بند کریں جو اکابر شیعہ نے اپنے دین میں ڈال دیا ہے وہ انہیں بھی نہ  
 خیال خال ہے نیاست تک ہی ممکن نہیں ہے۔ درست طبیعت علاج مہم و دینی و دنیوی  
 طبیعت۔ راجح علاج ہاں سند گذارش باقی رہی آپ یہ فراموش نہ کریں کہ اس بحث میں یہاں  
 کیا پایا ہے یہ حدیثیں اور روایات اور اقوال ہیں لال کیا ہے حالانکہ اونکی روایات و اقوال بمقابلہ  
 متاخرین سے غویہ پاریہ کے حکم میں ہیں ایہ ہم اسوقت تسلیم کریں جب متاخرین علماء میں کینی تحریف تسلیم نہ کریں  
 بحول اللہ ہماری پاس آپ کا بعض متاخرین کے ہی نصیح موجود ہے ملاحظہ فرمائی اور انصاف سمجھیں  
 آپ کے قبضہ کعبہ رسالہ بارہ ضمیمہ میں فرماتے ہیں۔ چون ابن نظم قرآن نے نظم ثمانیت شعیان

اتجرح بان نشاید۔ اب اس سب کو ملاحظہ فرمائی اور جو کچھ مینی عرض کیا تھا اس سے مطابق کر لیں  
 کیفہ دربرہر ہی پائیگا اور لیجئے اگر قبلہ و کعبہ محمد العصر لکھنوی علماء الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں بعد  
 التبیان والی مقتضی تلک الاخبار ان التحریف فی الجملۃ فی هذا القرآن <sup>الکتاب</sup> <sup>البدین</sup>  
 بحسب زیادة بعض الحروف ونقصانه بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب  
 فی بعض المواضع قد وقع بحيث مما لا یشک فیہ مع تسلیم تلک الاخبار انہم بحال  
 عقولہ فی هذا الزمان بحصول الجرم باحد الوجہ المحتملة عند العقل لکفہ بہ  
 وقوع تلک التحریفات بعینہ فان الاختلاف فیہا کثیر (الی ان قل) وسہا انہ معلوم  
 من حال النبی کما لا ینحی علی المتخصص الزکی ذی الحدیث الصائب انہ مع کمال  
 رغبہ علی تخلیفہ علیا کان فی غایۃ التقیہ عن قومہ ولہذا عند دلیل وامارات  
 لاتسع المقام ذکرہا فیمثل عند العقل <sup>النسب</sup> خطا لبیضۃ الاسلام  
 الظاہر اودع القرآن النازل المشتعل علی نصوص اسما والامۃ واسما الملتحقین مثلاً عند محرم  
 اسرارہ کعلی بامر اللہ ثلاثا یرید القوم یاسرہم ملایم من خالہم عدم احتمال ذلک اظہر ہم بقدر طاعۃ الصلحۃ  
 نے اظہار دہا کا نوا ہم الباعثون للنسب علی ذلک کا اسناد الہم حملہ عن ارغام و غیرہ۔ اپنی قبلہ و کعبہ کے  
 تصریح و شہادت کو ملاحظہ فرمادیں کہ اگر قبلہ و کعبہ کس رشتہ و اسناد و اہل بیت کے ساتھ شہادت اور وقوع تحریف کی بات نہ

ملے چنانچہ جن کے بعد مقتضی ان احادیث کا یہ ہے کہ اس قرآن میں جو ہمارے ہاتھوں میں ہے باعتبار زیادتی اور کمی  
 بعض حروف کے بلکہ باعتبار بعض الفاظ کے اور بعض مواقع میں باعتبار ترقیب کے۔ بالتحقیق تحریف اس طرح واقع ہوئی ہے  
 جمیع بعد تسلیم ان روایات کے کچھ شک نہیں کیا جاتا۔ ان اس بات میں ان تحریفات کے وقوع کے کیفیت کے لیے جوہر  
 مقمہ عند العقل میں کسی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی باری عقول کے بحال نہیں کیونکہ اس میں بہت جہالات ہیں  
 (ہینک کہ کہا) سجدہ اونکی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے چنانچہ شخص کی حدیث صائبہ کے متعلق  
 نہیں ہے کہ آپ باوجود علی کے خلیفہ بنانے کی نسبت کمال غیبت کی اپنی قوم سے غایت درجہ تقیہ میں تھی اور یہ  
 پاس اس لیے دلائل اور علامات ہیں جنکے ذکر کی اس سبک گنجائش نہیں۔ پس عقل کے نزدیک عقلیت کہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے غیری اسلام کے خلیفہ کی حفاظت کے لیے اوتھری ہوئی قرآن کو جو مثلاً امۃ اور منافقین کے ناموں کی  
 تصریح پر مشتمل تھا اپنے بازو اور اونکی پاس ملی کی اللہ کے حکم سے روایت رکھا ہو۔ تاکہ قوم مرتد نہ ہو جائے  
 بب اونکر حال سے اسکا متحمل ہونا معلوم کر لیا تو بعد از کچھ اظہار میں مصلحت معلوم ہوئی اور نہر ظاہر کیا اور جبکہ

اسے لکھی ہوئی ہے کہ وہ کسی نامی شہادت ہوئی تو اس کی حاکمیت نہ ہوگی

تسليم روایات مثبتہ تحریف معتقد اور قائل ہیں۔ ان اگر مجتہد متشیعین کو شک و تردید ہو تو اس امر میں ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپکر حضرت مجتہد صاحب کے رائے میں وقوع تحریف کا ایک یہی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نورانگو دو طرح مرتب کیا ایک وہ جو تمام کامل تھا اور دوسرے مخصوص اسماء ائمہ و اسماء منافقین و رج ہدیہ کو تو اپنی محرم اسرار کے پاس صندوق تفتیہ میں رکھتے رکھا اور دوسرا وہ کہ جس میں اسماء ائمہ اور اسماء منافقین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نکال کر بقید مصلحت عام لوگوں میں ظاہر فرمایا اس حال میں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ اپنے ظاہری ایمان نفاق آمیز سے ہی دست بردار ہو جاویں اور اگرچہ یہ نسخ و تحریف سزا اللہ خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوئی۔ لیکن چونکہ اسکی سبب خلفاء ہی تھے اسلیئے تحریف کو اولیٰ مرتبت کرنا بجائی خود ہے۔ سبحان اللہ واہ واہ۔ حضرت مجتہد العصر الحاضر نائب الامام الغائب نے کیا تحقیق حق کی داو دی اس نتیجہ میں کیا جو اہل تائیدی اور کیا سوتی پر دئی ادنیٰ اولیاء و اتباع و پیروں پر حقد نازلین بجا ہے اور جتنا فخر فرمائیں زیبا۔ سیری زبان و سلم میں طاقت نہیں کہ اسکی تعریف و توصیف کروں اور نہ اسقدر گنجائش وقت ہے کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علم کو ظاہر کروں مگر افسوس اسکا ہر کجا وجود و علوم مرتبہ تحقیق پر صدق متشیعین کے شہادت کے موافق کاذب اور جھوٹے اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل محبت کے نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہیں وہ اہل ایمان سے خارج ہیں تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اہل تشیع ہیں وہ فاضل محبت کے شہادت کے موافق اہل ایمان ہیں شمار نہیں کیے جاتے۔ فی الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے جو یہ سیدہ تحریر فرمایا ہے ”کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان پر حاشا کہ اس میں کچھ ہی خلاف ہو سیکے اور مطابق واقعہ اور نفس الامر کے ہر قضیہ خبریہ۔ حق بر زبان جاری شود کا مسدوق ہو بیشک ہم ہی مانتے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہیں جو لوگ اہل ایمان ہیں

میں مذکور تاریخ ابن قتیبہ کے نزدیک قرآن کو زیادہ معتبر فرماتے ہیں۔

حاشا کہ اونہیں کتاب اللہ کی نسبت کچھ ہی اختلاف ہوا اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں بیشک وہ اہل ایمان سے نہیں جو قرآن کہ اب عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے پیچ کی نوک زبان ہے بلا کم و کاست یہ وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور بلا تقدیم و تاخیر اسی ترتیب کے ساتھ ہے جو ترتیب کے لوح محفوظ میں کونزول میں باعتبار کساح تقدیم و تاخیر ہوئی۔ پس جو شخص یہ کہے کہ اس میں کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ چوٹا بکا وائرہ ایمان سے خارج ہے۔ کہ اللہ کہ یہ مضمون جو ہم کو بخشم استدلال سے ثابت کرنا چاہیے ہمارا وہ فاضل محاسب کے اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شکرا درمیں۔ یہاں یہ کہ ہماری فاضل مخاطب صاحب منتہی الکلام و صاحب تحفہ اکرام اللہ نزہا کی نسبت یہ اعتراض نہایت طعن و تشنیع کے ساتھ فرمایا کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہیں اور کچھ نہیں شرماتے۔ پس اس کا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھ گئی ہو مگر لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر یہ قدر تصریح کیا وے واضح ہو کہ صحت و اعتماد کا مدار اس پر ہے کہ سلسلہ سند کا اصل خد تک معتد اور قابل طمانیت ہو جو مقدار اس سلسلہ سند میں وثوق زیادہ ہوگا اور سیقہ متن میں صحت و اعتماد زیادہ ہوگا یہاں تک ایک بدولت درجہ قطعیت کا بھی حاصل ہو سکتا ہے اور حقیقتہً اس میں کمی اور کوتاہی ہوگی اور سیقہ متن میں عدم صحت و اعتماد ہوگا۔ پس اب قرآن شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملاحظہ فرمائی کہ اگرچہ اس کی طرف عنایت و اہتمام شدید ہو اور داعی واقربہوں اور مسوئوں قریس شائع ذائع ہونا ہم قرن اول میں جو لوگ منتہی سلسلہ سند کے تھے اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تھے اور جن کو ایسا علیہ تھا کہ ان کے مقابلہ میں سیکو چون کرنے کی گنجائش نہ تھی اونہوں نے مجمع ہو کر قرآن کو تالیف جمع کیا اور سیکو اس میں شریک کیا۔ یوں حال کے کہ جو اہل تشیع ان کی نسبت بیان کرتے ہیں ان کو جمع و تالیف ہر ذی عقل کے نزدیک ہرگز قابل اعتبار و لائق طہیان کے نہیں سمجھ جاتی یہی وجہ ہے کہ شیعوں کی روایات کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں صحیح نہیں سمجھتی۔ اگر ان کی نقل قابل اعتبار کے ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن میں

اور نقل و روایت کو صحیح اعتبار کر لیا اور حدیث میں صحیح کیوں نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن اچھ  
 بالا احتیاط تھا۔ اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تعقیہ کے لباس میں  
 ہمیشہ اس قرآن کے مع و ثنا فرمائی ہوا ہر کچھ اسکی تحریف کے نسبت کچھ فرمایا ہو تب باعتبار  
 فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہ ہی ہاوس کے ساتھ منضم  
 کہا جاوے کہ اگر ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ میں اسکو محفوظ فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص کو  
 اس از مخفی پر متنبہ کرتے رہے تو اس حالت میں یہ قرآن اصول تشیع پر ہرگز قابل اعتماد نہیں ہو سکتا  
 اور نہ اسکی صحت تسلیم کیا جاسکتی تھی قرآن مثل ادن احادیث کے ہوگا جو بواسطہ ان صحابہ کے  
 مروی ہوں اور انکے مذہب ائمہ نے کی ہو جیسا شیخہ کے نزدیک اسکا اعتبار نہ ہوگا اسی طرح قرآن  
 بھی اعتبار نہیں کیا جائیگا۔ اسکی بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ قوم کو پہنچے اور انکے سلسلہ سند کو غامض  
 تک ملاحظہ فرمائی اوسمیں کوئی شخص ایسا نہیں ملیگا جو مثل روایہ کتاب اللہ کے غیر معتد ہوگا جعفر  
 روایت میں وہ سب نقد و عدول الامیہ میں تو اس اعتبار سے دیکھیں کہ کلینی کی صحت کس درجہ کو ہرگی  
 ظاہر ہے کہ قرآن کی صحت سے بدھ چار زیادہ ہوگی علاوہ اسکی قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی  
 تکذیب مروی بجائی اسکی کلینی کے نسبت جو اقدم الاصول الاربعہ ہے ائمہ سے اسکی تصویب  
 و تصحیح مروی ہے چنانچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکا کہ اہل اہل انکے ملاحظہ سے گزر چکا تو اسکا  
 صحت و اعتماد درجہ تصویب کو کیوں نہ کیا تو اس وجہ سے قرآن صحت و اعتبار میں اور کلینی  
 اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار میں زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیخہ قرآن کی نسبت  
 برباکانہ کہہ سکتے ہیں۔ این قرآن ظہر عثمانیست احتجاج بان بر شیعیان نشاید۔ آج تک کسیر کلینی کی  
 نسبت ہی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تحریر منہ صافی ابو علی طبری کی تصدیقات سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ کتاب سیبویہ اور کتاب مرزے اور وادین شعر اس کے سب سے پہلے میں اوسمیں کسی قسم کے  
 تحریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل انکی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب مشہورہ کی صحت نقل ہی  
 مثل مسلم بالبدن اور قانع عظام کے متواتر و قطعی ہوئی اور قطعاً و یقیناً کسی قسم کے

تحریف و الحاق کا اشتباہ انہیں ہرگز نہیں پہنچا نہ صاحب فوائد مدینہ نے اسکی تصریح فرمائی ہے اور بالفرض اگر قرآن میں تحریف یقینی نہیں تو ظنی اور احتمالی تو ہے تو اس صورت میں آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ قرآن کی محنت اور وسیع اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلینی وغیرہ پر۔ افسوس کہ آپکو اپنی کتابوں کی مخصوص اور اپنے علماء کی تصریحات کی ہی واقفیت نہیں پیرا وسیع جوش و خروش یہہ کچھ کہ علماء اہلسنت پر محض کہ نیکو کامدارہ جو پیر ہیں اس ہمارے گدارش سے سمجھ لیا ہوگا کہ صاحب منہج الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہما نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلینی یا تاریخ ابن قتیبہ یا بیج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سے زیادہ صحیح اور عمدہ ہیں وہ مطابق واقع کے ہے اور بلا دلیل نہیں ہے لیکن صرف اسکو یہی سمجھ کر دلیل سے تو غرض نہیں کیا پس اسدہ ہمارے فاضل مخاطب کا اعتراض آپکو خوش فہم اور حیا و شرم ایمانے سے ناشی ہے نہ انتہا کہ ہم اپنے دیکھو میں بھی ہوئی اور تحریف کا مسلمات شیعہ سے ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا اب جواب سننی کے منظر ہیں۔ **قولہ** اور اگر آپ کے علمائے کتاب اللہ کا خوف ہونا اسلئے ہماری طرف منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض دانتوں میں وقوع تحریف تفسیر قرآن وارد ہے تو سنی روایات یہی کہہ کے امر کا لازم ہونا اور شہی ہے اور تصریح اس مذہب والوں کو اس لازم امر پر اور چیز ہے۔ ان روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ باللہ میں تصریح کی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں اور لازم کی نسبت لزوم کے قائلوں کی لابی لازم کے جلا تصریح کی ہو جائز نہیں ہے اس کتاب کی یہ عبارت ہے۔ فان قيل يلزم من الاختلاف في كونه سبحانه في جهة ان يكون حادثا قلنا لازم المذهب ليس بمذهب لا الجسماني من بانه متعلقا في جهة وجازمون بانه قد يمازني ليس بجاذب فلا يجوز ان يثبت له مذهب من يصرح بخلافه وان كان لازما لقوله۔ اور ائمہ اہلسنت نے بھی یہی کہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ پس جب آپ کے علمائے قول سے ثابت ہو گیا

کہ لازم مذہب مذہب نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ مسلمات شیعہ سے ہر غلط محض ہوا۔ **اقول**  
 سبحان اللہ ہمارے فاضل مخاطب نے کیا روشن اور واضح اور کثرت مضبوط اور قوی دلیل بیان فرما  
 دی۔ کہاں میں اہل انصاف اور کدہ ہرین اہل عدل و داد کو ذرا اس دلیل پر ہماری فاضل مجیب کو داؤ دیں  
 اور شاباش کہیں اگرچہ فضیلت آپ کے تمام اس تحریر کے تقریباً یہی کیفیت ہے مگر یہ ایسی دلیل ہے  
 کہ شاید اسی دوسرے کوئی ہونگی جس نے بالکل آپ کے علم و فہم کی قلعی کھول دی اور آپ کے علمی اور انصافی  
 و عفو کا بخیرہ او ہر دیا۔ انوس کی یہ دلیل صدق امتشعین اور ترضی و طبری و طوسی وغیرہ صاحبان کو  
 نہ سوچو ورنہ شدت فرح سے عجب نہیں کہ شادی مرگ کا قصہ پیش آتا اس ایک نکتہ میں ہزار  
 اشکالات حل ہو گئی عدد اعتراضات دفع ہو گئی جب کسی خصم نے کوئی آیت یا روایت  
 پیش کیے جھٹ کہہ دیا کہ یہ قابل احتجاج نہیں کیونکہ لازم مذہب ہے، اور لازم مذہب اور مذہب  
 بڑا فرق ہے۔ یہ تو سب کچھ مگر اب تک ہمارے فہم میں نہیں آیا کہ مذہب کس کا نام ہے اور کس  
 جانور کو کہتے ہیں کیا مذہب وہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا  
 کیا مذہب اوسکو نہیں کہتے جسکی رسول نے تصریح کی کیا مذہب اوسکا نام نہیں جو ائمہ سے  
 بلکہ بعد ویکرے بتواتر غیر متصل تاویل ثابت ہوا اگر یہ عین مذہب نہیں ہے اور لازم مذہب ہر  
 تو کیا عین مذہب وہ ہے جو خاص ابو بکار و ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہو یا کیا عین  
 مذہب وہ ہے جو خاص صدوق اور طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو۔ پھر اس پر طرفہ تماشایہ ہے  
 کہ روایات کی مدلول مطابقتی کو روایات کا لازم سمجھتے ہیں اور روایات کا مذہبی ہونا تسلیم کرتے  
 ہیں۔ اور یہ اطفال مدرسہ پر ہی مخفی ہونگا کہ مدلول مطابقتی بلکہ تضمنی تک لازم نہیں ہوا اگر تا پھر  
 روایات کو مذہبی کہنا اور اذکر مدلول مطابقتی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے  
 شاید فارسی خولون کو بھی شرم آئے اور ادب نے طلباء کو بھی عار و ننگ ہوا اور انوس کو ہماری  
 فاضل مخاطب کا یہ انتخاب و نامزدی صریح بہ بین تفاوت رہ از بجاست تا بجاہد پس یہ  
 تحریر مہر مہمل اور بوج ہے اور یہ ہستہ لال بالکل خواہ پوری اگرچہ اسکی ابطال کے واسطے

کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود بدائتہ باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا  
 بطلان دلائل واضح سے ہی ثابت کرتے ہیں۔ اولاً یہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی  
 جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا ظناً بروایت صحیحہ ثابت ہوا اور خصوصاً شیعہ کے  
 نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھ ائمہ سے ہی ثابت ہو وہ ہی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے بسند معتبرہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہو گا وہ عین مذہب ہو گا۔ علماء  
 و اکابر مذہب کو اگر اکسین دخل ہی تو اسقدر ہے کہ یہ سلسلہ سند جسکو واسطہ سے یہ حکم تم تک پہنچا  
 قابل اعتماد ہی یا نہیں یا یہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب جو نسبت اسکو قوی ہے اسکو حکم  
 ماول اور مصروف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہیں یا یہ کہ بائیں اک علت اس سے اور جزئیات کہا کیا  
 پیدا ہوتے ہیں بخیر ان چند باتوں کے علماء مذہب کو مخصوص روایات مذہب کے تغیر و تبدل اور  
 اور غیر مذہب ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے۔ پس یہ کہنا کہ روایات کا ماول لازم مذہب ہوتا ہی  
 سر غلط اور نحو ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہی اور کسی دوسرے  
 قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہیں ہے تو وہ عین مذہب ہے خواہ اسکی نسبت کوئی تصریح کرے  
 یا نہ کرے بلکہ اگر اسکو خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر مسوع ہے بلکہ اگر اسکا ثبوت بقطع  
 تو اسکا خلاف بلا دلیل محاذ ذہن ہو گا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر  
 ہو گئی تو اسکا ظاہری ماول مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اسکا محمل بعید مذہب ہو گا  
 اب ہم کہتے ہیں کہ تحریف قرآن ائمہ سے روایات صحیحہ متعلقہ متواتر المعنی ثابت ہوا ہے اور علماء  
 و اکابر اہل تشیع نے ان روایات کو مستند اور صحیح تسلیم کر کے وقوع تحریف  
 کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے انکو پاس کوئی  
 دلیل شرعی نہیں ہے جسکو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے اپنا استدلال قرار دین انکو انکار کی بنا  
 شکنجہ ظہار اہل حق میں بستلاد گرفتار ہو کر محض توہمات و تخیلات پر ہے انکو پاس کوئی دلیل  
 ایسی نہیں کہ جسکو وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے انکو ہرگز

گنجائش نہیں ہے کہ ان روایات کا خلاف ظاہر کوئی محل بیان کر سکیں پس جب ان روایات کے  
 نہ تعلیل و تضعیف کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے محل خلاف ظاہر محمول کر سکتے ہیں نہ کوئی  
 حجت شرعیہ اور نہ پاس موجود ہے تو ایسی حالت میں ان روایات کی کس طرح مدد مل سکتی ہے  
 اور یہ روایات میں مذہب ہونگا کہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہ کہ اہل اسلام کو عموماً جو کچھ کتاب اللہ  
 میں یا احادیث رسول اللہ میں وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اسکی جو کچھ کہ اقوال ائمہ سے  
 ثابت ہوا اسکی صحت و حقیقت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متعمد ہے اور جو کچھ خدا تعالیٰ اور رسول  
 اور ائمہ نے خبر دی اسکی تصدیق واجب ہے اور انکار ہرگز جائز نہیں کیونکہ اس میں کذب کو دخل  
 نہیں جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر یا مطابق واقع کے ہے یا نہیں اگر  
 مطابق واقع کے نہیں ہے تو امام مسموم کے کلام میں کذب لازم آیا اور یہ محال ہے تو ثابت  
 ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اسکا اعتراف حقیقت اور اعتقاد وقوع واجب ہوا خواہ وہ مذہب  
 یا لازم مذہب ہے۔ ثالثاً یہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہے اور مدلول روایات لازم مذہب ہے مذہب نہیں  
 اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہیں ہوتا تو آپ کے مسئلہ و کعبہ مولوی و لدار علی نے عماد اسلام  
 میں بڑی سخت غلطی کہائے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتصار روایات کے یعنی بیان فرما کر  
 اس کے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہو کر قابل  
 اعتبار ہے نہیں ہوتا تو اسکی یقینی ہونے کے کیا معنی اور اسکی محتملات بیان کرنے کی  
 کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہ خبر نہ ہوگی کہ مدلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے  
 یا یہ بخانتے ہونگا کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تاویلات نہیں ہوتا۔ بہر کیف یہ برہان  
 خمس ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہوگا جو اہلسنت کے دلائل کے منہ و تحریف کرنے سے  
 حاصل کیا پہلے اس کے شیعہ میں سے کسی کو غالباً یہ دلیل جو روایات میں ہے حاصل  
 نہ ہوئی ہوگی۔ رابعاً اگر اس قاعدہ کو عموماً جاری کیا جاوے تو صد ہا اعتراضات اہل شیعہ  
 کو اس قاعدہ کے موافق ہی باعتراف سامی لنوا اور مہمل ہو جائیں گے۔ بلکہ ہر محد و زندیق مدعی

اسلام ہو کر تمام عملیات و اعتقادات کا انکار کر سکتا ہے۔ اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی آپ اور سپر لازم کریں۔ یا کسی شارع کی خبر کی تصدیق کرادیں وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ لازم مذہب ہے مذہب نہیں پس اسکا جواب آپ اور اسکو کچھ نہ یکنیک اور بجز اسکے کہ اپنا سامونہہ لیکر چپ ہو جادیں اور کچھ جواب نہ آدیکا خامسا ہمارے فاضل مجیب نے جو یہ مسئلہ تحریر فرمایا ہے (ان دایا) تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہو گا نہ تصریح اگرچہ یہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے۔ لیکن خاصکہ یہ مسئلہ تو محب اضحیٰ کہ روزگار ہے کیونکہ جو امر روایات کا مدلول ہے بقرب عبارت النص ہو اسکی نسبت یہ کہنا کہ یہ ان روایات سے بصراحت مستفاد نہیں عجب طرفہ تا شاید کلمہ سوائے ہمارے فاضل مجیب یا دیگر اولیاء کے اور کس کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اسجگہ بہت کچھ لکھنے کی گنجائش تھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ ایسے فاضل غلطی سے جسپر حاجت ہند لال کے بھی نہیں اور خوف تطویل سے منع ہے اسلئے صرف اس قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہوں اور اپنے فاضل مخاطب کو متنبہ کرتا ہوں کہ حضرت بے شک یہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب نہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے مثل کے مطابق ہے اگرچہ کابین مذہب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جہت میں ہے اور یہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے اور اسکو لازم یہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ شانہ حادث ہو لیکن اس حدوث کو محض اس استلزام کی وجہ سے اذکار عین مذہب نہیں کہہ سکتے۔ مان اگرچہ مسئلہ مثلاً قرآن شریف کے قائل ہوں اور بعض محال ہیں کہ ایسی جگہ مدلول مطابقی حادث باری ہو اور کسی دلیل صرف علیہ الطامی ہو تو یہ اذکار عین مذہب کہہ کر اوپر لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اسکو جواب میں یہ عند کہیں کہ یہ عین مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے تو یہ عذر ہرگز مسوع نہ ہو گا۔ بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہیں بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے ملزوم یہی ہونا چاہیے جو طین مذہب ہے اور وہ بجز روایات کے جنکا مدلول مطابقی تحریف قرآن اور کوئی ملزومیت کو صلاح نہیں اور طامی کے لئے مدلول مطابقی لازم ہو سکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہو سکتا ہے پس سچکہ لازم متحقق ہے

نہ ملزم ہے نہ لزوم مان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش فہمی سے یہ فرمایا کہ روایات  
 عبارت نفس الفاظ سے ہیں اور معانی نہ الفاظ کے لیے عین ہے نہ جملہ مبانی ہے تو بواسطہ  
 وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ دانی سے کچھ عجب نہیں اور جب لزوم اور لازم و ملزوم  
 منتفی ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعویٰ بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن  
 اصول تینتہا نہیں ہے پس جو بندہ نے دعویٰ کیا تھا کہ تحریف قرآن مسلمات شیعہ  
 ہر بخوبی ثابت ہوا اور اسد علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہی بات ہے کہ ایسی روایات کا  
 وارد ہونا اس امر کا مستلزم ہے تو آپ کے نزدیک ہی کتاب اللہ کا محو ہو یا مسلم ہی کیونکہ ان روایات  
 میں اصل حق ہر متفرد نہیں ایسی روایتیں تحریف و تغیر و حذف و اسقاط و تبدیل کلمہ کلمہ و حرفی بحرفی  
 اہلسنت کی کتابوں میں ہی مروی ہیں اگر اسکی تفصیل آپ چاہیں تو استقصاء الافحام و انتہی الکلام  
 میں ملاحظہ فرمائیں **اقول** یہاں تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا ہے  
 اور ذرا شرم و حیا کو کار فرمایا اور یہ بھی کیا کریں جب انکے اسلاف ہی اسی راہ سے گئے ہیں تو انہیں  
 بیسا اونکو پایا اور انہیں کے قدم بقدم یہ بھی چلتے ہیں۔ پس سنی کہ یہ محض آپ کی اور آپ کے ادو  
 اسلاف کی خوش فہمی ہے جنہوں نے اہلسنت کی طرف اس کذب و افتراء کو نسبت کیا ہے  
 حالانکہ یہ بد اہمتہ باطل ہے کیونکہ قاطبہ جمیع اہلسنت متفق ہیں کہ اصل ماخذ دین کتاب اللہ و احادیث  
 رسول اللہ ہیں اور عین مذہب وہ ہے جو اسے ثابت ہوا و اجماع و قیاس و اسکی حجیت ہی سیوہ  
 ہے کہ اونکو استناد دہی کتاب و سنت کی طرف ہے۔ اکابر دین میں سے کسی کا قول اگر معتبر  
 ہے تو اویس وقت معتبر ہے جبکہ اسکا استناد کتاب و سنت کی طرف ہو اور اگر مسلم ہو کہ یہ  
 مستند نہیں ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہے ہر طرف ہر ہے کہ تحریف قرآن  
 اگر واقع ہوئے تو بعد وفات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی  
 ہوگی سو اسکی خبر خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں بلکہ پھر شافریا و ائمہ الحافظون  
 لہ اور بالتحقیق ہم اسکے لیے ایستہ نگہبان میں -۱۲-

اور فرمایا وانه لکتاب عزیز لا یتد الباطل من بین ید ید ولا من خلف تنزیل من  
 حکیم حمید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث میں کہیں اسکی اطلاع نہیں فرمائی اگر  
 اسکی تصدیق کیجاوے تو کیونکر کیجاوے اگر آپ یہ اعراض فرما دیں کہ صحابہ کے اذال سے ثابت  
 ہو سکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہیں کہ ادل ہم صحت روایت کو تسلیم نہیں کرتے سنا لیکن یہ  
 معارض ہر آئین و امانہ حافظوں اور لایۃ الباطل سے اور شیعوں اپنی روایات کو معارضۂ آئین کے  
 باطل نہیں کر سکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہ ہیکر اچکا دیا ہے وہ  
 فرماتے ہیں کہ اصل قرآن جو ہمارے جناب امیر نے جمع کیا تھا اور ائمہ کے پاس یکے بعد دیگرے  
 جلا یا مکمل ہوا وہیں نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہ قرآن جو عام شیعہ و سنی  
 تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت میں تحریف کے : اصل قرآن میں - قطع نظر اس سے  
 قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک نہ مانا اور ہر قرن  
 میں نقاب عدل و ثقات اس کثرت سے مروی ہوتا چلا آیا ہے کہ اس کے کسی کلام یا کلمہ یا حرف  
 یا حرکت و سکون میں شک و تردید کو گنجائش نہیں اس میں اعلیٰ درجہ کا توازن و تحقیق ہر غرض اسکی  
 حوث و حرکات و سکناات تک ہی میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صحابہ  
 ہوئی - پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو ہی تو وہ بفرس تسلیم صحت اسکا مستند  
 نہیں کر سکتا - اور نیز اگر بالفرض کسی صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلطی ہوئی ہو ہم کہہ  
 کہتے ہیں کہ کسی معصوم میں خباہتات شاذہ و شہورہ اسکی شاہد ہیں - پس اہلسنت کے نزدیک  
 تحریف کا مسلم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول و قواعد کے موافق تحریف کا شائبہ  
 اور واہمہ ہی خارج از امکان ہے - حضرات شیعہ کو جب کچھ چارہ نہیں ملتا تو اسے طرح و لکی حست  
 نکالتے ہیں - کہ کذب و افتراء تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہیں کبرت کلمہ تخریج من افواہہم ان  
 یقولون الا کذباً یہ تو جواب اجمالاً تھا اور تفصیلاً تفصیل احادیث و روایات کے منہ خط فرمائی گا  
**قولہ** مگر شتی نمونہ خردار سے دو تین بیان ہی لکھے جاتے ہیں - فضہا مانے

الدر المنثور للسيوطی اخرج ابو عبیدہ وابن الفرہس بن ابی الابرار فی المصاحف عن ابن عمر  
 قال لا یقولن احد کم قد اخذت القرآن کلمہ ما یدرہ ما کلمہ قد ذهب قرآن کثیر و  
 یقل قد اخذت ما ظہر عند انہی - دیکھیں آپ کے جناب ابن عمر صاحب قرآنین نقصان  
 کثیر کے وقوع کے قائل ہیں اور غایت شفقت اور نصیحت سے اور آدمیوں کو دعویٰ اخذ تمام قرآن  
 منع فرماتے ہیں انکار ثانی یہی فرمائی کہ کتاب اللہ کو جبکہ حافظ خود خداوند حقیقی تبارک و تعالیٰ  
 ہی محرف کہتے ہیں۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر اور آپ کی اون بزرگوں پر  
 بہنوں نے یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتیں ثبوت تحریف میں پیش کی ہیں مگر وہ فحشہ کا  
 خاتمہ ہو چکا ہے افسوس کہ آپ یہ پہلی خیال نہیں فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت میں ہم روایت  
 پیش کرتے ہیں قطع نظر اسکی صحت نقل و رسم صحیح کے اسکی کچھ ہی دلالت مدعا پر  
 ہو نہیں سکتی یہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اس میں وقوع تحریف پر نہ دلالت مطابقت  
 ہے نہ تضمنانہ الزام نہ اشارۃ نہ دلالتہ اقتضائے کی طرح ہی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہیں ہوتا  
 حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتی ہیں۔ اس میں قدوس مسئلہ  
 قرآن کثیر واقع ہے جبکہ آپ تحریف پر وال سمجھتی ہیں حالانکہ یہ تحریف پر ہرگز دلالت نہیں کرتا  
 کیا ذہب کے معنی یہ ہیں کہ صحابہ نے ناقص کر دیا سبحان اللہ اس فہم پر آفرین ہے پیراد سپر  
 دعویٰ کیا کیا کہہ۔ اب سنی کہ تمام اہلسنت کا وہ سپر متفق ہیں اور اس جماع رکھتے ہیں کہ یہ قرآن  
 جو اہلسنت پاس موجود ہے اور جو حفظ کرتے ہیں حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت علی علیہ السلام  
 علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکل کر امداد و اور اسی ترتیب کے ساتھ ہے جس ترتیب کے ساتھ لوح محفوظ  
 میں ہے۔ اس میں جہد آیات کی کمی و بیشی ہوئی وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 زمانہ میں واقع ہے جہد نزول ہوئی گئی بیشی ہوئی گئی اور جہد نسخ ہوئی یا میلان گئی وہ کمی و بیشی ہرگز  
 آخرین میں یہی قرآن جو اہلسنت پاس بقارۃ بعد مری ہوئی گئی یا میلان گئی اس میں کچھ تغیر و تبدل ہوئی گئی  
 بیشی ہوئی یا وہ یہ ممکن کہ اس میں کوئی شخص کہ قسم کا تغیر و تبدل نسخ تحریف کر سکے اہلسنت کے

روایات اہل سنت پر ثبوت تحریف کے اعتراف جو ب

نزدیک یہاں مجرب حالات و مشغلات کی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کیا ہے  
 میں واقع ہو سکتا ہے ایک تو یہ کہ حکم منسوخ ہو گیا ہے اور تلاوت باقی رہ گئی۔ دوسری یہ کہ تلاوت نافذ  
 منسوخ ہو گئی اور حکم باقی ہے۔ جیسی آپت الرجم۔ تیسری یہ کہ لفظ اور حکم دونوں منسوخ ہو گئے  
 پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل فرمائی اور اس کے  
 ظاہر سے یہ ہیں۔ کہ بیت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منسوخ ہو گیا اور جاننا رہا تو کوئی یوں  
 نہ کھڑا کہ میں سب قرآن منزل پر حاوی ہو گیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہ گیا اور اس کے ہرگز  
 یہ سمجھنے نہیں ہو سکتے کہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی اس میں سرگرم کر دیا  
 یہ حضرت حبیب اور ان کے علماء متکلمین کی خوش فہمی ہے۔ **قولہ** اور سنی آپ کے علامہ سیوطی  
 اتقان میں فرماتے ہیں قال ابو عبیدہ حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المہاجر  
 بن فضال عن عاصم بن ابی الجود عن زر بن حبیش قال قال ابی بکر کتب من تعد  
 سورة الاحزاب قلت اثنين وسبعين اية قال اكانت لتعد سورة البقرة ان  
 كالتقر فيها اية الرجم قال اذا زينا النحر والسيح فاجمعا البتة تكالا من الله  
 والله غرر حكيمة دیکھ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر ہی  
 اور اب ہتھ تھتھ آیتوں سے زیادہ نہیں ہے **قولہ** اس روایت کا حال ہی مثل  
 سابقہ روایت کے ہے اس میں کہیں تحریف کے ثبوت کا نام و نشان ہی نہیں رہتا ہے  
 کیونکہ یہ کہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص کے سو اس قسم  
 روایات سے یہ دعائی سچ مضمون نہیں ہوتا بلکہ اس روایت میں جو حکم ہوا وہ اس کا محمل  
 وہی نسخ ہے جو عرض کیا گیا اس سے تحریف سمجھنا حضرت کے اور حضرات کے اسلاف کی خوش  
 فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راجع اصغہانی محاضرات میں لکھتے ہیں وقالت عائشة  
 كانت الاحزاب تقرأ في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم ما معني اية فلما كتب  
 عثمان المصاحف لم يقرأ الا على ما ثبت وكان فيها اية الرجم **قولہ** یہ سب مریع

آپ کے مدعا کے مخالف ہر گز افسوس آپ کو اتنی ہی فہم نہیں کہ یہ سمجھ سکیں کہ یہ ہماری مدعا کے موافق ہے یا مخالف یہ عبارت قلم کتب عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ثبت صریح وال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ قدرت ہوئی تو سلوم واکہ خداوند تعالیٰ اوسکو منسوخ فرما دیا اور ٹیلا دیا اور دولتر محو کر دیا یہ عجیب ہے کہ ہمارے فاضل مجلی با اینہما ادعا انصاف و علم تحریف صحابہ کی سمجھت میں قولہ آپ کے علامہ سیوطی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں اخرج ابن مردويه عن ابن مسعود قال كنا نقراء على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ان عليا مولى المؤمنين وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس اور مرزا محمد بن محمد خان بدخشاہی جنکو فاضل رشید اپنے ایضاح لطاۃ المقال میں عطاء المسند فرماتے ہیں کتاب مفیاح النجا میں کہ آپ کے خاتم المتکلمین ازالہ الغین میں اس سے احتجاج کرتے ہیں یہ لکھتے ہیں۔ وخرج ای ابن مردويه عن زر عن عبد الله قال كنا نقراء على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ان عليا مولى المؤمنين وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس اور بہت ایسی روایتیں آپ کے کتب معتبرہ میں منقول ہیں جو طوالت نہیں لکھتی۔ **اقول** اس روایت کا حال ہی مثل روایات سابقہ کے ہے ہیں ہی کہیں وقوع تحریف پر کس طرح دلالت نہیں بلکہ اس میں یہ ہی نہیں پایا جاتا کہ یہ الفاظ ان علیا مولی المؤمنین قرآن ہی الفاظ ہیں اور خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ پس سنی کہ اولاً اس روایت کی صحت مسلم نہیں سلنا لیکن اسکا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اس طرح پڑھا کرتے تھے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہوں وہ قرآن میں داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہوں اور ابن مسعود یہ سمجھا کہ یہ قرآن میں داخل ہیں تلاوت کرتے رہے ہوں رسلنا کہ اصل قرآن میں ہی لیکن منسوخ ہو گئی۔ معہذا ان روایات کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن ہوا اور بعد وفات آپ کے جامعین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہ نہ ثابت ہو  
تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قولہ** اگر ان ہی دو تین روایتوں کے نتائج پر بحث کریں  
تو طول ہو جائیگا اور پہلے ہی کیفہ در طول ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر کہتے ہیں **اقول**  
اگر دوسرا وقت جس پر نتائج روایات پر بحث کو منحصر رکھا ہے یہی وقت ہے تو ہم منتظر ہیں **قولہ**  
ای حضرت شیعہ کی روایتوں میں تو صرف کمی ہے وارد ہوگی آپ کے بیان علاوہ ایسی روایتوں کے  
جو متضمن کمی نقصان کثیر کے ہیں قرآن مجید و فرقان حمید جو فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے  
اوسکا غلط پرہی شمل ہے چنانچہ معالم التنزیل میں تحت آیت کریمہ لکن الراستون فی العلم  
منہم والمومنون یؤمنون بالاذل وما ازل من قبلک والمقیمین الصلوۃ لکھا ہے  
واختلفوا فی وجہ انتصابہ فحکم عن عابثہ وابن زحمان انہ غلط من الکاتب  
ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمون الصلوۃ وكذلك قوله تعافی سورہ المائدۃ  
ان الذین امنوا والذین ہادوا والصائبون قوله تعافی ان ہذان ساحران قالوا ذلک  
خطا من الکتاب وقال عثمان فی المصحف لحنًا وسقیمۃ العرب لستہا فعیل لہ الا تغیر فقال  
دعوا لہ لا یجل حرام ولا یحرم الا انہما فی الذہاب غور فرمایا کہ وہ قرآن جو فصاحت  
میں بلاغت میں معجزہ ہے اور جسکی شائین فاتو بسورۃ من مثلہ حق تعالیٰ فرماتا ہے آپ کے  
یہ حضرات خصوصاً حضرت خلیفہ ثالث اس میں لحن و سقیمۃ العرب فرماتے ہیں ابستہ تک کے یہ  
ہی نسخی ہیں۔ **اقول** ای حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیوں تسلیم کرتے ہیں  
زیادتی کو کیوں نہیں قبول کرتے آپ کے طوسی اور طبری صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل  
فرمایا ہے غلط ہے روایات سے کمی ہی ثابت نہیں بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تقدیم و تاخیر گویا ہر قسم  
کی تحریف ثابت ہے ہر پہر تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہیں کیا آپ نے روایت میں  
لوازید فی القرآن ونقص نہیں ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکی بہت سی روایات ہیں ہر طرفہ تاشا  
یہ کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہلسنت کی کمی کے ساتھ جو نسخی ہیں غلط ملاحظہ فرماتے ہیں

تاکہ اس سلسلہ میں اور اس پیرایہ سے اپنا عیب پوشیدہ رہے پس اس طرح رہی کہ جو کئی اہلسنت کے  
 روایات سے ثابت ہوتی ہے اسکے ساتھ اس میں کوئی ربط نہیں کہ جو آپ کی روایات کا مدلول پوچھ کر  
 اہلسنت کے روایات کا مدلول وہ کہی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپ کی روایات کا مدلول وہ کہی ہے  
 جو صحابہ نے بعد حضرت سے اللہ علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ دستہ کی ہے۔ فاینہا من ذاک  
 ما وہ ازین بار جو اس فرق و سبب کے پھر بعد کی روایات سامی میں مفہوم ہوتی یا نسبت اس  
 وہ کہ بہت کم ہے جو روایات اہلسنت ثابت ہوتی ہیں اگر آپ کو تردد ہو کلینی میں ملاحظہ فرمائیوں تم  
 بسبب اختصار کے نقل روایات میں تعرض نہیں ہوتے۔ بلکہ اعتراض کہ ہماری روایات کے بموجب  
 باوجود معتبر ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر نہیں مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقیمین اور مصابون اور  
 ان بذان غلط تسلیم کر لیے۔ کیے سو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو یہ روایت میں معتبر نہیں چنانچہ  
 ابو حنیفہ بن عاصم بن ثمان بن عیینہ تم یض خود اسکی ضعف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہ کہ  
 یہ روایت سند میں کئی فرق کے ساتھ وارد کی صحت تواتر قطعی ثابت ہے تو بعالمہ اسکی  
 سند میں قوت کی کارہ روایت میں ہی تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہ کہ یہ تخیل اگر ہے  
 تو صرف باعتبار قواعد ایمان کے ہے اور جب یہ صحابہ اور تمام ائمہ عربیہ نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا  
 اور اسکی حق کی توجیہات بیان کر دی تو یہ قول خود ضعف اور شاذ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو عالم  
 میں اسکی بعد میں مذکور ہے اور ہماری فاضل محاسب نے ترک فرمائی ہے وہ اس پر صریح دلیل ہے  
 اور وہ عبارت یہ ہے وعامة الصحابة واهل العلم على انه صحيح۔ چوتھی یہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیرہ  
 یہ روایت نہ پوچھی ہو اور انہوں نے اس اعراب کو ظاہر خلاف ظاہر دیکھ کر اپنی رائی اور  
 اجتہاد سے بلا مذہب یہ فرمایا ہو کہ یہ کاتب کی خطا ہے اور اس خطبہ میں ازلی رائی نے خطا کی ہو  
 تاہم نہ کتب میں نہ روایات میں۔ یہ روایت اپنی رائی اور اجتہاد میں خطا پر معصوم ہیں۔ پانچویں یہ  
 یہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو انہیں کاتبوں کی خطا کے سبب ارشاد فرمایا اس خطا اور  
 غلطی سے مراد یہ ہے کہ یہ خطا سبب سے مراد اس خطبہ سے ہے کہ روایت

مختلفہ میں سے صرف اولے خستیار کر کے اوپر تمام است کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو خلی اجازت  
 اور خیر نزل اور تیسرے ہوتا اور ترک کر دیتے۔ حاصل یہ کہ ترک اقتصار علی الاولے میں کاتبوں نے  
 خطا کی۔ چہتی یہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ اگرچہ درین واسطوں اور ان ہاں صحیح ہے  
 ۱۔ اسکی صحت میں کچھ کلام نہیں لیکن ان کی صحت بتوجہ و تاویل ہے اور المقتضون اور الماخذ  
 اور ان ہاں بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہے  
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فی الاخبار کے خلاف اولے اور  
 خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کر دیا ہو۔ اب اسکا جواب سنی جو روایت آپ نے حضرت عثمان  
 نقل فرمائی ہے جسکا مدلول یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں بحسن و اول قوم اس روایت  
 کی صحت کو نہیں تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ انا نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحییٰ بن عیمر اور عکرمہ  
 اس روایت کو حضرت عثمانؓ سے روایت کیا ہے اور دونوں نے نہ حضرت عثمانؓ کو دیکھا  
 اور نہ ادنیٰ کچھ سنا ہے تو یہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسکی صریح  
 عقل دلائل کرتی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور انہوں نے  
 صحابہ کو جمع کر کے اس مہم کا انجام کیا تو انہوں نے کوئی لفظ ایسا جو بحسن و خطا ہو اور  
 موجب قدح اور اعتراض کا ہو گزربانی نہ ہو گا۔ اور کیونکہ عقل سلیم اور باور کر سکتی ہے  
 کہ ایسی غلط الفاظ کہ جنہیں کسی قسم کا سفا و حاصل نہ ہو دیدہ و دستہ قرآن میں باقی رہیں بروی  
 عقل ہرگز ممکن نہیں۔ پس سلوم ہوا کہ یہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے  
 تمام حروف و حرکات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہ روایت صحیح ہو ہی تاہم متواتر  
 معارضہ نہیں کر سکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محل بالکل منسحب اور صاف ہے  
 کہ جنہیں کچھ شک شبہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض مستح و یہ کہ اگر یہ روایت صحیح ہو اور حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا ہو تو اسکی معنی یہ ہیں کہ فی المصحف یحذف فی تلاوتہا  
 یعنی بعض جگہ رسم خط اس طرح ہے کہ اگر اسکو پڑھنی والا اسکی طرح پڑھی طرح کر رہتا

رسم الخط کے لکھا ہوا ہے تو وہ غلط ہوگا اور تلاوت میں محن واقع ہوگا تو حاصل یہ ہوا کہ مصحف  
 میں باعث بار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہیں جنکی تلاوت میں اگر ادا بطرح پڑا جاوے جس طرح  
 لکھی ہیں تو محن واقع ہوتا ہے۔ چنانچہ لا اذ بحنہ اور لا اذ ضحوا اور سن بنائی المرسلین وغیر ذلک  
 اور ظاہر ہے کہ اگر یہ الفاظ بدون معرفہ رسم الخط ادا بطرح تلاوت کی جاوے جس طرح کہ لکھی ہوئی ہیں تو  
 بالکل تغیر ہو جائیگی۔ اور بحباب غنی ہو جائیگا۔ اور کلمات میں ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو ان میں  
 کی طرح داخل نہیں ہے اور تلاوت غلط ہوگی۔ پس اسکو سمجھئے یہ نہیں کہ الفاظ قرآنی یا ادا سکے  
 رسم الخط میں ہی غلطی اور محن ہے۔ پس یہ حضرات شیخ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سوچے  
 سمجھ کر نقل کر دیتے ہیں پھر علاوہ اسکو دین و دانت کی یہ کیفیت ہے کہ روایات نقل میں حضرت کشمیری  
 صاحب صاحب ترمذی وغیرہ نے اس روایت کے الفاظ کو نسخ و تحریف کر کے اپنی اعتراض کے  
 تقویت اور تائید کی غرض سے کچھ سے کچھ بنا دیا ہے اور ہماری فاضل مخاطب نے ہی انہیں کی  
 تقلید فرمائی اور خوشی سے کہ انہیں الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کی تھی بڑے ناز و تمنا  
 کر ساتھ نقل کر دیا۔ حالانکہ وہ رسم الخط میں اب میں عرض کرتا ہوں کہ اصل کیونکر تھی اور پھر حضرت  
 زانین نسخ و تحریف فرما کر اپنے مدعا کے موافق کیونکر بنایا۔ اصل الفاظ یہ تھے وقال عثمان  
 ان فی المصحف لحنا و ستقیم العرب بالسنہما اسین لفظ ستقیمہ صیغہ مضارع کا ہے  
 اب افعال تاقیمہ کر اور ادھر حرف سین استقبال فریکے لپی داخل ہے اور ہائی ضمیر آخر میں بلحق  
 جو راجع الی اللہ ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ عرب اسکو اپنے زبانوں کے ساتھ تلاوت میں پیدا  
 اور شیک کر لیں گے چنانچہ بعض روایات میں ان العرب ستقیمہ بالسنہما مروی ہے اور  
 بعض روایات میں تقیمہ اور ہے چنانچہ شیخ ابو سعید عثمان بن سعید بن عثمان المقرم نے  
 اپنے کتاب رسم الخط میں یہ روایات نقل کی ہیں پھر اسکو حضرت مزار کشمیری صاحب وغیرہ  
 اور ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ و تحریف فرما کر اس طرح بنایا کہ حرف سین اصل میں خزاوہ  
 آیا اور حرف ث تاقیمہ مضارع کو حذف فرمایا اور اسے ضمیر کو تائی تاقیمہ سے بدل کر لفظ

شیخ زانین صاحب ترمذی روایت کا ہونا۔

سقیمہ مادہ سقم باب سقم سقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت مشبہ کا بنایا جسکے معنی یہ ہو گئی  
 کہ قرآن میں عرب کے الفاظ سقمہ یعنی ضعیفہ اور مروجہ اور غلط داخل ہیں پر اب دیکھیں کہ قرآن میں  
 کو کس قدر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپ کے اس دین و دیانت پر صد آفرین ہے مجھے نہیں کہتے  
 خدا تعالیٰ آپ صاحبوں کو اسکی جزا و فور عطا فرماوے ویرسم امده عبد اقال آمینا۔ پس ہم نے  
 خوب غور کیا اور تیر سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہیں نہ کہیں بحسن قرآن میں مروجہ سقیمہ  
 العربیہ ہے یہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرت عنایت کا اثر ہے کہ روایت میں جسکو وجہ سے  
 ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرات شیعوں کے نزدیک مروی انکی روایات کہ جو ائمہ سے  
 مروی ہوئی اور جو عین قطع کوہ میں جنگو اکابر شیعہ نے تسلیم کر کے دوج تحریف کا اعتقاد کر لیا ہے  
 قرآن میں کسی دیشی اور غیر تبدیل اور سطح تحریف بہت کچھ ہے ہر ایک کتاب بالقرن و مختلف ہے، دہین  
 اور تناسک کے یہ معنی ہیں وہ ہیں **قولہ** غرضکہ او اسی قسم کی روایتیں در سنن و اتفاق وغیرہ  
 میں موجود ہیں ارادہ تھا کہ جو کچھ انکے جواب آپ کے علمائے دینی میں وہ نقل کر کے انکی کیفیت ہی  
 لکھو جائے مگر خوف اطباء نہیں لکھتی پیر دیکھا جائیگا۔ **اقول** یہ جب کہی آپکا دل  
 جا ہی دیکھ لیجئے ہم ہر طرح حاضر ہیں نہ تحریر سے انکار ہے نہ تقریر سے دریغ مصرع ہمیں بہت  
 ہیں چونکہ ہیں **کہ قولہ** آپ کے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا کہ غلط ہے تہر باب  
 بلکہ کتاب اللہ کو جبکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پڑوایا علی اختلاف الرئیین **اقول**  
 پہلوی دلیل شرعی سے یہ تو ثابت کیجئے کہ سلسلہ جلوایا یا بیڑانا انت اور خلاف تعظیم و احترام ہے  
 جب تک آپ یہ ثابت نفراد نیگی اوسوقت تک آپکا اعتراض ہی لغو ہے اولائن التفات نہیں  
 یعنی ہم آپسے ہر بلکہ علماء اثنا عشریہ سے استفتاء کرتے ہیں جواب تحریر فرما دیں کیا فرماتے ہیں علماء  
 امامیہ اثنا عشریہ اس صورت میں کہ ایک شخص نے ایسی حالت میں کہ اوسکو نزدیک و آن شریف  
 میں کلمات تفسیر ہی لکھی ہوئی تھے اصل قرآن کو اوسکی جہاں کے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و  
 تالیف کے اوسکی نسخہ کو اطراف و اکناف عالم میں شائع کیا اور اوسکو موافقین و مخالفین نے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا پہر اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو ہمیشہ مسودہ کے  
 ہوا اور جس میں کلمات تفسیر ورج تہی مباد و اظہر ہو کر باعث اختلاف است و نزاع کا ہوا و سکو جلوادیا یا پارہ  
 پارہ کر دیا تو یہ شخص ماجور ہے یا آثم اگر آثم ہے تو کس گناہ کا تکیب ہوا بیوالبالد لائل الشریعہ  
 تو جرد اور نہیں تو اسی مختصر سوال کا جواب دیدیگر اگر کوئی شخص بلا قصد اہانت قرآن شریف کو اپنی  
 رائی میں کوئی مصلحت شرعی سمجھ کر جلوائے یا پھر وائے تو جائز ہے یا حرام حضرت میر صاحب  
 حسب شہادت آپ کے امام کلینی کے۔ امام صادقؑ نے تو یہاں تک اہانت کی کہ ہاتھ سے ہینک دیا  
 تفسیر سورۃ نمل میں مفسر صافی روایت نقل کی ہے و فی الکافی عن القاسم عن (عن الصادق)  
 انہ قراء انکون ائمتہ ہی ازکی من ائمتکم فقیل انا نقراھا ائمتہ  
 ادبی من ائمتہ فقال وما ادبی من ائمتہ ما بینہ فطر جہا ہم اسکو پنی  
 ایسی ہی ہتھسار کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس طرح قرآن کی اہانت کرے تو جائز ہے یا حرام  
 قولہ یہ جواب فرماتے ہیں کہ بیاض عثمانی قرار دین آپ کے خاتم التکلیف کے عادت میں چونکہ  
 تسخیری بغور سخیہ ادہون نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپ نے اذکر عبارت میں تامل نہیں فرمایا  
 معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب ناملائم سے مقب کیا ہو۔ یہ محض لذب و فتراہ  
 ہے۔ اور اگر آپ اسباب میں کوئی سند لاسکتے ہیں تو لایح۔ **اقول** جب وقوع تحریف روایت  
 صحیحہ یا عتراف اکابر شیعہ ہم ثابت کر چکے تو ظاہر ہے کہ یہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت  
 عثمان رضی اللہ عنہ میں ہے واقع ہوا ہوگا کیونکہ وہ جمع و تالیف جوادل شخصین کے زمانہ میں کی تھی  
 اور کا خلاصہ ہی ایسی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اسکو  
 اگر شیعہ محرف عثمانی اور بیاض عثمانی کہیں تو کیا بعید ہے۔ یہ لفظ نسہ اسکا بدل تو بصری روایات  
 ثابت ہوتا اور اگر متبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی نصیحتات میں یہ لقب ہی نکلیگا۔ علاوہ  
 اسے کافی میں تھی ہے روایت ہے کہ امام صادقؑ نے (باین الفاظ) ان کمون ائمتہ ہی ازکی من ائمتکم پڑھ کر فرمایا

کہ ہم تو اسکو ائمتہ ہی کہیں گے اور اہل حق ائمتہ ہی کہیں گے اور اہل حق ائمتہ ہی کہیں گے اور اہل حق ائمتہ ہی کہیں گے۔  
 ان کمون ائمتہ ہی ازکی من ائمتکم پڑھ کر فرمایا اور اسکو ڈال دیا۔ ۱۳۔

ہمیں ماسبق میں ارغام سے عبارت کتاب بارہ ضعیفہ کے نقل کے ہے اس سے صریح یہ لقب  
 نامعلوم نہیں ثابت ہوتا تو کیا ثابت ہوتا ہے چونکہ اسم این قرآن نظم عثمانیست الخ نظم عثمانی اور  
 بیان عثمانی میں کیا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ اپنے علماء کی کتابوں کو دیکھتے نہیں جو آپ کو  
 اپنے مذہب کا حال معلوم ہو۔ پس ہم نے دلائل سے ثابت کر دیا اور آپ کا کذب و افتراء کہتا  
 محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ انصاف فرما دیں کہ کیا کتاب اللہ سر تک کے یہی معنی ہیں کہ  
 جس کا حافظہ خود خدا حقیقت تلے شانہ ہوا اور اس کو محرف و غلط و سقیمہ العرب فرما دیں اور اس کو جلالین  
 یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہیں اور بجائے تعظیم و احترام جلالین اور انکو دین میں پیشوا و مقتدا اور  
 سمجھیں **اقول** سب ارشاد ہمنے تو انصاف سے عرض کر دیا کہ غلط ہونے کا الزام خوش  
 فہمی ہے اور محرف ہونے کا الزام کذب و افتراء اور سقیمہ العرب ہونے کا الزام حضرات کے خیانت نہیں  
 بلکہ دین و خیانت ہے۔ لیکن تم تک کے یہ سنی کہ کتاب اللہ کو محرف فرما دیں اور اس میں تحریف اعتقاد  
 کریں اور موافق اصول کے قرآن میں تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تک کے یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو  
 پنجہ شمول طریق اہانت کے پسینک دیوں۔ اور تک کے یہ سنی ہیں کہ اگر لوگوں کو جو قرآن غلطیوں کا اور  
 تحریفات کا عتقاد کریں یا تحریف کی شہادت دیوں یا قرآن کو اہانت کے ساتھ پسینک دیں اور جلال  
 تعظیم و احترام اس کی اہانت کریں انکو مقتدا اور پیشوا واجب الطاعت بمنزلہ انبیاء و ملکہ انبیاء و اسرافیل  
 سمجھیں غلط بین تفاوت رہا از کجاست تا بجاء **قال الفاضل المحجیب**۔ قولہ۔ کیا تک کے  
 یہی سنی ہیں کہ (نوذ با اللہ توبہ توبہ) آل سول کی بیات طہیات کو بلکہ انکی شرکاء ہونکو مخصوص  
 اعداء ہر دین۔ چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تحفہ و منتہی الکلام آیات بیات نے روایت نقل کی ہے  
**اقول**۔ صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غصبت سنا نقل کی ہے مگر ہا حضرت محبت نے اپنی طرف سے  
 بلکہ انکو شرکاء ہونکو الخ زیادہ کر دیا کمال سی نہیں فرمایا شرم و حیا سے خوب کام لیا۔ حضرت وہ عبارت  
 بعینہ نقل فرما دیں جس کا ترجمہ خود بدلتے بلکہ انکی شرکاء ہونکو فرمایا ہے۔ معاملہ دینی میں اگر تصرف  
 کرنے سے آنحضرت کو خوف خدا نہیں۔ اہل علم و عزم و ہمت جہاں میں **يقول العبد الفقير الى مولاه**

جب آپ کے امام کلینی نے اول فرج غضبت منہا طہیات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقل فرما کر  
بلکہ انکی شرکاء ہونکو انھ لکھ دیا تو کیا غضبت ہو اول فرج غضبت منہا کا اگر یہ ہے بعینہ مطلب نہیں  
تو آپ ہی فرمادیں کہ اسکے سوا اور کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد شرکاء نہیں ہے  
یا غضبت سے منصوب ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ ان ہمارے یہ تو خطا فہم ہے کہ ہم نے لفظ فرج کا  
ترجمہ شرکاء کیا ہے اور لفظ فرج عضو مخصوص کے لیے صریح ہے اور شرکاء کنایہ لطیف معلوم ہوتا ہے  
کہ آپ اس وقت پسند آتا اور صحیح معلوم ہوتا جب کوئی شخص آپ کے امام کلینی کے اس شخص کا ترجمہ دینی  
صریح اور مثبتہ الفاظ میں معاذ اللہ کرتا۔ پہلو نہایت افسوس ہے کہ خطا تو آپنی امام کے اور جہلا من بہر  
خلاف خدا اور اہل علم سے منہ و حیا تو آپنی امام کلینی فرامین اور عتاب بہرہ پیر اگر یہ الفاظ بمقتضای  
آپ کے دین و ایمان و حیا و شرم کی حیاتی سے ناشی اور استتبع میں تو اپنے حضرت کلینی کے روح  
پختہ کو صلوات میں سنائی یا جو اونکو ساتھ بندگو میں جن سے اونہوں نے یہ فحش اور حیائی کے  
بات اخذ کی ہے اونکو کچھ کہی یہ تو محض نقل مضمون میں کہ الزام نہ مت میں شکیں کیا تو بہر  
یہ کہ جب غصہ کیون نکالا جاتا ہے ان اگر ہمیں نقل میں خطا کی ہو اور اپنی طرف سے تراش کر  
لکھ دیا ہو تو اس وقت اس پر ہم ضرور وار تھے۔ یہ معلوم نہیں کہ آپ ہم پر کیون جہلا دہر۔ ہم نے کیا  
بیجا تصرف کیا ہتا جو آپکو یوں بے طرح جوش آگیا۔ اگر اسنے اپنی طرف سے کوئی تصرف کیا ہتا  
تو پہلے ثابت کرنا چاہی ہتا اصل روایت کلینی سے نقل فرماتے اور لکھتے کہ اس دایرے نسبت  
یہ زیادت ہے اور نقل مضمون میں یہ ناجائز تصرف ہے اور بدون اسکو وہ نہیں بے دلیل شر غلطی  
اہل عقل و خرد کا تو کام نہیں ہے۔ اور ہر طرف ماجرا یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے  
اول فرج غضبت منہا نقل کی ہے جس پر بظاہر الزام صاحب تحفہ کی طرف عاید کیا ہے اور یہ  
نہیں فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہا نہ نقل کی ہے اصل موجود میں فحش و حیائی کا لفظ  
یہ آپنی دیانت کا مقتضا ہے۔ معذرا یہ جو سوال فرمایا کہ حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرمادیں  
بکنا ترجمہ خود بدلتے بلکہ انکی شرکاء ہونا فرمایا ہے) اسکا جواب یہ ہے کہ بندہ کی عبارت کو

بغور ملاحظہ فرمادین۔ اوسمین کہاں لکھا ہے کہ یہ ترجمہ ہے جسکو واسطہ تطابق لفظی شرط ہے جسکو  
 آپ تلاش فرماتے ہیں۔ حیف ہے کہ آپ کو اتنی ہی خبر نہیں ہے کہ یہ ترجمہ نہیں ہے بلکہ نقل مضمون  
 اور حکایت بالمتنی ہے جسکے لیے صرف اتحاد و مطلب شرط ہے و بس سہل و سہل نہیں جاننے اسکا  
 ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجھا۔ باقی رہا خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو بہت حضرات شیعہ کو  
 حاصل ہے کہ سقیمہ العرب مسخر کے اپنی مطلب کے لیے سقیمہ العرب بنالیا اور اپنی مدعا کے موافق  
 روایت میں تصرف کر دیا البتہ معاملات دینی میں خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم و حیا تو بہت ہوتی ہے  
 اس طرح آپ کے شریف رضی نے نہج البلاغہ میں جا بجا جناب امیر کی کلام کا مستحسان کیا  
 اور اوسکو نسخہ تحریف کر ڈالا جس سے شراح کا ہی ناک میں دم آگیا اور بے اظہار کیے اذکو بھی  
 بن نہ پڑا چنانچہ ہم ابحاث سابقہ میں بطور شتی نمونہ نذر و اعرض کر آئی ہیں البتہ خدا کا خوف اور اہل  
 علم سے شرم و حیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیریں ہیں جو کبھی قدر حافظہ میں ہیں مگر خوف  
 تطویل و رخصت نہیں دیتا۔ قول کہ یہ حال حضرت محیب کی غرض اس سے نکاح کلثوم ہے  
 اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہیں۔ اور اگر ہوا تو ام کلثوم نسبت  
 حضرت زہرا۔ علیہا السلام سے ہوا یا کس ام کلثوم سے کیجا دی تو بہت ہی طویل ہو اور  
 باعث بیماری اور عدم الفرضی اس قدر طویل بحث چھیڑ نہیں سکتے اور نیز پہلے ہی اس بحیرہ میں مل  
 ہو گیا۔ اگر حضرت محیب کو شوق ہو تو جواب آیات ثنیات و اہب النیران و تحفہ الاشعریہ وغیرہ  
 میں ملاحظہ فرمالین **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپ کو ضروری دینی مسائل  
 کی تحقیقات کی نسبت استدراج و اغماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیوں چھیڑتا ہوا رہے  
 جو شروع جواب میں ارشاد ہوا تھا کہ (اگر غور فرمائی تو یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے) یہ صرف مذہب  
 ہمارے ہی واسطہ تھا اور اقامت دین الناس بالبر کے حکم میں تھا۔ اگر آپ ایسی مریضہ مدیم  
 الفرضت تھی تو آپ نے سوال ہی کیوں لکھا۔ شاید آپ کو یہ خیال ہو گا کہ خصم کب دست بگریبان ہوتا  
 اور کب یہ دور خسیاہ نظر آئیگا۔ اب جب موقع آیا تو یوں غدر و جمل و لریز و اغماض ہونے لگا

آپ کا خصم آپ کی ایسی ایک نہ سینگا جب تک آپ جواب صاف نہ دینگے وہ آپ کا گلوگیر ہی رہے گا۔ سچان سچ  
 جواب آیات بیات پر آپ ٹالتے ہیں۔ شعر سوال بوسہ کو ملا جواب چنیں ابرو سی + برات  
 عاشقان بر شاخ آہوا سکر کہتے ہیں۔ حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب دیکھو اگر جواب  
 آیات بیات میں یہ بحث تو آپ دہن سے دیکھ یہاں کہ جواب دیکھو آپ کے خصم کو کچھ حاجت  
 نہیں کہ وہ یہ کتابیں دیکھتا پھر ہی۔ حیل خوف نطویل بالکل لغو ہے۔ جہاں آپ نے چار ورق کے  
 جواب میں چہ جز تحریر فرمائی اور اس کے لیے آپ کو بیماری اور عدم الفرستی مانع ہوئی تو اب مسئلہ کی  
 پوری ایک دو جز کا کچھ ضائقہ نہ بنا۔ مگر شاید عجب نہیں کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سی بیماری  
 صحت حال ہوئی ہو اور جاڑا چڑہ آیا ہو کیونکہ یہ مسئلہ ایسی ہی ہیری کہیر ہی اگر یہ ہے تو ہم ہی  
 معافی لکھ دینگے اور سحر و سحر گمراہی۔ **قولہ** مگر یہاں صرف اس قدر کتاب نامہ کہ طرح  
 اہلسنت ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ہوا اس طرح شیعہ انکی کتب سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح کلیم  
 بنت زہرا سے نہیں ہوا۔ اور یہ نکاح ہی باکراہ ہوا جو غضب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ ہی  
 چنانچہ دو تین روایتیں اس قسم کی لکھی جاتے ہیں صواعق مرقۃ ابن حجر میں ہے صحیح عن عمر  
 خطب ام کلثوم من علی فاعل بصغرها و بانہ اعدھا لابن اخیه جعفر فقال لہ عمر ما رد  
 الباوة ولكن سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل سبب ونسب ينقطع  
 يوم القيمة مالا سببی ونسبی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے ان علی لما عن  
 نکاح ابنتہ بعمر واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منه ذلك العذر حتى الجأ الخ غور فواثر  
 کہ لفظ الجاہ آپ کی کتاب میں موجود ہے۔ غضب اور اس لفظ میں صرف تلماع لفظی ہے یہ کتاب  
 ہمت الدمدار میں ہے ام کلثوم دختر ابو بکر بود مادرش اسما بنت ہمیس کہ اول زن جعفر طیار  
 بود باز بنکاح ابو بکر در آمدہ از ابو بکر پسری عبد الرحمن نام دیک دختر ام کلثوم زانیہ بعد  
 ازان بنکاح علی بن ابی طالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر در آمدہ حمر بن خطاب با ام کلثوم  
 دختر ابو بکر ہوا۔ انتہی۔ نہ سیکہ ج طرح اہلسنت بہ نکاح ثابت کرتے ہیں۔ شیعہ

اسی طرح اونکی کتابوں میں اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر  
 سے ہوا اور چونکہ وہ دامن عاطفت جناب امیر علیہ السلام میں ملی تھی فرط ربط و اتحاد سے وہ جناب  
 امیر کی ہی بیٹی مشہور تھی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تھا۔ چنانچہ روایت مذکورہ  
 ثابت ہر قول دشمنان روزگار ناظرین رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی تقریر  
 اور کما حقہ اس باخلاق اور حیرانی و پریشانی سمجھ گئی ہو گئی کہ کیسی گرداب اعتراض میں ڈکبان کیا ہو  
 اور تہہ پائو لیس سید ہی مار ہے ہیں لیکن ولات حین مناص۔ اب لہجہ ہم اس بحث کو چھوڑیں  
 اور تمام پہلوؤں پر جو ہماری فاضل مخاطب نے اس جگہ ذکر کئے ہیں بحث کرتے ہیں۔ اول ہماری فاضل  
 مجیب نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہیں ہوا۔ دوسرا دعویٰ  
 یہ کیا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہ دعویٰ کیا کہ یہ  
 نکاح ہی باکراہ ہوا۔ پھر ان تینوں دعویوں کی ثبوت کے لیے تین روایتیں ذکر فرمائی۔ ہم صراحتاً  
 کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیوں ذکر فرمائی اس سے کس دعویٰ کا  
 اثبات مظنون سامی ہے نہ پہلے دعویٰ کے ثبوت سے اس کا تعلق نہ دوسری دعویٰ  
 کچھ ربط نہ تیسرے دعویٰ سے اس بلکہ صریح نقیض دعویٰ سے اول پر دال ہے کیونکہ حضرت  
 فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواستگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ  
 کے ساتھ پیوند ہونا جو قابل القطع نہیں ہے نہ نظر تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ  
 ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تھیں کیونکہ اگر یہ ام کلثوم دختر حضرت  
 صدیق ثبوتی تو پھر اس علت کے ساتھ خواستگاری کے کچھ معنی نہیں یہ پیوند اور خویشی  
 اسی لیے تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رشتہ نسبت منعقد ہو جاوے۔ جو  
 بنت صدیق ثبوتی بلکہ بنت علی ثبوتی ہی جو بطن حضرت زہرا سے نہ منقود تھا تو اس سے صاف  
 معلوم ہوا کہ یہ روایت مثبت نقیض دعویٰ اول ہے اور بطل میں دعویٰ ثانی و ثالث  
 پس ہماری فاضل مجیب کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔ کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب

ایک دفعہ  
 اس کا جواب  
 دیا گیا ہے

اور مثبت مدعا سمجھ کر سب پہلے خصم کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ یہ روایت ہمارے مدعا کو مفید ہے یا نہ لیکن یہ کہ کچھ شکایت نہیں واقعی یہ اعتراض ایسا وار عضال و عقیدہ غیر قابل اعتدال ہے کہ اسکو منکر جعفر اوسان حضرات کی خطا ہوں بجا اور جعفر حواس پریشان ہوں زیبا۔ پہر ایک اور طرف تا شاید کہ تحریر فرماتے ہیں کہ جعفر اہلسنت اس نکاح کو ثابت کرتے ہیں اسطرح شدہ ادنیٰ کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ اہلسنت نہراہر نہیں ہیں جو حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور فہم پر دال ہو کوئی حضرت مخاطب سے پوچھ کہ حضرت ادنیٰ کتابوں کی کیوں قید لگا گئی ہے اپنی کتابوں کو ذکر سے اور انہیں ثابت ہونے ہونے سے کیوں پہلو تہی فرمایا یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل و محامد اہلسنت کے نزدیک کچھ اس نکاح ہی پر منحصر نہیں۔ حضرت کو جو علوم مرتبہ اسلام میں ہے اگر یہ نکاح ہوتا تو یہی وہ مرتبہ حاصل تھا۔ لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو ان فضائل سے انکار ہے اور بلکہ دائرہ ایمان سے خارج سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب امیر کے اور ادنیٰ باجم کمال عبادت تھی تو اس امر کی ابطال کے لیے اہلسنت الزامات شیعہ کی کتابوں سے یہ روایت نقل کر کے انکو جوڑتا کرتے ہیں تو اگر بغیر من محال اہلسنت کی کتابوں میں یہ نکاح ام کلثوم بنت زہرا سے ثابت ہو بلکہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ حضرت شیعہ کے اوپر یہ الزام جو بموجب ادنیٰ روایات کا ہے چنان ہوئے سرت اتنا کہنے سے کہ یہ نکاح اہلسنت کی کتابوں میں ثابت نہیں ہے کیونکہ اوٹھ سکتا ہے حالانکہ یہ ہی غلط ہے کہ اہلسنت کی کتابوں میں یہ ثابت نہیں چنانچہ ہم عرض کریں گے پس اس الزام کے ہماری مفاسل میں نے جعفر جابر و زکریا اور دیات لکھی وہ سب لغو اور بے سود ہیں اور حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور خوش فہمی پر دال ہیں اگر بالکل سکوت کرتے اور کچھ بھی نہ لکھتے تو یہ نسبت اس کے لیے بہت بہتر ہوتا کیونکہ کچھ پردہ پوشی بہتی اب بھی ہم اسکا ثبوت اہلسنت و اہل تشیع کی کتابوں سے کرتے ہیں۔ اول اہلسنت کی کتب معتبرہ مختصر اثبوت سنئی۔ مسیح بخاری صفحہ ۳۰۳ میں مذکور ہے۔ حدیث

اگر اہلسنت کی کتابوں میں فاروق رضی اللہ عنہ ثابت ہو تو انکو دلی کریمہ نہیں۔

اہلسنت کی کتابوں میں فاروق رضی اللہ عنہ ام کلثوم بنت زہرا کا ثبوت۔

عبدان انا عبد الله انا يونس عن ابن شهاب قال ثعلبة بن الجراح ان عمر بن الخطاب قسم مروطا بنينا من نساء المدينة فبقي مروط جدي فقال لبعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله التي عندك يريدون ام كلثوم بنت علي فقال عمر ام سليط احق ام سليط من نساء الانصار ممن تابع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر فانها كانت نزلنا القرب يوم احد اور سینی اسکے حاشیہ پر لکھ کر قال الکریانی ام کلثوم بنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولدت في حوارة رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبها عمر الى علي فقال انا العتھا اليك فان رضيت فقد زوجتها فبعثها اليه يريد وقال لها قولي هذا البر الذی قلت لك فقالت ذلك عمر فقال لها قولي قد رضيت رضی الله عنك ووضع يده على ساقيها فكشفها فمالت الفعل هذا لولا انك امير المؤمنين لكسرت انك ثم جات اباها فقالت بعثته الى شيخ سوء واخبرته فقال لها يا بنتي انه زوجك سنن ابن ماجة وروضعت بخازنة ام كلثوم بنت علي امرأة عمر بن الخطاب بن

عمر بن الخطاب نے کہا کہ عمر بن خطاب نے مدینہ کی عورتوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو ایک چارچنگ اور توپاس توہین رسول اللہ ﷺ کی بار بارہ بار کٹھن بنت علی کو کہا کہ یہ چار رسول اللہ کی دختر کو جو تیری پاس دیدی۔ عمر نے کہا کہ ام سلیط زیادہ حق ہے اور ام سلیط انصار اور انہوں میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی عمر نے کہا کیونکہ وہ جنگ احد کی دن باری شکیں ہونے کے لئے کرانے کے لئے کہا کہ اگر کٹھن بنت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں تو ان کی بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جہات میں پیدا ہوئی عمر نے اس کی سنگینی کا علی کے پاس پیام بھیجا تو علی نے فرمایا میں اس کو تیری پاس بھیجوں گا اگر تیری رضامندی تو میری تیری ساتھ اور نکاح کر دیا۔ پھر ام کلثوم کو ایک چادر دیکر عمر کے پاس بھیجا اور اس کو کہا کہ تو کہو کہ یہ وہ چادر ہے جس کا میں تجھے دے کر گیا تھا ام کلثوم نے وہی عمر سے کہا عمر نے اس کو کہا کہ کہنا میں راضی ہوا خدا تجھے راضی ہو اور اپنا ہاتھ ام کلثوم کی ساق پر رکھا اور اس کو کہو لا ام کلثوم نے کہا تو کیا پیر نامی اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں شریک توڑ ڈالتی۔ پھر اپنے باپ کے پاس آئی اور کہا بھلا کو آپ نے بڑی بڑی کے پاس بھیجا تھا اور حقیقت حال کی خبر دی۔ علی نے کہا بیٹا یہ تیرا شوہر ہے۔ ام کلثوم نے کہا ام کلثوم بنت علی زوجہ عمر کا اور اس کے فرزند جکوزید کہتے تھے جنازہ یک بار کہا گیا۔

لہا یقال للزید وضعاً جلیلاً والامام یومئذ سعید بن العاص و قال الناس  
ابن ابی بکر و ابو سعید و ابو قتادہ فوضع العلام مما یلی الامام - علاوہ انکی  
خاتم النکاحین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے چند روایتیں نقل فرمائی ہیں مولانا محمد حسینی بریلوی  
نقل کی ہے۔ ہم یہی انتہی کلام سے تینا لفظ نقل کر رہے ہیں۔ غز عقبہ بن عامر  
رضی اللہ عنہ قال خطب عمر علی ابنہ من فاطمہ و اکثر ترددہ الیہ  
فقال علی یا امیر المؤمنین ما عندی الا صغیرۃ فقال عمر ما یحملنی  
علی کثرہ ترددہ الیک الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم یقول کل حبیب و نسب و نسب و صہر منقطع یوم القیمۃ  
الا حصی و نسب و نسب و صہر فقام علی رضی اللہ عنہ قائم  
بابنتہ من فاطمہ فریئت و بعث بہا الی عمر رضی اللہ عنہ فلما راکھا  
قام الیہا فاجلسھا فی حجرہ و قبلھا و دعا لھا فلما قامت اخذ بایمھا  
و قال لھا قوئی لاینبک قد رضیت فلما جاءت الجاریۃ الی ابیہا قال لھا  
ما قال لک امیر المؤمنین قالت لمار انی قائم الیک فاجلس فی حجرہ و قبلک

۱۷ اور امام اس روز سعید بن العاص تھا۔ اور لوگوں میں ابن عمر اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ یہی تھے پس رسول اللہ  
امام کے متصل کہہ ۱۸۔ ۱۷ عقبہ بن عامر روایت ہے کہ عمر علی کو انکی دختر کے جو طعن فاطمہ سے تھیں کئی کا پیام دیا اور کثرت  
آہ و فتنہ رکھی علی کہا ای امیر المؤمنین مجھ کو ایک صغیرہ میرے پاس لے آؤ کوئی نہیں جسے کہہ سکتا ہو اس (اس معاملہ میں) کثرت آہ و  
اور کوئی باعث نہیں ہے مگر صرف یہ کہ نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سزا فرمائی تھی تمام رشتہ لگوانا اور دامادی تعلق  
منقطع ہو جائیگی مگر میرا رشتہ اور دامادی تعلق۔ پس علی اڑھے اور اپنی دختر کی نسبت جو فاطمہ سے تھیں کم فرمایا  
اور کو آہستہ کیا گیا اور عمر کے پاس بھیجا جب عمر اسکو دیکھا اوٹھ کھڑی ہوئی اور اسکو اپنی گود میں بٹھلایا اور دعا دی  
جب اوٹھ کر تواسکی نیند لی کھڑی اور اسکو کہا کہ اپنی باپ کے کہو میں راضی ہو گیا جب چو کر اپنی باپ کے پاس آئی۔ پوچھا  
کہ امیر المؤمنین نے تجھے کیا کہا۔ کہا جب اسکو دیکھا اوٹھ کھڑا ہوا اور اپنی گود میں بٹھلایا اور پیار کیا ۱۹۔

وَعَالِي فَلَمَّا قُمْتُ أَخَذَ بِي قِيٌّ وَقَالَ لِي قُولِي لِأَيِّكَ قَدَرْتِ نِكَاحَ فَانْكِحَا  
 أَيَّاهُ قَوْلَتْ زَيْدٌ بِنْتُ عُمَرَ فَعَاثَ حَتَّى كَانَ رَجُلًا ثُمَّ مَاتَ دُوسِرَى رَوَايَتِ  
 خُطْبِ عُمَرَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا رَأَى أَنَّ هَذَا الشَّانَ أَمْرًا حَتَّى  
 اسْتَأْذَنَهُمْ فَأَتَى وَلَدَ فَاطِمَةَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُمْ فَقَالُوا رُوحَهُ فَدَعَا  
 أُمَّ كَلْبُومَ وَهِيَ تَوَصِيذُ صَبِيَّةٍ فَقَالَ انْطَلِقِي إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقُولِي لَهُ إِنَّ  
 ابْنِي يَقْرَأُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ إِنَّمَا قَضَيْنَا حَاجَتَكَ الشَّيْءَ طَلَبْتَ فَآخِذْهَا  
 وَضَعَهَا إِلَيْهِ وَقَالَ ابْنِي خُطْبَتُهَا إِلَى ابْنِهَا فَرَزَ وَجَنَها فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ  
 تُرِيدُ إِلَيْهَا صَبِيَّةً صَغِيرَةً فَقَالَ ابْنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
 ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَا تَقَدَّمَ ابْنُ مَالٍ كِي رَوَيْتَ إِنَّ عُمَرَ قَالَ لِعَلِّي لِي لَحَبٌ  
 أَتِيكَ كُوزٌ عِنْدِي عُضْوٌ مِنْ أَعْضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ  
 عَلَى مَا عِنْدَكَ إِلَّا أُمَّ كَلْبُومَ وَهِيَ صَغِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّ نَعِشَ تَكْبُرُ فَقَالَ ابْنُهَا  
 أَمِيرَيْنِ مَعَهُ قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَقَعَدَ عُمَرَ يَنْتَظِرُ مَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَالَ

۱۔ اور دعا دی اور جب میں ادبھی تو میری زندگی بچھڑی اور کہا اپنی باپ سے کہنا میں راضی ہو گیا۔ پس علی نے اس کا نکاح عمر کے ساتھ  
 کر دیا پھر (اوس سے) زید بن عسیر پیدا ہوا اور زندہ رہا یہاں تک کہ جوان ہو گیا پھر مر گیا۔ ۱۱۔ عمر نے علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی کی  
 (خکی فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں) سنگنی کا پیام دیا۔ علی نے کہا کہ اس امر میں میرا ساتھ اور ہی امیر میں جتنا کہ  
 اوس کی اذن نہ لون (کچھ نہیں کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹے کو پاس آ کر اور اوس پر یہ ذکر کیا اور انہوں نے کہا نکاح کر دیجو ہم کلمہ  
 جو اوس وقت لڑکے ہی ملا یا اور کہا کہ ابیر المؤمنین کے پاس جا اور اس کو کہہ کر یہاں تک کہ وہ سلام کہتا ہو اور کہتا ہے کہ بخیر میری  
 حاجت جو تو نے چاہی تھی پوری کر دی پس اس کو لیا اور پھر علی نے لگایا اور کہا کہ میں اس کو اس کی سنگنی کا پیام دیتا ہوں اور اس کا  
 میری ساتھ نکاح کر دیا کہ میں کہا ای ابیر المؤمنین تم کو اس کی طرف رغبت ہو حالانکہ میں چھوٹی لڑکی سے کہا میں نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے سننا ہوا اور مثل کوششہ حدیث کے آتھ حدیث تک ذکر کیا۔ ۱۲۔ عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کی نکاح کر لی جائے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو علی نے کہا کہ میری پاس تو بچہ ام کلبوم کے دو سر نہیں اور وہ چھوٹے ہی کہا اگر جیتی ہو تو بڑی  
 ہو جائے حضرت علی نے کہا کہ اس کا حال میں میرے ساتھ دو اور ہی امیر میں حضرت عمر نے کہا اچھا علی اپنی گہر لٹ آ کر  
 اور عمر منتظر بیٹھ رہے کہ کیا جواب ملتا ہے۔ ۱۲۔



فذكره صغرها فقبل له انه ردك فعاوده فقال له على ابنت بها اليك فان  
 رخصت فهي امراتك فارسل اليه فكشف عرسا ففقا قالت مه لولا انك امرت  
 للمطمت عينك وقال ابن وهب عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه  
 عن جده تزوج عمرام كلثوم على مهر اربعين الفا وقال الزبير ولدت لعمر  
 ابنه زيد ورقية وماتت ام كلثوم وولد لها في يوم واحد اصب في يد  
 في حرب كانت بين بني عبد فخرج ليصلح بينهم فشح رجل ولا يعرف في  
 الظلمة فعاثرا ياما وكانت امه مرليضة فماتت في يوم واحد وذكر ابو ثور  
 الدوكلي في الذرية الطاهرة من طريق ابن اسحاق عن الحسن بن علي قال لما  
 ماتت ام كلثوم بنت علي من عمر دخل عليها حسن وحسين فقالا لها امكت  
 عليها لينكحك بعض ابنائنا ولما اردت ان تصين مالا عظيما لتصيبه  
 فدخل على كرم الله وجهه فحمد الله واثنى عليه وقال اي بنية ان الله قد  
 جعل امرك بيدك فانا احب ان تجعل بيدك فقالت يا ابت اني امرأة ارجو  
 فيما يرغب فيه النساء واحب ان اصيب من الدنيا فقال هذا من عمل هذين

سنة گشتی کا پیام دیا آپ نے اور علی کم عمری بیان کی گشتی کہا آپ کو پیر دیا اوہوں نے پیر زحمت کی علی  
 او کو کہا کہ میں اسکو آپ کے پاس بھیجوں گا اگر آپ کی مرضی ہوئی تو وہ آپ کی زوجہ ہے پیر اسکو بھیجا آپ نے او کی بیٹی کو  
 او نے کہا ہوں اگر تو امیر المومنین ہوتا تو میری آنکھ پر طمانچہ مارتے۔ ابن وہب نے روایت عن زید بن اسلم عن امیر مومنین  
 کہا کہ عمر نے ام کلثوم کے ساتھ چالیس ہزار ہریرہ نکاح کیا۔ زبیر نے کہا کہ وہ عمر کے دو بیٹے زید اور قتبہ جی ام کلثوم  
 اور زید اور کا بیٹا ایک دن مرد زید کو بنی حدی کے ایک خانہ جنگی میں جنگی مصالحت کو واسطی باہر آیا تھا ایک حدی  
 پہنچ گیا کسینی ناہستہ اندھیری میں سر پوڑ دیا چند روز زندہ رہا اسکو والدہ ہی چار سے دو نو ایک روز فوت  
 ہوئی۔ ابو ثور دلاہی نے زریٹ طاہرہ میں ابن اسحق کے طریق حسن بن علی سے ذکر کیا جبکہ ام کلثوم بنت علی  
 عمر سے بیوہ ہو گئی تو حسن ابن حسین اسکو پاس لے کر اور کہا کہ اگر علی کو اختیار دیگی تو وہ اپنی فرزندوں (بہنیں) میں سے کسی  
 ساتھ تیرا نکاح کر دینگے۔ اور اگر تو بڑا مال دولت حاصل کرنا چاہتی ہو تو حاصل کر سکتی ہے۔ پیر علی کو مانتہ وجہ  
 اور خدائی اسسہ دشمن کہی اور کہا بیٹا خدا نے تیری کام کا تجھ کو اختیار دیا ہے اور میں چاہتا ہوں تو تجھ کو دیدی  
 دیکر کہا ای باب میں ایک عورت ہوں اس میں عینت کرتی ہوں جس میں عورتیں رغبت کیا کرتی ہیں اور میں چاہتا ہوں

یہ روایت (دولت) بیضاوی نے بیان کی ہے۔ روایت یہ بیان و زکات نام ہے۔

ثم قام يقول والله لا اكلم واحدا منها او تفعلين فاخذ ايثارها وسا لاها  
فعلته فقال اني قد زوجتك من عون بن جعفر فما لبت عون ان هلك  
فرجع اليها على رضى الله عنده فقال يا بنيت اجعلي امرك بدي ففعلت فزوجها  
اخوه محمد ثم مات عنها فزوجها اخوه عبد الله بن جعفر فماتت عنده و  
ذكر بن سعد نحوه وقال في آخره فكانت تقول اني لا ستمعي من اسما بنت عيسى  
مات ولداها عندنا خوف على الثالث قال فماتت عنده ولم تلد لاحد منهم  
وذكر ابن سعد عن انس بن عياض عن جعفر عن محمد بن عمار عن عمر بن الخطاب ام كلثوم  
الى علي فقال انما حبست بناتي على بن جعفر فقال زوجنيها فوالله ما على ظم  
الارض رجل يرصد من كرامتهما ارصد قال قد فعلت فجاء عمر بن الخطاب المهاجرين  
فقال فوني فرفوه فقالوا بن تزوجت قال بنت علي سمعت عن النبي صلى الله  
عليه وآله يقول كل مهر ونسب ونسب منقطع يوم القيامة الا مهر  
ونسب وسيد وكان له به عليه السلام النسب والسب فاحبت هذا  
ايضا ومن طريق عطاء الخراساني ان عمر امهرها اربعين الفا وخرج بسند صحيح

لے خدا کی قسم میں نہیں ایک سہی نہ بولوں گا جتنا کہ تو یہ نگرانی پر تو دونوں اور کڑی کڑی اور اس سے سوال کیا تو  
روزی قبول کیا علی نے کہا کہ میں تیرا نکاح عون بن جعفر کے ساتھ کر دیا ہوں چند روز بعد مر گیا پر علی اور اس کے پاس آنے اور کہا بیٹا اپنا ہتیا  
بجھادے اور اپنی دیدہ پا پیر اور نکاح عون کے بیٹے محمد سے کر دیا وہ ہی مر گیا پیر اور نکاح محمد کے بیٹے عبد اللہ بن جعفر  
سے کر دیا اور اس کے پاس رہ گئی اور ابن سعد نے اس کے قریب قریب ذکر کیا اور اس کے آئینہ کہا کہ وہ کہنے لگے ہر کوئی کہ  
اسما بنت عیسیٰ سے شرم آتی ہے کہ اس کے دو فرزند ہماری پاس فوت ہو گئی اور تیس سے پر ہلکے خوف ہو گئے اس کے  
پاس وہ پیر مر گئی اور وہ نہیں ہے کسی سہی نہ جی اور ابن سعد نے بروایت انس بن عیاض عن جعفر عن محمد بن عیاض  
ذکر کیا کہ عمر نے ام کلثوم کے منگنی کی علی سے درخواست کی وہ ہوں نے کہا کہ میں اپنی لڑکیوں کو جعفر کے بیٹوں کو دے دوں  
روک رکھا ہے عمر نے کہا مجھ سے بیاد دی واللہ جعفر میں اس کی زندگی کا منتظر ہوں کوئی شخص نہیں کی بیٹے پر امید  
ہوگا علی نے کہا میں بیاد دیا عمر ہمارے پاس آنے اور کہا کہ مجھ کو نکاح کی مبارک باد دو پوچھا کہ اس کے ساتھ نکاح کیا گیا  
علی کی بیٹی کے میں نے بنی ہاشم علیہ السلام سے سنا تھا فرماتے ہیں کہ عسلاۃ والادی اور نامائشہ قیامت کے دن منقطع  
ہو جائیگا مگر عسلاۃ والادی اور شہ نامائشہ کو جو حضرت علیہ السلام سے رشتہ اور وسط تو ہوتا میں نے جانا کہ یہ سہی  
عطاء خراسانی کے طریق سے ہے کہ عمر نے اس کا چالیس ہزار ہر باندہ لیا تھا اور سند صحیح کے ساتھ تخریج کی ہے

ان ابن عمر صلی علیہ السلام کلثوم وایہا زید فجعلہ مما یلیہ وکبر اربعاً و ساق لبستہ  
 اخوان سعید بن العاص هو الذی امم علیہا انتمی بلفظہ علاوہ ازین اسد الغابہ میں  
 ترجمہ ام کلثوم بن ہجر۔ ام کلثوم بنت علی بن ابیطالب امہا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخطبہا عمر بن  
 الخطاب لہا علی رحمہ اللہ عنہم فقال انہا صغیرۃ فقال عمر نہ وجنہا یا ابا الحسن  
 فانی ارصد منک رامتہا ما لا یرصد بہ احد فقال لا علی انا ابعتها الیک فان  
 رضیتہا فقد روجبتکھا فبعثتہا الیہ یرد فقال لہا قولی هذا البراء لک  
 قلت لک فقال ذلک لعمر فقال قولی قد رضیت رضی اللہ عنک ووضیع  
 یدہ علیہا فقالت تفعل هذا الی الیک امیر المؤمنین لکست انتک ثم جارت  
 اباہا فاجبرته الخبر و قالت لہ بعثنی الی شیخ سو قال یا بنیہ فانه زوجک فجاء  
 عمر فجلس الی المہاجرین فی الروضۃ وکان یجلس فیہا المہاجرون الاولون فقال  
 رفونہ قالوا ابا ذایا امیر المؤمنین قال تزوجت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ سمعت  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب وصرہ ینقطع یوم القیمۃ

سلسلہ کہ ابن عمر نے ام کلثوم اور اسکی فرزند زید پر غار پڑی اور اسکی اپنی شغل کہا اور چار بکیریں پڑی تھیں اور دوسرے  
 نہ سہ بیان کیا کہ سعید بن العاص امیر ہوا تھا ام کلثوم علی بن ابیطالب کی بیٹی اور اسکی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر پیدا ہوئی عمر بن خطاب نے اسکی شغلنی کا اور اسکی باپ کو پیام دیا اور سنی کہا  
 وہ صغیرہ ہے عمر نے کہا ای ابا الحسن میری ساتھ دسکی شادی کر دی کیونکہ جمعہ ذین اور سکی بزرگی کا امیدہ اور ہون کرنی  
 شخص سے ورنہ ہوگا علی نے کہا میں اسکو تیری پاس بھیجوں گا اگر تیری رضا ہوئی تو میں تیری ساتھ اسکا نکاح کر دیا ہوں اسکو  
 ایک چادر دیکر بھیجا اور اسکو کہا کہ کہنا یہ چادر ہے جو میں نے تجھے کی تھی اور سنی عمر سے یہ بھی کہا کہ اسکو کہنا میں  
 راضی ہوا خدا تعالیٰ تجھے راضی ہو اور اپنا ہاتھ اسپر رکھا اور کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المؤمنین ہوتا تو میں  
 ترے ناک توڑ دانتی پیرانی باپ کے پاس اگر ساری خبر بیان کی اور کہا کہ تو نے انکو بڑی بڑی کے پاس بھیجا تھا  
 کہا بیادہ تیرا شوہر ہے پھر عمر مہاجرین کے پاس آکر روضہ میں بیٹھ گئی اور امین مہاجرین اور امین حبشہ آگئے ہر  
 اور سنی کہا جسکو نکاح کی مبارکباد دو۔ کہا ای امیر المؤمنین کہ ساتھ کہا میں ام کلثوم بنت علی کے ساتھ نکاح کیا ہے  
 میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا فرماتے ہر مرد واسطہ اور ذرا امت اور ادوی خلق قیامت کی  
 روز قطع ہوگا۔ ۱۲۔

الأسبب ونسب وصهره وكان له عليه الصلوة والسلام النسب السبب  
فأردت ان يجمع اليه الصهر فهو وزوجها على اربعين الفا فولدت له زيد  
بن عسر الاكبر ورقية وتوفيت ام كلثوم وابنها زيد في وقت واحد وكان  
زيد قد أصيب في حرب كان بين بني عبد كخرج ليصله بنهم ففرب رجل منهم في  
الظلمة فشتجه وصده عنه فغاش اياما ثم مات هو وامه وصلى عليها عبد الله  
بن عسر وحسين بن علي رضي الله عنهما اجمعين ولما قتل عنها عمر بن زوجها عون بن جعفر  
انتهى بلفظ نقلا عن ازالة الغين - بفصل ان دایات اور خصوص و تشریحات کے اس کا ح  
ثبوت میں مسانت کے نزدیک کچھ خفا باقی نہ رہا لیکن چونکہ کابرة وغنا و انقلاب جنسیت کثیری حسب  
ترتیب آپ اس سے منکر ہیں اسلی اجمالاً اس قدر اسلحہ کئی دیتے ہیں کہ علاوہ انکے اور محمد بن مسانت نے  
بطریق شتی میں روایت کے نقل و تخریج کی ہے اگر مفصلاً اوسکو لکھا جاوے تو اندیشہ تظویل ہے ہمارا  
اور معلوم ہے کہ محدث ابوسالح نے اور حافظ محمد بن الغریز بن احضر اور ابونعیم نے کتاب  
معرفۃ الصحابة میں اور طبرانی نے کبیر میں آمد دارقطنی و طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے ار دقطنی نے  
بطور سلسلۃ التہب کے امام صدوق سے امام حسین تک آمد دارقطنی نے اور طرق مختلفہ سے روایات  
تخریجات کی ہیں ترجمہ روایات خاتم المتکلمین مولانا مولوی حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام روایات کا  
ازالہ الغین میں نقل فرمایا ہے جس شخص کو دیکھ کر کا شوق ہو ازالہ الغین جلد اول کے آخر کو مطب لکھ کری  
اگرچہ اسکے اثبات کے لیے اور یہی نقول ہمارے پاس موجود ہیں لیکن چونکہ حقد نقل کر دیا ہے اسل انصاف کے  
لیو کافی ودانی ہے اور زیادہ کی حاجت نہیں اسلی اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اب اسکا ثبوت

۱۔ بخیر و واسطہ اور قرابت اور مادہ کی اور خا و علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ واسطہ اور قرابت تو ہتی میں چاہا کہ دامادی کا تعلق ہی  
جمع ہو جاوے پہر ہا جو بنے اوسکو مبارکباد دی اور چاہیں ہر ہر نکاح کیا ہوتا زید بن سرکلان اور قتیہ میدا جو بنی ہارام کلثوم اور اسکی  
فرزند زید نے ایک وقت میں وفات پائی اور زید کو بنی عدی کے خانہ خلی میں خنسم پہنچ کیا ہوتا باہم سلحہ کرانے کو واسطی نکلا ہوا  
اوپن کر کسی شخص نے انہیں دیکھ میں مارا جس سے سرپیٹ گیا پہر چہ نہ رہا پہر مر گیا وہ اور اسکی والدہ اور اس پر عہد شدہ  
ن عمر اور حسین بن علی نے نماز پڑھی اور جب سر مقتول ہوئی تو پہر جون بن جعفر کے نکاح میں آئی۔ ۱۲۔

اہل تشیع کے کتابوں میں سنی۔ اول تو یہ ہے جو کلینی نے روایت کی ہے بشریکہ غضبت سر  
 مراد نکاح بغیر رضا ہتم سلیم کر لین اور اس میں بیاس خاطر مجیب لمیب کچھ چون و چرا انکدین ورنہ  
 حقیقہ غضب فرج سے نکاح مراد کہنا صحیح نہیں بلکہ دیات کے ہی خلاف و چنانچہ ہم آئندہ عرض کریں گے  
 اور سنی۔ آپ کی حضرت شہید ثالث مجالس المؤمنین اتنا زکر عباس رضی اللہ عنہ میں تحریر  
 فرماتے ہیں۔ در کتاب استیعاب وغیرہ آن مسطورست کہ چون عمر بن الخطاب جہت ترویج نکاح  
 فاسدہ خود ترویج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر امروہ آنحضرت جہت اقامت حجت مکر انہما  
 ابواستناع نمود عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد۔ گفت اگر تو علی را رضی اللہ عنہ سازمی آنچه  
 در دفع او ممکن باشد خواہم کرد و منصب پیغمبر در مزم از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود اگر  
 این نسبت واقع نشود آن قطعا بی طرک چنان امور ماصواب خواہ شد از حضرت امیر التماس  
 و اسحاق نمود ز دلالت نکاح آن مطہرہ نظر سلوہ باد تفویض فرمایند چون ببالذہ عباس د۔ آن باب از  
 گذشت آنحضرت از روی اکراہ ساکت شد تا آنکہ عباس از کتاب ترویج از پیش خود نمود و جہت  
 اطفال نامرہ فسنہ اور بان منافق ظاہر اسلام مقدم نمود و ظاہر ابواسطہ این دکالت فضول  
 و امثال آن حضرت امیر عباس را ماند و مجید یاران فدائی خود را سخ و محبت و اخلاص نمیدانست  
 و لہذا چنانکہ سابقا در احوال سید شہداء مذکور شد آنحضرت از عباس و عقیل بخلیفین جافین تعمیر فرمود  
 اور پستی یہی آپ کے شہید ثالث قاضی بذاتہ شوستری مجالس المؤمنین اتنا زکر محمد بن جعفر طیار  
 من سیر فرماتے ہیں۔ و محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت امیر المؤمنین  
 شرف گشتہ ام کلثوم را کہ با عدم کفارت از روی اکراہ در حبالہ طر بود ترویج نمود۔ اور سنی صاحب  
 تاریخ حبیب البیہ خاتمہ ذکر فاروق پر جسکی ادکر از واج داد لاو کا ذکر کیا ہے لکھا ہے۔ پنجم  
 ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و از وی پسری و دختری تولد نمودند  
 پسر زید نام داشت و دختر رقیہ و از ایشان عقب نامہ چنانچہ در بعضہ اقصی مذکورست زید  
 عبد الملک بن روان زمر داد۔ اور لیجئے آیات بنیات سہ نقلاً لکھتے ہیں (۱) قاضی شوستر

در کتاب استیعاب و غیرہ آن مسطورست کہ چون عمر بن الخطاب جہت ترویج نکاح فاسدہ خود ترویج نمود و جہت اطفال نامرہ فسنہ اور بان منافق ظاہر اسلام مقدم نمود و ظاہر ابواسطہ این دکالت فضول و امثال آن حضرت امیر عباس را ماند و مجید یاران فدائی خود را سخ و محبت و اخلاص نمیدانست و لہذا چنانکہ سابقا در احوال سید شہداء مذکور شد آنحضرت از عباس و عقیل بخلیفین جافین تعمیر فرمود اور پستی یہی آپ کے شہید ثالث قاضی بذاتہ شوستری مجالس المؤمنین اتنا زکر محمد بن جعفر طیار من سیر فرماتے ہیں۔ و محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت امیر المؤمنین شرف گشتہ ام کلثوم را کہ با عدم کفارت از روی اکراہ در حبالہ طر بود ترویج نمود۔ اور سنی صاحب تاریخ حبیب البیہ خاتمہ ذکر فاروق پر جسکی ادکر از واج داد لاو کا ذکر کیا ہے لکھا ہے۔ پنجم ام کلثوم بنت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و از وی پسری و دختری تولد نمودند پسر زید نام داشت و دختر رقیہ و از ایشان عقب نامہ چنانچہ در بعضہ اقصی مذکورست زید عبد الملک بن روان زمر داد۔ اور لیجئے آیات بنیات سہ نقلاً لکھتے ہیں (۱) قاضی شوستر

مجالس المؤمنین میں لکھا ہے۔ اگر بنی دختر بھیمان دادولی دختر بھیمز ستاد (۲) ابوالقاسم  
 قمی شایع شرایع اس قول کی شرح میں یجوز نکاح العربیہ بالعجمۃ و الماشیئة  
 بغیر الماشیئة لکھا ہے زوج علی بنت ام کلثوم منعہما (۳)  
 بحوالہ المؤمنین میں ابوالحسن علی بن اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ اور از چند امر پر سببہ لازمہ  
 منعہ نکاح خلیفہ ثانی ستاد اب داود و دختر بھیمز جناب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہما  
 باین ہیئت بود کہ اخبار شہادتین سے نمود و زبان اقرار بقبولت رسول می کشود و در ان باب غلطت  
 و غلطت او نیز مفسور بود (۵) تہذیب میں ہے عن محمد بن احمد بن محمد بن

عن جعفر بن محمد القاسم عن القاسم جعفر عن ابیہ علیہم السلام  
 قال مات ام کلثوم بنت علی علیہ السلام و ابنہا زید بن عمر بن الخطاب  
 ساعۃ واحدة و لا بدیرے ایما هلك قبل فلم یورث احدہما من الاخر و صل  
 علیہما جمیعاً (۶) قول مرغزی کا شافی از تفسیر الانبیاء میں۔ قاسم نکاحہ فقد ذکرنا فی  
 کتاب الشافعی الجواب عن هذا الباب مشروحاً و بیناً ان علیہ السلام ما احاب  
 حملاً لے نکاح ابنتہ الا بعد تودع و نہد دو مراجعت و سازعت و کلام طویل ما تودع  
 استفق معہ من سوء الحال و ظهور ما لا یزال یخفیہ (۸) مصائب النواصب میں قاضی  
 شوستری نے لکھا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر و اکراہ سے ہوا۔ انتہی چونکہ تم جوتہا

لے نکاح ہوئی عورت کا عجمی مرد کے ساتھ اور مائشی عورت کا غیر مائشی مرد کے ساتھ جائز ہے ۱۲ حضرت  
 علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھ بیاہ دیا۔ ۱۳ امام محمد باقر سے روایت ہے کہ ام کلثوم نبی کریم  
 علیہ السلام اور اس کا فرزند زید بن سہر ایک وقت میں فوت ہوئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کون انہیں سے پہلے فوت ہوا  
 اس لیے ایک دوسرے کا وارث نہ ہوا اور دونوں پر اکٹھے ناز نہ ہی گئے ۱۴ لیکن حضرت کا نکاح کر دینا پس اس بات  
 کی طاعت شریعہ جواب دہنے کتاب شافی میں ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے  
 نکاح کو عمر کے ساتھ تسلیم نہیں کیا مگر ڈر سے اور ہر کانے اور جھگڑے اور ایسی گفتگو کے بعد جس میں بری  
 اقوال کا اور اس کے ظہر ہو جانے کا جھگڑت چھپاتے تھے خوف ہوا۔ ۱۵۔

ثبوت اصل کتاب سے اور ساتھ ان اور نقل کر چکے تھے اسلئے بیان ترک کر دیا۔ غرض کہ اگر تتبع کیا جاوے تو اور بھی بہت طرف سے اس کا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صاحب دین کے واسطے یہ بھی کافی ہے۔ اب بعد ان نصوص و تصریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علمائے معتدین کے اقوال و نقل ہوئی کوئی شخص جس کو ذرا عقل اور تہور اسادین و اہل العقیات کی طرف سے مامور اس امر کا انکار نہیں کر سکتا کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ صریح دلالت کرتی ہیں کہ علماء فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئے منعقد ہوا روایات اہلسنت میں تو صریح مذکور ہے حاجت بیان نہیں اور روایات شیعوں میں ہی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد عمر رضی کی محمد بن جعفر کے مصاہرت بیان کی اور ظاہر ہے کہ یہ مصاہرت بسبب تزوج ام کلثوم بنت فاطمہ تھی نہ بسبب تزوج ام کلثوم بنت صدیق کے ابوالقاسم قمی نے ام کلثوم کے تشریح ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہاں اسی وقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ ہوں اگر یہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک احمق بھی سمجھ سکتا ہے کہ وہ تشریح ہونکر اور اس طرح باقی نصوص ہی اس طرف راجع ہیں غرض کہ ان نصوص و تصریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رضی سے ہوا۔ اگرچہ اس کے بعد کچھ ضرورت نہ تھی کہ ہم اس کے ابطال کی طرف اور بھی متوجہ ہوں۔ لیکن سلیبی کے ناظرین رسالہ حضرات شیعوں کے دین و دہانت فہم و فراست اور عقل و گیاست علم و فضیلت کا بخوبی اندازہ فرمالین اور معلوم کر لیں کہ یہ حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و خراش نہ مچا رہے ہیں اور انی دن ایک نئی گھڑی تھوڑی سی اور یہی مسلم کہ تو یہ سچ کہیں سچ ہو کہ تتبع قاصر احقر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب اور یہ توجیہ جو ہمارے فاضل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستری کے زمانہ تک بلکہ اس کے بعد کشمیری صاحب صاحب ترمذ تک ہی ایجاد ہوئی تھی۔ کہ انہوں نے اس جواب توجیہ کو اختیار کیا دیکھی

تقریبا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایجاد و اختراع حال کا ہے۔ اول متقدمین میں بعض علماء اعلام نے  
 مثل شیخ عقیقہ کی اس نکاح کے وجود سی ہے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت میں یہ مروی ہے  
 وہ روایت زبیر بن بکاء کی طریق سے ہے اور وہ بغض امیر المومنین ہمارے قابل اعتبار کے  
 نہیں۔ پھر جب دیکھا کہ انکار ایسی خبر کا جو تواتر کے ہے پیش نہیں جانا اور ہاتھ بشت  
 خاک سے نہیں چھپ سکتا تو وہ سرے راہ چلی بعضوں نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت  
 پوچھا کہ آپ نے وہ بخیران ہے ایک جنبہ بلا کر اور مشکل شکل شکل کلوم کر کے پیچیدگی تھی اور وہ جنبہ  
 حضرت عمر کے پاس بھی کسی نے تقیہ کی پناہ پکڑی کہی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کیا  
 کہی نبات لوط کو مشہور قرار دیا کہی نبات طیبات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 مائے تہلایا۔ کوئی سبب ظاہری کلمہ کوئی عمر کے اوسکو جائز اور مباح کہتا ہے اور کوئی روح  
 نفاق و کفر باطنی کے اوسکو مثل اکل میتہ و لحم الخنزیر کے اضطراب جناب امیر ثابت کرتا ہے  
 غرض کوئی مستانہ وار کچھ سہ سرائی کر رہا ہے اسکا کچھ ترانہ ہے۔ لیکن کوئی اس بجز  
 ساحل خلاص پر نہ پہنچا۔ اور کیسواں در طہ ملاکت و راہ نجات نسوچی تمام تاویلات بھل اور  
 ساری تسویلات لغو و لا طائل جب کوئی توجیہ کرہ کشا ہوتی۔ اور دیکھا کہ ختم کلو کیر سے رہائی  
 نہال ہے تو اسلیں پھیلون نے ایک نیا لباس بدلایا۔ اور نرالی توجیہ نکالی اور اوسکو مابہ افتخار  
 سمجھا حالانکہ وہ نسبت توجیہات سابقہ کے ہی زیادہ لغو اور پوچ ہے اور پھر بدلائل ثابت ہے  
 اول صریح روایات ذہنین کے اسکی مذہب میں روایات سے صاف ثابت ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم  
 بنت فاطمہ رضی سے ہوا۔ اگر یہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا ہوتا تو آپ کے  
 لیون زبان سے نکالا اور آہٹک یہ لغو توجیہات کیوں کرتے رہے۔ اجماعی حضرت اگر واقعی  
 یہ نکاح بنت صدیق سے ہوا ہوتا تو آپ کے اکابر و نیک عالم کو سر پر اٹھالیتے اور برخلاف اسے  
 اپنی عجز کے متعرف نہیں۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطابؓ بزرگ شیعہ دشمن المہبت اور انکے قلیل  
 دوسرے کے درپے تھے چنانچہ المہبت کے گھر کو جلا دیا اور طرح طرح کی امانت کی۔ چکا

یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا۔

بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا الہیت کو ایذا رسانی تھی چنانچہ  
 تعلقات باہمی سے حسب روایات شیوع ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود ترویج خلافت تھی  
 کہ اس بضوۃ الرسول بکر گوشہ قبول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جائیگی  
 چنانچہ قاضی صاحب شوستری نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت یہاں ہے کہ یہ  
 دونوں امر جب تک ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حاصل شدنی نہیں۔ تیسرے یہ کہ یہ  
 محض جوٹ اور افتراء ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہا حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب یہ  
 ہونے کے شہور تھی جب تک اسکی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نفرادین لائق التفات  
 نہیں بلکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ بعد نزول آیت ادعوہم لا یاتکم ہوا قسط عند اللہ۔ غیر  
 باب کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز ام کلثوم بنت علی کے ساتھ القباس و  
 گو یہ اطلاق مستلزم تھا اسلی ہی ہرگز یہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد  
 بن ابی بکر پر بھی محمد بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے  
 بیٹی تھی ایسی ہی محمد بن ابی بکر پر آپ کے بیٹے بلکہ محمد بن ابی بکر کو نسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ  
 خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیوع اپنے حقیقی باپ سے زیادہ حضرت کو سمجھتے تھے ہمیشہ حضرت کے  
 نیت بٹکساری۔ حضرت ہی بحال شفقت محمد بن ابی بکر کو دلہا صحیح یاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ  
 بیع البدلت میں یاد آتا ہے کہ مروی ہے۔ چوتھی یہ کہ اگر فرض محال روایات میں ام کلثوم  
 بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہوں تاہم صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اطلاق  
 مجازاً ہے اور تفویض علیہ ہے کہ عدول عن الحقیقۃ جب تک حقیقت متغذہ نہ ہو اور قرینہ صارفہ  
 عن الحقیقۃ قائم نہ ہو اور وقت تک معنی مجازی سے نہیں ہو سکتے۔ ما عن فیہ دین ہرگز معنی حقیقی  
 متغذہ نہیں بلکہ معنی مجازی متغذہ ہیں۔ چنانچہ ہم عن ضرب بیان کرنے اور قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ  
 ہی مقصود ہے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی ایسا نہیں ہے جو حمل علی الحقیقۃ سے مانع ہو بلکہ صریح  
 قرائن حمل علی الحقیقۃ کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت ترویج خلافت کرنا اور بعد انتقال

فاروق بنی محمد بن جعفر کے ساتھ عقد واقع ہونا۔ عدم کفالت کا ہونا۔ حضرت ا کے فعل کے ساتھ  
 کہ آپ نے اپنی دختر مطہرہ ذی اللوزین کو دی تھی مائت بیان کرنا۔ ہاشمیہ ہونا۔ یہ سب قرآن  
 مستدرجہ منکر میں کہ یہ ام کلثوم جناب امیر کی ضلیٰ دختر تھیں اور بنت صدیق جو آپ کے ربیبہ  
 نہیں تھیں۔ پانچویں اس تاویل کی گھڑنے اور تراشنے والوں کو یہ بھی نہ سوچا کہ اتنا  
 سمجھیں کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن ہے یا نہیں اور تاریخ ولادت و دنو ام کلثوم  
 بنت علی مرتضیٰ اور ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کو دیکھیں۔ یہ ہے دروغ گور حافظہ نباشد۔ بلکہ  
 اب اس سہ کو ہم کہلاتے ہیں۔ اور حضرات کے اس توجہ کو ہمارا مشورہ کرتے ہیں اور خاک میں  
 ملائے ہیں اب چاہیے کہ کسی نئی تاویل تراشی کی نہ کر فرما دیں پس منہم ہو کہ یہ نکاح متنازع فیہ  
 ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن نہیں کیونکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تھی اور  
 تک یہ ہم کلثوم پیدا نہیں ہوئی تھے اور حمل میں تھی تو ابتداء خلافت فاروق میں پیدا ہوئی  
 چنانچہ ابن جریر عسقلانی تفسیر التذیب میں تحریر فرماتے ہیں اُمّ کلثوم بنت ابوبکر  
 الصدیق ثوی ابوہا وہی حمل من الثانیۃ۔ اور روایت سابقہ سے یہ بھی واضح ہے  
 کہ بعد نکاح کے حضرت فاروق سے ایک لڑکا زید بعد ایک لڑکی رقیہ تولد ہوئی۔ اور مدت تک  
 حضرت فاروق تقریباً دس سال تک اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ  
 حضرت فاروق ایسی صغیرہ سے جو انکی ابتداء زمانہ خلافت میں ہوئی ہو نکاح کریں اور یہ اس  
 لیکر نو دس سال کے عرصہ تک وہ بالہ ہی ہو جائے اور دو بچے بھی پیدا ہو جائیں عقل پور کرتی ہو  
 سب کا ایک نہایتان عظیم۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہ بھی اگرچہ صغیرہ نہیں۔ لیکن نسبت اس اہم مہم  
 کی کئی سال بڑے ہیں کیونکہ انکی پیدائش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی  
 تھی چنانچہ ہم روایات سابقہ میں نقل کر آئی ہیں ولدت قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم تو تمہیں یقین ہو اگر یہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ سے ہوتا اور ہماری فاضل  
 ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق سے ہوتی ہاں کہ باپ وفات پا چکا ہے تو اب اس کی ماں سے نکاح ہوتا ہے۔

عجیب کا دعویٰ کہ یہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہو گیا۔ پھر ہماری فاضل مخاطب نے  
 ایک روایت ایک مہول الاسم المسمر کتاب ہمت السعداء سے جو یہ لکھی کہ وہ ام کلثوم کہ جس کے ساتھ  
 عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق تھی محض کذب اور سرسراہ غلط ہے اگر بالفرض اس کو لیا بہین  
 ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کر لیں اور اسی حقیقی نہ کہیں تاہم یہ ثابت ہوا کہ روایات کے جو کتب معتبرہ  
 شہورہ فریقین سے نقل کے گئے اس کو غلط سمجھا جائیگا۔ اور اس کی کذب و دروغ ہونے پر دوسری  
 دلیل یہ ہے کہ اس روایت میں لکھا ہے۔ باز نکاح ابو بکر در آمد از ابو بکر سپرد عبد الرحمن نام  
 دیک و ختم ام کلثوم زائد۔ حالانکہ یہ باتفاق فریقین سرسراہ غلط ہے عبد الرحمن بن ابی بکر  
 ہرگز بطن اسماء بنت عمیس سے نہیں ہے بلکہ محمد بن ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوا  
 اور عبد الرحمن بن ابی بکر حضرت عائشہ رضا کے حقیقی بیٹا ہی ام رومان کے بطن سے تھے پس  
 اگر یہ عبارات اسی حقیقی نہیں ہیں اور اصل مصنف کی ہی ہیں تو جس کو اتنی ہی خبر نہیں کہ ابو بکر کا  
 فرزند اسماء بنت عمیس کے بطن سے عبد الرحمن تھا یا محمد جو اولیٰ طلبہ علوم پر ہی پوشیدہ نہیں  
 اور کلام بے شک ہماری فاضل مخاطب کے ہی نزدیک معتبر روایات معتبرہ صحیحہ و اقوال علماء  
 مستند قابل التفات ہو گا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ میں  
 یقیناً جانتا ہوں کہ یہ امر کہ ابو بکر صدیق کے فرزند اسماء بنت عمیس کے بطن سے عبد الرحمن تھے یا محمد  
 ہماری فاضل مخاطب پر ہی با اہمیتہ ادعا و تجربہ مخفی ہو گا اور نہیں تو بیج البلاغت اور اس کی شرح  
 ہی سے یہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے ہی اور جناب  
 امیر کی سبب تھی لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو بھول کر جواب دیا یا تھا  
 ہوش و حواس کو کہاں خست کر دیا تھا کہ اس کی نقل کے وقت کچھ خبر نہ ہی انا پ شتاب  
 مہملات کو نقل کر دیا ہے الواقع یہ اس اعتراض کے عریض اور جذرا صم ہونے کا نتیجہ ہے و بس  
 پس اس مہملات و خرافات سے جس قدر اہل سنت فریب نہیں کھاتے۔ اس حاصل یہ نکاح  
 ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
 کو ساتھ ہوا ہے نہ کسی دوسری عمر یا عمر کے ساتھ جیسا شاید مجبور ہو کر شیعیان آئندہ دعویٰ کر  
 لگیں کیونکہ اول تو متقدمین اور متاخرین علماء شیعہ نے اسکو قبول و تسلیم فرمایا ہے چنانچہ  
 روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہے نہیں کیا بلکہ فقہار شیعہ نے اس سے  
 استنباط مسائل پر فرمایا ہے۔ چنانچہ ابوالقاسم قمی شارح شرائع کی تصریح سے واضح ہے۔ پر یہ  
 ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن زینب الکرے رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح  
 صاحب الہامیہ چوٹی ہیں اور شیعہ ہجری میں تقریباً پیدا ہوئیں تو ابتداً خلافت فاروقی میں انکو  
 عمر تقریباً پانچ سال کے ہوگی کیونکہ دوسرے اور پانچ چھ ماہ خلافت صدیقہ کے ہی گزرے اور  
 صاحب الہامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ نکاح کے وقت حضرت عمر بن سہلہ برس کا  
 ہوا کچھ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اسی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کے عمر چار سالہ ہی  
 اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی عمر پندرہ سال سے متجاوز نہیں تو وفات حضرت عمر کے وقت  
 ام کلثوم سات سالہ ہوئیں اور انکو بطن مبارک سے دو بچی ہی تولد ہوئی ایک زید دوسرے  
 رقیہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ سات سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے پیدا ہو جائیں  
 اصل یہ ہے کہ واقفان سیر جانتے ہیں کہ بزرگوں کی تولد اور وفات اور سن عمر وغیرہ میں اختلاف  
 کثیر ہے کوئی امر ایسا نہیں الا ماشاء اللہ جس میں اختلاف ہو۔ خود حضرت عمر کی عمر کو ۵۹  
 سال ہی لکھا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے سن کہ معتبر نہیں سمجھ سکتا علی الخصوص  
 ایسی حالت میں جبکہ بدایت عقل و احقہ اسکی تکذیب کرتے ہو اور قرنیہ فاطمہ اسکی کذب ہونے پر  
 قائم ہو۔ قطع نظر اس سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحت یہ ہے  
 کہ مسودا عرب میں شائع ہے کہ احاد کے کسرات میں شہور کو ساقط کر دیتے ہیں اور کسرات  
 کو کسرات میں احاد کو گر دیتے ہیں۔ خاص کر جبکہ تعین کس عمر معلوم ہو تو اس روایت میں ہی  
 چونکہ سال نکاح علیہ اتعین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھ کے تقریباً مابین واقع ہوئے

ہیلی کسرات کو حذف کر دیا اور عشرہ اطلاق کر دیا نقل روایت میں رسالہ الہامیہ کے یہ الفاظ ہیں چٹی  
 روایت ہو کتاب المودہ مذکور میں یوں ہے ان عمر بن الخطاب لما خطب ام کلثوم واعتذر  
 بصغرها فقال عمر ما لي حاجة الي النساء لكن اتبع الوسيعة ل محمد عليه السلام  
 وهو يقول كل سبب نسب ينقطع بالموت الا سيدي ونسبي وزوجها علي  
 اياه بغير اربعين الف درهم فاق ذلك كله عمر و ابنة اربع سنين وام ابن  
 الاربع والخمسين وعمر ستين سنين فاجلسها عمر لجنبه فرفع ميرزاها و  
 مسح يده علي راسها فخر دساوتها ورفعت يدها وكادت ان تلمطه وقالت  
 لو كانك امير المؤمنين للطمت علي خدك فقال عمر دعوها فاماها هاشمية  
 قرشية - علاوة ازين اس روایت کے صریح الفاظ کا دلول یعنی وسیلہ کا طلبگار ہونا روایت  
 کل سبب النح بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا۔ ہاشمیت قرشیہ اسکو کہنا یہ سبب  
 اسکی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم میں اور بنت صدیق ہونے کو نافی۔ پھر یہ نکاح  
 ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہیں کیونکہ اول تو یہ ابتداء خلافت فارغ  
 میں تولد ہوئی اتنے زمانہ میں اسکا بالوغہ ہونا اور دو بچی پیدا ہونا محالات عادی سر ہے  
 پھر عمر کو اسکی خواستگاری کی کچھ حاجت نہ تھی۔ اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تھے  
 کہ اسکی تذلیل و توہین مد نظر ہو۔ بلکہ اگر حضرت عمر موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد  
 تھے انکی غرض اس نکاح سے رسول کے ساتھ پیوندگی تھے چنانچہ ہماری روایات سر  
 ثابت ہے اور اگر حسب فرعون شیعہ دشمن اہلبیت تھے تو یہی انکی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق ہے  
 کیونکہ اوسیکے غصب میں تذلیل اہلبیت ہے نہ بنت ابوبکر میں۔ اور اگر بغرض محال ہے ام کلثوم

اور عمر بن خطاب نے جب ام کلثوم کو خواستگاری کی اور علی ابوبکر سے فرمایا کہ تم کو جو تو نے اپنی بیعت میں محمد علیہ السلام پر  
 دیا ہے اس میں اور وہ فرمایا ہر والدہ اور بیٹہ موت کو پہنچے ہر والدہ اور بیٹہ موت کو پہنچے ہر والدہ اور بیٹہ موت کو پہنچے  
 کو نہ کر دیا۔ عمر نے یہ سبب بھی دیا اور ام کلثوم چاہا کہ علی ابوبکر کی عمر سبب سے ہی تو عمر نے اوسکو اپنی پہلو میں بیٹھایا اور اسکی  
 آزار کو نہ کیا اور اسکو سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور اسکی تذلیل کہولی اسی امت اور بیٹھایا اور فریب تھی کہ عمر نے مسما چہ مارے کہ کہا کہ اگر تو

بنت صدیق ہوتے تو حضرت امیر سے اسکی خواستگاری کے کیا معنی اگر ہمت السعداء کے  
 روایت سے جسکو علامہ شیعہ نے معتد سمجھا اپنا استدلال قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ حقیقی  
 یہاں ام کلثوم کا عبد الرحمن بن ابی بکر تھا تو ظاہر ہے کہ وہ دلی ام کلثوم کا ہوا  
 نہ حضرت امیر عبد الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفاء میں سے تھا اگر عسر  
 اسکی خواستگاری فرماتے تو حضرت امیر کا اوس میں کچھ دخل نہ تھا نکاح بولایت عبد الرحمن  
 بلا وقت اور بدون کشاکش کے ہو جاتا پس اسی حضرات ذرا ہوش میں آؤ عقل کے ناخن بواؤ  
 جب اہل حق کے مقابلہ میں قدم رکھو اور سمجھ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہیں۔ بلکہ  
 محض دوسرے شیطانی ہیں۔ معذرا یہ کچھ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہیں بلکہ لفظ کافی کلینی ص ۱۸  
 دال میں کہ یہ غضب معاذ اللہ توبہ توبہ بہت سی فروج دشمنان اہلبیت پر واقع ہوا وہ اس  
 اول فرج غضب متاخر ہیں اور اولیت اوس وقت متحقق ہوگی جبکہ چھپی ہی یہ سانچہ  
 ہوش رہا واقع ہوا ہو۔ غالباً اس سے آپ کے امام کلینی کی مراد یہ ہوگی جو حضرات ائمہ اپنی  
 بنات اور اخوات کو معاذ اللہ نوحہ کو دیتے تھے چنانچہ حضرت سکینہ مصعب بن زبیر کے  
 نکاح میں تھی بیان ہی فرمائی کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تھی۔ لاجل لا قوۃ الا باللہ علی نظم  
 اب تیسری روایت کی کیفیت ہی سن لیجئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے نسخ الباری شرح  
 بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اس روایت کو قاضی نور اللہ شوسنری نے ابن حجر  
 متاخر معنی کی ہے اپنے مصائب میں نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خاتم التکلمین مولانا مولوی  
 حیدر رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین میں اس طرح کیا ہے بآنکہ معارضت بائجہ ذکر کردہ انہ  
 آنرا بسیاری از اہلسنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخرت در کتاب خود گفتہ کہ چون علی  
 علیہ السلام ابا کرد آنرا نکاح انبہ خود از برای عسر و صغر اور عذر ساخت و عذر اور عمر قبول نمود  
 تا آنکہ بجا ساخت علی را بآنکہ ام کلثوم را با و بناید پس اورا نزد عسر فرستاد چون عمر اورا دید  
 انہ کرد و ضم نمود اورا بخود و بوسید اورا و بعد از آن ابن حجر عذر خواست در آنچہ عمر کردہ بود

حیدر مصعب و ابی بکر بنات علی -

از ضم و تقبیل پیش از وقوع عقد تحلیس یا تکلیف ام کلثوم بنا بر صغر بحدی زرسیده بود کہ سبب شهوت  
 شود تا حرام شود ضم و تقبیل و اگر صغر اورا نئے بود پدر اورا نئے فرستاد۔ بعد قاضی شوستر  
 کہ اس روایت کو آپ کے علامہ کشمیری نے نزہہ میں ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر  
 لکھا ہے نہ عقلائی لکھا نہ ملی لکھا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارضت بروایاتکہ  
 اہلسنت دربارہ نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کردہ اندازہ محمد بن عبد البر در کتاب استیعاب  
 در آثار ترجمہ ام کلثوم روایت کردہ از عمر بن الخطاب خطب علی بنہ ام کلثوم  
 فذکر صغرها فقبل ردك فعاوده فقال له علی البث بها الیک فان رضیت  
 فھامراتک فارسل بها الیہ فکتف عن ساقھا فقاتلہ لولا انک ابرالمؤمنین  
 للطمت حینک انتہی ابن حجر چین روایت کر دہ ان علیا لما ابی عن النکاح انتہی بعمر  
 واستعذر بصغرها لم یکن یقبل من ذلک العذر رحتہ لجاہ ان یوہما اباہ  
 فارسلھا الیہ فلما راھا عمر اخذھا وضمھا الیہ وقبلھا بعد ثوبہ اور کشمیری کی  
 اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور نسخ الباری شرح صحیح بخاری  
 کی طرف اس روایت کے مخرج کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عقلائی کی تصنیف ہے پہلے اول تو  
 یہ روایت اوٹن روایات کے مخالف ہے جو موافق جمہور کے ابن حجر اصحاب میں بیان کی ہیں چنانچہ  
 ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ پھر یہ کہ یہ سلم نہیں کہ اس روایت کی نقل میں ثوبہ کے صاحب  
 صحیح ہیں کہ یہ روایت موافق اوٹنی ابن حجر متاخر کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب ہے میں  
 کہ یہ روایت اوٹنی فرما نے کے موافق ابن حجر عقلائی کی نسخ الباری شرح صحیح بخاری میں  
 چونکہ بوجہ مذکورہ ہم کو اس روایت کے صحت نقل میں کلام ہے اسلی ہی ہم اپنی فاضل مجیب سے  
 دریافت کرتے ہیں کہ نسخ الباری میں یہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل  
 مطلع ہوں نسخ الباری کو یہاں تک اسکی مواقع میں تتبع کیا گیا کہ وہ ستیاپ نہیں ہوئی اور اگر  
 بضرع مخالف نسخ الباری میں یہ روایت ہو تا ہم چونکہ یہ روایت مخالف جمہور محدثین مثل

صاحب استیعاب شیخ ابن اسحاق دارقطنی دیمقی و ثمر بن جوزی اور طبرانی وغیرہ کی  
 بلکہ جو عقائد کی روایت کی ہے مخالف ہے کہ تمام تحقیقات جہانگیر محمد بن کے صراحتاً رشتہ خویش نو دی  
 ہوا میں اس لیے قابل اعتبار و احتجاج کے نہیں ہو سکتے اور بالفرض اگر اسکو ہی تسلیم کر لیں تو  
 قاعدہ الحیثیت یفسر بعضہ بعضاً اسکے یہ معنی ہیں کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ میں اپنے  
 زیادت الحاح و التماس مسالت اور کثرت مراجعت و معاودت و مرودت سے جیسا کہ اکثر شیعہ  
 و مہول شرفا ہے جناب مرتضوی کو مجاہد مضطر کیا یہ کہ جبر و اکراہ و تعدی اور عدوان و غضب کے  
 طریقہ کو بیاقتل کے دہلی یا عباس کے ستائیت و مہم کے غضب کے دہلی سے مکرہ اور مضطر کیا ہو جائے  
 من سوء الفہم۔ پس اس جگہ لفظ ابجاہ سے مراد بجز کثرت الحاح و التماس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا  
 چنانچہ اور روایات سے ہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تھا  
 اور ایسی حالت میں کہ ناکح عمر ہو اور مخطوبہ نہایت ضعیفہ اور اسکو کسے اپنے قریب کے لیے تجویز  
 کر رہا ہو تو ایسی حالات کی وقت جعفر الحاح و التماس و طلب مسالت مرد کی طرف سے ہو اور  
 عدوانکار اولیاء مخطوبہ کی طرف سے ہو بجائی خود ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے مخاطب لبیب نے  
 اس روایت میں یہ دیانت فرمائے ہے کہ اس روایت کو اپنے مطلب کے موافق حتی ابجاہ  
 تک نقل کیا اور مابعد کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف تھے حذف فرمایا اور الخ لکھنؤ لکھنؤ  
 بلکہ یہ ہی فرمایا غور فرمائی ابجاہ آپ کی کتاب میں موجود ہے غضب اور اس لفظ میں صرف  
 تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو نزدیک اسکی پیہنسی میں کہ زبردستی بیٹی  
 چھین لے۔ جس سے بادی النظر میں دیکھنے والا یہ سمجھ کر اس بجاء و اکراہ کے غایت احتجاج  
 چنانچہ ہماری مخاطب لبیب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اس جگہ نقل کیا ہے  
 حالانکہ یہ محض غلط اور فریب دہی ہے بلکہ غایت ابجاہ و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی ہے  
 وہ صرف دیکھنا حضرت ام کلثوم کا ہوتا چنانچہ حتی ابجاہ ان پر یہاں ابجاہ سے اور ظاہر ہے  
 کہ کناح کی یہی روایات بسند فریقین و بیہنا مخطوبہ بالعدہ کا بھی جائز بلکہ منہ دہ ہے یہاں تک

صغیر ہو کہ صغیرہ کا جسکی عمر پندرہ سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت میں کہ عرب کے رسم و عادات کے خلاف ہو دیکھنا یا دیکھنا مستلزم کسی محذور کو نہیں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو بھی تاہم مفید مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات اجماع و اکراہ درباب نکاح ام کلثوم نسبت صدیق ہے اور اس روایت کی سی طرح اس ام کلثوم کا نسبت صدیق ہونا ہرگز مفہوم نہیں ہوتا تو ام کلثوم نسبت صدیق کے نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کیونکر پایہ ثبوت پہنچے گا۔ کیونکہ اسکی نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ تو فرع اسکی وجود کی ہے جب روایت میں اسکی وجود کا ثبوت ہی نہیں تو اسکی نکاح کی نسبت اجماع و اکراہ کا دعویٰ کرنا ذوقی قول کا کام نہیں ہے۔ رہا یہ کہ مذہب شیعہ میں اگرچہ روایات سے یہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم نسبت فاسد ہے مگر اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلینی اول فرج غضبت مناس سے یہ امر واضح ہے اور قاضی شوکانی وغیرہ کی تصریحات اس پر دل میں۔ لیکن یہ امر سرسری لغو و لا حاصل ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جبر و اکراہ و امانت و تدلیس کے متحمل ہوئی درحال سے خالی نہیں تھی یہ کہ یہ عہد سکوت و وجہ وصیت کے تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائے تھی کہ میرے بعد خلفاء جو جو کچھ احداثات و ابتداءات کریں ہرگز چونکہ نہ کرنا اور حقد و تہمین و تدلیس و تسلیم کریں صبر و تحمل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ اور یا اسوجہ تھا کہ آپ کے یار و دوستان تھے آپ کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ گئی سو گئے مبادا جان ہی جائے اسلئے آپ نے ان کفریات کو چھیلا اور ان میں شریک رہے لیکن دونو تو عین ایسی خرافات و توہمات جنکا بطلان ہر ایک ذی خرد و نظر بہ امتہ میں سمجھ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ باتفاق تمام اثنا عشر یہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف قطعاً حرام اور قبیح۔ پس اگر یہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوند تعالیٰ شانہ فرمائی تو معاذ اللہ خدا تعالیٰ اور اس کا رسول امر بالقیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نائب رسول کو یہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت ۱۲ کے کفار و فجار کے ہم پیالہ و ہم نوا رہیں۔

جناب امیر کے بقول اسے اور جو درود و دعا ہو جائے نہایت مستحب ہے یہ کہ عطا فرمائے۔

سیکوراء ہدایت کی طرف دعوت کریں بلکہ تقیہ کے پردہ میں عوام کو چھوڑے اور غلط مسئلہ متباد کر  
 راہ حق سے گمراہ کریں اہل کفر و نفاق و بغض و شقاق اگرچہ دین کو برباد کریں بیعت کو بدلیں حلال کو  
 حرام کریں مثلاً متعہ کو جبکہ متعدد دفعہ کرتے سے ہر ایک دفعہ میں عوام کا لانا تمام قضاہ شہوت  
 پریمی ہی کریں اور بتدریج اندہ کے مراتب پر ہی فائز ہوں اور اسکی غسل کے پانی سے جس قدر  
 قطرات ٹپکیں اونی فرشتی سپید ہوں۔ ایسی نعمت بے پایاں کو حرام کریں۔ حقوق کو <sup>چھینیں</sup>  
 بنات طبیات کو غصب کریں دم نہ ماریں چون و چرا نہ کریں۔ سرسرخ خداف لطف اور بیح  
 اور حرام ہے اور خلاف اس غرض کے ہے جبکہ لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیعت ہوئی  
 اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقا رہی ایمان تھی  
 اور اس وجہ سے اسکو سخن سمجھا گیا تو یہی بالکل دہیات ہے کہ نفاق کا بقا اور اسکا حفظ  
 اور اسکی حمایت خداوند کریم کو اور اسکی رسول کو اسدرجہ ہتھم با شان ہو کہ اسکی مقابلہ میں اسکا  
 دین حنیف برباد ہو جاوے اور اسکی کتاب خراب ہو اور طبیعت نبوی ذلیل و خوار ہوں۔ پھر یہی  
 اس نفاق کا بقا و نظر ہے خود باللہ سن ذلک اور جب یہاں شد قبیح اور محرم ہی تو حق تعالیٰ  
 شانہ کی طرف سے ایسی تسامح و شمول کا امر صادر ہوا امر محال و متمنع ہے۔ احتمال ثانی یہی بالکل غلط  
 اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر تمام صحابہ الاحدودی آپار دشمن ہتی تو جنگ جمل و صفین کے وقت میں  
 آپ کے ہمراہ ہو کر ہزار صحابہ نے جان بازیان کیں وہ کہاں نہ پیدا ہو گئی تھی پہلے کون دشمن تھے  
 اور اب کون دوست ہو گئی۔ بلکہ اگر مال کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تھی آپ پر  
 امارت میں خواہشات نفسانیہ سے ضرور دکتی ہونگی جس پر ناراضی کا ہے اسو اسطے آپ نے  
 ارشاد فرمایا تھا انا لکم وزیر اخیر لکم منی امیر۔ کہانی بیج البلاغت۔ توجہ  
 اسوقت آپ کے ہمراہ ہوئی اور آپ پر اپنی جانوں کو فدا کرنے تک دریغ نکھیا تو کیا اسوقت ہمراہ  
 نہوتے۔ بی یار و انصار ہونا تو اسوقت ہوتا کہ آپ سنا رحمت فرماتے اور کوئی آپ کے ہمراہ  
 نہوتا۔ علاوہ ازیں یار و مددگار کے آپ کو کیا عزت تھے۔ آپ کو معاصوم تھا کہ یہ لوگ سیر قتل

ایلاک پر تو قادر ہو سکتے اور مقابلہ آپ کے شجاعت کو کس کی طاقت تھی کہ سامنی آسکر۔ پس  
 یا خوف آبرو ہوتا ہے سودہ جا چکا تھی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تھے پھر سلوم نہیں لے کر  
 حالت میں اس لغو وصیت کی کیا فائدہ اور آپ کو یار و مددگار کی کیا ضرورت۔ تعجب تو یہ ہے کہ مقابلہ  
 امیر معویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شعیبان مخلصین کے ہونے کا اور سوقت خیال آیا حالانکہ امیر  
 معویہ کینڈف سے اس قادی کا عشر عشر بھی ظہور میں نہیں آیا کہ جو خلفار سے عموماً ظاہر ہوئی  
 پھر اگر وصیت کہ مختصر زمانہ خلفار ملتے پر سمجھا جاوے تو ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کی لازم آوے  
 اور بہ الفرق کوئی نہ نکلم۔ معذرا ان دونوں تاویلوں کو اور سوقت صحیح سمجھا جاسکتا ہے۔ جبکہ جناب  
 امیر نے کہہ مناعت کی ہو اور ہرگز چون و چرا فرمایا ہو۔ لیکن روایات تحت سلف ثابت ہوتا ہے  
 کہ آپ ذرا ذرا سی بات پر تلوار سیان سے نکالنے پر آدھ ہو گئے ذرا ذرا سی بات میں آپ نے  
 تحریف و تہدید فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ کو وصیت کے گئے نہ آپ عاجز و  
 بیچارہ تھے۔ چند روایتیں لکھوں جن سے یہ مدعا پایہ ثبوت کو پہنچے۔ پہلی روایت قتل ابوبکر  
 اشجع کی ہے کہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دلیلی سے نقل  
 کی ہے۔ چونکہ عبارت طویل تھی اس لیے اس کا اختصار کر کے اس طرح لکھا ہے ابوبکر اشجع بن ہرثم  
 راستولی صفات کہ مضافات مدینہ و ضیاع مذکور داند۔ کا شجاعا و کا زلہ اخر قذہ علی  
 بن ابیطالب وقعہ ہوا زن و ثقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصده  
 ضیعة من ضیاع اهل البیت فجاء بغتۃ و احتوی علیہا و علی صدقات کانت علی  
 یفرس علی اہلہا و کان الرجل زند یقا صافا فاصل اهل قرینہ الی امیر المؤمنین

یہ روایت صحیح ہے

۱۔ اور یہ شجاع تھا۔ اور اسکے ایک بہائے کو علی بن ابی طالب نے جنگ ہوا زن اور  
 ثقیف میں قتل کیا تھا جب یہ شخص مدینہ سے نکلا۔ پہلا قصہ یہ کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی کے  
 صدقات کو اچانک آکر ضبط کر لیا۔ اور رعایا پر غم کرنے لگا۔ گاؤں والوں نے پیام بھیج کر  
 حضرت کو۔ ۱۲۔

رسول یحیونہ ما فرط من الرجل فدعک علیہ السلام بدایتہ وتعم بعامة  
سوداء وتقلد بسیفین ومعه الخنزوعما بن یاسر والفضل بن عباس وعبد  
بن جعفر وعبد اللہ بن عباس حتی دنا فی القرية فانزل عظیم القرية فی مسجد  
یعرف مسجدہم ووجہ امیر المؤمنین بالحین یسالہ المسیر الیہ فصار الحین  
فقال اجب امیر المؤمنین فقال ومن امیر المؤمنین فقال علی بن ابیطالب فقال  
امیر المؤمنین ابو بکر خلیفۃ بالمدينة فقال الحنیزاجب علی بن ابیطالب فقال انا  
سلطان وهو من العوام والحاجة لہ فلبصر هو الی قال الحنیز ویکون مثل  
والدی من العوام ومثلک یكون سلطانا فقال اجل فان والدک لم یدخل فی بیعتہ  
ابی بکر الا کرہا وایعناہ طاعین فصار الحین فاعلمہ فالتفت لعمار فقال یا ابا  
الیقطان سر الیہ واسالہ ان یصیر لک لاه من اهل الضلالة فحن مثل بیت اللہ  
یونی ولایاتی فصار الیہ عمار وقال مرحبا یا اخا ثقیف ما الذی اقدمک علی مثل  
امیر المؤمنین فی صیارتہ فصر الیہ وافصح غر حجتک فانہر عمار واخسر لہ فی الکلام  
وکان عمار شدید الغضب فوضع حمال سیفہ فی عنقہ ومدیدہ الی

س او سکی زیادتیوں پہ مسلح کیا علی نے اپنی سواری شکاری اور سیاہ عمار باندہ اور دو تلواریں تامل کیں اور حسین اور عمار بن  
یاسر وفضل بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر اور عبد اللہ بن عباس ہر کاب ہوئی یہاں تک کہ کانٹن بنی آدم کا نوکڑ چورہ رہی اپنی بیوی میں اتنا  
ادب المؤمنین نے حسین کو بھیج کر اسکو بلایا کہا امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا دسٹری کہا کن امیر المؤمنین کہا علی بن ابی طالب  
اوسنی کہا امیر المؤمنین خلیفہ ابو بکر مدینہ میں بن حسین نے کہا علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا دسٹری کہا میں حاکم ہوں  
اور وہ عوام میں سے ہے اور اسکو حاجت ہے کہ وہ خود میرے پاس چلے آئی حسین نے کہا تیرا ناس ہو گیا میری والدہ صبر  
عوام میں سے ہو کر اور تجھ جیسی حاکم اوسٹری کہا بیشک کیونکہ تیرا باپ ابو بکر کی حجت میں باکرہ داخل ہوا ہے اور میں نے بڑا دسٹر  
بعث کی ہے حسین (واپس) چلے گئے اور جناب امیر کو حقیقت حل کی (خبر دی) آیت عمار کی طرف متوجہ ہو کر  
دبا با ای ابا الیقطان تو اسکی طرف جا اور اس سے کہہ کر تیرے پاس چلے آؤ کیونکہ وہ گمراہ نہیں ہے اور ہم صبر  
کی مانند ہیں جسکی پاس آتے ہیں اور وہ کسیکی پاس نہیں جاتا۔ عمار اسکی پاس گئے اور کہا مرحبا ای یقظی امیر المؤمنین جیسے  
شخص کی خدمت میں حاضر ہونے سے تجھ کو کیا چیز (مالع) میری آواز کی طرف چل اور اپنی حجت کو ظاہر کر اوسنی عمار کو چتر کا  
بدکلامی سے پیش آیا عمار ہی نیز سراج تھا اپنی تلوار یا کڑتار دہن لٹکایا اور تلوار کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ۱۲۔

السيف فقبل لا ميل للمؤمنين الحق عمارا فوجه بالجميع وقال لهم لا تهابوه فصبر  
واثبت وكان مع الرجل ثلثون فارسا من حيا د قومه قالوا له ويحك هذا على نرا بطن  
قتلك والله وقتل اصحابك عنده دون النطقة فسقط القوم جزها من امير المؤمنين  
فمنصب الاشجع امير المؤمنين على حروجه سبحانه قال دعوه ولا تعجلوا فقال ويحك  
بما استحللت اخذ اموال اهل البيت فقال وانت بما استحللت قتل هذا الخلق  
في كل حق وباطل وان مرضاة صاحبك من اتباع موافقتك فقال ما اعرف من  
نفسك اليك ذنب الا قتل اخيك وليس بمثل هذا الطلب الثارات فقبلك الله  
ونزحك فقال له الاشجع بل قبلك الله وتبرع بك فان حشدك الخلفاء لا يزال  
بك حتى يوردك مواردك الهلكة فغضب الفضل وره عنقه عن جسده فاجتمع  
اصحابه على الفضل فل امير المؤمنين سيقه فلما نظر القوم الى بريق عينيه ولمعان  
ذي الفقار ومواسلهم وقالوا الطاعة فقال انصرفوا بواسر صاحبكم الاصغر  
الى صاحبكم الا كبر فالصرفوا والقوار اسير يدي الى بك فجمع المهاجرين  
والانصار فقال اخاكم التقي طاع الله ورسوله واولي الامر منكم فقلدته صدقات

اس کی سینی امیر المؤمنین سے عوض کیا کہ عمار کے پاس پنجویں آپ سب سمیت شہید ہو گئے اور فرمایا اوسکو گھیر لو نہیں بس اپنی نوا  
کو چلایا اور اسکی ساتھ لے رہی) اوسکی قوم کے عمدہ اور چیدہ لوگوئیں سے شمس سوار تھی اور انہوں نے اوسکو کہا تیرا نام ہو یہ علی بن  
ابی طالب (آپنجی) خدا کی قسم تجھے تیرے ساتھ ہوں تو ظنون تک قتل کر ڈالینگا۔ پس جاری قوم امیر المؤمنین سے ڈر کر گریڑی اور  
اشجع کو ہونہ کے بل گھسیٹ کر امیر المؤمنین کے پاس لائے آپ نے فرمایا چوڑ دو اور جلدی نگر و اور پوچھا تیرا نام ہو کس وجہ  
تو نے اہلبیت کے احوال کے یعنی کو حلال کر لیا اور نے اس سے کہ جس سے حق و ناحق اسے شوق کا قتل حلال کر لیا  
اور با تحقیق تجھ کو میرے سردار کی رضا تیری موافقت کے پیردی پسندیدہ تر ہے فرمایا میں بجز تیرے یہاں کسی قتل کے  
اور کوئی تیرا گناہ خیال نہیں کرتا اور (ظاہر ہے) کہ اس کیسی مطالبہ کا عوض نہیں ہوتا۔ پس تیرا خدا بڑا کر کے  
اور تجھکو آزدہ کر کے اشجع نے کہا بلکہ خدا تیرا بڑا کر دے تیری عمر کاڑ با تحقیق خلفاء کا حصہ ہمیشہ تیرے ساتھ رہیگا جانتک  
تجھکو طاقت کے گھاٹوں پر اودھاری گا۔ فضل غصہ ہوا اور اسکی جسم سے اوسکی گردن اور اوی پیر تو اوسکو ساتھ ہی فضل پر  
اٹھ کر ہوئی پس امیر المؤمنین نے اپنی تلوار نکالی پھر جب آپکی آنکھوں کی دمک اور ذوق الفقار کو حکم قوم نے دیکھی اپنی ہتھیاں ہٹکی  
اور طاعت بجا رنے لگے فرمایا جاؤ اپنی چوڑے سردار کا سر بڑی سردار کے پاس بجاؤ۔ وہ گئی اور اوسکا سر پوچھ کر کے آکر ڈال دیا

اس کی سینی امیر المؤمنین سے عوض کیا کہ عمار کے پاس پنجویں آپ سب سمیت شہید ہو گئے اور فرمایا اوسکو گھیر لو نہیں بس اپنی نوا  
کو چلایا اور اسکی ساتھ لے رہی) اوسکی قوم کے عمدہ اور چیدہ لوگوئیں سے شمس سوار تھی اور انہوں نے اوسکو کہا تیرا نام ہو یہ علی بن  
ابی طالب (آپنجی) خدا کی قسم تجھے تیرے ساتھ ہوں تو ظنون تک قتل کر ڈالینگا۔ پس جاری قوم امیر المؤمنین سے ڈر کر گریڑی اور  
اشجع کو ہونہ کے بل گھسیٹ کر امیر المؤمنین کے پاس لائے آپ نے فرمایا چوڑ دو اور جلدی نگر و اور پوچھا تیرا نام ہو کس وجہ  
تو نے اہلبیت کے احوال کے یعنی کو حلال کر لیا اور نے اس سے کہ جس سے حق و ناحق اسے شوق کا قتل حلال کر لیا  
اور با تحقیق تجھ کو میرے سردار کی رضا تیری موافقت کے پیردی پسندیدہ تر ہے فرمایا میں بجز تیرے یہاں کسی قتل کے  
اور کوئی تیرا گناہ خیال نہیں کرتا اور (ظاہر ہے) کہ اس کیسی مطالبہ کا عوض نہیں ہوتا۔ پس تیرا خدا بڑا کر کے  
اور تجھکو آزدہ کر کے اشجع نے کہا بلکہ خدا تیرا بڑا کر دے تیری عمر کاڑ با تحقیق خلفاء کا حصہ ہمیشہ تیرے ساتھ رہیگا جانتک  
تجھکو طاقت کے گھاٹوں پر اودھاری گا۔ فضل غصہ ہوا اور اسکی جسم سے اوسکی گردن اور اوی پیر تو اوسکو ساتھ ہی فضل پر  
اٹھ کر ہوئی پس امیر المؤمنین نے اپنی تلوار نکالی پھر جب آپکی آنکھوں کی دمک اور ذوق الفقار کو حکم قوم نے دیکھی اپنی ہتھیاں ہٹکی  
اور طاعت بجا رنے لگے فرمایا جاؤ اپنی چوڑے سردار کا سر بڑی سردار کے پاس بجاؤ۔ وہ گئی اور اوسکا سر پوچھ کر کے آکر ڈال دیا

المدینة وما یلہا فاعرضہ علی بن ابیطالب فقتلہ اخبث قتلة ومثل بہ اخبث مثلة  
فلینخرج الیہ شحمانکم واستعد والہ من رباط الخیل والسلاح فکت القوم ملیا  
کان الطیر علی رؤسہم فقال اخر من انتم ام ذوالسن قالفت الیہ رجل من الاعراب  
یقال لہ المجاج بن السجین فقال ازسرت سزنا معک ثم قام اخر فقال لا تعلم لی من  
توجہنا واللہ ان لقنا منک الموت اسهل من لقناہ فقال اذا ذکر لکم علی دارت  
اعینکم واخذتکم سکرة الموت اھکذا یقال لمثلہ قالفت الیہ عمر فقال لعین  
الاخالد فقال یو بکریا ابا سلیمان انت الیوم سیف من سیوف اللہ قصیر الیہ فی  
کثیف من قومک فانه قتل لیثا وکھفا وضیغما من شیعتنا وسلہ ان یدخل الخفرة  
فقد عفونا وان نابذک الحرب فجننا بہ اسیرا فخرج خالد فی خمس مائۃ من البطال  
قومہ فظرا لفضل بن عمر المومنین فقال لوکانوا صنادید قریش وقبائل حنین  
وفرسان ہوازن لما استوحشت لامن صلا لہم فقال خالد ما ہذہ الویثۃ  
التي قد بدت منک لا تفرق بنیک کلمۃ مجتمعة ولا تضر نار البعد المحمود  
فانک ازفعلت وجدت عنہ غیر محمود فقال تهددنی یا خالد بنک وبان

اس مینہ اور اسکی تعلقات پر حاکم بنادیا تھا پس علی بن ابیطالب اس سے متعرض ہوا اور اسکو بہت بُری موت مارا اور میت کے طرح سے  
بگاری پس تم میں سے بہادر اور مٹی لڑتے لٹکوا اور گھوڑوں اور ہتھیاروں کے واسطے سے تھکے ہو جاؤ (یہ سنکر) قوم دیر تک ایسی تپتے  
گویا اونکی سرد سپر چڑیاں میں ابوبکر نے کہا کیا تم کوئی ہو۔ باز بانوں والے تو ایک بدوی شخص سلو جی ج بن سجن کہتے تھے جو  
روکنے لگا اور توجھ لگا تو ہم ہی تیری ساتھ چلے گئے یہ دو سب اور ٹھیک لگا لیا تو ہمیں جانتا کہ کو تو کسلی عات یہی ہے  
خدا کی قسم اسکی لڑنے کے بہت ملک موت کا ملنا سہل تر ہے ابوبکر نے کہا کہ جب علی کا تسمہ نہ کور جوتا ہے تو نہاری آئینہ  
پہر جاؤ میں اور کو موت کا نشہ چڑھ جائے کیا میری جیسی کو ایسا ہی جواب دیتے ہیں یہ عمر اسکی طرف متوجہ ہوا اور بولا اس تسمے  
جو خالہ کے اور کوئی نہیں ہے پس کہا اے ابا سلیمان تو آج غنہ کے تلوار دین کے ایک تلوار ہے تو اپنی قوم کا گران لشکر کیا  
اسکی طرف جاؤ سنی ہماری شیعوں کے ایک شیر کو مار ڈالا اور اسکو کہہ کہ حاضر حضور ہو جائے ہم نے حضور صاف کیا اور اگر تجھے لڑی  
تو تو اسکو قید کر کے ہمدی پاس لے آ۔ تو خالہ اپنی قوم کے پانسو بہادر لیکر نکلا فضل نے دیکھ کر پھر المومنین کو اطلاع دی فرمایا  
اگر قریش کے سردار اور حنین کے قبیلے اور ہوازن کے سلسہ سوار یہی ہونگی تو میں نہیں گھبرانا بخیر او علی گمراہی کے خالہ نے کہا یہ کیا  
حرکت تھی جو تجھے ظاہر ہوئی کلمہ مجتہدین تفریق ڈال۔ اور بھی ہوئی آگ نہ پڑا اگر تو ایسا کر گیا تو اسکا انجام ہر پسند نہ ہو

ابن خفاف مثلك من يحمل مثلي اسير الحسيني مالك بن نويرة قتلتك وانكحت  
امراته اني لا عرف قاتلي واطلب منيتي صباحا ومساء ولو اردت ذلك لقتلك  
في فناء هذا المسجد فغضب خالد بن ابي اسير المؤمنين علي بن خالد وحقق عليه فلما  
نظر اليه برق عينيه وريق ذي الفقار نظر الى الموت عيانا وقال يا ابا الحسن  
امر برد هذا فصر به امير المؤمنين بفقار سر في الفقار على ظهره فنكس عن راتبه  
فقام رجل يقال له لثمة بن الصباح وكان عاقلا فقال والله ما حبناك بعد اذ <sup>سنا</sup>  
وبيناك انت اسد الله في ارضه وسيف نعمته على اعدائه ونحن اتباع مامورين  
واطواع لا مخالفون فاستحي امير المؤمنين ونزل الجميع ونزل امير المؤمنين  
يخرج خالد او خالد لما به امر الغيرة بكالت فقال ويلك يا خالد ما اطوعك  
للمخائنين الناكثين فقد تركت يا شقير <sup>شعبي</sup> معرفته وجئتني لتحملني على ابن خفاف  
اسير بعد معرفتك اني قاتل عمر بن عبد ود ورجب وقالع باب خيبر واني  
استحي منكم ومن فلعقولكم او ترعهم انه قد خفي على ما تقدم به اليك صاحبك  
حين اخرجك الى و انت تذكره ما كان مني الى معد بكرب والى صدر نرسلفه

سلاح اور ابن ابی خفاف سے وہ کاتا ہے تیری جیسا سر جیسی نوید کر کے بچا نکالیا مجھ کو ہی ملک بن نویرہ سمجھا کر اس کو  
مارا والا اور اس کی عورت سے نکاح کر لیا بالتحقیق میں اپنی قاتل کو بچاتا ہوں اور سچ شام اپنی موت کا طلبگار ہوں اور اگر تو ایسا  
نفسد کر گیا تو میں تجھ کو اس سجد کے صحن میں قتل کر ڈالتا تھا اس پر خالد کو نصیحت کیا تو اپنے ہی خالہ پر تلوار کھینچ لی اور ترنگاہ سے  
و بچا خالہ نے جب آنکھوں کے دیک اور ذوالفقار کی چمک دیکھی تو موت کو خاموش دیکھ لیا اور کہنے لگا ہمارا یہ قصہ نہیں  
تو اپنے خالہ کی پشت پر ذوالفقار کے نوک کے پتہ مار کر سواری سے اس کو اونڈا کر دیا ایک شخص مثنی بن صباح  
نام جو دشمن تھا اور کھنڈ لگا کہ خدا کی قسم تم تیری پاس باہمی عداوت کی وجہ سے نہیں آئی تو اللہ کا شہرہ  
اور اس کی زمین میں اور اس کی انتقام کی تلوار ہے اس کو دشمنوں پر اور ہم تاج محکوم اور مطیع غیر مخالف میں امیر المؤمنین کو  
حیا آگئی اور سب اتر کر امیر المؤمنین ہی خالہ سے دل ملی کرتے اترے اور خالہ بسبب الم ضرب کے چپ ہوا  
بس فرمایا ای خالد تجھ پر افسوس ہے کس چیز نے تجھ کو المت میں خباثت کرنے والوں اور عہد کے توڑنے والوں کا  
مطیع بنا دیا اور تو نے جان بوجھ کر حق چھوڑ دیا۔ اور مجھ کو عمر بن عبد ود اور مرعب کا قتل کرنے والا اور باب خیبر کا  
اوکھاڑنے والا جانتی ہے بعد ہی میری پاس آیا تاکہ مجھ کو اپنے فی فافہ کے پاس یہی بنا کر بچا دے اور مجھ کو تیرے اور تمہاری عقلی  
سے نرم آتی ہے کیا تجھ کو یہ گمان ہو کہ تیری ہوائہ کرنے کے وقت جو تجھ سے تیرے سردار نے لٹکوا کی تھی تجھ پر غصہ ہے اور تو اس کو

و تیرے ہی جیسے حکم اور بعد بن سحر کے ساتھ ہوا تھا۔ کا۔

الخروجی فقال لك ابن ابي قحافة انما كان ذلك منذ عا لنبي وهو الان  
 اقل من ذلك فقال خالد يا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدت العرب عنك الا هربا  
 من سيفك وما دعاهم الى مبعث ابي بكر الا استسما لاجل انبياء وعبيته  
 واخذهم الاموال فوق استحقاقهم اخذ الرواية۔ اس روایت سے مثل  
 روز روشن روشن ہو کر وصیت کا دعویٰ ہے جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں محض وہ کو سہل ہے  
 اور بجا و اگر اہ صرف بناوٹ اور گہرت ہے اگر وصیت ہوتی تو اس ذرا سے عالم میں خلافت  
 وصیت فرماتے اور مخالف حکم تلوار نیام سے نہ کہتے تھے کہ غضب امت پر چوں  
 نہ کہ غضب بنات پر غیرت وصیت کو اعدا دل شیعہ پر جو شیعہ آؤ دین برباد ہو کیا کہی ہر  
 نہ ملا دین اور جو شیعہ آؤ دے تو اس ہتھوری سی بات پر۔ اہل عقل غضب امت اور غضب  
 بنات کو اس سے مقابلہ فرما دین اور اس میں سکوت اور دین تلوار کشی کو دیکھیں اور اوصاف  
 فرما دین کہ شیعہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں یا نہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت سے اور یہی  
 چند فوائد حاصل ہوتی جنکو ملخصاً مختصراً لکھتا ہوں (۱) ظاہر ہے کہ اشجع بن راحم  
 ظہر اسلام اور کلمہ گو تھا۔ اگر یہ اوسکے دلیمن کفر و نفاق ہو تو باعتبار ظاہر شریعت کے اوپر  
 احکام اسلام کے جاری ہو گئے تو اوسکا قتل مستوجب قصاص ہے۔ پس اگر ہمارے فاضل مخالف  
 اوسکے ظاہری اسلام کا اعتبار فرما دین تو اوسکا دم کو مستحق قصاص کا سمجھیں افضل بن  
 عباس پر قصاص لازم فرما دین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس  
 کی قربانی ناجائز اور حرام قرار دین اور اگر باطنی کفر کا اعتبار کریں اور اسوجہ سے اوسکا دم سباح  
 اور مد سمجھیں تو پھر اسکا فکر فرما دین کہ حضرت ام کلثوم کے جواز نکاح کی علت حضرت فاروق کا

سے باد لاینا اور سنے کہا یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی بدولت تھا۔ اور اب وہ اس سے کتر ہے  
 خالد نے کہا ای ابا الحسن سچہ تو کیا کہتا ہے عرب بجز تیری تلوار کے خوف کے کسی اور کسی سبب سے خوف  
 نہیں ہونے اور وصیت اے بکر کبیرت فرما دے کہ ہولت جانب اور نری طبع اور تحقیق سے زیادہ مال حاصل  
 کرنے کے اور کوئے۔ داعی نہیں ہوا۔ ۱۲۔

ظاہری اسلام جو آپ اور آپ کے اسلاف بیان فرماتے ہیں وہ سرسبز غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہیں تو پھر اس کے وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہؑ کے جگر گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہو سکتا ہے (۲) تمام صحابہ چوٹے سے لیکر بڑے جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت سی اور آپ کے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس آگونی اطاعت کے لیے خدا تعالیٰ کا ایسی شجاعت کو حکم کرنا سرسبز خلاف عقل سلیم ہے۔ اور جناب امیر کا ایسی لوگوں سے جو آپ سے اس قدر خائف و ہراسان ہوں تقیہ کرنا ہرگز عقل سلیم نہیں کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بجز براہ معاذ اللہ ان کی بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسکر گوشہ کو غضب کرین ہرگز فہم میں نہیں آتا۔ جب لوگ آپ کی قدر ڈرتے تھے تو یہ سب بامین لغو اور باطل ہیں (۳) تمام اصحاب مہاجرین و انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ میں اطاعت نہ کرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کیجاتی تھی تو ان کی آنکھیں بدل جاتی تھیں اور سکرۃ الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب نہ دیتے تھے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم کس کے مقابلہ میں بھیجتے ہو یہ وہ شخص ہے جسکر مقابلہ کی نسبت موت کے موندہ میں جانا آسان ہے۔ جب خلیفہ اول کو ساتھ اصحاب کے یہ حالت تھی تو قطعاً یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارہ میں منازعت فرماتے اور آپ کے ساتھ مقابلہ پیش آتا۔ تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کر دیا جاتے۔ اگرچہ یہ خوف لوگوں میں پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو شاید ہو گیا کہ صحابہ میں سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سواو خالہ کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالہ مع اپنے پانسو رفقاء کی جب سامنی جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوی صرف آنکھوں کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھ کر اس باختہ ہو گئی اور عجز و اسحاق کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالہ کو مارا یہی تاہم اونپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و نیاز کے کچھ نہیں آیا (۴) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ جناب امیر کو  
 معلوم تھا کہ یہ لوگ نہ بجا قتل کر سکتے ہیں اور نہ قتل پر قادر ہیں۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ  
 آپ کا قاتل کوئی اور شخص ہے جس کو یہ حالت ہو اس پر کوئی کس طرح جبر و اکراہ کر سکتا ہے (۵)  
 جناب امیر کو یہ باتیں بھی معلوم ہو جاتی تھیں جو صحابہ باہم کرتے تھے چنانچہ جو گفتگو خالد بن ولید  
 صدیق کی ہوئی تھی آپ نے اس کو ظاہر فرما دیا (دوسری روایت) حدیث بساط جو کتاب است  
 دارستانی سے صاحب انعام نے نقل کی ہے ہم اس کو بیان ارغام سے نقل کرتے ہیں  
 روایت میکنہ ابن بابویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت ششستہ بودم نزد سید و مولای خود امیر المومنین  
 در آن وقت کہ مردمان معیت عمر بن خطاب کردہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و سید بن حنفیہ  
 و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و مقداد بن اسود نیز بودند و از ہر در سخنان میکنہ ششستہ امام  
 حسن متوجہ ہر بزرگوار شدہ و گفت یا امیر المومنین حضرت ملک و دوسلیمان بن داؤد و اعجب  
 سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عطیہ بوحسی اور سیدہ باشد شاہ سریر ولایت تبسم فرمود و گفت  
 آن عبودیکہ دانہ خشک را در زمین سر سبز میگردد و بان قاوریکہ آدم را از خاک تیرہ آفریدہ قسم کہ  
 آنچہ بدتر اودہ میچک از اولیاد او بسیار مضربہ ندادہ و بعد ازین میچکس مابین کرامت فائز خواہ شد  
 پس امام حسن و خصار التماس نمودند کہ یا امیر المومنین میخواہیم کہ شما از آنچہ واجب عطیات بشما موصبت  
 نمودہ مشاہدہ کنیم و معاینہ ہم کنیم تا موجب از دیاد ایمان و باعث تقویت علم دایقان گردد  
 سیدار صبا علیہ السلام فرمود کہ عباد کرامتہ یعنی چنان کنتم کہ شما میخواہید و چیزہا کہ  
 حضرت غرت بن کرامت نمودہ بر شما ظاہر میسازم۔ پس برخاستہ و رکعت نماز کرد و کلمہ چند  
 بر زبان مجربیان گذرانید کہ میچک از خصار فہم آن نتوانست کرد از انجا بمیان خانہ آمدہ بہت  
 مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از الحمد دست را بریز آورد و بر کف دست مبارکش پارچہ  
 ابری دیدیم آنرا گذارستہ بار دیگر دست دراز کرد و بارچہ دیگر بر روی پیشانی دیدیم سلمان گوید لا اله الا  
 دان محمد رسول اللہ و انک دھی بنی کریم من شک فیک ملک و من شک فیک ملک سبل النجاة

یعنی گواهی میدهم که خدا کیست محمد رسول برگزیده است و تودوسی خلیل برگزیده هر که شک آورد  
در مصابت و خلافت تو هلاک شود هر که بجز الوثقی محبت تو چنگ زند نجات یابد پس دیدیم  
که آن دو ابر چون دو قلمه پهن شدند و در پهلوی یک دیگر قرار گرفتند چنانچه گویی یک جوزه اند  
از آن هر یک بوی مشک از خود باغ اهل ایمان میرسید پس فرمود که برخیزید و بر این ساط  
نشینید همه برخاسته بر یک ابر نشینیم و آنحضرت تنها بر یک ابر دیگر پس کلمه چند فرمود و حکم  
نفرمود پس اشاره بآورد که بجانب مغرب روانه شو بادوی در زیر آن دو ابر در آمده و ابرها پاهای  
تمام بر داشته بر هوا برد و ما درین وقت چون آنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جابر نزد پوشیده و با  
از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعلین که بند آن از یاقوت ابدلر بود و پاره کرده و انگشتری با زردارید عین راق  
که روشنی آن چشم را خیره میساخت و انگشت دلو و بر کرسی از نور شسته امام حسن علیه السلام بخت  
گفته که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بحیث انگشتری لطاعت نمودند و شمارا بپوشید و اند  
فرمود یا ولدک انا وجه الله و انا عین الله و انا لسان الله الماطق و انا ولی الله  
انا نور الله لا یطفئ و انا باب الله الذی یوتی و انا حجة الله علی عباده و انا  
کنز الله فی ارضه و انا قسیر الخبثه و النار و انا سد ذی القرنین و انا جعلتهما  
یعنی ای نور دیده من و جبر الله و عین الله و لسان الله و ولی الله منم و آن نوریکه فرو نشیند منم و آن  
دریکه از آن در بخدا توان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا و زر کین منم و قسمت کننده و بیست  
و دوزخ منم و سد یک ذی القرنین بسته منم و دو قرن را برای افسکند قرار داده بودم که بان شبیده بود  
میخواهی که خاتم سلیمان بتو بنمایم دست در بغل کرده انگشتری بر آید و از طلای اخگر انگشیش بود و یاقوت  
سرخ فرمود ای فرزند من این خاتم سلیمان است نامهای است که در و نقش کرده اند سلیمان گوید  
که تجب حضار زیاده شد بحدیکه گویا اورا نمی شناختند پس فرمود اینها از مثل من عجب نیست بخدا  
گویند که بنمایم امر فرزند شما آنچه پیش ازین نشان ندیده باشید پس امام حسن گفت آرنوی با آنست  
که سد ذی القرنین را با ما نالی پس آنحضرت با در امر فرمود که ما را آنطرف که حسن میخواست بر و مغلان آن

از باد آوازی چون آواز رعد جاریسیده و بار بار بدشته بهواید و امیر المومنین علیه السلام بر آن کوی  
نشسته از بی مای آمد تا باد باران بکوه بلند رسانید درختی عظیم بر آن کوه بود خشک شده برگهایش  
ریخته یکی از ما گفت یا امیر المومنین این درخت را چه رسیده که او را قش ریخته آنحضرت فرمود که از دور  
بر پرسیه تا حال خود بگوید امام حسن پیشی نمود و از درخت سوال کرد مالک ایته الشجرة یعنی چه شده است  
ای درخت که سبزی از تو رفته و برگت ریخته جواب داد امیر المومنین فرمود و اجمع باذن الله ایته  
الشجرة و انجرهم بخیر - ای درخت بفرمان الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت شکم  
شد و گفت - لیلیک لیلیک یا وصی رسول الله و خلیفته من بعد حقار خطاب با امام  
حسن کرد که هر شب وقت سحر در پرت به نزد من می آمد و دو رکعت نماز گزیده پستیج و تقدیس حق تعالی  
مستول می شد و می رفت و آمدن و رفتش بر کرسی نوب میان ابر سفید می بود که اذان بوی شکاف  
به شام میرسید من از استقام روح و روح افزائی آنحضرت و آن نور سبز و باطرات می بودم و اکنون  
چهار شب شده که تشریف از زانی نفرموده از مفارقت پدرت که عالم بین مرتبه رسیده و اگر از ایشان  
استه مکنی که لطف خود ازین مجبور دور ندارد آمدن او مرا بحال خود باز می آورد پس شاه ولایت بنزد  
آن درخت رفته دو رکعت نماز گزیده دست مبارک بر آن درخت الیه سلمان گوید که بخدا قسم که  
که اذان درخت که مشتاق به برخواست نه الفور سبز شده و برگ آورده سیوه ببردن کرد پس آنحضرت  
بر کرسی خود قرار گرفت و بار بار بدشته بلند شد بعد که دنیا - تمامی و نظر اسبیری نمود در جوانی بدیده ایم  
سرا و دزد بر قرص آفتاب و بای در قمر محیط و یکدست در شرق و یکی در غرب از علی علیه السلام پرسیدیم  
که این کیست فرمود که خدا من او را درین موضع مغب کرده ام و تا یکی شب در شامی روز  
موکل ساخته و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس باد باران زد و یا جوج برود آنحضرت علیه السلام با خطا  
نمود ابطی تحت هذا الجبل - یعنی ای ابر در زیر کوه فرو داد آن کوه بلند غلانی گویا شبی بود سیاه  
بودی و در آنجا شام میرسید یا جوج را دیدیم و از کثرت ایشان تعجب نمودیم و ایشان را در صفت  
دیدیم که یکی طول ایشان بست گز و عرض ده گز - و صفی طول صد گز و عرض هفتاد گز و صفی یک گز را

محاف دو دیگر را دو اوج میکردند یکی از حال آنها پرسید حضرت علیه السلام فرمود حاکم این جمع بمصود  
 منم همه در کسم اند پس میاد حرفی گفت با دوازده دشت بکوه قاف رسانید کوهی دیدیم  
 چون یاقوت سرخ که محیط همه دنیا بود فرشته بشکل آدم بروی موکل چون آن فرشته را چشم برافتاو  
 گفت اسلام علیک یا امیر المومنین پس خدمت طلب کرد که مطلب خود را عرض کند آنحضرت فرمود  
 که خدمت زیارت برادرت و مصاحبت میخواهی برو خدمت دوم پس فرشته بسم الله الرحمن الرحیم  
 گفتند ای شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول بهمان طریق سوال جواب واقع شد در  
 گفت ثلث اول شب که علیه السلام نزد من می آمد و پس از نماز و تسبیح و تقدیس این سپی سوار شدن  
 میرفت من بنزد خورم بودم چهل روز است که فیض اسلام از من گرفته و منم که اخته و اوقم فروخته  
 از غارت اوست و امام حسن التماس نمود حضرت دست مبارک بر پیشانی درخت گفت اشهد  
 ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله و انک امیر المومنین فی الامة المبارکة  
 الطیبة و صی رسول رب العلمین من عندک بک بنحو و مرتخلف عنک هو پس  
 آن بنزد خورم شد و طراوت یافت و ما در زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المومنین آن  
 فرشته کجاست فرمود که دیر روز بر جیل خلعت که عبود نمودیم فرشته که بر آن موکل است خدمت زیارت  
 این فرشته طلبیده بود امر دزاین رفت که نذرک آن نماید یکی از یاران گفت که ملائکه همه باذن شما  
 از محل و مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدای که آسمانها را بے ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارند  
 که بے خدمت من از جای خود حرکت نمایند و اگر بے اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت رغب  
 به برق غضب خود از آبوزد و بعد از من فرزندم حسن و بعد از حسین و بعد از زکریا و اولاد او که هم  
 ایشان قائم آل محمد است صلی الله علیه و سلم این حال دارند و هیچ مگر از ملائکه مقربین با حد  
 نباشد که یک نفس بے اراده ایشان برآرد یکی نام فرشته که موکل قاف است پرسید فرمود بر نایل  
 منستم یا امیر المومنین نما دیر روز خدمت شما بسر بردیم که ام وقت نزول اجلال در آن کوه  
 شده بود فرمود چشم خود را پوشانید پوشانیدیم امر یکشودن کرد و نمودیم خود را در ملکوتی دیگر بستیم

گفتیم این نذالشی عجب اب فرمود ملک الموت در قبضه اقتدار من است که شمار طاقت اطلاع بر آن  
 و همدان من این مخلوقم چون مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و نکاح مانند دیگران و اگر اندکی از آنچه  
 من بطلبم بماند و لپائی ثناب شنیدن آن ندارد و دهانید که اسم اعظم حق تعالی بفرماید و در دست  
 نزو آصف بن برخیا که تحت بغیس را یک چشم زدن آورد و نزد سلیمان یک حرف بود و نزد من بفرماید  
 و دو حرف یک طرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول و لا قوة الا بالله العلی اعظم است  
 هر که مرا شناخت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن برادر امر فرمود که ما را با غنی رساند که در سبزی و خوشی  
 بار و خد بهشت برابر می نماید در آنجا جوالی را در میان دو قبر مشغول دیدیم گفتیم یا امیر المومنین این  
 جوان کیست فرمود این صاحب نبی است و این دو قبر از پدر و مادر اوست و چون چشم صالح بر صالح  
 المومنین افتاد و بتیابانه پیش آمد رسید به کیسه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بشکوه درآمد و حضرت  
 او را تسلی میداد و پرسیدیم که صالح چرا میگرید فرمود که از دیر پرسید ایا من فرمود ایا العیة الصالح چه  
 چیز را میگرید یا ند فرمود که هر روز وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و هفت  
 نشاء و رعیت من بود در عبادت و امر دزده روزی که تشریف نیاورده چون او را دیدم عظم  
 نماز گفتیم یا امیر المومنین این عجب است ما هر روز در صبح در خدمت شما بسر میریم چگونه با اطلاع  
 اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکنی فرمود که اگر خوابیده سلیمان را زیارت کند گفتیم یا امیر المومنین  
 ما را آرزوی نیست شاه ولایت برخاسته برانداخت و در خدمتش بستانان رسیدیم که کسی است که آن نشانی  
 و ندیده آبپای جاری و مرغان خوش الحان و ذوالکبیر چون آن مرغان را چشم بر آنحضرت  
 افتاد و در آفرید و گرفتند و بر میزدند و طواف میکردند و در میان هشت تختی از فیروزه دیدیم  
 جالین بر دو خوابید و کستهای خود بر سینه نهاده و دو مار بالای سر و پاهای پائی قرار گرفت و چون  
 ماران آنحضرت را دیدند دست دراز کردند گفتیم یا امیر المومنین این جوان کیست فرمود سلیمان گفتی  
 را از هشت خود بر آورده در هشت او کرد گفت قسم باذن الله تعالی هیچی بجز عظام و هی می بینم حال سلیمان  
 علیه السلام برخاست و گفت اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و ان محمدا عبده

ورسوله اسلمه بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون  
 واشهد انك وصي رسول الله الهادي المهدي الذي سالت الله بحجته ومحبه اهل بيته  
 ما اتاني الملك - يعني گواهی میدهم که خدا نوری پرشکینیت و اورا شیرینی نیست و بدستیکه  
 محمد بنده است و فرستاد او را و رستاد و برپائی را انهار کردن دین حق و هر دینی غیر دین اوست  
 باطل باشد و دین او نامح دین باشد اگر چه مشرکان زمین سنی گراست داشته باشند و گواهی میدهم  
 که تو وصی و جانشین رسول الله و تویی راه نمائنده راه یافته که بوسیله تو سوال کردم من از حق تعالی  
 محبت تو و محبت اهل بیت تو و من حق تبارک و تعالی آنچه داده از ملک بادشاهی مثل آن هیچ یک از اولاد  
 آدم نداده بود اگر محبت تو شفیق منمستم آن سلطنت و بزرگی بمن عطا نمی فرمود پس ما  
 آن سرور نزد سلیمان علیه السلام بیا بوس آن پیر میرفت شدیم پس سلیمان را دواع نموده برخاست  
 و سلیمان بجال خود برگشت و ما پسیدیم که یا ایها النبیین شکار علمی با آنچه در پس کوه قباست فرمود  
 که خلاق عالم و موجب بنی آدم چهل عالم در عقب کوه قاف آفرید که هر عالمی چهل برابر دنیا باشد و علم من  
 ما در آئی کوه چو کسنت بجال این دنیا و آنچه درین دنیا است بعد رسول الله صلی الله علیه و آله  
 نگا دارند آن عالم سامنم و همچنین بعد از من اولاد من حافظ شریعت نبوی و وارث علم مصطفی  
 خواهند بود تا روز قیامت من و انا تریم بر اینها که در آسمانهاست در اینها که در زمین است و اینهم اسم  
 مکنون و اسم مخزون الهی و اینهم اسم حسنی که چون خدا را بان اسم بخوانند و اینهم صاحب آن  
 نامها که بر عرش و کرسی شسته است و اینهم نسبت کنند بهشت و دوزخ و از ما تعلیم گرفته اند بلکه  
 اسمها تسبیح و تقدیس و تهلیل و تکبیر و تحمید الهی و اینهم آن کلماتی که چون آدم علیه السلام  
 تلقین نمود توبه اس مشبول شد من سید انم این امور عجیبه و اسرار عجیبه را بکرامت اسم اعظم  
 که اگر بزرگ زمین بآن حرف بنویسند در آتش اندازند نسوزد و طراوتش میل بر مردگی نکند  
 و هر کجاست روشنی روز از نا بهای نامی ماست و آسمانی ما را چون بر آسمان نقش کردند بهشت  
 استقامت یافت زمین بآن منقش شده سطح شد و چون بر باد خوانند در حرکت آمد

و بر برت نوشتند لعان شد و بر عدد رقم نمودند فاش شد و بر جبهه اسرائیل نقش کردند متکلم بکلام متبوع  
 قُدُّوس رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ گردید و چون کلام معجز نظامش باین مقام رسید فرمود پیشهای  
 خود را پوشید پوشیدیم باز گفت بکشائیم بکشادیم و خود در شهری دیدیم شمل بر بازارهای محمود  
 و قصرهای رفیع مردمش در نهایت بندگی قاست و کمال استقامت هر یکی چون نخل پس بود  
 که این گروه از بقیه قوم عاواند که هنوز در کفر و ضلالت و جهالت گرفتار اند و ایمان برب ارباب  
 در حساب ندارند و شهر ایشان از شهر اوس مشرق بود من بامر خالق بیچون قلع و قمع اینها نمود  
 باین مکان شان نقل نمودم تا شمارا در اینجا ببینید و شما بر آن طبع گشتید و من داعیه دارم که باین گروه  
 مقابل نمایم پس آن قوم را بوحضرت خدا و رسالت محمد مصطفی صلی الله علیه و سلم ولایت خود دعوت  
 نمود ایشان ابا نمودند بسیاری را بکشت و چون خوف را مشاهده نمودند زدن آمده دست مبارک را  
 بر سینه مالید خوف از ماز ازل شد بار دیگر با از بلند ایشان را با سلام خواند ایمان یار دارند برق و صاعقه  
 ظاهر شد چیزی چند میخواند که ما تقدیم دارا چنان مشاهده می شد که این برقی رعد و صاعقه از دهن تخرت  
 بر می آمد و چند آن صدای هونک پدید آمد که غنیمتیم البته آسمان بر زمین آمده که بهیسا از هم  
 فرو می ریزد تا آنکه یک متنفس از ایشان نماند و چون از مجاد که آن قوم فارغ شد و آن رعد برق  
 بر طرف شد استعجاب نمودیم که یا امیر المومنین بار بوطن باز رسان که زیاده برین طاقت مشاهده این  
 امور نداریم آن ابر را طلبید بر آن سوار شدیم و آن حضرت متکلم بکلامی شد با و ما را بهو آورده  
 بجای رسانید که دنیا بقدر دهمی معانیه میسر کردیم و بعد از خود را در خانه امیر المومنین دیدیم از همان  
 مکان که مسافره بودیم و چون فرود آمدیم بیستم بانگ موزن شنیدیم که اذان ظهری میگفت  
 یا اول صبح بود از طلوع آفتاب راهی شده بودیم که در پنج ساعت پناه سالار راه را طی نمودیم  
 چون ما را شجب دید فرمود بجای که نفس من بید قدرت اوست که اگر خواهم شمارا در طرقت احسن  
 در همه استخوانها از زمین با گردانیم و بر آن قادرم و این قدرت عظیمه باذن خالق بریزد و از برکت  
 خیر الخلیفه یا فقه ام و منم ولی دومی تا حضرت صلعم در حین حیات و در زمان رحلت و لیکن

اکثر مردان نے داند سلمان گفت لعن اللہ من غصب حقک و حدک را عرض عنک  
و صاعف العذاب الاکسم۔ انتہی بلفظہ۔ ای حضرات شیعوں اس حدیث کو پڑھو اور جناب  
امیر و دیگر ائمہ کی محامد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہیں دیکھو کہ حضرت کا مرتبہ  
کیسا عالی ہے آپ کے اختیارات کس قدر وسیع ہیں آپ کی قوت و شوکت کس درجہ پر ہے ابراہیم آپ کا  
ہوا آپ کی لونڈی نامہ ملا کہ آپ کے چاکر و ختنوں کی لیے آپ اب حیات سے بہتر اسم اعظم آپ کا کہ انگشتی سلیمان  
آپ کے ہاتھ میں ابلیس آپ کے والد و شہداء بنیادگی آپ عقدہ کشار عد کی کر دک آپ کی زبان میں بجلی  
کی چمک دہن میں۔ ہر چیز آپ کو معلوم تمام عالم آپ کی نگہبانی میں استیاج و اجوع آپ کے  
قبضہ ائمہ میں۔ کفار و فجار کو ایک لمحہ میں خاک سیاہ کر دین۔ ذوالفقار آپ کی اہل نفاق کو فخر  
ایک دم میں تباہ کر دے۔ قوم عاد کو جو قوت و شجاعت میں لاثانی تھے ایک دم میں نیست  
و نابود کر دیا۔ پس ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کہ اور سرچند منافقین سے ڈر کر یہاں تک تقیہ کیا  
کر دین ہی تباہ ہو گیا۔ اور وہ اس کی بیٹی ہی چلیں گے اور اس کی زوجہ کو یہاں تک مارا کہ حل ہی  
ساقط ہوا اور وہ اس میں حلت کر گئی بلکہ خود اس کی موافق سائل خلاف حق بیان کرنے لگا۔  
اور اوگوں کو اس کی گمراہی پر اور معین اور دغا ہو گیا اور وعدہ اسی قسم کے بائیں جو کہتے ہیں۔ نعوذ بان  
من تلک الکفریات۔ امیر سرور اہل بلکہ مجنون اور دیوانوں کی بڑی زیادہ وقت نہیں کہتے  
اور یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے مقابلہ چندی اور بائیں منافقین کے وصیت کی تھی کہ ہرگز نہ ان  
کو کوئی سائنسی سانس ہی نہ نکالو۔ چون تک نکجو۔ جو کچھ چاہیں کریں صبر و سکوت کے جلستین کو  
ہاتھ سے نہ بچو۔ خدا تعالیٰ کی خدائی پرستج بلکہ خوف کا وہیہ لگنا ہے کہ ان لوگوں نے شیعیان  
پاک کا خدا ہی ڈرنا تھا نوذ بان اللہ من ذلک۔ اس قدر گزارش سے عقلا پر ہماری استدلال و  
ثبوت دعا کی کیفیت کھل چکی ہے اور نقل روایت طویلہ میں ہمارا وقت گرا نا یہ بہت ضرر  
ہو چکا ہے اسلیں اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتے مگر اتنا بھی واضح  
رہے کہ سب تصریح صاحب ارغام یہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مدق اہلستانی نے





الکثر بما رایت منه قال ارجع الیه فقل له السمع والطاعة لامرک فرجعت الی  
 علی فقال لحدثک ما جری بینکما فعلت انت اعلم به منی فتکلم بکل ما جری بیننا ثم  
 قال رعب الثعبان فقلیہ ان یحوت انہی بلفظہ ہمارے فاضل فی طلب اس روایت کو  
 خارج جرائح اپنے قطب الاقطاب کے صفحہ نمبر ۲۱۰ پر بغور ملاحظہ فرما کر فرما دیں کہ مدلول اس حدیث کا  
 پہلا واقعہ ہوا ہے یا بدول حدیث شریف اول فرج غضبت کا اگر یہ قصہ اڑوہ پہلے واقع ہوا ہے  
 تو میرے کیا کسی قاتل کے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی کے شیعیان پاک کا بے ادبی سے نام  
 لیتی پر ایسا بڑا معبود دیکھ چکا ہو۔ اور مرنے تک اس کو دہشت باقی ہو اور شیعوں کی اس قدر کشت  
 اور عانت دیکھ چکا ہو۔ بیٹی کے غضب کا تو کیا ذکر وہ لونڈی کا بھی نام لے سکا اور اگر بغیر من  
 محال نام لے ہی تو اس وقت ہی ایک معجزہ دیکھا کر اس کو ڈرا سکتے تھے اور اگر غضب فرج پہلے  
 ہوا تھا تو کیا جو شیعوں کے نام لینے پر کیا وہ غضب و خیر پر نہیں کیا جاسکتا تھا کیا غضب و خیر  
 شیعوں کو صرف نام لینے سے ہی کم درجہ ہے اسی حضرات شکوہ تباری شیعہ کی قسم ہے ذرا تو اپنی  
 دین و ایمان اور افعال انصاف سے فراموش ہمارے نزدیک آپ صاحب مہربانی نہ کیے اس سے بہتر دوسری کو  
 توجیہ نہیں فرما سکتی کہ جناب امیر جو عالم دانا کان و مایکون تھے آپ کو ام کلثوم کے طینت سے  
 معلوم ہو گیا تھا کہ ام کلثوم زمرہ ناصب میں سے ہے کہ بعضین معتقد صحت خلافت عمر بن ابی بکر و  
 آپ کے حکم الخیثات الخبیثین اس کو بخوشی و رضا عمر کو دیدیا مع کند محسن با محسن پر وادای  
 حضرات مدعیان دلاوت تک جہان تم صمد اسادات سنہ حسینیہ کا فرد فاسق و ناصبی کہتی ہو  
 اگر ایک بیچاری ام کلثوم کو جو اہل تطہیر میں ہی داخل نہیں ہے بلکہ اس کا صحابہ ہونا زیادہ ہٹ  
 بدگوئی ہے بڑا پہلا کہہ دو گے تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری اصول مذہب کے ہی خلاف ہوں گا

سے جو تونے دیکھا ہے اس سے ہی زیادہ ہے اسنے کہا تو اس کو پاس لیں جا اور کہہ کہ تیری حکم کا میں مطیع ہوں پہر  
 علی۔ پاس لیں لیا اسنے کہا جو تمہاری باہم یاقین ہو میں تمہاری بیان کروں میں نے کہا کہ آپ انکو مجسور زیادہ  
 جانتے ہیں۔ پہر ہماری سب یاقین ہکا دی۔ پہر سنہ لایا۔ کہ مرنے تک اڑوہ کی دہشت اس کو دہشت میں رہیگی۔

بلکہ یوراسطابق ہوگا اور اہنت کے ہی کیقدر اس طعن سے زبان بندی ہو جائیگا (چھٹی روایت)  
 صاحب آیات بنیات نے کتاب عماد الاسلام جناب قبلہ و کعبہ شعیان مولوی دلدار علی سے نقل کی ہے  
 چنانچہ جسقدر الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اسکو ہم محضاً لکھکر اصل عبارت بنامہ نقل کرتے ہیں کیت  
 امامیہ میں لکھا ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی اپنی اور علی کے دروازہ کے سوا  
 دروازہ مسجد سے نہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کے نسبت تو نامعلوم  
 مگر یہ نالہ کی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پر نالہ لگا دیا عمر فاروق کے عہد خلافت میں یہ نالہ  
 جاری رہا ایک روز اسکا پانی عمر کے کپڑوں پر گرا اوہنوں نے اسکو اکھڑا دیا اور حکم دیا۔ کہ اگر  
 کوئی اسکو گائیگا تو اسکو گردن مار دے گا۔ حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جا کر شکایت کی اور  
 اپنی مصیبت سنائی اوہنوں نے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو دیکھو میں کیا کرتا ہوں  
 ثم نادى يا قنبر على بذي الفقار فتقلده ثم خرج الى المسجد والناس حوله وقال  
 يا قنبر اصعد ورد الميزاب الى مكانه فضعه قنبر فرده الى موضعه قال على و  
 حق صاحب هذا القبر والمنبر انقلعه فاع لاهرين عنقه وعنق الامر له بذلك  
 ولا صلبنهما في الشمس حتى ينفدا فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فنهض ودخل  
 المسجد ونظر الى الميزاب وهو في موضعه فقال لا يغضب احد اياي الحزن فيما  
 فعله ونكفر عنه عن اليمين فلما كان من الغداة مضى على برابط الابل معه العباس فقال  
 كيف اصحت يا عم قال يا فضل النعم ما دمت لى يا ابن اخي فقال له يا عم طيبك  
 وقرعنا فوالله لو خاضنا اهل الارض في الميزاب لخصمتم ثم لقتلتم بول الله وقوته

اس پر تہ کو پکا کر ذائقہ لے آو اسکو حائل کیا پیر جناب مسجد اور گٹ پائز دار دہی اور کیا ای قنبر جوہ اور پر نالہ اپنی جگہ پر لگا قنبر جوہ کیا  
 اور اسکو اسی جگہ لگا دیا۔ علی نے کہا اس پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کے قسم اگر کسی اسکو اکھڑا تو میں اسکو اور اسکی حکم کرنے والے کے گردن مادیں گا  
 اور اسکو بوب میں سولی پر لٹاؤ گا یا تاک تمام جو جانیں یہ غیر عمر بن خطاب کو پہنچی تو اوہنا مسجد میں آیا اور پر نالہ لگا دیا اور اسکو لگا دیا کیا کوئی اسکو  
 علی کو اسکو کام میں نہ دلا دی اور ہم اپنی قسم کا کفارہ دے دی سیکر دے گردن فر کو علی اپنی چچا عباس کے پاس گئے۔ اور پوچھا اچھا کیا حال ہے۔ کہا  
 بیٹے جی شکایت تو میری ہی عیدہ کہہ رہے ہو فرمایا اسے چچا خوش رہا اور ہندی پتھیں کہ خدا کی قسم اگر یہ نالہ لگے معاذ میں تمام زمین و آسمان

روایت میراث عباس

جو کہی زمین انہیں جناب اب لکھنا نہ تو جس کے کا جو ان نہ تو نہ ہو۔

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱

ولا یبالیك صمیم ولا غم فقام العباس فقبل بزعیمه وقال یا ابنی انی ما احب من  
انت ناصر فکان هذا فعل عمر بالعباس عم رسول الله وقد قال فی غیره موطن وصیته  
منه فی عمه ان یرحم العباس بقیة الالباء والاحداد فاحفظوا فیہ کل فی کتفی وانا فی  
کتفی عم العباس فمن اذاہ فقد اذا فی ومن عاداه فقد عادانی فسلمه  
سلمه وحر به حربی وقد اذاہ عمر فی ثلث مواطن ظاهرة غیر خفیة منها قصة  
المنزاع ولولا خوفه من علی علیه السلام لم یریزکر علی حاله انتهی۔ خدا کے لیے  
اس روایت کو ذرا انصاف و فہم کو مستعار ہی لیکر ملاحظہ فرماوین اور جناب امیر کی کیفیت صبر و  
سکوت و بجز و بیچارگی و دراندگی کو اس روایت کی عنایت میں دیکھیں اور خیال کریں کہ خدا تعالیٰ  
کی صحبت کی بجا آوری او سکرمندگان مقربین معصوم الہی طرح ہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ جناب  
امیر نے فرمائی۔ کیا جناب سرور کائنات کے حکم کی انیس یونین ہوتی ہے۔ جسکا حضرت  
امیر پر ان کے اہل تشیع اتہام لگاتے ہیں۔ افسوس۔ کوئی شخص ان حضرات انصاف و عقل کے  
دوستوں سے پوچھے کہ کیا امامت کا چہن جانا بنات کا غضب ہوتا حضرت عباس کے پرنا  
برابر ہی نہ تھا۔ جو باجماع جمہور طائفہ مافض الایمان میں۔ حالانکہ قاضی صاحب شوس کے شرم و ہیا  
بالای طاق کہہ کر فرماتے ہیں کہ امامت کا چہن جانا ہزار فروج کے غضب سے ہی زیادہ ہی تو  
موافق آپ کے قاضی صاحب کے فیصلہ کے پرنا عباس کا معاملہ ہزار فروج کے غضب سے بھی بڑھ کر  
ہو گیا کیونکہ امامت ہی بڑھ کر ہوا۔ وہل ہذا الاستفسار صراح۔ پس جب جناب امیر نے ایسی ذرا

اے اور جبکہ ذرا غم اور غصہ نہ پہنچے گا عباس اور اہل بیٹا کی چوٹی اور کہا اے بیٹے جو جگہ تو وہ دگر ہو گا وہ خسارہ  
میں نہیں ہے تو عباس ہم رسول اللہ کے ساتھ عمر کا فیصلہ تھا۔ اور اپنے چچا کے باہن اپنی وصیت کے بہت مواقع میں فرمایا  
کہ میرا چچا عباس آبا اجداد کا بقیہ ہے اور اگر باہن میری ولایت کرو ہر ایک میری ولایت میں ہے اور میں اپنے چچا عباس کے بہت  
میں سنی اور کو انیادای اور جو جگہ ایہ پوچھا اور سنی اس سے عداوت کی اور جو مجھے دشمنی کی اور اسی صلح میری صلح ہو اور اگر  
اگر میرے رائے اور اس کو عمر نے قین مواقع میں طہر فرمائی یہ اپنے چچا کی جسد اور اگر پر نالہ کا معاملہ تھا اگر اس کو  
علی کا خوف ہوتا تو نہ نالہ کو اس کی حالت پر پہنچتا - ۱۲ -

[illegible]

وہی ہے جو ہمیں اپنے آپ کو دیکھنے دے گا۔

معاہدہ میں ہنگامہ قتل و قتل سے ہی فریغ فرمایا ہو تو غضب نبات کے معاملہ میں بروی عقل و عین

کیونکہ بارگاہ کیا جاسکتا ہے کہ اپنے صبر و سکوت فرمایا ہوگا۔ نجیب یہ ہے کہ غضب نبات  
 ہی کریں تو کون اور عاجز و بچار رہی ہوں نوکس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے  
 تھے کہ آپ کے زبانی ہتھکڑیاں اور زنجیریں سے ڈرتے تھے اور اپنی ارادہ سے باز رہتے تھے یہی  
 لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا نبات چھینیں۔ مگر ان شاید خدا تعالیٰ نے  
 یہ فرمایا ہوگا کہ حاصل امانت و نبات کے غضب یہ نہ ہونا اور منہ زاب وغیرہ کے معاملہ میں اپنی  
 قوت و شجاعت کے جوہر دکھانا۔ اور سبب سے حکمت مہذب کی خدا کے نزدیک سبب خداوند  
 و غضب نبات سے پر مالہ کا اوکھاڑنا اچھ ہوگا جسکے اور کس ہمارے قول قاسم میں خود باللہ میں  
 تو ان دلائل واضحہ سے واضح ہوگا کہ جبر و اکراہ کا دعویٰ بالکل لغو اور سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف تو  
 وحیست تھی کہ دین کی بربادی اور اہلبیت کی امانت و تدبیر جسکے چکے دیکھنا اور سر نہ ملنا نہ آپ  
 بیچارہ اور بے یار و نصیر تھے نہ آپ کو یار و نصیر کی ضرورت تھی درسد اللہ علی ذلک لیکن حنفیہ  
 مابین میں اس نکاح کی نسبت گدازش ہوا ہے وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تیار نہ نے بحقیقت بندہ  
 نے جو کچھ عرض کیا ہے اس سے نکاح ہرگز مراد نہ تھا۔ کیونکہ بندہ نے الزاماً بہ عرض کیا تھا کہ کیا تک  
 کہ یہی مسمیٰ ہیں کہ خود باللہ تو یہ تو یہ آل رسول کی نبات کو بلکہ بلکہ انکار شرم کا ہونکو معصوب علیہ و ہر ایک  
 اس عبارت سے مرع ظاہر ہے کہ بندہ نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اسے یہ کہنا کہ مراد  
 غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے۔ ثبوت غضب تو روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ  
 عبارت انس ثابت ہے کہ وہ روایت کرتے ہیں۔ یہی اول فرج غضب منا۔ پھر اسکو نکاح محمول  
 کرتا جو باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رضامند و سنا امر انس  
 عن حقیقت و صیورت اسے المجازی جو بلا تعد و حقیقت جائز نہیں اور اسکا حقیقت معذرت نہیں ہے  
 بلکہ قرائن داعی ہے بحقیقت میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے  
 وہ کام کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ اگر وہ دشمنان اہلبیت ہوا۔ اوستی

معاہدہ میں ہنگامہ قتل و قتل سے ہی فریغ فرمایا ہو تو غضب نبات کے معاملہ میں بروی عقل و عین  
 کیونکہ بارگاہ کیا جاسکتا ہے کہ اپنے صبر و سکوت فرمایا ہوگا۔ نجیب یہ ہے کہ غضب نبات  
 ہی کریں تو کون اور عاجز و بچار رہی ہوں نوکس کے مقابلہ میں جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے  
 تھے کہ آپ کے زبانی ہتھکڑیاں اور زنجیریں سے ڈرتے تھے اور اپنی ارادہ سے باز رہتے تھے یہی  
 لوگ حضرت امیر سے خلافت غضب کریں یا نبات چھینیں۔ مگر ان شاید خدا تعالیٰ نے  
 یہ فرمایا ہوگا کہ حاصل امانت و نبات کے غضب یہ نہ ہونا اور منہ زاب وغیرہ کے معاملہ میں اپنی  
 قوت و شجاعت کے جوہر دکھانا۔ اور سبب سے حکمت مہذب کی خدا کے نزدیک سبب خداوند  
 و غضب نبات سے پر مالہ کا اوکھاڑنا اچھ ہوگا جسکے اور کس ہمارے قول قاسم میں خود باللہ میں  
 تو ان دلائل واضحہ سے واضح ہوگا کہ جبر و اکراہ کا دعویٰ بالکل لغو اور سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف تو  
 وحیست تھی کہ دین کی بربادی اور اہلبیت کی امانت و تدبیر جسکے چکے دیکھنا اور سر نہ ملنا نہ آپ  
 بیچارہ اور بے یار و نصیر تھے نہ آپ کو یار و نصیر کی ضرورت تھی درسد اللہ علی ذلک لیکن حنفیہ  
 مابین میں اس نکاح کی نسبت گدازش ہوا ہے وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تیار نہ نے بحقیقت بندہ  
 نے جو کچھ عرض کیا ہے اس سے نکاح ہرگز مراد نہ تھا۔ کیونکہ بندہ نے الزاماً بہ عرض کیا تھا کہ کیا تک  
 کہ یہی مسمیٰ ہیں کہ خود باللہ تو یہ تو یہ آل رسول کی نبات کو بلکہ بلکہ انکار شرم کا ہونکو معصوب علیہ و ہر ایک  
 اس عبارت سے مرع ظاہر ہے کہ بندہ نے غضب کا الزام لگایا ہے پس اسے یہ کہنا کہ مراد  
 غضب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے۔ ثبوت غضب تو روایت کلیتہً وغیرہ سے واضح ہے۔ بلکہ  
 عبارت انس ثابت ہے کہ وہ روایت کرتے ہیں۔ یہی اول فرج غضب منا۔ پھر اسکو نکاح محمول  
 کرتا جو باطل ہے اول تو یہ کہ لفظ غضب فرج سے نکاح خلاف رضامند و سنا امر انس  
 عن حقیقت و صیورت اسے المجازی جو بلا تعد و حقیقت جائز نہیں اور اسکا حقیقت معذرت نہیں ہے  
 بلکہ قرائن داعی ہے بحقیقت میں غضب اس شخص کی طرف منسوب ہے جس نے پہلے اس سے  
 وہ کام کسی جو اس سے بدرجہا زیادہ تھے کیونکہ اگر وہ دشمنان اہلبیت ہوا۔ اوستی

معاہدہ میں ہنگامہ قتل و قتل سے ہی فریغ فرمایا ہو تو غضب نبات کے معاملہ میں بروی عقل و عین

وفات سرور کائنات کے دو عرصوں کو قتل کیا مہبط وحی خاتم النبیت کو جلایا اہلبیت کے ذلت و اہانت  
 میں کوئی دقیقہ چھوڑا۔ جسکی یہ حالت ہو اور اسکی طرف غصبت بنات روایات میں منسوب ہو تو عقل  
 سلیم کی طرف ہرگز یہ متطرق نہیں ہوتا کہ اسے بجز نکاح کیا ہوگا۔ جب وہ ایسا خلیع العذار ہو کہ جس نے پہلے  
 ایسی ناشائستہ حرکات کیں ہوں اسکو کیا ضرورت ہے کہ وہ نکاح کے چمکڑی کو خریدی نکاح کی نسبت  
 بدوان نکاح کے غصب میں تہلیل اہلبیت زیادہ متصور ہے پس اسکی طرف ہر اصول شیعہ پر ہی کیا ہوگا  
 جو باعث تہلیل اہلبیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غصب اپنی معنی حقیقی پر ہی محمول ہے  
 دوسری یہ کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ مراد غصب سے نکاح بلا رضامندی۔ تاہم مفید مدعا نہیں کیونکہ حسب  
 تصریح فقہاء قوم نکاح مومنہ کا دشمن اہلبیت ہے قطعاً حرام بلکہ اشد محرم ہے پس حکماء و لے مومنہ کا نکاح  
 اونے دشمن اہلبیت کے ساتھ حرام ہو تو جگر گوشہ بتول کا نکاح سزاوار دشمنان اہلبیت اور سرور قمر بنی  
 علیٰ مرعوم شیعہ کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا۔ پس جب یہ نکاح جائز ہوا اور حرام ہوا تو غصب از نکاح میں  
 صرف نزع لفظ ہی رہ گیا۔ اور اگر تقیہ اور ہمدردی اکراہ کا عند فرادین تو وہ عنقریب ایسا زبردست ہو چکا کہ  
 کہ اسکی اصلاح فاضل مجیب سے بعد رجعت ہی محال ہے ورنہ یصلح العطار ما افد الدھب تیری  
 صاحب زینہ نے اپنی دہشت گردی تحریر فرمایا ہے۔ کہ نکاح ایک بغیر طیب خاطر باشد اصل مستلزم زنا ہے  
 چہ بخویر نزوح و مقام ضرورت و منظر از باب خست ست چنانچہ بخویر تناول بیتہ در حال غمضہ و  
 قائلین تقیہ میگوند کہ شارع فعلی را بطریق تقیہ واقع شود قائم مقام مامور بہ قرار داد۔ پس بجا آوردن  
 آن امثال امر الہی است و این سنی مقتضی اجرت پس وقوع زنا لازم نہاید چنانچہ ہر گاہ جاری  
 شخصی را در طلاق و ادون زوجه اس اجبار نماید در عرف میگویند غصبت زوجتہ۔ حضرت کشمیری  
 صاحب نے جہد اکراہ و ضرورت و منظر را کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا اسکا قطع و قمع واجب ہم کر چکر  
 ہیں لیکن حضرت کشمیری اور دیگر مقلدین سے اسقدر استفسار باقی ہے کہ کون حضرت جب  
 جہد اکراہ و ضرورت و منظر کی تہری اور مثل بیتہ اور محرم خمریہ کی حالت بمحضہ میں ہوئی۔ تو جو کچھ  
 بجز واقع ہوگا وہ مباح ہوگا اور جو کچھ ازراہ اکراہ و نجاست واقع ہوگا وہ عین امثال حکم خداوندی ہوگا

تو پر چاہیے لفظ غضب کو اس کے معنی حقیقت سے پیہر کر معنی مجازی پر محمول نہ کریں بلکہ معنی حقیقی پر محمول کرنے سے اور زیادہ غاصب کی بڑائی پر وال ہوگا اور الطبیعت نبوت پر کسی قسم کا الزام لازم نہ ہوگا کیونکہ دونوں صورتوں میں الطبیعت سے تو جو کچھ ہوا وہ بحالت مخصصہ تقیہ کے پردہ میں ہوا جو ہمتل امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہوا تو اور غضب ہوا تو لیکن غاصب کے حق میں اگر نکاح بجمہر تسلیم کیا جاوے تو ایک معصیت اکراہ کی ہی ہوگی پس۔ کیونکہ بعد نکاح تحقق زنا مفقود ہے۔ اور اگر غضب اپنے معنی پر محمول ہوگا تو بحق غاصب ایک بڑائی فعل غضب کے ہوگی اور دوسری ننا کی کہ اس کے حق میں لامحالہ یہ زنا ہوگا معلوم نہیں کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے کیوں پیہر تے ہیں اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون قرینہ کیوں محمول کرتے ہیں۔ واجب ہے کہ اس لفظ کو اس کے معنی حقیقی سے معروف نہ کریں اور معنی مجازی کا ارتکاب لغز اوین۔ رہا یہ کہ آپ کے حضرت کشمیر صاحب جو یہ نظیر پیش فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جابر بجمہر اکراہ کسی کی زوجہ کو اس سے طلاق دلوائی تو عرف میں کہتے ہیں غضب زد جتہ محض منسلط ہے کیونکہ اول تو اعر عرف میں ہر کلام ہی جب تک کسی دلیل سے ثابت نہ کیا جاوے بعد اس کی یہ نظیر اپنی مثل کی ہی مطابق نہیں اور نہ اس کا غضب ہونا مثل کے غضب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق باکراہ دلوانا گویا ایک شخص کے ملک شئی کو اس کے قبضہ و تصرف سے بلا جواز شرعی بجمہر نکالنا ہے۔ جس پر غضب صادق آتا ہے اور مآخذ میں یہ معنی مفقود ہیں کیونکہ نکاح باجمہر کی صورت میں کسی ملک و تصرف کو اس کے قبضہ سے نہیں نکالا تو نکاح باجمہر کی مماثل نہوا۔ اچھا ہنسنے مانا کہ یہ دونوں برابر سمجھ لیکن یہ دعویٰ آپ کی حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے نکاح اس وقت مستفاد ہو سکتا ہے جبکہ غضب کے نسبت نفس عورت کی طرف جاوے اور جب اس کے نسبت عورت کی فرج کی طرف کر کے زیادہ شنیع و بیح کجیادے تو اس وقت تاویل نکاح باجمہر کے مسلم نہیں بلکہ اس وقت سبب اس کے غضب کا فرج پر دفع بیان کر کے غایت درجہ قبح شاعت میں پہنچایا گیا ہے غضب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس سے متاثر ہوئے ہیں کہ اس سے ہرگز مراد نکاح باجمہر نہیں

بلکہ غضب مقیم مراد ہے۔ مگر حضرت کشمیری صاحب نے اپنی خوش فہمی سے اس قید کو نہیں سمجھا یا بخاں فرمایا ہو۔ غرض ہر کیفیت غضب خواہ حقیقی معنی پر محمول ہو یا مجازی معنی پر و نوع حرام میں اصول شیعہ یہ کہہ کلام نہیں ہر طرح حرام ہونا حضرات کا چہا نہیں چوڑتا۔ **قولہ بالفرض** اگر ام کلثوم نسبت نہ رہا ہی کا نکاح ہوا تب ہی کیا قباحت لازم آتے ہی یہ ظاہر ہے کہ یہ نکاح بخوشی نہیں ہوا۔ **اقول** جب فریقین کے کتب معتبرہ اور روایات معتمدہ سے ثابت ہے کہ یہ نکاح ام کلثوم نسبت فاسد رضی اللہ عنہا ہی ہوا ہے تو بالفرض کے کیا معنی یہ امر فرضی تو نہیں ہے یہ تو واقعی اور تحقیقی ہی ہے لفظ بالفرض کہنا محض وہ کہہ دی ہے۔ اور جب آپنی اس نکاح کو تسلیم کر لیا تو قباحت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و فروع شیعہ برباد ہونی جاتے ہیں کیونکہ حسب روایات شیعہ جناب امیر المومنین ہو سکتی تھی تو لامحالہ یہ نکاح بخوشی ہوا اور اس سے جیسی کچھ صاعقہ شر بار خرم نہیں مہربا میر پر واقع ہوتی ہے کسی فی خود بخوشی نہیں کیونکہ اگر حضرت فاطمہؑ اس کے لیے اہل اور لائق تھے تو ہی مذہب شیعہ کی خرابی اور اگر لائق نہیں تھے تاہم مذہب شیعہ کی بربادی اور اگر با اینہم ہر سی بنا خوشی و ناراضی یہ نکاح واقع ہوا تاہم مذہب شیعہ کی تباہی پس ہماری فاضل مجیب کا یہ کہنا تب ہی کیا قباحت لازم آتی تاہم اسکی باخاں ہے ناشی ہے ورنہ حسب روایات شیعہ نکاح صحیح نہ ہوتا تو یہ کہنا کہ کیا قباحت لازم آتی ہرگز بفریبی ہر قولہ حنا و شرمیح جاری کیست یا نہ ہرگز جاری ہرگز **اقول** یہ با بقاعض کر چکر ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب ٹوسٹری سے اس روایت کو ابن جوبینا نے نقل کیا ہے نسبت کیا ہے جو ابن جریر کی ہے اور آپ کے کشمیری صاحب نے نیزہ بن ابن ابی کو حسب روایت ابن جریر طرف منسوب کیا ہے تو بظاہر ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی معلوم ہوتی ہے کہ نہ اپنی فاضل مجیب نے نیزہ سے لیتے ہیں یہ سمجھ کر کہ ابن جریر مطلق لکھا ہے تو مطلق ہی مراد ہوگا اور نہ ہی بخوشی نہ رہا ہوگا نسخ الباری کی طرف کہ با وافر از نسبت فرما دیا حالانکہ وقت اطلاق کے مستند نہیں ہے فتح الباری کے وقت ممنوع بلکہ متبادر مطلق ابن جریر کی یہی امر کے ذکر کرنے والا ہے نہ کہ کتاب اسباب ہے اور از میں یہ روایات بطرق متنوعہ موجود ہیں

لیکن اس روایت کا کہیں نشان ہی نہیں بلکہ اس کے مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض یہ روایت  
 نسخ الباری میں ہو یہی تو آپ کے قاضی صاحب کا ابن جریر متاخرین کے کی طرف نسبت کرنا کذب  
 و غلط ہو گا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب نے قطع متاخر لکھا ہے اور قرینہ یہی دال ہے کہ مراد ابن جریر  
 ابن جریر ہی ہے وہ یہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہیں جبکہ حاصل یہ ہے کہ بعد  
 اس روایت کے ابن جریر نے عمر کے ضم و تقبیل کی طرف جو عقد و مجلس سے پہلے واقع ہوئی یہ عذر  
 کیا ہے کہ ام کلثوم بسبب سفورتنی کے اس درجہ کو نہیں پہنچ رہی تھی کہ شہادۃ ہو کہ اس کی ضم و تقبیل  
 حرام ہو اور اگر وہ صغیرہ نہ ہوتی تو حضرت علیؓ اس کو کیوں بھیجتے۔ اور یہ عبارت صواعق ابن جریر میں  
 مذکور ہے و تقبیل و ضمہا علی جہۃ الکرام لانہا لصغیرا لم تبلغ حد شہتی حتی یحرم و لو لا  
 صغیرا لما بعث بھا ابوہا کذا لک۔ مگر اس روایت کا جبکہ قاضی صاحب نے دعویٰ فرماتے ہیں وہ ان  
 کہیں پتا نشان نہیں پس سلام ہوتا ہے کہ یہ قاضی صاحب کی اور غلطی یا مغالطہ کی تفسیر  
 و تعلیل ہوتے چلے آئے ہے مگر باری فاضل مطالب نے ادھر یہ اور طرہ لگایا کہ نسخ الباری شرح  
 صحیح بخاری کے طرف نسبت کر دیا جو ابن جریر عسقلانی کی ہے پھر اگر بالفرض یہ روایت کسی  
 ابن جریر نے اپنی کسی کتاب میں نقل کی ہو تاہم جب متعارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل  
 اعتبار کے نہیں ہو سکتے اور اگر استبار ہی تسلیم کر لیں تو فاضل مجیب کا یہ اوشاد کہ با و اربابہ  
 بکار بھی ہے غیر مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحیث یفسر بعضہا بعضا بانضمام دیگر روایات اس روایت  
 میں انجامہ کے یہ معنی ہونگے کہ کثرت الحاج و مسالت اور نہایت تردد و مراجعت فرمائے اور ظاہر ہے  
 کہ یہ سنہ عین مناقض دعویٰ سامی ہے اب لیجئے جو روایات کہ ان معنی پر دال ہیں صحت  
 محققہ کے باب حاوی عشرین مروی ہیں و فی روایۃ ازعمہ بعد المنبر فقال ایما  
 اذا سئل عنہ ما حملہ علی الحاج علی علی فی انہ لا اسمع لرسول اللہ ﷺ

۱۔ اور اگر اس کا ضم و تقبیل کرنا تعلیم کے طور پر تھا کیونکہ وہ بسبب اپنی سفورتنی کے حد شہوت کو نہ پہنچ لے کہ حرام ہوتی اور اگر  
 اس کی کسی نہ کسی تزاو کا باب اس کے اس طرح نہ پہنچتا۔ ۲۔ ایک روایت میں جو عمر بنیر برطیسی اور کہا ای لو کو واللہ  
 علیہ اس کی خبر کے حاملین الحاج کو لے کر بڑا سکر کسی چیز تہ بکرا برائے نہیں کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ۱۲

یقول کل سبب و صہر یقطع الا سبب و صہر و انما یاتیان یوم القیمہ فتشفعان  
 لصاحبہما فی رواۃ لما اکثر ردہا علی اعلیٰ بصیرہا فقال ما حملنی علی کثرۃ ردی  
 الیک الا انی سمعت رسول اللہ علیہ السلام یقول کل حسب و نسب و صہر الخ  
 ان روایات سے کثرت النکاح و مراجعت اور نہایت تردد و مسالت بدایتہ ثابت ہے پس روایت  
 ماخوذہ فیہ میں جو لفظ النکاح واقع ہے وہ یہی ہے کہ معنی پر محمول ہوگا علی اصول ال حق کیونکہ  
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق و فاجر و ظالم اور غاصب ہے اور نہ جناب امیر رضی اللہ  
 عنہ مظلوم مقہور و حیان و مغلوب ہے نہ تو لامحالہ مطابق اصول ال حق کے ان معنی پر حمل کرنا لازم  
 ہوگا۔ اور فاضل محیب کا دعویٰ غلط ہے۔ یہاں سبب و نسب کے معنی یہ ہیں  
 میں نہ کچھ اور اقول یہ معنی غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جب تک آپ کی  
 نقل سے اسکو ثابت فرماویں گے اسوقت تک یہ دعویٰ قابلِ بحث نہیں اور بالضرر  
 اگر یہ معنی ہوں ہے تو حضور سرسبز قطب ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے  
 اگر آپ کے نزدیک یہ صحیح تھا تو کس دلیل سے ثوابت فرمایا ہوتا قولہ خلیفہ ثانی مسلمان  
 کلمۃ تہی احکام اسلام اور جاری ہے نکاح شرعی ہوا۔ اقول اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ  
 زبوجہ ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہ نکاح از روی شرع کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے  
 کہ حضرت کو اپنے مسائل فقہیہ تک کے ہی خبر نہیں ہے اور خبر کیونکر ہو مناظرہ کی چند کتابیں  
 دیکھ کر تو مجتہدین میٹھ سائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکر ہو۔ اسی جناب امیر صاحب یہ اجتہاد اپنے  
 غلط فرمایا اور اس میں آپ نے غلطی کی آپ اپنی کتاب کا ملاحظہ فرمائیے آپ کے بیان صحت نکاح کے  
 واسطے صرف ظاہری اسلام دکھائی گئی ہے مگر مفید نہیں ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ میں نواصب

سبب و صہر و نسب کا معنی یہ ہے کہ

ملے فرماتے ہیں واسطہ اور واسطہ تسلط قطع ہو جائیگا مگر سبب و واسطہ اور واسطہ تسلط کو وہ قیاس میں ابھلی اور اپنے  
 تسلط والے کے سفارش کرنی اور ایک روایت میں ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس حوالہ میں) بکثرت آئی  
 کہ آپ نے لوگوں کو صغر سے کاٹ دیا۔ عمر نے فرمایا۔ کہ مجھ کو بکثرت آمد رفت پر یزید کی سینی پر بھیجیں کہ میں رسول اللہ  
 علیہ السلام سے سفار فرماتے ہوں کہ کل حسب و نسب و صہر و الخ ۱۲۔

وخراج کے ساتھ ہونہ کا نکاح مراۃ ناجائز لکھا ہے اس وقت من لایخضر حاضر ہے اب میں یہ  
 روایت موجود ہے۔ وروی الحسن بن محبوب عن سلیمان بن الحارث عن ابن عبد  
 علیہ السلام قال لا ینبغی للرجل المسلم منکران یتزوج الناصیۃ ولا یتزوج  
 ابنۃ ناصبیا ویطرحہا عندہ قال مصنف ہذا الکتاب رحمۃ اللہ من نسب  
 حر بالآل محمد علیہم السلام فلا نصیب لہم الاسلام فلذا لک حرم نکاحہم  
 وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ صنفان من امتی لا نصیب لہم الاسلام الفنا  
 لاهل بیتہ الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہیں ثابت ہوئی بلکہ اس سے  
 یہ بھی ثابت ہوا کہ نواصب کا ظہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی ہرگز قابل اعتبار نہیں اور جو  
 بعض شیوخ مثل فاضل مخیط شکنجہ بجاٹ میں گرفتار ہو کر ظاہری اسلام کو اعتبار کرتے ہیں  
 سرسری غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جو نامک ہی نہیں ہے من لایخضر میں ہے  
 ولا یجوز الوضو لیسور الیہودی والمضانی وولد الزنا والمشرک وکل من خالف  
 الاسلام واشد من ذلک سور الناصب انتصار میں ہے وبہذا الاسناد عن  
 محمد بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحییٰ عن ابی یوسف  
 بن نوح عن الوشاء عن ذکریہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ کرم  
 سور ولد الزنا والیہودی والمضانی والمشرک وکل من خالف الاسلام وکان  
 اشد ذلک عندہ سور الناصب پس جب نواصب کے جوئے کا یہ حال ہے تو ان کا

امام ابی عبد اللہ سرمدی ہے فرمایا ہم میں سے مسلمان شخص کو لائق نہیں کہ ناصبیہ کے ساتھ شادی کر دے یا بیٹی کا ناصبی کے ساتھ  
 نکاح کرے اور اسکو اسکی پاس میں ان ہی مصنف کتاب کہتا ہے جو آل محمد علیہم السلام کے ساتھ لڑائی فاکر کرے انکی لیے اسلام میں کچھ  
 حصہ نہیں سیکر انکا نکاح حرام ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ میرے امت میں دو قسم کے لوگ ہیں جنکو اسلام میں  
 کچھ حصہ نہیں ایک تو میری اہلبیت کے ساتھ دشمنی رکھنے والا۔ الخ۔ ۱۲۔ سور الیہودی اور نصرانی اور ولد الزنا اور  
 مشرک اور مخالف اسلام کے جوئے کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے اور اس سے یہی سخت تر ماصبی کا جوئے ہے یا ام  
 ابی عبد اللہ سرمدی ہے انہوں نے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور مشرک اور مخالف اسلام کے جوئے کو مکروہ سمجھا  
 اور سب سے سخت تر آپ کے نزدیک ماصبی کا جوئے تھا۔ ۱۲۔

نکاح کیا کچھ ہوگا۔ علی الخصوص ایسے شخص کا نکاح جو نہ علم شیعہ دشمنان المہدیت کا سرگروہ  
 فاضل و موصوم ہو کہ ایسی شخص کو شیعہ غیر العین اعتقاد کرتے ہیں اور اسکی عدم طہیب ولادت کا  
 حکم کرتے ہیں چنانچہ خاتم التکلمین مولانا مولوی جسد علی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الاخبار  
 صدوق سے عدم طہیب ولادت کے نسبت یہ روایت نقل کی ہے حدیث سے  
 بزاحمد بن یحییٰ رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن یحییٰ عبد اللہ الکوینی عن موسیٰ  
 بن عثمان النخعی عن عمہ الحسن بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزہ عن ابی  
 بصیر قال سالتہ عماروی عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال ان  
 ولدا الزنا شر الثلاث قال علیہ السلام عنی بہ انه شر من نقتلہ و من یلاہ  
 قطعاً ما جائز اور حرام ہوگا۔ اور جب اونے مومنہ کے نکاح کا یہ حال ہو تو قد وہ مومنات یعنی  
 سرور موجودات جسکو شہ قبول کا نکاح تو دین و ایمان سے دست برداری ہوگی ایسا اگر حسب  
 تصریح خاتم التکلمین بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسی لوگوں کی ساتھ نکاح کرے  
 وہ دشمن دین و ایمان ہے اولیت و شریعت کے بیچ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپ کے نزدیک ظاہری  
 اسلام اور زبانی کلمہ کوئی اجراء احکام اسلام پر کافی ہے تو پھر آپ ذرا اپنی قبیلہ و کعبہ پیکر  
 صاحب نشند المطامین سے پوچھیں کہ حضرت آپ جو تحفہ کے اس قول کے جواب میں اگر تو  
 ابو بکر درستی قضا صا مالک بن نویرہ قاضی در خلافت او باشد تو قضا حضرت امیر استغیاہ  
 قضا میں عثمان بطریق اوسے قاضی باشد۔ یہ ارشاد فرمائے ہیں۔ خلاصہ جواب از طرف  
 شعیان نسبت کہ عثمان نزد ایشان جائزاً قتل ہو وہ ہند اخذ قضا میں اور واجب بنا شد  
 اسکی کیا معنی ہیں جب ظاہری کلمہ کوئی پر احکام اسلام جاریں ہاورد نکاح مومنات کے ساتھ  
 نکاح کسیم ہے تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ وہ جائزاً قتل ہیں اور او کما دم مدیری بالکل غلط اور مخالف  
 ہے میں اس سے پوچھا اس میں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے فلیا الزنا منو منین مدزیت علیہ السلام  
 فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی سے پہلے اور پہلے سے بدتر ہے۔

شرعیات ہی پر معلوم نہیں آپ کے قبل آپ کے اس اعتراض کا کیا جواب دینی ظاہر تو یہ ہے اگر چاہا کو  
 کام فرمایا تو آپ نے خلاف واقع بیانی کا اعتراف کریں گے اور اگر انہی نہ پوچھیں تو یہ سوال ہمارے مجاہد  
 خود اور ان نفس کے طرف راجع ہے اور وہ اس کے جواب دہ ہو کر قوی کہ جناب سرور کائنات کا  
 حال ملاحظہ فرمائی کہ حضرت زینب دختر رسول خدا مسلمان ہو گئی تھیں اور ان کا شوہر ابو العاص کا فر  
 تھا انہیں مفارقت نہ کروا سکا اور اس باب میں جو آپ کی علماء نے تاویل کی ہے اس کو یہ روایت  
 باطل کرتی ہے تاریخ خمس میں حضرت ام المومنین عائشہ سے منقول ہے۔ قالت کان  
 الاسلام فرق بین زینب وابی العاص لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 لا یقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوباً بملکہ جب یہ بات ثابت ہوئی تو بیان کیا صحیح  
**اقول** ہمارے فاضل مجاہد کے ہمیر تو طعن بھیجائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تھے  
 لیکن بیان تو خود بدولت نے شرم دیا کا پردہ اڑھا کر دین و دیانت کو طاق میں بٹھا کر خاتم  
 النبیین سید المرسلین کے عصمت بکے نبوت ہی پر تسلیم نسخ پیر دیا اور برخلاف نصوص معتبرین  
 آپ نے اس نکاح کے عام جواز کو تسلیم فرمایا۔ تو معاذ اللہ آپ کے قول کے موافق خاتم النبیین تک  
 حرام کے ہوئی۔ کیونکہ اپنی بیٹی مومنہ کا با اختیار خود بلا جبر و اکراہ کافر کے ساتھ نکاح کیا حالانکہ  
 وہ بقول آپ کی ناجائز تھا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کافر تھے اور بعد میں ایمان لائی چنانچہ آپ کا یہ قول کہ حضرت زینب دختر رسول اللہ مسلمان  
 ہو گئی تھے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے مسلمان نہ تھیں اور بعد میں مسلمان ہو گئی تھیں  
 یہ بھی آپ کے دین و ایمان کے مقتضی سے ناشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو  
 بلا دلیل کافر کہیں۔ و اگر اہلسنت نبوت کے ساتھ آپ کی زعم میں دلائل و محبت اور تمک اس کا  
 نام آپ تفریق کا ذکر الہی کیون فرماتے ہیں۔ پہلے تو نفس عقد کے نسبت فرما دیں کہ وہ مجبور  
 ہوا یا برعنا اور جائز ہوا یا حرام۔ اگر یہ نکاح مجبور ہوا اور باوجودیکہ حرام تھا لیکن کفار نے  
 مجبور و اکراہ یہ نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تو بہتہ آپ کا مقیس علیہ ہو سکتا ہے لیکن

۴  
 جہاں

بہر حال

بہر حال اگرچہ اس کا جواب دینا ضروری ہے مگر اس کا جواب دینا ضروری ہے۔

اس صومرت میں اول آپ ہمیر باکرادہ ثابت دیوین با وراثت اللہ قیامت شک ہی نہ لکھنا اگر ایسا ہو سکی حضرت کے حق میں  
تقیہ کا تو یہ ہیں بہر حال ثابت دیوین با وراثت اللہ قیامت شک ہی نہ لکھنا اگر ایسا ہو سکی حضرت کے حق میں  
نکاح کا فر کے ساتھ حرام ہے تو یہ آپ ہی خیال فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون  
کیسی فعل کے مرتکب ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تھا چنانچہ واقعی اور نفس الامریہ آپ ہی  
تو یہ آپ کا اول سلو ذکر کرنا اور مقیمیں سلیہ فرار دینا سر امر خوش نہیں ہے۔ لیجیے ہم اسکی جواب تو یہ ہیں  
کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ ابتداء اسلام میں جب تک تحریم نکاح مومنہ کی شرک  
کو ساتھ نازل نہیں ہوئی تھی اور وقت اہل شرک و اہل ایمان میں یہ نکاح جائز و حلال تھا اس وقت  
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے کر دیا تھا چنانچہ  
اسکی علت شرائع سابقہ میں ہی تھی۔ تفسیر مجمع البیان میں فاضل طبرسی تحت آیت ثم نفیہ وقع  
سورہ ہود قال یا قوم ہولاء بناتی ہن اطہر لکم لکھتے ہیں وکان یجوز فی شرعہ تزویج  
المومنۃ من الکافر وکذا کان ایضاً فی مبداء الاسلام فقد زوج النبی صلی اللہ علیہ  
والہ وسلم بنتہ من ابی العاص بن الوبح قبل از بسلمہ تم نسخہ ذلک پہر دوسرے  
جگہ سورہ حج میں تحت آیت کہ یہ ہولاء بناتی ای کہ کنتہ فاعلین کہتے ہیں وقولہ ان کنتہ  
فاعلین کنا یہ عز النکاح ای ان کنتہ متزوجین وقیل ایضا قال ذلک  
للروساء الذین کفون اتباعہم وقد کان یجوز تزویج المومنۃ من الکافر  
یومئذ وقد کان ذلک ایضاً فی شریعتنا ثم حرم اور نیز فاضل کشانی خلاصۃ المنہج میں پہلے  
آیت کے تفسیر میں لکھتے ہیں۔ گفت لوط اسے گروہ میں اپنا دختران میں اندا ایشا زانجو ابید  
کہ ایشان پاکیزہ اند مرثمارا تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات

سے اور اس شرع میں مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا اور پہلے شروع اسلام میں ہی تھا اور حضرت نے اپنی دختر کا نکاح  
ابو العاص سے پہلے اس سے کہ مسلمان ہو کر دیا تھا پہر نسخہ ہو گیا۔ ہاں کہ ان کنتہ فاعلین نکاح سے کنایہ پر مبنی کہ تم  
نکاح کرنے والی کہتو میں کہ یہ سرور دنگو کہا جو اپنی ابتلاع کو روک سکتی ہیں اور اس وقت مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا  
اور پہلے ہمارے شریعت میں ہی تھا پہر حرام ہو گیا۔ ۱۲۔

بکفار جائز بودہ چنانکہ دریدہ ایت اسلام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ختری از و خزان  
 خود و جعتہ و او و دختر دیگر را با ابو العاص بن عبد اذان این حکم منسوخ شد۔ انتہی علی بانی از آلہ العنین  
 در جب حبس کہ بعد جواز زمانہ حیا جتا رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں منسوخ ہو چکا اور یہ نکاح متنازعہ  
 بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر قیاس کرنا اور حرام و حلال کو یکساں  
 و سادہ سمجھنا اسطرح محبت میں شک میں شیعہ کی قوت قدسیہ یا محدثہ کو زیبا ہے اور روایت  
 اصل سنت سے یہی سیدہ و آل میں۔ کز ناح ہونہ کافر کے ساتھ سید اسلام میں جائز تھا بعد اسکہ  
 منسوخ ہوا چنانچہ ان بزرگوار حدیث مملو میں شرح مصابیح سے ایک روایت جو حضرت ام المومنین  
 عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے از آلہ العنین سے نقل کرتے ہیں۔ <sup>۱</sup> عن عائشۃ لما بعث  
 اہل مکہ نے فداء اسرا منهم حین غلب لب صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر فقتل  
 بعدہم و اسرا منهم و طلب منهم الفداء لبعث زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 من خدیجۃ نے فداء و زوجہا ابی العاص بن الربیع فرجع من عہد شمس القرشی بمال  
 و ہوکان من عہد اسرا و بدروکان تزویج الکافر بالمسلمۃ جائزا فنسخ بقولہ تعالیٰ  
 ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا بالم۔ پس ثابت ہوا کہ بموجب آیات فریقین کے  
 صحیح حضرت زینب کا قبل نسخ کے ہوا کہ اس وقت میں جائز اور حلال تھا اب بیان کیا بعض  
 ادن لوگوں کو جنکو حالات شریعت سے پوری تفہیم نہیں بہت شبہ واقع ہو ا وہ یہ اعتراض کریں  
 کہ سنا قبل نسخ کے جائز اور حلال تھا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا تو اس وقت تفریق کی  
 ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب مغلوبیت کے تفریق نہ کر سکا  
 پس اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہیم کا نزول تفریق سے پہلے ہے  
 اے عائشہ رضی اللہ عنہا یہی مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فتح پائی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر  
 لا کر اہل انوشی فدیہ طلب کیا تو جب اہل مکہ نے فدیہ بھیجا تو زینب بنت نبی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر ہیں فدیہ سے ہنسی اپنی  
 شوہر ابو العاص بن الربیع بن عبد شمس قرشی کے فدیہ میں جو بخند قید ہو کر تھا مال بھیجا اور کافر کا نکاح مسلمہ کے ساتھ جائز تھا  
 قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا کے ساتھ منسوخ ہوا ۱۲۱۔

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو۔ دوسرا جواب بطور حل و تحقیق کے یہ ہے کہ  
 کو اقصان نزول احکام پر مخفی نہیں ہے کہ جو احکام اول مشروع تھے اور بعد مشروعیت کے منسوخ  
 ہوئی انکو نسخ کے یہہ سے منہین کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بشرطیکہ انہیں اہل اسلام کے  
 اختیار کو دخل ہو غیر مشروع ہے اور جو کچھ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا اور اسکی نسخ درج میں نہ لانا انکو  
 کچھ دخل نہیں وہ حکم نسخ میں داخل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ عقد نکاح اگرچہ باختیار اولیاء عورت ہر  
 لیکن نسخ نکاح میں عورت یا اولیاء کو حکم شریعت کچھ دخل نہیں تو فی الحقیقت اس پر نسخ  
 وارد ہی نہیں ہوا جو اسکو حرام اور غیر مشروع سمجھا جادی۔ اور ضرورت تفریق کی واقع ہو۔  
 کیونکہ ولاتنکحوا المشرکین سے کائنات عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نسخ نکاح منعقدہ سابق  
 پر دال ہے تو تحریم اس پر وارد ہی نہیں اور حکم نسخ اسکو شامل ہی نہیں۔ پس تاریخ خمس سے  
 جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتمدہ کے مخالف ہے اور قابل احتجاج نہیں  
 بلکہ خود ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو شارح مصابیح نے نقل کی ہے وہ اسکی خلاف  
 اور ممکن ہے کہ تاریخ خمس کے روایت میں کان الاسلام فرقاً محمول استجاب پر ہو بین منہ  
 کہ پیشتر کورس حسن یہ تھا کہ نکاح کو نسخ کر اگر حضرت زینب کا نکاح کسے سمان ہو کرتے کیونکہ اسلام  
 باجماع اہل اسلام و کفار میں ایک قسم کی تفریق کر دی تھی۔ لیکن چونکہ نسخ باختیار مرد ہے اسینی آج  
 قدرت نہ تھی اور شاید موجب کشاکشی اور فتنہ کا ہوتا۔ لیکن آپ مغلوب تھی اسی حالت میں  
 صرف استجاب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و مصلحت نہ تھا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک  
 نہیں ہوا تھا یہ نکاح ہی حرام نہیں ہوا تھا تو اس توجیہ کے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئی اور  
 بحمد اللہ تعارض مرتفع اور استہلال فاضل استدلال باطل ہوا معند ابانصر من سلما کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں مغلوب تھے اور بوجہ مغلوبیت کے تفریق بزرگم آپ کے واجب تھی  
 لیکن یہ قصد مقیس علیہ نکاح ام کلثوم نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم پیشتر بروایات معتبرہ  
 ثابت کر چکے ہیں کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے۔ غرض کہ اس قصد کو

فائدہ صلیبہ و بارہ نسخ نکاح بشرک

بیان ذکر کرنا حضرات شیعوہ کے معمولاً اور فاضل نجاشی کے خصوصاً مکمل خوش فہمی اور دہشت مندی  
 مان اگر اوس نکاح کو مقیس علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں صاحبزادوں  
 زینب و رقیہ کا نکاح کی بعد دیگرے عثمان ذی النورین کے ساتھ فرمایا اور وہاں ہی غصب کے  
 قائل ہوتے اور حضرت کے مغلوبہ امت تقیہ کا دعوے کر کے ثابت کرتے تو البتہ مضائقہ نہ تھا۔  
 چنانچہ قاضی صاحب شوستر نے مجالس میں اسکو اپنے بیٹا زبیر بنی دختر عثمان و ادلی دختر  
 بھروسناؤ اور اسکو ذکر کر کے اپنے استدلال کے بیچ آپ اپنے ہاتھوں کاٹ ڈالی کیا سنے کہ  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو نہ تقیہ سے تھا نہ مغلوبی و در ماندگی و جبر و اکراہ سے نہ تھوہ  
 فعل نکاح بطیب خاطر و جواز شرعی ہوا تھا تو ولی کا فعل نکاح ہی لیا ہی برضا و خوشی  
 و جواز شرعی بلا جبر و اکراہ ہوا و ہوا المدعی۔ **قولہ** معاذ اللہ اگر یہی فرض کریں جو حضرت نجیب  
 یا حضرت نجیب کے میر ہدی صاحب آیات حیات میں فرماتے ہیں تب ہی تمک کو اس سے کیا  
 نسبت مثلاً اگر کوئی یہ حجت پیش کرے کہ کیا اہلسنت کے رسول اللہ سے تمک کرنے کے  
 یہی سنے ہیں کہ انکی بیٹی کو زوج کا فراس حالین قرار دین جبکہ اسلام نے جہانی مذہبی  
 تو حضرت کیا جواب دینگر **اقول** سبحان اللہ البیت بنو جبرائیل میں ایت تطہیر نازل ہو  
 اوسکو دشمنوں کو صریح زنا اور فحش اور عیساہی کی تہمت سے مٹ و تہم فرما میں اور یہی تمک  
 میں رختہ نہ پڑے یہ تمک حضرات شیعوہ کا ہے تمک ہے اور اہلسنت کے تمک پر جو  
 نکاح ابوالعاص کے ساتھ معارضہ کیا بحمد اللہ اہلسنت کو سنت جواب کی کچھ حاجت نہیں ہوئی  
 یہ قصہ مشترک الازام ہے پس اسکا جواب جو کچھ علماء شیعوہ نے دیکر فیصد کیا ہے چنانچہ اوسکو  
 نقول بحوالہ مجمع البیان خلاصۃ المناہج ما سبق میں مذکور ہو چکا ہیں وہی جواب اہلسنت کی طرف قبول  
 فرماوین کہ اسکا وقوع قبل نسخ کے تھا اور یہ الازام جو شیعوہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا ہے  
 یہ نسخ و تحویم کے ہے پس اسکو شرمندگی و خجالت رنج کرنے کو لیے قصہ نکاح زینب ذکر کرنا  
 حضرات کے کمال تجرملی پر دال ہے جب دیکھا کہ وہ نجات جہات ستہ سے مسدود ہے۔

اور طریق گریز و فرار ہر چار طرف سے تنگ ہے تو بطور ابد فریبی کے ایک روایت اہل حق کی طرف سے ذکر  
 کردی تاکہ نادانانہ سمجھیں کہ حضرت میر صاحب نے یہی بیت بڑا الزام دیا۔ **قولہ**  
 اختیار اویسا دال بیت پر جو ظلم و ستم ہوئے اور گام بیان کرنا تنک کے برخلاف نہیں ہے ورنہ  
 جو دولت و رسوائی و معزتی ظاہری کر بلا دشنام و غیرہ میں ذریت رسول کی ہوئی انکا بیان  
 کرنا تنک کے برخلاف ہو پھر حضرات اہلسنت ان وقائع کو کیوں اپنی کتب میں تحریر فرماتے ہیں۔  
**اقول** یہ تو آپ اس وقت فرمائیے کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت  
 الزام دیتے ہوں بیان واقعات تاریخی میں توجہ حالت ہوتی ہے نقل کجیاتی ہے یہاں  
 تو الزام یہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنگی و لادتنک کے آپ زبانی مدعی ہیں اپنی کتب  
 دین و ایمان میں امام معصوم کے زبانی فرماتے ہیں کہ امام معصوم نے فرض کر دیا کہ کج جان کی نسبت  
 فرمایا اول فرج غصب سنا کوئی با حیا اسکو جائز کہی گا سوا ذالہ کوئی مسلمان اسکو تجویز نہیں  
 کر سکتا ہے۔ اول تو یہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسری امام معصوم پر محض گوئی کی  
 ہمت بتیری جگر گزشتہ قول کے دشمنوں کی نسبت جناباقت فعل حرام کا الزام۔ تعجب ہے کہ آپ  
 اسکو تنک کے برخلاف نہیں خیال فرماتے معلوم نہیں کہ تنک کس چیز کا نام رکھ رہا ہے  
 معلوم ہوتا ہے کہ محرم میں نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کر کے داویلا کر نیکا نام دلاؤ  
 رکھا ہے حالانکہ اگر کسی ادنیٰ شخص پر بھی کوئی مصیبت و ذلت اور سکر اہل کے نسبت پیش  
 آتی ہے تو بعد اس کے کہی اسکا نام تک ہی نہیں لیتا چاہے جاسکے اسکا سالانہ ماتم کرے  
 اور یہ حضرات محب اہل بیت ہر سال المہیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہیں اور ہر سال اپنی عظم  
 پیرایہ میں اسکو ذلیل و رسوا کرتے ہیں سپر غیر مذہب کے لوگ ہی خندہ زنان میں بسنے والے واقع  
 یہ حضرات محب المہیت نہیں بلکہ دشمن المہیت ہوئی۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ  
 محرم میں دارالمومنین لکھنؤ کے اندر خصوصاً حضرت مجتہد صاحب کے امام بارہ میں ڈوٹوئیر  
 کجاوے بند ہو کر اونپر سیاہ پوش عورتیں سوار کجیا تے ہیں اور وہ زنان المہیت کے قتل ہوتی ہیں

انجلیسین دن اڈٹوٹ پٹ پٹ کر دتے چلاتے ہین اور ایک ایک کا نام بیکر چیتتی ہین بیکار  
ہین غرض کیا کچھ طوفان بے تیزی ہے جو دن نہیں ہوتا پس اہکانام تنک ہتہ اب یہ کچھ  
ولاوحیت ہے۔ علاوہ ازیں اہستہ سے سوائی بیان تاریخی حالات کے اور وہ ہی بقدر ضرورت  
نرم افغانہ ہین حاشا کہ کہیں اہستہ کے شائین کوئی فحش و شنیع لفظ لکھا ہوا حرام کا لازم  
اہستہ کی نسبت لکھا ہو یہ صورت کام مدعیان ولاوتنک کا ہے پس قولہ ان تنک کے  
برخلاف یہ ہے کہ حضرت عباسؓ کے بہت سے پیروں نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ اول کے  
شان میں اعزک اللہ بظراک۔ فرماوین۔ اور یہ وہ خلیفہ رسول نام برحق ہین کنز العمال  
ملاحظہ فرماؤ **اقول** اسی اہل خرد و انصاف خدا را ذرا تو ہماری اور ہماری فاضل محیی کے اس  
قول کو دیکھیں اور اس سے اذنی مناظرہ دانی بلکہ ہمہ دانی کا اندازہ کریں۔ اول تو خود ان الفاظ  
کی ترکیب لفظی ہے انکی غلط ہونے پر دال ہے لفظ بظراک کو ماقبل سے کچھ تعلق و ربط  
نہیں اور یہ کلام اس موجودہ عبارت میں ہے جو ہماری محیب لبیبؓ کے نقل کی ہے اس  
کتاب ہکو دستیاب نہیں ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے  
دوسری یہ کہ شاید یہ کلمہ اپنے انفرجالت میں کہا ہو۔ تیسری یہ کہ ہم کب کہتے ہین کہ حضرت  
عباسؓ معصوم ہین۔ اگر بالفرض ادھون سے یہ کلمہ فرمایا ہو غلط کی۔ چوتھے یہ کہ اگر حضرت  
عباسؓ نے یہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اول کے خلیفہ رسول اور امام برحق ہونے میں کیا  
فدح اور کیا نقصان۔ اسکو ہماری محیب لبیبؓ کے دلیل سے ثابت فرمایا جو اس پر بحث  
کیجاتی یہاں اسقدر کافی ہے کہ یہ لفظ اگر حضرت عباسؓ سے صادر ہوا تو انکی خطا ہی  
تو یہ خلیفہ اول کی خلافت و امامت میں کیونکر قاض ہو سکتا ہے۔ پانچویں یہ تنک کے  
برخلاف نہیں ہن تنک کے برخلاف یہ ہے کہ حسب تصریح علماء متبعہ جناب فاضل  
بختہ الرسول جناب امیرؓ کی نسبت مانند حسینؓ پر وہ نشین رہم و مانند خائنین درخانہ گرختہ  
وغیرہ الفاظ شنیعہ فرماوین در باب انکو پڑھی خلیفہ معصوم اعتقاد کریں **قولہ** یہ ہی طرح

دریدہ دہتری نہیں کرتے بیاس شرم و حیا ترجمہ ہی نہیں کرتے صرف عبارت نقل کر دی کنز العمال  
 میں آپ دیکھ لیں ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں۔ **اقول** ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہتری تو آپ کے  
 ثقہ الاسلام کلینسی کی اور ان کے اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضح اور ناقص اس فحش اور عجیب  
 اور دریدہ دہتری کے ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ ہم آپ کی طرح دریدہ دہتری نہیں کرتے سراسر بجا ہے بلکہ یہ  
 کہنا چاہیے کہ ہم اپنے محدثین کی طرح دریدہ دہتری نہیں کرتے۔ یعنی تو صرف مضمون روایت  
 اپنی زبان میں ایسے الفاظ میں جو بہ نسبت اصل کے کنایہ اور فحش سے خالی تھے نقل کیا اسکو آپ  
 خواہ دریدہ دہتری سمجھیں یا فحش و عیالی فرمائیں لیکن یاد رہی اگر یہ دریدہ دہتری  
 اور فحش و عیالی ہوگی تو جو آپ کے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اسکی چار چند دریں دہتری اور  
 فحش و عیالی ہوگی۔ ہکو دریدہ دہتری حضرات شیعہ کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے کہ دریدہ  
 دہتری آپکا جو مذہب ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے **وہ** دشنام بدیہی بدعت شیعہ  
 مذہب معلوم دہل مذہب معلوم جو آپ نے جو کچھ نقل فرمایا وہ باعتراف آپکو اس سے زیادہ شیعہ ہے  
 جو ہمنے نقل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کر نیکو فحش ہوئی ہونے میں کچھ دخل نہیں ہے بلکہ ترجمہ  
 کنایات میں کرنے سے شاعت رفع ہو سکتی ہے تو آپ نے بہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہتری  
 فرمائی۔ اور یہ کہنا کہ ہم سمجھیں یا آپ سمجھیں بالکل غلط ہے کیونکہ باقرار آپ کے جب آپ نے  
 باوجود فارسی خان ہونے کے سمجھ لیا تو اسکو سمجھنے والی ہزار آدمی کلیتہً ایسی خوب باتوں  
 اسکی شاعت رفع نہیں ہو سکتی اور نہ آپ دریدہ دہتری اور فحش و عیالی کے الزام سے  
 محفوظ رہ سکتے ہیں **قول** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرتا ہی ہم تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں  
 مگر چونکہ آپ نے لفظ شرمگاہ وغیرہ لیکر جواب چاہا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا جس پر ہکو ہی یہ  
 عبارت نقل کرنے پڑی۔ **اقول** ہماری طرف سے ہی یہی عذر قبول فرما لیجیے اور سمجھ لیں  
 کہ ہم ہی ایسی عبارت کے لکھنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں ایسا سطر ہمنے ترجمہ لفظ کنایہ  
 میں کیا تھا مگر چونکہ آپ کے محدثین نے لفظ شیعہ فرج لکھا اور کچھ شرم و حیا کو دخل نہ دیا مجبور ہو کر



اور نیز وہ ان نکاح باکرہ مراد ہے اور یہی قسم ملاحظہ فرمائی کہ کس موقع پر کہا گیا ہے اقول  
 اگر یہ نکاح ناجائز و حرام تھا جیسا کہ روایات شیعہ سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت و شاعت  
 کسی شخص پہل اسلام سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر یہ نکاح جائز اور حلال تھا تو اور یہی زیادہ قبیح  
 و شنیع ان الفاظ میں ادا کرنا ہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے پیرایہ میں ادا کرنا اور حرام ہی وہ حرام  
 جو امر عیبیانی اور فحش ہو غایت درجہ قباحت و شاعت میں ہوگا آپکو یہی شاید معلوم ہوگا  
 کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قطعیات ہے۔ پس اس سے زیادہ وار کیا  
 قباحت و شاعت ہوگی کہ یہ عجبان المہیت امہ کی جناب میں علاوہ فحش گوئی اور عیبیانی کے  
 کلمہ کفر کا صمد و ربی امہ معصومین کی طرف نسبت فرماتے ہیں۔ پس دلاؤ تم تک ہیک نام نہ  
 بہلا یہ دلاؤ تم تک اہنت نہ کہ ہو سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔ اور اب اس موقع کو  
 جو آپ الزام فرماتے ہیں ہمکو دیکھنے کی ضرورت نہ رہی۔ اور اسکی نقل میں خود جناب نے پہلوتی اعمال  
 فرمایا شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ چند ان موافق مدعا نہ تھا بلکہ یہ کہ آپ نے ہی نقل کیا ہوگا اور میں  
 کچھ ہوگا آپ نے محض اپنی ظن و تخمین سے موقع کا بے موقع ذکر کر دیا اور آپکو یہی خبر ہوئی کہ یہ لفظ  
 کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اس موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت لکھتے تو ہم یہ لہجہ دیکھتی  
 قال الفاضل المحیب قولہ کیا تم تک اسکا نام ہے کہ عیبیانی و عیفاطی اور انکی جناب  
 پاک (عاشا جنابہم من ذلک) کی طرف نسبت کریں۔ اقول۔ شاید پہلے ہی قول کو کر لیا ہو  
 معذرا چونکہ اسکی تفصیل کچھ نہیں لکھی ہم بھی جواب نہیں دیتے اور قول سابق کا جواب گدڑ چکا  
 یقول العبد الفقیر الی مولانا لعلنی یہ مکر نہیں ہے بلکہ تمہیم بعد تخصیص ہے  
 آپ کو کیا خبر ہو آپ نے چند کتابیں ساظرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہ یہی اپنے علماء کی۔ آپ  
 اور نہیں تو اپنے مولائی مجلس کے ہی کتابیں ملاحظہ فرمائی اور ان مواقع میں جہان خلفا کی  
 ظلم و ستم اہل المہیت کی ظلمی و صبر بیان فرماتے ہیں کیا کچھ عیبیانی اور عیفاطی اور انکی  
 دشمنی انکرمات نسبت نہیں کرتے ہماری زبان و ستم میں اسکی تفصیل کی طاقت نہیں اسکی

تفصیل آگے آپ کے علماء کی تصانیف سے اگر آپ چاہیں تو مل سکتے ہیں۔ قال الفاضل المحبیب  
قولہ۔ کیا شک کے یہ معنی ہیں کہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو منوایہ کو  
معاذ اللہ و لہ الزنا اور ناقص الایمان اور دین دینا و آخرت میں اور کلمہ اکہمین بنیائے نبیات بنیائے  
مولوی مہدی علی صاحب سلمہ نے کتب معتبرہ شیوہ سے ثابت فرمایا ہے و نہ القیاس  
اقول۔ آپ کے مولوی مہدی صاحب نہایت ہی علم دیانت والے ہیں چنانچہ آپ کے قول  
آیتہ میں اٹکا ایسے دین آگے ہی معلوم ہو جائیگا۔ آنحضرت سے نہایت ہی تعجب ہے کہ  
کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتیں نقل کرتے ہیں اگر ایسی روایتیں ہوں ہیں تب  
ہی چونکہ ہمارا مذہب انہیں اور کسی نے حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح نہیں کی ہم پر یہ  
اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے  
ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔ یقول العبد الفقیر لے مولانا الغنی  
دانش دان روزگار کو صلاہ عام ہے کہ ہماری فاضل محبیب کی خوبی اور متانت کو ملاحظہ  
فرما دیں اور آپ کی کمال علمی اور تجربہ کو دیکھیں۔ ہم کو اس میں جوہ چند کلام ہے اول یہ کہ ان روایات کے  
وجود میں۔ اگر اگر اور شک تردد کے کیا معنی اگر یہ روایات میں تو شک کیا اور نہیں میں نو صا  
کہنا چاہیے کہ بہت کا افتراء ہے جب آپ ایسی سناطر و شجر ہو کر شک و تردد فرمائیں تو بہت  
موجب تعجب اور مزید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اسکا افتراء نظر ہے۔ دوسری یہ  
جو آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح کسی نے نہیں کی یہ بھی غلط ہے  
قطع نظر اس سے کہ جو الزامات بہ نسبت دشمنان جناب بقیہ اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایات  
علماء شیوہ سے بیان ہو چکے ہیں اور سنی آپ کے قاضی صاحب شوستری مجالس المؤمنین و  
نمبر ۹ پر فرماتے ہیں۔ در کتاب کامل بخانی از امام محمد باقر روایت نمواہ کہ حضرت امیر  
در ایامی کہ خلافت در دست غاصبان بود و اما نفعہ و کافہ لوکان حضرتنا و جعفر حبیب  
ما طمع فیہا ابو بکر و انکر اہلبیت مجتہدین جافین عقل و العباس۔ اب تو آپ کو بتصریح

جرح و تشحیح کا یقین ہوا اچھا اور سیحی اسی کتاب مجالس میں ایک ورق بعد جو یہ عبارت  
 لکھی ہے در کتاب استیغاب وغیر ان سطور است کہ چون عسکریں الخطاب جہت ترویج خلافت  
 فاسدہ خود ترویج ام کلثوم دختر سطر حضرت امیر نمود۔ اور اسکی نقل ہم بھی اوپر کر آئی ہیں اسکے  
 آخر میں مذکور ہے وہاں ابواسطہ ابن دکالت فضول و امثال حضرت امیر عباسؑ مانند دیگر یاران فدائی  
 خود راسخ و محبت و اخلاص نمیداشت۔ اس روایت سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عباسؑ نے  
 جناب امیر کے تحت جگر کو صرف اپنے طمع نفسانی کے وجہ سے کہ مبادا از مزم و ستقایہ حج  
 منصب ہاتھ سے جاتا رہے بزعم شیعہ سرگردہ نواصب اعدای اہلبیت کے حوالہ کر دیا کہ جیسر  
 وہ حلال تھے اسیواسطہ جناب امیر عباسؑ کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھتے تھے بلکہ  
 انکی محبت نفاق آمیز تھے اور شاید عجب نہیں کہ عباسؑ نے جناب امیر سے اس نذلیل و ظہین کا  
 عوض لیا ہو کہ جو ابوطالبؑ وغیرہ نے اپنی باپ سے عباسؑ کے بارہ میں جگر دہ کر کے کہا تھا  
 کہ یہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کے لونڈی سے تو نے بے اجازت مختارنت کی ہے۔ آخر  
 سعی و سفارش قرین کے اس امر پر فیصلہ فرمایا کہ جس سید میں ابوطالبؑ وغیرہ عب الطاہر کے بیٹی  
 موجود ہوں عباسؑ کو وہاں بار نہ ملی اور سید ابوطالبؑ وغیرہ نے اپنی باپ سے ایک عہد نامہ  
 لکھوایا چنانچہ اب تک ائمہ کرام محفوظ و محفوظ چلا آتا ہے تو جب عباسؑ لو اوہون نے  
 ذلیل و خوار کیا عباسؑ نے اسکا عوض بیان کر دیا۔ غیسری یہ جواب فرماتے ہیں کہ یہ  
 لازم مذہب ہے اور ہمارا مذہب نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جبکہ تھوڑا سی بھی  
 وقوف ہوگا قہقہہ لگا کر گا۔ یہ آپکی خوب توجیہات آئی کہ جس جگہ راہ فرار جہات سے مسدود  
 دیکھا جھٹ فرما دیا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے۔ لیکن اگر آپ یہ خیال فرمادیں  
 کہ یہ عوامات سے شگنہ انظار کی بجائے پامین جو یہ محال ہے افسوس کہ آپ ایسی الزام کی نصیبت  
 حواس باختہ ہوئی کہ آپ مذہب کو بھی بھول گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب  
 مذہب کا اطلاق بشریات پر ہوتا ہے اور یہ قصہ قصص و حکایات میں ہی بحال واقعہ کی حکایت

کر رہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہ امر بروایت صحیحہ ثابت ہے  
 کہ جو عباس کے ولادت کے بابت حضرات شیعہ روایت کرتے ہیں تو یہ قصہ مطابق واقع کے ہوا  
 اور سوائے ولد الزنا ہونا عباس کا پہلی روایت سے ثابت ہو گیا خواہ آپ مذہب سمجھیں یا نہ  
 سمجھیں پس معاذ اللہ اگر یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ لازم مذہب ہے ہمارے لغو و بھودہ ہے  
 نہیں بلکہ غیر مفید ہے۔ اگر آپ امور واقعہ کو اپنا مذہب قرار دیں تو اس میں کیا کیا دخل  
 لیکن الزام تو امور واقعہ سے دیا جا دگا **قولہ** اور مہذا حضرت عباس ہماری نزدیک  
 معصوم نہیں **اقول** بندہ نے یہ اعتراف کیا تھا کہ تمہارے یہ معنی ہیں کہ حضرت  
 عباس عم رسول اللہ صلوٰ علیہ وسلم کو ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں اور اسکا یہ جواب ارشاد ہوا  
 کہ حضرت عباس ہماری نزدیک معصوم نہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے اعتراف کو تسلیم کر لیا  
 اور آپ کے نزدیک حضرت عباس سوائے ولد الزنا ہیں جو آپ کو مذہب میں بخش العین ہے اور کبھی جنت  
 میں داخل ہوگا اور ناقص الایمان ہیں۔ پس سبحان اللہ بلیت بنوی کے ساتھ تک اور حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے ابا کا آداب یہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰ علیہ وسلم  
 اور بقیہ آبائی فرما دیں اور اسکو آپ ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کریں پس ولای لہیت الاہل  
 آپ پر تم سوچو۔ **قولہ** سبحان اللہ آپ کو بڑا آداب آباؤ رسول اللہ کا ہی آپ کو ایسا امور ہے  
 شرم چاہیے۔ **اقول** ہکو جقد قریب آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آداب ہی  
 وہ ہماری روایات مذہب سے واضح ہے کہ مخالفین بھی ہماری مذہب کے کوئی حق نہ کر سکا۔ لیکن  
 بڑا آداب آباؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات شیعہ کو آپ کو بڑا آداب کو معاذ اللہ توبہ توبہ  
 ولد الزنا اور ناقص الایمان فرما دیں اور شرم و حیا کو دخل ندین دنیا و آخرت میں لائے کہ ہیں اور قرآن  
 خدا و رسول سے نہ شرم دیں پھر اولیٰ الزام ہکو دیں اور فرما دیں کہ آپ کو ایسا امور ہے شرم چاہیے  
 اپنے علماء و محدثین جو آپ کو مذہب کے ستون ہیں اونکو فرمائی۔ کہ آپ کو ایسا امور ہے شرم  
 و حیا چاہیے اور ہمنے تو مثل شہور نقل کفر نباشد۔ الزنا با نقل کر دیا۔ پھر اپنی ہی بات

یہ بیانیہ حضرت عباس کی نسبت نہیں کرتا

سابقہ میں اپنے اساطین کے اقتدار فرما کر دین و ایمان شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر حضرت عباسؓ کی نسبت اس خبیث کو تسلیم کر لیا۔ با انہیہ حیا و شرم کے لیے ہلکے کہا جاتا ہے کہ آپ کو ایسے امور سے شرم چاہیے گویا جو ہلکے آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہی تھا وہ اپنی آپ کی ہی کہہ دیا قولہ فریق کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہے۔ علامہ سیوطی کا خدا پہلا کرے جسکو بدولت آپ ہی ہماری سامنی بن میں کرنے والے ہو گئے۔ **اقول** خدا کے لیے کوئی ہماری فاضل محبت کے ختمی جو اس دیکھ۔ کیون حضرت کیا حال ہے یہ جو حضرت علی کے ہجرات اور میر خسرو کے انمل کیون صادر ہونے لگے ان جملوں کا بعینہ مصدق ہے بیت چہ خوش لغت سعدی وزیر لیا۔ الایا ایہا الساقی اود کا سا دنا دہا۔ کیسا کفر کہا تھا فسق کہا علامہ سیوطی کہا اذنی بدولت ہمارا آپ کے مقابلہ میں گفتگو کرنا۔ ہوش میں آئی سنبھلے بندہ کی ایک ہی تحریر میں اور وہ یہی وہ ہے یہ جو صرف آپ کی شکنجہ بجا شامین کہنچہ کے لیے بمنزلہ جال کے تھی ایسی ہوش و حواس رخصت ہوئی ایک ہی ٹکڑے سب سے کچھ پیرا دسیرہ جو ش و خروش اور یہ دعویٰ۔ **قولہ** رملہ الزنا کا اعتراف سو یہ ہی ہم پر نہیں ہو سکتا کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہماری نزدیک یہ ہر زنا نہیں جاسا و کلا کیونکہ شوہر لو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے کما و مراد نے حدیث المعصومین و مراد شیخ الطائیفی التہذیب۔ آپ کے میر مہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کثیر زادگی کی روایت تو یہ روزی لکھی اور حدیث تہذیب کا ذکر تک کیا۔ دیانت کے یہ ہی معنی میں کثیر زادہ ہونا کچھ عیب نہیں۔ **اقول** اس ہاں علم و انصاف ہمارے فاضل محبت کے صدر قول کو ملاحظہ فرما دین باوجود آپ ہی کمال تہذیب و نہایت شائستگی میں لیکن آخر جواب سے جواب ہو کر کلامی کلوج پر جو شہود بازار بان ہے اگر اور شرم و حیا اور تہذیب و شائستگی کو بالائی طاق کہہ کر سب و شتم پر اوتر آئے۔ اسکو جواب میں ہم بجز کبیر و سکوت کے کچھ نہیں کہہ سکتے انما ضرور کہتی ہیں کہ اگر یہ اعتراض آپ کے نزدیک ذلہ الزنا کا ہے۔ نواصل معترض اور بانی اعتراض آپ کی عمار اکابر ہیں

حضرت عباسؓ کی نسبت شیخ باقی  
اور کچھ کے تامل میں اور ذکر تہذیب۔

جنہوں نے کمال شہادت اپنی کتب دین و ایمان میں اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ اذکو  
جو کچھ چاہی سمجھو۔ اور جن القاب سے چاہی لقب لکھیں۔ آپ کو اختیار ہے ہم کچھ نہیں کہتے  
ہم تو محض ناقل ہیں۔ آپ نے خیال کیا تھا کہ میرے چالاکیوں کو کون سمجھگا اسلیئے ہم نے  
متنبہ کر دیا اگرچہ ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر واضح جائیگا کہ ہم اس باب میں ہی  
کیا کچھ ہیں۔ گو آپ اپنے زعم میں ہمارے باعتبار مشہور و قدیم کر اس باب میں شہادت ہوئی ہو  
اگر آپ کو اس لفظ سے یہ مقصود تھا۔ تو یوں لکھتے (ربیع عباس کے ولد الزنا ہونے کا اثر ان  
پیشتر ہی آپ نے ایک جگہ اپنی اس چالاک کی استعمال فرمایا۔ مگر ہمتے وہ ان اجمالی جواب پر  
مال دیا اور مقام نہیں لیا۔ لیکن سچا کہ آپ کو خبردار کرنا ضرور ہوا تا کہ آپ بہتہ سمجھیں کہ ہماری  
چالاک کوئی نہیں سمجھتا۔ بعد اسکے ہم اصل روایت کلینی کو مفتی الکلام سے نقل کر کے اس جگہ  
کو زیر کرینگے۔ ابو جعفر کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از امام صادق علیہ السلام کہ تفید  
ماورعباس کنیز ماورزبیر بن عبید المطلب ابو طالب و عبید اللہ بود و عبید المطلب ابو مقارب بن  
عباس ابو ہریرہ بن زبیر بن عبد المطلب دعویٰ کر دے کہ این کنیز از ماوربا یا میراث رسیدہ است تو فوراً  
او را و مقارب کر دے کہ و این فرزند ی کہ بہر سیدہ است بندہ است پس عبد المطلب کا برقریش  
بشاعت بہ نزد وی فرستاد تا آنکہ زبیر با ضعی شد کہ دست از عباس بردارد بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود  
کہ عباس و فرزندان او در مجلسی کہ ماورزندان ہستند باشند و مجلس نشینند و ہر سچ امری یا ما  
شریک نشوند و حصہ نہ پرند پس باین مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش ہر کردند و این نامہ نزد  
علیہم السلام بود است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ را کی جواب داد و بن علی  
عباسی ظاہر گردانید۔ ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی ہر اور شہادت ملای مجلسی بسند معتبر  
مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہیں باقی رہی سبکی تا دل تو جہہ سوا سبکی  
کیفیت یہ ہے کہ اس روایت حسنہ فوائد حاصل ہوئے۔ اول تو یہ کہ عباس نفسیہ لفظ  
زوجہ عبد المطلب کے پٹ سے ہے۔ دوسری یہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے دعویٰ کیا کہ یہ لفظ

ہمارا غلام ہے۔ کہہ کر ہمارے والدہ کی میراث سے لے لیا گیا ہے۔ تیسری یہ کہ اوس لونڈی کے ساتھ  
بدون اجازت اوسکی مالکہ و مولاء کے مقاربت کی تھی جو صریح زنا ہے اوس سے یہ پیدا ہوا۔ چوتھی  
عبد المطلب نے ان دعویٰ کی نسبت انکار نہیں کیا کہ یعنی مقاربت بلا اجازت نہیں کی تھی بلکہ باجائز  
مقاربت کے اور یہ یہ غلام نہیں ہو سکتا آزاد ہے بلکہ برعکس اسکے اکابر قریش کے شفاعت کر کے  
زبیر کو راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبد المطلب نے زبیر کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا تھا  
پانچویں زبیر نے اپنی رضا کے وقت یہ شرطیں کی کہ اس شرط پر میں اسکی غلامی سے دست بردار  
ہونا ہوں۔ کہ یہ اور اسکی اولاد ہمارے اور ہماری اولاد کے ساتھ جس مجلس میں ہم بیٹھیں بیٹھی  
اور کسی امر میں ہمارا شریک نہ ہو اور حصہ نہ لیوے اور یہ سب شرطیں عبد المطلب نے قبول کر لیں۔  
جو بدلتہ مثبت مدعا ہے۔ چوتھی یہ کہ ان شرط کی بابت ایک دستاویز لکھی گئی اور اکابر قریش کے  
اوپر صہرین ہوئی اور وہ دستاویزائے کے پاس موجود بلکہ امام صادق نے داؤد بن علی عباسی کے  
جواب کے لیے اسکو ظاہر فرمایا تھا۔ فاضل مجیب نے اس روایت کی توجیہ یہ فرمائی کہ مختصر  
مسلمات مذہب پر ہوتا ہے اور مدلول روایت کا دلیلی بجاۃ الزوجہ ہے جو ہماری مذہب میں  
ہرگز زنا نہیں کیونکہ زوج کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جاری ملکات  
میں بقرہ بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطایفہ نے التہذیب میں لکھی ہے لیکن  
یہ تاویل بہت وجہ سے محل بحث ہے۔ اول یہ کہ اگر یہ دلیلی جائز تھی تو زبیر کا دعویٰ کہنا  
کہ مقاربت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبد المطلب کا اوسکو تسلیم کرنا  
اور بقاء میں اکابر قریش زبیر کو راضی کرنا اور محمد نامہ کہنا کہ عباس اور اسکی اولاد ہماری مجلس میں  
برابرہ بیٹھے جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے یوح اور خرافات ہوگا۔ جب  
عبد المطلب نے اسے تسلیم کر لیا تو گویا عباس کے غلام ہونے کو تسلیم کیا اور غلام ہونے کے  
بجز اسکو کوئی صورت نہیں کہ دلیلی حرام ہو۔ کیونکہ دلیلی حلال ہوتی تو ولد حرام نہ ہوتا چنانچہ ابی کتب  
فقہ میں صریح ہے۔ تو یہ کہنا کہ یہ دلیلی جائز اور حلال تھی سراسر غلط اور یہود و کفار کا یہ ہے

کہ اصل روایت کے مطلب ہی کو نہیں سمجھا۔ دوسری یہ کہ یہ سراسر غلط اور خلاف مذہب ہے کہ زوج کو جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے۔ کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا تین قسم میں منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھ مخصوص ہے دوسری کنیز کا مالک ہونا۔ تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح، حلال کرنا اس وقت ہماری پاس جامع عیاں ہی ہے اس سے مختصاً نقل کرتے ہیں۔ مطلب دوم در بیان نکاح کنیز و آن ہر قسم سے۔ قسم اول عقد و آن مخصوص کنیز غیر مت۔ قسم دوم مالک شدن کنیز۔ قسم سوم اجابت و تحلیل است و آن چنین است کہ شخصی بدگیری دخول کردن احلال کند و این قسم از خواص فرقہ ناجیہ اثنا عشریہ است اور اسکی آخرین لکھا ہے۔ "و فرزندیکہ ازین کنیز ہم سہ اگر پدر او آزاد باشد و صاحب کنیز شرط نکرده باشد کہ فرزند او بندہ باشد از دوست۔" اب ہم دیکھیں کہ نفیہ اور عباس میں یہ تینوں امر مفقود ہیں۔ نہ عبد المطلب کے مملوک تہی نہ عقد نکاح واقع ہوا نہ مالک نے اجازت دی چنانچہ صریح زبیر نے کہا کہ توبے اجازت او باد مقاربت کردہ ہیں ہمارے داخل مجیب کا یہ کہنا کہ جواری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہے سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکات غیر کے حلت بجز عقد یا تحلیل کے نہیں ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ۔ مان من لایخضر کی روایت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کو مال پر یہ ولایت ہے کہ بدون اس کے اجازت کے زوجہ کو او میں تصرف جائز نہیں نہ یہ کہ زوج کو او میں مالکانہ تصرف جائز ہو یہ ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ من لایخضر کے باب حق الزوج علی المرأة میں ہے و ذکرہ الحسن بن محبوب عن عبد الله بن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام قال ليس للمرأة مع زوجها امر في عتق ولا صدقة ولا نذير ولا هبة ولا نذر في مالها الا باذن زوجها الا في حج او زكوة او بر والد بها او صلة قراہتا اور اس قدر ولایت حاصل ہونا

۱۔ امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا کہ عورت کو بدون اجازت اپنی شوہر کی سامنے اپنے مال میں عتق میں اور صدقہ میں اور نذیر کر نہیں اور یہ میں اور تقدیر میں انتہا نہیں۔ مان مکر حج یا زکوٰۃ یا ہبہ والدین کے ساتھ سلوک با اپنے اہل قرابت کے ساتھ سلوک میں (اضیاء ہے) ۱۲۔

اور امر ہے اور تصرف مالکانہ دوسرا امر ہے۔ تیسری یہ کہ بالفرض اگر یہ مسئلہ مذہب ہو اور اہل مذہب کے نزدیک معتبر سمجھا گیا ہوتا ہم غلط اور خلاف مخصوص قاطعہ کے ہے۔ کیونکہ خداوند کریم حل و علائقائے فیہ فی کتاب مجید میں درجہ ارشاد فرمایا۔ جسکا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی زوج کے فی فطرت کرتے ہیں ماسوائے اپنے ازواج اور اپنے ملکات کے وہ فلاح یافتہ اور قابل مدح ہیں اور جو سوائے کوئی محل طلب کریں پس وہ ہیں حد سے تجاوز کرنے والے آیات سورہ مومن اور سورہ معارج میں مذکور ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ دینی سوائے اپنی ازواج یا اپنی جوارى ملکات کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جوارى ملکات زوجہ کے اپنی ملکات نہیں ہیں نہ اپنی زوجات ہیں پس جو شخص اپنی طلب کرے وہ حد حلال سے تجاوز ہے اور داخل عید۔ فمن تجاوز

ذک فاولئك هم العادون۔ ہے۔ پھر عید بطلب کی دینی حسب ارشاد خداوندی حد حلال سے تجاوز ہوئی اور حرام واقع ہوئی پھر جو اس سے دلہ پیدا ہوگا اور سکودیکھا چاہی کہ کیا ہوگا شاید فاضل مجیب اسکا یہ جواب دین کہ یہ آیات ہمارا مذہب نہیں۔ بلکہ لازم مذہب کے اور لازم مذہب پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چوتھی یہ کہ اگر فی الواقع روایت تہذیب میں یہ مضمون موجود ہے اور غالباً ہوگا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس موقع پر اسکو نقل فرماتے۔ جب مولوی محمد علی سلمہ پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے ہیں اور خود ہی اسکو نقل نہیں فرماتے تو معلوم ہوتا ہے شاید یہ زبانی باقین میں۔ تو یہاں فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیوں بول گئی ہم ہی کہتے ہیں کہ مدلول روایت تہذیب کا آپکا مذہب نہیں ہے بلکہ لازم مذہب ہی آپ پہلے ایک مذہب ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپکی تو کیا حقیقت ہے آپکی مجلسی سے یہی مرحوطی ہوا اور اس ناختم ہو کر حدیث کی تضعیف اور غرابت ثابت کرنے لگی۔ حالانکہ خود ہی ایک حدیث کے سلسلہ سند کو سند معتبر فرماتے تھے آپ فرماتے ہیں۔ این حدیث بسیار درست و چون عید بطلب از او صبار بود نباید کہ از وی حرامی صادر شدہ باشد پس محتمل کہ عید بطلب لے جو لوگ اسکو سنا ہوں نہ ہیں۔ یہی حد سے گزرنے والے ہیں ۱۱۔

بولایت تفویم بر خود نموده یا شد یا اور زبیر کفر یا بدخشیدہ باشد و زبیر از آن مجہد استہ باشد  
 و علی ای حال خطا بزبیر دادن آسان ترست از نسبت دادن عبید المطلب۔ انتہی آپکو  
 مولائی مجلسی نے اتنا حیا کو کار فرمایا کہ وہ احتمال جو جناب سامی نے خلاف مذہب خود بیان کیا  
 کہ مشن مملوکات زوجہ حضرت بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہیں ذکر فرمایا بلکہ دو احتمال  
 ذکر فرمائی۔ کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اس لونڈی کو بڑی قیمت کے لیکر نصرت کیا ہو  
 یا اور زبیر نے اسکو بخش دیا ہو۔ اور وہ روایت جو ہم کلینی سے اوپر مذکور کر آئی ہیں صریح اسکو  
 مذہب ہی کیا معنی کہ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو عبد المطلب کیون چکر رہتے اور کیون زبیر کے دعویٰ کے  
 تردد بدین اسکو پیش نہ کرتے اور کیون اون شرائط کو جو عباس کی غلامی اور انکو ولد الزنا ہونے پر  
 ولایت کرتے میں تسلیم کر لیتے کوئی شخص حکم ہوڑی سی ہی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی ادا کرنے  
 نہ لیل و تحقیر ہو چہ نہیں چاہتا اور نہیں ہوا کہہ سکتا۔ یہ جانکہ عبد المطلب جیسا شریف و عالی مرتبہ  
 ایسی خواری کو اپنی اولاد کو اسکو تسلیم کر لے۔ رہا غزابت حدیث کا دعویٰ سو یہ بالکل لغو ہے  
 کیونکہ باجماع محدثین و اخبار میں روایات کلینی کی قطعی الصدور میں اور اصولاً و فرداً اور سنداً ل  
 نیا جاتا ہے۔ پس اسکی غزابت کا حکم محض حکم ہی اور دعویٰ وصایت عبد المطلب یہ اور بھی  
 بیخ برپا ہے۔ افسوس کہ وصایت کے اطلاع ابنا عبد المطلب کو نہ ہوئی۔ اگر زبیر کو اپنی باپ  
 کی وصایت خبر نہ ہوتی تو خبر چند ان استبعاد نہیں۔ تعجب یہ ہے کہ ابو طالب کی جو وصی صحتاً اور عہدہ  
 کو ہی خبر نہ ہوئی۔ ورنہ ضرور زبیر کو اسکی دعویٰ سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے  
 پاس شفاعت کے لیے فرزند ارجمند کجند ستمین و دربر خوار و ذلیل ہونے کی توبت نہ آتی۔ پس روایت  
 تمام توجہیات کے قاطع اور تمام تاویلات و تفسیلات کے بیخ کن ہے قطع نظر اس سے اگر بالفرض  
 یہ روایت آپکو امام فقہ الاسلام کلینی یا اونکو اساتذہ کرام کا کذب و انکار ہو یا بغرض محال حسب  
 دعویٰ ملای مجلسی یا اور زبیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخش دی تھی یا بیساح کر دی تھی یا  
 عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اوپر اسکی قیمت کر لی تھی یا حسب دعویٰ حبیب حبیب مطلقاً

زوج کو جواری مملوکات زوجہ پر تصرف طہی وغیرہ یعنی لواطت جائز ہو۔ تاہم اور روایات کو جو بطور  
 قاعدہ کلیہ کے عدم طیب ولادت عباس عقیل بلکہ بیت سمر بنی ہاشم و علویین بلکہ سادات فاطمین  
 بلکہ انبیاء و مرسلین پر بنیاد اصول امامیہ ولادت کرتے ہیں کیونکہ بزعم کثیرین اور اس شرط سے کیونکہ نجاست  
 پائنتی۔ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ طہائی مجبسی اور صدوق نے بزعم خود احادیث ائمہ سے ثابت کیا کہ  
 کہ اہلبیت کی ولادت اس شخص کے عدم طیب ولادت کو مستلزم ہے چنانچہ خاتم المتکلمین  
 رحمۃ اللہ علیہ نے روایات ذیل اس سے عاکسے ثبوت کے لیے نقل کی ہیں شیخ صدوق نے نقل  
 الشیخ بن احمہ صادق سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 من ولحبتنا اهل الذیہ فیما۔ للہ اول النعم قبل وما اول النعم قال طیب الولادة  
 ولا یحبنا الا مومن طاب ولادته اور شیخ طبرسی نے احتجاج میں حضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے نقل کی فرمود باعلیٰ دوست منیدارد ترا مگر یکہ ولادتش نیکو و پاکیزہ باشد و دشمن  
 منیدارد ترا مگر یکہ ولادتش خبیث باشد فی النعمان عن عبد اللہ بن الصلت عن  
 عد نہ عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ذات بوم جاسا  
 علی باب الدار ومعه علی بن ابیطالب اذا قبل شیخ فسلم علی رسول اللہ صلی علیہ وآلہ  
 ثم انصرف فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اعرف الشیخ فقال لہ علی ما عرفہ  
 فقال ہذا ابلیس فقال علی لو علمت یا رسول اللہ نمر بقرۃ بالسیف فخلصت  
 امک منہ قال فالصرف ابلیس الی علی فقال لہ طلعتنی یا ابی الحسن اما سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہم اہلبیت کو محبوب جانے جاہلی کسی سے پہلے نعمت پر خدا  
 حکم کرے کسی کو کلب سے پہلے نعمت کیا فرماید ولادت کی پاکیزگی اور نیکو بجز اس شخص کے جسکی ولادت ہائزہ ہو محبوب نہیں جانتا۔  
 انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر بیٹھی تھے اور ان کو سنا تہی تھی چاہا کہ ایک بچہ آئے  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس بچہ کو پہچانتی ہو کہا میں نہیں پہچانتا فرمایا یہ ہیں جس سے علی نے کہا  
 یا رسول اللہ اگر میں جانتا تو تمہارا لیا داتا کہ ایک است اس سے چھوٹ جاتا تو میں علی کی طرف پرتا یا کہینے کا ہی انجمن نے مجھ پر ظلم کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 ذکر زین العابدین علیہ السلام



نشہ است و ہر کہ دشمن است شیطان و دشمن ایک است۔ علاوہ انکی اور بہت اس قسم کے روایات ہیں جو اس مدعا پر دل میں جنک نسبت حسب تصریح خاتم المتکلمین اکابر امامیہ نے شہرت بلکہ تواتر کا دعویٰ کیا ہے پس ابن اعدیث کی صریح ثابت ہوا کہ جو شخص حیا ابیہرہ و دیگر ائمہ کی محبت سے بے بہرہ ہے اور بغض المہبت ہے ولد الحرام اور لطفہ شیطان ہے اب ہم اصول شیعہ پر بغض المہبت ہوا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرتے ہیں۔ اول قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المؤمنین میں درباب غضب ام کلثوم صریح ظہر حق ملفی اور اس غضب میں معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کی طرف منسوب ہے اور آخر میں لکھتے ہیں۔ کہ ظاہر ابواسطہ و کالت فضولی و امثال آن حضرت امیر عباس زمانہ دیگر یاران فدائی خود را منح در محبت و اخلاص میں یہ انت و ہذا چنانکہ سابقا در احوال سید شہداء مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس و عقیل بکلیت جان فہمیں اور تعمیر فرمودہ اند۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص رعایت المہبت بنوی ترک کرے اور اہل جوہر کی طرف مائل ہو اور غضب ام کلثوم میں غاصبوں کا شریک اور معاون ہو اسکی ناصبت اور عداوت المہبت میں کیا شک شبہ ہی پس اسکی ولادت کے باریں حضرات شیعہ جو کچھ فرما رہے ہیں ہم سابق میں نقل کر آئے ہیں دوسری روایت ثقہ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات القلوب میں کیا ہے اسکو ہم خاتم المتکلمین سے نقل کرتے ہیں۔ سیدہ از حضرت امام محمد باقر العلوم پر یہ کہ کئی بود عز و کثرت پست نبی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر سار متافقان مغلوب گردید۔ حضرت زہود کہ از بنی ہاشم کہ باندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت ایمان و یقین و اند سا بقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و دوسرے ضعیف البقین ذلیل النفس تانہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشا نرا در جنگ بدو اسیر کردند و آزاد کردہ ایمان چہن قوی نیدارد بخند گوسند کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر رہے بودند در ان فتنہ ابو بکر و عمر یارای آن نہا کہ حق امیر المؤمنین را غضب کنند و اگر سعی میکردند بستمہ ایشا نرا می شتند۔ انتہی اس روایت سے

و نسخ ہے کہ عباس عقل مطیع نفس امارہ دنیاوی طمع کے وجہ سے خلفاء کو کاسہ لیونین  
 شریک ہوئی اس واسطے کہ جناب امیر نے انکو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھا اور بعد وفات  
 جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپؐ خلافت پر بیعت کرنا چاہا تو اس پر استیسا  
 نکمیا اور بیعت قبول نہ کی۔ پس واضح ہو کہ یہ تمام اوصاف مقدمہ جو حضرت عباس عم  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنواہیہ کے نسبت جنگی نسبت آپؐ ثقبہ آبائی فرماوین اور  
 فرماوین کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہ ہے اور اسکی قطیم  
 و توقیر کو بیان کی جاتی ہیں آپکی نسب و عداوت الہیت نبوت پر واضح دلیل اور  
 جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو مدلول اذن روایات کا جو متواتر المعنی ہیں اور قاعدہ  
 کلیہ کے اثبات میں ہم ابھی بیان کر آئے ہیں۔ معاذ اللہ آپؐ صدادق تیار و نصب اختیار  
 و سرسین ہی ہم پر شیعہ ثابت کر کے مگر محبت و الفت اور قصد اختصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات  
 شروع رسالہ میں نقل ہو چکی ہیں جو ہم اسکی تفصیل سے معذوریں قولہ دنیا اور آخرت  
 میں اندھا ہونا جو لکھا ہے اس پر بھی کمال حیف ہے آپکی نہی و مطالبہ کو محبت و سلی ارشاد سمجھ گئی  
 اقول اگر یہ جواب آپؐ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپؐ کے علماء نے  
 صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اسکو تسخیر اور طمانہ فرما کر مال دیا ہے افسوس  
 کہ آپؐ اسکو دافعی سمجھ گئی اور اگر ایجا د بندہ ہے تو یہی غلط ہے نہ اسکا یہ ہے کہ نہ اپنی  
 کتابدہی خبر اور نہ خصم کے کتاہوئی واقفیت ہے۔ یا یہ کہ خبر ہوگی لیکن جواب کے خوف سے  
 اسکو نہی مذاق کہہ دیا افسوس کہ یہ جواب پہلے سے آپکو نہ سوجھا ورنہ بہت کام آتا۔ لیجئے  
 ہم آپکو مطلع کرتے ہیں کہ یہ ہر لفظ مطالبہ نہیں بلکہ سرسری دافعی ہے جو ان شخصیت تو اب کا شان و  
 بیان فرماوین اور آپؐ کو نہی تحریر فرماوین سمجھا لیکن کیا جیسا آپؐ بطور تہیہ جوٹ بولنا ہوتی تو کیا  
 ہستی مطالبہ نہیں ہوئی کہ جوٹ بولنا رہا ہے۔ لیجئے ہم اسکی نبوت میں عبارت منہی الکلام کی  
 نقل کرتے ہیں۔ خاتم سنگھ میں مولانا مولوی سید علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں و انہما

اس بات پر اصرار ہے کہ ان روایات میں کمال حیف ہے آپکی نہی و مطالبہ کو محبت و سلی ارشاد سمجھ گئی  
 اقول اگر یہ جواب آپؐ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہیں تو واضح ہو کہ آپؐ کے علماء نے

دلیل قناعت کئی و کوش برمدلول آن مکارہ و مجادلہ نہ تھی و دلیل دیگر بر اعدادات و صاحبیت این زندگانی  
 پیش خود و ارم از انجملہ روایت اسناد کلینی است از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کہ در حق عبید اللہ  
 و پدرش عباس این آیت نازل شد و من کان فی ہذا اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی و اصل سبب  
 یعنی ہر کہ در دنیا کورست و راہ حق را نہ بیند پس او در آخرت کورست از دیدن راہ ہشت و کمر  
 ترست انہی ترجمہ الاتیہ الکریمہ علی لسان صاحب حیات القلوب پس اگر مراد از کوری این پدر و پسر  
 محاذ اللہ ترک یافت مرقنوی دلیل بنیائی خلفاء معنی صاحبیت باشد نہ بل عین المدعا  
 و اگر چیز دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت و معاویہ فاسق و فجور پس واجب کہ ان خصوصت بتقریر  
 تحریر آن بردارند و در مقام مناظرہ اظہار آن سازند۔ انہی۔ اہل عقل و انصاف اس عبارت کا  
 ملاحظہ فرمادین اور دیکھیں کہ یہ بیان تینوں بطور سنی مطابقہ کے ہی یا واقعی اور نفس الامر کے اگر  
 واقعی ہے اور روایات شیعہ سے ثابت ہے تو پھر ہماری فاضل بحیب کا اسکہ طابہ سمجھنا کیا  
 اسوجہ ہے کہ جواب کہ طاسے بجات پاجادین یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ اس نے  
 پر جواب لکھنے میں لامل و لا قوۃ الا باللہ قال الفاضل المحیب۔ قولہ۔ ابانہ فرمایا کہ  
 کہ اہلسنت نے تسک بالتقلین کیا ہے یا حضرات شیعہ نے۔ افول۔ آپنے اہلسنت کا  
 کچھ تسک ذکر نہیں فرمایا کہ موازنہ کیا جاتا محض دعوی لسانی ہے۔ چند روایتیں شیعہ کی جو ہم  
 خلاف تسک سمجھیں نقل کر دی جنکا جواب گزر چکا موازنہ کیونکر کیا جاوے کہ اسے کیا جاد  
 اگر کچھ اپنا تسک تحریر فرماتے تو لب موازنہ ہوتا یقول العبد الفقیر الی مولاہ۔  
 افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو ہل گئے کہ اوہمین کیا مضمون لکھا بعد اوس کنبہ کے تجویز ہی  
 مطلب نہ سمجھی جواب موازنہ پر معترض ہوئی۔ اب اپنے سوال کو ملاحظہ فرمایا کہ آپنے معاملہ  
 عقد خلافت و قصد احراق کے تسک کا طعن کیا تھا۔ کترین نے بھی جواب اسکی چند  
 روایات جو مستلزم عدم تسک شیعہ کرتی ذکر کر کے متنبہ کیا کہ جب ہمارا عدم تسک یہ ہے جو آپ  
 ذکر فرمایا۔ اور آپ کا عدم تسک یہ ہے۔ جو ہم عرض کرتے اور قاعدہ ہے عرف الاشیاء و اعداد

تو اس سے بھاری بھرپور تہمتیں موزنہ فرمائیں پس ظاہر ہے کہ اسکو واسطے ہلکے اپنے تمکلات بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی اگر آپ مطلب سمجھتے تو موازنہ کے لیے ہماری تمکلات کے طالب نہوتے اور چاہتا تو جیسے کچھ آپ نے تحریر فرمایا، وہی حالت اہل عقل و انصاف پر بخوبی روشن ہے اور عجیب نہیں کہ کہیں اپنے دشمنین آپ ہی انصاف کرتے ہوئے **قولہ** اب پہلی طرح ہم ہی عرض کرتے ہیں کہ کیا تمکلات کے یہی معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو محرف اور غلط بتلاوین اور اسکو جلاہین اور یا پھر زمین اور رسول اللہ کی مٹی کو زود جہ کا فر کہیں اور حالیکہ اسلام نے دسویں جدائی ڈال دی تھی اور اہمیت گہر جلاہنے کی دہلی دین۔ اور جبکہ حضرت عباس عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو خلیفہ رسول و امام برحق قرار دین اسے غیر ذمہ۔ **اقول** بھول اللہ وقوتہ ہم ان مطاعن کا بخوبی ابطال و ہتھیان بحث باہین رہے کہ میں حاجت تکرار و اعادہ نہیں کیا قال الفاضل المحیب **قولہ**۔ یا ایہمہ جناب محتسب تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر نزدیک صرف قصہ احراق ثابت ہے الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع احراق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہیں و زیادہ موقع طعن میں بیان فرماتے۔ **اقول** کیا جناب محیب ہلکے ہی مثل حضرات اہل سنت تصور فرماتے ہیں کہ دعویٰ بدیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دین۔ ہمارا یہ شیعہ نہیں ہم مقبولہ فریقین یا مقبولہ خصم سے الزام دیتے ہیں اسلیٰ حال کہ کتاب ہی گذارش ہوا تھا مگر جناب اوس سے اغراض و اعراض مصلحتاً فرمایا۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی**۔ معاذ اللہ ہم آپکو ہرگز مثل حضرات اہل سنت کے تصور نہیں کرتے وما یستوی الاعی و البصیر و لا الظلمات و لا النور و لا الظل و لا الخور و ما یستوی الاحیاء و لا الاموات سین یہ تو فرمائی کہ آپ نے ہماری کس عبارت کو سمجھا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور نہیں کرتے خدا کے لیے کہیں تو نشان کرہ نے ہم نے تو صریح یہ لکھا تھا کہ بعض حضرات شیعہ نے دعویٰ وقوع احراق کا کیا ہے جسکو جواب سے جناب نے مصلحتاً اعراض و اغراض فرمایا۔ پس اگر

انکا دعوی غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو چاہی ہی تھا کہ یہ فرماتے  
 کہ کیا ہمکو ہی مثل حضرات علماء رشیدہ کے تصور فرماتے ہیں الخ اور آپکو دعاوی اور دلائل اور سند لائے  
 والزامات کا حال آپکی تحریر سے خود اہل علم والصفات پر واضح ہے کچھ ہماری کہنے کی یہ ضرورت  
 نہیں ہے اور خود یہ ہے دعوی آپکی اس قول میں آپکو دعوی کا مکذوب ہے۔ قولہ منہ سواہ  
 کس عبارت سے یہ بات اپنے بھیجی اقول جناب یہ امر میرے گزارش یہ ظاہر تھا  
 مگر افسوس کہ آپ اردو کی سہل عبارتوں کو نہیں سمجھتے میرا غلاصہ گزارش یہ تھا کہ یہ موقع طعن کا  
 تھا اور ایسی موقع میں تھے لامکان کوتاہی نہیں کیجاتے جو امر زیادہ باعث طعن ہوا ہوا  
 ترک کر کے خفیف کو نہیں، ذکر کیا جاتا ہے جب آپ نے قصد احراق محل طعن میں بیان فرمایا  
 حالانکہ آپ کے بعض علماء دعوی وقوع نفس احراق کے میں اور وقوع نفس احراق کو جو بابت  
 طعن شد تھا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپ کے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اسکو ذکر کرتے  
 اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپکو نزدیک چند قابل اعتبار نہیں۔ قال الفاضل المجیب  
 قولہ۔ باقی رہا قصد احراق جو امور قلبیہ سے ہے اسکا مفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا  
 یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر کافی ہے۔ اقول۔ اور کس بابت کا آپ نے جواب عطا فرمایا کہ اسکو  
 نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہیں آپ نے شروع ہی سے وہ چال اختیار کی ہے کہ جو امور سمجھنے  
 دریافت کئی ہوتی بزرگم خود ہم پر ہی منقلب کر دیں اور اس سے آپکو غرض صرف اصل جواب سے  
 پہلو ہتی کرنا ہے یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی ہم شروع رسالہ میں  
 گزارش کر چکے ہیں کہ آپ محض سائل نہیں تھے بلکہ دعوی ہی تھے اور آپ نے اپنے دعوی کو  
 بلا دلیل ذکر فرمایا تھا تو ہم نے آپ کے دعوی کی نسبت دلیل طلب کی اور آپ کے سوال کا  
 اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اسوقت مستحق ہوں گے جبکہ اپنے دعوی کو  
 بدلائل ثابت کریں گے۔ چنانچہ اس تحریر میں بزرگم خود آپ نے اپنی مدعا کو بدلائل ثابت کیا  
 گو باعتبار واقع کے ثابت ہوا ہو۔ پس ہم نے ہی اپنے اس رسالہ میں آپ کے سوال کا جواب

کیفہ ربط و تفصیل کے ساتھ گزارش کیا پھر آپ کا یہ فرمانا کہ اس سے آپ کی اصلی غرض صرف جواب پہنچو ہی کرنا ہے محض دعویٰ بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم محتاج جواب کے پہنچا طرز اسلیبی ہی اختیار کیا تھا کہ آپ کو انظار و اباحت میں پہنچانے کے لیے ایک جال تھا سو بھول اشد و قوتہ حسب مدعا آپ ایسی اباحت کے جال میں پھنسی میں کہ قیامت تک غلط محال ہے قولہ معذرا سوال میں قصد احراق ہی ذکر ہوا ہے اور ہوالہ کتاب ہی درج ہے مناسب تھا کہ اس کا جواب تحقیقی یا لازمی تحریر ہونا و نہ اس قدر تعرض کے ہی کیا حاجت تھی جملہج اصلی سوال کے جواب میں سکوت اختیار فرمائی یہاں ہی خاموش رہتے اقول افسوس کہ بندہ کی گزارش فہم شریف میں نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصد اسوہ قلبیہ سے ہے یہ ہے اگر سوال کا اجمال جواب تھا اور حاصل اس کا یہ تھا کہ آپ کے قصد احراق کا دعویٰ فرمایا اور جو بدایت کہ آپ نے ذکر فرمائی اس کی یہ عبارت ہے۔ **وایمر الله ما ذاك بعلمه ان اجتمع هؤلاء المنقر عندك ان امرهم ان يحرق عليهم البيت اور ان الفاطمہ سے قصد احراق ثابت نہیں ہوتا** بلکہ محض تہدید بصرۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسی کلمات ایسے مواقع میں محض تہدید کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوتی اور دعویٰ سے ثابت ہوا۔ آپ نے بجز اس ایک بدایت اور کوئی قرینہ ہی بیان فرمایا تھا جو مثبت نصیم غرض ہو پس ایسے پوچ استدلال کے بیج کنی و قطع عوق کیواسطے یہ ایک جملہ ہی کافی تھا۔ بشرطیکہ انہم یہ کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اس کی تفصیل کے طالب میں اور یہ موقع ہی اس کی تفصیل کا ہے۔ اسلیئے ہم اس کی تفصیل کے لیے ہی حاضرین لیجیے ذرا متوجہ ہو کر سنیے۔ واقفان مناظرہ مذہبی یزیدین پر مخمور نہیں ہے حسب عادت قدیمہ خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و تراش کرتے رہتے ہیں شیعہ کے اس سلسلہ میں ہی رنگ برنگ کے اقوال رہے اول وقوع احراق کا دعویٰ ہوا چنانچہ علامہ عوسی نے تجرید میں اور ملا باقر مجلسی اور بعض متاخرین نے ہی لکھا۔ اور بعض علما جنہوں نے

من بعد احراق بیت فاطمہ کا جواب

۱۔ اور اشد کی قسم اگر یہ ایک تیری پاس تبس ہو تو نہ ہو بلکہ اس سے منع ہوا کہ میں اپنے گرجا کا حکم کروں۔ ۱۳۔

ہماری فاضل مجیب ہی میں جب اس دعویٰ کی غلط پرستی ہوئی تو اس میں دعویٰ کا انکار کیا اور قصہ  
احراق کا دعویٰ کیا۔ پھر جب بعض علماء تاشی اباحت اہانت میں گرفتار ہوئی تو انہوں نے  
اسکو تہذیب و تحریف پر محمول فرمایا۔ چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہماری فاضل مجیب کا دعویٰ نہیں  
بلکہ بعض علماء نے خود تکذیب فرمائی اسلیں ہم اسکی تردید کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔ اور ابطال  
دعویٰ قصہ احراق کی طرف عنان توجہ منعطف کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ قصہ احراق سے مراد  
تقسیم غرم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود دلی یہ تھا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد  
تخویف و تہدید مد نظر نہیں ہتے۔ لیکن دعویٰ تقسیم غرم احراق ہی بوجہ چند باطل ہے  
اول یہ کہ جو روایت کہ ازالہ انخفا سے اس مدعا کے ثبوت میں نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثبوت  
نہیں اور اس سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اوسمین احتمال مجرد تہذیب و تحریف کا ہی بلکہ غالب  
سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے تو استدلال تقسیم غرم احراق پر باطل ہوا۔ دوسری یہ کہ الفاظ  
میں جو روایت منقولہ میں موجود ہیں قسم عدم مانعیت پر واقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس  
جملہ کا اسطرح ہے کہ خدا کی قسم یہ میرا مانع نہیں ہے امر احراق سے۔ تو اس جملہ سے یہ ہی  
نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو میں گہر جلا دوں گا بلکہ یہ کہہا  
کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجھ کو یہ امر احراق بیت سے مانع نہوگا اور اس سے تقسیم غرم احراق پر  
استدلال کرنا سراسر جیسا ہے۔ تیسری یہ کہ جناب امیر نے ہی قصہ میراب میں حکم روایت  
ہم اپنی ادب پر بیان کر آئے ہیں۔ پر ناہلگوانے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو ملواری  
عادت شریفہ گلی میں ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا لئن قلہ قلعہ قلع لا ضرب بن عتقہ و عتقہ لا ضرب  
او نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اوکھاڑنے کے بارہ میں جیسا کہ علل الشرائع  
میں آپ کے صدق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ سلسلہ یون  
قطعاً بحکم خدا و رسول آپ پر حرام تھا تو اگر اسکو ہی مجرد تحویف و تہدید پر محمول فرمایا  
تو ہماری طرف سے ہی یہی فرما دین۔ اور اگر جناب امیر کی تقسیم غرم قتل و قتال کے

قائل ہو تے ہیں تو آپ کی عصمت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھیں قبر فاطمی کی روایت  
 لمحضاً جو خاتم النبیین نے عل الشرائع سے ترجمۂ نقل کی ہے ہم ہی اسکو نقل کرتے ہیں ذریعہ  
 خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا سائیدہ اوجہال جنع و فرغ ہمراہ صدیق متقی میریپ  
 تعزیت نزد امیر المومنین حاضر شد و شکایت شروع کروا گئی نہ طلبیدن مایہ جنازہ فاطمی  
 اذان قبیل ست کہ در غسل آنحضرت مارا دخل نہادی و مجہد تسلیم کردی کہ باوجود کہتہ ابابکر  
 پیغمبر یہ کارست اینہدہ دلیل کہورت و غبارست حضرت امیر مومنین اگر قسم شرعی یاد کنیم صدیق  
 خواہید کرد گفتندی۔ پس کچھ مقدس داخل شد و گفت کہ دوامر اول اذان بود کہ پیغمبر  
 صلی اللہ علیہ وسلم در غسل فاطمہ زہرا دہبارہ نماز جنازہ دہا متعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ اجانب  
 نہ غلی نہ ہی و حاشا کہ ان کلمہ بغیر زند خود قسم تسلیم کردہ باشم بلکہ چون الف و انس جناب مصطفوی  
 زائد الصف داشت حتی کہ در عین نماز بدوش مبارکش ہوا میشد و در اثنا خطبہ اس مقدس  
 ہمیشہ بر آمدن ابو بکر کالائی بہتر آن سرود بروی شاق آمد فاروق این کلمات طیبات از ہر جگہ  
 دانت و صلاح او بر پیش قبر فاطمی بر آئے ادائی نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت بہر کلفت  
 گردید و نوبت بآئندہ غنیمت و غنیمت رسید و قریب بود کہ ذوالفقار از نیام بر آید و مقامہ عظیمہ و محترمہ  
 کرام واقع شود زیرا کہ امیر المومنین قسم شرعی یاد نمود کہ ہر این تقدیر سر فاطمہ فی را از دوش ہوا رسم  
 بلکہ قبل از نیل مطلب ویرا زندہ نگذازم پس ہاجرین و انصار ہدایت مجموعی و صلاح افتادند  
 و ہمارا دہ فاروق تن برضا ندادند۔ انتہی بمقصود۔ تعجب ہے کہ جناب قانع باب پیغمبر قائل قسم  
 عاود۔ بعد احراق بیتہ اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بصفۃ الرسول سید کائنات اور اقتساب  
 ہمیت زنا کے وقت آپ مامور بصبر و سکوت ہوں اور سل سب کے مامور ہوں بلکہ جنازہ  
 کیواسطہ پیش قبر مامور ہوا ہوں۔ ع این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہو کہ میر  
 سب قصد قتل نہ کیا تھا اور ہرگز آپکا قصد مخالف وصیت قتل قتال کا نہوگا۔ چوتھی ہے  
 کہ صاحب عاود الاسلام جلا ہی اسکو مجبور و مجتہد پر حمل کیا وہ تحریر فرما سکتے ہیں جناب



ہنہیں کی بجائے اور برہم ہو گئی تو کیونکر ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو بجز اس قول کے تغیر ہو گئی تھی اور  
انکار شدید کیا تھا اگر جلائے کو اسٹی سامان احراق جمع کرنے دیا اور غصہ سرسری ہی تسلیم نہیں کر سکتی  
کہ وہ بہت بات جو حضرات شیخ و ثمنان خلفاء کی طرف منسوب فرماتے ہیں مثل ضرب و ثمنان سیدہ  
و اسقاط محسن و قہمت فاختہ وغیرہ خرافات کو ایسے صحابہ جان تیاروں نے بلاء و انکار منظور کیا ہوگا  
ساتویں علی بن ابراہیم قمی استاد کلینی کی تفسیر میں مروی ہے۔ حدیثی ابی عز صفوان  
بن عجمی عن ابی الجاود عن عمران بن ہشیم عن مالک بن صفوان عن ابی ذر رحمۃ

اللہ قال لما نزلت هذه الآية يوم نفخ الصور وتسود وجوه قال رسول الله صلى الله عليه  
والله وسلم تودعتي يوم القيمة حلة خمس ايات فرائية مع عجل هذه الامة اسما لهم ما فعلتم  
بالثقلين من اجل ان يقولون اما الاكبر فمرفقناه ونبذناه وذاء ظهورنا واما الاصغر  
فنادتناه وانبضنا وظلمناه قال رد والنار طاء مطمئن مسود وجوه حكم ثم ترد على  
آية فرعون هذه الامة فاقول لهم ما فعلتم بالثقلين من اجل ان يقولون اما الاكبر  
فمرفقناه ونبذناه وخالقناه واما الاصغر فعاديناه وقتلناه وقاملناه فاقول رد والنار  
طاء مطمئن مسود وجوه حكم ثم ترد على راية مع سامري هذه الامة فاقول لهم  
ما فعلتم بالثقلين من اجل ان يقولون اما الاكبر فعصينا وتركناه واما الاصغر  
فخذعناه وصنعنا فاقول رد والنار طاء مطمئن مسود وجوه حكم ثم ترد على راية

ابو ذر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت یہیم بیض وجہ و تسود وجہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لو  
میری بہت میر پاس پانچ چھڑی ہو کر آگلی۔ ایک چھڑی تو اس کے عجری کے ساتھ ہوگا میں اس پر چھڑی کا لہو میرے بعد تمہیں کے ساتھ کہ کیا  
وہ کہیں گے کہ بڑی تو ہمیں پہاڑ والا اور اس کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے ساتھ ہمیں دشمنی کی وجہ سے بغض کیا اور اس پر حکم کیا  
میں کہو نکال پاسی کے ساتھ آگ میں جاؤ۔ پھر میرے پاس اس است کہ فرعون کا جہنم آگ میں جاؤ کہو تم نے میرے بعد  
ثقلین کے ساتھ کیا کیا وہ کہیں گے بڑی کو تو پہنے پہاڑ اور اس کی مخالفت کی تم چھڑی کے ساتھ دشمنی کی اور اس سے رشتے  
خوار کیا۔ میں کہو نکال پاسی جاؤ آگ میں بتاؤ گا کہ وہ پہر ایک جہنم میں است کے ساتھ میری پاس بیٹھا میں کہو تم نے  
میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہیں گے بڑی کی تمنا زانی کی اور چوڑا دیا اور پہر کو خوار کیا میں کہو نکال پاسی جاؤ آگ میں بتاؤ گا کہ وہ پہر

ذی الشدۃ مع اول الخواج و اخرهم واسالهم ما فعلتم بالتقلین من بعدی  
فیقولون اما الاکبر فمرفقنا و برئنا منه و اما الاصغر فقاتلنا وقتلناه فانقولوا لئلا  
فلما مضی من مسود و جو حکم ثم ترد علی رایتہ مع امام المتقین و سید المرسلین  
و قائد الغر المحجلین و رسول رب العلمین فانقول ما ذنا فعلتم بالتقلین من بعدی  
فیقولون اما الاکبر فاتبعنا و اطعنا و اما الاصغر فاحببنا و والینا و وازرنا  
و نصرنا حتی اهرق فیہم دما منا فانقول ردوا الجنة رواہ رؤین مبیضہ و جو حکم  
تقرئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ  
قوله ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون انتہی نقلہ عن تفسر الصفا۔ اہل عقل و انصاف اہل روایت  
ملاحظہ فرمادین اور بیان شیعہ کے دلائل محبت میں صدق کو ملاحظہ کریں کہ میدان محشر میں ہی رسول  
خدا کے سامنے جھوٹ بولنے سے نہ جو کی اور اگر اوراق بیت کا قصد یا قصد اوراق کا معاملہ صحیح ہو اور غلط  
اسکے دوسری نہیں جو خلفاء و صحابہ کے ذمہ لگاتے ہیں تو کیا یہ قول و اما الاکبر فاحببنا  
و والینا و وازرنا و نصرنا حتی اهرق فیہم دما منا صحیح اور مطابق واقع کے  
ہو سکتا ہے۔ کیا یہی مواہدت اور نصرت تھی کہ وہ گہر جہانیکا ارادہ کریں ہریم و غیرہ و راف  
پر جمع کریں اور ضرب کا ڈیانا یا لک یا دینا شمشیر یا کاروسی علی اختلاف روایا تم اسقاط  
محسن کرادین بلکہ قتل و معصومین کا کریں اور علی دوسرے المناہر اتہام فاحشہ کا نسبت

سے پیر ذی الشدۃ کا چند اقامت خارج کے ساتھ میری پاس آئیں پوچھو گا تم میری بعد تقیین کے ساتھ کیا کیا کینے پڑی کہ  
ہم نے ہمارے اور اس سے بری مٹی اور چوٹے سرٹھی اور اسکو قتل کیا میں کہوں گا جاؤ پیاسی تاک میں ہمارے کالی ہند پر  
ایک چند پیر گار دگر امام جو کچھ در دشمن پیشانی اور اہل ہانہ و انوکھ سر کہہ رسول اللہ کے وہی کے ساتھ میری پاس  
آئیں کہوں گا تم نے میری بعد تقیین کے ساتھ کیا کیا کینے پڑے کی پیروی اور اطاعت کی اور چوٹے کے ساتھ بہت  
کی۔ اور وہ دعوت کی۔ پناہ تک کرادین ہمارے خون ہی میں کہوں گا۔ جنت میں چلے جاؤ سیراب  
تمہارے دشمن میرے پیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے پڑا۔ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ سے  
ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون تک ۱۲

بہشتیان سیدہ کرین اور یہ مدعین حضرت دہوات چکے بیچے دیکھیں اور دم مارین اور  
 سانس نکالیں اور یہ سوال کچھ شریان پاک ہی سے نہیں کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب  
 راستہ ہیں وہ ہی اس میں شامل ہونگی اور خود حضرت امیر ہی جواب وہ ہونگے تو یہ کذب اصول  
 شیخ پر جناب امیر کی طرف ہی منسوب ہو گا اللہ سوال وارد ہو گا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور  
 محبت دہوات طبیعت سرور نام کی پیچھے کہ جو وقت عمر فاروقؓ نے گھر جلایا یا جلانے کا  
 سامان ہیا کیا چون و چرا نہ کی سارے بارود اور دھواں شجاعت کے جکایوں خارج امکان ہے  
 بمقابلہ طبیعت کے لانت کرنے والوں کو چاہیں اس سے زیادہ عداوت و دشمنی کیسے ساتھ اور کیا  
 ہو سکتی ہے۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام  
 دفاع آتہ بیان فرما دی تھی اور تمام حالات واقعات و حوادث و دواہی کی خبر دیدی تھی  
 اور فرما دیا تھا کہ صبر و سکوت کرنا اہم گز چون و چرا نہ کرنا۔ پس اس سوال کے کیا معنی  
 کہ تم نے ثقلین کے ساتھ کیا کیا۔ اور اگر کسی پنج سے یہ سوال صحیح ہو ہی تو یہ جواب  
 لغو ہے جواب صحیح یہ ہے کہ ہم نے آپ کے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون و چرا نہ کرنا  
 ظلم و ستم ہوا کئی کہیں دم نہ مارا ثقلین اعیانہ خراب و خوار ہوئے سر نہ ہلایا پھر کیف  
 یہ سوال و جواب سنوئی غلط ہو یا صحیح ہنگو کچھ بحث نہیں ہمارا مدعا جو کچھ ہے وہ اس سے ثابت  
 مگر اس قدر گذشتہ اور باقی ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچھ اونچے اور  
 اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم و سکوت کرنے والے بھی ظالموں کے ساتھ گرفتار عذاب ہوتے ہیں  
 قال ابو جعفر و اوحی اللہ الی شعب بن النبیؑ معذب من قہلک ما تذا الف و اربعین الفاً  
 من شراہم و ستین الفاً من خاہم و فقال یارب ہولاً ما لا شراہم بال الاحیاء و فلو  
 لے ابو جعفر نے کہا کہ شعب بن النبیؑ کی طرف خدا ہی بھیجے کہ میں نے قوم کے گردنیں جو ایک ایک جا میں ہزار ہا  
 کو نکالا اور غیورین میں سے ساتھ ہزار کو۔ عرض کیا کہ یہ دروغ ہے یہ تو بہین ہیں بلکہ ان کو کبھی حال ہے (اللہ نے  
 اس کی طرف وحی کی۔ ۱۲۔

اللہ عزوجل الیہ انہم راجعون اہل المعاصی ولہم یغضبوا الغضب فو اس سے اونکا حال قیاس  
 کرنا جاہلی۔ جنہوں نے ایسے سخت ظلموں پر سکوت کیا اور بدنت کی اور غضب ناک ہوئی حالانکہ  
 اونکو ادسے چین بر چین ہونے میں کام نکلتا تھا کہ اونکا کیا حال ہوگا شاید اصل شیعہ پر منافق  
 اس روایت کے مدلول کے وہ خیال بھی ادن اشراک کے ساتھ معذب ہونے پر بیت شادوم کہ  
 از قیاس بان دامن کشان کذنتی۔ گوشت خاں ماسم برباد رفتہ باشد۔ آہوین خود علاہ  
 کنتوری نے جواب حضرت خاتم المحدثین کے۔ حضرت فاروق کے اس کا مجرد تخویف پر  
 محمول ہونا تسلیم کر لیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ اما پچھ گتہ اگر مراد ایشان از قصد تخویف و تہدید زیادت  
 گفتن اینکہ من خواہم سوخت الخ۔ پس ما یگوئیم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصد احراق  
 بیت بنوت کہ بردایات اہلسنت ثابت میکنند ہمین است داگر این قول از قصد او دلالت نکند  
 لازم آید کہ در قول خود کاذب بودہ باشد۔ اور اگر ہلکے خاں محیب کو یہ خیال ہو کہ آخر عبارت کنتوری  
 کی ماورئ عبارت سابقہ میرج دلالت کرتی ہے کہ وہ دے پے اثبات قصد تخریق کے ہیں سو اس  
 تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرمادیں۔ جو آپ کو مفتی صاحب کی عبارت میں واقع ہے  
 کہ کہیں مدعی اثبات قصد احراق ہیں اور کہیں مجرد تخویف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہیں۔ اور  
 عجب نہیں کہ منشا اسکا بیہ کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصد تخریق اور قصد تخویف کی تیز  
 ہونی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہ التباس و اختلاط کلام میں واقع ہوا قول معلوم نہیں کہ قصد کو  
 امور قلبیہ کہنے سے کیا مطلب بظاہر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپ کو خاتم المحدثین نے غصہ میں  
 فرمایا ہے قصد مو قلبیہ سے بے شک ہے مگر جہاں اسباب و سامان قصد کے ظاہر ہوں  
 تو بے شک کہہ سکتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر آمادہ ہے اقول فعل کے کرنے پر  
 آمادگی دو طرح ہوتی ہے یا بطور نصیم غزم کے یا بطور مجرد تہدید و تخویف کے چونکہ  
 بظاہر این دو تو میں کچھ فرق نہیں اور ایسا واسطے بعض علماء شیعہ پر پیش ہوگئی۔ اور ان  
 لئے کہ انہوں نے گناہ کی ساتھ ہست کی۔ اور میرے غصہ کے سبب وہ غصہ ہوئی۔ ۱۲۔

قصد تخریق فعلی در وقت تہدید و تخریب میں بظہار  
 ظاہر نہیں ہیں۔

دو نوین ذوق باعتبار زیادہ فاعل کے ہے اسلیں مناسب کہ ہم اول ان دو نوین فرق بتلایا  
 اور اسکے بعد اپنے فاضل مجیب کے اس قول کا جواب دیوین پس واضح ہو کہ قصد علی بفعل اور  
 خبری ہے جو اس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تخویف و تهدید یہ ہے کہ فی حد ذاتہ  
 فعل کا کرنا مقصود نہ ہو صرف بظاہر اتقا خوف کے لیے اس فعل کے اسباب و سامان کو آپ  
 صورت میں ظاہر کیا جاوے جس سے بظاہر عزم یا مجرم ترشح ہوتا ہو کیونکہ اگر اس سے  
 بہرہ متحقق نہوگا تو مقصود جو تخویف و تهدید ہے سرگز برآمد نہوگا۔ بلکہ امور ہمہ میں تهدید و تخویف  
 کو نسبت جائز ہے کہ ٹای تو بہ دور ایک فراہی سامان بہ نسبت افضل قصد کے زیادہ ہو  
 پس ظاہر سامان میں ان دو نوین تمیز کرنا جیسا کہ حضرات شیعوں کرتے ہیں چنانچہ علامہ کشوری  
 ہی تحفہ کے جواب میں لکھا ہے۔ واما آنچه گفتند کہ قصد از امور قلبیست کہ بران غیر خدائی  
 تعالیٰ و مگرے مطلع نمی تواند شد پس مفعول است بانکہ امارت و علامات دلیل قصد می باشد  
 اور بقید انکہ غالباً ہمارے فاعل مجیب ہی بدون سوچی سمجھی یہی ترانہ فرماتے ہیں  
 اس دلیل ہے کہ حضرات کو ان دو نوین تمیز نہیں ہوگی۔ اصل سوال میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 (اور بیعت لینے کے لیے گھر جلدنے کی دہکی دی) اور بعد اسکی قصد احراق روایت ازادہ اخفا  
 سے ثابت کرتے ہیں۔ اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپکو دہکی اور قصد احراق میں تفرق پہنچا  
 حال نہیں بلکہ فاعل کے اور لیاقت و قابلیت مفعول کے نے اچھل کر یہ ہو سکتی ہے مثلاً اگر  
 افعال کے صدور میں کہ او کا فاعل سفاک و بے باک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو  
 اور محل ہی لائق کشتی و ختنی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تصمیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جب تک  
 وقوع فعل نہ ہو چکر ہرگز استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ مقصود نے حد ذاتہ قصد قتل و احراق ہو  
 پس جب یہ امر طی ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور انکر مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ سامان  
 کو اسباب کے جمع کرنے سے اور ہیزم و آتش کے لانے سے معلوم ہوا کہ فاروق احراق بیت  
 بیت کا عزم یا مجرم رکھتے تھے غلط ہوا۔ کسی شخص کو اس قتل کے نسبت کہنا اور

تلوار کلین ڈال کر کلنا بلکہ تلوار میان سے کھینچنا ایک وال عزیم اور قصد پر نہیں ہو سکتی۔ خود جناب  
 امیر قصبہ میراب پر جو جن خود ش اور قتل کی دہلی اور تلوار گلے میں ڈال کر باہر آنا خود اس پر صریح  
 دلیل ہے بشیر علیہ حضرات شیعہ اسکو مجروح نہ یہ پر حمل فراوین اسطرح نیش قبر فاسی پر  
 ارادہ قتل قتال کرنا اور دست بقبضہ شمشیر ہونا ہی غالباً اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرت  
 شیعہ سیکوت پر یہ پر حمل نفرادین اور عزیم باجزم صحیحین تو چونکہ آپ اسو سیکوت تھے  
 آپ کی صحت بلکہ امامت و خلافت کو سببنا لیں۔ آپکو یاد ہوگا جبکہ آپ کے ابن عباس علیہ السلام کا  
 بیت المال بوٹ کر تک آ بھیجی اور جناب امیر نے انکو ایک عتاب نامہ تحریر فرمایا جو پنج غبت  
 میں منقول ہے اور غالباً ہم اسکی نقل اوپر کر آئی ہیں۔ ادسین از جناب امیر نے قسم کیا کہ  
 کیا لکھا تھا کیا واقعی اس سے بجز عزیم باجزم ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ غالباً یہ روایت  
 ہی آپکو حافظہ سے نکلی ہوگی جو ہم اوپر بیان کر آئی ہیں جو اصل روایت غلبی اور قطب  
 راوندی کی ہے اور وہ اعطی حسنیہ میں ہی مذکور ہے اگر آپکو فراموش ہو گئی ہو ہم آپکو یاد دلاتے  
 ہیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھ کو علم ہوگا کہ چند شلین عس کی جو میں سے آئی ہیں  
 تیری حفاظت میں ہیں درجہ کو ایک ہمان کی ناخوش کی ضرورت ہے توڑا مجھ کو ادسین سے  
 دن سے چنانچہ ایک مشک کا سونہ کو لکر بقدر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت  
 مشکو کا ملاحظہ فرمایا تو مسکرم ہوا کہ ایک مشک میں کم سے قنبر جو درخت کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت  
 امام حسین ریحان رسول الثقلین کا ایک ہمان کے لیے ضرورت پیش آئی ہے تمام ہونے  
 توڑا سا شہید لیا ہے سنتی ہی سکرم دیا۔ بلاشبہ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت غلب  
 غضب کے ساتھ درہ جو آپکو ماتہ میں تھا جناب امام کے مارنی کیواسطی اڑھایا۔ یہاں تک جناب  
 امام حسین نے نہایت عاجزی سے آپکو غصہ فرو کرنے کے واسطی حق جعفر کے کو پاؤں دلا یا  
 اور آپکا غصہ فرو ہوا تو ہمیں یہ قرآن یعنی غلبہ نصیب کرنا درہ کا مارنے کی واسطی  
 اوٹس نا اور ہر قبل العصبہ مال لکھتے ہیں نصرت کرنا اور جناب امیر کو حفاظت جو جن

یہ عجیب  
 ہے کہ  
 یہ عجیب  
 ہے کہ

مسئلہ نم قصد ضرب والا متین یا نہیں اگر نہیں میں تو مدعا ثابت ہے اور اگر میں توقع نظر میں  
امام کے غلط ہے کیونکہ آئین خود جناب امیر نے ارشاد فرمایا اگر میں نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم تیری راتوں کو بوسہ دیتی تھے تو میں یقیناً تجھ کو مارنا تو لے مسلمانوں نے  
پہلوئوں نفع اوٹھایا اس سے صریح معلوم ہوا کہ آپ کا قصد ہرگز ضرب کا نہ تھا بلکہ صرف تہذیب  
و تخویف مد نظر سامی تھی کیونکہ آپ کو یاد تھا کہ حضرت فداان مبارک صا حیرا وہ کو بوسہ دیتے تھے  
تو ایسی حالت میں عزم با بخرم مارنے کا کیونکر کر سکتے تھے۔ علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے متخلفین جماعت کے لیے عید احواق فرمایا جو مستغنی علیہ فریقین ہے  
اور یقیناً وہ محمول اور پیر نہ یہ تخویف کی ہے کیونکہ کوئی شخص سامین سے تارک جماعت کے  
یہ وجوب احواق کا قائل نہیں ہوا اور اگر وجود روایت میں شک و شبہ ہو تو اپنے جہت  
سابق کی تصانیف مثل مواضع حسنیہ ملاحظہ فرمائیے۔ قولاً پر جب کہ خلیفہ ثانی نے  
قسم یاد کی ہو اور سابق مثل آتش و ہیرم وغیرہ ہی علویہ لکھے ہوں۔ جیسا کہ کتب معتبرہ  
اہلسنت سے ثابت ہے تو اب اس میں کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جب کوئی شخص  
آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر بجا دے اور اس کے مالک سے بقسم حکم کہ اس گھر کو جلا دے گا۔ تو  
ضرورتاً ہوگا کہ یہ شخص اس گھر کے جلائی کا قصد کرتا ہے اقول اگر اصل سوال میں  
آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو بہتہ بندہ کا اجمالی جواب دینا اور یہ کہنا کہ قصد امور قلبیہ سے ہر  
مورد طعن ہوتا اور جب آپ نے یہ امور اس وقت ذکر فرمائی ہے ہی نہیں تھے اور صرف ہوتا  
ازالہ احتیاط پر اکتفا فرمایا تھا اور یہ ہی قہر علامہ کنوری وغیرہ فرمایا ہے تو پھر یہاں لے جاتا  
کیونکہ اصل طعن ہے۔ رہائشوت ان امور کا کہ آگ و ہیرم وغیرہ کا بھجنا نا بندہ سامی تھا جس کے  
ذکر سے کسی مصلحت کے سبب انخاص فرمایا۔ تعجب ہرگز کہ اسے مال فرمائیں بلکہ ایک امر کی بات کی  
درجے ہوں اور اثبات کے وقت پہلے ہی فرمادین۔ پہلا اگرچہ امور آگ وغیرہ کا بھجنا نا کتب  
معتبرہ اہلسنت سے برعم سامی ثابت ہے تو آپ نے اس کو ذکر نہیں فرمایا جو روایت آپ نے

اور ان بہت کہی کہ میں نے یہ امور نہ فرمائیے تھے کیونکہ میں نے ان کو فراموش کیا تھا

ازالہ الخفا سے نفل کی اوسمین توبہ امور اشارۃ دکنایتہ ہی مذکور نہیں اسکی ذکر میں چندان تطویل ہی  
 نہیں تھی اور اگر نے بجملة تطویل ہی ہو تو زوائد واجب الحذف والاستقاط ہوا کرتے ہیں نہ اس  
 مقامہ اباحت اور توقف علیہ دعاوی۔ پھر اس محبت پر یہ فرمانا کہ اب اسمین کیا شک رہا عجب  
 افادات سے ہے آپکو بے شک شک نہ ہوگا۔ لیکن اہل عقل و دانش کا شک تو ایسی خرافات سے  
 کیونکر رفع ہو سکتا ہے اور اگر بالفرض المہنت کی کسی کتاب میں بروایات ضعیفہ و امیہ پایا ہی جاوے  
 تو یہاں جوابی جوابات سے بخوبی ظاہر و باہر ہے۔ کہ اصول شیعہ پر ہی یہ امور قصد احرار  
 بردال نہیں ہو سکتی۔ اچھا بفرض محال ہونے تسلیم کیا کہ یہ امور قصد احرار پر دال من سبکہ  
 مثل قضیہ ثمیر لڑمیدانکانت الشمس طالعہ فالنہار موجود مستلزم غم باجزم احرار کو میں اس قدر الواقع  
 حضرت فاروق کا قصد صمیم احرار بیت تھا اور تمام اعوان و انصار اذکر شریک و معاون تھے  
 لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اگر غم صمیم تھا تو اسکو کون منع ہوا اور تب مذاق فاضل بحیب و دیگر  
 بعض اکابر شیعہ جو عدم وقوع احرار کے قائل ہیں۔ احرار کیوں وقوع میں نہیں آیا صحیح  
 کلمہ جمعین الامم و دی فاروق کے حامی و مددگار ہونگے اور جناب امیر و جناب سیدہ بلکہ قاضی  
 ہاشم شاید امور بالسکوت ہونگے۔ اوہوں کچھ چون و چرا نفرمائی اور اگر چون و چرا کرنے والی ہوتے  
 تو سکاہ خلاف میں جو حسب ارشاد جناب قاضی صاحب شوستری انصاف ہر فردوج  
 مومنات سے ہی زیادہ ترجیح تھا چون و چرا کرتے خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہی کوئی امداد ہی  
 نہیں پونچے جو اس سے مانع ہوتے جب باوجود تسلط تام اور غم صمیم اور موجودگی سامان  
 اور عدم موانع کے وقوع احرار نہ پایا گیا تو معلوم ہوا کہ مقصود احرار بیت نہ تھا بلکہ مقصود  
 مجرد تخویف و ہتھکڑی تھے جو حاصل ہو گئی شاید شیعہ اسکا یہ جواب دیوں کہ یہ قصد معلق بشرط  
 ہتھکڑی اجتماع ہے حاصل یہ کہ اگر یہ اجتماع باقی رہا تو بیشک گھر جلاؤ دنگا اور وجود  
 معلق کے لیے وجود معلق بہ کا ضرور ہے اور وہ نہ پایا گیا تو بقاعدہ اذافات الشرط  
 اذافات الشرط۔ وجود معلق بشرط کا یہی جو احرار بیت ہی نہ پایا گیا سم اسکی

چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ

جواب میں کہتے ہیں کہ یہ جواب بعینہ ہماری دعا کو ثابت ہے کیونکہ اس سے بطریق ثابت ہوا کہ فی حد ذاتہ مقصود اصلی تفریق اجتماع ہے اور یہ عیا بالاحراق محض اس مقصود کی تحصیل کا آلہ اور واسطہ تھا اور نہ حد ذاتہ مقصود نہ تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق بدو نہ ہتھکڑی کے ممکن نہ تھا پس مثل سنہور۔ ہمان آتش در کاسہ۔ وہی تخویف و تہدید طور پر عیا بالاحراق محمول رہا اور یہ دعویٰ کہ احراق بیت مقصود تھا غلط ہوا۔ رہا قسم کہا کہ کہنا سوا کی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول تو یہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اس قسم کو فعل کے تاکد بجا آوری پر سمجھی ہو گئے ہیں حالانکہ وہ قسم عدم مانعہ پر ہے حاصل یہ کہ فاروق نے قسم کہا کہ اس روایت منقولہ میں یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں گھر جلا دوں گا بلکہ یہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہ بہائمیت تمہاری پاس مجتمع ہوئی تو یہ مجھ کو اسرا بالاحراق سے مانع ہوگی۔ پس اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے۔ اور اگر کسی روایت میں احراق ہی پر قسم مرقی ہو اگرچہ محمول بالفعل اس سے کچھ بحث نہیں کیونکہ گفتگو اس میں ہے جو روایت فاضل مجیب نے اپنے استدلال میں تحریر فرمائی ہے تاہم ہماری دعا کے مخالف نہیں کیونکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تہدیدات بظاہر قصد کی نسبت زیادہ بظاہر اور جہ کے ساتھ ظاہر کیجئے ہیں۔ اور اگر قسم کے ذکر سے ایسا یہ ہے کہ در صورت عدم قصد کے کذب لازم آوے چنانچہ آپ کی حضرت لسنوی نے ہی غالباً یہ فرما کر اپنا تجربہ علمی ہر فرمایا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اول تو گو لفظاً یہ اخبار ہو لیکن حقیقتہً اخبار نہیں بلکہ انشاء تہدید و تخویف مقصود ہے تو اسکو صدق اور کذب کچھ علاقہ ہی نہیں۔ کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اسکی لیے کوئی محلی غنہ نہ اسکو مطابق عدم مطابق کچھ واسطہ تو اسکو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کر لیا۔ پھر آپ ہی اس پر اعتراض کر دیا اور یہ صریح تبارقاً علی الفاسد ہے۔ علاوہ ازیں اگر میکہ تب ہو تو وہ نہیں جو ہم جناب امیر نے اذہر بیان کر چکے ہیں اور وہ تہدیدات جو جناب امیر نے فرمائی ہیں۔ بلکہ وہ تہدید جو حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعہ کے بارہ میں فرمائی ہیں وہ سب کذب ہو گئے ہیں اور انکا

جواب آپ دیوین وہی جواب آپ اور آپ کے علامہ کشتوری اسکی طرف سے قبول فرما دیں وہ قلم  
یہ جواب تحریر فرماتے ہیں کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا یہاں کہ محل اجمال ہے اسقدر  
کافی ہے اس سے سخت حیرت ہے کہ آپ نے اجمالی ہی کونسا جواب دیا جسکو کافی سمجھتے ہیں اور  
موقع کونسا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکی جواب تحقیقی کا موقع نہیں سمجھتے اور میرے  
استدلال کے کہ جو امور سلبیہ سے ہے شاید اسکو اجمالی جواب منظور فرماتے ہیں سبحان اللہ  
جواب وہی اسکو کہتے ہیں۔ اقول مثلاً اس حیرت کا یہ ہے کہ آپ نے اپنے فہم سے کام  
نہیں لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہ حیرت نفرتانہ بظاہر ایک چوٹا سا لفظ دیکھ کر خیال  
کر لیا کہ یہ کیا جواب ہو سکتا ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصلہ کا  
اجمال ہو سکتا ہے یہ لفظ بظاہر گو چوٹا سا تھا لیکن اگر آپ تامل فرماتے تو آپ کی تہلکا  
کو اتصال کے واسطے کافی تھا چنانچہ جواب اسکی آخر آپ کو جدید دعویٰ کے ضرورت پڑی اور اپنے  
فراہمی سا ان مثل آتش و ہیرم وغیرہ کا دعویٰ کیا اور اسکی اثبات سے پہلو ہتی کیا اگر وہ جواب  
ایسا ہی نہا کا فہم تھا تو اسکی لیے اس جدید دعویٰ کی کیا ضرورت ہتی۔ باقی دہا اجمال اجمال  
کا ہی وہ مقام تھا کہ اول آپ کے آپ کے دعویٰ کی نسبت جواب طلب تھا اور وہ تفصیل کا موقع  
نہ تھا اب آپ نے اپنی دعویٰ کو بڑے غم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے یہی تفصیل کا  
موقع آیا اور اگر یہ سیر طویل ہو گئی تھی تاہم تطویل کا کچھ اندیشہ نہ کیا اور مفصلاً اسکا جواب  
خدمت میں پیش کر دیا سو اس تفصیل سے آپ اس اجمال کو سمجھ لیجیگا۔ آپ کی حیرت تھا اللہ تعالیٰ  
رفع ہو جائیگا اور معلوم ہو جائیگا کہ یہ جواب محل اجمال میں کافی ہے قال الفاضل المجیب  
قولہ۔ اور جو صاحب ہدایہ شیعہ سید اللہ تعالیٰ دوام برکاتہ کی نسبت تعصب و مخالفت  
روایات بخاری و مسلم ذکر فرمایا ہے سو اسکی نسبت استقدر گذارش ہے کہ کلام مخالف کو  
اگر نظر انصاف سے نہیں دیکھا جاتا تو کو کتنی ہی جتن کیون نہوتا ہم تعصب بعض و بغض ہی  
نظر آیا کرتے ہیں۔ اقول۔ معنی صاحب ہدایہ شیعہ کی نسبت یہ لکھا تھا اس میں ہدیہ شیعہ

لکھا ہے شاید الف غلطی سے رہ گیا ہو اور قرینہ ہی یہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کی نسبت سلمہ اللہ  
 وادام برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غرض ہی صاحب ہدایہ شیعہ ہی ہے کیونکہ  
 سنا ہے ہدایہ شیعہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہ حضرت زندہ و سالم ہیں خیر انہیں سے کوئی  
 صاحب ہون ہر دو صاحب کی نسبت یہ اعتراض ہے ہدایہ شیعہ والے کی غلطی و کذبات  
 تو تحفہ الاشعر یہ اس کے جواب میں درج ہیں اگر چاہیں تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمائیں۔ اور ہدایہ شیعہ  
 والے حضرت کو اگر ایسی باتیں لکھیں جائیں تو یہ تحریر بجائی خود اس کا جواب اور رسالہ ہو جائے  
 مگر حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں کچھ گزارش ہوتا ہے یقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی  
 چونکہ اس قول میں کوئی امر قابل جواب نہیں اسلی اس کے جواب میں کچھ نہیں تحریر ہوتا ہے  
 قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ کلام مخالف کو انھیں یہ فرمانا نفس الامر میں بجا و درست ہے  
 مگر اس موقع پر یہ ارشاد بجائی خود نہیں بلکہ یوں مناسب ہے کہ جب تعصب و لڑائی مذہب کے پیچ  
 انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اس کی نہایت ہی کتب معتبرہ مذہبی میں کیوں نہ مذکور ہو  
 اگر ذرا ہی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صاف انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول بول بات کہتا ہے  
 کہ اس کے مذہب کے موید ہو۔ یقول للعبد الفقیر الی مولانا الغنی بیشک اس قول میں  
 بندہ کا اس امر کو مشق لکھنا بجائی خود نہیں تھا بلکہ چونکہ کو لکھنا چاہی تھا وہ بندہ نے  
 لکھا اور جو بجا ہی تحقیقات مذہبی کے جناب کو سنا یاں ہتا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل  
 المجیب۔ قولہ۔ اور اگر اس باب میں کچھ ہوتا ہے تو ادنیٰ امور کو تحریر فرما کر خدام مولانا  
 وادام برکاتہم کے پاس مسجدین اور قدرت خداوندی کا نام شامدادہ فراویں۔ اقول۔ اگر ب  
 امور کو لکھا جاوے تو بجائی خود یہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل میں صرف ایک  
 روایت عرض کرتے ہیں اور قدرت خداوندی کے تماشائی کے غنیمتین یقول للعبد  
 الفقیر الی مولانا الغنی۔ لیجیہ ہم ہی حاضر ہیں۔ قولہ قدرت خداوندی  
 کا کام حق کو چہا نہیں اقول آپ اور یہ فرمائیں بروی مذہب جناب نے قدرت

خداوندی کا یہی کام ہے کہ حق کو چہاویں اصول مذہب ثقلین میں ثقل اعظم آپکا اس وقت تک چہا ہوا ہے ثقل اصغر گویا ہمیشہ محتفی پوشیدہ جزئیات مسائل میں سدا تقیہ رہا وصیت نامہ آج تک چہا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضا پوشیدگی خداوند تعالیٰ کی قدرت بلکہ اسکی حکم سرگئی تو پھر آپکا یہ فرمانا کہ قدرت خداوندی کا کام حق کو چہانا نہیں ہے تب تعجب انگیز ہے اور اوسپر طرفہ تماشایہ ہے کہ باوجود ان پوشیدگیوںکی پھر بھی خداوند تعالیٰ پر واجب ہے بحالہ و تعالیٰ عن ذلک قولہ اور نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوندی تو کیا دیکھائیگر مگر دیکھئے کیا سرسری کردہائیگر۔ اقول گو میں اپنی قریر سابق میں اپنے نسبت کا دعویٰ نہیں لیکن جب محیب لبیبؑ مجھی کو خطاب کیا تو میں نے کچھ کچھ قدرت خداوندی کا تماشادیکھلانے کے واسطے حاضر ہوں پھر زمانہ تہم سے دستور ہے حق کے ساتھ یہی سلوک ہوا لیا ہے بیشک آپ ہی قاعدت ہر کے موافق اوسکو سمجھیں۔ شعبہ فرمائیں کہ کھانت کھینے جو کچھ حق کی نسبت پہلے کہا گیا ہے وہی آپ ہی فرمائیں گے اسکی تلو شکایت نہیں جب انبیاء و رسل کے ساتھ ایسا ہوا ہے تو میں تو ایک بندہ گنہگار خطا کار ہوں۔ قولہ رسالہ ہدایت لشیعہ میں سوال دوم کے جواب داتہ صفحہ ۱۳ میں آپ کے مولانا یہ تحریر فرماتے ہیں۔ اور سقیفہ انصاریا اس بات پر مجتمع ہوئے تھے کہ ایک امیر انصارین ہو اور ایک ہاجرین میں اور حدیث الامتہ من قریش کا اذکار کو چھینیاں نہیں رہا تھا کیونکہ وہ معصوم نہیں تھے کہ نسیان و سہوا و نیرہنوسکی اور فتنہ حقیقت ہو سکتا تو معصوم ہی مامون نہیں اور علم ماکان دما یلون ہی اذکو نہ تھا تا کہ عیب کیا جاوی کہ یہ مسئلہ اذکو معلوم کیون نہ تھا اگر معلوم ہی نہ تو یہی کچھ ہرج نہیں جب شخصین دہان شریف لے گئے اور اس حدیث کو پیش کیا اوس سے اذکا وہ ارادہ مستح ہو گیا اور سب نے ابو بکر کے ماتہ پر بیعت کر لے انتہی بعد راجحہ۔ اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق کر سکتے ہیں تو بھیجئے ہم ہی قیادت خداوندی کے تماشائی موعود کے منتظر ہیں اقول

جناب میر صاحب گستاخی معاف۔ کیا یہ ہی وہ اغلاط و کذب بات ہیں جو آپ نے اور آپ کے  
 ہم مذہبوں نے بدیہہ شیعہ اور بدیہہ لٹویہ سے متبع فرما کر نکالیں افسوس کہ آپ صاحب سلیس اور  
 سہل عبارت اردو ہی نہیں سمجھ سکتے کیا اسی پر قدرت خداوندی کے مشاہدہ کے منتظر  
 ہیں۔ حاجی حضرت پیلے تو آپ کے اس قول میں اور بخاری کی روایت میں معارضہ ثابت  
 کیا ہوتا۔ اور کلمہ آپ جو ایک منتظر جوتی ہوتے۔ اولاً ہم اسی کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس  
 عبارت میں اور روایت بخاری میں تعارض ہے اگرچہ ہم کو اس نفی پر دلیل کافی کے حاجت نہیں  
 اور یہ منع ہی کلمہ ہے۔ آپ کا ذمہ ہے کہ آپ دلیل سے معارضہ ثابت فرما دیں لیکن تاہم  
 تہرہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ بسیار ضعیف دلیل سے باطل ہے کہ یہ قضیہ کلیہ اس فرد کو  
 شامل نہیں جبکہ روایت بخاری متضمنہ ہے۔ یہ معارضہ منطقی ہوا تفصیل اس اجمال کی  
 بہرہ ہے کہ یہ روایت بخاری سے بڑھ کر تمام یہ مضمون مستحب ہوتا ہے کہ بعد وفات سرور کائنات کے  
 صحابہ خلاف ہیں جماعت انصار مطلقہ کے ہیں۔ اگر اوٹھا اور ادھون نے یہ چاہا کہ ایک امیر  
 ہم میں سے ہی ہو اور سب سے بڑھ کر حق میں ہوا اور انکا اجتماع تھا تشریف لے گئے اور حدیث  
 الائمہ میں قریش کو پیش کیا اس سے انکار وہ ارادہ نسخ ہو گیا۔ اور ان سب کے ابو بکر کے ہاتھ پر  
 بیعت کر لے۔ اگر جناب کے ہم شریف میں نہ آدمی تو کسی منصف اردو خوان سے آپ  
 دریافت فرما لیجئے کہ اس عبارت کے سیاق سے لفظ (سب) سے کون مراد ہیں  
 آیا تمام افراد بنی آدم مراد ہیں یا تمام صحابہ مجاہدین و انصار و مطلقاً اور سب مومنین  
 و مومنات مراد ہیں۔ یا تمام حاضرین سقیفہ مراد ہیں یا تمام انصار حاضرین سقیفہ مراد ہیں  
 سیاق عبارت ان محتملات میں سے کونسا احتمال کے یقین کرتا ہے۔ پھر اگر کوئی شخص  
 بھی آپ کو یہ حکم کہ اس عبارت سے احتمال اول یا ثانی مفہوم ہوتا ہے تو آپ ہم سے دست  
 درگیر ہوں۔ یونہی خوش نہیں ہے اپنی آپ خلاف سیاق ایک محتمل اپنی  
 ذہن میں متعین کر لیا اور اس پر اعتراض کر دیا ہم فرستادین دیانت سب کا تو نام ہے

جناب میر صاحب گستاخی معاف۔ کیا یہ ہی وہ اغلاط و کذب بات ہیں جو آپ نے اور آپ کے

جناب من۔ سوق عبارت صریح وال ہے کہ جو لوگ برسر مخالفت تہر اوہون نے نہ بیٹ  
 الائمہ من قریش سنکر مخالفت کو ترک کیا اور سب نے بیعت کر لے باغایت سے غایت یہہ مزد ہو کر  
 ہر کہ تمام حاضرین سقیفہ نے بیعت کر لے مخالفین نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی  
 توجہ اوہون نے بیعت کر تو موافقین جنکو کسی قسم سے مخالفت تھی ہی نہیں اوہون نے  
 بالادے بیعت کی ہو کی دس اور حاشا کہ اس عبارت سے بیعت کرنا تمام صحابہؓ مفہوم ہوتا ہے  
 یا کوئی اہلسنت ہے اس امر کا قائل ہو کہ سقیفہ میں تمام صحابہؓ نے بیعت کی تھی پس محض حضرت کے  
 خوش فہمی تھی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور بغیر اس جسد کی ہے  
 جو اپنی زبان سے مذہبی پٹح اور تعصب کے بابت فرمایا تھا۔ رہا یہ سوال کہ جب یہ بیعت  
 عام نہیں ہوئی تھی تو اس بیعت سے تحقق خلافت کیونکر صحیح ہوا اس کا جواب یہ ہے  
 کہ اگرچہ بیعت عام نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت صدیق کے احقبہ بالحد لائق میں صحابہؓ  
 کسی شخص کو مال و انکار نہیں تھا با اتفاق کلہم اجمعون کہون حضرت کے استحقاق خلافت  
 کو قائل تھے تو اگرچہ بیعت واقع نہیں ہوئی لیکن جب کسی نو استحقاق میں تردد نہ تھا تو  
 اونکا سکوت بمنزلہ بیعت و قبول کے ہو گیا۔ چنانچہ جبے اوکی بیعت عامہ واقع ہوئی تو سب نے  
 بقول راجع بیعت کر لے۔ چنانچہ ہم مضمون کو مطادی ابکاٹ گذشتہ میں تفصیل تام  
 بیان کر آئی ہیں۔ مہذا اس امر کا تو فیصلہ خود جناب مشکل کتاب فرما گئے اور فرما گئے  
 کہ اعتقاد خلافت کے لیے جمیع اہل حل و عقد کا ہونا کچھ ضرور نہیں چنانچہ بیج البکات  
 کو مواقع مختلفہ میں مذکور ہے اور اسکو ہی ہم اسبق میں مفصل بیان کر آئی ہیں۔ تو اس  
 ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل و عقد نے بیعت کر لے خلافت منعقد ہو گئی اور حاضر دعائے  
 ہو گئی۔ پس جو اس سے پہلے وہ حسب ارشاد جناب امیر سبیل المومنین سے منحرف ہوا  
 اور مستوجب اقتال و استحقاق جہنم ہے پس یوم سقیفہ بعض کا بیعت کرنا اعتقاد  
 خلافت کے واسطے کافی ہوا۔ دوسری جگہ سلنا بظاہر تعارض واقع ہے لیکن یہ تعارض

مدفوع ہے کیونکہ یہ اطلاق مجازی ہے من قبیل اطلاق الکمل علی الاکثر جو شائع مستفیض ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے مواقع میں جہاں حقیقت متعذر ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے من غیر تکریر اس جگہ ایک روایت گذارش پھر صافی نے قتی و ستاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے غرابی جعفر قال قال امیر المؤمنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم فقال قال لہ ابن عباس یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال ورائت شیئا من القرآن قال لقد قلت لا امر قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتهوا فتشہد علی رسول اللہ انہ استخلف ابابکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی لا الیک قال فعلا بالیقینی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منهم فقال امیر المؤمنین کما اجتمع اهل الجبل علی الجبل ہنا فنتم و مثلکم مکمل الذی استو قد نادانا اصاؤنا ما حوہ ذهب اللہ بنورہم الا یہ اس روایت میں ابن عباس کے جواب میں یہ الفاظ ہیں۔ قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منهم۔ اس میں قطع نظر اس سے کہ جمع صرف باللام مفید عموم کو ہوتے ہے یا نہیں ہوتے سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض الناس مراد نہیں کیونکہ بعض چند آدمیوں کا اجتماع خصوصاً ایک ایسے امر پر جو خلاف عدل کو ہو داعی اس امر کو نہیں کہ ایک مومن کامل الایمان اور کا اتباع کر کے۔ رسول کے مخالفت کر

لے۔ بے جعفر است سردی ہے کہ امیر المؤمنین نے بعد وفات رسول اللہ کے مسجد میں جبکہ لوگ مجتمع تھے بلندہ آواز سے پڑھا جنوں نے کفر کیا اور اللہ کے رزہ سے روکا اور انکی اعمال پر باد کردی (ابن عباس نے پوچھا ای ابا الحسن جو کچھ تو نے پڑھا کیا کیوں پڑھا کہا قرآن میں سورج پڑھتا تھا ابن عباس نے کہا بتحقق کیسویہ سے تو اپنے پڑھتا تھا۔ کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے (مہار و پاس جو کچھ رسول نایا اسکو لو۔ اور جس سے اوخر منع کیا اس سے باز رہو) پھر کیا تو رسول اللہ پر شہادت دیتا کہ ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کہا رسول اللہ۔ تو مینی بخیر آگئی وصیت کے نہیں سنا۔ کہا پھر کیوں مجسوعیت نہ کی۔ کہا کہ لوگ ابوبکر پر اکٹھے ہو گئی تھے میں جی دینا تھا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جیسی کو سالہ پرست کو سالہ پر اکٹھے ہو گئی تھے میں تم فتنہ میں پڑے اور تمہاری شمش آگ نہ کر نیوالی جیسی ہے۔ جب دستنی پڑا گرد گرد روشن کیا تو اللہ نے اذکار کو دیکھ دیا۔ ۱۲۔

یہ اسی وقت تحقق ہو جبکہ جمیع افراد حنفیہ ایک امر پر مجتمع ہوں یا اکثر اور اکثر یا س مرتبہ  
 میں ہو کہ باقی بہ نسبت اولیٰ حکم من عدم اور کائنات میں کہ ہوں۔ تو ایسی حالت میں ہی اطلاق  
 کل پر کیا جاسکتا ہے اور اس کل کا تحقق بعض من اکثریت کے ہوگا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے  
 اپنے جواب میں اجتماع الناس سے جمیع الناس مراد لی، میں جن کا تحقق بعض من اکثر ہے علق  
 اس کو یہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اس کا صدہ نظیرین دستیاب ہو سکتے ہیں۔ تبصری یہ  
 کہ سمجھنا مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ میں لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہیں تاہم  
 ہم کہتے ہیں کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگزعارض نہیں کیونکہ آپ نے  
 رسائل منطق میں دیکھا ہوگا کہ تحقق تناقص کے لیے مجملہ وحدات کے ایک ایک زمانہ کے  
 ہی شرط ہے اگر وہ حکم باعتبار ازمنہ مختلفہ کے متعارض ہو کر تو اوہ نہیں کہیں کہ مسلسل  
 تعارض فناقص نہیں کہتا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ عبارت ہمیشہ میں یہ جملہ (اور سب صحابہ) جو  
 (ماہیت پر بیت کر لے) جو مذکور ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب پر بیت کر لے  
 جو حاضرین تھے اوہوں نے اس وقت بیعت کر لے دی جو غائبین تھے اوہوں نے  
 یہی بیعت کی۔ اس جملہ میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اس وقت  
 بیعت کر لے یہ ہرگز اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا حاصل اس بقدر ہے کہ سب بیعت  
 تحقق ہو گئے پس غلط بیانی سے واقع ہوئی کہ بعد وقت کے اپنی طاعت سے نہ رہے۔  
 اوہیں بڑا دے۔ تو اس صورت میں بعد تعارض درمیان حدیث بخاری، یہ غیر درست ہے کہ  
 باقی نہ رہا۔ چوتھی یہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہمیشہ کا مدار ان روایات پر ہو جو اس وقت  
 تمام صحابہ پر جو وہ جلسوں میں اول تقیہ بنی ساعدہ میں بیعت حاضر اور غائب پر ہوئی  
 بیعت عامہ واقع ہو گئے ہے وارد ہوئی۔ جس میں جب ابی ہریرہ شامل تھے۔ یہ جملہ صحابہ  
 ثانیہ جو اگلی ہی روز دوسرے روز میں بیعت اول کے متصل واقع ہوئی۔ وہ باہر ہندو  
 ہوئی کہ اذکا تحقق ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔ اور سب صحابہ سنے تو آپ اپنی بیعت

بیعت کی۔ تو اس صورت میں عبارت ہدایہ شیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو  
 لیکن دوسری روایات صحیحہ کے جو مثبت واقع ہوئی ہیں موافق ہوئی اور معارضہ روایت  
 بخاری سے اس وقت میں جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ  
 کہ پھر یہ روایات معارض روایت بخاری کے ہوئی تو بحمد اللہ قاسم نے ہسم ان روایات کو مع  
 وجوہ تطبیق کے گذشتہ ابحات میں بیان کر آئی ہیں۔ پانچویں سمن کہ اس لفظ سے جو ہدایہ شیعہ  
 میں مذکور ہے تمام مسلمان مراد ہیں اور یہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جیسا کہ  
 اکابر علماء نے بھی سب مسلمانوں کا بیعت کرنا ابو بکر کے ساتھ تسلیم کر لیا باوجودیکہ آپ کے  
 اصول مذہب اور مخصوص روایات کے صریح مخالف ہے تو پھر آپ ہدایہ شیعہ کے مخالف کو  
 کس منہ سے کہہ سکتے ہیں آیات بنیات صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے۔ رہا یہ امر کہ سب مسلمان نے جو  
 اس وقت ہجو ابو بکر صدیق کی بیعت کے باقرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضیٰ کے  
 قول سے ظاہر ہے جو بخارا الانوار کے مجدد فن میں منقول اور جبکہ ترمذی و صاحب نے  
 باین الفاظ کیا ہے جمیع مسلمان یا ابو بکر بیعت کر دند و انہما رضاد و خوشنودی باوجودیکہ  
 وہ ظہیمان یسوی او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج اسلام ست۔ پس  
 جب آپ کو علماء نے باوجود منافی ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کر لیا تو تسلیم کر لیا  
 تو اگر ایسنت نے یہاں کیا تو کیا بعید ہے کہ ان کا عین مذہب سے او تخالف کا جواب  
 جو آپ و یون وہ ہی بخاری طرفی قبول فرما دیں۔ چہٹی بطور متحرک کے آپ کے ہل قاعدہ کے  
 موافق ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ الزام اپنی مسلمات مذہب کے ہوا کرنا ہے اور بخاری کی  
 روایت ہمارا لازم مذہب بتے عین مذہب نہیں۔ پس اس تعارض کا الزام ہدایہ شیعہ  
 کی عبارت پر نہیں ہو سکتا۔ قال القائل المحبیب۔ قولہ۔ منہ انصر من محال  
 کیا جناب فاضل نور اللہ شوسنری کا تعصب و تخالف اس سے کچھ کم ہے جو انہوں  
 نے جواب آیت فانزل اللہ سکینۃ علیہ کر فرمایا اور اسکی نسبت کمال فحش فرمایا ہی

کہ چون این سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیل خلاصی از ان جان  
 ایشان رسید اور صاحب تغلیب المکائد نے اپنی کتاب میں سپر برناز کیا ہر قاضی صاحب فرماتے ہیں  
 آنچه کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان مارضوان اللہ علیہ افادہ فرمود  
 کہ خدا تعالیٰ در یہ صحیح جو کہ از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ فرمود الا انکم نزول  
 آنرا شامل جمیع ایشان دانستہ انتہی منقول از آیات بیانات۔ اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمایا  
 کہ قاضی صاحب فی کیس افتخار کے ساتھ تعصب میں اگر کیا ہے اصل دعویٰ مخالف قرآن شریف  
 کو فرمایا ہے اور واضح ہے کہ اس میں شرف قاضی صاحب ہی کی طرف تعصب و مخالف کا الزام نہیں  
 بلکہ قاضی صاحب نے بوجہ کہ ہم اپنی بزرگوں کو ہی اس میں شریک فرمایا ہے۔ فاعتبروا اولی الامیان۔  
 اقول۔ سبحان اللہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دعویٰ کو اس سے کیا نسبت۔ اس میں  
 اوسمیں زمین آسمان کا فرق ہے کہاں وہ امر واقعی اور کہاں یہ گول مول بات جو بالکل  
 بخاری وغیرہ کے مخالف ہے۔ اس ایک ہی روایت سے آپ کو میر مہدی صاحب کا یہ  
 علم و تدبیر بخوبی واضح ہے اور وہ یہ ہی مقصود ہے کہ جبکہ ہم سابقین و عمدہ کراؤ میں  
 ان حضرات پر تو کچھ فیس نہیں کہیں کہ وہ ایک اہل علم ہیں مدت تک سرکاری نوکری میں تو غل رہا  
 اور علم کی طرف توجہ نہ رہی۔ مگر حضرت عجیب البیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ علم  
 و فضل اس عبارت مندرجہ آیات بیانات کو غور سے ملاحظہ فرمایا۔ اور اپنی علم و فہم سے کام  
 نہ لیا۔ میر مہدی صاحب کے چکنی چٹری باتوں میں آگئے۔ یہ تو فارسی عبارت ہے اس کے سچے  
 حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارت عربیہ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں  
 ہندی و فارسی خوان کے سامنی ہی پیش بنائیں گے۔ حضرت جو ش تعصب اس کو کہتے ہیں اور  
 ہٹ دہری و حق پوشی اس کا نام ہے۔ کہ ایک ایسا بے سرو پا دعویٰ کیا کہ جو عبارت اپنی  
 دعویٰ کے ثبوت میں نقل فرمائی اوسمیں اس کا نشان تک نہیں ہے بلکہ اس کا کلمہ ہے  
 آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابوں کے دیئے ہیں نہیں کیا

کچھ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپکا دعویٰ تعصب و تحالف کا نسبت جناب قاضی صاحب نور  
 مرتضیٰ اسی عبارت سے جو آپنے نقل فرمائی رد و باطل ہے۔ تعجب و افسوس ہے کہ آپنے  
 عبارت نقل کرتے وقت اسکر الفاظ کے معنی سمجھنے پر توجہ نہ فرمائی۔ اور محض جوش تعصب  
 میں آکر اپنے دعویٰ کے مخالف عبارت نقل کر دی بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی  
 یہ عبارت بطور توطیہ و تمہید کے لکھی گئی ہے۔ اس میں جعفر آپنے لن ترا بیا فرمائی میں  
 اور کمر حقیقت قول آئندہ میں بخوبی منکشف ہو جائیگا۔ اس واسطے کہ کچھ مناسب نہیں معلوم  
 ہوتا کہ اس کے جواب میں تطویل لائیں اور تفسیر اوقات لا حاصل کریں ہماری میر مہدی  
 صاحب کی چالاکی اور دیانت اور ہٹ دھرمی و حق پوشی و جوش تعصب اور باطل علم  
 و تدبیر۔ اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکی قاضی صاحب کا  
 صدق و دعویٰ اور علم و انصاف اور اس دعویٰ کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا  
 سب کچھ دیکھ رہے ہو جائیگا۔ **قولہ** مگر توضیحاً للمرام ہم آیات بنیات کے ہی عبارت  
 منقولہ لکھتے ہیں اور حضرت مجیب اور نیز اور دیکھنے والوں سے انصاف کے خواہان ہیں بعد  
 نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کر کے اسکا جواب گذارش کرتے ہیں۔ وہ تو  
 آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان مشائخ مارضوان اللہ علیہم افاؤ  
 فرمودہ اند کہ خدائی تعالیٰ ہرگز دیکھ جائی کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند  
 انزال سکینتہ نہ نمود الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان دشتہ چنانچہ در بعضی آیات فرمودہ

و یوم حنین اذا عجبناکم کثر تکر فلم تقرعکم شیاً و ضاقت علیکم الارض  
 بما رحبت ثم ولیم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علیہم و علی المؤمنین و ہر  
 دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علیہم و علی المؤمنین و چون با حضرت غیر از ابو بکر  
 و عمار بنو لاجرہ خدائی تعالیٰ آنحضرت را در نزول سکینتہ منفر و ساخت و اورا بان مخصوص  
 کرد ایند بوبکر یا بآنحضرت نہ گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ و ایدہ بجنود لہم تر و ہا پس اگر

ابوبکر مومن ہی بود بآستی کہ خدائی تعالیٰ دین آیت اور جاری مجری مومنان می نمود و در  
عموم سکینہ داخل می فرمود۔ اسلے قولہ بنا براین نزول سکینہ مخصوص اوشدہ باشد و ابوبکر  
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینہ محروم ماندہ باشد۔ و ایضاً نص قرآنی ابادار و از انکہ در آیت  
غار سکینہ بغیر رسول باشد۔ جناب فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہے جو آیات بینا  
دالے نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے۔ آپ کے ہمدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے  
ہیں اسکو ملاحظہ فرمائیے۔ اور انصاف سے کہہی کہ کونسی الفاظ عبارت مذکورہ کے انکی خلاصہ  
دلائل کرتی ہے آپ کے ہمدی صاحب فرماتے ہیں۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا  
جہان تسلیم مومنین پر نازل کی ہے جو ان اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ  
نقطہ مومنین پر نازل نہیں کی تو کیونکر ممکن ہے کہ فارمین پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط  
ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا ایسی کہ اگر  
با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خداوند پر ہی تسلی نازل کرتا انتہی بعد رحمت ساجدہ۔  
حضرت مجیب اور اور حضرات اللہ انصاف فرمادیں اور متبلا میں کہ یہ خلاصہ کون لفظوں میں اس  
عبارت کے نکلتا ہے کہ خدا نے جہان تسلیم مومنین پر نازل کی ہے تو وہ ان اول رسول پر  
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ الخ۔ عبارت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہرگز وسیع جاہی  
کہ کسی از اہل ایمان یا حضرت پیغمبر و ہانہ انزال سکینہ نہ نمود الا انکہ نزول از اشامل جمیع ایمان  
دائستہ مخ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کہی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان ہی  
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی میں تسلی نازل نہیں فرمائی۔ مگر یہ کہ اسکو نزول کو  
سبکو شامل کہیں چنانچہ جناب فاضل صاحب نے جو اثبتن لکھے ہیں وہ اسی مطلب پر دال  
ہیں۔ یہ کہان ہے جہان خدا نے تسلیم مومنین پر نازل کی تو وہ ان اول رسول پر  
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ اقول خلاصہ اس ساری تطویل لا طائل اور طواری  
لا حاصل کا یہ ہے۔ کہ مولانا سید ہمدی علی صاحب نے جو خلاصہ کہ عبارت فاضل صاحب

بیان کیا ہے اوسمین اوہونون نے لکھا ہے۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے  
 جہان کہین تسمین پر نازل کی ہے توبہ ان اول رسول پر نازل کی اور بعد مومنین  
 تو یہ جو اوہونون نے لکھا ہے۔ کہ اول رسول پر اور بعد مومنین پر یہ غلط ہے۔ اور اسکو  
 چالاکي قرار دیا ہے اور اسکو جوش تعصب پھرایا ہے اور اسکو بے دینتی اور ہٹ دھرمی اور  
 حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم انصاف سے خواتین میں کہندہ ذرا توجہ ہو کر دیکھیں  
 اور فرامین کہ سیدہ علی نے یہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکھا یا مخالف اور یہ  
 اونکی چالاکي اور بد دینتی اور حق پوشی یا اونکی متانت اور دیانت اور حق گوئی۔ اصل  
 یہ ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے یہ خوب سمجھ لیا تھا کہ اصل اعتراض تو جناب فاضل صاحب  
 سے رفع نہیں ہو سکتا تو ایسی ہی جوش و خروش اور گیدڑ بھیکومنین کا نہ نکالو۔ پس  
 اب اسکا جواب نہیں۔ اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہیں کہ جہاں  
 رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہ ان سب کے استحقاق نزول سکینہ میں  
 برابر تھے اور سب کے اوپر بالاصوات اور بالاستقلال سکینہ نازل ہوا یا یہ کہ نزول سکینہ کا رسول  
 پر اولاً اور بالذات ہے اور مومنین پر ثانیاً بالعرض ہے۔ اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے  
 اور آپکا وادیا امر سر بجا اور اگر اول ہے تو بدلتہ باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی میں جب  
 رسول اور مومنین سب شامل ہوں تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی  
 کہ رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو چھپے اور اگر مومنین کو یہی بالذات  
 حاصل ہو تو مساوات لازم آدے۔ دوسری یہ کہ ہم کہتے ہیں کہ یہ ادیتا وناوینت نظر قرآن  
 سے ہی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ میں۔ علی رسول و علی المومنین۔ واقع  
 ہے اور اس میں اول تو رسول کے جو بالاتفاق افضل اور حق پر قدم دوسری یہ کہ رسول کو اپنے  
 ضمیر کی طرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف جہاں ہے۔ دوسری یہ کہ سکینہ کو  
 ہی اپنے ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو ہی اپنے ضمیر کی طرف مضاف کیا

یہ جو جواب نہیں ہے اور اسکو جوش تعصب پھرایا ہے اور اسکو بے دینتی اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف اولاً اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور اس میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔ چوتھی یہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جار کے دال تہیت پر ہے غرض اس مجموعہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیسا کہ صلوٰۃ میں یہی امر مہود ہے۔ تیسری یہ کہ اس عبارت میں جو آپ کے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے۔ کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت پیغمبر بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی میں ہوا ہے کہ لفظ با جو مصاحبت کے واسطے ہے پھر دال ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت میں یہ تشریف و تکلم حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہوگی تو حق یہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اوسکے بالتبع مومنین پہلی اور دین شامل ہوں چوتھی یہ کہ اگر یہ دیت و ثبوت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہیں ہوتی اور یہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو تقویت ہوئی اور کیا بددیانتی اور حق پوشی اور جوش غضب ہوا جیسے آپ نے یہ غل شور مچا رکھا ہے اور اگر قطع نظر اہل بیت و ثنائیت کے یہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی۔ تو وہاں رسول اور مومنین پر سب پر تسلی نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہ ہے کہ نزول تسلی کا مومنین پر شمول تسلی کو جو با ہم استلزام بیان کیا گیا ہے یہ غلط ہے۔ اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہیں کہ تو یہ خود آپ ہی خوش فہمی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہیں سمجھی تو ستر صاحب کی عبارت کو بخوبی یہ مضمون ثابت ہو رہا ہے کہ فرماتے ہیں۔ خدای تعالیٰ ہرگز نہ یہ چم جائی کہ یکی از اہل ایمان یا حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود۔ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان دشتہ۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالیٰ نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھ ایک ہی اہل ایمان سے نہ تھا تو وہاں نزول سکینہ میں سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے

کہ اون مواضع مذکورہ میں نزول تسلی مومنین پرستند شمول تسلی کو ہی۔ بلکہ ایک دوسرے قضیہ ہی ثابت  
 ہوتا ہے وہ یہ کہ اون مومنین نزول تسلی پرستند شمول کو ہی اور حاصل ہو تو قضیہ نکاح یہ ہوا  
 کہ نزول تسلی مومنین پرستند م نزول تسلی کو رسول پر ہے۔ اور نزول تسلی رسول پرستند م  
 نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہ ہے کہ اون مواقع میں  
 اگر مثلاً قضیہ اولے صادق نہ آوی یعنی نزول تسلی کا مومنین پر ہو اور رسول پر نہ ہو تو مرجع  
 شمول باطل ہوگا اور اصل دعویٰ قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا  
 تو دعویٰ در بیان نزول اشمول کے اون مواقع میں لازم کا ہر دو بیان انفراد ہو گیا  
 اور یہ امر ہی ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی  
 موقع ہے کہ رسول ہی وہاں موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہیں آتا۔ کہ نزول سکینہ کا  
 مومنین پر اس موقع میں بیان فرمایا ہوا اور رسول مومنین کے ساتھ نہ تو اس سے ثابت  
 کہ جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی یہ صحیح خلاصہ ہے  
 اس کو قاضی صاحب کے عبارت سے ثابت ہونے میں کسی قسم کا تردد نہیں ہے اور یہ مضمون جو  
 قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت صریح غلط ہے۔ غرض کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کی  
 غلط اور مخالف قرآن ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اس قدر مطلب کو تو  
 اب ہی تسلیم فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے خداوند تعالیٰ  
 کہ جس کی اس جگہ کہ اہل ایمان سی ہی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوں ہیں تسلی نازل  
 نہیں فرمائی مگر یہ کہ اس کے نزول کو سب کے شامل کہا ہے انتہی تو محم ہو جب آخر تک تسلیم  
 کر پڑھتے ہیں کہ یہ خود وہ موقع ابتدا سورہ فتح میں مذکور ہیں۔ **هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ**  
**فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لَئِذَا دُؤِّا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ** اور **لَقَدْ خَلَّاهُ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ**  
**يَايَعُونَكَ خِصَمُ الْبُحْرَيْنِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ** کہ جن میں خاص تسلی  
 لے رہی ہو سنی انہی سنی ہیں یعنی دین ایمان والوں کو کہ بڑے جلدی ایمان ملے ان کے دل میں تسکین یعنی ہوا اللہ

یہاں تک کہ اس میں کوئی شک نہ ہو کہ اون مواقع میں رسول پر ہی نازل فرمائی یہ صحیح خلاصہ ہے

مومنین پر بیان فرمائی ہے۔ اور رسول کو اسمین شامل نہیں کیا ان دونوں مومنوں آپ کے قاضی صاحب  
 یہ قول جائیکہ کہ یکے از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند صادق آئے یا نہیں اور ظاہر ہے  
 کہ ان دونوں مومنوں میں صحابہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور نزول سکینہ کا بھی  
 اس جگہ ہے اور آپ کے قاضی صاحب ایسے مواقع میں شمول کو واجب اور اوکد فرماتے ہیں۔ تو  
 اب دیکھنا چاہیے کہ موافق قول آپ کے قاضی صاحب کے شمول سکینہ کا رسول اور مومنین سب کو ہر یا  
 مخالف قول قاضی کے افراد ہے قرآن شریف کھول کر جو دیکھتے ہیں اسمین تو مخالف دعویٰ  
 قاضی صاحب افراد مومنین کا تسلی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب  
 کی تکذیب کرتا ہے یا یوں کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول میں قرآن کی تکذیب فرماتے ہیں  
 تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی ہی قاضی صاحب کا دعویٰ غلط اور مخالف قرآن کے ہے  
 جو لوگوں نے جوشِ تعصب میں اگر بدین اسکے کہ قرآن کو دیکھیں لکھ دیا اب آپ چاہتے ہیں کہ  
 چند خرافات سے اس الزام کو اونکے لوحِ جبین تحریر سے دفع کریں تو پہلا یہ کہ ممکن ہے قولہ  
 بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ تو یہ فرماتے ہیں کہ جہاں رسول پر تسلی نازل کی ہے  
 اور مومنین بھی رسول کے ساتھ ہوئی ہیں تو مومنین کو بھی اس تسلی میں شامل کر لیا ہے  
 نہ کہ صرف رسول پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نہ کیا ہو اور آیت غار میں یہ نہیں ہے  
 بلکہ رسول کا ہی ذکر فرما کر اللہ جل شانہ خاموش ہو گیا اقول حضرت مجیب اور اونکے  
 ہم مذہب اور اہل انصاف اللہ انصاف فرمائیں اور بتلائیں کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب  
 سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہماری فاضل مجیب دعویٰ کر آئے ہیں تو یہ جو ہمارے  
 فاضل مجیب نے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب کہا ہے اس عبارت کے کہ لفظوں سے  
 نکلتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب رسول پر تسلی نازل کی ہے اور وہاں مومنین بھی شامل  
 ہیں تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سید مہدی علی صاحب سلمہ کو دیتے ہیں  
 اوسی الزام کے خود آپ مستحق ہوئے۔ اگر یہ مطلب جو آپ نے قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہے تو وہ مطلب کہ جو تید مہدی صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت فسوس و تہمت ہے کہ تید مہدی صاحب سلمہ کو تو آپ مطعون کریں اور خود آپ اسے قسم کے معنی بیان فرمائیں اور اہل علم سے کچھ نہ شرمائیں اگر یہ تید مہدی کی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی تھی تو جو کچھ جناب نے قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا وہ جناب کی ہی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوار بسوا اور بعد کے قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر مستفاد ہیں۔ اول اس موقع کا ہونا کہ جس میں رسول کے ساتھ مومنین بھی ہوں دوسرا نزول سکینہ کا بلا بیان و تعیین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سبکو پس منزل علیہ سکینہ کا جیسا رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہیں۔ چنانچہ لفظ شمول سے بھی سمجھ میں آتا ہے تو جب ہر دو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہاں رسول پر ہی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا منزل علیہم کہنا اور یہ کہنا کہ بیان رسول پر ہی نازل کی وہاں مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور غلط ہے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ رہا کذب اعدا تعارض عبارت شوستری صفا کا قرآن سے وہ ظاہر ہے کہ ہر دو اہرین اولین ہر دو آیات سورہ فتح میں موجود ہیں اور شمول نہیں پایا جاتا۔ نزول سکینہ صحیح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبدلتہ مفہوم ہوتا ہے اور عدم شمول ہی صریح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح تناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہ بھی جناب کو رسائل منطق سے معلوم ہوگا کہ تمام مومنین کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مومنین صدق ہو جب اسکا صدق متحقق ہوگا اور کذب کے لئے یہ شرط نہیں کہ جمیع مومنین کذب متحقق ہو اور نہ تو تفسیر یہ ہے کہ ہر مومنین کذب متحقق ہو جائیگا۔ تو غصہ کاذب ہوگا۔ پس یہ

قضیہ کلیہ جو آپ کے قاضی صاحب کے مخیر فرمایا ہے ہرگز درست ہے۔ چنانچہ اگر کوئی نزدیک اسکی  
 یہ ہے دو مواد تھے کہ جہاں اسکا تحقق تھا اسلیحہ اوہوں نے حکم کلی فرمادیا اور یہ اوہوں کو  
 معلوم ہوا کہ اسکی خبریات اور ہی میں جہاں یہ حکم تحقق نہیں ہے اگر کلیہ حکم کیا جائیگا  
 تو کاذب ہوگا۔ اور معلوم کیونکر ہو اگر کچھ قرآن سے تعلق ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف  
 میں ذکر نزول سکینہ کا کہاں کہاں پر ہے پس اس موقع پر آیت غار کا ذکر نہ بجائی جائے۔  
 قول اور جیسا کہ جناب باری غرامہ نے اور جگہ فرمایا ہے **فَإَنْزَلَ اللَّهُ سُكِّنَتَهُ عَلَى**  
**رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ**۔ بیان ہی اگر سوای رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ میں شامل  
 کرنا منظور ہو تو فرماتا۔ کہ علیہ وعلیٰ صحابہ یا علیہما وغیرہ۔ اور جبکہ حق تعالیٰ نے ایسا  
 نہیں فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہر اقول  
 اول خطا آپ کو قاضی صاحب اور انکی اتباع کے یہ تھے کہ اوس قضیہ کو جو پہلے مذکور ہوا  
 ہرگز درست ہے۔ کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اوسکا کلیہ ہونا سراسر غلط تھا۔ دوسری خطا  
 یہ ہوئی۔ کہ اوس قضیہ کو ایک محتمل میں متعین لکھا اور یہ معنی بیان کیئے۔ کہ خدا نے  
 جہاں رسول پر تسلی نازل کی اور وہاں مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا۔ تو وہاں اوسکی نزول کے  
 سبب شامل فرمایا حالانکہ یہ تعین غلط ہے کیونکہ اوس سے یہ ہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے  
 جہاں تسلی مومنین پر نازل فرمائی اور وہاں رسول ہی تھے تو وہاں اوسکی نزول کو  
 سبب شامل کیا تیسری غلطی یہ ہوئے کہ آیت غار میں اول تو اپنی خوش فہمی سے  
 یہ سمجھ لیا کہ فائزل اللہ سکینہ علیہ کے ضمیر حضرت کی طرف راجع ہے اور پھر اس فاسد  
 بنا پر یہ مقدمہ فاسد متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اوسکو  
 ہی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین سے  
 آپ کے ہمراہ نہیں تھا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہیں تھے اور نہ اہل غلط  
 اور نہ فاسد علی الفاسد ہے۔ آپ کا خصم یہ کہتا ہے کہ آیت غار میں خدا تعالیٰ نے نزول

سکینہ کا ذکر فرمایا اور سکا منزل علیہ صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور یہی اوستیل سے جیسک  
 خداوند تعالیٰ سورہ فتح میں ارشاد فرمایا ہوا الذی سے انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین  
 اور فازل السکینۃ علیہم اور وہ ان نزول کو مؤمنین کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے  
 اور انکو ساتھ رسول کا ذکر نہیں کیا ایسا ہی آیت غار میں ہی رسول کا ذکر نہیں کیا اور سکینہ کو  
 مخصوص یار غار کے ساتھ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم ہی ایک قاعدہ کلیفہ قاعدہ  
 کلیفہ ایک قاضی صاحب کے کلمہ میں۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خواہان ہیں۔ وہی ہے  
 خداوند تعالیٰ جانیکہ نزول سکینہ بر رسول بیان فرمود ہرگز درسیح جانزول آنرا  
 بر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنی رسول را بلفظ رسول کہ وال بر کمال بندگی  
 و تعظیم و نہایت علاؤتکریم است تعبیر فرمود لیکن جامک کہ نزول سکینہ بر مؤمنین بیان  
 فرمود گا ہی انہا را بلفظ مؤمنین تعبیر فرمود چنانچہ علی المؤمنین و فی قلوب المؤمنین۔  
 و گا ہی بر ضمیر اکتفا فرمود۔ چنانچہ فازل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار  
 بیان نزول سکینہ بر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر اکتفا نہ رفتی بلکہ بلفظ رسول تعبیر  
 شدی و لیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ بر ابو بکر صدیق بود و در آن گنجائش ضمیر  
 ہم بود پس نہ بر ضمیر اکتفا رفت۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی انگلیں کھول کر دیکھیں  
 کہ یہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپ کے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد  
 فرمایا ہے۔ بعد اسکر مثل آپ کے قاضی صاحب کے ہم ہی کہہ سکتے ہیں۔ و چون ابن سحزن  
 گوش نصیبان خواہند شنید باعث حیرت ایشان خواہد گردید و در حیل خلاصی از آن جان  
 ایشان بلب خواہد رسید۔ تو اب فرمائی کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہے یا آپ کے  
 قاضی صاحب کا۔ قول اور شیعوں نے یہ امر مل بدلائل قاطع ثابت کر دیا ہے  
 کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پرتی ہے نہ کسی غیر کے۔ اقول سبحان اللہ  
 آجک حضرت شیعوں سے اپنا اصول مذہب تو دلائل قاطع سے ثابت ہو ہی نہیں سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجح ضمیر کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کیے نامس کا  
 اصول دین میں ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت کرین ائمہ کی عصمت اور انکی ایشیا فضیلت وغیرہ  
 سب اصول دین میں سے ہیں کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہ ایسا دعویٰ ہے  
 جیسا کہ آپ کے سید مرتضیٰ کا کہ وہ فروعات فقہ کی نسبت بھی مدعی ہیں کہ وہ قطعیات سے  
 ثابت ہیں۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے انکے تگزیب کی ہے ایسا ہی آپ ہی دلائل قاطعہ  
 ثبوت کے مدعی ہیں۔ پس ایسے لغو دعویٰ کا جواب جنہر کوئی دلیل قائم نہ ہو بجز سکوت کے  
 اور کچھ نہیں۔ قولہ پس جناب قاضی صاحب نہ رالہ مرقدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ چون  
 اس سخن را گوش نا صباں شنید۔ الخ۔ نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹھیک ہے ورنہ  
 شیعوں کا دعویٰ اتنی مدت کا بدون جواب باقی نہ رہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے  
 تو اب جواب دین اقول جناب میر صاحب ایسے مہلات مخرافات کے جواب میں کسی  
 مانسل کو بھی ترود نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو۔ ہاں اگر جملہ باعث  
 حیرت ایشان گردید سے مراد لیجاوئے کہ اہل سنت کو اس معنی کر حیرت ہے کہ یہ بات  
 ہی کیا اس قابل ہے کہ عتلا کے زبان سے نکلے اور کیا اس لایق ہے کہ اس پر ناز و افتخار  
 کیا جائے تو البتہ سجا ہے پر بعد اسکے جو جملہ بطور دلیل کے تحریر فرمایا ہے ورنہ شیعوں کا  
 یہ دعویٰ الخ۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل و انصاف اس پر افریں کہیں شاید یہ ہی انہیں  
 دلائل قاطعہ سے ہے جنکا ذکر اوپر فرمایا تھا حضرت اگر یہ دعویٰ بالفرض بے جواب  
 باقی ہو تو کیا یہ کچھ مستعجب ہے کہ بدیہی غلط اور وہی ہونیکی وجہ سے اس پر التفات نہ کیا  
 رہا یہ کہ ہماری فاضل محیب اب ہم سے جواب کے خواہاں ہیں سو بحمد اللہ ہم اس کا  
 ابطال اس بحث میں بخوبی کر چکے اگر بہت وجہات ہے تو جواب دین اور اگر اس سے  
 تسلی خاطر نہ ہو رہی ہو تو اور بھی لکھیں وہ یہ کہ قطع نظر اسکے غلط اور خلاف واقع اور  
 مخالف قرآن ہونیکی یہ دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور عمل سے اس پر ہرگز عمل نہیں کیا

کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجیب کے خاطر سے تسلیم کر لیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے  
 کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہاں مومنین سے ہی کوئی ہمراہ تھا تو سب کے شامل  
 کی اور حضرت کو منفرد نہیں کیا اور یہ سوائے دو جگہ کے واقع نہیں ہوا تو اس سے یہ نتیجہ  
 نکالنا کہ خداوند تعالیٰ پر یہ قاعدہ واجب ہو گیا اور کہیں اسکے خلاف نہیں فرمایا گا سرسریہ  
 اور عرفات ہے کیونکہ اسکو لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں دلالت کرتی یہ محض جناب قاضی صاحب  
 کے وسوسہ میں تخیلات ہیں جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہیں اگر کوئی دلیل اس پر دلا کرتی  
 تھی تو اول اسکے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے خیر انہوں نے نہیں بیان مائی ات  
 اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجئے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یوں، ہی ایک دعویٰ دلیل  
 پر افتخار و ناز فرمانا شان عقلا نہیں ہے اور جب ہے کہ ہم تسلیم کر لیں کہ جو مطلب ہماری  
 مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہو نہ فی الحقیقت ہی  
 غلط ہے چنانچہ ہم ابجاٹ گزشتہ میں اسکے بطلان کو بخوبی ثابت کرالی ہیں پس جس طرح دل چاہے  
 سے گفتگو کر لیں ہم ہر طرح تحریر تقریر حاضرین قولہ اچھا یہ فرمانا کہ تعصب میں آکر  
 کیسا بے اہل دعویٰ مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود نہیں۔ بلکہ آپ نے  
 جوش تعصب میں آکر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر جوش تعصب اور کیا ہو گا کہ بدون سمجھے عبارت  
 نقل کر دی اقول اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب نے جوش  
 تعصب میں آکر مخالف قرآن شریف کے دعویٰ کیا یا نہ جوش تعصب سے اس دعویٰ کے  
 نسبت ایسا کہا اور یہ ہی معلوم کر سکتے ہیں کہ سہنے بدون سمجھے عبارت نقل کی ہو یا نہ  
 بے سمجھے عبارت کی توجہ فرمائی۔ ہم کچھ نہیں کہتے بجز اسکے کہ کیلی سامنی اہل انصاف میں سے  
 یہ عبارت رکھ دیجے اور تماشا دیکھ لیجئے قولہ حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب  
 میں نہیں آئے اور نہ بے اہل دعویٰ معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا۔ بلکہ ایک ہر قاضی مدلل  
 آیات قرآنی بیان کیا ہے آپکا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا دعویٰ کی دلیل ہے

اگر آپ اس اپنی دعویٰ میں سچے ہیں تو بسم اللہ کوئی دلیل لائے، حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ  
 کو اس دعویٰ کو رد فرمائے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب معتبرہ سے ایسی  
 نقل فرمائے کہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہ تسلی نازل فرمائی ہو  
 اور رسول کے ہمراہ مومنین ہی ہوں تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور مومنین کو مثال  
 فرمایا ہو۔ **اقول** ہم بدلائل ثابت کر چکے ہیں کہ آپ کے قاضی صاحب کا دعویٰ خلاف  
 واقع مخالف قرآن محض جو شش تعصب پر مبنی ہے اور اسکو بخوبی رد کر دیا ہے آپ نا اطمینان  
 فرمائیں اب حال کے واسطے یہ کچھ ضرور نہیں کہ ایک ہی طرح پر کیا جاوے۔ ہاں جب آپ  
 اس دعویٰ کو واقعی اور مدلل آیات قرآنی تصور فرماتے ہیں تو اس پر یہ ہے کہ ہماری دعویٰ کو  
 یہی واقعی اور مدلل آیات قرآنی سمجھیں اور اگر آپ کو ادس میں کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیں  
 اور ثابت کیجے کہ خدا تعالیٰ نے کہیں رسول پر سکینہ نازل کی ہو اور لفظ رسول سے تعبیر فرمایا  
 ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو **قولہ** یہ حضرات اہلسنت کی ہی جرأت ہے کہ بے اصل  
 دعویٰ کرتے ہیں اور غرور فرماتے ہیں کمال لیری اور بے باکی یہ ہے کہ جو عبارت سند نقل کرتے  
 ہیں اور کا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت سے مخالف عبارت منقولہ کے تراشتی ہیں اور بے نواز  
 افتخار اس اپنی ہی تراشتی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہیں نہ خدا اور رسول سے ڈرتے ہیں نہ اسکو  
 شرم کرتے ہیں کہ کہیں والا جسکو خدا نے کچھ ہی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا حکم کا یہ حال ہی  
 ان حضرات کا قاعبتہ و یا اولی الایمان۔ آپ کے مہدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد میں  
 لکھا ہے چونکہ خلاصہ ہی صحیح نہیں کیا تو سب بنا فاسد علی الفاسد **اقول** ایسے  
 کذبات اور خرافات کا جواب پس یہ ہے کہ بقول شاعر۔ ع دروغی را جزو باطل و دروغی  
 ہم کہین کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ باقی آپ کے مہذب کلمات کا جواب ہم کچھ نہیں دے  
 قال الفاضل المحیب۔ قولہ قولہ عارفی علیہ السلام جو عبارت تحریر فرمادین انہم جناب  
 مخاطب کا اس مقصود صرف استفہام معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتی ہیں حضرات شیعہ کی

کتاب نایاب میں بڑے بڑے شہر و زمین ہی دستیاب نہیں ہوتی اور اگر کہیں حضرات شیعوہ کے  
 مابین تو اہلسنت کو دانت تک دسترس اور انکا حصول ممکن نہیں چنانچہ ایک شخص حضرت شیعوہ  
 میں سے میری ہی عزیمت فرمایا کہ میں اگر میں یا کوئی اہلسنت جسیر احتمال مناظرہ والی کیا ہو  
 اونی مذہب و کتاب سے کسیے طلب کرتا ہے تو مونہہ چرا جاتے ہیں۔ حالانکہ ہماری قسم کے  
 کتاب میں انکو استعمال میں رہتی ہیں تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ اصل کتاب ہاتھ آئیگی  
 نہ استدلال صحیح تصور ہوگا اور بلا وقت میدان مناظرہ ہاتھ آئے گا اسلیں واسطی سے  
 کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ میں بعض حوالہ درست نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض  
 حوالے بلکہ اکثر درست ہیں تو جسوقت استدلال میں وہ حوالے نہ لورہوں جو درست نہیں  
 نسبت صاف کہنا چاہیے کہ یہ حوالہ درست نہیں کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی  
 تو بحوالہ اسی کتاب سے نقل ہوگی نہ اصل کتاب سے اسکا اثبات اسوقت ضروری ہوگا جس  
 آپ صاف انکار فرما دیں گے۔ اور یہ کہیں کہ یہ روایت ہماری بیان نہیں ہے۔ اقول  
 حضرت مجیب نے جو کچھ اس قول میں فرمایا ہے عام اہلسنت یہ ہی ہے اصل دعویٰ کرتے ہیں  
 اگر یہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعوہ نایاب ہیں تو اگر خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین نے جو  
 حوالے نقل فرمائی ہیں وہ کہاں سے نقل فرمائی ہیں۔ بلکہ واقعی امر یہ ہے کہ اہلسنت ہماری  
 کتابوں کا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر میں کہنا گناہ سمجھتی ہیں ورنہ ہر قسم کی کتب شیعوہ چیل  
 شائع ہو گئی ہیں اگر جناب مجیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرمائیں کہ فہستہ کتب  
 مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیج کر طلب فرما دیں اور اس لیے اصل دعویٰ  
 باز آئیں۔ **قول العبد الفقیر الی مولانا الغنی**۔ اگرچہ اس قول میں کوئی امر  
 قابل بحث و جواب نہ تھا تاہم اس قدر گزارش ضرور ہے کہ اگر آپ کی کتب معتبرہ نایاب نہیں ہیں اور  
 ہر جگہ ملتی ہیں اور چھپکر شائع ہو گئی ہیں تو یہ فراموشی کہ قطع نظر اور کتابوں سے آپ کا قرآن و جہاد  
 امیر نے تالیف جمع فرمایا اور ائمہ کے پاس ملی بعد دیگرے متواتر چلا آیا۔ اور آخر کو

غائب رہی مین امام زمان کے ساتھ مختفی ہوا کوئی دفعہ کیوقت چپکرا شائع ہوا ہے یا نہیں  
 جو نئے دہکو سلسلے میں نہ کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ ائمہ کے پاس متواتر  
 اگر غائب رہی مین مختفی ہوا علاوہ ازین اصول اربعہ کتنی دفعہ چپکرا شائع ہو چکا ہیں۔ پس  
 اسی سے شیوع کتب معلوم ہو جائیگا۔ ہند میں کلیسیائی ہی صرف نو لکھو رٹے چھاپی ہے۔ تہذیب  
 استعمار میں لاخص ہندی دہانت میں ہندوستان میں تو چھپ رہی ہیں ایران کی ہلو خبر نہیں۔ پس جب  
 اصول کا یہ حال ہے تو اور علوم کی کتابوں کا کیا حال ہوگا۔ اور اگر چند کتابیں جو جوابات بہت تین  
 تالیف ہوئی اور چپ لگے تو اور کئی شیوع سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے  
 اور نیز اگر اہلسنت میں سے دو چار کو کسی وجہ سے آپکی کتابیں ہم پونج گئی تو یہ ہی دلیل  
 شیوع کی نہیں ہو سکتی۔ آپکی کتابوں کے دیکھنے کا شوق اسوقت تک ہر جگہ کہ آپ سے  
 مناظرہ ہے سو اسکی اپنی کیفیت کتابیں جمع ہی کی ہیں اور کسقدر جمع کرنا ارادہ ہی ہے بشیر  
 آپنے یہ سلسلہ جاری رکھا پس اس عنایت کا شکر گزار ہوں جو ارسال فہرست کو بابت تحریر فرمایا  
 اور گزارش کرتا ہوں کہ اگر مطبع جعفری اور ملک الکتابی کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو لب  
 عنایت فرمادین۔ متاخرین کے تصانیف میں سو آپ کے قبلہ و کعبہ محمد صائب کے عا و اکا  
 و ذوالفقار و حاتم وغیرہ کا خیال ہے اور کتب مقدسین سے رسائل فضل بن شاذان و نسخہ سلیم  
 بن قیس و دیگر غیرہ دیکھنے کو دل چاہتا ہے اگر آپکو یہ سلسلہ جاری رکھنا منظور ہو ورنہ کچھ ضرورت  
 نہیں کیونکہ اپنے مذہب کے سخت اور آپ کے مذہب کے فساد میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے جو کسی  
 امر کی تحقیق کے ضرورت ہو۔ قولہ یہ حکایت جو لکھی ہے شاید صحیح ہو مگر یہ کیا ضرور ہے  
 کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت محیب سمجھ میں نہ تھی ہوں شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی  
 شبہ میں ایک سید صاحب ہیں اور انکو پاس در ایک کتب احادیث میں وہ ہلو ہی گہری انکو  
 نہیں دیتے اور یہ غدر کرتے ہیں کہ میری چند کتابیں نہایت عمدہ جو شوق سے خریدی تھیں  
 بعض حضرات لیکر اور پھر واپس نہیں جب کہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ خواہ کوئی مانگو میں کتاب

ہرگز نہ دو ٹوکاں میرے مکان پر اگر جو شخص حاجی تھی تو اسٹیم مطالعہ کی عبارت نقل کر کے بجائی  
 بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کر دے گا تو کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ صاحب ہی جنکا ذکر حضرت مجیب  
 کیا ہے اس خیال یا مثل اسکی کسی اور سب سے مذمتی ہوں۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر میں  
 ایک کتاب ہے جو ہمو اپنے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہنچ لہذا اسکو ہم کمال شکر گزار ہیں  
 ساتھ لکھتے ہیں اور اسدو اسطر ہم اپنے فاضل مجیب کے احتمالات کا جواب جو مقتضای غرض  
 بقدر دست راست ہناشی ہوئی میں ہم کچھ جواب نہیں لکھتے **قولہ** معذرت منظرہ کی  
 اصول میں یہ داخل نہیں کہ اپنی کتاب ہی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے  
 کہ جسطرح ممکن ہو خود یہ سامان ہم پہنچا ہے **اقول** بہت درست ہے ہم ہی اسکا انکار نہیں  
 کرتے۔ لیکن یہ جب ہے کہ تحقیق حق مد نظر ہو اور جب تحقیق حق غلط ہو جیسا کہ آپ ہی میں  
 تو یہ یہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے **قولہ** میری اصلی غرض جو حضرت مجتبیٰ میں وہ ہرگز  
 نہ تھی بلکہ صرف مطلب یہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اسکو رد و بدل میں وقت ضائع نہ ہو **اقول**  
 اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیا اصل کتاب میں جب نہ پایا تو کہہ دیا کہ یہ حوالہ غلط ہے  
 خصم یا اسکو ثابت کر دیا ورنہ غلط تسلیم کر لیا لیکن تغلیط یہی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہی  
 کہ دونوں اصل کتاب کے مطابق کیے قوانین پر لحاظ کر کے تغلیط کر دی اور یہ تغلیط اسی ہے  
 کہ ہمیں خود رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہ کہ قطع طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب میں خوب  
 مطابق کر کے جب نہ پایا تو تغلیط کر دی چنانچہ ہم نے لفظ سقیمۃ العرب کے تغلیط کی ہے تو تلبہ  
 تغلیط قابل اعتبار ہے اور اس میں مدد و بدل کچھ نہیں ہو سکتا ہے **قولہ** میدان مناظرہ  
 بفضل الہی ہر طرح ہمارے ہاتھ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود  
 دیکھ کر لکھیں **اقول** باطلست آنچہ مدعی گوید۔ **قولہ** ہم نہ اہم نہ صغیر ہیں آپ کا  
 فرمانا کہ جسوقت سنہ لال میں حوالے مذکور ہوں جو درست نہیں۔ الخ۔ بہت درست ہے  
 اور ہم جس طرح تسلیم قبول کرتے ہیں بلکہ اس لکھنے سے یہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کریں

**اقول** - غ - حیرت دراز باد کہ این ہم غنیمت است - ارادہ نسخ رہو اگر آدمی ہزار جگہ اپنی  
 نہایت کے بہت سے لیے حق پوشی اور ہٹ دہری کرے وہ ایک جگہ حق قبول کرے - تو  
 اسکو منہ نہ نہیں کہا جاسکتا - بہر کیف واجب اس کی تسلیم میں ہو کہ نوحہ چون و چرا نہیں ہے  
**قال القاضی** - **سل المحیب** قولہ - قول صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ درست نہیں - الخ  
 جن حضرات کے تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو بایں مطروق فتوحات ارزاں ہو چکی ہیں  
 عند تحقیق خود غلط ہیں - **اقول** - اسکو جواب میں نہایت ادب سے چاہیہ ہی قولہ ہم ہی عرض  
 کرتے ہیں چنانچہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعویٰ تعصب و تحالف تو  
 شریف کے بیان میں کیقدر سابق میں بیان ہو چکا ہے اگر حضرت محیب کی ہی نصرت فرمائیں تو سمجھ  
 جائیں کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بعد فتوحات ارزاں تہہ بیدا تحریر فرماتے ہیں وہ تحقیقات  
 ہی واقعہ میں بجائی خود نہیں اور ہماری علماء کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت  
 بجا و درست ہے - اب اس تحقیق کا حال ہی جو محیب نے بعد نازلہ کے سے غائب ہو جاتا ہے  
 انصاف شرط ہے **يقول العبد الفقير الى مولاه** - **الغنى قاضی نور اللہ صاحب**  
 کہ تحالف کا حال محقق ہو چکا باقی تحقیقات کا حال یہی معلوم ہو جائیگا اور یہ کیا اصول  
 مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہو چکا مگر افسوس اسکا ہے کہ ہماری فاضل محیب صرف یہی  
 فرماتے ہیں کہ تحقیقات علماء کو بظرف انصاف و حکم اور خود بدولت اس پر عمل نہیں فرماتے - سمجھتے تو  
 حکم سامی کی تعمیل کی - اور دعا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ آپکو بھی توفیق عطا فرمادی - **قال**  
**الفاضل المحیب** - قولہ مشی نمونہ خردار مدیۃ نذر میں خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ میں  
 عبارت بیج البلاغت سے جو حضرت ابوبکر کی مدح میں جناب امیر نے فرمائی ہے اسد مال کر کے  
 علماء شیعہ کی طرف سے جو اب نقل کیے ہیں مغلطہ اور ٹکڑا فرمایا ہے - عمدہ آئین تو یہ بات نزوایشان  
 آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مناقب شیعین - الخ - اسکو جواب میں علامہ کتوری نے  
 لکھا ہے کہ این ادعا کذب محض است احتیاج این توضیحات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کتب شیعہ



ہمراہوں علماء شیعہ کی تحقیقات کے تغلیط میں جنہوں نے تحفہ کے جوابات لکھ میں بطور تمثیل علامہ کنتوری کے تحقیق پیش کی تھی جس سے حوالہ کا یہی غلط ہونا ثابت تھا خلاصہ اوسکا یہہ تھا کہ جو جوابات خطبہ اللہ بلا و فلان کی شیعہ کی طرف سے تحفہ میں نقل ہوئی ہیں انہیں صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے عمدہ آن توجیہات نزد ایشان آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف و مبالغہ شیعین بنابر استجلاب قلوب ناس انھ اسکر جواب میں علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا کہ اگر اوصاف کذب محض است منح اب اس دعویٰ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت کنتوری صاحب کے جواب میں صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدعی ہیں کہ یہ توجیہات حضرات شیعہ کرتے ہیں اور علامہ کنتوری اس حوالہ کی تکذیب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کا یہ دعویٰ اور یہ حوالہ کذب محض ہے نہ شیعہ نے یہ توجیہات کی اور نہ انکو ان توجیہات کی حاجت اور کہیں فرماتے ہیں۔ انھذا الکلام افلک مبہن ازین ناصبی باید پرسید کہ کلام شائع اما یہ گفتہ کہ مراد ابو بکر ست یا عمر اور کہیں فرماتے ہیں ثبت الدارۃ النفس اول این معنی با ثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر ست بعد از ان باین اوصاف اثبات نفس بو بکر باید نمود۔ اور کسی قول کے جواب میں لکھتے ہیں۔ یہ چپ از امامیہ توجیہ نکرده۔ غرض اس تمام بحث سے واضح ہے کہ علامہ کنتوری نہایت غلو کے ساتھ حضرت خاتم المدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالوں کو تغلیط و تکذیب فرما رہے ہیں کہ یہ امور جو صاحب تحفہ شیعہ کے طرف منسوب کرتے ہیں محض کذب و دروغ ہے۔ بہتے اوسپر آیات بنیات نقلیہ عن زائد الغین عرض کیا کہ حضرات شیعہ کی تحقیقات کا حال یہ ہے کہ رجما بالغیب حوالوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ سب امور انکو کتب معتبرہ میں موجود ہیں چنانچہ وہ سب امور جنکا انکا بڑی شد و دہ سے آپ کے علامہ کنتوری صاحب فرما رہے ہیں وہ سب فاضل محمد کمال الدین ابن مہتمم بحرانی کی شرح میں موجود ہیں۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب اپنی حوالوں میں سچے تھے اور آپ کو علامہ کنتوری انکی تکذیب میں کاذب۔ اب ہم انھیں انھیں

اذنی انصاف کو قسم دیکر پوچھتے ہیں۔ ہمارے فاضل مجیب کے تمام تقریر متعلقہ کو ملاحظہ کر کے  
 فرما دیں کہ انہوں نے اپنے علامہ کنتوری کی طرہ سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو ادا کیا  
 کیونکہ رفع کیا اور کیونکہ ثابت کیا کہ حضرت شاہ صاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب  
 کرنا کذب ہے فرمایا تو یہ فرمایا کہ علامہ بن مہثم کا اپنی شرح میں یہ امور ذکر کرنا بطور متزل  
 بلکہ بطور سہرا و تشویر کے ہے معلوم نہیں کہ حضرت مجیب کا یہ فرمانا بطور تشویر ہے یا واقعی  
 اسی حضرت میر صاحب اپنے اپنے تمام دین کو ہی متشویر بنا دیا اور دائرہ بحث کا اپنی داہ پر  
 تنگ کر دیا۔ آپ کے خصم نے آپ سے ہی سیکھ کر آپ کے اوپر جہات ستہ کو مسدود کر دیا ائمہ کی  
 جو کچھ روایت کرتے ہیں۔ غالباً سب متشویر خم غریب کا خطبہ اور تمام وصیتیں سب متشویر و متحمل ہیں  
 ہمیشہ آیت و لا تَخْذُوا آيَةَ اللَّهِ هُزُوا کے معنی سوچا کرتے تھے سو آج آپ کی بدلت  
 یہ عقدہ حل ہوا۔ اور غیب سمجھ میں آگیا کہ دین کے ساتھ استہزا اس طرح ہوتا ہے مگر تعجب یہ ہے  
 کہ علامہ کنتوری کو یہ توجہ نہ ہوئی اور اس نے عام طور پر لکھا کر دیا کہ چون ابو بکر دکتب شیعہ موجود  
 نیست۔ اگر انکو یہ توجہ نہ ہو جتے تو صاف نکار نظر مانتے اور یہ نور سیاہ ج آج اذکر اور  
 اذکر اتباع کو دیکھنا پڑا دیکھنا نصیب نہوتا۔ بہر کیف جب یہ امور کتب شیعہ میں موجود ہیں  
 خواہ بطور تشویر سہرا و تشویر یا واقعی تو اب حضرت شاہ صاحب کا اذکر شیعہ کی طرف منسوب  
 کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنتوری کی تکذیب انہیں کی طرف اولیٰ ہے اور تشویر سہرا و تشویر  
 بجز سخاوت کے کچھ سودنیا را یہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ کیا ہے  
 علامہ رضی نے اس خطبہ میں تحریف کے ہی کہ لفظ ابو بکر کا تھا اسکی جگہ لفظ فلان بنا دیا  
 اگرچہ یہ مانع نہیں ہے علیحدہ تھا کیونکہ ہمارا مقصد صرف حوالہ کے تکذیب کو بابت بحث ہے  
 نہ بابت اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجھا اسکو چہرہ ہے تو اسکا  
 یہی ثبوت لیجئے۔ علامہ متجوہر بن مہثم کے اقرار سے ثابت ہے کہ ان اوصاف کا موصوف  
 اور ان مدح کا مدوح ابو بکر ہیں یا سہرا و تشویر ہر ہے کہ یہ تعریف و توصیف جناب امیر

۲۰  
 زائد ہے  
 ۲۱

مجمع عام میں فرمائے ہو کہ جہان صد ہا آدمی تشہیت بخین کے معتقد تھے تو ایسی موقع میں نام کرنا یہ رونا فہم میں نہیں آتا۔ کیونکہ ایسی موقع میں اربڑا کہتے تو تقیہ نامہ سے کنا یا کرنی کی ضرورت ہوتی اور جب مرجع و ثنا قرار ہے میں تو نام سے کنا یہ رٹنے کی یہ ضرورت ہرگز نہ ہوگی۔ جسکو تیزی سے ہی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہوگا وہ سمجھ لیگا کہ ایسی موقع تعریف میں جہاں کسی اس قدر سبالتہ سے تعریف کرنے مقصود ہو اور ایسی لوگوں میں جہاں نام لینے میں کسی قسم کا خوف نہ ہو بلکہ نام لینے سے زیادہ مطلب برآری ہوتی ہو اس تجلاب قلب زیادہ مسائل ہوتا ہو تو ایسے وقت ممدوح کے نام سے لفظ فلان کے ساتھ کنا یا کرنا نام کلام کو سہرا ہر لغو اور محل کر دیتا ہے۔ ارنے ارنے جگہ ہی مرجع و تعریف فرمائی جیسا کہ ابن میثم نے اپنی سیر شرح میں لکھا ہے۔ ولعمریہ ان مکاہنما فی الاسلام لعظیم الخ چنانچہ ہم سابق میں بیان کر آئے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر نے بیشک ممدوح کا نام لیکر توصیف فرمائی ہے۔ یمن پیچھے اس میں تصرف ہوا ہے۔ اب رہا یہ کہ کسی تصرف کیا سو احوال یہ بھی کہ یہ شیخ رضی سے اوپر ہوا ہو۔ اور غالب یہ ہے کہ یہ کام حضرت رضی ہی کیونکہ اس بزرگ نے بہت خطبہ میں تصرف کیا ہے اور چالاک فرمائی ہے چنانچہ ابن میثم نے تناب ہو کر کہیں اسکو ضبط سے تعبیر کیا ہے اور کہا ہذا خط عجیب من السید کہیں انکی عادت فرمائی پس جب عموماً آپ سید رضی صاحب کی یہ عادت ہی تو ایسے موقع میں جو خاص انکی مذہب کے لیے وبال اندکال ہے کیونکہ چونکہ ہونگے تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہ ہی ہے کہ یہ تصرف اور تحریف آپ کے سید رضی صاحب کا ہی کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریر فرمانا کہ شریف رضی نے تصرف کیا ہے صحیح ہے رہا یہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف آپ تحریف کا الزام لگاتی ہیں سو یہ آپ کے اور آپ کے اون اکابر کے جہنوں نے یہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش فہمی اور دانشمندی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام تفسیری کے

نقل کے بعد صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر تھا اگر شریف رضی  
تخریف کر کے بجائی لفظ ابو بکر کے لفظ فلان لکھ دیا تاکہ امر مجہم ہو جائے سادہ استدلال ہو سکی تو  
اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت میں لفظ ابو بکر نہیں ہے۔ لیکن لفظ  
ابو بکر بجائی لفظ فلان کے اسلی لکھ دیا ہے کہ اکابر امامیہ نے شروع پنج البلاغت  
میں ابو بکر صدیق کے نام کو ترجیح دی ہے پس جو شخص کہ خود بصراحت کہتا ہے کہ اس خطبہ میں  
لفظ فلان ہے لیکن سمجھنے لفظ ابو بکر جو بیان شروع سے راجح ہے بطور الزام شیعوں اور  
متا سبت باب کے لکھ دیا ہے تو اسکو تخریف کہنا البتہ انکا اور انکا اکابر کا ہی کام ہے معہذا  
جب دلائل سے یہ ہی ثابت ہو کہ علامہ رضی نے اس میں تخریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ میں  
یا لفظ ابو بکر ہو گا یا عمر اور محض شراح کے اقوال سے ترجیح ابو بکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے  
تو جب تصریح اس امر کی کرے جاوی کہ رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ میں ہستما  
اسکو کہ ثابت ہو چکا ہے کہ اصل لفظ ابو بکر ہی یا عمر بعض شراح کی ترجیح کی وجہ سے ابو بکر کا  
لفظ لکھ دیا جاوی تو اسکو کوئی عاقل تخریف نہیں کہیگا۔ علامہ کنتوری نے جواب اس قول  
کو حیا کو کار فرمایا۔ اور دعویٰ تخریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہیں کیا  
لیکن انکی خوش فہمی یہ ہے کہ وہ اس قول میں تناقص شاہ صاحب کی طرف نسبت کرتے  
میں یہ ہی سرسہ لغو ہے اسی جواب سے اسکا ہی اتصال ہو جائے ہو بیان بقول  
احاجت نہیں۔ قول لیکن یا اینہ ہم ادنیٰ اس قول کے تکذیب انکو ایک بڑی عالم  
و کتاب سے ثابت کئی دیتے ہیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہلسنت  
اس کتاب نہایت میں لکھتے ہیں ومنہ حدیث علیؑ بلاذ فلان لقد قوم الاولین  
اس کتاب اہست میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہوتا تو ابن اثیر کیوں لکھتے کہ حدیث  
اس میں بلاذ فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاذ ابو بکر ہے یہ جای کتب شیعوں قول واضح ہو  
کہ علماء اہلسنت نے حل لغات حدیث میں مختلف طور پر کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ بعض غلط

احادیث بخاری کے حلیات میں کتاب لکھی اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور  
 بعض نے دونوں صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض  
 مصنفین نے بلا امتیاز صحاح و روایات اہل دھن و خلاف کی مطلق لغت مرتب  
 کیا چنانچہ صاحب نہایہ نے ہی التزم روایات صحیحہ نہیں کیا اس واسطے بہت روایات ضعیف  
 و اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس نہایہ کی نقل سے استدلال صحیح نہیں ہے اور اگر ایسی  
 کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت سی روایات مناقض مذہب شیعہ و موافق مذہب اہل حق  
 کتاب مجمع البحرین میں موجود ہیں اور یہی استدلال صحیح ہو گا اور ان کا یہ جواب دینا کہ یہ  
 کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اس کو نقل نہیں تو اس لیے  
 استدلال صحیح نہیں صحیح ہو گا۔ چنانچہ بعض روایات بطور نمونہ منشی الکلام میں خاتم المحدثین  
 ذکر فرمائی ہیں۔ اور چونکہ ان امور کے اقتدار ہست کی طرف سے نہیں ہے تو ان کا عذر قابل قبول  
 ہو گا اور ان کا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بمثل خود کردہ اور مانی نیست صحیح و مستبر  
 سمجھا جائیگا قولہ پس جناب مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست  
 نہایت صحیح و درست ہے اور آپ کے خاتم المحدثین کا دعویٰ تحریف محض خلاف ثابت ہوا  
 اس مسئلہ علی ذلک اگر جب ثابت ہوا کہ لفظ ابو بکر کتب شیعہ میں نہیں ہے تو ان  
 توضیحات کو شیعوں کو ضرورت نہیں **اقول** جناب میر صاحب یہ آپ کی اور آپ کے  
 علامہ کنوری کی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابو بکر نیست اس سے  
 کیا مراد ہے اگر یہ مراد ہے کہ کتب شیعہ میں بطور بیان مراد کی لفظ ابو بکر نہیں تو صریح کہ ہے  
 کیونکہ علامہ ابن میثم نے جب لکھا ہے تو اس کا اپنی شرح میں لکھنا صریح اس کا مذہب ہو کہ  
 وہ عالم شیعہ امامی اثنا عشری ہے اور علامہ کنوری کی جہل یا خیال کا اس قدر کم و افسوس  
 نہیں ہے کہ اس میں احتمال ہے علامہ نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہ ہے  
 کہ ہمارے فاضل عجیب باوجودیکہ معلوم کر چکے کہ شروع ابن میثم کبیر و صغیر میں یہ لفظ موجود ہے

پہر فرماتے ہیں کہ علامہ کنستوری کا لکھنا کہ در کتب شیعه لفظ ابو بکر نیست صحیح اور درست ہے اور کہاں  
 دین و دیانت و حیا و شرم سے کام لیتے ہیں۔ اور اگر لفظ کتب کی روایات مراد ہے یا نہیں  
 کہ اس کلام جناب امیر کی روایات میں کہیں بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر مروی نہیں ہے  
 پٹا پنچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامہ کنستوری کے دلالت کرتے ہیں احتیاج ان  
 توجیہات شیعه را وقتی مے افتاد کہ در کتب شیعه بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر موجودی بود اس جملہ کی  
 مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت میں لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ  
 اس سے ہی زیادہ بوجہ ادخالات ہے کیونکہ یہ کہنا کہ ممکن ان توجیہات کی ضرورت جب ہوتی  
 کہ ہماری روایات میں جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہیں بجای لفظ فلان کے لفظ  
 ابو بکر ہوتا اور جب لفظ ابو بکر ہماری روایات میں نہیں ہے تو ممکن ان توجیہات کی کچھ ضرورت  
 نہیں ہے اس غلط ہے جسکو توڑی سی ہی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہے  
 اسلیں کہ اگر بالفرض علامہ شیعیں سے کوئی شخص نہ لکھ کر بطور مراد کے اذنیہ بطور روایت کے  
 کہ لفظ فلان کی ابو بکر مراد میں یا کسی روایت میں بجای فلان کے ابو بکر مراد ہے اور عقیدہ اوصاف  
 نہ کو رہی میں وہیت مجموعی سوای شخصین رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہیں آتی اور  
 بروی عقل سلیم کوئی شخص سوای ابو بکر و عمر کے ممدوح اس طرح کا ہو سکتا ہے تو اس میں  
 اگرچہ کسی نے لفظ ابو بکر زبان سے نہ نکالا ہوتا ہم توجیہات کے وجہ سے آپ بری الذمہ نہیں  
 ہو سکتے اور شیعه پر واجب ہے کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجیہات کر کے نہ سب کے فہم  
 کو بند کریں یہ جائیکہ علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان مراد ابو بکر ہے یا عمر تو جب انکار علماء  
 شیعه نے تصریح کر دی کہ موصوف ان اوصاف کے حضرت ابو بکر میں یا عمر اور وہ اوصاف مساوی  
 و مستلزم حقیقہ خلافت موصوف کو ہیں تو آپ ہی فرمائی کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعه  
 کو اس کلام کی توجیہات کے حاجت نہیں اگرچہ علماء نے تعین مبہم فرمائی ہو اور اس  
 اوسی وقت ہے کہ جب روایت میں لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان کے موجود تھا کہ انکار و عقیدہ

افسوس کہ آپکو اور آپ کے علامہ کنتوری صاحب کو یہی خبر نہیں کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کے  
 جب اسوقت ہی ضرورت ہے جبکہ کسی طور پر ہی کتب شیعہ میں لفظ ابو بکر موچو نہ ہو تو اسوقت  
 احتیاج توجیہات بالاولیٰ ہوگی جبکہ اگر علامہ شیعہ میں کسی نے ہی تصریح کر دی ہوگی کہ لفظ  
 خدان سے مراد ابو بکر بن با عمر ہیں بہر تقدیر علامہ کنتوری کے یہ تحریر غلط ہے پہرا و سپر جناب کا  
 اوکی تصحیح و تائید کرنا اور یہی سجا۔ کاش آپ ذرا ہی فہم و انصاف سے کام لیتے قال  
 الفاضل المحیب۔ قولہ۔ بجواب اسکر صاحب آیات بنیات سلمہ فرماتے ہیں کہ یہ جواب علامہ  
 کنتوری کا غلط ہے اور جو اونہوں نے نسبت خاتم المحدثین کے فرمایا ہے کہ ابن ابی عاصم  
 محض ست، وہی ہم علامہ محیب کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ ابن جواب کذب محض ست۔ اقول۔  
 صاحب آیات بنیات میں یہ یاقوت کہاں کہ علماء کے کلام کا جواب لکھہ سکین وہ سچاری تو عباد  
 فارسی سمجھو سے ہی قاصر ہیں۔ ان اہلسنت کی صحبت میں رہکر آپ کے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کتابیں  
 دیکھیں اور بدوین اسکر اپنے عقل و علم سے کام لیں یا اپنے شکوک و دھما علمائے کرام یا اوکی  
 کلام سے رفع کرین پستی ہوگئی اور چونکہ توسیق ایزدی ادنیٰ سے پہلے ہی سلب ہو چکی تھی۔ اب نہ ہی  
 نہ ہی سید احمد خاں صاحب کے موجب تقلید سے نیچری ہوگئی اور انکر حق میں ازین سوراندہ و  
 از آنسو ماندہ مثل صادق ہوگئی ایسے مذہب متلون مزاج کے بات کا کیا ٹکنا نہ یہ  
 جو کچھ آیات بنیات میں لکھا ہے سب تحفہ و ازالۃ الغبن وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ انکی بنیاد  
 توجاب قاضی صاحب علیہ الرحمۃ کتنی شرمین یثین ہے کہ آپ پر یہی طائر ہوگئی ہوگی  
 یقول العبد الفقیر الی مولانا العنہ۔ حضرت میر صاحب سید مہدی علی سلمہ  
 کہ نسبت جعفر آپ بُرائی فرماتے ہیں وہ سب اوس قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے عبد الشمس  
 بن سلام کے نسبت بعد انکر اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تھا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہ آپکا  
 سید مہدی علی صاحب سلمہ کی نسبت بلا کرنا نہ کچھ قابل اعتساب ہے اور نہ محض شکایت  
 اگر اسوقت جو آپ کے علماء عصر میں توفیق خداوندی اونکر رہبر ہو اور عار کو نہ مار پر خستیا کرین

بہرہ کی توجیہات بنیات کی نسبت کہ علم اور توجیہات کا

اور اہل حق کے گردہ میں داخل ہو جاویں تو آپ اونکو نسبت ہی ایسا ہی فرماؤں گے بلکہ اگر توفیق  
 موفوق حقیقی آپکی رہبری و دستگیری فرمادی اور آپ کو بالکثافت حق و ربطہ کا لکڑی سا حل  
 نجات و فلاح پر پونہ چاڑھ کر اور آپ سنی ہو جاویں تو اور شیوہ آپ کی نسبت ہی بعینہ و نفی مانگو  
 کہ جو آپ سید ہدی صاحب کی نسبت فرما رہے ہیں بلکہ مع شی زائد۔ رہا اونکی بیاعت و استفادہ  
 علمی اور فہم سو میں بحالت کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم تو  
 یقیناً آپ کے کستوری اور شوستری وغیرہ سب سے زیادہ ہے تعجب یہ ہے کہ اول آپ سنا میں  
 کہ وہ بجا ہے تو فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں۔ اور پھر آپ ہی تحریر فرماتے ہیں  
 کہ اہلسنت کی صحبت میں ہلکا آپ کے خاتم المتکلمین کے کتابین دیکھو۔ جب اونکا یہ حال ہے  
 کہ فارسی عبارت سمجھنے سے ہی قاصر ہیں تو خاتم المتکلمین کے کتابین جنکی فارسی ہی فارسی  
 سلیس نہیں۔ بلکہ کیفہ دقیق ہے کیونکہ دیکھ سکتے ہیں اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت کر  
 ادھون نے یہ ملکہ حاصل کر لیا ہے تو پھر یہ الزام بجا ہے اول ہر کوئی اُمّی ہوتا ہے پھر  
 اہل علم سے کسب علوم کیا کرتا ہے تو اگر ادھون نے اہلسنت کی صحبت میں رہ کر ملکہ حاصل  
 کیا ہو تو کیا کھل طعن ہے۔ اور ہم سابق میں بجواب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر  
 بیان کر آئی ہیں کہ عبارت فہمی کی بیاعت آپکو زیادہ ہے یا اونکو اوس سے واضح ہے کہ سخن  
 فہمی کا سلیقہ جناب کو تھا ہی نہیں۔ اور یہ جو لکھا کہ آیات بنیات میں جو کچھ لکھا ہے  
 سب تحفہ اور ازالۃ الغین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہ کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ آپ اور دیگر  
 اسلاف یہی لا طائل دعویٰ فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ صواعق کا  
 ترجمہ ہے کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ صواعق سے مسروق ہے اگر ہم ہی ایسی ہی حقائق  
 زبان ہر نکالیں تو کہہ سکتے ہیں کہ تالیفات کستوری و جائسی شوستری و مجلسی کے کتا بونکا ترجمہ  
 ہے اگر اخذ مضامین کو تالیفات میں سرقہ کہا جائے یا ترجمہ قرار دیا جاویں تو متاخرین کے تمام  
 کتابین متقدمین کے کتا بونکا ترجمہ ہونگی خود آپکی یہ تحریر جسکا میں جواب لکھ رہا ہوں نیز دیگر

ترجمہ ہوگا و لم یقل آخہ لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھ حیا و شرم ہو پھر جو دل  
 چاہی فرمائیں۔ اور شکوک و اہام کو علماء کرام سے رفع کریں کہ نسبت جو ارقام فرماتا تھا۔ نہایت  
 تعجب ہے آپ کے علماء کرام تو خود ہی اپنے اصول و مہربان مبتلا راہم میں نہیں مہین غلط کیا  
 بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہیں اور بجز اعتراف کے چارہ نہیں دیکھتے و لکن اختاروا النار علی العار  
 اور یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے عا شا کہ تسخروا من اهل کے طور پر ہو جو کچھ عرض کیا ہے  
 واقعی ہے اگر اس میں کچھ شک و شبہ ہو تو سنی کہ اسی خطبہ کے بابت آپ نے نقیب ابو جعفر اوستاد  
 فاضل مدائنی پانگل اور دست مہرل میں چنانچہ خاتم التکلیفین نے ازاد العین میں لکھا ہے ورنہ  
 مقام اہل حق و بشارتھا و دیگر سب سہر حونی از آن تصریح کرتے کہ نقیب ابو جعفر اوستاد  
 فاضل مدائنی کہ در کلام و طرائف یہ طولی و در اثبات مثال خلفاء راشدین چہ سعی و کوشش  
 بجائے آرد و درین مقام علم بر آستان انداختہ و نقلہ ہر شے فواختہ زیر کہ مدائنی در شرح  
 خود بعد از عبارت تکستوری کہ بر آن درین قول متفق شدہ میگوید کہ نقیب گفتسم کہ تعزیر  
 بخاطر دقتی درست کر شود کہ صحیح شخص ماضی مطابق نفس الامر بود و هیچ شکر و تردیدی سیرامون  
 آن نکرد و چون جناب امیر باری اوصاف معترف شود غایت مرح خواہد بود کہ بالاتر از آن  
 بنامہ نقیب سرگوبیان فرود و بعد از مائل گفت کہ راست میگویی سہ انتہی کیتوری  
 چون باین مطلب را باعث رسوائی مذہب خود ہستند کہ آن پیر و اختہ انتہی بلفظ الشرف  
 عاقل سیری گذارش کے تصدیق فاضل مدائنی کی کلام سے خوبی کر سکتا ہے اور معلوم کر سکتا ہے  
 کہ اصول تشیع پر جب اصول مذہب و شکوک و اعتراضات رفع نہیں ہو سکتے تو حیلہ  
 علماء کیا کر سکتے ہیں آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب انکو اوستاد سے بخیر تسلیم کے چہ نہیں آیا  
 اگر توفیق خداوندی دونو اوستاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے پی فکر فرماتے  
 کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہ تعریف فرمائی اور اس تعریف سے بالاتر کوئی  
 تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ صادق و مثبت خلافت ارشدہ ممدوح کو ہے تو پھر کیوں ہم

نوگوں کو برخلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر لا کفار اعتقاد کریں اور کیوں راہ مستقیم کو نہیں  
 نگرین اور کس سطح پر باویہ ضلالت میں پریشان پیرین لیکن توفیق و تسکیر پہنچائی اور آگے  
 سوچا چلے۔ کذا لا یطیع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون۔  
 اور جو کچھ آپ نے سید مہدی علیہ السلام کی بابت لکھا اول تو اسکا آپ ثبوت و بحر  
 ہمارے نزدیک اسکا کچھ ثبوت نہیں اور یہ محض دعویٰ ہے بے اصل ہے دوسری یہ کہ سید  
 احمد خاں صاحب کے دو اصول بنیاد متعلق دنیا کے جو انکی اصلی غرض ہے۔ دوسرے  
 متعلق دین اعتقاد است کے۔ جو اصل کہ انکی متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہ ہے کہ اس  
 زمانہ میں اہل اسلام باعتبار مال و دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے دوسرے قوموں سے  
 نہایت گری ہوئی اور پستی کے حالت میں ہیں جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل افسوس ہے  
 اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اسکی ممکن نہیں کہ یا مال دولت ہو یا مناصب  
 جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بدیہی ہے کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم و دنیاوی کے  
 حصول پر اسوقت میں باسباب ظاہر موقوف ہو اور حصول مال ہی یا حرمت و صناعہ سے  
 ہی یا تجارت و زراعت سے اور انکی تحصیل ہی مال کا تحصیل علوم و دنیاوی پر موقوف ہوتی ہے  
 تو اسکی سید احمد خاں صاحب کے کرای میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کی پیروی  
 کو لیے یہ قرار پایا کہ علوم و دنیاوی کو ترقی و بچاؤ سے چنانچہ اسی بنیاد پر انہوں نے علوم  
 کہولا اور ادب میں انہوں نے وہ تسلیم جو آجکل بنیاد میں حثیت و اعلیٰ درجہ کی تعلیم سمجھی جا رہی  
 جاری کی اور اس طرح سول سروس کے محکمہ سلسلہ ہوئی اور سید احمد خاں صاحب کے اس ادارے  
 کی ہزار مسلمان خواہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ انکی دلون میں مشتعل  
 تھی مدد و معاون ہو گئی اور انکی گروہ میں داخل ہو گئی۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کر کے  
 کہ بحثیت دین کے تحصیل دنیا میں اس قدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین سے زیادہ اہم  
 با نشان سمجھنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجائے یا بجا دیکھتے ہیں تو کوئی

شخص اس وقت اس امر میں مخالف نظر نہیں آتا کہ وہ بنظر اسباب ظاہری ان وسائل کو  
 دنیاوی ترقی مسلمانوں کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہوگا یہی وجہ ہے کہ صدر اہل اسلام  
 جو دنیاوی ترقی کے خواہان تھے ان کو حامی ہو گئی اور ہزار ہا روپیہ فراہم ہو گیا لیکن اس سے  
 نہ وہ کافر ہوئی اور نہ ملحد اور اگر آپ کے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب میں کوشش کرنا  
 باعث کفر ہو تو آپ نے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ  
 ہے اور علاوہ اس کے ہزار ہا خواص و عوام شیعہ اس میں مبتلا ہیں اور بہت سے سید احمد خاں  
 کو ہی طوین میں داخل ہو کر مین یقین کرتا ہوں کہ آپ ان کو اس درجہ ہرگز دائرہ اسلام سے  
 خارج نہ سمجھتی ہوگی۔ اور ان کی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے ان کو  
 نسبت جعفر ہمنے خیرین سخی اور ان کی اعتقادات کی نسبت بحیرات لوگوں کو دیکھے  
 کہ سید احمد خاں صاحب ضروریات دین کے منکر میں اگر یہ سیمین تو بیشک یہی معنی  
 اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہیں کہ جعفر لوگ سید احمد خاں صاحب کے معتقد  
 ان سے گرویدہ ہوتے ہیں اکثر ان کو دنیاوی اصل کے وجہ سے جوتی ہیں اور ہرگز اعتقادات  
 میں ان کو پیر و نہیں ہوتی۔ لیکن عرف میں عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر سیکو  
 جو درجہ علوم کا حامی ہو گو وہ اعتقادات میں تابع سید احمد خاں صاحب کے ہو یا نہ ہو سیکو  
 نیچری کہہ دیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ قہدی علی صاحب سلمہ بھی صرف اصل اول  
 دنیاوی کیوجہ ان کو معاون ہوں اور ان کو اعتقادات کے تابع نہوں۔ اگر آپ کو اس امر کا  
 یقین ہے کہ سید قہدی علی صاحب کے اعتقادات ہی سید احمد خاں صاحب جیسی  
 ہو گئی ہیں۔ تو آپ کسی دلیل سے ثابت کیجے۔ قطع نظر اس سے ہم نہ مانا کہ وہ اعتقادات  
 میں ہی سید احمد خاں صاحب کے تابع ہو گئی۔ اور قطعی طور پر وہ نیچری ہو گئی تو یہ کتاب  
 آیات بیانات تو انہوں نے نیچری ہونے سے پیشتر تالیف فرمائی تھی یہ کیوں باطل اعتقاد  
 ہو گئی۔ اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد ہی لکھی تو بھی جب انہوں نے اہل حق کے

نزدیک حق لکھا ہے تو اونکی تلون مزاحی اور تذبذب سے امر حق کیون بے ہنگام نہ ہو گیا  
 یہ حضرت کی مناظرہ والی اور خوش فہمی ہی نہیں بلکہ جواب دینے سے انعام و گریز ہے  
**قولہ** ان آپ کے خاتم المتکلمین نے ازاتہ الغین میں یہ لکھا ہے اسکا جواب گذارش ہوتا ہے  
 اس قول کے جواب میں صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ جو آیات بنیات والی نے حضرت علیہ السلام  
 کی نسبت لکھا ہے وہ اونکی ہی نسبت درست ہے **اقول**۔ بیت تو کاری زمین را  
 نکو ساختی۔ کہ با آسمان نیز بر داشتی۔ حضرت کا ادعائی علم بیاتنگ پوہنجا کر سید ہی  
 علی کے جواب سے آپکو استنکاف ہوا اور خاتم المتکلمین کی تحریر کی غیبت سے آپ جواب دی ہے  
 کہ باندہین چہ خوش استعداد کا وہ حال اور دعویٰ یہ کہ خیریت چھاپا جانے کی کیل نام کر دیجے  
 معلوم ہو جائیگا۔ کہ آپ کے حضرت علامہ سچے مین یا ہماری سید مہدی علیہ السلام قال  
**الفاضل المحجب**۔ قولہ۔ اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ کمال الدین ابن مہتمم بحرانی نے شرح  
 نج البلاغت میں لکھا ہے ان ارادہ تکالیف بکرا شنبہ من ارادہ عمر الخ۔ اقول۔  
 آپ کے خاتم المتکلمین صاحب آیات بنیات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہے کہ جو عبارت سے قول  
 جناب مفتی صاحب اعلام اللہ مقامہ کی ہے اویکو مذکور قول کا نہراتے ہیں یہ عبارت  
 تو نہایت صاف اور صریح اس بات میں ہے کہ حدیث علی بن لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان  
 کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص  
 دیگر مراد ہے جیسا کہ ابجدار میں قطب راوندی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے۔ پس غرض فاضل ابن مہتمم  
 علیہ الرحمۃ کے اول نقل کرنے سے قول قطب راوندی سے یہ ہے اولاً لا سلم کہ ابو بکر و عمر مراد ہی  
 اور ثانیاً علی التثنیل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد پس نہایت ہے عمر کے مراد یعنی نہ  
 اور وجہ اسکی بیان کی ہے پس یہ الزام ابن ابی الحدید کے رد کر لیے ہیں یہ کہ واقعی شارح  
 اس قول کے قائل ہیں۔ **یقول** العبد الفقیر الی مولاه **الغنی** ہی  
 اہل النصف و دانش خدارا ہماری فاضل محبت کے اس جواب کو دیکھو اور جس کا ذکر ہو

ہو کر سنو۔ شب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن میثم کی شرح کبیر و صغیر سے پوری  
 عجایب تین عقل کروں اور عید اسکندر گذارش کروں کہ فاضل مجیب نے اسکو موافق فرمایا ہے یا مخالف  
 اور اہل عقل خود ہی سمجھیں مگر علامہ ابن میثم اس خطبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیر میں  
 فرماتے ہیں جو مطبوعہ ایران ہے۔ اقول الاود العوج والعمد مرض وهو الشداخ  
 داخل سنام البعیر من الحمل ونحوہ مع صحیحہ ظاہر وقولہ للہ بلاد فلان لفظ  
 بقال فی معرض المدح کقولہم للہ درہ و للہ ابوہ واصلہ ان العرب اذا اراد  
 مدح سنی و تعظیمہ نسبوہ الی اللہ تعالیٰ بهذا اللفظ وروی للہ بلاد فلان ہی  
 عملہ الحسن فی سبیل اللہ۔ و المنقول ان المراد بفلان عمر و عز القطب العلوی  
 انہ انما اراد بعض اصحابہ زمن رسول اللہ من مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا  
 وقال ابن ابی الحدید رہان ظاہر الاوصاف المذكورة في الكلام يدل علی انہ اراد ان  
 ولی الخلافة قبلہ لقولہ قوم الاود و داوی العمد و لم یرد عثمان لوقوعہ فی القسنة  
 و تشعبہا بسببہ ولا ابا بکر بقصر مدۃ خلافتہ و بعد عہد عن الفتن فكان الاظهر انہ  
 اراد عمر و اقول ارادہ لابی بکر اسبہ من ارادہ بجمہا ذکرہ فی خلافتہ عمر و فصلا  
 فی خطبہا المعروف بالسقیۃ کما سبقت الاشارة الیہ وقد و صغیر بامور احدا

کتاب ابن ابی الحدید  
 کتاب العبادات  
 کتاب الفتن  
 کتاب المدح و التعظیم  
 کتاب العمد و العوج

۱۔ میں کہتا ہوں اور کئی ہمارے عہد انت کی کو ان کے اندر ایک بیکار ہوتی ہے جو جو وہ دیر سے پیدا ہو جائے اور ہر صبح تسبیح  
 معلوم ہوتا ہے جسکو شداخ کہتے ہیں اور وہ لفظ بلاد فلان یہ لفظ مدح کے وقع میں بولا جاتا ہے جیسا بولتے ہیں لہ درہ اور لہ ابوہ اور ان  
 اصل یہ ہے کہ عرب جب کسی سنی کے تعریف اور تعظیم کا ارادہ کرتے ہیں تو اسکو خدا کی طرف اس لفظ کو ساتھ نسبت کرتے ہیں  
 اور بعض روایات میں لہ بلاد فلان ہر دی ہے اور بلا سے مدح کے نیک کام خدا کے راہ میں ہر دین میں منقول یہ ہے کہ لفظ فلان  
 عمر کو روایت میں اور قطب یا ذہبی سے منقول ہے کہ لفظ فلان کو حضرت نے اپنی بعض اصحاب کو مراد کہا ہے رسول اللہ کے زمانہ میں  
 جو فتون کی واقعہ ہونے اور سیل سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ اور ابن ابی الحدید نے کہا کہ جو اوصاف کلام میں ذکر کئے ہیں اس پر  
 دلالت کرتے ہیں کہ مراد ایسا شخص ہے جو حضرت سے پہلے امر خلافت کھتوں ہو اسبب اس پر قول قوم لاود اور داوی العمد کے عثمان  
 کا تو اسکو فتہ میں پڑنے اور اسکا باعث سے فتہ پہلنے کو سبب اللہ ہیں کیا اور لہ کہ کو یہی اور سنی مدت خلافت کو کہتے ہیں  
 اور فتون کی مراد خلافت سے بعد ہونے کے سبب اللہ نہیں کیا تو بہت فہم ہے کہ عمر کو مراد کہا اور میں کہتا ہوں حضرت کا ہر کو مراد  
 رکھنا بہت عمر کے ارادہ زیادہ مناجات میں سبب ان امور سے جکا واقع ہونا عمر کے خلافت میں اور مدت کو خلافت کا اور سبب اپنی اس

۱۔ میں کہتا ہوں اور کئی ہمارے عہد انت کی کو ان کے اندر ایک بیکار ہوتی ہے جو جو وہ دیر سے پیدا ہو جائے اور ہر صبح تسبیح



قوله وتركهم للحال واعلم ان الشيعة قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذه الاما دح  
التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تنا في ما اجمعنا عليه من تحظيتهم ولخذها  
منصب الخلافة فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون  
اجماعنا خطا ثم اجابوا من وجهين احدهما لا نسلم التنا في المذكور فانه جاز ان يكون  
ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استصلاح من يعتقد صحة خلافة الثخينين  
واستغلاب قلوبهم بمثل هذا الكلام - الثاني انه جاز ان يكون مدح ذلك لاحدهما  
في معر من نوبع عثمان بوقوع الفتنة في خلافة واضطراب الامر عليه واستثارة  
بيت مال المسلمين هو ونوابه حتى كان ذلك سببا للوران المسلمين من الامصار  
اليه وقتلهم وبنه على ذلك بقوله وخطف الفتنة وذهب نفع الثوب قليل العيب اصاب  
خيرها وسبق غيرها وقوله وتركهم في طرق متشعبة اه فان مفهوم ذلك ان الوالى بعد  
هذا الموصوف قلالا صف باضداد هذه الصفات والله اعلم سائتي بلفظيه تو حضرت  
ابن هشام نے اپنی شرح کبیر میں تحریر فرمایا ہے اب شرح مختصر کی عبارت یہی سن لیجئے بقول  
یقال لله بلاء فلان كما يقال لله درهم والله ابوه وهي كلمة مدح قيل راد به مدح عمر

لہ قول ترکہم میں حالیہ ہے۔ اور جان کر شیعہ نے اسکا سوال دار کیا ہے کہتے ہیں کہ یہ مدح جو حضرت علیہ السلام نے شخصوں  
(ابو بکر) کے حق میں فرمائی ہو اسکی نفی ہم سب پر ہے انکو خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلافت کے کچھ نہیں  
اجماع کیا ہے تو یا تو یہ کلام حضرت علیہ السلام کے کلام نہیں یا یہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے یہ اسکا اوہون نے دو طرح پر جواب دیا  
ایک تو یہ کہ ہم مخالفین نہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ مدح حضرت علیہ السلام کی اس صبی کلام کے ساتھ متفقین  
صحت خلافت ثیین کے صلح جوئی اور انکو دلوئی کہیں کے طور پر صادر ہوئی ہو۔ دوسری یہ کہ اسکی یہ توصیف ایک  
اون دونوں نسبت عثمان کے توبیح کے مقام میں ہو سبب واقع ہونے فتون کی اسکی خلافت میں اور مضطرب ہونے اس کے  
اور سبب ہو اسکی اور اسکی آپ کے اولاد کے بیت المال کو بھانٹ کر یہ اسکی طرف شہرہ شہر مسلمانوں کی برائیوں کے  
اور اسکی قتل کا سبب ہوا اور اس پر متنبہ کیا ہے اس قول سے وخطف الفتنة ذهب نفع الثوب قليل العيب اصاب خیرا  
وسبق غيرها ساد اس قول سے۔ ترکہم نے طرق متشعبة مع۔ بالتحقیق اسکا مفہوم مخالفین یہ ہے کہ اس موصوف کے بعد  
جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے اخداد کے ساتھ متصف ہے واللہ اعلم۔ ۱۱۔ میں کہتا ہوں بولتے ہیں  
مد بلاء فلان بطرح کہتے ہیں مد درہ اور مد ابوه اور یہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت نے اس سے عمر کے  
مدح کا ارادہ کیا ہے ۱۲۔

وقیل بعض الصحابة من جاهد فی دین الله والا ودا لا عوجاج والحمد من یأخذ الابل  
 فی سمتها وهو مستعار لآخر القلوب ومدادها بالزواج والقول والفعلیہ ونفاثوبہ  
 کناہ عظمایہ من المطاعن والضمیر فی خبرها وشرها للخلافة وان لم یحذر کرها لکونها  
 معمودة اولی قد مر ذکرها والطرف المشعب طرق القسمة انہی بلفظہ اب ہم بعد نقل عبارت  
 علامہ ابن شیمم جو اپنے اہل انصاف سے اسید کرتے ہیں کہ خدا کے لیے ہنوی سی تکلیف گوارا فرما کر  
 تحفہ اثنا عشریہ کے اوّل سلسلہ کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جبکہ عبارت مذکورہ شرح ہو چکا  
 فرماوین اور بعد اسکا جواب جو کچھ علامہ کنستوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکھیں اور بین  
 کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اسکا بیان مفصل تو مقتضی نقول کو ہے مگر مختصراً  
 دیکھ کر رفع ظہار سے معین کے اسکو لکھتے ہیں تاکہ علامہ کنستوری کا پایہ علم و تدبیر اور حضرت حبیب  
 مبلغ فہم انصاف واضح ہو جاوی مگر مناسب لوم ہوتا ہے اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا  
 نہایت اختصار کیسا بیان کروں۔ پس واضح ہو کہ ابن شیمم کی اس شرح سے چند امور حاصل  
 ہوتی۔ (۱) تعبیر ہم لفظ فلان میں چند اقوال نقل کیے۔ اول سب سے پہلے لکھا کہ منقول  
 یہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جب مطلق منقول ہوا بیان کیا ہے  
 تو یہ مراد یا تو منقول اصل مصنف شریف رضی جامع نیج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کنستوری  
 نے مفتاح الکونز الخفیہ سے جو حاشیہ منہیہ تحفہ اثنا عشریہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے  
 کہ شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخر کہتا تھا کہ میں نے اس نسخہ میں جو بخط رضی تھا۔ لفظ  
 فلان کے نیچے لکھا ہوا دیکھا۔ علامہ کنستوری کی عبارت یہ ہے۔ و نیز ابن قول  
 منقول است بانہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جلد قاضیین خلافت صحابہ  
 لے اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جہنم نے اللہ کے دین میں جہاد کیا تھا ارادہ کیا ہے اور آہ دہی ہے اور عمدہ بیماری ہے  
 جو انہوں کو گونا گونہ توہین پیدا ہو جاتے ہیں اور دلوں کی بیماریوں کو لیے مستعار ہے اور انکا علاج قولی اور فعلی زواجر کے ساتھ ہے  
 اور کثرت کی صفاتی ستمانی اور سکی مطاعن سے پاکہ اسنی ہے کناہ ہے اور ضمیر خبر اور شر میں خلافت کی طرف ہر اگرچہ  
 اسکا ذکر نہیں آیا بسبب اسکی معین ہونے یا اسکی ذکر کے مقدم ہونے اور ہر گز نہ رستہ فتویٰ رستہ میں ۱۲۔

ثالثہ ست نقل کردہ وندہ عبارتہ و فلان المکنی عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و  
قد وجدت النسخة التي بخط الرضی ابی الحسن جامع نہج البلاغت و تحت  
فلان عمر حدثنی بذلك فحار بن محمد الموسوی الادیب الشاعر و سالت  
عنہ النقیب ابی جعفر یحیی بن ابی زید العلوی فقال لے هو عمر فقلت لا اثنی  
علیہ امیر المومنین هذا الشاء فقال نعم و این قول ابن ابی احمد کہ متضمن است کہ فحار  
بن محمد موسوی باور دایت کرد کہ در نسخہ نہج البلاغت کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ عمر بود  
اگرچہ قول ناصبی را کہ متضمن بودن لفظ ابی بکر است نقض میکند لیکن تصحیح میکند نہج ابی و اگر کرم  
عمر باشد۔ انتہی بقدر الحاجة۔ تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابن میثم نے جو مطلق منقول ہوا لفظ فلان  
و عمر لکھا ہے تو شاید منقول اصل مصنف سے مراد ہے یا یہ کہ یہ منقول علماء مذہب سے۔ یا منقول اللہ  
سے ہے یہ کیف کسی سے منقول ہو۔ علامہ کے نزدیک یہ نقل قابل استناد و وثوق ہے۔ دوسرا  
قول قطب راوندی کا نقل کیا اور فرمایا کہ منقول قطب راوندی سے یہ ہے کہ مراد لفظ فلان سے  
بعض اصحاب میں جو حضرت کے زمانہ میں وقوع فتن سے پہلے وفات پا گئے۔ اور یہ  
قول تاج ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں چنانچہ ہم اسکو ثابت کرنا کر تیسرا قول ابن  
ابی احمد کا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی احمد یدرح نے فرمایا ہے کہ کلام جناب امیر  
میں اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر طور پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کے مراد مع ایسی شخص کے  
ہو جو حضرت سے پہلے دلی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم اعوجاج اور مداواة امراض بدون حلافت  
متصور نہیں اور وہ تین شخص میں۔ ابو بکر۔ و عمر۔ و عثمان لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ  
انکو سب سے شعب و نثار فتن ہوا اور وہ فتنہ میں واقع ہوئی اور ابو بکر مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ  
اس کا لفظ فلان کا مکنی عنہ عمر بن خطاب ہو اور یا میں نے نسخہ ابو الحسن رضی جامع نہج البلاغت کہ خط کا اور لفظ  
فلان کے نیچے لفظ عمر تھا حدیث کی بحسب فحار بن محمد موسوی ادیب شاعر نے اور ابو جعفر یحیی بن ابی زید العلوی نقیب  
میں نے اسکو پوچھا تو او نے فرمایا کہ وہ عمر ہے میں نے اسکو کہا کہ امیر المومنین نے اسقدر اسکی مثال دینے  
کہسان - ۱۲ -

انکی مدت خلافت بہت تھوڑی تھی اور انکا زمانہ فتن سے بعید تھا تو اظہر یہ ہے کہ مراد علی بن  
 (۲) علامہ ابن سہیم کے نزدیک یہ تو مسلم تھا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت  
 امیر سے پہلو ولی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی احمد یہ کہتا ہے اور یہ بھی فیما بین شارح ابن سہیم  
 اور ابن ابی احمد کے متفق علیہ ہے کہ عثمان مراد نہیں ہے اور یہ بھی باہم متفق علیہ ہے کہ شخص  
 مددح ان مدائح عالیہ کے ہیں لیکن تعین میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کون مراد ہیں یا ان سے کون  
 کہتا ہے اظہر یہ ہے کہ مراد میں کیونکہ صدیق بسبب نصرت اور بعد عن الفتن کے مراد نہیں ہو سکتا  
 شارح ابن سہیم نے اسکی جواب میں فرمایا کہ میں کہتا ہوں - جناب امیر کا ادن اوصاف کے لیے  
 ابو بکر کو ارادہ فرمانا بہ نسبت عمر کے شبہ حق ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ شقیہ میں ان  
 امور کے جو خلافت عمر میں واقع ہوئی مذمت کی ہے تو پھر ان اوصاف عالیہ کے مصداق  
 وہ خلافت و خلیفہ نہیں ہو سکتے - اس سے پہلے ہی سلوم ہوا کہ خطبہ شقیہ میں خلافت  
 صدیقی کی نسبت ایسی مذمت نہیں فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو - پس ابن سہیم کے  
 اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ گہرا تہادہ اسکی نزدیک قابل  
 اعتبار نہیں اور اسکی نزدیک صحیح یہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفاء میں بھی  
 جامع خلیفہ صدیق مراد ہیں (۳) بعد تعین یہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو  
 ایک ایک کر کے گنا اور شرح و بسط سکویا بیان کیا - (۴) شرح اوصاف میں اس امر کو  
 اشکاف کر دیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرے کوئی شخص موصوف ان  
 صفات کا نہیں ہو سکتا - کیونکہ بعض اوصاف کو مطلب کو اس طرح بیان کیا کہ جبکہ مصداق  
 خلیفہ ہی ہو سکے - اول رقم الاول کے معنی کو بیان کیا کہ ہو کما ینہ عن تعویہ لاعوجاج الملق  
 عن سبیل اللہ الی اللہ تقامہ ینا یعنی تعویم اوو کے کما یہ ہی خلق کے بحر کو خدا کے  
 راہ سے سید کرنا اور سستی کی طرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتھ ہے  
 دوسرا صفت ملاوات امراض نفسانیہ کے مواظط بالغہ اور زواج قارعہ قولیہ فعلیہ کے ساتھ

یہی امام ہی کے ساتھ مختص ہے۔ تیسرا سنت کا خلق میں قائم کرنا اور خود ہی امیر بن کرنا  
 خلیفہ ہی کا کام ہے۔ چوتھا اسکی حسن بصر سے فتن کا واقع ہونا امیر کا ہی منصب ہے۔ ساوا  
 وصف اہلہ خیر و سبق شرما شارح کہتا ہے کہ دو فضیلتیں خیر ما اور شر ما میں خلافت کی طرف  
 راجع ہیں اور اصحاب خیر ما سے مراد یہ ہے کہ اسکی حاصل کیا اس چیز کو جو خلافت میں مقصود ہے  
 یعنی اسنے عدل و انصاف کیا اور خدا تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جسکے سبب سے فواید بڑے اور نفع  
 اور شرف جلیل دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور سبق شرما سے مراد یہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت میں  
 فتن واقع ہوں اور خلافت کی وجہ سے خون ریزی ہو فوت ہو گیا یعنی اسکی خلافت میں کوئی  
 فتنہ نہیں ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی۔ اب بعد اس شرح و بسط کے  
 ایسا کون شخص ہے جسکو اس میں تامل ہوگا کہ علامہ ابن میثم کے نزدیک صحیح یہی ہے۔ کہ  
 موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو جناب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور کس کو بھی خیر  
 و بیکر اس میں شک باقی رہیگا کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول غلط ہے شرح اوصاف  
 مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن میثم کی رائی میں لفظ فلان مراد احد من شیخین سے ہے  
 اور قطب راوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہیں (۵) بعد شرح اوصاف کہ جب ابن میثم  
 نے سمجھا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفین قرار پائے اور انکو ان اوصاف کے  
 ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درجہ و برہم ہو جاتا ہے تو انہی اسکو سوال جواب کے  
 پیرایہ میں اس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ سچا شیعہ انے سوال وارد کیا ہے وہ یہ کہ یہ تعریف  
 و توصیف جو جناب امیر نے ابو بکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اس اجماع کے مخالف ہے  
 جو کہ ہم نے اس نسبت غصب خلافت اور تختہ دین منعقد کر رکھا ہے۔ پس یا تو یہ کلام جناب  
 امیر کا کلام نہیں ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلط اور خطا پر ہے اسکی بعد اسکی جواب نقل  
 کرتے لیکن چونکہ شارح کی رائی میں قابل اعتبار نہ تھی اسلیئے انکو شیعہ بن کی طرف منسوب کر کے  
 اور شیعہ کی گردن پر دھر کر فرمایا کہ شیعہ نے اسکو جواب دیے ہیں پہلا جواب تو یہ ہے کہ جاکر

کہ جناب امیر نے یہ تعریف و توصیف معتقدین صحت خلافت شیخین کے اصلاح اور ان کے قلوب کو  
 اپنی طرف کھینچنے کے غرض سے فرمائی ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ مدح تو بیخ  
 عثمان کے غرض سے بطور تعریف بیان فرمائے ہو کہ ان کا ایام خلافت میں فتنی اور ہی حاصل  
 یہ ہو اگرچہ شخص موصوف ہندہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہوا وہ ان صفات کی  
 اعتداد کے ساتھ متصف ہو۔ اہل علم و دانش و عقل والی صفت ان جوابوں کو معلوم کر سکتے ہیں  
 کہ غلط ہیں یا صحیح و ان کے شبہ رفع ہو سکتا ہے یا نہیں انہیں انہوں نے کہ انکو اختصار مد نظر ہے اور  
 خوف تطویل و اس کی وجہ سے ہم ان جوابوں کے اور انکو قائلین کے بدلائل قلمی لہو لے۔ یہ کیف  
 اگر فہم ہو تو اس سوال و جواب سے یہ بات ثابت ہو کہ شارح جو ان کے نزدیک یہ ماحو  
 مخصوص احد تخلیقیت کے ساتھ ہے اور اس سے یہ بات ثابت ہو کہ یہ سوال ہی امامیہ  
 بلکہ اثنا عشریہ کی طرف سے ہے اور جواب ہی انہیں کی طرف سے ہے کیونکہ قاعدہ ہے جو جب مطلق شیعہ  
 بولا جائیگا تو اس سے فرق اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کو یہ ان کا خود شیعہ یا ثلوثی  
 ہو تو اس وقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہوگی تو اس سے بچنے کی نیت ہو  
 کہ احد تخلیقیت کا مدوح جناب امیر باین اوصاف عشرہ عالیہ ہونا اور عشرہ اثنی عشریہ ہونا  
 اور جوابات کا دیا جانا یہ سب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ ناظرین خطبہ کی  
 شرح جو ابن سہیم نے فرمائی ہے دیکھ چکے اور اس کی شرح الشرح جو بطور بیان مطالبہ ہے  
 گذارش کی تھی وہ بھی ملاحظہ فرما چکے تو اب تہذیبی سی گذارش یہ ہے کہ یہی سن لیجئے کہ تہذیبی  
 صاحب تحفہ اثنا عشریہ ۳ نے اس کی نسبت جو کچھ تحریر فرمایا مختصراً اس کو یہی ملاحظہ فرمائی  
 اور اس کے جواب میں علامہ کسٹوری نے جو پچھ زبان درازی اور ہٹ دھرمی اور حق پرستی  
 جو شعثا و نقصب میں فرمائی اس کو یہی ذرا توجہ فرما کر دیکھو بعد اس کے کہ انصاف سے  
 فرمائیں کہ علامہ کسٹوری کا فرمانا حق و صواب ہے یا محض حق پرستی و معاداة اصحاب ہے  
 علامہ موصوف جواب تحفہ فرماتے ہیں (قولہ) و ہذا شارحین بیح البلاغت از امامیہ

و تعیین سلطان اختلاف کرده اند بعضی گفته اند که مراد ابو بکر است و بعضی گفته اند عمر الف (قولنا)  
 ان هذا الکتاب من ازمین ناصبی باید پیسید که کلام شارح امامیه گفته که مراد ابو بکر یا عمر است  
 و حال آنکه قبل از این ابی المحمّد غیر از قطب داودی کسی بشرح این کتاب شریف پرداخته  
 چنانچه ابن ابی المحمّد در اول شرح خود گفته و لم یشرح هذا الکتاب قبله فاعلم  
 الا واحد وهو سعید بن هبة الله بن الحسن فقیه المعروف بالقطب الواو ندی  
 و کان مرفقها الامامیه انتی لکم ناظرین اس عبارت کو جو کستوری نے لکھی۔ ذرا  
 شرح ابن سیم کی عبارت سے مطابق کریں اور کپہ کستوری صاحب کے دین دیانت کا شاخ و برگ  
 اور علامہ کستوری نے جو عبارت کہ لفظ حالانکہ سے لکھی ہے اس کا مطلب تو او ایاد و است  
 ہی سمجھ جوتگی کہ او کلمہ علامہ یہ کیا بے فکر فرمانے لگی (قولہ) درین عبارت سلسلہ شریعت ابو بکر  
 بعد وصف موصوف نمودہ الف۔ (قولنا) ثبت الدارۃ نقش اول این سری با ثبات  
 باید ومانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر است بعد از آن باین اوصاف اثبات  
 فضل ابو بکر باید نمود (قولہ) سمدہ توجیہات نزد ایشان نیست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف  
 در این شیعین بنابر استجاب قلوب ناس و استمالۃ عیالی خود کہ خلیفہ معتقد حسن سیرت شیعین  
 و انتظام امور دین در عہد ایشان بودند میفرمود (قولنا) این او عا کذب محض است  
 احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی سے اقتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ  
 ابو بکر موجودی بود و چون لفظ ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشانرا احتیاج سیک از  
 توجیہات نیست پس آنچہ ناصبی بعد تقریر این توجیہات از دیانات خود سر کرده از جهت  
 ابتکار آن بر فاسد از قبیل بنابر الفاسد علم الفاسد باشد (قولہ) بعضی از امامیہ چنین گفته  
 کہ غرض حضرت امیر توحید عثمان تعرض بر او بود کہ بر سیرت شیعین زلفت فرستند و فساد  
 در زمان او بسیار واقع شد (قولنا) سیک از امامیہ این توجیہ نکرده مگر ابن ابی المحمّد در  
 شرح این کلام ابن مقفار را بطرف جاودید کہ از فرق زیدیت نسبت داده چنانچہ

گفتہ ولما الجارود یتہ من الزید فیقولونہ کلام قالہ فی امر عثمان اخرجہ فخرج الذم لرو  
 النقص لا عمالہ۔ الخ۔ اب اہل دانش و انصاف سوائی التماس ہے کہ حضرت کنٹوری  
 صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن میثم سے ملا کر دیکھیں پھر اگر خود حضرت کنٹوری کا ہی  
 فرمانا محض کذب اور انکسبیین ہو تو انوکھی دیانت و انصاف پرفاتحہ خیر پڑھیں۔ بعد اسکر  
 جو کچھ ہمارے فاضل محبت نے انصاف کے آنکھوں پر چڑھی باندھ کر علامہ کنٹوری کے اقوال کا  
 کی تصدیق کے ہے اسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن میثم کی مصدق  
 قول مفتی صاحب کے ہے اور اس سے صاف و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان ہے  
 حضرت محیب جواب تو لکھتے بیٹھے مگر یہ خبر نہیں کہ کس اعتراض کا جواب دی رہی ہیں اور  
 دلیل کو باطل کر رہی ہیں یہ کس نے کہا ہے کہ یہ دلیل اس امر کے ثبوت کے لیے ہے کہ حدیث  
 میں یحییٰ لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہے پس آپ ہی اپنے علامہ کنٹوری کی طرح بے تکلی  
 فرمانے لگی اور اگر یہ اسکی ہی دلیل ہے تو بانضمام اس کے ہر کہ جب فاضل متوجہ کنٹرول  
 اسبب بحق یہ ہوا کہ لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر صیاح فصیح و  
 بیغ ہرگز ایسی عبارت نہیں کہہ سکتا کہ اسکو آپ کے قطب الاقطاب جیسی دین و دیانت  
 والے غیر محمل پر رسول کریم اور مقصود سے بعید یحییٰ دین تو اس صورت میں محیب کے  
 کلام جواب کی صلاحیت نہیں رہتی۔ دوسری خطا یہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ  
 فلان سے کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید سے  
 نقل کیا ہے۔ ہرگز ابن ابی الحدید سے ابن میثم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابو بکر مراد ہے یا عمر  
 بلکہ یہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا اور ابو بکر  
 ہی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہونکر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی مثل انہی  
 کنٹوری کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہیں کیا۔ تیسری غلطی یہ ہے کہ فرماتے ہیں  
 یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ ابتدائین قطب ہندی سے نقل کیا ہے یہی محض کذب ہے

ہرگز ابتدا میں قطب راوندی کا قول نقل نہیں کیا بلکہ اول راوندی لکھا ہے والمنقول ان المراد  
 بفسلان عمر اس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے شرح ابن میثم کو نہیں دیکھا اور اگر ابتدا میں  
 مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہیں عبارت لاحقہ کی مخالف ہے۔ چوتھی خطا یہ ہے  
 کہ فرماتے ہیں کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہ ہے کہ اولاً لا سلم  
 کہ ابو بکر و عمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نزدیک اولیٰ اور ابتدا حقیقی مراد ہے  
 نہ اضافی حالانکہ یہ محض دفع ہے چنانچہ ہم غرض کر چکر قطب راوندی کا قول ابن میثم نے  
 ابتدا میں نقل نہیں کیا۔ علاوہ ازیں صرف نقل اقوال سے یہ غرض پیدا نہیں ہو سکتی جب تک  
 کہ کوئی دلیل دلالت نہ کرے اور دلیل میں جب نظر کیا جاتا ہے تو اس کی خلاف بردالت کرتے  
 ہیں اور یہودیت کہ قول ابن ابی الجہید کا صحیح ہے اور قول قطب راوندی غلط کیونکہ قول  
 ابن ابی الجہید اس کے محکم دلیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا نفع ہونا محال ہے وہ یہ کہ اوصاف  
 مذکورہ صاف دال ہیں کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر  
 پیشتر متولی امر خلافت ہوا اور یہ امر اوصاف کو ایسا صاف واضح ہے کہ ہر شخص حکو ذرا  
 بھی فہم ہوگی سمجھ لے گا کہ سوائے خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہیں  
 ہو سکتا چنانچہ ہماری شرح اوصاف سے بخوبی ثابت ہے اور قول قطب راوندی کا اس درجہ  
 ابہام و اہمال میں ہے کہ کوئی مائل اور سکو قبول تسلیم نہیں کر سکتا اول تو خود اوصاف  
 اس سے ابا کرتے ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ جناب امیر اس کو بطور کتاب بیان فرادین اور نہ  
 ایسا شخص جو ایسا اوصاف کے ساتھ متصف ہو اس قدر گم نام ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی بھی  
 اور آپ کے قطب صاحب ہی بس اس قدر فرادین کہ کوئی شخص صحابہ میں سے تھا جو قبل  
 وقوع فتن و فات پا گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ آپ کے قطب الاقطاب و غوث الاغوث  
 آپ کے صحابہ مقبولین میں سے مثل مقداد و عمار و ابو ذر و غیرہ کے کسی کا نام فرادین اور ہم  
 ثابت کر چکے ہیں کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول قابل اعتبار نہیں۔ پس اس سے

جہل قول کو بلا دلیل دوسری اقوال مدللہ کا مبطل سمجھنا ہماری فاضل عجیب ہی کمزوری  
 شان ہے۔ سمجھنا اگر اول بیان کرتا کسی قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال لاخفہ باطل ہیں  
 تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے والمنقول ان المراد بفلان عمر۔ تو حسب قاعدہ مسلمہ  
 مجیب کے لازم آتا ہے کہ یہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ تعلیظ و تکذیب  
 قطب راوندی کو فراموشی اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود و تکذیب راوندی ہے کیونکہ  
 بعد اس کے پہلے قول کا مویہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان  
 کیا تھا کہ مراد لفظ فلان سے عمر ہے جو مبطل قول راوندی تھا اس کے مویہ دوسرے قول ابن  
 ابی الحدید کا نقل کیا تو دو نقضیں اس پر متفق ہو گئیں کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول قطعاً  
 باطل ہوا۔ پانچویں خطایہ یہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابو بکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل التزلزل  
 حالانکہ کوئی قرینہ اس کی تنزیلی ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ سابق میں کوئی قول جو اس  
 امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ابو بکر ہی نہیں ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دلالت میں کہ مراد  
 عمر میں اور یا اس پر دلالت کرتے ہیں کہ رجل من الصحابہ مراد ہے دو قول امر اول پر دلالت میں اور  
 ایک قطب راوندی کا قول امر ثانی پر پس یہ کہتے ہیں کہ ابن میثم نے علی سبیل التزلزل کہا ہے  
 سرسری غلط ہے۔ چوتھی خطایہ یہ ہے کہ فراموشی میں کہ ابن میثم نے یہ قول الزام ابن ابی الحدید  
 کو رد کی لٹی لکھا ہے نہ یہ کہ واقعی شامح اس قول کے قائل ہیں۔ کیونکہ جیسا اس قول سے  
 ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اس سے زیادہ تردید قول آپ کے قطب الاقطاب کے ہونے  
 جو بزرگ جناب شارح کے پسندیدہ تھا اس لیے کہ جو خرابی مصیبت کہ مذہب تشیع پر عمر غم کے  
 مراد ہونے سے واقع ہوتی ہے وہی مصیبت و خرابی ابو بکر کی مراد ہونے سے واقع ہوگی اور وہ  
 مثل مشہور صادق اکثر۔ قرمض المطر و وقف تحت المیزاب تو عجیب الزام ہے  
 کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تھا وہ اپنے سر پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید  
 کو الزام دینا تھا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتھ تائید کرتے اور اس کو درجہ اہمال

نکالتے علاوہ ازین اگر شارح نے یہ قول محض الزام فرمایا ہے اور خود اسکا قائل نہیں ہے  
 تو پھر شرح اوصاف میں کیوں اون معنی کو ملحوظ رکھا اور کیوں اونکی یہی موافق شرح کر  
 اور اشارہ شرح میں راوندی کے قول کے طرف کیوں اشارہ تک ہی نہ کیا پھر بعد اوس  
 جو سوال لکھا وہ یہی ہے کہ قول کے موافق لکھا اور جو جوابات دیئے وہ یہی اسی قول مطابق  
 تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعاً غلط ہے پس  
 مراد لفظ فلان کسی کوئی خلیفہ ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجع یہ ہے کہ ابو بکر ہے قطع  
 نظر اس سے ابن میثم نے اپنے مختصر شرح میں جو شرح کبیر کے بعد سترہ میں تالیف کی  
 ابن ابی الحدید کے اور اپنی قول کو ترک کر دیا اور صرف یہ لکھا قیل الزام مخرج عمر قیل بعض  
 الصحابہ من جاہل فی دین اللہ اور اس میں ہی پہلے اسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید  
 کہتا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت قوی ہے  
 لیکن عقل کے راہ سے راجع یہ تھا کہ مراد ابو بکر ہوں جسکو شرح کبیر میں بعد نقل قول ابن ابی الحدید  
 ذکر کیا لیکن چونکہ قوت نقل کو رجحان ہے اسلیئے مختصر میں اوسکو ترک کر دیا اور ابن ابی الحدید  
 کا قول کو مختصر ذکر کیا سو یہ کہنا کہ شارح نے یہ قول الزام فرمایا ہے نہ یہ کہ خود اسکا  
 قائل ہو سراسر خلافات ہے سیاق عبارت صریح اسکی مذکور ہے افسوس کہ علامہ ستوری نے  
 تو شرح ابن میثم کو نہ دیکھا تھا ہمارے مجاہد نے ہی تو دیکھا قولہ اور دلیل اسکی یہ ہے  
 کہ جو بعد تطبیق فلان برسر بیان کی ہے وہ ابو بکر ہی صادق ہے یعنی حضرت امیر نے  
 خطبہ شتیبہ میں اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابو بکر کی یہی مذمت کی ہے۔ **اقول**  
 ابن میثم نے جو بعد تطبیق فلان کو بیان کی ہے امداد اسکو وجہ ترجیح ابو بکر قرار دی ہے اگر باطل  
 وہ شریعہ ہی صادق آتی ہے تو وہ وجہ باطل ہے امداد ہرگز وجہ ترجیح کے نہیں ہو سکتی  
 اور جب وہ باطل ہو سکے اور وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی تو اسکا الزام ہونا ہی باطل ہوا کیونکہ  
 جو دلیل فلسفہ باطل ہو وہ کیا الزام کی صلاحیت رکھ سکتی ہے پھر اسکی نسبت ہماری

فاضل کا یہ فرمانا کہ یہ الزام ابن ابی الحدید کے روکی لینی ہے اور اس کے غلط ہونے کو  
 اس کے الزام ہونے کی دلیل قرار دینا حضرت کے کمال ہی خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے علاوہ  
 ازین خطبہ تشقیق کے دیکھنے سے واضح ہے کہ خطبہ تشقیق میں ابو بکر صدیقؓ کے اون امور کے  
 نسبت جو خلافت میں واقع ہوئی مذمت مذکور نہیں ہے اور عمر فاروقؓ کی نسبت ایسے امور کی  
 شکایت مروی ہے توڑی سے عبارت خطبہ تشقیق کی یہی ملاحظہ ہو۔ ومن خطبہ  
 علیہ السلام وہی المعروف بالثقیق والمقصود اما والله لقد اقصمها فلا  
 واند یعلم ان محله منها محل القطب من الرحی بخدر عنی السیل ولا یرقی الی  
 الطیر صدلت دوختا و باوطوبت عنہا کثما و طفقت اریای بنی ناصول بجد  
 او اصبر علی طحہ عیاء یوم فیہا الکبیر و شیب فیہا الصغیر و یکدح فیہا مومن حتی یلقیہ قرآن  
 ان الصبر علی ہانا احی فصیرت فی العیز قذی و فی الحلق شجاری ترائی نہا  
 حتی مضی الاول السیل فادلی بہا فلان بعدہ ثم تمثل بقول الاعشی ستان یوحی  
 علی کورھا و یوم حیوان اخی جابر فیما عجا بنیہا و لیبقیہا حیوۃ راذ عقدھا لاخر بعد فنا  
 لک ما نسطر فیہا حوزۃ حناء لعلظکامہا و یخشن سہا و یکر العنار و فیہا الاعتدال  
 منها فصاحبہا کراکب الصعبۃ لک شتی لھا حرم وان اسلس لھا تقم فعتی الناس لعمر اللہ  
 یجبط و شماس و تلون و اعتراض فصبر تسد علی طول المدا و شدۃ المجدۃ۔ انتہی بقدر

۱۔ خدا کی قسم تحقیق فلان شخص نے بزدل خانہ کا تیس سین لیا اور وہ خوب جانتا تھا کہ میرا مرتبہ خلافت میں وہ ہر جگہ کا چلی میں ہے  
 (یعنی میں ہرگز خلافت ہوں) بکسر دریا جیسے میں اور مجھے تنگ کوئی پرندہ نہیں لڑ سکتا میری خلافت کو درمیان میں پرندہ چھوڑ دیا  
 اول اس سے پہلے تھی کہ اس باب میں متالی تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جملہ کردن یا ایسی اندیشہ تیری کہ میری عمر والا بڑا پیرن  
 ہو جائے اور کہ بڑا ہو جائی صبر کردن۔ آخر یہ مای قرار پائی کہ صبر اس پر قرین نقل ہے پس میں صبر کیا حالکہ آنکہ میں تنگ و جلیق میں  
 غم کے ترشکرتی کہ اپنی میراث کو شاد بچیتا تھا مانتا کہ پہلے نے اپنے زاہلی اور اسکو اپنی بعد فلان کیلوت ڈال گیا پریشی کا قول  
 بیلا اثر ہے۔ جراثیق سوا مدین میں اور شہر کے گواہ پر ہوں اور اسد نہیں حسین جابر کے یہاں حیوان کا مذہم ہوں پس ای ہو  
 تعجب ہے کہ وہ اپنی زندگی میں خلافت سے استعفا دیتا تھا اچانک اپنے مرے کے بعد دوسری کے پیر او سلی گرہ نہی کر گیا۔ سخت  
 محبت میں جسکا زعم کرا ہے اور اس کبر و برا ہے اور غرض امد اس سے مذہبیت ہی خلافت کے ہا کو نکاحہ سبنا  
 نہایت دشوار ہے۔ یہ خلافت کا صاحب مثل ماہند زور او شتی کے سوار کے ہی اگر ہمارے ہمارے تو ناک پیٹ جائی اور وہی جیڑوی تو  
 نہ ہو میں گن

————— عاقل اس عبارت میں شامل فرماوے کہ ابن میثم نے جو لکھا ہے اقول ارادۃ  
 لابی بکرا شیبہ من ارادۃ عمر لما ذکرہ فی خلافتہ عمر و ذہابہ فی خطبہ ہا المعروفة  
 بالثقیفۃ۔ اس عبارت سے کیسا صاف واضح ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ غلیظ  
 الکلم خشن الطس ہے اور اوس میں بکثرت لغزش ہے اور اوس کو وجہ سے لوگ خطا اور ٹھاس اور تلون  
 اور غرض میں مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اند کوئی برائی اور قباحت ذکر نہیں فرمائی  
 اور اسی کی طرف ابن میثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ اس وقت کہ شام الیہ افسوس کہ نہ  
 آپ نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ ثقیفہ کو دیکھا اور یوں ہی آپ کچھ سے  
 کچھ فرمائے لکھ کر آپ فرما دیں گے۔ کہ میں تو فارسی خوان تھا میں خطبہ ثقیفہ کو جس میں لغات  
 و شبہ غیر مانوسہ پھری ہوئی ہیں اور شرح ابن میثم کو جو بزبان عربی ہے کیونکر دیکھ سکتا تھا  
 پس اچکا بھور اگر لکھ کر فرمانا کہ اگر عمر کے مذمت اوس میں ہے تو ابو بکر کے ہی ہے اس بناء  
 پر ہے کہ نہ اپنے شرح ابن میثم کو دیکھا اور نہ بیح البلاغت کہو لکھ دو چار سطریں خطبہ ثقیفہ کے  
 پڑھی سو اس کو یہی اپنے دیانت و انصاف کہ ہے میں اس طرح فرمایا بیجا زیادہ تو کیا عرض  
 کروں۔ **قولہ** بلا نقر دقین مرشد ہے کہ یہ کلام مقام استہزار و تمسخر میں ہے کہ عمر تو نہیں  
 میرے نزدیک تو ابو بکر اس سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ ثقیفہ میں حضرت نے مذمت  
 فرمائی ہے گویا تمہارا یہ ہے کہ اگر ابو بکر کے وہاں یہی مدح کے ہی تو بیان ہی مدح کی ہے  
**اقول** جب میں دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہیں فرمائیں نہ کہتا  
 کو دیکھیں نہ بیاق عبارت کو ملاحظہ فرمائیں خدا کے لیے کوئی شخص اہل انصاف سے باری  
 فاضل مجیب کے اس جواب کو عبارت بیح البلاغت سے مطابقت کر کے دیکھیں اور حضرت کو  
 ان کی فہم و انصاف و دیانت کی داد دیں۔ جن حضرات کی نظر ذہن کی یہ کیفیت ہو جسکو  
 اپنا مرشد اور مادی بنا رکھا ہے تو وہی بر حال اس نظر کے جو کہ محض سرسری ہوگی تعجب ہے  
 کہ اگر ابن میثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھ استہزار و تمسخر نظر آتا تو اس کی قول میں سے

عثمان کو کین اختیار کیا بلکہ اگر عمر کے مراد لینے کا استہزاء کرنا مقصود تھا تو بمقابلہ اوسکو  
امیر مغویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مراد نہیں کیونکہ خطبہ شمشقہ میں انکی ہمت  
کی ہے امیر مغویہ مراد میں تو استہزاء نہایت درست ہوتا اور جب ابوبکرؓ بہ نسبت عمرؓ کے ہمارے نزدیک  
بہی بہتر ہیں کہ بزرگ شیعہ جو کالیف و مصائب کہ طہیت کو خلافتیں اولیٰ میں عمرؓ کے ہاتھ سے  
پونچھ کر ابوبکرؓ کے ہاتھ سے اوسکا عشر عشر ہی نہیں پونچھا تو اسکی حالتیں ابوبکرؓ کی مراد ہونے کو  
استہزاء و سخو پر محمول کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ان میں واضح ہے کہ شارح  
ابن میثم نے اپنے شرح کے ابتداء میں وعدہ سوکہ با بیان غلط یاد کیا ہے کہ اس شرح میں  
بخروج کے کچھ نہ لکھونگا تو کیا وہ وعدہ یہاں فراموش ہو گیا کہ خلاف حق ابوبکرؓ کے مدح کے  
قائل ہو گئے۔ اور کہاں تک تسخو اور استہزاء سمجھیکا۔ شارح ابن میثم نے دوسری جگہ نقل کیا کہ  
کہ جناب امیر نے جناب شجین کے نسبت بخواب خط امیر مغویہ کے تحریر فرمایا۔ و لجمہی ان  
مکانہما فی الاسلام عظیم واللہ تعالیٰ فی الاسلام مجرح شدید۔ گویا یہ تمام حصہ شرح  
ان دو جملوں کو ہے چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں پس اگر بیان تسخو و استہزاء میں کچھ  
کر ساتھ ہے تو وہ ان کس کے ساتھ تسخو فرمایا جو اسے جامع تعریف فرمائی اور نیز کہیں بول کر ہم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع و بصر سے تشبیہ دی گئی کہیں نوح و ابراہیمؑ کا مثل کیے گئے تو کیا  
یہ سب آپکی روایات تسخو اور استہزاء ہی ہیں۔ حضرت میر صاحب یہ تسخو اور استہزاء نہیں ہے  
بلکہ خود آپ مصداق اس آیت شریفہ کے ہیں اتخذتموہم سخرا حتیٰ انکم ذکرہی  
خدا تعالیٰ آپکی دیدہ بصیرت کہو لہ سے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرمادی  
تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ واقعی مدح ہے یا تسخو اور ہر خواجہ جعفر اوصاف و محامد جناب امیر  
رضی اللہ عنہ کے نسبت مروی ہوئی ہیں اسیلح خواجات دلائل سے باطل کرتے ہیں اور تسخو  
اور استہزاء میں اوڑھنے میں اوہ آپ حضرات میں کہ شیخین کے محامد نقائل کتب تسخو اور استہزاء  
پر محمول فرماتے ہیں ہمارے نزدیک وہ ہی ہوتے ہیں اور آپ ہی اپنی دعویٰ میں سچے نہیں

پس راہ نجات اور صراط مستقیم وہی ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور وہ کسبہ اللہ بہشت کا  
 طریق تو یہ ہے **التمس علیہ جینی وعلیہ استی و فی نہر موتہم احشرہ فی یوم یبعثون**  
**قولہ** خصوصاً ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شقیہ کا ہے اور کہتا ہے  
 کہ وہ بے شک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور اس میں مذمت ثلثہ موجود ہے  
 ایک جگہ مذمت کرنا اور دوسری جگہ اسکی صریح کرنا صریح تناقض ہے اور مقابلہ ابن ابی الحدید الزام  
 بہت ٹیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن ہشیم کا یہ معصود تھا کہ ابن ابی الحدید کو الزام  
 دیو تو صریح کہنا چاہیے تھا کہ یہ غلط ہے اور مخالف خطبہ شقیہ کے ہے جو کہ ابن ابی الحدید  
 نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز واجب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کا جواب دے  
 مراد ہونی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جب اسکو باطل نہیں کیا اور اسکی دلیل کا جواب  
 نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اسکی موافق اور اوصاف کا معنی خلیفہ کو قرار دیا  
 تو اسکو کیونکر الزام پر حمل کیا جاسکتا ہے علم مخصوص جبکہ یہ الزام خود کذب و دروغ ہو  
 اور منہی اس الزام کا ایسی دلیل ہو جو ادنیٰ بیان نہ کی ہو غرض کہ یہ صریح پر اسکا الزام  
 ہونا ٹیک نہیں ہے اور نہ مستحکم استہوار ہونا اور اگر ابن ابی الحدید کے لیے یہ الزام ہے تو اس  
 قول کو آپ کیا کرنگر جو سب سے اول نقل کیا ہے **والمقول ان المراد بفلان عمرہ** نیز مختصر شرح  
 میں تو بخز دو نو قولوں کو اور کچھ لکھا ہے نہیں اور میں ہی اول اسکو ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے  
 موافق قطب راوندی کے قول کے ابطال کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے **قیل** ابراہیم مدح  
 تو بیان نہ مستحکم الزام ہے بیان تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے عمر مراد ہیں  
 پس یہ صریح اسکو الزام ہونے کو کذب ہے اور یہ نہ مستحکم استہوار ہونیکو باطل کرتا ہے  
**قولہ** اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکو قائل ہی ہوں تب ہی کچھ صریح نہیں بطور رحمۃ اللہ علی  
 القیاس الاول ہو نہ اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت  
 امیر صاحب انوس کہ آپ نے تو خلفا ثلثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں فہم و انصاف

دین و ایمان کو خیر باد کہہ کر رخصت کر دیا۔ پہلا کچھ تو عقل و فہم و ایمان و انصاف ہی کا کام لیا جاتا  
 اگر شایع اس امر کی دفعۃً کے قائل ہوں تو کیا یہاں بصفات جو مشابہہ کمالات نبوت کے ہیں  
 بلکہ چشمہ نبوت ہی فاضل ہوئی ہیں۔ جسکو اندر پائی جاتے ہیں بروی عقل و ایمان کے مصداق  
 مثل ستمجن۔ رحمۃ اللہ علیہ النباش الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی راستی پر  
 لاوی اور انکی امر من نفسانیہ کا علاج کر کے انکو ملاکت دائمی سر نجات دیوے سنت کو قائم  
 کرے اپنی صن مذہب سے فتنہ کو نہ اڑھن دے برائیوں کی چرک سے نقی الثوب سلیم العرض دنیا سے  
 رخصت ہوا ہو قلبی عیب ہو۔ خلافت کی زیر مظلوم کو جو عدل و اقامت دین سے جس  
 مستحق ثواب جزیل کا آخرت میں اور ثمرت جلیل کا دنیا میں ہونا ہے پھر و خج چکا ہو۔ خلافت کے  
 شر سے محفوظ رہا ہو۔ خدا کی اطاعت بجا لایا ہو۔ اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا ہو اور سکریبہ  
 لوگوں کا یہ حال ہو کہ جہالتوں کی شاخ و در شاخ راہوں میں ایسی پریشان ہوں کہ نہ گمراہ راہ یاد  
 ہو سکے اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یافتگی کا یقین ہو سکے تو ایسے شخص کے نسبت کوئی ایما نذر  
 کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس بیح مثل کا ہے۔ ذرا تو انصاف کی آنکھیں کھولو۔ اگر امین  
 تو انکی آنکھیں کھول ماور انکو ہدایت فرما۔ انک فریب مجیب۔ پھر بفرض محال اگر یہ کفر صحیح ہو  
 تو اس قول کے نسبت جو آپ کے بزرگوں ہی سے ابن میثم نے ابتداء میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہر  
 والمتقول ان المراد بفلان عمر و مختصر میں فرمایا ہے قیل ارادہ مرع عمر کیا فرمایا گناہان تو  
 نہ الزام ہے نہ تسنوی عرض اس عبارت کو الزام پسو پر معمول کرنا مصداق مثل الغریب  
 یثبت بکل حیثیت کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت اسجد ایسے برویات میں گزرتا  
 ہیں کہ مفرد مخلص نہیں سوچتا ناچار بے ڈنک رہتا پناہ دیتے ہیں قال الفا ضل  
 النجیب۔ قول۔ بلکہ بعینہ اس جواب کو منع۔ اقول۔ ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہے  
 لیکن امیہ کو اس جواب کی حاجت نہیں جیسا کہ جاب مغنی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے  
 اسلیو کہ انکی کتب میں اس روایت میں ابو بکر یا عمر موجود نہیں بلکہ لفظ فلان ہی ہے لاسلم کہ

ابو بکرؓ مراد ہوں کیون نہیں جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہوں اور علیؓ النضر اگر دیکر یا عمرؓ مراد ہوں تو معمول علیؓ وجہ استفہام جیسا کہ قول شارح علیہ الرحمۃ جازان یہ کون الخ۔ اس جواب کی تنزیلی ہونے پر باوجود بلند پکار رہا ہے پس تنزیلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب سمجھنا آپ کو خاتم المتکلمین یا صاحب آیات بنیات کی خوش نہیں ہے یہ قول العرب الفقیر الی مولانا الغنی جناب میر صاحب یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ بعض شیعہ سے نقل کیا ہے یہ محض آپ کا کذب و افتراء ہے ہرگز نہ کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو بعض پر دال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دال ہیں کہ یہ سوال و جواب تمام اہل شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہیں کیونکہ اس عبارت میں واعلم ان الشیعہ اور وہ ہمناسوا لافعالوا ازھنہ المادح التي ذکرھا علیہ السلام حتی احدی الرجلین تنافی ما اجمعنا علیہ من تخطیبتھم واخذھما منصب الخلافۃ فاما ان لا یكون الکلام من کلامہ علیہ السلام او ان ینکوز اجماعنا خطا اثر اجابوا من وجہین لفظ ما اجمعنا علیہ او ان ینکوز اجماعنا خطا صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ سوال تمام شیعہ کی طرف سے ہے جو شیخین کے تخطیب کے اجماع میں شامل ہیں مسلوق شیعہ کا اجماع بیان کرنا دلیل صریح اور سکر عموم شمول کی ہے پس یہ آپ کی اور آپ کے گنت توری صاحب وغیرہ کی خوش نہیں ہے کہ اس سے بعض شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہیں اور گبر و دار اہل حق سے قرار کر کے اس اجماع سے جو مبنا علی اصول مذہب ہے دست بردار ہوتے ہیں فاعتبر وایا اولی البصائر علاوہ ازیں اس سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ اولاً ابن ہشیم نے لکھا ہے۔ والنقول ان المراد بفلان عمر دوسرے وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول ارادۃ لابی بلکہ اشبہ من ارادۃ عمر تیسری وہ ہے جو کہ شرح لے اور جان کی جگہ شیعہ سوال دار کیا ہے کہ میں یہ مدح جو حضرت علیہ السلام دونوں شخصوں کو بکر و عمر میں سے ایک کے حق میں فرمائی، اور سکر مخالف ہے جس پر سنیوں کو خطا کی طرف نسبت کرنے اور منصب خلفتہ چھین لینے سے اجماع کیا ہے پس یا تو یہ کلام حضرت علیؓ کا کلام نہیں یا یہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے۔ پہرا سکا اور ہونے اور طرح پر جواب دیا ہے ۱۲۔

اوصاف مذکورہ میں اوصاف کی محال کو ایسی شخص میں منحصر و متعین کیا کہ غیر خلیفہ کا جمال  
 قطع ہو گیا اور یہ تینوں امور ظاہری کہ بنیادی اعتراض بعض شیعہ غیر امامیہ پر نہیں ہے بلکہ ان  
 میثم نے یا اپنا مسلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سے نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی  
 کی اکابر یہ فرمائی کہ مطلق لفظ شیعہ سے امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہیں بلکہ اگر آپ تنہا فرمایا  
 تو یہ ہی ثابت ہو جائیگا آپ کے اکابر تصریح فرمائی ہیں کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی  
 نہیں۔ چنانچہ ان ہی آپ کے حضرت علامہ کنستوری کی نسبت ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ  
 فرمایا ہے کنستوری در سیف ناصری و آنچه در بارش بحسب دوق در مقابلہ شدہ علماء و  
 کردہ ثابت نمودہ باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقہ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر اثنا عشریہ  
 پس جب لفظ شیعہ عنہ الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہیں ماسوا امامیہ جمیع کوا شیعہ سے کوئی طائفہ  
 عنہ الا امامیہ شیعہ نہیں تو اسلئے اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لامحالہ مراد اس سے  
 امامیہ ہونگے اور آپ کا اور آپ کی کنستوری صاحب کا فرمانا کہ بعض شیعہ سے ماسوا امامیہ مراد ہیں ہر  
 لغو اور باطل ہو گا اور علامہ کنستوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جواب کے حاجت نہیں غلط ہو گا ہند  
 سلمت شیعہ غیر امامیہ مراد ہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ توجہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہیں  
 فرع اس امر کے ہی کہ یہ روایت اولیٰ کتابوں میں موجود ہو اور جب تک یہ ثابت نہ کریں اس وقت تک  
 اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کس طرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا بیج البلاغ  
 میں لکھنا ان فرق پر محبت نہیں ہے اور یہ کہنا کہ امامیہ کو ان توجہات کی ادسوف حاجت  
 ہی جبکہ اولیٰ روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر ہو آپ کی اور آپ کے علامہ کنستوری کی غلطی ہے اگر بالفرض  
 آپ کی روایت میں لفظ ابو بکر یا عمر بجای فلان ہو اور آپ کے اکابر علماء ہی نے تصریح کی ہو یا نہ  
 وہ اوصاف ہی یقیناً مبہم پر اس طرح دال ہوں کہ عرف ابہام و شرکت کی قطع ہو گئی ہو تو تب  
 ہی یہ کہنا کہ ہمارے حجاج جواب نہیں محض جواب سے پہلے ہی اور غلط سمجھا جائیگا طے ہے  
 تا شاہد ہے کہ علامہ کنستوری نے توجیہ متصلا حنا سے و اجلاب قلوب کو یہی کذب ہی قرار دیا

جیسا کہ توجیہ توبیح عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہمارے فاضل مجیب توجیہ بہت صلاح  
 کر شیعہ امامیہ کی طرف سے ہونی کی تشریح میں اور فرماتے ہیں کہ اگر علی التمثیل ابو بکر یا عمر مراد ہوں تو معمول علی  
 وجہ الاستصلاح جیسا کہ قول شارح جازانہ کے اس جواب کے تنزیلی ہونی پر باوجود غیب  
 پکار رہا ہے ہمنے مانا تنزیلی سمجھ لیکن علامہ ستوری کا یہ فرمانا کہ این ادعا کذب محض است بہت  
 سامی کذب محض ہوا۔ رہا اس جواب کے تنزیلی ہونے کی نسبت اول آپ تمام عبارت ابن مہتمم  
 دیکھیے اور پھر کسی عاقل منصف سے دریافت ہی کیجئے اور اس کے بعد کچھ فرمائیے **قال الفاضل**  
**المجیب**۔ قولہ بعد اس کے صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وبعض از امامیہ چنین گفته اند  
 کہ غرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توبیح عثمان و تعریض بر او بود۔ اس کے جواب میں علامہ ستوری  
 فرماتے ہیں۔ یہ ایک الزامیہ ابن توجیہ نگروہ الخ بجواب اس کے صاحب آیات بنیات سلمہ فرماتے ہیں  
 لیکن یہ جواب علامہ ستوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اور اس کو ہی ابن مہتمم نے نقل کیا ہے  
 اقول۔ اگر غرض یہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ بے فروغ ہے شرح ابن مہتمم  
 موجود و کثیر الوجود ہے کہیں لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے کل شیعہ  
 اس کے قائل نہیں ایسی کہ قول قطب راوندی خود پہلے نقل کر چکے ہیں اور یہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے  
 مراد امامیہ ہی ہوں امامیہ انصاریہ میں یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی  
 یہی غرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے جس میں امامیہ ہی داخل بلکہ حسب ادعائی طائفہ فرد کا ل میں  
 اور یہ دروغ نہیں ہے دروغ یہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے  
 شرح ابن مہتمم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اور میں کہیں لفظ بعض کا نام و نشان ہی نہیں  
 جبکہ غم اجابوا کے ضمیر اذن شیعہ کی طرف عائد ہے جو ماقبل میں مذکور ہیں اور جو خطبہ شیخین کے  
 اجماع میں شامل ہیں اور جن کو مذہب پر سوال دیا ہوتا ہے تو مجیب ہی وہ ہی ہوتی اور ان سب میں  
 بیش دست بزرگ خود امامیہ اثنا عشریہ میں جو عند الاطلاق مراد ہوتے ہیں تو سوال اور جواب  
 اکثر شرکت سے پہلے ہوئے۔ علی الخصوص جبکہ آپ کے علماء نے تصریح کی ہو کہ لفظ طلاق کے

ایو بکریا کسٹر مراد ہیں اور یہ امر خود بدیہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک نول میں منفرد ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہیں ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہ ہو۔ پس یہ کہنا کہ یہ ضرور نہیں کہ شیعوں سے مراد امامیہ ہی ہوں بالکل دہلیات ہیں بلکہ محالہ لفظ شیعوں سے اسجگہ مراد امامیہ ہو کر **قولہ** اور نیز یہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علی تحقیق اور یہ بات ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر جواب کسی فرقہ کی طرف سے دی جاتے ہیں کوئی اور کو اصل جواب اس فرقہ کا نہیں کہہ سکتا اگر بالفرض شیعوں سے امامیہ ہی مراد ہوں تب ہی یہ اصل جواب نہیں ہے اسلی علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ ہیکل از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل سبب درست ہے **اقول** اقوال سابقہ میں اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزلی ہونے کا ابطال ہم بیان کر چکے ہیں قطع نظر اس سے کوئی قرینہ عبارت میں اسکی تنزلی ہونے پر دلالت نہیں کرتا پس اسکی نسبت تنزلی ہونے کا دعویٰ بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہ جواب تنزلی ہو تو ہی علامہ سنوری کا یہ فرمانا کہ ہیکل از امامیہ این توجیہ نکرده بالکل کذب و دہش ہی کیونکہ یہ محض اس توجیہ کے وجود سے انکار ہے حالانکہ اسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے تو مطلق یہ کہنا کہ ہیکل از امامیہ این توجیہ نکرده دروغ ہوا۔ جواب فرماتے ہیں اگر یہ ہی مدعا تھا تو آپ کے علامہ یہ فرماتے ہیکل از امامیہ این توجیہ نکرده الا ابن شیم کہ علی التنزل بیان کردہ مطلق انکار سے استفادہ ہوتا ہے کہ یہ توجیہ نہ علی تحقیق نہ علی التنزل بیان نہیں کیجیں ثابت ہوا کہ شیعوں کی امامیہ ہی مراد ہیں اور یہ جواب تنزلی نہیں اور اسکی نسبت علامہ سنوری کا انکار سراسر غلط اور کذب ہے۔ **قولہ** یہ ہی واضح رای عالی ہو کہ شارح ابن شیم علیہ السلام حکیم شربین اور یورو محاکمہ احوال مختلفہ عام شیعوں کی بلکہ اپنے دہشت میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں بلکہ اگر فرض کر کے اپنی سمجھ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہیں یہ آپ کے خاتم المتکلمین کی سمجھ کی خوبی ہے کہ انکو اصل تحقیقی جواب سمجھ کر الزامات نقل کرتے ہیں **اقول**۔ ظاہر اس عبارت سے مقصود اثبات عدم توثیق ابن شیم نظر ہے

اور یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ رطب و یابس اقوال مختلف عام شیعوں کو نقل کرتے ہیں اور اپنی دلائل میں جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہیں اس کو فرضاً یعنی کذباً و افتراءً شیعہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی سمجھ کے موافق اس کا جواب لکھتے ہیں تو ایسے اقوال اور ایسے شخص کے اقوال الزاماً نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا خاتم المتکلمین کے سمجھ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت یہ دعویٰ محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور ان کے شرح کی نسبت متناقضات بیان کی ہیں ان کے خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ محب حبیب کے نزدیک سب کذب و دروغ ہیں ابن میثم کے علم و مرتبہ کے تو یہ حالت ہے کہ آپ کے قاضی شوستری نے مجالس المؤمنین میں اس کے تجربہ اور حکمت پر آپ کے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور شرح کی حالت یہ ہے کہ شارح نے اپنے شرح خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد موقوف کیا ہے کہ سوائی حق کے کچھ نہ کہوں گا اور باطل کی طرف ہرگز میں نہ دوں گا اور یہ اس لیے کہا ہو گا کہ دیکھا عموماً علماء شیعہ تعصب میں اگر نصرت حق چھوڑ دیتے ہیں اور اس کی عبارت یہ ہے و شرعت فی ذلک بعد ان عاهدت اللہ سبحانہ ان لا یفرقہ مذہباً غیر الحق ولا ارتکب ہویاً لراحۃ احد من الخلق اور اگر آپ تتبع فرماویں تو معلوم کریں کہ آپ کے بعض علماء اپنی فہرست علماء میں یہ بھی لکھا ہے ومنہم الشیخ الحسن المیثم بن علی بن میثم البجری مصنف شرح نہج البلاغۃ و تحقیق از ینکتب بالذہب علی الاحدق لا بالجر علی الاوراق پس جس مصنف کا یہ مرتبہ ہوا اور مصنف کی یہ حالت ہوا اس کو عدم توثیق کوئی کوئی بیان کر سکتا ہے۔ حضرت مجیب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرما دیں گے کہ شکنجہ ابحاث اہل حق میں یہاں تک تنگ آئی کہ راہ فرار جہات مستہ سے مسدود پا کر انہی معتمد علماء کے

ابن میثم نے شرح نہج البلاغۃ کے خطبہ میں خدا کے ساتھ عہد موقوف کیا ہے کہ سوائی حق کے کچھ نہ کہوں گا اور باطل کی طرف ہرگز میں نہ دوں گا۔

لے اور میں نے اس شرح کو شروع کیا بعد اس کے کہ خدا سے عہد باندھا کہ جو مذہب حق کے دوسرے مذہبوں سے نکلے گا اور جس میں سے کیسی برکات کی وجہ سے خواہش نفسانی کو اختیار نہ کرے گا۔ ۱۲ لے منجسہ لوگوں کو شیخ حسن میثم بن علی بن میثم بجزانی شرح نہج البلاغۃ کا مصنف ہے اور انہوں نے ان کی ویو پیر سولنے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے نہ کاقدون پر سیاہی سے ۱۳۔

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور انکو حاطب السبیل قرار دینے لگی۔ تو جو امر ایسے شخص کے ہونا  
 سر ثابت ہوگا اور جو اقوال ایسی سنت شخص کے ایسی موقوف اور معتد کتاب میں درج ہونگے  
 اہل حق اور الزام دینے میں کیوں درین کرینگے۔ اور ایسی معتدہ نقول سے کیونکر الزام تمام  
 ہو سکتا الزام اول ہی مور سے ثابت و تمام ہوتا ہے کہ جکی نسبت خصم اعتراف کرے  
 اور اسکو لے مضر اور اہل حق کے لیے مفید ہو اور بیان بحمد اللہ ایسا ہی ہے کہ شارح ابن قیم  
 کو نزدیک لفظ فلان کو مراد یا ابو بکر ہے چنانچہ اسکی عبارت کو صاف واضح ہو اور ہم یہی  
 اسکی عبارت سے ہویدا ہے کہ اسکو نزدیک قول روندی پسندیدہ نہیں اور نہ اسکی طرف  
 اسکو میلان ہے تو اس صورت میں ہمارا الزام بحول اللہ وقوتہ ناممکن ہے اور آپکا اور آپکو کتوری  
 صاحب کا انکار نا واقعی ہے یا عناد۔ قول یہی سبب کہ شارح علیہ الرحمہ نے  
 واعلم ان الشیعة قد اوردوا هذا سوال الخ میں بطور محاکمہ فرض تسلیم قول نقل کر کے  
 اسکو جواب لکھتے ہیں ورنہ آپ ہی فرمائی کہ اگر اس سے مراد شیعہ امامیہ ہیں اور شارح کی تفسیر  
 ہے تو کوئی شیعہ نے فلان کو ابو بکر یا عمر یا ان دونوں میں سے ایک مراد لیکر یہ تو ہمیں کہیں  
 میں آخر جو شارح علیہ الرحمہ لکھتے ہیں تو کسی کتاب سے کہتے ہیں یا یوں ہی خیالی گہری  
 دوڑا رہے ہیں اور شروح انج البلاغت ہی موجود ہیں اگر یہ قول شارح کا تحقیقی ہو تو چاہی  
 کہ اور کتابوں میں ہی یہ تو ہمیں نہ کوہوں و نہ زبانی دعویٰ کون سنتا ہے **اقول** اگر یہ  
 ہمارے فاضل مجیب کے رای میں محاکمہ کو علی سبیل الفرض تسلیم ہی سمجھتا ہم محاکمہ کی ضرورت  
 کہ حکم ایک شخص ثالث ہو یا نہ ہو کہ ایک محاکمہ کی نسبت ایک شخص کی صحت پرستل ہو اور اسکو  
 کوئی شخص اسکا نقض و ابطال کرے۔ تبسرا شخص اول و دوم خصمین میں قول فیصل لکھکر  
 حکم ہو سکتا ہے اسطرح مانع فیہ میں ہی ہماری مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک عاقل و بالغ  
 اور عباد اسکو اسپر خصمین بخویر فرمائیں پھر ان دونو خصمین کے لیے شارح ابن قیم کو حکم  
 قرار دیکر فرمائیں کہ اسکا یہ قول فیصل اس نزاع میں وارد ہے جب ہم یہاں پہنچ گئے ہیں

تو واضح ہوتا ہے کہ اول شارح ابن میثم نے بطور نقل کے بیان کیا کہ لفظ فلان سے مراد وہی  
پیرا دہی سے نقل کیا کہ ایک شخص مجہول الاسم دوسری صحابہ میں سے مراد ہے پیرا دہی سے مراد  
نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ معلوم ابو بکر و عثمانؓ میں تو عمرؓ  
مراد ہو گیا پیرا دہی کے نسبت عمر کے ابو بکر کا مراد ہونا اشتباہ محض ہے ظاہر کے بعد اسلی  
شرح اوصاف بیان کر کے شیعہ کی طرف سے اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد  
ابو بکر یا عمر بن پیرا دہی کی طرف سے دو جواب نقل کیے تو اب فرمائی کہ محاکمہ شارح نے  
کیا کیا۔ اور خصمین کون کون ہیں۔ اور قول فیصل کونسا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے  
اگر یہی ہی دو جواب قول فیصل میں تو قطع نظر اس سے کہ فیصل اپنی طرف سے ہی ہوتا ہے  
تمام الزامات کذب و دروغ کے جو خاتم المحدثین کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ سب ایک اعتراض  
کذب و دروغ ہو گئی مگر اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ فیصل میں  
کہنا امر غلط اور ناواقعی ہے۔ اب رہا ہمیں یہ سوال کہ اگر یہ بطور فرض تسلیم محاکمہ نہیں ہے  
اور واقعی نقل ہے تو متاؤ کہ یہ کہاں سے منقول ہے اور کس شیعہ نے لکھا اور کس کتاب میں مذکور ہے  
کیونکہ اگر تحقیقی ہے تو لامحالہ یہ تو حیدر بن کتاب میں مذکور ہو گا ورنہ زبانی دعویٰ کون سنتا ہے  
سوا اہل علم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا ہمیں کیا موقع تھا نقل تو آپ کے ابن میثم  
فرمایا اور آپ سوال ہم سے کریں سبحان اللہ حضرت میر صاحب فراموشی کے بائیں کیجے  
ہم کو اس سے کیا غرض کہ آپ کے فاضل متبحر حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بول دیا جیسا دوسرا ایک  
امر کو نقل کیا۔ پس ہمارے یہی حجت ہو چکا خواہ فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہ ہو اور کسی نے  
لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب میں مذکور ہو یا نہ ہو ہماری حجت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا  
اور آپ کے کسٹوری کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کینی نہیں لکھا تو یہ آپ کے فاضل متبحر  
حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہو کہ خلاف واقع اپنے بزرگوں پر افترا بانہی میں اور  
اور انکی طرف وہ امور منسوب کرتے ہیں جو انہوں نے فرمائی نہیں لیکن یہ طریقہ کچھ نیا نہیں

بلکہ یہی علم شیعہ کا یہی ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ ۱۲ پر افترا باندھ چکے ہیں اور ائمہ نے  
 انکی تفصیل و تذبذب فرمائی ہے تو اگر شارح ایسا کیا ہو تو کچھ خلاف قوم کے نہیں کیا۔ بہر حال  
 شارح کا لکھنا ہمارے لیے ثبوت مدعا میں کامل محبت ہے کیونکہ جب ایسی بڑے مفت دار شیعہ  
 امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ خصم  
 کو لیے محبت ہو گیا پس اسکی نسبت آپکا یہ فرمانا کہ یہ خیالی گھوڑی دوڑا کر میں اور زبانی دعویٰ  
 کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہے۔ لیکن آپ جعفر چاہین اور سپر تبرا پڑھیں جتنی  
 چاہیں گالیاں دیں اب الزام اوٹھنا محال ہے۔ علاوہ لڑین میں کہتے ہوں کہ کیا ضرور ہے  
 اگر یہ تحقیق ہو تو کتابوں میں ہی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ ان علماء امامیہ نے جو معاصرین  
 ابن میثم تھے درس تدریس یا بحث گفتگو کے وقت یہ اعتراضات کیے ہوں اور یہ توجہات  
 زبانی کی ہوں۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے اوسنی اپنی شرح میں درج کر دیا ہو اور کیا ضرور ہے  
 کہ اگر یہ اعتراضات و توجہات شروع میں مذکور ہوں تو ہم یا آپ تک انکی مطالعہ کی نوبت  
 آوی آخر فاضل دہانسی نے اپنی شرح میں جو کچھ لکھا ہے اور اپنی نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے  
 اوس سے ہی یہی مدعا تقریباً ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل دہانسی کی ہم قریب نقل  
 کرائی ہیں۔ اور علاوہ اسکی اور ہی شروع و تراجم اسکی میں اگر آپ کو تصدیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو  
 انکو تلاش و تتبع کبھی ورنہ آپکو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف  
 ابن میثم کا لکھ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے ہر کسخت و تعجب حیرت ہے کہ آپ ابن میثم کلمہ  
 قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہر پوچھتے ہیں اور قطب راوندی کے اوس قول کو  
 جو آپ کے نزدیک مسیح و مسلم ہے انکے کچھ لکھ نہیں دیکھتے کہ اوس میں کیا ابہام و اہمال ہے کہ جکا کچھ  
 انتہا نہیں وہ فرما سنے میں کہ مراد ایک رجل صحابہ سے ہے جکا نہ کچھ نام ہے نہ نشان ہے  
 اب ہم اسکی نسبت پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے جسکی ایسی صفات کا ملہ جناب ہیر نے  
 بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہیں ہو سکتا جسکو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

شخص معلوم ہے تو متعین کر کے بتلائی یا اپنے قطب الاقطاب سے دریافت کیجور نہ تھا  
 معلوم ہوگا کہ آپ کے قطب الاقطاب نے الزام کے خوف سے عقلی گھڑی دوڑا لی ہوگی تو ایسی زبانی  
 باتیں جب آپ پر ہم ذہب اور متبع ہی نہیں سنتی تو ہم کب نہیں کہے قال الفاضل بحسب  
 قولہ۔ اور اس پر بحث میں صاحب تحفہ فرماتے ہیں ولقد اثار حین انج البلاغت از امامہ در تعین  
 ائمان خذت کردہ انہ بمعنی گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ اند عمر است اس جواب میں  
 علامہ سنوری چھٹا کر فرماتے ہیں۔ ان ہذا لافک میں۔ ازین مابھی باید پرسید کہ امام  
 شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است۔ بجواب اس کے صاحب آیات بیاسیہ نقل عن خاتم السکونین  
 رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بحاکم نہایتان عظیم۔ زیرا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بحر نے مستند  
 انج۔ اقول۔ آپ کے خاتم السکونین کے اس قول نے فیصلہ ہی کر دیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت  
 میں کتب لفظ فلان ابو بکر نہیں ہاں اس کے مرادی معنی میں بتقدیر تسلیم و تنزل احتمال ابو بکر یا عمر  
 لکھا ہے پس جناب مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجای لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ  
 میں اسکا انکار نہیں کیا کہ معنی مرادی احتمالی میں یہی علی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے  
 یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی۔ سخت حیرت اور نہایت تعجب ہے  
 کہ آپ ایسی سلیس اور سہل عبارتوں میں ایسی فاحش غلطیاں کرتے ہیں۔ اسی اہل سہو و غفلت و اضمحلال  
 و دل خدا کے لیے ذرا ہمارے عجیب سبب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرمادین جس سے صاف معلوم  
 ہو جائیگا کہ نہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھ اور نہ کستوری کے مدعا تک رسائی ہوئی نہ ذرا لہ الغنی کا  
 مضمون ذہن عالی میں آیا۔ یا یہ کہ مضمون سمجھ گئی ہیں لیکن اپنے دیانت و انصاف کے ساتھ  
 سے لاچار ہیں مقتضارا دس کے لیے خرافات باتیں نہ فرمائیں تو کیا کریں دیانت و انصاف کا  
 ثبوت آخر کس دلیل سے ہو۔ اس قول میں ادل خطا و فاحش یہ ہے کہ فرماتے ہیں خاتم السکونین  
 کو اس قول نے فیصلہ کر دیا کیونکہ تسلیم کر لیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں لفظ فلان سے ابو بکر  
 ابو بکر نہیں ہاں مرادی معنی کے تنزل احتمال ابو بکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

نصاحب ازالہ الغین نے اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعویٰ تحریف نسبت شریف رضی کے شراح کے تعین یعنی مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں فرماتے ہیں۔ سورین عبارت جناب امیر صاحب بیج البلاغت کہ شریف رضی برای حفظ مذہب خود تصرّفی کردہ لفظ ابو بکر را حذف نموده بجای اول لفظ فلان آوردہ تا بہ سنت تک نتواند نمود لیکن کرامت حضرت امیر ائمتہ کہ اوصاف مذکورہ صریح تعین مہم میکنند چنانچہ بیان خواہ شد ایہ اشارہ میں بیج البلاغت از امامیہ در تعین لفظ فلان اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابو بکر است و بعضی گفتہ عمر الخ۔ اس عبارت سے صحت و انسح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دعویٰ تحریف کر لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہ کہ اوصاف مذکورہ تعین مہم کرتے ہیں دوسری یہ کہ شراح نے بطور بیان مراد کے ابو بکر یا عمر کو بیان کیا ہے اور یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ کتب شیعہ میں اس روایت میں بجای لفظ فلان لفظ ابو بکر یا عمر کے بجائے عمر مرادی ہونے کو تسلیم کر لیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول کر لیا اور دعویٰ ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جائے سر اپنی یہ ہی مراد ہو اور اگر فیصلہ ہو جائے رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک ہی ممکن نہیں آخر آپ کے علامہ کستوری ایسی ہی ہر دو بات میں گرفتار ہو کر سری ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ نہ یہ ہمارے شارحین نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد لی ہے نہ تعین احد ہما میں اختلاف کیا نہ یہ توجہیات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہیں کہ علماء امامیہ نے لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر کا مراد ہونا تسلیم کر لیا ہے علماء امامیہ میں کسی بیانی کے ہیں حالانکہ علامہ کستوری کا یہ فرمانا محض غلط اذکذب تھا اور یہ توجہیات ابن میثم نے نقل کیے تھیں اور اگر بغرض محال اسکو تسلیم کیا جاد کر کہ یہ نقل نہیں بلکہ بجالانے اپنی طرف سے لکھا ہے تو یہی جو کہ بجالانے فضلہ بخیر امامیہ سے ہے اوسیکا لکھنا ثبوت الزام اور انکار کستوری کے بطلان کے لیے کافی ہو گیا

دوسری خطا وہی قدیم خطا ہے۔ کہ اسکو تنزیلی فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعویٰ کے ثبوت کے  
 لیے نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے بلکہ قطعی قرائن اسکی خلاف پر قائم ہیں چنانچہ ہم پہلے  
 عرض کر چکے ہیں۔ تیسری خطا نہایت فاحش اور بیحد یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب نے انکا  
 نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائے لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اسکا انکار نہیں کیا کہ معنی مروی  
 احتمالی میں بھی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سراسر کذب و دروغ و خلاف واقع  
 ہے اور مصداق مصرعہ چہ دلاور ست الخ۔ کا ہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اسکو دیکھئے پھر اوپر  
 علامہ کنٹوری کی عبارت ملاحظہ کیجئے۔ آپ کی کنٹوری صاحب تحفہ کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں  
 قول۔ وہ نہ اشار میں پنج البلاغت از امامیہ در تعیین فلان اختلاف کردہ بعضی فقہانند کہ مراد ابو بکر است  
 بعضی گفتہ اند عمر الخ۔ قولنا ان نہ الا انک مبین۔ ازین ماصبی باید پرسید کہ کدام شارح  
 امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است حال آنکہ قبل ازین ابے احمدیہ غیر از قطب راوندی کسی شارح  
 این کتاب شریف نہ پرداختہ چنانچہ ابن ابے احمدیہ در اول شرح خود گفتہ و لم یشرح هذا  
 الكتاب قبله فيما علمه الا واحد وهو سعيد بن هبة الله بن الحسن الفقيه المعروف  
 بالقطب الراوندی وكان من فقهاء الامامية انتهى و نیز ابن ابے احمدیہ در شرح ابن کلام تخت  
 بعد دعویٰ اینکه گفتہ۔ فاما الراوندی فانه قال في الشرح انه عليه السلام مدح بعض  
 اصحابه بحسن السيرة وان الفتنه هي التي وقعت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 من الاختيار والاشرة۔ جس شخص کو زناہی عبارت سمجھنے کی تمیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت کے  
 سمجھ سکتا ہے کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شارحین پنج کتاب  
 کا امامیہ میں سب باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے اور بعض کہتے ہیں  
 کہ مراد عمر ہے۔ پس اس قول میں بصرۃً اس امر کی نسبت دعویٰ ہے کہ کتب شیعہ میں  
 لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابو بکر یا عمر مذکور ہیں۔ بجواب اسکی علامہ کنٹوری نے اس  
 دعویٰ کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان نہ الا انک مبین یعنی یہ دعویٰ ظاہر ہوتا ہے

اس ناصبی سے پوچھنا چاہیے کہ کونسی شارح امامیہ نے کہا کہ مراد ابو بکر ہے یا عمر تو اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر مراد ہونی کی تکذیب ہر اور تحفہ کی عبارت میں نہ اس امر کا دعویٰ کیا کہ کتب شیعہ میں بجائی لفظ فلان کے لفظ ابو بکر

یا عمر اس روایت میں موجود ہے اور نہ علامہ کنستوری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہے جس آپ کا یہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہیں کیا مگر لفظ ابو بکر بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں انج سراسر دروغ بیفروغ ہے کسی ایماندار اہل شرم و حیا کا یہ کام نہیں کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپ کو خوف خدا اور اہل علم سے شرم و حیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہیں ہو سکتی اسلیے آپ جو چاہیں کریں جو کچھ چاہیں فرماین۔ **قال القاضي المجیب**۔ قولہ۔ زیر کہ مراد ازین انج۔ اقول۔

آپ کے خاتم المتکلمین کے یہ تقریر کیا ملمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ اس شارح رحمۃ کی اور شارح امامیہ نے ہی یہ توجیہ ہوگی حالانکہ دینے میں ایسی تقریریں کرنے اہل دہانت کا کام نہیں بلکہ خاتم المتکلمین نے نہایت چہان میں کی اور بہت سی کتب کے اوراق گردانی فرماتے اور انکو اس شرح میں یہ توجیہات علمی سبیل سلیم و التزلزل ہتہ لکین اول تو ان توجیہات کو جو بتقدیر سلیم و تنزل کے گئی ہیں اور وہ ہی عام شیعہ کے ہیں شرح میں لفظ امامیہ کا ناخوش نشان تک نہیں ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اس پر لفظ مثل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ **يقول العبد الفقير الى مولاه الغنى**۔ ادل بجواب

حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کے کنستوری نے اسکا صاف انکار کر دیا تھا سو انکا انکار کچھ پیش نہ کیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے سزا پا چکو جو اہل شرم و حیا کے لیے بہت کچھ ہے تو انکو سلب کے مقابلہ میں اسکو نقیض ایجاب جزئی ثابت کر گئے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ انکا انکار محض تصور متبع سے یا عناد سے ناشی تھا اب اپنی اسکا انکار فرمایا کہ سوائی بجزائے کے اور کسی شارح نے نہیں لکھا ہے اور حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کا کذباً خلاف دیانت بڑایا افسوس کہ آپ کو علامہ کنستوری کا حال دیکھ کر عبرت  
 ہوئی اور علامہ کنستوری کے طرح بے تحقیق انکار کر دیا۔ اول پنج البلاغت کی تمام شروح  
 و تراجم ملاحظہ فرمائی اور سیکر بعد اگر انکار فرما دیں گے تو قابل جواب ہو گا میں یقیناً کہہ سکتا ہوں  
 کہ آپ نے جمیع شروح و تراجم پنج البلاغت کے ملاحظہ نہیں فرمائی ہوں مگر اسلیبی عرض  
 کرتا ہوں معاملہ دینی میں ایسی تقریریں کرنا اہل دیانت کا کام نہیں ہے۔ علاوہ ازیں کہ  
 بحث میں جو عبارت کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل مدائسی کے شرح کی نقل کی ہے  
 اس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اس کا استاد نقیب ابو جعفر ہی اس امر کے قائل  
 ہیں کہ مراد لفظ فلان سے ابو بکر یا عمر ہیں نہ انسی کہتا ہے کہ بتقیب ستم کہ تعریض کا ضروری  
 درست میثود کہ مدح شخص یا ماضی مطابق نفس الامر بود و ایچ شکر و تردید پیرسون آن نکرود  
 چون جناب امیر مہربان اوصاف معترف شود غایت مدح خواہ بود کہ بالاتر از ان باشد  
 نقیب سر بگرمیان فرود بردہ بعد تامل گفت راست میگوئی۔ انتہی۔ اگرچہ اس عبارت میں  
 بصراحتہ نام ابو بکر یا عمر کا نہیں ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تعریض ہونے  
 پر ہے اور ظاہر ہے کہ تعریض جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہ بھی بدیہی ہے کہ اونکو تعریض  
 بجز ذکر محاسن احد خلیفتین سابقین کی نہیں ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلیم بیان  
 محامد احد شیخین کو متضمن ہے اور حاصل اسکا وہی ہے جو بجرانی نے اپنی جواب ثانی  
 میں نقل کیا ہے۔ الثانی انہ جازان بکون مدحہ ذلک لاحد ہما فی معرض تعریض  
 عثمان الخ اور نیز خود حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے تاویں تصریح  
 لکھا ہے و از کلمات دیگر شارحین و مترجمین ابن کتاب از امامیہ ہم تر جمیع صدیق مجاہد  
 آیکمالہ فی علی المتبعین لیکن چونکہ علامہ کنستوری کی تکذیب بجرانی کی نقل سے  
 بخوبی ہو چکی تھی اور شارحین سے نقل کے حاجت ہوئی۔ معہذا کیا یہ خاتم المتکلمین کا  
 لفظ مثل لکھنا آپ کے اور آپ کو علامہ کنستوری کی تقریرات سے بھی زیادہ خلاف دیانت ہو

کہ بدانتہ کذب اور دروغ و عوسے فرماتے ہیں کہیں کہتے ہیں کہ کسی شارح نے لفظ فلان سے ابو بکر  
 یا عمر کو مراد نہیں لیا کہیں کہتے ہیں کہ یہ اوصاف کینی ابو بکر یا عمر پر محمول نہیں کیے کہی فرماتے ہیں  
 کہ یہ توصیات و اعتراض کسی عالم امامیہ نہیں کہیں پہر اسپر فاضل مجیب حاشیہ چڑھاتے  
 ہیں کہ مفتی صاحب نے بجائے لفظ فلان کے ابو بکر یا عمر مراد ہونے کی سوای اور کسی امر کا انکا  
 نہیں کیا حالانکہ اچھا اور اچھے علامہ دوری کا فرمانا بدانتہ خلاف واقع ہے پہر تعجب ہے کہ  
 کہ با اینہما دعائی انصاف یہ تقریریں خلاف دیانت نہیں سلیم ہوئیں آرمی۔ رع۔  
 و ندین الرضا من کل عیب کلیتہ۔ را توصیات کا بقیہ تسلیم و تنزل ہونا اور عام شیعہ  
 کثرت نسوب ہونا سو اسکا جواب ہم پہلے اس سے گذارش کر چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں قولہ  
 بعد ازہی خاتمہ المتکلمین کے اس قول کا یہی جواب سنی قولہ زیرک الخ۔ اقول کلام ابو بکر  
 یا عمر کے یقین جملہ میں ہے وہ ہرگز شرح ابن عیثم علیہ الرحمۃ موجود نہیں ہے بلکہ پہلی معلوم  
 ہو چکا ہے کہ بجز نے علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہے۔ تاکہ  
 معلوم ہو کہ مراد ابو بکر و عمر نہیں ہے اسکو جبہ قول ابن ابی اسحٰد نقل کیا ہے کہ بعض وجوہ  
 حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہے یہ کہ یقین ختم کرتا ہے پہر علی التذلل بطور فرض و تسلیم قول مخالف  
 یعنی ابن ابی اسحٰد یہ فرماتے ہیں کہ در صورت ان ہر دو کے مراد ہونیکے بعض وجوہ سے حضرت  
 ابو بکر ترجیح رکھتے ہیں بشرطیکہ اسکو سہنہ اندہ سمجھا جاوے پس اسکو یقین حتمی ابو بکر یا عمر  
 قرار دینا کمال ہی دانائی ہے **اقول** جناب میر صاحب میں بجائے کہہ سکتا ہوں  
 کہ یہ آپکی تحریر چونکہ اول سے آخر تک ایسی ہی خرافات اور وہیات سے بھری ہوئی ہے  
 ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ کوئی اہل علم اسکو جواب میں تسلیم اوٹھائے مگر ہکو اپنی حضرت علی  
 کو ارشاد واپس خاطر عنایت فرمائی بندہ منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی تسلیم نہ کیا نہ  
 مجبور کر دیا اور بجز امتثال کے کچھ نہ کر سکا نہ چار تسلیم اوٹھانا پڑا اسکی انصاف  
 اسے کا نام ہے کیا دیانت اسکو کہتے ہیں کہ بدن شرح ابن عیثم و کچھ اور کی عبارتی

توجیہات بلکہ تحریفات بلکہ تذبذب فرار ہے بین شارح ابن میثم نے اول میں قول قطب راوندی کا  
 اپنی شرح میں کہا کہ لکھا ہے سب سے اول قول جو لکھا ہے یہ ہے والنقول ابن المراء فلاح  
 عمر جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعین حتمی ہے اور بموجب آپ کا قاعدہ کے دلالت  
 کرتا ہے کہ قطب راوندی کا قول قابل اعتبار کے نہیں اور اگر بعد اس کی تائید ابن ابی شیبہ  
 سی کی کہ وہ یہی اس امر کا قائل ہے کہ مراد لفظ فلان سے حضرت عمرؓ ہیں اور اگر بعد اپنی رائی ظاہر  
 جو قطب راوندی کے قول کے سر اسر کذب ہے اور کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ابو بکر کا مراد ہونا بہ نسبت  
 عمر کے زیادہ مشابہ حق معلوم ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قولین اولین جو حضرت  
 عمرؓ کی مراد ہونے پر وال میں وہ یہی چند ان بعید عن الحق نہیں صرف ہشہ اور مشابہ حق ہو چکا  
 فرق ہے جو دلول افعول التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مرجع احد ہما مستلزم مرجع آخر کو ہی لفظ  
 فلان کے لگے بلکہ شیخین میں سے مراد تسلیم کر لو تو دوسری مرجع اور حقیقت یہ مستلزم ثابت ہو جائیگی  
 لیکن قطب راوندی کے قول کی سر اسر کذب ہے پس جو کچھ بہ نسبت مراد ہونی احد شیخین کے  
 بیان کیا ہے وہ جزا یقینی ہے خصوصاً اوصاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اور میں مجال  
 یا تاویل کی گنجائش ہے باقی بنین چوڑی شرح اوصاف میں صاف ثابت کر دیا کہ مراد  
 ان سے کوئی خلیفہ ہے۔ اچھا بفرض حال ہم نے تسلیم کیا کہ تعین حتمی نہیں ہے لیکن شارح  
 کسی طور پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے پس سلامہ کستوری کا اس کی نسبت مطلقاً انکار کرنا  
 ان کی فاحش غلطی ہے یا نہیں پس ایسا پوچھ با توں سے اگر آپ چاہیں کہ اہل حق کا استدلال  
 اوہٹہ جاوی یا آپ کو علامہ کستوری کے جان الزام سے چوٹ جائی تو یہ ہرگز ممکن نہیں  
 بلکہ جقدر آپ اس کی حمایت فرمائیں اور سیقدر الزامات زیادہ ہوتے چائیں چنانچہ آپ اس بحث  
 میں دیکھ ہی چکے اب یہی اگر کچھ علم و فہم و حیا و شرم ہے تو سمجھ جائی ورنہ آپ کو اختیار  
 و ما علینا الا البلاغ۔ **قوله** معہذا ہم کہتے ہیں کہ اگر شارح بحرانی علیہ الرحمۃ  
 فرمیں توجیہات بدون فرض تسلیم تحقیقی ہے کی ہوں اور ان کی نزدیک یہ اصلی ہی

جواب ہوں اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شرح کو ملاحظہ فرمایا ہو تو کوئی نسخہ عیب و نقص کی بات ہی یہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ نہ نظر آئے  
 آپ کو خاتم المتکلمین نے از لا الغین میں محض اپنی اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شرح کو  
 نہیں دیکھا کیا زبان درازی اور ہرزہ درائی کی ہے وہ شور و غل مچایا ہے کہ زمانہ کو سرسبز  
 اوٹھالیا ہے حالانکہ ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بروقت تحریر اسکی مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ بڑی  
 بات نہیں محض اس توہم سے انکو پاپہ تصنیف و تالیف سرگراتے ہیں اور صاحب تحفہ کی خبر  
 نہیں لیتے اور کتب تو ایک طرف اپنی والدہ ماجدہ کی ہی کتاب ملاحظہ نہیں فرمائی کتاب ہی  
 کو نہ دیکھا اور نہ خود حوالہ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھتا چاہی تو اس کتاب میں  
 دیکھ کر چنانچہ کئی جگہ اسی سیر میں انکی یہ بات ثابت کی گئی ہے۔ اور نیز اکثر صحابہ بلکہ  
 حضرت خلیفہ ثانی جنکو کتاب اللہ دانی کا یہ دعویٰ تھا کہ بمقابلہ علم آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم جسنا کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت حسین تحفہ کے موت کا ذکر ہی خانہ  
 ہوں اور بیان کرنے خلیفہ اول کے کہیں کہ گویا آج ہی سنی ہے اور کوشا نہیں کچھ  
 چون و چرا نہ کریں اور سند خلافت و امامت بے تکلف و بدین۔ ان مذاکراتی عجاب  
 اور یہ حال اکثر کتب میں موجود ہے اگر حضرت مجیب کو شک ہو تو مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۱۵۷  
 مطبوعہ مطبعہ فخر المظاہر ہے مطالعہ فرماویں چونکہ عبارت طویل ہے اسلیں ہم نہیں لکھتے اور  
 خلافت کا اہم مقام دین ہونا ہی اس مقام میں لکھا ہے **اقول** حضرت فاضل  
 مجیب کے سمت فہم و انصاف نے بیان ہی ہو کر کہانی اور ایسی ہو کر کہانی کہ نہ  
 کوئل آیا۔ حضرت پر منشا اقراض سمجھیں بلکہ اول عبارت تحفہ دیکھیں پھر اپنے مفتی صاحب  
 جواب بغور ملاحظہ فرمائیے پھر خاتم المتکلمین کے اعتراض کو بنظر تامل سوچیں اور اسکی بعد جواب  
 دیکھیں۔ اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے تحفہ میں فرمایا کہ امامیہ شرح  
 بیج البلاغت نے لفظ فلان سے جو بیج البلاغت میں بطور تحریف واقع ہے تیسریں مراد میں

اختلاف کیا ہے بعضی کہتے ہیں کہ مراد ابو بکر ہے اور بعضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عمر ہے سپر  
 حکم علامہ ستوری فرماتے ہیں کہ یہ سراسر ہوٹ ہی کسی شارح امامیہ کے مراد ہونا لفظ ظان  
 ابو بکر یا عمر کا بیان نہیں کیا وہ عبارت - **ارفعنا الا انک مبین** - ازین ماصی یا بدین  
 کہ کلام شارح امامیہ لفظ کہ مراد ابو بکر یا عمر است الخ سپر حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ  
 علامہ ستوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - **قوله ان لا انک مبین** - اقول  
 بحاکم نہایتان عظیم - زیر کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بحرانی ہستند ولیکن چون  
 ازین بے نصیب کتب مذکورہ نہ یہ میگوید کہ کلام شارح امامیہ گفت کہ مراد ابو بکر یا عمر است  
 اینک عبارت رئیس الحکماء و مستورین کمال الدین مذکور بگوش خود بشنو خاک ذلت خود  
 بریزد از سجدہ کلمہ تعنیف بر خیریت قال الخ - ہی طرح اور چہ جگہ آپ کے مفتی صاحب نے خدمت  
 خاتم المتکلمین کے اس بحث میں تکذیب کی اور اپنا بھرتا یا اور حضرت خاتم المتکلمین نے  
 اس کے جواب میں آپ کے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن میثم کی عبارت نقل کر کے  
 اذکر دعویٰ سے بھر کو توڑا - اب بعد اس تقریر کے آپ اپنی جواب کو مطابق کچھ اور خیال فرمائی  
 کہ آپ کے جواب اور مباحثات کو اس سے کیا رابطہ اور کیا مناسبت ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ  
 اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر بحرانی کی نزدیک یہ تو جہیات تحقیقی اور اصلی جواب ہونا  
 گویا ادنیٰ نزدیک بدون منزل و استہزار کے مدوح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ ظان  
 بر حمتہ تا ابو بکر یا عمر ہی ہوں اور فی الواقع مفتی صاحب نے شرح ابن میثم مذکور ہو  
 کو کونسی عیب اور نقص کی بات ہے ایک کتاب کا نہ بکھتا یا بروقت تحریر اس کے مضامین کا  
 یا ذرہ بٹا کچھ بڑی بات نہیں کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اس کے تحقیق ہمیشہ نظر ہے لیکن  
 ہم کب کہتے ہیں کہ شرح ابن میثم کا نہ بکھتا چھ عیب اور نقص کی بات ہے اور ہم نے اور عمار  
 خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہے ایک کتاب کا نہ بکھتا یا اس کے مضامین کا بروقت  
 تحریر یا ذرہ بٹا کچھ بڑی بات ہے اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض  
 قویہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے شرح ابن ہشیم نہیں دیکھی تھی یا آپکو یہ مضامین زیادہ نہیں  
 تو یہ زبان وراثی اور ہرزہ دہانی کیون فرمائی کہ کہیں فرماتے ہیں ۔ ان ہذا الکتاب میں  
 لکھنا یا یہی باید پرسید کہ کلام امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است کہ کہیں لکھتے ہیں ابن ادا  
 کذب محض است کہیں فرماتے ہیں ۔ ثبت الدار ثم القس ۔ اول النبی عنہ باثبات باید ساند  
 کہ مراد از لفظ فلان دین کلام ابو بکر است الخ ۔ اور کیوں ایسا وادلا کیا کہ زمانہ کو سر پر اوٹھایا  
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شروح پنج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے  
 اور تمام شروح کے مضامین اور تمام شراح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہیں اگر آپ نہیں  
 جانتے تھے تو لفظ فلان سے تخمین کے مراد ہونے کا انکار اور علمسار امامیہ کی توجہات کرتے  
 کا انکار کس بنا پر کیا اونکو تو دعویٰ تمام شروح کے دیکھنے اور تمام مضامین کے مستخرج ہونے  
 کا ہے ۔ اگر باوجود اس بخانی کی وہ سمجھتی ہوتے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو اس شد و مد تکذب  
 انکار کرتے بلکہ یہ کہتی کہ میں نے سہای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہیں دیکھی یا تمام شروح نہیں دیکھی  
 یا میں اس دعویٰ کی تصدیق نہ کر سکتا کہ نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا یا یہ کہ تمام شروح دیکھی  
 تھی مگر اس موقع کے مضامین مجھ کو یاد نہیں رہی ۔ اے غیر ذلک اور اس میں چند ان نقص  
 و عیب نہ تھا اگرچہ اس قدر تو اس میں ہی خلل تھا کہ جب کتاب تصنیف فرماتے بیٹھے اس میں  
 کہ جواب دینی کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شروح پنج البلاغت کے اس موقع خاص کو  
 دیکھیں خصوصاً ایسا امر کہ جب سلطان ندیب کا مدبر ہو اور بقول آپ کے بعض شروح ہی  
 جنہیں یہ توجہات مذکور ہوں نا یا اب ہوں تو بڑی افسوس کی بات ہے کہ کتاب کہہ لکھنے پر  
 لین اور دین ہی دعویٰ فرماتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شروح کے مضامین کو جاو  
 ہی پس واسع رہے کہ نہ آپکی مفتی صاحب نے اپنے بخانی کا اظہار کیا اور نہ اعتراض علم  
 مسلم پر ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعویٰ جو ہے کہ باوجود نہ جانی کے اپنا علم

و تخریب و افتراء جملہ ہی میں اسپر آپ کا یہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچھ عیب کی بات نہیں اور  
 نہ محفوظ رہنا کچھ بڑی بات ہے یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی  
 مفتی صاحب کی عبارت کو ہی نہیں سمجھ رہے اتنا تو سمجھتے کہ اعتراض سے جاننا ثابت ہوتا ہے  
 یا جاننا اور ازالہ الغین کی عبارت کو ہی نہیں سمجھتے اور نہ اس جواب کو ادنیٰ کچھ ربط و تعلق ہے  
 علاوہ ازیں اس تقدیر پر کہ بحرانی نے جو کچھ تفسیر فرمایا وہ تحقیقی اور واقعی ہو اور ان کے نزدیک  
 یہ جواب اصلی جواب ہوں اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا ہو یا اور اس  
 مضامین اور انکو یاد نہ رہی ہوں حسب بیان علامہ ابن میثم یہ اعتراض ان المادح التي ذكرها  
 عليه السلام في حق احد الرجلين بنا في ما اجمعنا عليه من خطيبهم واتخذها منصب  
 الخلافة فاما ان لا يكون الكلام منك لا عليه السلام او اذ يكون باجاء خطأ  
 وارد ہوتا ہے اور علامہ بحرانی نے خود جواب شیعہ سر نقل کیے ہیں وہ جواب بدلتہ معلوم ہوتا ہے  
 کہ ہرگز صلاحیت رفع اعتراض کے نہیں رکھتی چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے  
 دلائل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے تو اب فرمائی کہ ہر دو امور مندرجہ اعتراض میں سرسکو  
 جہتیار فرمائی کہ یا آپ کا اجماع خطا پر ہے یا یہ کلام جناب امیر کا کلام نہیں ہے اور  
 شریف رضی نے من تلقا نفس کذابا بڑا دیا لیکن یہ تو واضح ہے کہ شریف رضی تو دیر  
 دو استہامی کلام کو جو صریح مدح شخص پر دلالت کرے اپنی خلاف مذہب کیوں بڑا لیا  
 احتمال ہو یہ بات مذہب میں تو ہو سکتا ہے اور منافیات مذہب میں یہ امر بالکل مفقود ہونا و استلزام  
 کا عذر غیر سموع علی الخصوص حاشیہ پر بخط الرضی لکھا ہوا ملگیا کہ لفظ فلان کے نیچے عمر  
 لکھا تھا تو شریف رضی کے بڑا بی ادب اس کلام کے جناب امیر کی کلام نہ ہونے کا تو  
 احتمال باطل بہت ثابت و یقین ہوا کہ آپ کا اجماع خطا پر واقع ہے۔ وہ مطلوب۔ اگرچہ اس  
 گزارش پر آپ کی معارضات ہی باطل ہو گئی ہوتے لیکن ذرا تفصیل سے مینی کہ اول معارضہ  
 جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ الغریز کی نسبت اپنی والد ماجد کی تصنیفات مذکورہ

بارہ میں فرمایا اور فرمایا کہ ہم کئی جگہ اس سریر میں یہ امر ثابت کر چکے ہیں۔ پس اس کا جواب تو یہ ہے کہ یہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے اپنی عادت کے موافق عبارت ازالہ الخفا کے مطلب سمجھنے میں غلطی کی تھی چنانچہ جس جگہ اس سریر میں آپ نے یہ عذر فرمایا ہے وہیں ہم ہی بخوبی اوسکو باطل کر آئی ہیں حاجت اعادہ نہیں ہے۔ دوسرا معترض آپ نے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یاد زہنی کی بابت فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اول نسیان کسکرم نزدیک محل اعتراض نہیں یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہی جائز رکھا ہے۔ خود جناب امیر شیطان نعین کے ہمت یافتہ ہونے کو پہچانی ہوئی تھی اور اطمینان کی تلقین سے متنبہ ہوئی۔ اور نہ خاتم المتکلمین کا اعتراض نسیان کو بابت ہے پس جب نسیان سنا فی نبوت نہیں تو سنا فی خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ معہذا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ صدمہ ہوش ربا وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آیا تھا۔ مگر آپ کو مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور انکو کیا صدمہ پیش آیا جس سے انکی ہوش و حواس سلب ہو گئی اور باختہ حواس ہو کر یہ غفلت طاری ہوئی اور نسیان پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا صدمہ مصیبت ہو اور انکا دار عرضال ہونا اسکا باعث ہو تو ہم ہی آپ کو مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہیں علاوہ ازیں اس موقع میں کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع میں کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا مضامین کا یاد نہ رہنا کچھ عیب یا نقص کا باعث نہیں سمجھا جاتا ہوں بعید ہے وہ یہ کہ جس جگہ کتب کا نہ دیکھنا یا وقت تحتہ مضامین کا یاد نہ رہنا معیوب نہیں سمجھا جاتا وہ موقع ہے کہ چنانچہ فیما بینہما تعلق بعید ہو کہ اس سے اون مضامین کی طرف اسباق ذہن کا کم ہوا اور انتقال فکر کا ادھر سے ادھر ہوا وہ ایسی مواقع میں اگر وقت تحریر مضامین یاد نہ رہے یا کتاب کو نہ دیکھ تو معذور سمجھا جاسکتا ہے اور یہ موقع جو

آپ کے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ خصم نے اپنی ثبوت دعویٰ میں ایک کتاب کے خاص موضع کو  
 مستدل قرار دیا اور اس کتاب کے شروع کے مضامین متعلقہ کو اپنی دعویٰ کی تائید میں  
 بیان کیا تو اگر کوئی شخص اس خصم کے جواب میں یہ دن اس کو شروع دیکھو اور ان کی طرف  
 مراجعت کرے اور خصم کے دعویٰ کا صدق یا کذب کتب سے مقابلہ کر کے معلوم کرے۔ صحت  
 انکار کر دی اور بھی کہ کسی کتاب میں اس کا نام و نشان نہیں اور یہ دعویٰ محض کذب و دروغ  
 ہے۔ حالانکہ خود یہ انکار و کذب محض کذب و دروغ ہو۔ تو ہرگز وہ معذور نہ سمجھا جائیگا اور اگر  
 ملامت نہ بچے گا پھر اگر کوئی اس کا اتباع میں سے اس کی حمایت کرے اور غدر کرے کہ آپ نے  
 کتاب نہیں دیکھی تھی اور آگے بڑھنا نہیں دیا تھا۔ تو یہ کسی عاقل کے نزدیک قابل التفات  
 نہ ہوگا بلکہ منہ اوق مثل شہور مذکر گناہ بدتر از گناہ کا سمجھا جائیگا کیونکہ اس موقع میں  
 بوجہ غایت اتصال و قرب تعلق فیما بینہما اس پر واجب تھا کہ شروع کی طرف مراجعت  
 کرے اور اس دعویٰ کے صدق و کذب کو کتب سے مقابلہ کر کے دیکھ لے تو اس نے ترک  
 واجب کیا اور اپنی مذہب کی حمایت میں صریح ترک کذب و خیانت کا ہوا تو اس پر  
 موقع میں جعفر ملامت کیجادی بجا ہے اور جعفر گرفت کیجادی زیبا۔ پس ہمارے فاضل کا  
 بحمانت اپنی مفتی صاحب کے فرمانا کہ اگر وہ ہوں نے کتاب نہ دیکھی ہو یا مضامین باذری  
 ہوں تو کیا عیب و نقص کی بات ہے۔ سراسر دہیات ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ سراسر  
 عیب اور نقص اور خیانت و کذب اور مرتبہ تصنیف کے بالکل مخالف ہے۔ رہا خلاف  
 کہ اہم المہمات ہونیکا جواب اشارہ فرماتے ہیں سو یہ وہ غلطی ہے جو اباحت سابقہ میں  
 آپ کو پیش آچکا اور تفصیل نام اس کی نسبت ہم گذارش خدمت کر چکے ہیں۔ حال الفاضل  
 المحیب۔ قول۔ یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم اور مذہب  
 بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا استیفاء نہیں کیا گیا۔ اقول۔  
 مان یہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم و پاینت و فہم و فراست

و عقل و کماست بخوبی معلوم ہو سکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیوں کا بھی استیفاء نہیں کیا گیا  
**يقول العبد الفقير الى ربه والاه الفتن** بجز انہ تعالیٰ وقوتہ اہست کا پایا  
 علم و دیانت و فہم و فراست ایسا نہ ہو رہا ہرگز کہ کسی پر مخفی نہیں رہ سکتا یہ ہی جماعت مصداق  
 ید اللہ نیلۃ الجماعۃ و غضب اللہ علی من خالفہا کے ہیں۔ ان علماء شیعہ کا  
 پایہ علم و دیانت و فہم و فراست قابلِ تماشائے کہ جن کا بزرگ و بزرگ اور ان کی زعم میں ہیں و تقیہ  
 کی پردہ میں مخفی رہے اور بزرگ کو داماد و قتیہ میں بند رکھا سو بحمد اللہ فریقین کے علم  
 و دیانت اور فہم و فراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے بشرطیکہ  
 انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قولہ** مگر کس قدر اس بحث کی  
 مفصل جواب میں بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم  
 و فضل کا مرتبہ ہی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے۔ یہاں تک کہ جو باتیں کہ درس خوان و سنان  
 کو معلوم ہیں ان ہی کمال ہمارے ہم پوچھ پائی ہے۔ جیسا کہ لہ بلا و فلان کو بدروغ از  
 قسم قسم دروغ فرماتے ہیں حالانکہ کتب نحویہ و لغویہ میں تصریح ہے کہ لہ درہ و لہ ابوہ و لہ بلاؤ  
 شل الیہ کے کلمات تعجب سے ہے نہ سے اس کو کیا عداوت۔ اور جواب تشرلی و تقدیری کو اصلی  
 سمجھتے ہیں فیما للجب اس علم و فضل پر کوئی صاحب خاتم المحم شین اور کوئی صاحب خاتم  
 المتکلمین کا خطاب اپنی اہل غلطی پر پاتا ہے ان بد اشی عجاب **اقول** اہل انصاف  
 براے خدا و اس بحث کو جو ہمارے فاضل محبت نے بعد ناز و فخر تحریر فرمائی ہے سنیں  
 اور حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم و فضل ملاحظہ فرمائیں کہ واقعی جو باتیں کہ اطفال مدہ کو معلوم  
 ہونگے حضرات ائمہین غلطان و پچان ہوتے ہیں اور اوشی ہی واقف نہیں مینی غلط کہا  
 بلکہ ائمہ کمال ہمارے ہم پوچھ پائی ہے۔ آپ اعتراض فرماتے ہیں اور ظاہر یہ ہے  
 کہ آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہونگے۔ کیونکہ آپ تو فرما چکے ہیں کہ میں محض فارسی خوان  
 ہوں۔ آپ کو کتب نحویہ و لغویہ سے تحقیق لہ بلاؤ وغیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت میں

نہایت اس اعتراض کا جواب حاصل از اس بحث مذکورہ فلان کو  
 معلوم ہی نہیں ہے۔

اس طرف ایما کی گئی تھی۔ اس بحث کو جواب میں مفصل بیان ہوا ہے تو ہو یہ کہنا چاہی  
 کہ فاضل محبت اپنی علمائے معترضین نقل کرتے ہیں کہ علماء اہلسنت نے نہ بلا و فلان کو  
 بدروغ قسم دروغ فرمایا۔ ہے حالانکہ یہ کلمہ تعجب کا ہے۔ اب اسکا جواب سنی کہ یہ آپر علماء  
 کا محض کذب اور افتراء اور بیابان ہے ہرگز علماء اہلسنت نے نہ بلا و فلان کو جو حسب تصریح  
 فاضل یحیٰی کلمہ بدروغ کا ہے قسم نہیں فرمایا۔ ہے صدق اور تحفہ اور ازالہ الغش میری نظر سے  
 بھی گزر چکا ہے اور غالباً تحفہ کی نسبت یہ اعتراض ہوگا اسی میں عبارت ان کا تاؤ کی نقل کر کے  
 اپنے فاضل کو اذکی عیاں مجتہدین کے تھے اور میں کہ قسم دیکھ چیتا ہوں فرامین تو ہیں کہ اس  
 عبارت میں یہ کہا ہے کہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے خواہ بفرامہ رحمۃ اللہ علیہ صواعق میں ہو  
 نسبہ نقل کر کے بعد اول جواب و کان منہ علی وجہ استصلاح من تعین صحتہ  
 خلا الشیخین ارضمن میں و ما بین فائدہ اثبت للامام المصوم انہ کذب عشر کذبات  
 صراح و کذبة و حلف عشر حلفات کاذبہ من غیر الجاء ضرورۃ داعیۃ الیہ فان تصدق  
 واستجاب قلوبہم بحصل بغیر الکذب و الیہین الکاذب اور نیز دوسری جگہ لکھتے ہیں  
 فاندفع الفتنۃ فی خلاۃ حمان کاذبہ و ما لکل احد غیر متغیر من شیئی علی  
 الناس القصر و انہ حلف عشر حلفات کاذبہ الی ابن قال۔ فان المؤمن الذی لا یؤکب  
 الذیاب و الیہین الذی لا یحصل بالصدق فضلاً عن الا کاذب لا یحان  
 الکاذبہ۔ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ میں توجیہ اول کے ضمن میں فرماتے ہیں  
 لکن برعاقب نصف پوشیدہ نیست کہ وہ دروغ ہو کہ تقسیم رافضیتہ بجناب معصومی نہوں  
 کہ بامی غرض پہل و مایعینہ دلہاری چند کس انج۔ پھر فرماتے ہیں کہ کلام ضرورت بھی انہ  
 تائیدات و سیالعات و ایمان علاط شدہ بود۔ پس یہ عبارتیں میں اس میں کہاں کہاں  
 کہ نہ بلا و فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیعہ کی یہ عادت ہے کہ اپنی خوش فہمی سے ایک  
 مضمون تراش لیا اور اس پر اعتراض کرنے لگے مقتضایہ کمال فضل و کمال

اس جگہ یہ سمجھ لیا کہ نہ بلا و فلان کے معنی قسم کیے لکھ کر میں اور نہ سہرنا عن و اولیاء شریعہ کے ورا  
 اے ایہ کہ شاید اپنی کمال توجہ اور سچے سچے سوال کے لیے کہ اگر بلا و فلان کے معنی قسم کیے لکھ کر میں تو یہ قسم کیے لکھ کر  
 پہلے ہوتی اور کوئی اور قسم کا عبارت میں موجود ہے جس کے معنی قسم کیے لکھ کر میں اور نہ سہرنا عن و اولیاء شریعہ کے ورا  
 پس اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ قسم کے معنی قسم کیے لکھ کر میں اور نہ سہرنا عن و اولیاء شریعہ کے ورا  
 و تقدیر قسم کا لفظ پس اس کے معنی قسم کیے لکھ کر میں اور نہ سہرنا عن و اولیاء شریعہ کے ورا  
 اور اس کا جواب واقعہ یہ ہے معنی امیب من لکھا ہے و فال غمرہ (زخم شری) نے نحو  
 ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم قد فی الجملۃ الفعلیۃ المحاب بہا القسم مثل  
 ان واللام فی الجملۃ الاسمیۃ المحاب بہا القسم افادۃ التوکید و درجہ  
 لام تاکید کے بیان میں لکھا ہے و بعضہم التصرف المفروق بعد نحو ولقد کا تو اعاہد و ا  
 اللہ من قبل لقد کا نے یوسف و احوۃ آیات و الصہود ان ہذا لام القسم  
 بیضا و من لکھا ہے و لقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبۃ اللزیم و طۃ القسم  
 اس پر بخشی عیب کیونکہ لکھا ہے ای ہمدانہ و معنی القسم المحذوف و قرینہ علیہ تون  
 عبارات میں سے معلوم ہوا کہ یہ ان قسم مفرد ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ نہ بلا و فلان  
 فواللہ لقد قوم الیادوی النعم الخ اسی حضرت میرزا صاحب نے لکھا ہے میرزا صاحب نے لکھا ہے کہ  
 اپنی علم و فضل کے آپ ہی دلیل و سند دے دی ہیں اور آپ پر آپ کا اسکا راز و مختار کہ سادہ  
 ہمارے فوہ میں لکھا اور یہاں پر یہ ایک چوٹی سی بحث ہے جس سے بایہ علم و فضل ہمارے  
 و علم اراہ سنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علماء اہل سنت  
 خطاب خاتم النبیین اور خاتم المتکلمین بھلائی میں بایہ علم و فضل ہمارے فوہ میں لکھا اور یہاں پر یہ ایک  
 ہی کمال بھارت ہے خطاب مجتہد و اولیاء علم الہیہ کے لائق ہیں۔ ہاں  
 میثم کہ جواب کو منتہی و تقدیری کہنا ایسی خطا واضح ہے کہ جسکو تہوڑی سی عقل و نصیحت  
 ہو وہ بھی اسکو سمجھ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن ہشیم ملاحظہ فرمائیں تو خود اپنی

اس خط پر متنبہ ہو جائے کہ قال الفاضل المحبیب قولہ۔ اگر تامل کیا جاوی تو جوابات  
 تحفہ ایسی غلطیوں پر ہیں پس اب انصاف سے فرمائی کہ تحفہ زیادہ عدم اعتماد کے قابل ہے  
 یا اس کے جوابات مستند علیہ جناب مخاطب۔ اقول آپ نے جوابات تحفہ کتب پاکیم کو تامل فرماتے  
 اگر آپ انکو دیکھتے اور کچھ تامل و انصاف سے کام لیتے تو آپکو کائنات میں نصف النہار روشن  
 ہو جاتا کہ صاحب تحفہ کی بہت ہی کم ایر قول ہوئی جو غلطی و خلاف واقع گوئی سے خالی ہوں  
 اور جاشا کہ جوابات تحفہ میں غلطی ہو یہ قول العبد الفقیر لے مولانا الغنی اس خرافات  
 و کہ بجے جواب میں بجز اس کے کہ ہم سکوت کریں۔ یا ہم ہی جھوٹ بولیں کہ آپ صحیح کہتے ہیں  
 اور کچھ جواب نہیں دیتے **قولہ** اگر آپ کا یہ فرمانا صحیح ہوتا تو اب تک کوئی صاحب  
 تو آپ صاحبزادین سے مرویہ ان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا۔ اقول جب اس  
 قابل ہی نہیں کہ اہل علم اور حکماء جواب کی طرف متوجہ ہوں تو ہمارا اصل استدلال یہاں  
 مذہب شیعہ پر تھا بجائی خود باقی رہا یہ کہو اور ان کے جواب لکھنے کے اور ناحق تفسیر اوقات  
 کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ اس کے ہمارے ہی ایسی کتابیں ہیں جن کا علماء شیعہ نے  
 جواب نہیں لکھا تو ہم ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان میں غلطی ہوتی تو آپ صاحبزادین سے  
 کوئی تو مرویہ ان ہوتا اور ان کا جواب لکھتا۔ **قولہ** آپ کے خاتم المتکلمین کی یہ  
 جرات نہ ہوئی مگر ان خال خال جہان کہیں انکو اپنے سمجھ کے موافق قلت تدبر و تفکر  
 سے جائے انگشت معلوم ہوئی اس قول کو نقل کر کے بہت کچھ شور و غل مچایا۔ مگر اہل فہم  
 و انصاف جانتے ہیں کہ فضول تھا۔ چنانچہ اسی بحث سے جسکو آپ نے بڑی ناز و محبت سے  
 ہدیہ لکھا تھا معلوم ہو گیا **اقول** ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف  
 میں جو بلاستقلال آپ پر بعض تحریرات کے جواب میں فرمائے تبعاً بنظر ادا حسب محل  
 و موقع جوابات تحفہ وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول دی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ یہ  
 جوابات قابل التفات طلبہ علوم ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ علماء مقصدی جواب ہوں جیسا

اہل انصاف و فہم جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اسی بحث سے جا ہی گزر چکا بخوبی واضح ہر قول  
آپ ہی انصاف فرما دیں کہ جب آپ پر تحفہ کے اجوبہ ملاحظہ ہی نہیں فرمائی تو آپ کیونکر اونکی  
استناد و عدم اعتقاد کی بابت کچھ کہہ سکتے ہیں اقول یہ اچکا خیال نہ عم بالکل غلط ہے  
جسکی کچھ اہل نہیں قول جانتے والے پہلے جانتے ہیں کہ کون عہدہ کے  
قابل ہے اقول بیشک سپر ہمارا ہی سادہ ہے قال الفاضل المحیب۔ قولہ  
شیعوں کی بعض فرضی کتابیں گہڑ لیں بنا ب مخاطب کی تحریر سے نواؤنکا مادہ علمی اسقدر معلوم  
نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا نام کتب شیعہ پر عبور اور اونکی واقفیت ہو۔  
اقول۔ اس کی شخصیت پر ہم ہی صواب کرتے ہیں میں اپنی کم علمی سے عہدہ اتنی شروع ہی  
میں عرض کر چکا ہوں یہ قول العبد الفقیر لے مولاہ الغنی چونکہ اسجگہ  
فاضل محیب نے جو ہماری جوابی عبارت نقل کی ہے اس میں خلط واقع ہوتا ہے مبادا ناظرین  
اقوال کو یقین اقول میں تردد و شبہاہ واقع ہو اسلیئے نظر احتیاط عرض کرتے ہیں  
کہ اسجگہ جو لفظ قولہ ہماری فاضل محیب کی کلام میں واقع ہے یہ قول ہماری تحریر میں  
اور ضمیر اسکر راجع بہر طرف فاضل مخاطب ہی اور بعد اسکر عبارت شیعوں کی بعض فرضی کتابیں  
گہڑ لیں اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے جسکا جواب ہم نے لکھا ہے اور کہا ہے جناب  
مخاطب کے تحریر سے منع پس ناظرین یہ خیال فرما دیں کہ توبہ کے قائل فاضل محیب میں اور ضمیر  
ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعوں کی بعض فرضی منع ہماری عبارت ہر جیسا کہ ان سے  
استناد ہوتا ہے فلیتنبہ۔ سابق میں ہماری فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے توبہ سے  
ساتھ ملا کر تکرار قولہ کر کے لکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ سموا  
کا تب ہی ترک ہو گیا ہو گا یا عہدہ کریمہ مستحق سمجھا کر چھوڑ دیا ہو گا۔ تعجب ہی کہ با اہلہ حمید  
اگر یہ کس نفس کے طور پر نہیں ہے تو اپنے اسول و فرس میں بد تقلید سربہ حق یقین کا  
کیونکہ پیدا کر لیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل ادعائی ہمہ دانی ہے اور یہ محض تو وضع۔

**قولہ لیکن اگر استغنی معاف ہو تو تصد ادب اس قدر گزاریش ہے کہ بندہ تو تمام کتب یا تمام**  
**کتب مشہورہ پر عبور نہیں رکھتا اور واقف نہیں مگر جناب یا اینہما او عائی علم و فضل اصل مسئلہ متنازعہ**  
**فیہ سر ہی آگاہ نہیں چنانچہ امامت کو مسائل فروعیہ سر بیان کرنے میں ازالۃ الغشک جو ضرورت**  
**ہوتی۔ اس مسئلہ کو آپ کی کتب احادیث وغیرہ حتی کہ کتب عقائد میں اہم المہمات لکھا ہے**  
**مگر آپ اسکو اہم المہمات نہیں جانتے یہ محض کتب کلامیہ و عقاید و احادیث وغیرہ پر عبور**  
**نہوئے کا حکم سب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید جہاد کا دعویٰ تو آپ کو ہی ہوا قول خیر**  
**و دریافت فرمایا تھا کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اصول دین میں سے ہے یا فروع**  
**سے بندہ نے جواب اوسکی عرض کیا کہ اہل سنت کے نزدیک مسئلہ امامت فروع میں سے ہے**  
**اور اوسکی ثبوت میں حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اسوقت سامنی موجود تھی لکھنا کافی**  
**سمجھا پس پھر جناب کا فرمانا کہ اصل مسئلہ متنازعہ یہاں سر آگاہ ہی نہیں آپ ہی انصاف**  
**فرمادیں کہ جو صحیح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ میں اوسکی ثبوت کے وقت حوالہ اپنی محنت**  
**العصر یا مفتی کسٹوری صاحب دیوبند اور مسئلہ ہی صحیح فرمادیں تو کوئی دعویٰ کر سکتا ہے**  
**کہ آپ اس مسئلہ سر آگاہ نہیں حاشا وکلا۔ اور بالفرض اگر میں شرح عقاید کا حوالہ دیتا**  
**تو یہی آپ پر ہی اعتراض فرما سکتی تھی جب تک کہ تمام کتب عقاید و احادیث وغیرہ کی فرمائش**  
**جائے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالوں کو جمع نہیں کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہ**  
**ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہ بجز عقل قول کسی معتبر**  
**عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ مسئلہ ہی مسائل فروعی میں سے ہو اور یہ امر خیر**  
**خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس اوسکی نسبت جناب کا**  
**عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون انصاف سے ہے۔ اگرچہ یہ بات مسلم اور صحیح ہے**  
**کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ و احادیث وغیرہ پر عبور نہیں ہے اور نہ بندہ کو دعویٰ جہاد**  
**مگر تعجب یہ ہے کہ آپ کی جناب مفتی صاحب نے خلاف واقع دعویٰ فرمایا کہ شرح رجحان**

میں کہیں یہ تو جہات مذکور نہیں اور جناب نے اسکو نسبت عذر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر  
 عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ منظر ہے ہر ایک کتاب کا نہ بچتا یا بروقت تحریر اسکو  
 مضامین کا یاد رہنا کچھ بڑے بات نہیں اور کچھ عیب و نقص کی بات نہیں کہ اگر ایک  
 کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اسکو مضامین یاد نہ رہی ہوں۔ پس جب آپ کے نزدیک شروع  
 رنج البیلاغت کو نہ دیکھنے سے آپکی مفتی صاحب کے تجرین کچھ فرق نہ آیا اور انکو کتب  
 کی طرف سے یہ عذر یاد نہ رہا اور برسرِ ششم قبول کر لیا تو جتنے ایسا کیا تصور کیا تھا  
 کہ باوجودیکہ مسئلہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بھی صحیح دیا لیکس مان تمام حوالوں کو جمع نہیں کیا  
 اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی  
 اور ناقصیت سمجھا۔ آپ نے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب  
 باوجود خطا کے بھی تجرہ میں رہیں اور ہم بے خطا ناواقف نہ امان سمجھ جائیں یہ ضرورت ہے  
 دہری اور حق پوشی نہیں تو کیا ہے۔ انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر ہکو آپ مرتب اس  
 وجہ سے طعون کرتے ہیں کہ ہکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہیں یا وقت تحریر  
 مضامین یاد نہ رہی تو اپنی مفتی صاحب کو ہی اگر دو چند نہیں تو ہماری برابر تو مطعون نام  
 بنائی۔ رہ اہم المہمات کا ذکر کرنا یہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہ اس سیر میں اپنے  
 ظاہر فرمائی کہ ہم گنتی گنتی تک گئے۔ اور اسکا جواب مفصل سابقاً مذکور ہو چکا ہے۔  
**قال المفاضل المحیب**۔ قولہ اگر دعویٰ ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار استیلا  
 سے اس امر کی بخوبی آزمائش کر سکتا ہے۔ اقول۔ بندہ کو ہرگز دعویٰ نہیں ہے میں کیا  
 اور سیر دعویٰ کیا جاہل و ناقض ہے میرز صاحب مدان اقل الخلیقہ بل لاشی فی تحقیقہ  
 ہوں اور اسکو جواب میں بخیر اسکو کہ جناب نے اپنی بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے  
 کیا عرض کردن اگر غرور و تکبر معیوب و ممنوع ہوتا تو شاید بحیال اسکو کہ انکبر مع متکبر  
 صدقہ یہ شعر عرض کیا جاتا۔ بدست خوش بود گر محک تجرہ آید بیجا تا سید و شود ہر کہ در غش باشد۔

یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی اگرچہ ہم نے بعض ضامین چھانٹ کر رکھی  
 کہ گذشت خدمت اقدس کر نیکر لیکن جب جناب نے ترک دعویٰ میں اس قدر عجز و انکسار فرمایا۔ گو  
 کسی طرح ہر تو اب انسانیت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ ہم کچھ اس عنوان خاص سے لکھیں اپنے تحقیقت  
 یہ تمام تحریرات ہی ایک سچاں ہیں اس سے سب کچھ واضح ہو چکا ہے۔ رہا بندہ کی نسبت  
 جو جناب نے بلند و صلی و عالی ظرفی طرز و تعریف کے طور پر اور تکبر صراحتہ تحریر فرمایا۔ گویا  
 اپنی ہی حال کا نقشہ کھینچا ہے کیونکہ بندہ تو محض سائل ہی ہے پس قال الفاضل الجلیل  
 قولہ۔ سمعنا بعض کتب بعض ازمنہ میں شہور ہوئے ہیں اور وہی بعض ازمنہ میں مفقود و مستور  
 اقول۔ اپنے یہ مضمون ازالہ الغین سے نقل کر دیا مگر ذرا خواص صبح کو جو تفکر میں غوطہ  
 نظر آیا کہ بالفرض اگر یہ آپ کا قول تسلیم ہی کر لیا جاوے تاہم وہ کتب جو بعض ازمنہ میں مفقود  
 و مستور و اول نہ ہوں مگر بسند علماء کتب رجال میں تو ضرور مذکور ہو کر ہر ذرہ اولیٰ سند کیونکہ  
 جائز ہوگی۔ آپ کے خاتم المتکلمین جو ازالہ الغین میں فرماتے ہیں کہ تحقیق نیست کہ بسا باشد کہ  
 کتابے در زمانے شہرت می یابد و بعد زمانی شہرتش از صفو کائنات محو گردد و عیناً بالعکس  
 الخ۔ چونکہ یہ محض دعویٰ سانی بنا اسکی مثال پر قاور نہ ہوئی۔ اور دوسری صورت جو چھپیں بعضی  
 از کتابہا الخ۔ بیان فرمائی، اور جو ادکی مثال کتاب سیف السلول کی دی بے شک یہ  
 ممکن ہے مگر کتاب سیف السلول جو دو اور علیہ اس کی زبان پر مذکور اسکی مصنف کا حال  
 معلوم ہے اس طرح اگر کوئی کتاب مجاہد السالکین ہوتی تو ضرور وہی موجود اور علیہ  
 کی زبان پر مذکور ہوتی اسکی مصنف یا سلف کا حال معلوم ہوتا کہ وہ مسترد ہوتے اور اگر  
 ایسا نہ ہو تو ہر شخص ایک ایسی کتاب کا حوالہ دیکر جو اصل میں تصنیف یا تالیف ہی نہ ہوئی ہو  
 کہہ سکتا ہے کہ بعض کتب بعض ازمنہ میں شہور ہوتی ہیں اور وہی بعض ازمنہ میں مفقود  
 و مستور فرمائی آپ اسکا کیا جواب دینگے۔ ایسی کتاب کا حوالہ جو اس زمانہ میں مفقود و مستور  
 اور اس منہب والوں کے رجال میں ہی کہیں اسکا ذکر نہ ہو نہ اسکی مصنف کا نام

مفصل نہ اسکی تصنیف و تالیف کا زمانہ مشرع بمقابلہ خصم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔  
یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی۔ اگرچہ کتب غیر متداولہ و مفقودہ و ستورہ کی  
مثال طلب کرنا ایسا ہر جیسا کوئی غیر معلوم و مجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت  
فاضل محیب کو مثال ہی کر سمجھاتے ہیں۔ سنی کہ آپ کی بلکہ فریقین کی کتب رجال و فہرستیں  
و علمائین بعض علماء کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صدہ مجلدات انکثر تصانیف میں چنانچہ  
ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں فضل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے و لم یأتہ تثنی  
مصنفاً و نیز ابوی ابن شہر آشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حاملین  
لکھا ہے لہ ما توارہون کتاباً محمد بن مسعود عیاشی کی نسبت لکھا کہ کتبہ  
یزید علی ملے مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حاملین لکھا کہ لایخو  
من ثلثمائۃ مصنف علی نہ القیاس اور بیت سر علمائے کی نسبت اس طرح درج ہے لیکن  
اگر تتبع و تلاش کیجاوے تو بجز چند کتابوں کو جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہوں گے کسیکا  
کہیں تپہ و نشان نہیں ملے گا تو انکثر نسبت ہی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتاب میں ہوتی  
تو موجود اور علماء کی زبان پر مذکور ہوتی اور ایسی ہی کتابیں ہیں کہ خیر مصنفین کا حال  
کچھ معلوم نہیں چنانچہ معالم العلماء کے آخر میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا اور یہ ہی ہر ایک  
پر واضح ہے کہ جامع فہرست علماء کو اول تو استیعاب و ہتیفاً کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود  
نہیں ہوتا توڑی توڑی کتابیں بطور نمونہ درج کر دیں اور اگر استیعاب ہوتا ہی تو اپنی علم  
و وقفیت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ کچھ ضرور نہیں کہ انکا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات  
کو حاوی و شامل ہو اپنے معالم میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول میں لکھا ہے والکانت الکتب  
لا تعد ولا تحدد و آخر میں لکھا ہے ثم الفہرست الکتب غیر منحصرہ اس سے صاف  
معلوم ہوتا ہے کہ انکو استیفاً مقصود نہیں۔ علاوہ ازیں چند کتب در سائل بندہ کے  
پاس ہیں مذہب شیعہ کے مصنفہ علماء شیعہ موجود ہیں آپ انکا ہی حال تلاش کر دیکھیں

اور تتبع کر کے فرما دیں کہ وہ کس کس کے کتابین و رسائل میں۔ اوصاف الاشراف کتاب  
 الاشراف۔ حجتہ الکاملہ۔ نوادر الاثر۔ مختصر العوین۔ اگر ایک کتاب کے واسطے ضرور ہے کہ اس کا  
 حال اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف مفصل و مشروح معلوم ہو کرے تو انکا حال ای  
 سی شرح تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔ رہا صحت استشہاد کی نسبت جو کچھ سیر فرمایا ہے  
 سو ناخفیع میں ہمارے سند کی صحت کا مدار کچھ مجالج السالکین ہی پر نہیں ہے بلکہ اور بھی بعض  
 معتبر کتابوں سے ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اس کو نقل کرینگے اس واسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب  
 تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار مجالج السالکین ہی پر نہیں فرمایا ہے پس حکم یہ روایت  
 دوسری معتبر کتابوں میں ہی موجود ہے تو اگر بالفرض مجالج السالکین مفقود و مستور ہو اور اس  
 مسئلہ لال صحیح نہ ہوتا ہم ہمارے مسئلہ لال کے صحت میں بابت ضابطہ ثبوت رضی اللہ عنہما شیخین رضی اللہ عنہما  
 کو ساتھ کچھ کلام نہیں ہو سکتی۔ غرض کتب کی نسبت آپ کا یہ دعویٰ فرمانا کہ جو کتاب تصنیف ہوئی  
 ضرور ہے کہ اس کا حال اور اس کے مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف معلوم ہو جائے بابت بہت سی کتابیں  
 تصنیف ہوئی جو بعد میں مفقود ہو گئیں اور بہت سی ایسی کتابیں ہیں کہ جن کے مصنفین کا کچھ حال  
 معلوم نہیں۔ اکثر کتابیں جو گذشتہ قرون میں زیر درس تھیں اس وقت از کانام نشان  
 ہی نہیں تاقید ہے جب ایک چیز کا تذکرہ اول کم ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ شے ہی اول شے معلوم  
 کی ہوتی ہے اور پھر حقیقہ معلوم ہو جاتے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض مقالوں کا  
 کہیں تا نشان نہیں مصنفات افلاطون و ارسطاطالیس وغیرہ کا اس وقت کہیں نام نشان  
 باقی ہے اچھا اونکو رہنے دو صحف ابراہیم علیہ السلام کا کہیں عالم میں وجود ہے تو دیت  
 و انجیل و زبور اصل کہیں پائی جاتے ہیں۔ علیہ القیاس صدہا بلکہ ہزارہا ایسی کتابیں  
 ہونگی جو ایک زمانہ میں مشہور تھے اور بعد میں مفقود ہو گئیں جس کی غرض ان کے بیان سے صرف یہ ہے  
 کہ یہ کچھ لازم نہیں کہ اگر ایک شے کا وجود ایک زمانہ میں ہو تو بعد اس کے بھی اس کا وجود  
 باقی رہے۔ جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہو گیا ہو ممکن ہے کہ بعض کتب

یسی ہوں کہ اذکار کا وجود خارجی اور سلم و نو جانے میں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکا استعمال  
 پر قائم نہیں ومن اوعی غلیہ البیان اور محاج السالکین تو اس جنس سے نہیں کہ جس کا وجود  
 مطلق نہ ہو۔ آخر حضرت علامہ کاہلی رحمہ نے صواعق میں اس سے استثناء کیا حکیم  
 محمدم سلامت علیہ السلام نے اسکا وجود کی شہادت دی اسکا وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا  
 اسکو اہانت کا افترا سمجھنا اور انکار کرنا اور یہ کہنا کہ اپنی نفع کے لیے گٹری ہوگی اور چونکہ  
 اس باب میں اہانت مہم میں اسکی شہادت قابل قبول نہیں سوا کا جواب ہم غریب  
 بیان کریں گے۔ قال الفاضل المحیب قولہ پس یہی اپنی قدامت کو ہر دوسرے پر جنون کے  
 بہ اس نام تحفہ کے جوابات لکھی ہیں لکھا کیا ہے۔ اقول حضرت اسطرح اپنی ہی اپنی قدامت  
 کو ہر دوسرے پر بلکہ بعینہ وہی مضمون نقل کر دیا ہے لفظ العبد الفقیر الی مولانا الغنی  
 اس قول میں تیسرے نام تحریر جوابات کے وقت ملحوظ خاطر نہیں ہوئی مطلق قدامت سمجھ کر  
 معارضہ فرمایا پس یہ معارضہ ہم پر وارد نہیں ہو سکتا قولہ جناب من قدامت کی ہی ہر دوسرے  
 پر معاملات دینی میں گفتگو ہوا کرتے ہیں اپنی رائے کا دخل کم ہوتا ہے اقول  
 چونکہ اپنے اپنے عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدامت کے اسوار کی سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل  
 نہیں دیتے اسبواسطے صراطِ مستقیم سے منحرف اور جماعت سے ایک طرف ہو گئی ہیں ہم نے  
 بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دی رکھا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر مدار رکھا ہے اسکا خلاف کسی کی نہیں مانتے جو اسکا موافق ہو وہ علی الراس العین سمجھتے ہیں  
 ایسی جبل المتین سلام کو محکم مگر ہی ہوئی ہیں۔ حضرات کے کتاب اللہ جب امام غائب  
 غارِ سرسبز پر آمد ہو تو کتب شاید کچھ معمول بیا ہو تو ہو ورنہ اب تک تو صرف مٹھا میں ذرا رہ و کبر  
 و ابوبصیر وغیرہ کے رقبہ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من جبل الوریہ ہے قولہ مگر ہم میں اور  
 آپ میں اسقدر فرق ہے کہ گواہ کے قدامت و دلیل ہے کوئی دعویٰ کیوں نہ کریں بدون سوچی  
 سمجھی اپنے عقل و علم سے کام لے محض تقلید آپ تسلیم کر لیتے ہیں چنانچہ ازالہ الغین سے

اپنے یہ مضمون نقل کر دیا اور جو مثال آپ کے خاتم المتکلمین نے دہان لکھی ہے اسکو اس کتاب  
 متنازعہ فیہ کو مطابق کیا بدون تامل اور کیا مضمون تسلیم کر لیا۔ آیات بیانات سے جو عبارت متعلق  
 آیت غار اپنی نقل کے ذریعہ سب پا کر یہ عبارت ہی دعویٰ کو ثابت کرتی ہے بانیین جو میر ہدی  
 صاحب نے لکھا اسکو بہرہ چشم قبول کر لیا اور یہہ وثوق بہم پوہنچا یا کہ ہمارے مقابلہ میں ہی  
 نقل کر دیا۔ اور ہم اس قسم کی تقلید نہیں کرتے بلکہ اصول میں تقلید جائز ہی نہیں جانتے  
 ہاں مدلل قول کو بیشک تسلیم کرتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات سن کل الوجوہ اپنے نظر سے نہ گزری  
 ہوں۔ اقول گذشتہ اباحت سے اہل فہم والصفات پر واضح و روشن ہے کہ قدامت کی تقلید  
 بڑے سوچے سمجھے اور بدون اپنے فہم سے کام لیں آپ کہیں یا ہم کرتے ہیں۔ فروع کو تو پہلا  
 دینے دیکھے آپ تو اصول میں انہیں عقل و فہم کی بند کر کے تقلید فرماتے ہیں۔ اس کے اصول  
 دینے پر کونسی دلیل قطعی قائم کر س سے آپ اسکا اصول دینے کو ثابت فرماتے ہیں  
 سد رجعت پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہیں محض  
 تقلید پر بے سوچے سمجھے اور اپنے عقل سے کام لینی مہارکار ہے اور یہہ جو فرماتے ہیں کہ دل  
 قول کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس یہ محض دعویٰ لسانی ہے، پس قطب راوندی کے قول پر  
 جو اسے بعد بلا و فلان کے بارہ میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابین سے ہے  
 جو وقوع فتن سے پہلے وفات پا گیا کونسی دلیل قائم ہے جو آپ نے برخلاف ابن مہتم وغیرہ  
 اسکو بے سوچے بہرہ چشم قبول کر لیا کیا مدلل قول ایسی ہی ہوتے ہیں جیسا آپ کے قطب  
 راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب  
 الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پیرسرفہ تا شاید ہے کہ فرماتے ہیں کہ اوپر تمام مقدمات  
 سن کل الوجوہ اپنے نظر سے نہ گزری ہوں خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اور سب سے کل  
 الوجوہ نظر سے نہیں گزری تو اسکا مدلل ہونا آپ کی نزدیک کیونکر ثابت ہوا بجز اس کے کہ اپنے تقلید  
 اسکو مدلل خیال کر لیا ہو اور کوئی صورت نہیں در نہ جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

آپ کو نظر سے نہیں گذرا تو آپ کے نزدیک اسکا بدل ہونا کیونکر ثابت ہوا قولہ اور تحفہ کے جواب  
 جب آپ کو دیکھ کر ہی نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ برای نام لکھیں کیونکہ صحیح ہو۔ اگر آپ ان جوابوں کو  
 دیکھیں اور کچھ ہی عقل و انصاف سے کام لیں تو خود بول او نہیں کہ واقعی یہ جواب للہ جواب ہیں۔  
**اقول** اگر عقل و انصاف سے کام لینا ایسا نام ہے جیسا کہ جناب نے کام لیا کہ بدہیسا  
 کا اٹکار کر دیا اور خلافت بدایتہ دعویٰ کیا کہیں فرمایا کہ ابن مشیم کے تو جیہات تسخر پر مبنی ہیں  
 کہیں تنزل پر نازل کیا کہیں دعویٰ کیا کہ مد بلا و فلان کو علماء اہلسنت قسم کہتے ہیں اس کے  
 غیر ذلک سن الا کا ذیب تو ایسے عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو  
 ہی مبارک ہے اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اسکی ہوسے آپ تو کیا خود ان جوابات  
 مصنفین ہی اور انکی نسبت ایسا دعویٰ ہونہ سے نہیں نکال سکتے ہیں دعویٰ محض اس قول کے  
 قبیحہ سے ہے جبکہ اشیٰ معیہ ویم قال الفاضل المجیب قولہ سوانکی کیفیت  
 ذرا ملاحظہ ہو خاتم المسدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ میں حدیث محتاج السالکین  
 سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ مذکور  
 میں استہلال فرمایا ہے اسکی جواب میں طعن الزیاح میں لکھا ہے دتا حال نام کتاب  
 محتاج السالکین بگوش کسی از شیعیان رسیدہ فضلاء عن کونہ شہور اچست بعد کہ نام  
 کتاب را خودش بدرون ساخته باشد انتہی مختصا اور علامہ سنوری نے اس سے ہی منہ  
 پروازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی وضع کرنے پر فریہ ہی عجاوید یہ کہ باب سیویمین  
 علامت شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکی سنس کا ذکر نہیں کیا۔ انتہی نقلاً عن  
 ازالۃ الغین۔ بحجاب اسکی مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین میں فرماتے ہیں ان  
 کتاب یعنی محتاج السالکین خود درصواقہ و سیف السلول مانندہ آن مذکورست و ہم  
 نزد حکیم مخدوم یعنی سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبری کہ بہ عاواد الدین و  
 امین الدین شہرت دارد محسوب معدود ہیں چہالت احمد ہامینی پر مصیبت و چہلست تکلیف

دعویٰ جہالت کلاماً انتہی بقدر الحاح جہ - اقول - افسوس کہ آپر بیان ہی عقل و انصاف سے  
 کام نہ لیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو طنزاً تحریر فرمائی مگر ادسکی جواب میں کچھ  
 ہی نہ لکھا۔ آپ غور فرمادیں کہ جب آپ کا خاتمہ الحمد میں لے اپنا متوجہ جانی کے یہ کتب علماء شیعہ کا  
 حال لکھا ہے تو جس کتاب سے شیعوں کی بہت بڑی دعویٰ کو اپنے زعم میں باطل کرنا چاہتے  
 ہیں اگر کہیں کچھ ہی نشان اہل کتاب یا اس کے مصنف و مولف کا پاتی تو ضرور اس کا ہی  
 ذکر کرتے۔ یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کے کوئی کتاب کتب شیعہ میں  
 نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی مشہور شخص ہے۔ بقول العبد الفقیر لے مولانا  
 الغنی - فی الحقیقۃ یہ افسوس جناب ہی کے حال کی طرف عائد ہے کیونکہ اس بحث  
 میں ہی انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام  
 نہیں لیا یا کہ ملازمان جناب والا نے۔ رہا یہ کہ آپ کا جواب تو خود ظاہر ہے آپ کا  
 دعویٰ اس وقت صحیح ہو جبکہ یہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ میں استیفا کتب  
 مفسود ہو بلکہ اس کے دیکھنے سے یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابوں نے تحفہ میں استدلال  
 فرمایا ہے بیان کتب میں اون کا یہی مقنا نہیں ہے۔ رہا یا غالباً جناب کو یہی معلوم ہو گا کہ  
 خود انج البلاغت کا جسک عبارات سے بجا استدلال فرماتے ہیں بیان کتب میں ذکر نہیں  
 فرمایا تو اب اس کی نسبت ہی اعتراض فرمائی کہ جس کتاب سے شیعوں کی بہت بڑی برے  
 دعویٰ کو باطل کرنا چاہتے ہیں اگر کہیں کچھ ہی نشان اس کتاب یا اس کے مولف کا  
 پاتی تو ضرور اس کا ہی ذکر کرتے یہ ذکر نہ کرنا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کی کوئی  
 کتاب کتب شیعہ میں نہیں ہے اور نہ اس کا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علی بن القیس  
 اور بہت کتابیں جسک روایات سے استدلال کیا ہے اعداؤ کا نہ کو رہیں۔ پس خدا کے  
 لیکر ذرا انصاف سے فرمائیے کہ عقل و انصاف سے کام لینا اس کا نام ہے شاید عقل و انصاف  
 سے اپنی عقل و انصاف مراد ہوگی یعنی ہماری عقل و انصاف سے کام نہیں لیا سو یہ ہی

عین عقل و انصاف ہی سے کام لیں۔ قولہ آپ کے خاتم المسکین نے جو کچھ انہیں  
 میں اس باب میں لکھا ہے اور آپ کو اس کو نقل کیا ہے اس کے جواب میں ہم صرف نجات الہیہ  
 کو خاتمہ میں جو کچھ لکھا ہے بتغییر سیر نقل کرتے ہیں اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع نازک  
 پر گراں گذر سکتے ہیں بلکہ بجائے اذکر الفاظ طامع لکھتے ہیں حضرت مجیب سر انصاف کی  
 امید ہے وہ ہونے۔ ہر گاہ بروایت بخاری و مسلم و اصح الکتاب جمع علیہ المسند میں کہ  
 بقول شاہ صاحب یہ دونوں کتابیں محفہ و موطائف نامہ و جمیع علماء اسلام میں اور شہرت  
 و تعلق بالقبول میں بدرجہ علیا پونچھیں حتیٰ کہ جامع الاصول میں نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری  
 بلا واسطہ نوہ ہزار علماء فضلاء نے مستنہی اور ناظرین کتب رجال پر انکی فضائل ہوش رہا  
 محض نہیں غضب ناک ہونا جناب سیدہ کا مقدمہ مذکور میں حضرت ابو بکر پر اور پھر نہ کلام  
 کرنا اور نہ تمام سہر ثابت ہوا تو اب علماء اہل سنت نے ناچار ہو کر حرکتیں مذہبی کیں جانچ  
 خود شاہ صاحب یہ تقلید خواجہ کاہلی بخلاف روایت بخاری و مسلم و مقتضای الفرق تشریف  
 بکل شیش درجے رضا جناب سیدہ ہو کر روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ خارج النبوة  
 و کتاب الوفا ہیقی شرح مشکوٰۃ و ریاض النہضۃ و فصل الخطاب و کتاب المواقفہ ابن سنا  
 سے ہوئی حالانکہ ان سب کتابوں میں صرف دو روایتیں ہیں کہ اذراعی و شعبی سے نقل ہوئی ہیں  
 یہ دونوں روایتیں شعبی طوزلی کی باوصف کر روایات صحاح کذب انکی میں مرسل میں کافی تشبیہ  
 و لطاعن۔ ثانیاً کذب یا واقفہ کتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا اور اس شہاد میں عبارات  
 محاج السالکین محض تقلید کاہلی پیش کی اور حکیم سلامت علی بنبار سے کہ خلاف واقع گوئی میں شاہ صاحب  
 سے ہی مسئلہ مرتبہ کہتے ہیں اوہوں نے تخمیناً محاج السالکین کو مع تفسیر مجمع البیان  
 و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہ محض غلط و خلط ہے بلکہ دلیل  
 ہتمال و مانع حکیم صاحب موصوف ہے کیونکہ مجمع البیان اور احتجاج یقیناً عماد الدین  
 طبرسی کے نہیں بلکہ مجمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتجاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے  
 ان دو کتابوں کو کہ تالیف شخصین مختلفین کے ہیں شخص ثالث کی طرف منسوب کیا یعنی نہ  
 عماد الدین طبرسی کے اور عماد الدین طبرسی علماء مصنفین شیخ میں کوئی نہیں ہے اب عماد الدین مصنف کتاب شاہراہ مصطفیٰ  
 شاہراہ شیعہ میں وہ طبرسی نہیں بلکہ طبرسی ہیں۔ پس بیان حکیم صاحب یہ شخص  
 میں کمال غلط ہوئی کہ دو کتابوں کو جو دو شخص مختلف کے ہیں تصنیف ایک شخص مفروض کے  
 بیان کرتے ہیں مگر حکیم صاحب یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب دیکھی  
 تھی اپنے بیٹوں کو لکھی تھی اس سے یہ غرض نہیں کہ علماء فریقین اسکو دیکھیں بعد اسکی وجہ لو کہ  
 حیدر علی نے علم تکلم بمقتاد اہل حق بلند کیا تو مقام اثبات کتاب مجاہد السالکین و نسبت  
 آن مصنف و توثیق مصنف میں مدعی اسکی ہوئی کہ یہ کتاب صاحب صواعق یعنی خواجہ  
 نصر اللہ کابلی کے پیش نظر ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے عبارت اسکی بلا  
 وساطت نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گزری یہ محض دعویٰ لسانیہ قابل التفات  
 و جواب نہیں۔ اور نیز مولوی حیدر علی نے اثار العین میں مجاہد السالکین کو منسوب بطرف  
 عماد الدین کر کے اس قدر اور زیادہ کیا کہ یہ عماد الدین معروف بامین الدین طبرسی ہے۔ دل  
 نہ الا کذب صراح و بہتان بواح۔ بالجملہ اول میں الدین طبرسی صاحب مجمع البیان  
 ہرگز مشہور عماد الدین طبرسی نہیں۔ ثانیاً کتاب مجاہد السالکین تصنیف مولانا نہیں کسی نے  
 وہما و التباساً ہی انکی طرف منسوب نہیں کی۔ چہ خوش۔ خواجہ کابلی و محدث دہلوی کو تو  
 ہرگز یہ سیر نہ ہوا کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثابت کرتے اب حکیم صاحب  
 مولوی حیدر علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتی ہیں کہ چند خرافات سے توثیق کتاب ثابت  
 ہو جائے اور یہ نہیں سوچتی کہ ایسی امور سے جو ای ثبوت مجرد مدعیین کچھ فائدہ نہیں  
 اس لئے بقدر حاجت۔ اب حضرت محمد مصطفیٰ کی خدمت اقدس میں بعد ادب عرض ہے  
 کہ برائے خدا و رسول انصاف فرماؤں۔ کہ کیا حسب ادب مناظرہ کسی کتاب کے توثیق کا ثبوت

اس طرح ہوا کرتا ہے کہ خاتم التکلیفین جو اپنی اور اپنے اہل نجد کے زعم میں من منظرہ میں بدھو لے  
 رکھتے تھے اور بقول آپ کے ہمدی صاحب کے شیعہ جاری تو ان کو نہ م سے کانپتی ہیں ایسے بڑے  
 فاضل اجل اور متکلم بے بدل کا یہ لکھنا کہ ان کتاب یعنی محتاج السالکین خود درصویر کتب و سیف  
 مسلون مانند ان مذکورست و ہم پر حکیم صاحب مخدوم یعنی سلامت علیخان جو ہم  
 کمال ہی بخیر و منف پر وال ہے اور ان کتب مذکورہ سے شہادت لانا شہادۃ نصب علی  
 ذنب سے کم نہیں۔ **اقول** افسوس کہ بیان ہی آپ کے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور ہماری  
 عبارت کو کہ محض ایدو ہی نہ سمجھا کاش اتنا ہی صحیحہ لیتی کہ منشا اعتراض کیا ہے اسلم ضرور  
 ہوا کہ مگر عقل عبارت معروضہ سابقہ اعتراض کے تقریر کردن اوسکو بعد اہل دانش و نبی و ہمیں  
 کہ حضرت مجیب کے جواب کو اوس اعتراض سے کیا ربط و تعلق ہے۔ بندہ سنے بعض بیاتھا  
 کہ علامہ دہلوی قدس سرہ الغریز نے در باب رضا حضرت فی ظمہ حدیث عجائبات بیان کیا کہ میں سے  
 استدلال کیا تھا بجواب اوسکو طعن الرماح میں لکھا کہ دنا حال نام کتاب محتاج السالکین کہ شمس کے  
 از شیعیان نہ رسید۔ چہ بعد است کہ نام کتاب خودش بدروسع ساتھ باشد مفسد اور علامہ  
 کستوری نے باب بیوم میں نہ ذکر کرنے کو قرینہ وضع کا قرار دیا اسپر دوی حدیث علی صاحب علیہ  
 فرمایا ہے۔ دین کتاب بخیر محتاج السالکین خود درصو واقع سیف سلول و مانند آن مذکورست  
 اس سے صاف ثابت ہے کہ صاحب طعن الرماح نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود  
 صاحب تحفہ کا مضمون ہے و یہ روایت حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہ سہرا نہ کہ غیب ہے  
 کیونکہ جب صو واقع امیر سیف سلول میں اس کتاب کا نام اور اس روایت کا حوالہ اس کتاب کی طرف سے خود  
 ہے تو صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کذب و وضع کی نسبت کرنا محض کذب و دروغ ہے جواب ہا  
 یہ کہ اگر انہی اس دعویٰ کو کاذب تسلیم کریں اور فرما دیں کہ یہ وضع و افتراء صاحب تحفہ قدس سرہ  
 نہ سمجھ صاحب صو واقع کا ہوگا۔ بہر کیف اسکا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے سوا اسکا جواب  
 یہ ہے کہ قرینہ قطعیہ قائم ہے کہ اہل سنت کو اس وضع و افتراء کی کچھ ضرورت نہیں کہ نام کتاب یہ خود کہہ کرین کہ

ماہی صاحب کتاب محتاج السالکین  
 کہ نام کتاب محتاج السالکین  
 کہ نام کتاب محتاج السالکین

عبارت تخفہ سے واضح ہے کہ اس روایت کا وجود کچھ عجاج اسالکین پر ہی منحصر نہیں بلکہ اور ہی معتبر کتابوں میں مروی ہے چنانچہ ہم نقل کرینگے۔ پس جبکہ یہ روایت اور ہی بعض معتبر کتابوں میں مذکور ہے تو عقل سلیم کو نیکار تسلیم کرتی ہے کہ باوجود پائی جانے والی روایت کے معتبر کتابوں میں مذکور ترک کرین اور فرضی نام کتاب کا تراش کر روایت کو اس کی طرف نسبت کرین۔ یہ روایت فاضل شجر کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر پنج البلاغت سہمی بصباح السالکین میں۔ جس کی خطبہ میں خدا تعالیٰ سے غمہ کیا ہے کہ حق سے مراعات لاکھ تجاوز نہیں کرینگا اور ہرگز باطل کی طرف سیل نہیں کرینگا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ ایران سے نقل کرتے ہیں۔ وروی انہ لما سمع کلامها حمد الله واثني عليه واصله على رسول الله قال يا خيرة النساء وابنة خيرا لآباء والله ما عدوت راي رسول الله ولا عملت الا بامر وان الرايد لا يكذب اهل قد قلت فابعت واعلقت فاهرت فغفر الله لنا ولك اما بعد فقد دفعت الي رسول الله ودابته وحذاءه الى علي واما ما سئو ذلك فاني سمعت رسول الله يقول انا معاشر الانبياء لا نور ذهاب ولا فضة ولا ارضا ولا عقارا ولا دارا ولا كنا نورث الايمان والحكمة والعلم والسنة وقد عملت بما امرت ووضعت فقال ان رسول الله قد وهبها لي قال نعم يشهد بذلك فجاء علي بن ابي طالب وام ايمن فشهدا لها

۱۔ اور روایت ہے کہ ابو بکر نے جب فاطمہ کا کلام سنا خدا کی حمد دینا کہی اور رسول پر درود پڑھا پھر کہا ای عورتو نہیں سب سے بہتر اور پابو نہیں سے بہتر باب کے بیٹی خدا کی قسم میں نے رسول اللہ کے راسی سے تجاوز نہیں کیا اور نہ بجز اس کے حکم کے کوئی کام کیا۔ اور یاسحقین رائے اپنے اہل کے ساتھ چھوٹ نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ کو اور جس کو بخشے۔ آجہ پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منیار اور سواری اور غلص میں نے علی کو دیدی اور اسوا اس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا فرماتے تھے۔ ہم انبیاء کی عطا سے اور چاندی اور زمین اور بے ادین کی سیکو اپنا وارث نہیں چھوڑتے بلکہ ہم ایمان اور حکمت اور علم اور سنت وراثت میں چھوڑنے میں اور جو کچھ مجھ کو حکم فرمایا تھا۔ میں نے اس پر عمل کیا اور خیر خواہی کی۔ فاطمہ نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھ کو یہ کہہ کر دیا تھا ابو بکر نے کہا کہ اسکا کون گواہ ہے۔ تو علی بن ابی طالب اور ام ایمن آئی اور اس کی گواہی دی۔ ۱۲۔

مختصر کتاب میں ابو بکر کا ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ثبوت۔





طبری کی ہی اس میں کیا سختی ہو۔ علاوہ ازیں اگر یہ خط اور خط اور اختلاف و مانع ہے تو آپ  
 ہی کے اکابر کا ہے جنہوں نے علماء مصنفین کے فہرست مکمل کر کینی احتجاج کو احمد بن  
 ابی طالب کے طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی نے ابو علی طبری کی طرف منسوب کیا ہے مگر اب  
 تعجب ہے کہ آپ اپنی کتابوں کا ملاحظہ نہیں فرمائی۔ اور بدوین و دیگر اور تلاش کیے انکار فرما  
 ہیں اس وقت ہمارے پاس تراجم علماء میں سے مجموعہ عالم العلماء ابن شہر آشوب  
 سعدی السمتین کے کہ ایک غالباً ابن ہادو کا ہے اور دوسرا سید ابن طاووس کا ہے موجود ہے  
 اب ان کے اختلافات کی کیفیت سنی جس سے خط اور خط بلکہ اختلاف و مانع کے پوری پوری  
 تصدیق ہو جاوے عالم العلماء ابن ابن شہر آشوب کہتے ہیں شیخ احمد بن ابی طالب  
 لا الکافی فی الفقہ حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ تاریخ الامم۔  
 فضائل الزہرا۔ تو یہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبری کے طرف منسوب  
 کرتے ہیں اب سنی سید ابن طاووس اپنے بھائی بن ابی علی طبری کے حال میں کہتے  
 ومنہم الشیخ ابو علی فضل بن الحسن بن ابی الفضل الطبری المفسر الباهر مصنف  
 مجمع البیان والجوامع والجمع والکتاب الاحتجاج و کتاب مکارم الاخلاق میں بزرگ نے  
 ان دو کتابوں یعنی کافی اور احتجاج کو جنکو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب  
 کی تصنیفات بیان کی تھیں۔ ابو علی کے تالیف بیان کیا۔ آپ پر علامہ مجلسی نے جدول  
 بحار میں صفحہ ۱۳ پر صاف لکھا ہے کتاب الاحتجاج و نیب هذا ایضاً۔  
 ابی ابی علی و هو خطا بل هو تالیف ابی منصور احمد بن علی بن ابی طالب الطبر  
 غرض اس سے ہکو یہ ثابت کرنا تھا کہ علماء شیعہ نے احتجاج کو ابو علی طبری کے طرف

۱۔ میرا شیخ احمد بن ابی طالب کی یہ کتابیں ہیں۔ کافی فقہین حسن الاحتجاج۔ مفاخر الطالبیہ۔ تاریخ الامم۔ فضائل الزہرا۔  
 ۲۔ منہم الشیخ ابو علی فضل بن الحسن بن ابی الفضل الطبری المفسر الباهر مصنف مجمع البیان و الجوامع و الجمع و الکتاب الاحتجاج و کتاب مکارم الاخلاق کا ہے ۱۲۔ کتاب الاحتجاج اور یہ ابو علی کی طرف ہی منسوب ہے اور یہ  
 خطا ہے بلکہ یہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبری کی تالیف ہے۔ ۱۳۔

منسوب کیا ہے تو اگر یہ احتمال مانع ہے تو آپ کے علما کا ہے نہ حکیم سلامت علی خان مرحوم کا اور لیجر آیکے ابن شہر آشوب نے بیان ابو علی طبرسی میں لکھا ہے کہ شیخی ابو علی الطبرسی نے جمع البیان نے معانی القرآن حسن الکلام اشاف من کتاب الکشاف النور المبین الفائق حسن اعلام الوری باعلام الهدی الاذاب الدینیہ للتخریج المعنیہ تو انہوں نے اعلام الوری کو ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کیا ہے اور سید ابن ابن طاووس نے اپنی رجال میں لکھا ہے۔ ومنہم الشیخ الفقیہ ابو منصور محمد ابیطری صاحب کتاب اعلام الوری وغیرہ من المولفات علی ہذا القیاس ان حضرات کے باہم چند اختلافات ہیں وہ ایسی نہیں جو واقف پر مخفی ہوں۔ رہا یہ کہ امین الدین ابو علی طبرسی لقب بجماد الدین ہیں یا نہیں۔ چونکہ ہماری پاس اس وقت صرف مختصر تین رسالہ ہیں بسمہ اذکر ایک رسالہ میں لقب امین الدین لکھا ہے۔ اور دو رسالہ میں کچھ لقب نہیں لکھا۔ بلکہ ایک رسالہ میں امین الدین کے جد کو کنیت کے طور پر ۱۰۱۰ لکھا ہے تو ہم اس کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتے کہ لقب بجماد الدین ہے یا نہیں اور فاضل مجیب اور صاحب نفحات الریاحین کے تبحر کا حال تو صاف واضح ہے تو اذکار اس باب میں قابل اعتماد کے نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ روایت رضا قاسمی کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت و متحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کو وضع کرنے اور کتاب کا نام تراشی کے کچھ ضرورت نہ تھی تو اس سے صاف عقل سلیم باور کر سکتے ہیں کہ یہ کتاب نے بحقیقت علما شیعہ کے کتابوں میں سے ہے پھر اگر حکیم سلامت علی خان مرحوم نے اس کتاب مجاہد اسالکین کو بشمول مجمع البیان و احتجاج ابو علی طبرسی کی طرف منسوب کر دیا تو اس کی امتناع پر کون سے دلیل قائم ہے جو کو مانع ہو علی الخصوص جبکہ یہی ثابت ہو گیا ہو کہ احتجاج و مجمع ہی اس کی طرف منسوب ہے اور صاحب نفحات الریاحین نے جو یہ دعویٰ کیا کہ مولوی حمید علی رحمہ اللہ مدعی ہیں

کہ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے محاج السالکین کی عبارت بلا واسطہ نقل کے ازالہ غنہ  
 کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں ظاہر یہ ہے کہ مولوی حیدر علی  
 یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا یہ عند اسلمت کہ اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علم سبیل  
 المنزل تسلیم عنہ قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکھا اور مولوی حیدر علی صاحب  
 رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول پر استناد کر لیا خطائی تو ہی  
 ہم کہتے ہیں کہ یہ وضع و افتراء اہلسنت کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل  
 جو قریب الفہم ہے یہ ہے کہ کچھ عیب نہیں اصل کتاب صواعق میں یہ لفظ مصباح السالکین  
 ہو گا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی وہ روایت ہے جو عن مصباح السالکین شرح  
 کبیر ابن میثم بخرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کا تب سے لفظ مصباح  
 میں حروف صداد اور ب کی جگہ لفظ محاج حاروسیم کے ساتھ لکھا گیا ہو اور ظاہر ہے  
 کہ سیف المسلول میں یہ روایت صواعق سے ملے گی ہے اور مخفی میں ہی صواعق سے لے گئے  
 اسلی وہ غلطی کا تب برابر چلا آئی ہو وہ سرقرینہ سپر یہ ہے کہ سیف المسلول کا جو نسخہ ہماری  
 پاس موجود دہلی موجود ہے اور اس میں محاج السالکین لکھا ہے اور یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول  
 توجیہ با خود صواعق سے ہے اور اس میں محاج السالکین ہے دوسری یہ کہ ختم خاتم السالکین  
 مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی لکھا ہے کہ سیف المسلول میں محاج السالکین لکھا ہے  
 تو معلوم ہوا کہ یہ یقیناً سو کا تب ہے اس طرح اگر صواعق کے نسخہ میں نسخہ کی غلطی ہوئی ہو  
 اور بجای مصباح السالکین محاج لکھا یا ہو تو کچھ عیب نہیں اور مصباح السالکین شرح  
 کبیر ابن میثم بخرانی کا نام ہے جو بیج البلاغت پر ہے اور با اینہمہ صواعق میں وہ روایت  
 روایت بالمعنی ہو گی کہ جس میں تطابق الفاظ شرط نہیں اور یہ توجیہ علی المنزل تسلیم ہونے  
 اسلی کی کہ ہماری پاس اسکی ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اسکی خصم تسلیم  
 کر دین ورنہ قرآن سے تو ہر غافل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ شک یہ کتاب علماء تشیع کے

کتاب معتبرہ میں سے ہے اور کچھ عجیب نہیں کہ امین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہو کیونکہ اس کی  
تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماء شیعہ میں سے بہت زیادہ مستعصب نہیں  
ہے تو کچھ عجیب نہیں ہے کہ اسے یہ روایت نقل کی ہو۔ غرض بہر کیف شیعہ میں اس نام کی  
کوئی کتاب ہو یا نہ ہو صاحب طعن الرماح کا یہ فرمانا چہ مستبعد است کہ اس کتاب را خود  
بدروغ ساخته باشد اور علامہ سنوری کا اسکی تائید و تقویت کرنا سراسر لغو و لاعاقل ہے۔ اگرچہ  
علمائے اثنی عشر کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ  
عنہ کے ساتھ معاملہ فدک میں ثابت ہو گیا تو یہ طعن جو باب مطاعن میں شیعہ کا مابالافتحارتنا ساقط  
ہوا اب ہم کو کچھ ضرورت نہیں رہے کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچھ کلام کریں۔ مگر  
شیطان اللہ سامعین دوچار لفظ اسکی بابت ہی گزارش کرتے ہیں کہ حدیث بخاری  
میں لفظ فوجہت کی نسبت اول ہم یہ ہی تسلیم نہیں کرتے کہ فوجہت حقیقت اسکی معنی  
غضب سے ہیں بلکہ معنی غمت یا نیت کریں کہ اپنے سوال فدک سے جو خلاف حق تھا جب  
آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سوال مجاہد تھا تو آپ کو غم لاحق ہوا جیسا کہ مقررین بارگاہ خداوندی کا  
حال ہوتا ہے کہ ترک غیمت پر بھی لڑکھو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت قاضی ثناء اللہ  
صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سیف المسلول میں فرماتے ہیں وجواب نزد فقیر آنست  
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث باین عبارت واقع شد است فوجہت ولم تکلم  
حتی ماتت و جدت لفظی است مشترک در چند معنی یعنی غصبت و نیت غمت و غمت آنست  
کہ انہی نہایتہ الجرمی و اینجا جدت را اصل راوی بمعنی نیت یا بمعنی غمت استعمال  
کرده بعضی روایات فرع کہ روایت حدیث بالمعنی کر و نہ جدت را بمعنی غصبت فمیدہ  
ہمان قسم یاد داشتہ و لفظ غصبت روایت کردہ و سنی این حدیث در حقیقت آنست  
کہ چون فاطمہ جواب ابوبکر شنید و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کرد کہ سوال میراث  
خلاف شرع واقع شد نہ است کشید و بر سوال کردن خود میراث را مغلین شد کہ این فعل

چرا از من ظہور شد۔ انتہی لب را حاجت۔ سلمنا کہ وجہ ت بمعنی غضب کے ہے لیکن ہم کہتے  
ہیں کہ عیب من غضبہا فقد اغضبی من داخل نہیں ہے کیونکہ اغضاب کے معنی یہ  
ہیں کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا و نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے غصہ  
اور مقصود حضرت سیدہ کونا خوش کرنا ہو تو یہ محل وعید ہے نہ یہ کہ شارع کے حکم سے کوئی  
فعل واقع اور اتفاقاً بحکم شریعت جناب سیدہ ناراض ہو جاوے تو یہ داخل وجب نہیں  
جناب امیرؓ کے ساتھ چند بار ایسی معاملات غلط و غضب کے پیش آئی۔ منجملہ اونکا ایک وہ کہ  
ناخوش ہو کر آپ سجد میں چلے گئے اور حضرت تشریف لائی اور جناب سیدہ سے پوچھا  
این ابن عمک آپ نے فرمایا غاصبی فخرج ولم یقل عندی خود حضرت تشریف لیکر  
دیکھا سجد میں لیٹی ہوئے ہیں آپ نے قم یا باتراب فرما کر اوٹھایا منجملہ اونکا ایک وہ کہ  
جناب امیرؓ نے ابو جہل کے بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اور سپر حضرت سیدہ ناخوش ہو کر  
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک زیت شکایت پہنچا اور آپ نے اسکی بیعت فرمائی منجملہ  
اونکا ایک وہ کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے پیچ رہے تھے اور جناب سیدہ نے  
جناب امیرؓ کا سر مبارک اسکی کنار میں دیکھ کر کس قدر غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیرؓ کے  
قسموں کو کہ کوئی امر واقع نہیں ہوا سچا بھانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر  
شکایت فرمائی۔ منجملہ اونکا ایک وہ کہ جب خلفار نے جو کرنا اہل بیت پر بڑے غم شیعہ  
شروع کیا اور جناب امیرؓ نے بحکم خدا تعالیٰ کے دیو صیت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب  
سیدہ ہاتھک ناخوش ہوئیں کہ کلمات استہجہ بحق جناب امیرؓ مثل جنین پر وہ نشین و خائنین و زنا  
گرختہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالتؐ ہو چکا تھا۔ بافاطمہ لا تصی علیا فان غضب  
غضبت بغضب اور یہ واقعہ قرب وفات جناب سیدہ کے ہے پس اگر حکم  
من اغضبہا فقد اغضبی کلیہ ہے تو یہ واقعات ہی داخل عموم حکم ہو کر وعید  
میں شمار ہونگے۔ اور اگر کلیہ نہیں تو طعن ہے سرسری طرح ہے تو اس صورت میں جبکہ

جناب امیرؓ نے جناب سیدہ سے پوچھا

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرح کیا اور وہ یہ کہ جناب سیدہ ناخوش ہو کر  
توصدیت اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں کیا۔ لیکن اس نے جناب سیدہ کی طرف فراموشی  
اعتراض ہے تو اس کے لیے بعض علمائے نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ  
معلوم نہیں اور نفس رکھتی نہیں اور کبھی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہو جاتے ہیں  
آخر جناب امام حسینؑ باوجود اسے بڑی بیانی پر درباب صلح ناخوش ہوئی مگر ظاہری  
کہ حق ایک ہی جانب تھا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکرؓ کی ناخوش ہوئی ہوں  
تو کچھ تعجب نہیں۔ لیکن یہ جواب علماء محققین اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ  
جب دوسری توجیہ اسکی جس سے طہارت و لطافت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے  
ہو سکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور وہ یہ کہ وجہ ت کے  
معنی غنیمت یا مذمت کے معنی سمجھو جاوین۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ جملہ تم تکلم اگر آپ کے  
نزدیک عام ہے کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہیں کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث علی  
الشرائع و بحار وغیرہ اس کے مذہب میں جنکو خاتم التکلیف نے ازالۃ الغین میں نقل کیا ہے  
چنانچہ ایک روایت ہم ہی ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہیں۔ ہر گاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام  
در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند و چونکہ کہ پر و انکس حاصل شود تا درخت  
در آئینہ آنجناب اذن نہاد ابوبکر بعد ازین عہد کرد و بخدا کہ زیر سقف خانہ نہ آراہ تا داخل شود  
و در رضا را و گوشہ پس تمام شب در صقیع بسر برد و پتہ چیز بر او سایہ دار بود پستتر عمر آمد  
نزد علی و گفت تو میدانی کہ ابوبکر مردی پیرست و وقت قبلی دارد و مصاحب یار غار  
پیغمبرست صلی اللہ علیہ وسلم بالیقین چہ بار آیدیم و خواستیم کہ نزد بتول نہ ہر خاطر شویم  
و در رضا او کو شیم اگر کوئی درین امر بکوشد امیر المؤمنین فرمود مطمئن باشید کہ من درین امر  
ساعی بلع تقہیم میرسانم پس بخاندہ درآمد و گفت ای دختر پیغمبر این دو کس دیدی  
کہ بار بار می آیند و لب مغذرت می کشانند و مرا تکلیف دادہ اند کہ اجازت برای شان حاصل کنم

حضرت ابوبکر کا یہ واقعہ مذکور ہے کہ جب بیمار ہوئے تو حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ابوبکرؓ کو اپنے پاس بلا دیا ہے کہ وہ میری خدمت میں آجائے۔

فاطمه فرمود که بخدا اجازت نخواهم داد و نه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را طاعت کنم  
 و دفتر شکایت ایشان باز نمایم امیر المومنین گفت که من ضامن شده‌ام که ایشان در خانه  
 داخل نشوند فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاده پس خانه خانه است و زنان محکومند بلکه  
 مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نتوانم کرد پس پدر و انگیزه هرگز را  
 خواهی امیر المومنین بیرون آمد و شخصین را بر فاطمه داد و هرگاه جناب فاطمه زیهار را دیدند سلام کردند  
 مردی از ایشان باز گردانید و گفت ای علی پدر و برافکن دستار و فرمود تا روی بجناب یا  
 بسوی دیوار گردانیدند بوی که چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای دختر رسول خدا باعث  
 آمدن ما نیست که خوشنودی ترا طلب کنیم و از غلط غضب نه خود را باز کشیم سوال این  
 که بخشی از زلات ما بگذری فرمود هیچ کلمه با شما نگویم گفت تا آنکه بخدمت پیغمبر خدا حاضر شوم  
 و معاملات شمارا شرح دهم باز شخصین معذرت و پوزش را عاده کردند و عفو و صغیر را در خواستند  
 بعد از این فاطمه زیهار سوی علی رضی الله عنه التفات نمود و گفت که من حرفی باین هرگز  
 نخواهم زد تا آنکه چیزی سوال نکنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده‌اند  
 اگر قصدین خواهند کرد پس هر چه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود شخصین خدا را یاد کردند  
 و گفتند بے تکلف به پرس از سخن حق تجاوز نخواهیم کرد و بعد وقت و صفا گواهی خواهیم داد -  
 فرمود قسم می‌دهم شمارا بخدا یاد میکنم باینکه رسول خدا صلی الله علیه و آله و سلم شمارا  
 وقت نصف شب بابت امری که حادث شد از جانب علی طلبیده بود گفتند بخدا یاد میداریم  
 باز گفت قسم می‌دهم شمارا که از پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله و سلم شنیده‌اید یا نه که میفرموده فاطمه  
 پاره از من است و من از ویم هر که او را اندامید هر امر ازیت میرساند هر که مرا در پنج مے آرد  
 بالیقین خدا را در غضب آرد و هر که باندازد او شود بعد از موت مثل شخصی هست که اندازد  
 اهدا زندگی من و هر که او را پنج و پدر حیات من هست مثل کسی که اندازد و اهدا بعد از  
 مردن من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله و سلم قطعاً و یقیناً شنیده‌ایم و

ائمہ نے باز گفت کہ خدایا من ترا گواہی گیرم و اسی حضار گواہ باشد کہ این دو کس ہر اہم  
 حیات و ہم وقت وفات رنج وادوانہ کلام بایشان خواہم کرد و یہ سچ تا آنکہ بقا خدا رسم شکایت  
 از شما نمایم و افعال و اعمال شما یک یک بگویم پس ابو بکر بول و ثور گریست انتہی یہ روایت  
 علل الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم المتکلمین نے از آلہ العین میں فارسی میں نقل فرمایا ہے  
 اور سبط اور روایتیں ہیں جو اسکو ہم معنی طعن الرماح سے نقل کے گئے اس صاف و صغ  
 یہ کہ جناب سیدہ نے باوجود مکر و سکر عہد و پیمان کے اور تم شرعی کی کہ میں ہرگز اس کلام  
 نہ کروں کہ شیخین کے ساتھ کلام کی تو دعویٰ عموم باطل ہوا اور اعلیٰ الاطلاق کلام سے انکار  
 کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اسکی چارہ نہیں کہ جملہ متکلم کو مقید کریں اور فرمائیں  
 کہ بعد متکلم لفظ رضا وغیرہ مقدم ہے اور معنی یہ کہ شیخین کے ساتھ رضا و خوشنودی  
 وقت وفات تک کلام نہیں کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سعی و سفارش جناب امیر کے  
 اگر جناب سیدہ شیخین سے راضی نہ ہوں تو مخالفت امر جناب امیر کے جو امام برحق تھے  
 لازم آئی اور نیز اسکی مخالفت ہوا کہ من زوجہ مطہرہ شما من مخالفت تو در حدیث چیر خواہم  
 کرو۔ جیسا کہ روایت بخار و علل الشرائع میں مذکور ہے اہل حق یہی فرماتے ہیں  
 کہ جملہ متکلم مقید ہے بقتیدے امر مذکور ذلک المال۔ اور معنی یہ کہ ابو بکر کے  
 ساتھ معاملہ مذکور اسکی مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک پہر کلام نہیں کی کیونکہ جناب سیدہ  
 پر حقیقت اس امر کی واضح ہو گئی تھی کہ انبیاء کی میراث مالی نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہوئی  
 کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد میں اس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ  
 میں تقسیم نہیں فرمائی اور نہ بنی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اسی طرح کرتے رہی جس طرح خلفاء  
 سابقین کے زمانہ میں ہوا کرتا تھا چنانچہ علامہ بحرانی صاف شہادت دے رہا ہے  
 ثم فعلت الخلفاء بعد ذلك الی ان ولے معاویہ قاطع ثلثا من حق اس سے  
 صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت میں یہی منصوب رہا اور آپ ہی

اوسمین اوس طرح کرتے رہی جس طرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہاں تک عمر بن عبد العزیز  
 رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر رد کر دیا جس کی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہیں جسکو ابن میثم  
 نقل کرتا ہے قالت الشیعہ فکان اول ظلامتہ ردھا تو اگر مذکور مضموب تھا  
 اور خلفاء غاصب تھے تو جناب امیر معصوم ہی اس سلسلہ میں ان کی شریک ہیں پس اگر  
 خلفاء کوئی فعل موافق فعل معصوم کے واقع ہوا تو اس فعل کی نسبت ان پر طعن کرنا  
 درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہ کہنا کہ خلفاء ترکیب غضب حق اور جبر اور باطل حرام  
 ہوئی گویا امام معصوم کے نسبت کہنا ہے بلکہ دو امام معصوم کے نسبت ہے کیونکہ جناب امام حسن  
 اس جبر و تسلیم کو اہلیت سے اپنی زمانہ خلافت میں نہ کوٹا یا پس یہ امامین معصومین کے موافق  
 خلفاء کے فعل ہوئی تو وہ کیونکر محل طعن ہو سکتی ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ معاملہ مذکور میں  
 حقیقت خلفاء کے جانب تھی جو جناب سیدہ پر بعد سنتی حدیث مخبر معاشرہ الایمان کے  
 واضح ہو گئی تھی کہ ہر آپ نے اوس معاملہ میں لب کشائی نفرامی اور ائمہ میں سے ہی کسی  
 اوسکا پیر نام نہیں لیا۔ پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیقؓ کے طعن میں استدلال کرنا  
 حضرت مجیب اور ان کی حضرت صاحب نفحات الریاحین کے نہم کی خوبی ہے پیر اسپر  
 طرہ یہ کہ مقتضائی کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہیں کہ اہل سنت نے ناجائز  
 ہو کے مذہبی حرکتیں کیں اور صدق مثل مشکبہ الغزق مشیت بکل حشیش کے ہوئی اور کذباً  
 و افتراء کتب شیعہ سے اثبات جناب سیدہ چاہا۔ حالانکہ بحول اللہ و قوتہ اس بارہ میں  
 اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہیں ہو سکتا اور نہ استدلال شیعہ کا اس جگہ صحیح ہو سکتا ہے  
 اور جب ان کی علامہ ابن میثمؒ تھے لکھ دیا کہ جناب سیدہ راضی ہو گئیں تو یہ کہنا کہ کذباً و افتراء  
 اثبات رضا چاہا کذب و افتراء کو اپنی علامہ فاضل متبرک ابن میثم کے طرف منسوب کرنا ہے  
 اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکھ کر کیسی کچھ حرکتیں مذہبی فرمایاں گے بلکہ اہل حق کو  
 شرع ہو کہ ابن میثم نے تو بعد تفسیر روایت گویا فیصلہ ہی کر دیا اور فرمایا و فی ہذا المقصرۃ

خط کثیر بذل الشیخ و مخالفہم۔ تو علامہ بحرانی نے اعتراف فرمایا کہ اولین آئین شیعوہ معارف مذکور  
 میں مبتلا خط کثیر ہیں۔ اور اہل سنت کے خط کا دعویٰ پس محض بلا دلیل ہے اگر حوصلہ ہو تو ثابت کیجئے  
 وقد تقدّر ان ما قرأ العقل لا یجوز علی انفسہم فقط وسمیہ علی مضمون الحق قولہ آپنے ہی عقل کو  
 دخل نہ یا اور باوجود علم مناظرہ والی اس پر ثبوت کو کہ اس سے سکوت بدرجہا بہتر ہے فخریہ تہذیب  
 ہمارے سامنی پیش کیا **اقول** حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جب  
 عبارت کے مطلب کو نہ سمجھیں تو ہم فارغ الذہن افسوس کہ با انہمہ ادعا مناظرہ والی  
 مطلب عبارت کو تو خود نہ سمجھیں اور اولیٰ الزام ہم کو دین **قولہ** غور فرمائی کہ میری وہ  
 عرض جن سابق میں گذارش ہوئی کہ آپ بدون دلیل اپنے علماء کے دعویٰ سانی کو تسلیم  
 کر لیتے ہیں درست ہے کہ نہیں **اقول** جعفر ابیحات پیلے گذر چکر ہیں اوسے بخوبی واضح  
 ہے۔ اور اہل نصفت و ذکا و دانش دہنی بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اپنے علماء کے دعویٰ  
 سانی کو بلا دلیل آپ تسلیم فرما لیتے ہیں یا ہم ہر ایک بحث میں جکا دل چاہے کچھ کہو  
**قولہ** تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے مقدمات پر نظر نہ کر کے فخریہ بلکہ بطور دھمکی بمقابلہ  
 خصم پیش کرتے ہیں افسوس حیف ہے کہ یہی تو عقل و انصاف سے کام لیا کیجئے **اقول**  
 یہ حیف و افسوس عقل و انصاف سے کام نہ لینے کی نسبت حضرت محیب ہی کے عاید حال ہے  
 کہ آپ کو اپنے علماء کے تقلید میں حق و باطل میں تمیز نہ ہی چنانچہ ہر ایک بحث سے واضح ہے  
 ہم کیا کہیں اہل فہم و انصاف خود و یکہ لیون **قولہ** آپر خاتم المتکلمین کا یہ سزا  
 و از نفسیات طبری کہ بما والدین و امین الدین شہرت وار و محسوب و معدودہ دعویٰ زبا  
 ہے اور بدین دلیل دعویٰ قابل اعتنا نہیں جواب تو دکنار۔ دعویٰ جے دلیل قبول  
 خود نہیں۔ چنانچہ جناب ہی اسی تسیر میں فرماتے ہیں کہ تو دعویٰ بلا دلیل کہو اس طرح محض  
 تسلیم ہے جواب ہی بلکہ تسلیم کے ہی حاجت نہیں کیونکہ دعویٰ بلا دلیل خود ہی غیر مقبول ہے  
 انتہی بقدر حاجت۔ پھر تعجب ہے کہ ثبات تو تین کتاب مجاہد السامانین میں چنانچہ بڑے فخر و تراز

خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنے قول کا یہی پانچواں پایہ قرار دیا قول ہمارا دعویٰ سے  
اثبات رضا جناب سیدہ رضی اللہ عنہا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ معاملہ فدک میں  
روایات شیعہ سے تھا اور یہاں ہر جہے کہ وہ موقوف محتاج السائلین کے ثبوت توثیق پر نہیں اور  
نہ ہلکے اور سکر اثبات توثیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتدہ شیعہ میں  
وہ ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہوا اور جب ہمارا مدعا دوسری کتب سے بھی ثابت ہوا اور محتاج السائلین  
پر یہی موقوف نہیں تو اس روایت کے وضع کرنیکا اور نام کتاب کے تراشی کا الزام خود  
ہمارا منثور ہو گیا کیونکہ ماہیت عقل شاید ہے کہ ہلکے کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اور قوت  
ہوتی جبکہ ہمارا اثبات مدعا اسی پر منحصر و موقوف ہوتا تو ایسی وقت میں احتمال تھا  
کہ شاید نام کتاب اور خود تراش لیا ہو لیکن جب یہ احتمال ہی باطل ہو گیا تو ہلکے اور سکر  
اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اس کے اثبات کے واسطے اس قدر کہنا کافی ہے کہ حکیم  
سلامت علیہماں مرحوم کے پاس تھی اور عماد الدین و امین الدین طبری کی تصنیفات  
سے ہے اگر بالفرض یہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارے مدعا کو اس سے کیا ضرر پہونچ سکتا ہے  
اسی واسطے کہ نقل عبارت خاتم المتکلمین صرف آپ کے صاحب طعن الراح کو ابطال  
دعویٰ کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و افتراء  
فرماتے تھے نہ ثبوت توثیق میں کراؤ کی بنا پر حاجت کیا اور ابطال دعویٰ صاحب طعن الراح  
بخوبی واضح ہے۔ یہ جناب کا یہ نہ مانا۔ ”عجب ہے۔ کہ اثبات کتاب مباح السائلین  
میں جو آپ نے بڑی مخزن و ناز سے خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا یہی  
پاس نہ دیا یا نہ مانا۔ محض حضرت مجیب کے خوبی فہم و انصاف سے ناشی ہے قول  
عجب نہیں کہ صدوق و سیف سلوک کو ہماری کتاب میں سمجھے ہوں۔ قول  
سبحان اللہ حضرات کے خیالات اور دعویٰ کی یہ کیفیت ہے کہ جو کتابیں ہماری زمرہ  
استعمال میں ہیں ان کی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتابیں سمجھے ہوں کوئی

حضرت سر پوچھے کہ یہ آپنی کیونکر سمجھا یہ کوئی اجتہاد ہی مسکے تو ہے نہیں کہ آپنے اجتہاد  
 سر پیدا کیا ہو مان اگر آپ محدث ہونے کے مدعی ہوئے تو اسبستہ فرشتہ کی زبانی جسکی  
 صورت نظر نہ آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا۔ مگر یہ کیا اگر آپ اپنے علماء کی فہرستوں کو  
 جو علماء شیعہ کے بیان میں یکہین میں ملاحظہ فرمادیں گے تو معلوم ہوگا کہ آپکی علماء کو صنفین  
 اہلسنت و شیعہ میں تمیز نہیں ہے اور علماء اہلسنت کو اپنے علماء میں معدود کیا ہے  
 قال الفاضل المحبب۔ قولہ قیاس کن زکاتنا من بہار مرا۔ اقول جس  
 عرض سے آپنے یہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بے شک آپکی ہی حال کے نہایت چسپا  
 ہر ہم ہی صدا کرتے ہیں بقول العبد الفقیر الی مولانا الغنی عاقلان  
 خوب اند۔ قال الفاضل المحبب قولہ۔ اگر اسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے  
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ اقول سبحان اللہ کونسی غلطی آپنے ثابت کی بقول  
 العبد الفقیر الی مولانا الغنی۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام لے لے  
 تو جو مونہہ میں آوے کہے مثل مشہور زبان لے اگی نہ کو انہ کہتے۔ لیکن اگر شرم  
 و حیا کی نظر سے دیکھیں اور عقل و انصاف سے کام لیں اور اسوقت یہ فرامین تو اسبستہ مضائقہ  
 نہیں قولہ مقام استدلال میں ایک ایسی کتاب کا جو مثل عنقا معلوم لاسم مجہول  
 الحسم ہے اور معلوم لاسم ہی آپکی ہی علماء کے نزدیک ہر حال دینا اور جب خصم کا کر کر  
 تو اسکی توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب ہمارے فلان عالم کے پاس ہی اور ہماری  
 فلان کتاب میں اسکا نام درج ہے اور یہ دن دلیل کسی عالم خصم کی طرف نسبت کرنا  
 اسیکا نام غلطی ہے تعجب ہے کہ حسب مثل مشہور منہی اور لٹا چور کو تو ال کو ڈنڈی  
 اپنی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر اسی غلطیوں کا استیفا کیا جاوے  
 تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو۔ ع این کار از تو آید مردان چنین کنند۔ اقول  
 حضرت یہ کتاب عنقا صفت ہی لیکن ہم گذارش کر چکر کہ اسکا مجہول ہونا ہمارے

استدلال کو کچھ مضر نہیں ہے اور آپ کا یہ پس مانا کہ جب خصم انکار کرے تو اسکو توثیق کے ثبوت میں یہ کہنا کہ یہ کتاب الخ محض خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکا جواب تو یہ ہے کہ یہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر رنج البلاء میں نقل کی ہے پس یہ اس امر کا ابطال ہے جو آپ کے صاحب طعن الراح نے اپنی غلطی سے دعویٰ کیا ہے کہ چہ بعد است کہ نام کتاب خودش بدروغ ساختہ باشد۔ اور دفع واقعہ کو علامہ دہلوی قدس سرہ نیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب پر شہاد کتب متقدمین موجود ہے تو یہ کہنا کہ یہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہیں چنانچہ اسی غلطی کے ثبوت میں ہم نے یہ عبارت نقل کی تھی۔ اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے ہیں انصاف سے فرمائیں جب یہ اس کتاب کا نام صواعق وغیرہ میں مذکور ہے تو صاحب طعن الراح کا اقرار کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنوری کا اسکو تائید میں قرینہ قائم کرنا کہ جب باب بیوم میں اسکا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے ساختہ پر ساختہ ہے وہ نو یعنی علامہ کنوری کے اور صاحب طعن الراح کی خطا ہے کہ نہیں افسوس کہ آپ نے یا میری گزارش کو سمجھا نہیں یا سمجھ کر دانستہ اغراض فرمایا کہ اصل اغراض کب طرف اشارہ کیا اور بیفائدہ جوش و خروش فرمایا پس ہم بوجہ اللہ و قوتہ آپ کی ہی غلطی آپ کی ذمہ لگاتے ہیں اپنے غلطی آپ کو ذمہ نہیں لگاتی۔ لیکن آپ ذرا ہم غفل سے کام لیجے خصم کی مدعا کو سمجھو اور ناحق و ادبلا نفرمائی۔ اس سے صاف ثابت ہو کہ ہم جو عرض کیا تھا کہ اگر اسی غلطی کا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تھا اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اور اسکا جواب ہم کیا لکھیں اہل دانش و انصاف سمجھیں ہیں کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہوا و نیز اسکا جواب خالی از ہزل و ظرافت ہوگا اسلیو ترک کرتے ہیں قولہ ہن جسی غلطین ہم نے ثابت کی ہیں اگر ایسے اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپ کو جو امین کی نقد تحریر میں

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب میں لکھی گئی ہیں اگر ہمارے حضرت مجیب کو شوق ہو تو جو بہ تحفہ لائحہ فرما دیں **اقول** جس قدر غلطیاں آپ نے نثر عم خود تحریر فرمائی ہیں منجملہ انہیں اغلاط کے ہونگی جنہیں صفحات و اوراق لکھی گئے ہیں۔ پس اُن کا حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر قیاس کر لینا چاہیئے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہے تو اصل اغلاط یہی بجائے خود قائم رہیں اور علاوہ اُن کے غلط جوابوں کے غلطیاں اور مزید برآں گہنیں۔ پس جس قدر غلطیاں جناب نے ثابت کیں گویا وہ اپنی غلطیاں ثابت کیں اور اپنی ہی غلطیوں کی بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گزارش کیا تھا **قولہ** ارادہ تھا کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیوں حضرت خاتم المحدثین کے ہدیتہ نذر کر میں چنانچہ کسی قدر ذہن میں انتخاب بھی کر لی تھیں مگر اس تحریر میں طول ہو گیا اور ہماری نے اور عدم الفرستی نے مجبور کر دیا اسلئے اور وقت پر منحصر رکھتے ہیں **اقول** بلکہ بھی خیال تھا کہ کچھ غلطیاں صباث شید و علامہ ستوری و شہید ثالث و صدوق وغیرہ کے آخرین میں پیش کرنیگی اور ہماری حافظہ میں موجود ہیں مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کے اُن خوش فہمیوں کی اور اغلاط کی تصویر کھینچ رہا ہے جو اصول مذہب شیعہ کے لئے بیخ کن ہیں تو اب کیا ضرور ہے کہ اور اُن کی خطاؤں کا اظہار کیا جاوے اور اگر انکی غلطیاں خصم نے تسلیم بھی کر لیں تو مذہب کو اس سے کچھ بہت بڑا صدمہ نہیں پہنچ سکتا ہے اسلئے ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیوں پر اکتفا کر کے قلم کو روک دیا اور پیشتر بھی صرف آپ کی تحریک ہی کی وجہ ہمنے گزارش کر دیا تھا اگر آپ اپنی سوال میں اس قصہ کو نہ چھڑتے تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جس قدر جناب نے غلطیاں تحریر فرمائی تھیں اُن کی کیفیت بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیاں نہیں تھیں بلکہ وہ جھڑت کی خوش فہمیاں تھیں اہل عقل و انصاف بغور و تامل دیکھ لیں **قولہ** اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا

تو پھر بھی دیکھا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ باقی وصحتش باقی اقول نہ ہم اس سلسلہ کے بادی ہیں اور نہ ہم کو اس کے جاری رکھنے سے انکار اپنے آپ کے شفیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے۔ جب تک آپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیے اور جب دل چاہے ختم کر دیجئے۔ ہم مامور محض ہیں اور ہر طرح حاضرین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سنبھالے لیجئے اور فیصلہ کر لیجئے **قال الفاضل البحیب** قولہ۔ بنابر ان ہذا قلیل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دوسرے وقت پر منحصر کرتا ہوں فقط والسلام علی من اتبع الهدی اقول۔ جس قدر قلیل پر آپ نے اکتفا فرمائی اسی قدر ہم بھی جواب گذارش کر چکے۔ اگر آپ تفصیل سے لکھیں گے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضرین والسلام علی من اتبع الهدی یقول **العبید الفقیر الی مولانا العینی** جس قدر آپ نے ہماری جواب میں تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر منتقل کر چکے اور واضح کر چکے کہ میٹھن اوہام باطلہ و خیالات لا طائلہ حتیٰ یس عقل و انصاف سے کالیجئے تعصب و نفسانیت کو چھوڑئیے۔ اور ابطال حق پر نہ آمادہ ہو جائیے۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے۔ وما علینا الا البلاغ والحمد للہ اولاً و آخراً دائماً سرمداً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ وانشیاء واحبابہا جمعین۔

اسکے بعد ہماری فاضل مجیب نے دو تحریریں ہو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہارنپوری ہیں ملحق کی ہیں۔ پہلی تحریر میں بجز شکوہ و شکایت طعن تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تقیہ کی بحث بے محل چھڑ گئے اُس کے جواب کی چندان حاجت نہیں۔ اور دوسری تحریر میں حدیث بخاری سے جو متضمن تاخیر بیت تماشش ماہ اور قصد احرار سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ میں موجود ہے اس کے تکرار و اعادہ کی حاجت نہیں۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افتراء بہتان باندھنے کی عادت ہے اسی عادت قدیمہ کے

حضرت محمد کو سلام اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ ایک غلام نے نبی کے  
ترویج کے لیے کھانا دیا تو نبی نے فرمایا کہ یہ کھانا غلام کا ہے۔

موافق کذب و افتراء بحوالہ عالم التنزیل تفسیر سورہ یسین ایک نئی دینیاریہ سے بت پرستی کا  
بہتان باندھ دیا کہ الالکذب صراح و بہتان بواح۔ اول تو یہ ہی مسلم نہیں کہ ترویج دین کے  
نیت سے بت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین میں کیسے نزدیک ثابت فرمادیں کہ اس  
غرض سے کفار کی عبادت خانوئیں جانا اور ان کو عبادت تو نہیں شریک ہونا جائز ہو دوسرے  
یاد آتا ہے کہ مجمع البیہان میں ہے کہ انبیاء کو تو تقیت کا ہی جائز نہیں۔ علاوہ ازیں  
تفسیر معالم التنزیل میں ہرگز کسی نبی کے نسبت یہ نہیں لکھا ہے تفسیر معالم التنزیل  
کتاب تاویر الوجود نہیں ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جس کا دل چاہے حضرت محمد کا  
ان کو اکابر کے افتراء کا جن سے فاضل محیب نے نقل فرمایا ہے تماشاً  
دیکھ لیوے۔

اب ہم اس کا جواب گزارش کرتے ہیں جو مولوی پیر محمد خان صاحب کے پہلی تحریر کے  
ضمن میں ہم کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

قولہ حضرت محمد مخاطب کی خدمت اقدس میں بعد ادب گزارش ہے کہ اپنی اصلی سوال کا  
جواب عطا فرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث میں طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب نہ دیا  
شرائط کو دلائل جو آپ نے دریافت فرمائی تھیں کیا۔ مگر میں نے سوال میں عرض کیا تھا  
کہ اپنے اصول خلافت جو ہمیں مل لکھیں اس کا جواب کچھ ہی تحریر ہوا۔ یعنی گزارش کیا تھا  
کہ اہلسنت و جماعت خلافت ائمہ اپنے اصول موضوعہ سے ہی ثابت نہیں کر سکتے غور فرمائی کہ یہ  
کتنا بڑا دعویٰ ہے مگر آپ نے کچھ ہی جواب دیا۔ اقول چونکہ وہ محل آپ کے اصلی  
سوال کے جواب کا نہ تھا اس لیے ہم نے تفصیلاً عرض نہیں کیا تھا اور مجملاً وہ ہی موجود  
تھا۔ کاش آپ تامل کے نظر سے ملاحظہ فرماتی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے  
زائد گفتگو ہوتی تھی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چھیڑا تو اس پر بندہ نے  
بھی مختصر عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتی تو میں ہی عرض نہ کرتا۔ اور کچھ فرمانا

کہ میری کسی قول کا جواب ندیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اسکو جو ہمیں  
بجز اسکو کہ ہم ہی چھو بولیں اور کہیں کہ آپ نے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دیکھتا  
جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں  
بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو۔ قولہ  
اب یہ عرض ہے کہ اگر آپ کو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بستر ہم ہی حاضرین  
مگر شرط یہ ہے کہ جسطرح ہم نے آپکو ہر قول کا جواب لکھا ہے اسی طرح آپ ہی ہمارے  
ہر قول کا جواب تحریر فرمادیں اور جو کچھ لکھیں مدلل ہو اور اگر طوالت منظور نہیں تو صرف  
میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہوا قول اگرچہ ہم کو تطویل مد نظر نہ تھی لیکن فراموش  
سامی کے موافق آپکو ہر قول کا جواب لکھا ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے مدلل عرض کیا ہے  
چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تقاضے بعد معائنہ واضح ہو جائیگا قولہ ہم نے شرط ٹلٹھ  
آپکی ہی کتب معتبرہ سے ثابت کر دیں اگر یہ مقبول ہوں تو فرمائی کہ ان شرائط سے مشروط  
کون عید ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل و فراموشی اور زاید باتوں کو نہ چھیڑی۔ ہم  
بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں اقول یہ شرائط ٹلٹھ کا ثبوت صرف بزعم سامی  
ہی رہا اور فی تحقیق انکا کچھ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جناب نے ثبوت شرائط ٹلٹھ میں  
فرمائی تھی انکو ہم بدلائل و فراموشی چکر آپکو اختیار ہی چاہی بحث کو مختصر فرمادیں یا طوالت  
دین نہ ہمکو آپکو تطویل کا کچھ خوف ہے اور نہ اختصار کے فوہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح  
ہو جائیگا۔ قولہ اگر آپ کو اس سیرہ کا جواب لکھنا منظور نہ ہو تو ہمکو کچھ شکایت نہیں۔  
اقول اگر آپ ناخوش ہوں اور میری نقلی و کجیر محمول فرمادیں تو میں دینی بلا نفاست  
عرض کرتا ہوں کہ آپکی یہ تحریر ہرگز قابل جواب التفات نہ تھی اور میرے گز دل چاہتا تھا کہ اسکو جواب میں  
قلم اٹھاؤں اور اپنا تضحیح اوقات گرامی کردن ایسا کرنا وہ ذیقعد ۱۳۳۳ تک اسکی تحریر میں نقل کرتا رہا آخر جب سنا  
کہ آپ کی کوئی عذر قبول نہ ہوا تو میرے ہوش و حواس بے یقینہ ہو گیا۔ ذیقعد ۱۳۳۳ سیرہ ہی بہت اجزاء

متفرق طور پر تحریر کیا تھا مگر وسط ذیقعد سیلابم و متحکم کر کے آج کہ چہار دہم جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ سے  
بجول امد و قوتہ اسکو ختم کر دیا آئندہ بھی مجکو ترک و تحریر میں کچھ دخل نہیں ہے اگر  
آپ نے اسکے جواب پر قلم اٹھایا اور مجکو اس کی تردید کا ایما ہوا بشرط زندگی انشاء اللہ تعالیٰ  
میں قطعاً اس کا جواب لکھوں گا ورنہ میں عرض کر ہی چکا ہوں کہ ایسے خرافات و مہملات کے  
جواب میں قلم اٹھانے کو میں سراسر تضييع اوقات تصور کرتا ہوں قولہ صرف آپ  
خلافت خلفائے ثلاثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرمادیجئے اقول  
بجول امد و قوتہ ہم خلافت خلفائے ثلاثہ کو آپ کے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہیں آپ اس کو  
عقل و انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرما دیں اور آپکو معلوم ہے کہ ہمارے نزدیک مسلامت  
فروع میں سے ہے پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرمادیجئے خلاف عقل  
ہے کیونکہ غایت مافی الباب وقوع اختلاف اگر ہو گا تو موجب عدم قطع کو ہو گا اور یہ  
تو د فروع میں ضرور نہیں بلکہ فروع کے ثبوت میں صرف ظن کافی ہے۔ بالانہیہ ہمنے  
بلا اختلاف خلفائے ثلاثہ کے خلافت کو آپکی اصول پر ثابت کر دیا ہے اور واضح رہے کہ اختلاف  
منفی سے وہ اختلاف مراد ہے جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ سفسطیات کا انتہا تو نبوت بلکہ  
الہیات میں بھی ممکن نہیں قولہ غور فرمائیے کہ ہم کہا تک وسعت دیتے ہیں یہی اس  
صورت میں ہے کہ آپکو بحث منظور ہو ورنہ آپکی مرضی اقول اگر جناب کو وسعت ہی  
پسند خاطر ہے تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہیں کہ آپ زاید باتوں کو ترک فرمائیے اور صرف  
امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمائیے یا امام کے لئے صرف عصمت  
ہی ثابت کر دیجئے شرائط ثلاثہ تو آپ کیسے ثابت فرمائیں گے۔ اور اگر آپ تحریر کے  
تطویل سے گہرا تے ہوں اور بیماری و عذیم المصرتی سے مجبور ہوں تو ہم آپکو ایک عمدہ بدیر  
بتلاتے ہیں کہ آپ ہمکو تحریر فرما دیں ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا  
اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپکو کسی قسم کی تکلیف ندین گے اور یہ

اس صورت میں ہر کہ آپ کو یا آپ کے شفیق کہ بحث منظور ہو ورنہ آپ کی مرضی ہر کوئی شکایت  
 پیش نہیں کرتی یہ صرف ہی لئے عرض کیا ہر کہ آپ کی تحریر سے مترشح ہوتا ہر کہ ال سنت کی بددیت آپ کے  
 دماغ میں یہ سمایا ہوا ہر کہ میری تحریر و تقریر کے مقابلہ میں مخالفین میں سے کسی کو مجال  
 دمزدن نہیں پس اگر فی الواقع آپ کو یہ خیال ہو اور ال سنت کی نسبت آپ خیال  
 کرتے ہوں کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہیں کر سکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہر  
**قولہ** آخر میں بصدیاز یہ ہی گزارش ہر کہ اگر اس تحریر میں غلطی کس ہو ہو ہو تو بنظر  
 اصلاح ملاحظہ فرماوین کیونکہ مجھے جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایق نہیں کہ اس بحث میں  
 جو علماء اعلام کا کام ہر کچھ لکھے محض اپنے شفیق دلی کی خاطر سے کچھ لکھا گیا  
**قول** یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہر ورنہ اپنی تحریر بمقابلہ خصم  
 ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہیں پیش کرتا۔ اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی  
 خدمت میں پیش کیا جاتا ہر پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اس کے موافق ہمنے حکم کی تعمیل کی  
 اور جو کچھ نظر سرسری میں باتیں قابل اصلاح آئیں بصداد و ب عرض کر دی۔۔۔  
**قولہ** یہ بھی عرض ہر کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عندا مد معاف فرماوین  
 میری عرض آپ کو یا کسی کو بیخ پھنچانے کی ہرگز نہیں ہر خداوند تعالیٰ علیم ہے مگر آپ  
 جانتے ہیں کہ مباحثہ مذہبی میں احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ  
 بولے اور لکھے جاتے ہیں جو ناگوار طبع مخاطب ہوں۔ و اسلام خیر ختام۔ سراپا عیب  
 و عیوب فرزند حسین عفی عنہ۔ ۲۷ محرم الحرام۔ مطابق ۶ نومبر ۱۳۵۵ھ عیسوی  
**قول** یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و لطافت اور کرم و اخلاق سامی ہر ہر چند  
 بندہ نے بھی الزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتیٰ الوسع تحریر نہ کروں گا  
 تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو مد معاف فرماوین کہ میرا  
 قصد بھی ہرگز سبج رسانی کا نہیں ہے خداوند تعالیٰ مجھ کو اور آپ کو معاف فرماوے

والنحو

لَا يَخْلُفُ عَنْهُ أَحَدٌ فِي الْأَوَّلِ سِتَّةَ الْفِثَلِ ثَلَاثِينَ وَأَرْبَعٌ مِنْ حِجَابِ الثَّقَلَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

الزنج

اثناء تحریر رسالہ ہذا میں حضرت مجیب مخاطب کا رسالہ سے حسن المقال جو جواب بافہام  
مولفہ مکرمی پیر جی عثمانیت احمد صاحب سلمہ قدوسی لکھو ہی کے تالیف ہوا  
بعض اجاب کے ذریعہ سے میرے پاس پہنچا اور اس کی دیکھنے سے حضرت مجیب کا  
پایہ علم و فضل اور مرتبہ انصاف اور پی بنجولی معلوم ہو گیا۔ چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر  
بحثیں اعلیٰ جلی میں اور ایک بڑے مسئلہ کی بحث کے ضمن میں بہت سی چھوٹے  
اور بڑے مسائل میں گفتگو آ جاتی ہے اور یہ رسالہ ہدایات الرشید بہت  
سی مسائل خلافیہ کے بحثوں کو شامل ہے جو تفصیل اور میں لکھ چکے ہیں۔ بہت  
حسن المقال کے اکثر اور بڑے بحثوں کو جواباً تو اس رسالہ ہدایات الرشید  
میں آ گئے ہیں۔ لیکن حسن المقال کے وہ بعض بحثیں جن کا کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے بحثوں کے ساتھ نہ تھا اور نہ اس رسالہ میں نہ تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ خاتمہ رسالہ پر حسن المقال کے ادون بحثوں کا جنکا رسالہ ہدایات میں جواب نہیں لکھا گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکھو گا اس واسطے اشارہ ابحاث رسالہ ہدایات میں ادنیٰ تردید کی طرف آیا اور ادنیٰ ضمنی ذکر کا یہی اتفاق نہیں ہوا۔ بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم ہوا کہ جامع بین العقول والمنقول حاوی فروع و اصول حافظ کلام اللہ جناب مولانا مولوی شمس الحق احمد صاحب دام اللہ فیوضہم ساکن قصبہ انہٹہ قلعہ سہارنپور نزلہ میانہ جو میرے بڑے مہربان و مخلص ہیں اور اسکا جواب غالباً کر تحصیل النال باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرما رہے ہیں۔ لہذا اس خیال ہے کہ تحصیل النال حسن المقال کے جواب میں کافی اور ادنیٰ تردید سے معنی ہوگا۔ اور نیز بجا ہی خود یہ رسالہ ہدایات ہی کی قدر طویل ہو گیا تھا بندہ نے اپنا ارادہ ادنیٰ تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا تھا ملتوی کر دیا۔ ہاں حضرت محبوب نے حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتیں لکھ کر اپنی کمال تقدس اور دین پر شہادت دی ہے ادنیٰ نسبت استفادہ لائے ہیں کہ دل چاہتا تھا کہ ہم ہی چند عبرتیں لکھیں واقعات جو اولین و آخرین ان حضرات کو پیش آئے سفیصل طور پر ہدیہ ناظرین کے چنانچہ اہی مولانا مولوی سید زین العابدین علیہم السلام کے قتل اور شہید ہونے کے بعد جو وہاں بعض اعیان ملتان کے بیان پیش آیا تقریباً اوسکا نمونہ ہے جیسا بعض ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعداد کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین و دیانت کے نزدیک واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں نہ شائبہ کر لیے۔ اے ہمتیاسکو شعبہ نفسانیت سمجھ کر محض خداوند تعالیٰ کے خوف سے ترک کر دیا اور سپر سلم نہیں اڑھایا۔ سبحانک و بحمدک اشدان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک اللھم اغفر لی ما قلمت وما اخرت وما استہم

وما اعلنت وما انت اظهر مني انت المقدم وانما المخلا لا انت

# تصديق

از جناب سیاست فیض تنسیق ابوالواہد زبیدی العارفین عارح معارج اسرار  
ولایت نایب مناجح انوار ہدایت آنور کارلقین تسلیم مشد صراط مستقیم  
پیشوا اصحاب طریقت مقتدار با حقیقت گیم مقام منازل ملتین  
قافلہ سالار مرآل حق یقین مجاہد شناس حقیقت ان خلوت پسند جلوت  
بیان جبرعہ نوش وحدت الوجود و تجرید شینا رخ غلام فرید صاحب  
سلہ اللطیف سجاد دین چاچران شریف دامت برکاتہ

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کمال مولوی خلیل احمد صاحب نے رد فرقہ ضالہ مضلہ شیعہ رافضیہ  
میں تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے مملو ہے اور مطابق ملت قدسیدہ الہ سنت و جماعت  
کے ہے میں بعد مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہوں کہ جو مولوی صاحب نے لکھا ہے  
فی الہل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی اتبع الہدیٰ -

الحمد  
خاکسار فقرا غلام فریدی حنفی حنفی عنہ لعلہ خود

تقریر و پذیر و تحریر و نظیر صنعت یک از هر فقره اش <sup>۳۰۷</sup> است <sup>معلی</sup>  
 هویدایش و چیده سلم با قوت رحم ناظم رگین خیال ناثر عیدم <sup>المثال</sup>  
 سیاح بحر نکته والی سیاح قلم بیان معانی اسوة الکاتبین مولوی  
 عزیز الدین صناخوشنویس حضور سرکار ابد قرآولی ریاست بیاد پور خلد <sup>ملک</sup>

### هُوَ الْغَزِيذُ الْغَنِيُّ الْمَلَجِدُ

حبذا کز این کتاب کمال • با فضل قادر بیحال • و بنایت عامر سید الانام و صاحب  
 احسام و اسلم • و بغیرت چهار یار و آل امجاد اهل جود و کرم • چه کتابیکه هر حرفش هویدا  
 و چه کلامیکه معانی او مفصل و مہذب • پُر از مرصع و خوبی چهار یار • در توصیف  
 آل مبارک و اطهار • از هر نقطه او فہر بر دل شعیان • یا ہر الف او تیر و دل حاسدان •  
 بجهت امانیہ تیر عقیدہ • و خواج از زجر رنجیدہ • پی رافضیان ناوک  
 خزین • بلکہ تفنگ دروازہ ہر بیدین • منشور شہادت • یا توقیع رحمانیت •  
 زیب دہ مجلس عالمان ذوی العقول • و تیرگی افزائی لکافہ حاسدان معقول •  
 باطل سازیکہ سبب ناحق • بحق مشاہدہ قدرت حق • تیر ادب بجز دشمنان  
 بی ادب • و رینہ بدیش حسام تنب • دران رد اہل التشیع • بدایر خوب  
 ولی شنیع • جابجا عبارتش نصیح بوجہ احسن • و مخصم محیب زہی جواب زندان  
 شکن • و از غ دل اہل نفاق • گلزار معانی اہل مذاق • کلیہ خیالات عقل •

بسو ط از ثقات نقل + روایات اوسند از کتب امامیه + چهار زیب و پنج مغلان  
 مذہب خفیه + جهان آرا سخاوت زنگین + نکته نادر دشیرین + منشورین + رفع  
 بدظن + سبحان اللہ چه کلامیت بے بدل که از دید شریف بعید + دنام نامی بن  
 کلام ہدایات الرشید + از تالیف بنیف عالم عینہ ربانی + امام المہد و فاضل  
 کلام نیردانی + رکن دہامی دین خدا و رسول + راست گو عالم معقول و منقول +  
 وحید الدہر شریعت پناہ + مستند و طریقت آگاہ + قاری بآداب و حاجی  
 حرمین شریفین + مقبول و معزز بجالق دارین + سلاہ فقہای مبارک خصال +  
 سید المحدثین بے مثال + جناب قدس تاب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب +  
 عالم اہل دین دام بالفیوض و المواسب + حسب ارشاد و انداد جناب علی القاب  
 قدسی نژاد والا نہاد + قدوہ دودمان نبی وزیدہ خاندان علی سید صاحب زاد +  
 منہل خاندان سیادت + ثمرہ دودمان نجابت + منبع فیض ندیم سلطان +  
 افضل الناس سبب امن و امان + اخلاص کیش و حسن من + مراد جهان نین +  
 زمین + زہی فرمان بر چار بار رسول + دہی آن مطیع آل رسول مقبول +  
 سید غلام مرتضی شاہ صاحب بی ریب و شک منظر چود + شکر ادبی از یک  
 بیج و بہ نتوانم نمود + زیادہ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا + و از قصور و ریب  
 المنون بگہدار دوی را + بمطیع قدوسی طراز طبع گرفتہ + و ز سعی حید  
 عب القدوس رونق یافتہ + حلیہ تمام پوشیدہ پسند دل دانا کرید + در  
 دیدہ احباب یقین سرمہ نور کشید + التماس بجناب والا طبعان ستودہ آمین +  
 بصدہ عجز و بہتر نیاز از نیاز مند عقیدت گزین + واحقر العباد نیل آہن +  
 غریب الدین غنی عنہ می رود + کہ با نچنین سیاق طرز کلام بے محاورہ میشود + اگر  
 بنگہی خطای غیبی فہم نمایند + از راہ والا نشی و اگر دے معاف فرمایند +



بر سر کتب و حقیقت شیعہ + قلم سنی است گزراں + گویند سائنس خلیل + بہر فروریان جذبہ زبان + صورت یک شجر سنی کرد + مثل افواج رخصت بے بیان +

سال اتمام بے سر آہست + فوج ایران شیعہ شد ویران +

۱۳

سناد خان غیسل احمد | تصنیف علی کتابہ | سال و سار و شش بتایا | کہ خوب چہی کتاب نام  
تقریر لکھنؤ النحر بہ المتبحر و حیدر فرید الدہر عہد السالکین اقوال المسالک  
عبد المالك خلف الرشید المولود المولود محمد عالم ضایا کنز فریہ تھوری قریہ  
مزرعہ گجرات فنیاء مدرستہ العلوم و لغو و صا اللہ معاذ الشر و الفتو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي لا يندى ولا يندى في انعم عليه تائب المبین المجید البشیر البوعبد الوعد بالوعد و لا يخلد الا  
وجبه الحمد المحمود الحمد بالبرهين القاطع الساطع هدي لكل شئ وسعد و بعد هذا الزمان قد  
شاعت في بعض اهل البطلان من اهل التشايع الشيع عليا و جلبوا نجياهم و رحبهم علينا و قد حوا  
الاختلاف و قد عاونوا عن التحول و ما كلنا و لنا هم هدي حتى اعطعهم في الفيا و شاع طعهم القوا  
قام من امر حكم و ما عظم الامام العا و الال الطمطا و الفاضل القمقا جامع لعلوم العقلي و حكا و الفنون  
مولانا الحمد الفقيه لاد و خضر الحاج الاير المولود خليل احمد المكنى بابي ابراهيم لادالت شمس  
فيوضه بفضل الله الرحمن الرحيم بتجريد هم و ازاله شكهم ازياهم حتى قام في امثال امر كالربيع بالعرف  
الربيع هم از اوقات الشريكات مشتيا لدرين فاد خض حجهم باقوالهم و رد برهينهم بمقابلهم لعمري  
كتاب مضاف من له قد اصلح به و قد تذكروا مني فخره فمشاء الحمد له و بيل و قد هفت  
الها بخن الخطا و قال بخبره اصبه خيرا مودعا لاختتام الكتاب لانه في بها المغلولين عن  
الغله و انتفا قلب الحساد المعان به منزلة و تجد تاريخ الطباع هدايات الرشيد من كتاب

تاريخ	الله المبین الذی لا یتمیمنا یا یداته	منظوم
کتاب کریم برد الووقش	کتاب محمد هد لا نام	مفید بشیر لاهل لفظ
علامہ افانہ یسلمع	خلیل الدین یاسین	فصیح بلوغ ارید الایب
هو الحافظ الممل امود	کشمالی ہما الطین	وقد را قوال انتمم بیا
		بنوع عجیب و وجہ احسن

قد جہ فیہ نصیر	من یزنب عن نصو کمن	بدیع الرشاد ویدل عیال	یسر لجمال وبلقی العین
یا ظہار حرم کتاب	کاذا وحر باطل العن	ویطالع الحق نظر الیہ	وعاجل الخیر وواوہن
سینفیک من کل مال الشکر	کا کل الحقا قہر شفا الید	وینہاک عن کل فیض معنک	ویدیک حقاً وبقیض معن

ایضاً      بنارنجہ قال عبد الملك      کتاب الخلیل مجید و احسن      و ناری

جناب لوی صاحب مکرم	ادیب فاضل مقبول و زاہد	خلیل احمد کو اور انیسٹ ثانی	اخلاق و باوصان و محامد
ترتب کرد در در و دفع	کتابی را بہ بران و شواہد	مرفوس جلد در سلک طویرش	در نشان است چون سل و فرامد
جو تحریرش بجام گشت رایج	متارح خصم او گردید کاسد	مخالف ہر جہ بر باست الزام	مندہ بر مخالف جسد عاید
	روی تاریخ طبعش گفت مالک	ہدایات الرشید از ہر عائد	

قطرہ تاریخ از طبع قزوین مالک الدین خلیل عبد اللہ بنارنجہ صاحب ہست و صاحب قصور و خیر و نور سے متعلق کتاب از مکتبہ مطبعہ

جناب مولوی صاحب منظم	شفیق مہربان ستیان ہے	خفیت وجود انکا جہان مین	وجود انکا جہان مین شل جان ہے
وحید العصرین علم و شرف مین	فصیلت مین نظیر انکا کہان ہے	ہدایات الرشید ان کا رسالہ	بہت عمدہ دلائل کا بیان ہے
اجواب اسین عجیب غلج مین	کہ شیعہ طعن ہی کوتہ زبان ہے	بر آدوستان ہر شل گل کی	بشل خار ہر دشمنان ہے
جزاۃ اللہ فی الدارین خیرا	کہ ممنون آپکا سا جہان ہے	نیازی نے لکھا ہیجت کی رو	کلام دلپذیر عاقلان ہے

تقریظ منظوم کتاب مستطاب منجانب حضرت مولانا فاطمہ محمد عبد القدوس قدسی غفر اللہ لہ و لو اللہ یہ  
و ان الیہا والیہ مالک مطبع قزوینی - و اخبار صحیفہ قدسی دہلی

زبان نامہ حق حمد حق ہے	مکریمیت اسکا سینہ شوق ہے	ماورین مین کو ہے روانی	ہوئی جاتی ہر توہمی پانی پانی
ابن کی کو در چشم تر ہے	چمن مین کبھی تلخ شجر ہے	بہی جاتے مین یا ہو کے پانی	سندر محمول میٹھا ہر روانی
ماں ہر قربت ہو کہ دوری	برابر ہر آنسو فصل حضوری	اُسی کو ڈر کو پاییدہ ہوا کا	ہوا چنتی ہر تنگے اللہ اللہ
وہ بچہ ذہن پرجا پری	بجولے کرے مین کو چہ گردی	ن کر بیا مین کہتا ہے دانہ	الہی مجھ کو دوزخ سے بچانا
سمت کر تل بنا خسار کا خال	رخ گلگون مین آفر گیا بال	نفس بھی دمدم زیر دہر ہے	گمراہ ہے ہو ہر دم کمر ہے
اسکے حکم مین چڑھن تارے	حبیب کو سمجھتے مین اشارے	زمین آسمان سب کو سقا د	ملک جوق و بشر جو و پرتی زاد
طبیعت ہر جو مین مومن کھامی	مجھے یاد آگے دو شعر جامی	زبام آسمان تامل کر خاک	اگر صدر یہ سیا و پیما اور اک
فرود آیند یا بالاشتا بند	زحمتش فرہ بیرون نیا بند	سحاب رزق اسکا سب پر پرا	نہ تر ساک کبھی وئی کو تر سا
محکم خلد اسکے ات مین ہے	سکت اللہ ہی کی دامن ہے	خدا کی کبریائی کی نہیں تھا	وہی ہو گا وہی ہر اور دی تھا
واقعی نے کی کو محمد باری	تو انبیا نبی کی آئی باری	ہوا ہی نعت کا یکس آہنگ	کہ ہر طرز بیان کا اور ہی رنگ
سیت خود بخود ہر کسلی بون	سمند فکر کون ہوتا ہر بیان	مگر ذکر شہ ختم رسل ہے	شریع نعت ہادی سل ہے
لہذا ابن محمد کسب مین	رسول اللہ ختم الانبیاء مین	وہ مین تعلیم مین کے شہنشاہ	صلو مستقیم ان کی گزر گاہ

از مکتبہ خلیل جہان نوبور + ایک مندرجہ در نفس شہزہ جہان + کہ بر دہر جہت شہزہ نرول + کہ بر دہر کس جہت انفسان + بنیاد کس جہت انفسان + تخلص تاریخ - از جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب تصنیف مولانا محمد حسین صاحب تصنیف مولانا محمد حسین صاحب تصنیف

چون در توضیح مولای من کتب جامع فی توضیح در تفسیر ابی دینار زید بن سنان بن ابی ذریعہ

وہ سبحان الذی اسرگامین  
 ہی احمد ہی محمود ہی من  
 انہیں سے دین کو کون مکان  
 ہر ایک بعد یہ مقصود خادم  
 وہ پہلے جانشین مصطفیٰ  
 جو ثانی ہیں وہ ثانی عیون  
 بنائیں مسجد بنی ہاشم کہ گرجا  
 میں عثمان محمد شرم حیا داد  
 کہنا اسوہ باب مستند مرکز  
 حق رضی میں بعد ستمے  
 چون نری عین چاہی بہ یاد  
 وہ قابل کیا بین کمال میں جل میں  
 انہیں حاصل ہو وہ عقل استدل  
 خلیل احمد ہی انکا نام نامی  
 ہی ایسا نہ سب ہی انہیں جو  
 وہ کرتے ہیں حرفوں کو دہرہ  
 دلال اہل بدن کو ہے لہرہ  
 جو مقبولان کرتے ہی تہرا  
 باز ہے محرم میں نہ  
 ہو جکار و شب حرف مان  
 بتداد ائمہ میں وہ بارہ  
 ہی نقش شرک جکار دل پہ کند  
 کہیں میں جہا بات حقیقی  
 غرض جو کچھ کہا جہا لکھا کہ  
 ہوا قدسی کو فکر سال  
 ذرا آنکھیں ملکر بات کیے

وہ شافع میں شافع پرستین  
 ہی حامد ہی مسعود ہی من  
 انہیں سے عزت ہر دو جہان  
 کہ ہر وقت تبت ہی مدح نام  
 وہ کان صفت میں کان صغیر  
 رسول حق کا بازو من کر میں  
 کلیسا ہی کہا قبلہ کو ہر جا  
 وہ شوی نبت پیغمبر میں اللہ  
 انہیں مائی دعا تبت نہ مرکز  
 میں ہر دو ہا ہی مسد جملہ  
 رسول اللہ کے بارہ ہا ہا  
 وحید ہر شان لم نزل میں  
 کہ دشمن ہا کہ ہر حق میں  
 زمین میں میں باب گرامی  
 کیا دم میں چراغ خصم خانہ  
 سر آمد ارکا بنی میں اجارہ  
 یکتا ہر ہے رفتہ لکیر  
 ہر سب دستم جکار مذہرا  
 کہا جسے عقیدہ انا تہدا  
 ہر گالی جنکے سب کی شکست  
 جدار آن سے ہے ہر یک کا ہر  
 کہ ہے ظل میں ہر دن خندہ  
 نگرین جہا انکو ہی حقیقی  
 کہ ہر حرف درجے بہا ہے  
 کہ ہے شہادت بیان تو کاشا  
 خلیل احمد ہی ہی ہا تہ

ہی من بعد امر دنا ہی  
 ہی تکرین عالم کا سبب میں  
 فلک پہتا ہو یہ دیار میں ہی  
 کہا ہی مل جہا اسکو تحقیق  
 وہ بارہ ختم المرسلین میں  
 میں حضرت کرکتم خلیفہ  
 لگا کر کاؤر ہر جسم کاری  
 وہ ہی تکرین کہلا میں نہ کو نگر  
 وہ ہی میں تکرانہ نکتہ دت  
 خلافت میں کریم میں وہ چتر  
 ہوا ہی ایک شہر مقابل  
 حدیث و فقہ تفسیر کی دین  
 وہاں میں وہ حاجی میں ہی ہر  
 بڑی ہی خاک را اوشی میں  
 وہ ہون کاؤر ہر نیرہ کالم ہو  
 ہی کالم العینہا رسالا  
 یہ اس کالم اب سیا ہر کوب  
 جو ہی ہر دست مکتوب ہر ستی  
 وہ صاحب جنین راجع ہی تہ  
 بیان کرتے ہیں جو الہی لطیف  
 ہوا گویا کلام اللہ بکار  
 دکھائی ہوئی انکو دلی  
 ہی از اسی جہا ان کا عجیب نام  
 یہ نہ ہو وہ سب شیون کا ہی  
 مخالف اگر تکرانہ لہر اب  
 ہر کی سال ہی ہی نمایان

ہی بیشک میں محبوب آلہ  
 ہی تخلیق آدم کا سبب میں  
 درود ان پر سلام ان ہی  
 کہ میں بعد ہی ہر بکار صدق  
 ہی صداق آیات سہرین میں  
 ہی دور ہی یہ دنیا ہی حیلہ  
 کیا اسلام کو عالم میں جاری  
 کہ دین جگو تہو وہ اپنی دفتر  
 ہی کالم میں انکو مشہدات  
 اسی شمع ہی کہ ہمد کو تہ  
 تو ہم میں ہی تھا ایک قابل  
 علوم و فضل انکو آب گل میں  
 وہ گلزار خصال کی کلی میں  
 خلیل میں میں ثانی تہی میں  
 تو دم میں گویا عین علم  
 کہ جسرا اشقا کو مار ڈالا  
 کہ جس قوم کو دشنام نہ  
 ہر جگو کہ میں جنس شرک سستی  
 ہر متو جنکے قلوب کا بغیر  
 کاڑی تہے امون پر سیف  
 اتر لے دیوں سیف و نہر  
 کہ چوڑ میں کچھ تو عادت علی  
 عدد ہو جا تکرانہ ہر انہیں ملک  
 ہوا کی دین دنیا میں سنا دی  
 تو میں کہتا ہوں اس کے بخیر اب  
 کہتا انکا ہی کہتا تکرانہ

العیضا	حد میں ان کل کاؤر جملہ	پڑی ہی تہی ہر سبب کل	قطعہ تاریخ ۱۳
ہو اتمام العینہ اللہ میر	قامت میں شافع کا ندہ	کہی قدسی کیا و سبب تاریخ	سکستین باب ہر گاہے خبر
ایضا قطعہ تاریخ	ایضا قطعہ تاریخ	ایضا قطعہ تاریخ	۱۳۰۶
تذراہ اللہ گراہ آمد	کردنا عالم کمال امام اسامہ	کلمہ حال ان اسودادہ لوام	کوداد - علامہ مطرود اسودادہ
قطعہ تاریخ تہیہ مطہر حسین	کاتب کتاب ہذا ہر اور زادہ مولوی عزیز الدین صاحب خوشنویس سرکار ہوا		